سرورق ثانی کی پشت یعنی صفحہ ب پر مطالعہ کتاب سے پہلے اِطلاع عام ضرور پڑھیں

البلاغ المبین

حصۂ اوّل کتاب اوّل

تالیف

خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا

ایم اے، ایل ایل بی ڈسٹرکٹ و سیشن جج

(ریٹائرڈ)

ملنے کا پتہ

مینجر دفتر البلاغ المبین نکلسن روڈ

۲۳۰۱ گلی بیدیاں۔ دہلی۔

قیمت { قسم اوّل آٹھ روپیہ
قسم دوم سات روپیہ

حرفِ مطلب

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنیوالوں کے دلوں میں چند سوالات وشبہات پیدا ہوتے ہیں پیغمبر اسلام صلوٰۃ اللہ علیہ نے اپنا جانشین مقرر کیا یا نہیں۔ اگر کیا تو کس کو؟ اور نہیں کیا تو کیوں؟ حکومت آنحضرت کی نبوت کا جزو تھی یا نہیں؟ آنحضرت نے بحکم خداوندی کس طرز کی حکومت قائم کی تھی؟ اس حکومت کے اصول وقوانین کے مطابق پیغمبر اسلام کا جانشین مقرر کرنا یعنی تعین خلافت رسول کا فرض تھا یا امت کا حق؟ حکومت کے دو اقسام حکومتِ الٰہیہ وحکومتِ فرعونیہ، ہر ایک قسم کی حکومت کے حصول واستحکام و عروج کے لئے مختلف سیاست کی ضرورت، دونوں کا مقصد سیاست بالکل جداگانہ، اسلامی حکومت الٰہیہ میں نہ جمہوریت ہے اور نہ ڈکٹیٹرشپ، حکومتِ الٰہیہ کا نقشہ، اسکے لئے کیسے حکمرانوں کی ضرورت ہے۔ اسلام کا نظریہ کہ حکومت ومذہب کا اجتماع شخص واحد میں مفید ہی نہیں بلکہ واجب ہے یہی نہیں کہ یورپ نے قبول نہیں کیا بلکہ اسکے خلاف پروپاگنڈا کیا، یورپ کے اس تخیل کی تاریخ اور یورپ کے پروپاگنڈا کی غرض وغایت کیا ثبوت ہے کہ جناب سرورِ کائنات نے اپنا جانشین مقرر کردیا اور کس کو کیا، آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ نظام کے خلاف ایک بہت بڑا انقلاب جس نے پیغمبر کے ان اقوال واحکام کے اثر کو لوگوں کے دلوں سے محو کردیا، وہ ایک دن ایک مہینہ کا کام نہیں ہوسکتا، برسوں کی خفیہ سازشوں اور سالوں کی بتدریج کوشش کا نتیجہ تھا، ہر ایک انقلاب میں دو عنصر نمایاں ہوتے ہیں ایک تو مواد اور دوسرا اس مواد کو اپنی غرض ومقصد کیلئے کام میں لانیوالا کارکن، حکومتِ الٰہیہ کے خلاف جو انقلاب ہوا اس کی کیا وجوہات تھیں یعنی مواد کیا تھا اور کس کارکن نے اس مواد سے کام لیا اور کس طرح کام لیا، آنحضرت صلعم کا قائم کردہ نظام اکثریت نے کیوں قبول کیا، سقیفہ بنی ساعدہ کی تحریک کیونکر کارگر ہوگئی اس دیدہ دلیر اور زیرک کارکن کی اس سیاست کی تشریح وتفصیل جس نے اسلام میں انقلاب عظیم پیدا کردیا اس سیاست کا مقصد خاندان نبوت میں سے حکومت کو نکالنا تھا اس مقصد کے حصول کیلئے اس نے کیا کیا تدابیر اختیار کیں کس کس طرح فقہ اسلامی میں ترمیم وتنسیخ کرکے اس نے اسکو اپنی مقصد سیاست کے مطابق کیا، اسکی سیاست کی کامیابی کے وجوہات اور اس کامیابی کے بُرے نتائج قبل از وقت اور عام فتوحات کا اسلام پر بُرا اثر، یہ سب نہایت اہم تاریخی سوالات وتخیلات ہیں جن کے حل کی کوشش اس کتاب البلاغ المبین میں کی گئی ہے اور ان پر نہایت سنجیدگی وصحیح استدلال کیساتھ اس طرح بحث کی ہے کہ پڑھنے والے کا دماغ مؤلف کے دماغ کے ساتھ ہو لیتا ہے۔

وجاءك في هذه الحق وموعظة وذكرى للمؤمنين

فمن ابصر فلنفسه ومن عمي فعليها

البلاغ المبین

در اثبات

خلافت بلافصل امیر المومنین

حصہ اول۔ کتاب اول

تالیف

خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا ایم اے۔ ایل ایل۔ بی

ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ و سشن جج

صدر

شیعہ مجلس اوقاف دہلی

و پریزیڈنٹ انجمن شیعۃ الصفا و نیشنل شیعہ کانفرنس و آنریری مجسٹریٹ درجہ اول

ابتدائی طباعت ۲۵ اپریل سنہ ۱۹۴۴ء بار اول پانچ صد

وما علینا الا البلاغ

اطلاعِ عام

ہر ایک ملت و مذہب کے بزرگوں کا نام اس کتاب میں نہایت عزت کے ساتھ لیا گیا ہے لیکن چونکہ اس کتاب کا موضوع ایک پرانے تاریخی مغالطہ کا ازالہ ہے جو بوجہ اپنی قدامت کے مذہب کے حدود کے اندر داخل ہو گیا ہے اور ہر ایک غلطی کے ازالے کے لئے تنقید و تمحیص کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں نے وہ مغالطہ پیدا کیا ہے، ان کے افعال و اقوال کی نکتہ چینی لازمی ہے لہذا مجبوراً یہ اطلاع عام دی جاتی ہے کہ جناب رسولخدا کی جانشینی کے متعلق جو غلطی عام پھیل گئی ہے اس پر بحث اور اس کا آخری فیصلہ شیعی تحقیقات کے مطابق کیا گیا ہے اور شیعہ عقاید کی حمایت کی گئی ہے۔ اہل سنت و دیگر فرق اسلام کے وہ اصحاب جن کو یہ ناگوار معلوم ہوتا ہے اس کتاب کو نہ خریدیں اور نہ پڑھیں، کیونکہ کسی کا دل دکھانا مطلوب نہیں ہے، اپنی عقل و سمجھ کے مطابق راہِ ہدایت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، یہ کتاب محض فرقہ شیعہ میں رائج ہونے کے لئے طبع کی گئی ہے

(۲) اس کتاب کی رجسٹری حسب ضابطہ و قانون کرا دی گئی ہے اور جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحمید و تمجید

حمد و ثنا سزاوار خالقِ ارض و سما ہے جس نے قلزمِ لا سے گوہرِ مکان پیدا کیا اور خود لا مکان رہا جس کے اشارۂ کن پر عالمِ ماسوا وادیٔ عدم سے چمنستانِ ظہور میں اس خوبی سے جلوہ گر ہوا کہ چشمِ ظاہر بیں صانع و مصنوع میں فرق نہ کر سکی، جس نے بوقلمونیٔ خلق میں دلیلِ وحدتِ خالق ودیعت فرمائی اور ساتھ ہی گوہرِ وحدت کو صدفِ کثرت میں پنہاں کر کے جوہریانِ دریائے معرفت و غواصانِ قلزمِ حکمت کو محوِ حیرت کر دیا، عروسِ ذات کو سجاجلِ اسباب میں نہاں کر کے اپنے مشتاقانِ جمال کا امتحان لیا، جو بوالہوس کہ صرف زبان سے دعویٔ عشق کیا کرتے تھے اور دل میں غیروں کی محبت پوشیدہ رکھتے تھے ان کے لئے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃ کا حکم لگا کر ہمیشہ کے لئے ان کو ہامونِ ضلالت و بیابانِ جہالت میں سرگرداں چھوڑ دیا لیکن عاشقانِ صادق کو اَقْرَبُ اِلَیْکُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کہہ کر اپنا گرویدہ بنا لیا۔

سبحان اللہ! اس بے نیازیٔ حسن کی کچھ حد بھی ہے، سازِ معرفت کے لئے زیر و بم واقعۂ کربلا، ریاضِ زہد و ریاضت کیلئے مقراضِ ابن ملجم۔ کوئی عاشق آرے سے چیرا جاتا ہے۔ کوئی مشتاقِ جمال آگ میں پھینکا جاتا ہے کسی کے لئے سولی تجویز ہوتی ہے، اور کسی کے لئے پیالہ زہر تیار کیا جاتا ہے، مگر غیروں کے لئے باغِ ارم و دولت و حشمتِ قارونی و سطوت و صولتِ فرعونی مہیا ہے۔ قربان اس معشوقِ حقیقی کے جس نے اپنے خاص اندازِ دل ربائی سے کتابِ عشق پر ہمیشہ کے لئے مہرِ غم ثبت کر دی لیکن عاشقانِ نہاں خانۂ خلوت کی ادا بھی دیکھنے کے قابل ہے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ⁂ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

گلا تیغِ قاتل کے نیچے ہے اور آنکھ جلوۂ معشوق کا مزا لے رہی ہے، سجدہ میں ضربِ تیغِ زہر آلود رگِ حیاتِ دنیاوی کو قطع کرتی ہے منہ سے فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَہ نکلتا ہے، گردن میں طوق پاؤں میں زنجیرِ آہنی، آگے آگے نیزوں پر باپ بھائیوں، عزیزوں کے سر، پیچھے پیچھے جلاد درّہ لئے ہوئے

کس شان سے منازل عشق طے ہو رہے ہیں اور شوقِ وصال یہ ہے کہ کربلا سے دمشق تک کے سر کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

جب جلوہ آرائی ازل نے تخلیق فطرت وتکوین ماسوا کا ارادہ کیا تو ایک ادائے کن سے چند میں عالمہائے گوناگون کو کتمانِ عدم سے نکال کر منصۂ شہود پر جلوہ گر کر دیا، او کارگاہ ظاہری کو اختلاف صور و اتفاق معانی سے مزین کر کے انسان کو وحدت فی الکثرت دکھایا لیکن غیرتِ خداوندی نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس کمزور ہستی کو ایسے بحر مواج و متلاطم انگیز میں بے ساز و سامان چھوڑ دے، لہذا اس کو عقل کا سفینہ دیا کہ اس کے ذریعہ سے صور ظاہری کے تماشا گاہ سے گزر کر خلوت گاہ وحدت و نہاں خانۂ سطوت کی طرف رجوع کر سکے۔ لیکن محض عقل کافی نہ تھی، اس سفینہ کو صحیح راستہ پر چلانے کے لئے لنگر و بادبان اور رات کی تاریکی کے لئے درخشندہ ستاروں کی ضرورت تھی، لہذا جب وہ قدرت ابداعی عالم ماسوا کو آراستہ و مزین کر چکی تو اپنی شانِ جمالی کا تماشہ خود کیا، اور تمام مخلوقات میں سے ان برگزیدہ ہستیوں کو منتخب کر لیا، جو عقل انسانی کے سفینہ کو گرداب کثرت سے نکال کر ساحل وحدت کی طرف لے جا سکتے تھے، ان میں سے چند کو منذر اور چند کو ہادی قرار دیا، جو منذر تھے ان کے لئے جامۂ نبوت و رسالت تیار ہوا، اور جو ہادی تھے ان کو خلعتِ امامت سے سرفراز کیا۔ اس طرح رسالت و امامت ہمیشہ توام چلے آئے۔ یہاں تک کہ نبوت جناب ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوئی، اور امامت و خلافت کا تاج جناب علی مرتضیٰ کے سر پر رکھا گیا جتنا بنی نوع انسان کو انسانی ذرائع سے ڈرایا جا سکتا تھا ڈرایا گیا جتنا راہِ ضلالت و طریق ہدایت کو وضاحت کے ساتھ نمایاں کیا جا سکتا تھا کیا گیا، سلسلۂ نبوت ختم ہوا لیکن ولکل قوم ہاد اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی کی ضرورت اسوقت تک رہتی ہے جب تک کہ وہ قوم دنیا میں باقی ہے، لہذا امامت ختم نہ ہوئی اور یہ سلسلہ جناب علی مرتضیٰ سے آگے بڑھا، لائق حمد و ثنا وہ رب رحمان و رحیم ہے، جس نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے ان دو بزرگ ہستیوں کو منتخب فرمایا، اور پھر اتنی عظیم الشان شئے یعنی رسالت ختم المرسلین کا اجر و عوض آنحضرت کی آل کی محبت کو قرار دیا۔ یہی نہیں بلکہ اس محبت کو امتِ محمدیہ کا محک امتحان مقرر فرمایا، ظاہر میں تو یہ آسان بات ہے۔ محض محبت کرنا، کون اپنے محسن اور اس کی اولاد سے محبت نہیں کرتا، لیکن عمل میں دنیا کی ظاہری وجاہت و سطوت و زینت و شوکت کو اس کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کر دیا تاکہ یہ آسان سی بات، محبت اتنی مشکل ہو جاوے کہ واقعی ایک عظیم الشان شے کا عظیم الشان اجر کہلائے اور امتحان کی عظمت و وقعت میں فرق نہ آنے پائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کم لوگ اس محک امتحان پر پوری اتری، اور جس

کا اظہار اس فقرہ میں کیا گیا کہ قَلِیْلٌ مِنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ وہ پھر ثابت ہوگیا۔ جب حالت پھر کیوں مرزا نوشہ کو امرِ حق سمجھنے کی داد نہ دی جائے ؎

ہے ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست　　مشغولِ حق ہوں بندگیِ بوتراب میں

یا حق ازل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھ جیسے قلیل بضاعت والے انسان کو امرِ حق کے سمجھنے اور اس کے تبلیغ کرنے کی توفیق دی، میرے لئے اس کتاب کا تحریر کرنا ایک بہت مشکل کام تھا لیکن سچ ہے ؎

کوئی مشکل نہیں رہتی ہے مشکل　　نسبت ہے اگر مشکل کشا کی

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

دل عطا کردی کہ من قربانِ احسانت شوم　　در دبخشیدی بدل ایں بود احسانے دگر

خداوندا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ جیسے حقیر و گنہگار انسان کو تو نے یہ توفیق اور اتنی مہلت عطا کی کہ صدیوں کے فریب کو باتوں سے دور کردوں، اور ناحق کو جس کو عیارانہ سیاست نے حق کی جگہ پر بٹھا دیا تھا پھر اس کو اس کی عریانی میں ظاہر کرسکوں اپنی ان ناچیز کوششوں کو تیری درگاہ میں پیش کرتا ہوں کہ شاید شرفِ قبولیت عطا ہو جائے، تو حق اور حق کی اعانت میں اپنی بساط کے مطابق راتوں کو دن اور دنوں کو راتیں کرکے دل کے ٹکڑے ایک جگہ جمع کئے ہیں، اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کا فیضِ عام کردے جو ابد تک جاری رہے اور اس دنیا کی تاریکی میں اس کو شمعِ ہدایت بنادے، اس تیرے حقیر بندے کے پاس اس کے سوا زادِ راہ اور کچھ نہیں ہے عابد و زاہد اپنی عبادت و ریاضت پر نازاں ہیں مجھ جیسے گنہگار تیری شانِ غفاری پر۔ دیکھیں قیامت کے دن کس کا ناز بجا ثابت ہوتا ہے۔

ارحم الراحمین! جن بزرگواروں کی تحریرات و تالیفات سے مجھے اس کتاب کی تدوین میں مدد ملی ہے ان کی ارواح مقدسہ کو ثواب عطا کر اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے کہ انہوں نے شمعِ ہدایت کو اپنے دامن کے نیچے لے کر بادِ مخالف کے جھونکوں سے بچایا، خصوصاً خاندان اجتہاد کے رکنِ اعظم حضرت حجۃ الاسلام کہف الدین و عز المومنین آیۃ اللہ فی العالمین و حجۃ اللہ علی العالمین جناب مولوی سید حامد حسین اعلی اللہ مقامہ کو جن کی کتاب مستطاب عبقات الانوار علم کلام میں ایک معجزہ ہے۔

اے مالک یوم الدین! اپنے والد آغا محمد سمیع مرزا مرحوم کی روح سے بہت شرمندہ ہوں کہ میں ان کی اتنی خدمت نہ کرسکا جتنا میرا دل چاہتا تھا، میری ان ناچیز و حقیر کوششوں کا ثواب ان کی روح کو عطا کر بحق محمد و آل محمد۔ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا ہے یہ ان کی ہی تربیت و عاطفت کا نتیجہ ہے

اے منعم حقیقی! جو کچھ افضال وانعامات واکرامات تو نے میرے اوپر ارزانی فرمائی ہیں اور وہ بہت ہیں ان کے شکرگذاری کی توفیق عطا کرتا کہ ان میں زیادتی ہو اور جو مصائب وآلام تو نے اپنی مشیت کاملہ سے میرے حصہ میں مقدر کئے ہیں ان کی برداشت کے لئے صبر عطا کر۔ اگر تیری رضا ومشیت کے خلاف نہ ہو تو اب ان کو دور کر دے کہ بہت عرصہ ہو گیا اور میں اپنی آخری منزل کے نزدیک پہنچ گیا۔

اے آں کہ تو درد دردمنداں دانی ٭ درمان وعلاج مستمنداں دانی
حال دل خویش را چہ گویم با تو ٭ ناگفتہ تو صد ہزار چنداں دانی



نذر

بحضور علی ابن ابی طالب علیہ السلام

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم ۞ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

ہر ایک توصیفی لفظ اپنے موصوف کو محدود کرتا ہے اور میں نے ہر ایک توصیفی لفظ کو جس کو زبان انسانی اب تک ایجاد کر سکی ہے آپ کی لاتعداد صفات کی کما حقہا توصیف کرنے سے قاصر پایا علاوہ اس کے اس حقیر و ذلیل نے باوجود اپنی بے بضاعتی کے آپ کی محبت کا دعوی کرتا ہے یہ گوارا نہ کیا کہ آپ کے نام اور میری زبان کے درمیان کوئی اور الفاظ بھی حائل ہوں اگرچہ وہ آپ کے توصیفی الفاظ ہی کیوں نہ ہوں لہذا آپ کو صرف آپ کے اسم گرامی ہی سے مخاطب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

بفحوائے آیہ کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (پارہ ۴ سورۂ آل عمران ع ۱۷) اور وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ ع ۱۹) میرا ایمان ہے کہ آپ زندہ ہیں اور آپ کی موجودہ زندگی بہت عظمت و قوت والی ہے کیونکہ خاص خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپکو خاص رزق پہنچ رہا ہے اور نظر آیہ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ ع ۲۵) میں آپ کی قدرت و طاقت و قرب خداوندی کا اندازہ کرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ اس نفس عزیز کے خریدنے والے نے اس کی قیمت اپنی سلطنت اور اپنی قدرت کی ہمہ گیری کے مطابق دی ہوگی۔

شاہوں کے دربار میں بغیر نذرانہ کے حاضر ہونا گستاخی ہے لہذا میں اپنے دل کے ٹکڑوں کو عقیدت کی کشتی میں لگا کر اس ناچیز کتاب بلاغ المبین کی صورت میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن واقعات و حالات کے اندر میں نے ان اوراق پریشان کو لکھنا شروع کیا ہے وہ آپ کے ہمہ گیر علم کے اندر ہیں یہ میری ساری زندگی کا ماحصل ہے سنہ ۱۹۴۰ء میں شروع کیا اور اب سنہ ۱۹۴۴ء ہے اس تاخیر کی وجہ میری کسب معاش کی مشغولیتیں اور میرے بڑے لڑکے امام علی کی بیماریاں ہیں میں اپنی بے بضاعتی اور اس تالیف کی کم مائگی سے اچھی طرح واقف ہوں لیکن جب میں نے دیکھا کہ آپ کے دشمنوں کے

...دوں کا عناد آپ کے نام کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کے ہم عصر دشمنوں کا عناد آپ کی ذات کے ساتھ تھا۔ بلکہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے تو میں نے خیال کیا کہ اب موقعہ ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کو سوت کی انٹی کے عوض خریدنے کا ارادہ رکھنے والی بڑھیا ان کے خریداروں کی فہرست میں داخل ہو گئی اسی طرح میں بھی ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو ایک جگہ جمع کر کے آپ کے ناصروں کی فہرست میں نام لکھا لوں اور دعائے اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ کی ردائے عاطفت میں داخل ہو سکوں۔

اگرچہ میرا دل میری زبان کی بستگی پر مجھے طعنہ دیتا رہے لیکن میں جانتا ہوں کہ نذر پیش کرتے وقت سوال کرنا گدا کی شان گدائی میں بٹہ لگا دیتا ہے اور بخشش کرنے کے لئے سوال کا منتظر رہنا کریموں کی عادت سے بعید ہے لہذا میں اپنے متعلق خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ بمنشائے آیۂ کریمہ كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (پارہ ۲۳ سورۃ یٰسین ع ۱) آپ کو میرے حالات و مصائب و مشکلات کا علم ہے بس اتنا ہی کافی ہے۔ اب تک جو مجھے اس بارگاہ سے ملا ہے اس کا ہی شکر ادا کرنے سے قاصر رہا ہوں تو اب مزید عنایات کے لئے کس منہ سے زبان کھولوں، ایک امر واقعہ عرض کئے دیتا ہوں ؎

خدارا رحمے اے منعم کہ درویش سر کویت ✲ در دیگر نمی داند رہِ دیگر نمی گیرد

آخر میں دست بستہ عرض ہے ؎

کردہ ام ایں نذرِ مولائی نجف
گر قبول افتد زہے عز و شرف



فہرست کتب

جن کے حوالے اَلْبَلَاغُ الْمُبِیْن حصۂ اول کتاب ہٰذا میں دیئے گئے یا جنکے مطالعہ سے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی گئی

البلاغ المبین کی تحریر میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک بحث و استدلال کی بنا کتب معتبرۂ جماعت اہل حکومت پر رکھی گئی ہے۔ اس جگہ ان کتابوں کی فہرست دیجاتی ہے حصہ دوئم میں انشاء اللہ ثابت کیا جائیگا کہ ان کتابوں اور ان کے مصنفین و مؤلفین کا درجہ جماعت اہل حکومت میں کس قدر رفیع ہے اور ان پر کس قدر اعتبار و وثوق کیا جاتا ہے جن کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس کی تالیف شروع کی گئی وہ تو بے شمار ہیں یہاں صرف چند کا نام لکھا جاتا ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱	صحیح بخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری		صحیح بخاری	
۲	صحیح ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	۱۱	الکواکب الدراری	محمد بن یوسف الکرمانی
۳	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیری		شرح صحیح بخاری	
۴	سنن ابی داؤد	ابو داؤد السجستانی	۱۲	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین محمد۔
۵	سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن ماجہ	۱۳	مرقاۃ المفاتیح شرح	علی بن سلطان محمد
۶	سنن نسائی	ابو عبدالرحمن احمد النسائی		مشکوٰۃ المصابیح	القاری
۷	موطا	امام مالک	۱۴	کاشف شرح مشکوٰۃ	شریف الدین حسن
۸	فتح الباری شرح صحیح بخاری	ابن حجر عسقلانی	۱۵	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق
۹	ارشاد الساری شرح	شہاب الدین احمد	۱۶	اسماء رجال مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق
	صحیح بخاری	قسطلانی	۱۷	شرح صحیح مسلم	امام نووی
۱۰	عمدۃ القاری شرح	بدر الدین العینی۔	۱۸	مسند امام علی الرضا	امام علی الرضا۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤ
۱۹	مسند	زید ابن علی	۴۰	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین
۲۰	مسند	البزار	۴۱	تفسیر کشاف	محمود بن محمد الزمخ
۲۱	مسند ابی داؤد الطیالسی	ابوداؤد الطیالسی	۴۲	اسباب النزول	علامہ واحدی
۲۲	مسند	امام احمد حنبل			
۲۳	مسند	ابو یعلی	۴۳	سیرۃ النبی	ابو محمد عبدالملک بن ہشام
۲۴	زوائد مسند	عبداللہ ابن احمد حنبل	۴۴	تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر الطبری۔
۲۵	مستدرک علی الصحیحین	ابو عبداللہ الحاکم	۴۵	تاریخ الکامل	ابن الاثیر۔
۲۶	تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی	۴۶	تاریخ الخمیس	حسین دیار بکری
۲۷	کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن الاثیر	۴۷	البدایہ والنہایہ فی التاریخ	ابن کثیر شامی
۲۸	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی			
۲۹	تذکرۃ الحفاظ	محمد بن احمد الذہبی	۴۸	تاریخ ابن خلدون	ابن خلدون
۳۰	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابن عبدالبر	۴۹	مقدمہ تاریخ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون
۳۱	لسان المیزان	ابن حجر عسقلانی	۵۰	اردو ترجمہ "	حکیم احمد حسین مترجم
۳۲	مواہب اللدنیہ	شہاب الدین احمد قسطلانی	۵۱	المختصر فی اخبار البشر	ابوالفدا
۳۳	شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ	محمد بن عبدالباقی زرقانی	۵۲	کتاب الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ
			۵۳	وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ	ابوالحسن علی بن عبداللہ السمہودی
۳۴	جامع الصغیر	جلال الدین سیوطی			
۳۵	مصابیح السنۃ	بغوی	۵۴	فتوح البلدان	احمد بن جابر البلاذری
۳۶	کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر	عبدالرؤف مناوی	۵۵	معجم البلدان	شہاب الدین ابو عبداللہ الیاقوتی۔
۳۷	کنز العمال	علی المتقی			
۳۸	تفسیر کبیر	فخرالدین رازی	۵۶	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین الحلبی
۳۹	کتاب الدر المنثور	جلال الدین سیوطی			

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
	روض الانف	علامہ سہیلی	۷۸	قصص الانبیاء	ثعلبی
۵	وفیات الاعیان	احمد بن خلکان	۷۹	جمع الجوامع	جلال الدین سیوطی
۵۹	احکام السلطانیہ	ابوالحسن علی	۸۰	شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
۶۰	حبیب السیر	غیاث الدین بن ہمام	۸۱	کتاب الملل والنحل	شہرستانی
۶۱	روضۃ الاحباب	محدث شیرازی	۸۲	خصائص سیدنا علی	نسائی
۶۲	مروج الذہب	ابوالحسن علی المسعودی	۸۳	حیاۃ الحیوان کبریٰ	کمال الدین الدمیری
۶۳	شمس التواریخ	محمد سعادت اللہ وارث علی، منظہر الحق۔	۸۴	تمدن اسلام	جرجی زیدان
			۸۵	علوم عرب	جرجی زیدان
۶۴	طبقات الکبریٰ	ابن سعد	۸۶	احیاء العلوم	امام غزالی
۶۵	تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی	۸۷	اکلیل الکرامہ	نواب محمد صدیق حسن خاں
۶۶	بغیۃ الوعاۃ	؍؍	۸۸	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی
۶۷	کتاب الاغانی	ابوالفرج اصبہانی	۸۹	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون	
۶۸	مرآۃ الجنان	ابو محمد عبداللہ الیافعی			
۶۹	سیرۃ النبی	مولوی شبلی	۹۰	تذکرہ	عنایت اللہ مشرقی
۷۰	الفاروق	؍؍	۹۱	طلوع اسلام	غلام محمد پرویز۔
۷۱	المامون	؍؍	۹۲	در مکنون	محی الدین عربی۔
۷۲	علم الکلام	؍؍	۹۳	سیرۃ العلویہ	حیدر علی حنفی
۷۳	سیرۃ سید احمد شہید	ابوالحسن علی ندوی	۹۴	مناقب مرتضوی	محمد صالح کشفی
۷۴	مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق	۹۵	ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ
۷۵	معارج النبوۃ	ملا معین	۹۶	ینابیع المودۃ	شیخ سلیمان بلخی
۷۶	شواہد النبوۃ	ملا جامی	۹۷	مودۃ القربیٰ	سید علی ہمدانی
۷۷	قصص الانبیا	محمد بن عبداللہ الکسائی	۹۸	ارجح المطالب	عبیداللہ امرتسری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۹۹	ریاض النضرہ	محب الدین الطبری	۱۲۱	سر العالمین	علامہ غزالی
۱۰۰	ذخیرۃ العقبیٰ	محب الدین الطبری	۱۲۲	کنز البراہین الکسبیہ	علی بن محمد
۱۰۱	حلیۃ الاولیا	حافظ ابو نعیم	۱۲۳	مطالب السؤل	کمال الدین محمد بن
۱۰۲	تذکرہ خواص الامۃ	سبط ابن الجوزی	۱۲۴	قول جلی فی فضائل علی	جلال الدین سیوطی
۱۰۳	نزل الابرار	میرزا محمد بن معتمد خاں	۱۲۵	سیف مسلول	ثناء اللہ پانی پتی
۱۰۴	مفتاح النجاء	میرزا محمد بن معتمد خاں	۱۲۶	تہذیب الآثار	محمد بن جریر الطبری
۱۰۵	روضۃ الندیہ	محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر	۱۲۷	معارج العلی	محمد صدر عالم
۱۰۶	نور الابصار	سید مومن شبلنجی	۱۲۸	کتاب محاضرات الادبا	راغب اصفہانی
۱۰۷	کتاب المناقب	ابن المغازلی		ومحاورات الشعراء	
۱۰۸	کتاب المناقب	اخطب خوارزم	۱۲۹	مفردات القرآن	راغب اصفہانی
۱۰۹	کتاب المناقب	ابوبکر ابن مردویہ	۱۳۰	فردوس الاخبار	ابو شجاع شیرویہ دیلمی
۱۱۰	تفریح الاحباب	حسن علی محدث	۱۳۱	کتاب فضائل الصحابہ	خیثمہ بن سلیمان
۱۱۱	اسنی المطالب	شمس الدین الجزری	۱۳۲	مسند الفردوس	ابو منصور شہردار دیلمی
۱۱۲	کتاب الاکتفاء	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی	۱۳۳	کفایۃ الطالب	یوسف الکنجی
۱۱۳	شرح مواقف	علامہ آمدی	۱۳۴	شہاب الدین احمد	توضیح الدلائل
۱۱۴	حجج الکرامہ	نواب صدیق حسن خاں	۱۳۵	جامع الاصول	ابن الاثیر الجزری
۱۱۵	جلاء العیون	علامہ مجلسی	۱۳۶	ہدایت السعدا	ملک العلماء دولت آبادی
۱۱۶	نسیم الریاض	شہاب الدین خفاجی	۱۳۷	فرائد السمطین	ابراہیم بن محمد الحموینی
۱۱۷	نہایت العقول	ابن الاثیر الجزری	۱۳۸	نظم درر السمطین	محمد بن یوسف الزرندی
۱۱۸	منہاج السنۃ	ابن تیمیہ	۱۳۹	فواتح	حسین میبذی
۱۱۹	جمع بین الصحیحین	حمیدی	۱۴۰	سبیل الہدیٰ و	محمد بن یوسف الشامی
۱۲۰	تبیان شرح دیوان متنبی	علامہ عکبری		الرشاد فی سیرۃ خیر العباد	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
	کتاب العقد النبوی	شیخ بن عبداللہ العیدروس	۱۵۷	منتہی الکلام	حیدر علی
	نواقض	میرزا مخدوم	۱۵۸	طبقات شافعیہ کبریٰ	عبدالوہاب بن سبکی
۱۴۳	بر نداسخ ترتیب الاصحاب	احمد بن محمد الحافی	۱۵۹	لآلی مصنوعہ	جلال الدین سیوطی
۱۴۴	اربعین	جمال الدین عطاء اللہ	۱۶۰	تہذیب الکمال	علامہ ابو الحجاج مزی
۱۴۵	کنوز الحقائق	عبدالرؤف مناوی	۱۶۱	خصائص علویہ	محمد بن علی نطنزی
۱۴۶	صراط سوی	سید محمود بن محمد الشیخانی القادری	۱۶۲	تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
			۱۶۳	زین الفتی	ابو محمد احمد بن محمد عاصمی
			۱۶۴	بحر الانساب	سید محمد بن جعفر
۱۴۷	وسیلۃ المآل فی مناقب الآل	احمد بن فضل باکثیر	۱۶۵	کتاب الاسماء	سید محمد گیسو دراز
			۱۶۶	مقاصد حسنہ	سخاوی
۱۴۸	قرۃ العینین	شاہ ولی اللہ	۱۶۷	مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز	شمس الدین محمد بن یحییٰ
۱۴۹	اسعاف الراغبین	محمد بن علی الصبان			
۱۵۰	ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل	احمد بن عبدالقادر عجیلی	۱۶۸	جواہر النفائس	محمد بن ابراہیم
			۱۶۹	وسیلۃ المتعبدین	شیخ عمر المعروف ملا اربلی
۱۵۱	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن المعروف بابن عساکر	۱۷۰	فیض القدیر	عبدالرؤف مناوی
			۱۷۱	تیسیر المطالب السنیہ	نور الدین بن شیر الملی
۱۵۲	وسیلۃ النجاۃ	مولوی محمد مبین	۱۷۲	جواہر العقدین	نور الدین بن علی سمہودی
۱۵۳	رسالہ اصول الایمان	محمد سالم	۱۷۳	حدیقۃ الحقیقۃ	حکیم سنائی
۱۵۴	مرآۃ المومنین فی مناقب آل سید المومنین	ولی اللہ بن حبیب	۱۷۴	مظہر العجائب	شیخ فرید الدین عطار
			۱۷۵	[illegible] العباس	ابراہیم بن حسن [illegible]
۱۵۵	قول المستحسن	مولوی حسن زمان		لواقح فی الانساب	
۱۵۶	تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز	۱۷۶	[illegible]	اسمٰعیل بن سلیمان

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱۷۷	امداد بمعرفة علو الاسناد	سالم بن عبد اللہ	۱۹۹	منقبة المطہرین	ابو نعیم اصفہانی
۱۷۸	رسالة الاشاعة فی	محمد بن عبد الرسول	۲۰۰	مشارق الانوار	رضی الدین حسن الصغانی
	اشراط الساعة	البرزنجی	۲۰۱	تہذیب الاسماء واللغات	ابو زکریا یحیی بن شرف النووی
۱۷۹	دراسات اللبیب	محمد معین بن امین سندھی	۲۰۲	غرائب القرآن	نظام الاعرج
۱۸۰	براہین ساباطیہ	شیخ جواد ساباط	۲۰۳	تحفة الاشراف بمعرفة	ابو الحجاج یوسف المزی
۱۸۱	الیقظان لطافة المقال	محمد رشید الدین خاں		الاطراف	
۱۸۲	الشرف مؤبد	شیخ یوسف بن اسمعیل	۲۰۴	کتاب المنتقی فی سیرة المصطفی	سعید الدین محمد
۱۸۳	لباب المنقول فی اسباب	جلال الدین سیوطی	۲۰۵	شرح مقاصد	سعد الدین مسعود تفتازانی
	النزول		۲۰۶	قاموس	مجد الدین محمد فیروزآبادی
۱۸۴	نفح الطیب	ابو العباس احمد	۲۰۷	بدور سافرہ من امور الآخرة	جلال الدین سیوطی
۱۸۵	تذکرة الابرار	سید محمد بخاری	۲۰۸	براہین قاطعہ	کمال الدین جہرمی
۱۸۶	سراج منیر شرح جامع	علی بن احمد العزیزی	۲۰۹	کوکب منیر	شمس الدین محمد العلقمی
۱۸۷	اشغال نقشبندیہ	شیخ تاج الدین	۲۱۰	تنقید العقود السنیہ	رضی الدین بن محمد
۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰	معجم کبیر و صغیر و اوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۲۱۱	تاج العروس من	محب الدین محمد
۱۹۱	ملفوظات	نظام الدین اولیاء		جواہر القاموس	مرتضی الواسطی۔
۱۹۲	سیرة الاولیاء	سید محمد کرمانی	۲۱۲	منتہی الادب	عبد الرحیم صفی پوری
۱۹۳	کتاب التنقید الایضاح	عبد الرحیم بن حسین العراقی	۲۱۳	سراج وہاج	صدیق حسن خاں
۱۹۴	روائح المصطفی	سید صدر الدین احمد	۲۱۴	فتح مبین	رشید الدین خان
۱۹۵	لسان العرب	علامہ ابن منظور۔	۲۱۵	تاریخ الدولتین	نیاز فتحپوری
۱۹۶	استجلاب ارتقاء الغرف	علامہ سخاوی	۲۱۶	عقد الفرید	ابن عبد ربہ القرطبی
۱۹۷	احیاء المیت	جلال الدین سیوطی	۲۱۷	کتاب السنة وکتاب البدور السافرة	ابو بکر احمد المعروف ابن
۱۹۸	نوادر الاصول	حکیم ترمذی۔		عن امور الآخرة	ابی عاصم الشیبانی

	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
	ناسخ التواریخ	محمد تقی لسان الملک	۲۳۸	حسام الاسلام	غفرانمآب مولوی سید دلدار علی
	اسوة الرسول	خان بہادر سید اولاد حسین	۲۳۹	تحفۃ الاشعریہ	مولوی سید محمد صاحب
۲	سراج المبین فی تاریخ	"	۲۴۰	تنقیۃ اللوامع التنزیلیہ	مولوی سید ابوالقاسم صاحب
	امیر المومنین		۲۴۱	امارة البصائر	حکیم سید [illegible] علی خان
۲۲۱	تہذیب المتین	مولوی مظہر حسن		وکشف السرائر	
۲۲۲	الکرار	ریاض علی ریاض	۲۴۲	تحفۃ التحسین	[illegible]
۲۲۳	جلاء العیون	علامہ مجلسی	۲۴۳	ناصر العترة الطاہرہ	سید ابوالقاسم
۲۲۴	مجالس المومنین	قاضی نور اللہ شوستری	۲۴۴	حقائق لدنی در	"
۲۲۵	التکمیل	مولوی سید مرتضی حسین		تشریح دقائق	
۲۲۶	عماد الاسلام	غفرانمآب مولوی		خصائص نسائی	
		سید دلدار علی	۲۴۵	کتاب البشری	"
۲۲۷	مذہب حیدریہ	سلطان العلماء مولوی سید محمد		بالحسنی	
۲۲۸	بوارق الموبقہ		۲۴۶	قواضب الاسیاف	مولوی مظہر حسن
۲۲۹	طعن رماح مع صمصام قاطع		۲۴۷	احقاق الحق	غفرانمآب جناب مولوی سید محمد
۲۳۰	حدیقہ سلطانیہ	سید العلماء مولوی سید حسین		فارسی معنی	
۲۳۱	تشیید المطاعن	مولوی سید محمد قلی صاحب	۲۴۸	ذوالفقار حیدریہ	مولوی علی اظہر
۲۳۲	تقلیب المکائد	"	۲۴۹	شفاء السقام	تقی الدین السبکی
۲۳۳	استقصاء الافحام	فردوس مآب جناب مولوی سید حامد حسین	۲۵۰	میثاق النبیین	عبدالحق [illegible]
۲۳۴	عبقات الانوار	"			
۲۳۵	نزہۃ اثنا عشریہ	سید میرزا احمد مہدی			
۲۳۶	جواہر عبقریہ	مفتی میر عباس [illegible] مقام			
۲۳۷	صوارم الہیات	غفرانمآب مولوی سید دلدار علی			

Serial No.	Name of Book	Name of Author
1	Literary History of the Arabs	R. A. Nicholson
2	Literary History of Persia	E. G. Browne
3	History of Persia	Sykes
4	Strangling of Persia	Shuster
5	Cambridge History of Middle Ages	
6	Life of Muhammad	D. S. Margoliouth
7	History of Modern Europe	Richard Lodge
8	Representative Government	J. S. Mill
9	Liberty	J. S. Mill
10	Successors of Muhammad	W. Irving
11	Decline and Fall of the Roman Empire	Gibbon
12	History of Saracens	Oakley
13	History of Saracens	Gilman
14	Apology	Davenport
15	Democracy in the Dock	Clark
16	Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory	D. B. Macdonald
17	Politics in Islam	S. Khuda Bakhsh
18	Spirit of Islam	Amir Ali
19	Sketches from Eastern History	Theodore Noldeke
20	European History · Great Leaders and Landmarks	
21	History of England	Lord Macaulay
22	The Arab Kingdom and its Fall	J Wellhausen
23	History of Modern Europe	Fyffe
24	History of Rome	H. G. Liddell
25	Outlines of Islamic Culture	A. M. A. Shushtery
26	The Origins of Islamic State	F. C. Murgotten
27	Ancient Society	Sir Henry Maine
28	Ancient Law	Sir Henry Maine
29	Encyclopeadia of Islam	
30	Historians History of the World	

۱۰

فہرست مضامین



AGHA MOHD. SAJJAD MIRZA
DIED 29TH MARCH 1919.
Father of the author.

دیباچہ

نظام جدید اور مسلمان

دو یا زیادہ قوموں کے خیالات و تہذیب و تمدن یا مفاد کے تصادم کا نام جنگ ہے۔ اور اگر یہ جنگ عالمگیر ہے تو خیال کرنا چاہیئے کہ تمام عالم کے موجودہ تمدن و نظام کے ارکان رئیسہ میں ایسی مہلک بیماری گھر کر گئی ہے کہ اب وہ کشمکش حیات برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اور یہ ہمہ گیر ارتعاش یا اضطراب کے ذریعہ سے جو عالمگیر جنگ کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے وہ اپنے تئیں خود نیست و نابود کر رہا ہے تاکہ اس کے بجائے بہتر اور جدید نظام قائم ہو جائے۔ ان ہی خیالات کو اگر مذہب کی زبان میں ادا کرنا چاہیں تو کہینگے کہ بستیوں۔ قریوں۔ شہروں اور ملکوں پر حاوی ہو کر ساری دنیا کا موجودہ طرز معیشت اور طرز تخئیل معصیت الٰہی پر مبنی تھا۔ لہذا عذاب الٰہی کا موجب ہوا یعنی سیاسیات میں جنگ اقوام کو اختلاف آرا کا مظاہرہ اور زبان الہیات میں عذاب خداوندی کا نمونہ کہینگے۔ غرضیکہ کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ موجودہ عالمگیر جنگ باہمی منافرت و مناقشات و اختلافات کا ایک ہیبت ناک منظر ہے۔ عذاب الٰہی ہے کہ جہنم کا دروازہ دنیا کی طرف کھل گیا ہے۔ ہوا سے آگ برس رہی ہے پانی سے آگ نکل رہی ہے۔ اور خشکی بھی شعلہ ہائے آتشین کی لپیٹوں میں آئی ہوئی ہے لیکن مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ہر ایک مصیبت راحت کی ابتداء ہے۔ اس عذاب کے مصائب و تکالیف تو ظاہر ہی ہیں۔ مگر اس میں کئی فائدے بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس عذاب نے انسان کی لغزشوں اور معصیتوں کے خط و خال کو اس طرح ابھار دیا ہے کہ اب وہ چھپائے سے چھپ نہیں سکتیں۔ دوسرے یہ کہ سیاست و معاشرت و تمدن کے وہ اصول و مبانی جن کو محض امتداد زمانہ کی وجہ سے لوگ حقانیت و صداقت کا جا

پہنا چکے تھے۔ اب اپنی عریانی میں نظر آنے لگے۔ اور اُن کا کذب و کج اچھی طرح نمایاں ہو گیا۔ یہ بہت بڑے فائدے ہیں۔ اصلاح و سلامت روی کی ابتدا یہاں سے ہوتی ہے کہ اپنی سابقہ روش کی بُرائیاں معلوم ہو جائیں چنانچہ اب باوجود اس عداوت و تفاوت کے جو اُن میں ہے [illegible] اس امر پہ متحد ہیں کہ پہلا نظام غلط تھا اور اب ایک جدید و بہترین نظام قائم ہونے والا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہر ایک فریق کہتا ہے کہ جو نظام نو میں قائم ہوگا وہ بہترین ہوگا۔ پرانی روش کی خرابی سے سب آگاہ ہو گئے۔ جدید راستے کے سب متلاشی ہیں۔ تاریخ عالم میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ تمام دنیا نے یکزبان ہو کر اپنے موجودہ نظام کو ناقص قرار دیا ہو اور جدید اور اس سے بہتر نظام و تمدن کی خواہش کی ہو جس طرح انسان کے جسم میں بیماری اس بات کی دلیل ہے کہ عناصر کے اعتدال میں فرق آگیا ہے۔ اور اب اُس کی درستی لازم ہے۔ اسی طرح اس قسم کا عذاب اور ایسے واقعات خداوند تعالےٰ کی طرف سے حجت بنکر آیا کرتے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ تمہاری موجودہ روشِ زندگی درست نہیں۔ اس کی اصلاح کرو ورنہ عذاب سخت سے سخت تر ہوتا جائیگا۔ ہر ایک ملک پر ایسے عبرت ناک حادثے آتے رہے ہیں مسلمانوں کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ آنکھوں پر سے پردے اُٹھانے کے لئے پہلے بھی کئی دفعہ ایسے بادِ صرصر چل چکی ہے لیکن چونکہ مسلمانوں نے اپنی اصلی معصیت کو معلوم نہ کیا۔ یہ عذاب سخت سے سخت تر ہوتا گیا یہانتک کہ اب ہم اس اسلام کو جس کی فطرت میں غالب ہو کر رہنا تھا موجودہ مغلوبیت و کس مپرسی کی حالت میں پاتے ہیں۔ ورنہ اگر اسلام کے جو دعوے ہیں وہ پورے ہوئے ہوئے ہوتے تو آج کو اسلام کی حکومت المیہ ثالث و مریخ کی مقام پر ہوتی۔ اور دنیا اُس کے تمدن و معاشرت کے نمونہ پر اپنی زندگی کا نقشہ کھینچتی۔ جو ہوا وہ یہ تھا کہ ابھی اسلام لوگوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا تھا۔ قرآن شریف کی صحیح تاویل اور اس کے درست معنوں کی تعلیم ابھی لوگوں میں عام نہیں ہوئی تھی۔ غرضیکہ تہذیب اسلامی و تربیت قرآن کا نقشہ ابھی قوم میں ایک نقش بر آب تھا کہ خلافت کی پیچیدہ سیاست کی ضرورتوں کی وجہ سے حکومت مجبور

ہوئی کہ قوم کی توجہ یک لخت ممالک کی فتوحات و غنائم کی فراہمی کی طرف کر دے تاکہ وہ منزل علوم کی کمینہ چینیوں سے محفوظ اور غنائم کی فراوانی سے مضبوط ہو جائے نتیجہ یہ ہوا کہ جدھر بھی گئے وہاں کے ملک کو تو فتح کر لیا لیکن اس کی تہذیب سے خود مفتوح ہو گئے۔ اور جو قیمتی شے گھر سے لیکر نکلے تھے وہی پردیس میں لوٹ گئی [illegible] پیدا ہوا وہ ایک چوں چوں کا مربہ تھا۔ ایرانی مزدک و زرتشت کی تعلیم کے اثرات ہندوانی ویدانت کے تخئیلات۔ اور یونانی فلسفہ کے مغالطات سب اسلامی الٰہیات میں موجود ہیں۔ در اصل وہ جلدی کی فتوحات ہی اصلی اسلام کی بربادی کا باعث ہوئیں +

غرضیکہ جب دنیا کی آنکھیں یہاں تک کھل چکی ہیں تو اب ہر ایک قوم و فرقہ بلکہ ہر ایک فرد کا فرض ہے کہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ پرانی روش میں کیا کیا خرابیاں تھیں۔ وہ کیا عقائد و اصول تھے جو محض امتداد زمانہ و کثرت معتقدین کی وجہ سے صحیح نظر آتے تھے لیکن صحیح نہ تھے۔ اور وہی ہماری اس موجودہ نکبت و ذلت مسکنت و تنزل کے ذمہ دار ہیں مسلمانوں کے لئے بھی یہ آخری انتباہ ہے کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں اور اپنی گذشتہ غلطیوں پر نظر ڈالیں +

اکثر دیکھا گیا ہے کہ نظام جدید کا نام سنتے ہی مسلمان کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمیں کسی نئے نظام کی ضرورت نہیں ہمیں تو وہی پرانا قرآن اور پرانا رسول چاہئے۔ یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ آیا تمہارے پاس وہ پرانا رسول اور وہ پرانا قرآن ہے بھی بسا اوقات حق اس طرح چھپ جاتا ہے اور کذب غالب ہو کر اتنے عرصہ تک رائج رہتا ہے کہ جب حق کی تلاش کرنے والے حق کو کذب کے تودوں میں سے نکالتے ہیں تو وہ ایک نئی چیز معلوم ہوتی ہے۔ سونے کو جلا کر کشتہ کر دو۔ اب یہ بالکل راکھ ہے۔ اگر کوئی صاحب نظر اس راکھ کو پھر اس کی پہلی حالت میں کر دے اور وہ پھر چمکتا ہوا سونا بنجائے تو یہ سونا اس راکھ کے مقابلہ میں تو نئی چیز ہے لیکن ہے تو وہی پرانا سونا۔ مسلمانوں کے نظام جدید سے ہمارا یہی مطلب ہے +

مسلمانوں کے عروج کے [illegible]

اور بہت لکھے جا رہے ہیں۔ سیاستدانوں نے انکے زوال کے اسباب پر بھی نظر ڈالی ہے اور انہوں نے
میں اسباب معلوم بھی کر لئے ہیں لیکن حالت وہی ہے حالانکہ جب کسی مرض کے حالات معلوم ہو جاتے
ہیں اور اسکی صحیح تشخیص ہو جاتی ہے تو پھر اس مرض کا ازالہ قطعی و یقینی ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں ابھی تک
مسلمانوں کے مرض کے صحیح اسباب ہی عام طور سے معلوم نہیں ہوئے۔ عام مسلمان سیاستدان اس
نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے قرآنی تعلیم و معاشرت چھوڑ دی ہے
جسکی وجہ سے یہ نکبت ہے۔ لیکن یہ سبب تو نہیں ہے یہ تو خود نتیجہ ہے کسی اور سبب کا یہی تو مرض ہے۔ بتانا تو یہ
چاہیے کہ مسلمانوں نے اسلامی زندگی کیوں چھوڑی۔ اس صراط مستقیم سے اعراض
کرنے کے کیا اسباب تھے۔ اور وہ اسلامی زندگی کیا تھی۔ اس ہی سلسلہ میں یہ بھی
بتانا ہوگا کہ اسلام کا عروج کس کو کہتے ہیں۔ وہ کس زمانہ میں تھا اور کب سے اس کا
تنزل و انحطاط شروع ہوا۔ جب اتنے امور معلوم ہو جائینگے تو پھر علاج کرنے میں دیر نہیں
لگیگی۔ ورنہ صرف یہ کہنا کہ اسلامی تعلیم کو چھوڑ دینا موجودہ ذلت کا باعث ہے اُس
مرض کی دوسرے الفاظ میں تشریح کر دینا ہے +

ہم نے قرآنی تعلیم و اسلامی زندگی کو کیوں چھوڑا۔ یہ معلوم کرنے کیلئے دیکھنا
ہوگا کہ قرآنی تعلیم کب سے چھُٹی۔ اس کے بعد ہم دیکھینگے کہ جس زمانہ میں اسلامی
زندگی سے اعراض ہوا اس کے واقعات کیا تھے، اُس کا ماحول کیا تھا۔ اسطرح
ہم اس مرض کے اصلی اسباب معلوم کر لینگے +

اب ہم کو تاریخ اسلام کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اسلامی تاریخ کے بغور مطالعہ
کرنے والوں کو اس میں چار باتیں نہایت حیرت آمیز و تعجب انگیز بلکہ مخالف عقل
نظر آتی ہیں۔ اول تو یہ کہ خود مسلمانوں کی بڑی بڑی تاریخ کی کتابوں میں یہ خلاف
عقل و فطرت انسانی عقیدہ قائم کیا گیا ہے کہ جناب ختم المرسلین نے اپنے بعد
ہدایت کے لئے کوئی رہنما مقرر نہیں کیا۔ اور کسیکو اپنا جانشین و خلیفہ منتخب
نہیں فرمایا۔ دوئم۔ یہ کہ اسلام نے دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم کرنا تجویز کیا۔ اور
اس کیلئے نہایت اعلیٰ اور دلخوش کن وعدے کئے لیکن وہ حکومت جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت کے بعد قائم ہوئی اس کی شکل ہی کچھ اور تھی اور اس میں اسلام کے عدل وانصاف اور امن وامان کے دعوے پورے نہیں ہوئے۔ سویم۔ یہ کہ جناب رسول خدا کی حکومت دینی اور دنیوی کے وہ لوگ جانشین ہوں جنہوں نے آپ کو اور اسلام کو مٹانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اور وہ لوگ اپنے تئیں اسلام کے ہادی ورہنما ظاہر کریں جو کبھی دل سے مسلمان نہیں ہوئے اور لوگ انکے اس ظاہری دعویٰ کو قبول کریں۔ چہارم۔ وہ بدترین سلوک جو امت نے اپنے محسن رسول کی اُس آل کے ساتھ کیا جس کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت جناب رسول خدا نے اپنے بستر مرگ پر اپنی امت کو کی۔ اور آخری کلمہ جو جناب رسول خدا کی زبان پر جاری ہوا وہ اس وصیت کی تاکید تھی۔ وہ مظالم جو اہل بیت رسول نے رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی امت کے ہاتھوں برداشت کئے ہمیشہ تاریخ عالم کا عجیب ترین واقعہ رہینگے۔ اور تاریخ اسلام پر بدترین دھبہ +

ہم نے اپنی اس کتاب میں ان چاروں امور پر بہت اچھی طرح بحث کی ہے۔ ہر ایک عجیب امر و واقعہ تاریخی ہو یا علمی اس وقت تک ہی عجیب و حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اُس کی اصلی وجہ، اس کے ماحول کی کیفیت و حقیقت اور اس کی ماہیت معلوم نہ ہو۔ اور جب اس کی وجہ اور کنہ ہست و بود معلوم ہو جاتی ہے تو اُس کی عجیبیت اور محیر العقول خاصیت معدوم ہو جاتی ہے۔ اور وہ واقعہ ایک معلوم وجہ کا قدرتی نتیجہ نظر آنے لگتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ چاروں امور ایک ہی سبب کے نتیجے اور ایک ہی علت کے معلول ہیں۔ ان چاروں کی جڑ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے ہنگامے کا باعث یہ تھا کہ لوگ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو اُن کے خاندان میں سے نکال کر عام لوگوں کے درمیان اچھالنا چاہتے تھے۔ جناب رسول خدا نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے افضل ترین امت یعنی حضرت علی بن ابی طالب کو اپنا جانشین و خلیفہ بلا فصل مقرر

کر کے امت کے سامنے بار بار اس کا اعلان فرمایا لیکن امت نے بوجوہات چند در چند جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ جناب رسول خدا کے اس حکم سے اعراض و اغماض کیا۔ اس نافرمانی و عصیانِ خدا و رسول خدا کا یہ نتیجہ ہوا کہ موعودہ نعمتیں سلب کر لی گئیں۔ امت محمدیہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گئی۔ اور اب تک اس نافرمانی اور عصیان کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔ جو حکام سقیفہ بنی ساعدہ میں نصب کئے گئے وہ خدا و رسول کے منتخب کردہ نہ تھے۔ دنیا میں حکومت الٰہیہ کے قائم کرنے کے اہل نہ تھے۔ لہٰذا اس کو نہ قائم کر سکے۔ اور اسلام کے وعدے پورے نہ ہوئے۔ انہوں نے بنو ہاشم کے خلاف اُن کے پشتینی دشمنوں یعنی بنو امیہ کو اُبھارا اور ان کے حق میں جاگیر شام کا استمراری پٹہ لکھدیا۔ اور پھر ایسی تجویز کی کہ بنو امیہ ہی میں سے ایک خلیفہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو امیہ نے اپنی حکومت و سرداری قائم کر لی۔ اور جناب رسولِ خدا کے جانشین کہلائے۔ سقیفہ بنی ساعدہ ہی سے مصائب و مظالم اہلبیت کی ابتدا ہوتی ہے اور اس سقیفہ سازی ہی کی جوازیت کو قائم کرنے کے لئے جماعت اہل حکومت کو ضرورت پڑی کہ اپنے تئیں اور لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈالیں کہ جناب رسول خدا نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا امر واقعہ تو یہ ہے کہ اس خلیفہ ساز مجلس سقیفہ سے بہت برے نتائج پیدا ہوئے اور آخر کار دین اسلام مسخ ہو گیا۔ اُس گھڑی اور اُس سرزمین میں ایسا بیج بویا گیا کہ جس نے بڑھکر اسلام کو پنپنے نہ دیا مسلمانوں کی اکثریت میں جو مذہب رائج ہوا۔ وہ وہی سقیفہ بنی ساعدہ میں سے نکلا ہوا مذہب تھا۔ اور یہ وہی مذہب ہے، جس کو آج ہم اس مغلوبیت و ذلت کی حالت میں دیکھتے ہیں مسلمانوں کے لئے نظام جدید یہ ہو گا کہ وہ اُس اسلام کی طرف رجوع کریں جو جناب رسول خدا نے رائج کیا تھا اور جس کو مستحکم کرنے اور لوگوں میں پھیلانے اور تعلیم دینے کیلئے آنحضرت نے بحکم خداوندی حضرت علی کو مقرر کر دیا تھا۔ یہ وہ نتیجہ ہے جس پر ہم تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنیکے بعد پہنچے ہیں اور اسکو درست ثابت کرنا ہماری اس کتاب کا مقصد ہے۔ اس غرض کیلئے ہم نے مندرجہ ذیل کتب و ابواب قائم کئے ہیں:-

کتابِ اوّل

التبیان

کتاب دوئم

سیاستِ عمریہ

خاندانِ نبوت سے حکومت کو نکالنا

تدبیر اول۔ علی کے مخالف ایک جماعت کا پیدا کرنا۔
تدبیر دوئم۔ حضرت علی کے ساتھ جناب رسول خدا کے امتیازی سلوک پر اعتراض کرنا۔ اور لوگوں کے سامنے اسکو غلط پیرایہ میں ظاہر کرنا۔
تدبیر سوئم۔ حقیقت نبوت کے متعلق خاص عقیدہ قائم کرنا۔
تدبیر چہارم۔ حسبنا کتاب اللہ۔ جناب رسول خدا حکومت کو اپنے خاندان میں مستقل کرنا چاہتے ہیں جس کا نبوت سے کچھ تعلق نہیں۔
تدبیر پنجم۔ تخلف از جیش اسامہ۔
تدبیر ششم۔ قضیہ قرطاس و قلم۔
تدبیر ہفتم۔ ہنگامہ سقیفہ بنی ساعدہ
تدبیر ہشتم۔ لوگوں کو جنگ میں مشغول رکھنا۔ اور مال غنیمت و تقسیم اقطاع سے انکو اپنی طرف کرنا۔
تدبیر نہم۔ انتزاع فدک۔
تدبیر دہم۔ حضرت علی کو فوج و منصب سے علیحدہ رکھنا۔
تدبیر یازدہم۔ عدم استخلاف کا غلط خیال پیدا کرنا اور پھیلانا۔
تدبیر دوازدہم۔ حضرت علی کے فضائل کا اخفا اور دوسروں کو انپر ترجیح و فضیلت دینی۔
تدبیر سیزدہم۔ حضرت علی کے القاب خصوصی پر قبضہ کرنا۔
تدبیر چہاردہم۔ آنحضرت کی احادیث کو شائع ہونے سے روکنا۔
تدبیر پانزدہم۔ وضع احادیث۔
تدبیر شش دہم۔ استخلاف عمر۔
تدبیر ہفدہم۔ تجویز شوریٰ۔
تدبیر شانزدہم۔ حضرت علی و بنو ہاشم کے مقابلہ میں بنو امیہ کو کھڑا کرنا۔
تدبیر نوزدہم۔ جمع قرآن۔
تدبیر بستم۔ تقرر عمال۔

باب چہاردہم۔ مدعیانِ خلافت کے خلاف حضرت علی کا احتجاج اور اپنے حق کا اظہار۔
باب پنجدہم۔ کارروائی سقیفہ بنی ساعدہ کے مضر تلخ و عواقب۔
باب شانزدہم۔ جناب رسول خدا کے مقرر کردہ خلیفہ نے کیوں اپنا حق بزور شمشیر لینے کی کوشش نہیں کی۔ حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت ظاہری میں کیوں فدک اولاد فاطمہ کو واپس نہ کر دیا۔ امام حسن نے کیوں معاویہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا اور جناب امام حسین علیہ السلام نے کیوں یزید کی بیعت نہ کی۔
باب ہفدہم۔ واقعات گزشتہ پر ایک نظر۔ اور آخری فیصلہ۔

ان کے علاوہ ہم نے باب الاسناد والتراجم بھی قائم کیا تھا ہمارا خیال تھا کہ وہ مختصر ہوگا لیکن اس کا حجم زیادہ ہو گیا۔ اتنا کہ بذات خود ایک ضخیم کتاب بن گئی۔ لہذا ہم نے اس کو کتاب کا حصہ دویم قرار دیکر علیحدہ شائع کیا ہے اور اس کا نام "البلاغ المبین حصہ دویم" رکھا ہے +

علوم منقول و معقول کے عروج و انحطاط کے مطابق اس بحث کے طریقے بھی بدلتے رہے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب علم قرآن و حدیث عام تھا ہر ایک مکتب سے قال اللہ و قال الرسول کی دلاویز آوازیں آیا کرتی تھیں۔ باستثنائے چند خوارج کے اس زمانہ کے لوگ چاہے وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی حدیث و قرآن کی واقفیت کی وجہ سے حضرت علی کے درجۂ فضیلت و اہلبیت رسول کی عظمت سے واقف تھے۔ جانتے تھے کہ اس سے انکار کرنا ایمان میں خلل ڈالتا ہے۔ لہذا جابجا ان کی کتابوں میں اس کا اعتراف ملیگا اور جب کبھی وہ خلافت کے موضوع پر کتابیں لکھتے تھے تو سوائے اس کے کہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے کی معذرت پیش کریں اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اسکے بعد جب جہالت کا زمانہ شروع ہوا تو ان لوگوں کی تحریر و تقریر میں ایک نمایاں فرق نظر آنے لگا۔ جوں جوں حدیث و قرآن کی طرف سے بے توجہی ہوتی گئی۔ حضرت علی سے بے رخی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ بے رخی اب اس انتہائی جہالت کے

زمانہ میں صریح عداوت سے مبتلا ہو گئی ہے۔ اب بجائے اسکے کہ حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہونے کی معذرت پیش کریں حضرت علی کی تحقیر و توہین کرتے ہیں۔ اُنکے خیال میں حضرت علیؓ کی منزلت گھٹانے سے حضرات شیخین کی عظمت بڑھتی ہے۔ اب مذہبی ہٹ دھرمی کے اوپر جہالت کی ہٹ دھرمی کا بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اب ایک تحریک ایسی شروع ہوئی ہے کہ احادیث رسول ہی سے انکار کرتے ہیں۔ اس تحریک کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ حضرت علی کی فضیلت لوگوں کے سامنے آئے۔ احادیث رسول فضائل علی سے مملو ہیں۔ انکے زعم میں احادیث رسول سے انکار کرنے سے فضائل علی مٹ جائینگے۔ رہا قرآن، تو تاویل کا دروازہ تو کھلا ہی ہے۔

جب ہم نے یہ دیکھا تو خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام الناس کے دلوں میں چند سالوں کی جہالت کی لغویت وہ اثر کر جائے جو صدیوں کی علمی بحث نہ پیدا کر سکی۔ دلوں پر جہالت کا پردہ ڈالنا بہ نسبت ڈلے ہوئے پردوں کے اٹھانے کے بہت آسان ہوتا ہے۔ لہذا ہم نے خیال کیا کہ جو غلطیاں عوام میں پھیلتی ہوئی نظر آئیں اُن کا ازالہ کرنا حق کی اعانت کرنا ہے۔ اور جناب رسول اکرم کی دعا، اللھم انصر من نصرہ کی کسار عاطفت میں داخل ہونا ہے۔ یہ سوچکر ہم نے کمر ہمت باندھی اور باوجود کم بضاعتی کے اس بحر ناپیدا کنار میں اپنی کاغذ کی ناؤ ڈالدی۔ غالباً ہمارے ناظرین میں سے کچھ صاحب ایسے ہونگے جو یہ خیال فرمائینگے کہ اس کتاب کی اشاعت مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں رنجش و عداوت کی خلیج کو زیادہ گہرا کرنے کی باعث ہوگی۔ اور کچھ صاحب ایسے ہونگے جو یہ خیال فرمائیں گے کہ اس موضوع پر کسی نہ کسی شکل میں پہلے بہت لکھا جا چکا ہے۔ اب مزید خامہ فرسائی عبث ہے۔ ہم دونوں خیالات کے اصحاب سے بادب گذارش کرتے ہیں کہ یہ اعتراضات دقت نظر و تعمق فکر کی تاب نہیں لا سکتے اقلیت کی رائے کا اظہار اکثریت کیلئے باعث رنجش ہونا اور اسلئے اقلیت کے اوپر فرض عائد کرنا کہ وہ خاموشی اختیار کرے دلدادگان جمہوریت و مدعیان مساوات کیلئے باعث شرم صورت حالات کا انکشاف کرتا ہے۔ اس میں رنجش و عداوت کی کیا بات ہے۔ کیا اسلامی رواداری جو گرجاؤں کے ناقوس؛ و مندروں کے سنکھ ٹھنڈے دل سے

سکتی ہے یہاں آکر ختم ہو جاتی ہے۔ اکثریت کا یہ حق کس شریعت و قانون سے ثابت ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار علی رؤس الاشہاد کرے۔ یہانتک کہ مدرسوں کی ٹیکسٹ بک اور مکتبوں کے درس میں اس کو داخل کرے۔ اور اقلیت کی رائے سننے کی تاب نہ رکھے۔ اگر ایک فرقہ علی الاعلان کہہ سکتا ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر نہیں کیا اور سقیفہ بنی ساعدہ کا منتخب خلیفہ جائز جانشین رسول ہے اقلیت یہ سنتی ہے اور خاموش رہتی ہے۔ اور رنجش و عداوت کی خلیج یا آبلے کے گہرا یا لمبا چوڑا ہونیکا خیال کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوتا تو دوسرا فرقہ اپنی رائے کے اظہار سے اس بنا پر کیوں روکا جائے۔ اور اگر بات یہ ہے کہ یک بام و دو ہوا تو پھر جمہوریت کا دعویٰ کیسا اور اپنی اس اسلام کے رواداری کی تثلیت کیسے۔ ہر ایک شخص کا فرض ہے۔ کہ جس کو وہ حق سمجھتا ہے اس کی اشاعت کرے۔ ایسی تحریرات کا جواب غم و غصہ سے نہیں بلکہ قلم سے ہونا چاہئے تاکہ غیر بھی فیصلہ کر سکیں کہ حق کدھر ہے۔ فوراً ہی آپے سے باہر ہو جانا اور گفتگو سننے کی تاب نہ رکھنا کمزوری کی علامت اور صحیح منطق و مضبوط دلائل کے مفقود ہونے کی نشانی ہے۔ ہم نے اپنے علم میں کوئی دل آزار فقرہ نہیں لکھا۔ اور جادلہم بالتی ھی احسن کے حکم کی پوری پابندی کی ہے۔ ہاں جس کو ہم حق اور امر واقعہ سمجھتے ہیں اس کا اظہار و استنباط طور امر واقعہ کے اپنے مخالفین ہی کی کتابوں سے کیا ہے جو صاحب اتنا بھی سننے کی تاب نہیں رکھتے۔ ان سے سوائے اس کے اور ہم کیا غرض کریں کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ نہ فرمائیں اور اس پر ہی قانع رہیں کہ لقد وجدنا علیہ اباءنا۔

لیکن ساتھ ہی اس کے ہم اقلیت کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اپنی رائے کو اعتقاد کے درجے سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ یہ وہی اکثریت ہے جس کی گزشتہ عظمت و شان کو اپنا کہکر بجا طور سے غیروں پر فخر کرتے ہو۔ یہ وہی اکثریت ہے جس کی تلوار نے بہت عرصہ تک اسلام کی ظاہری شوکت و دبدبہ کو قائم رکھا۔ یہ وہی اکثریت ہے جس کی وجہ سے اب بھی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے دنیا واقف ہے۔ یہ وہ اکثریت ہے جو اب بھی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اپنا خون بہانے کیلئے تیار ہے اور

جہاں آپ کے نام پر آنچ آتے ہوئے دیکھتی ہے اپنا سینہ گولیوں اور تلواروں کے سامنے کر دیتی ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو لاہور کے گلی کوچوں سے پوچھو۔ وہاں ملک کے دارو گیر سے پوچھو۔ جن لوگوں نے خاندان رسالت پر ظلم کئے وہ گزر گئے۔ وہ جانیں اور خدا جانے اب تمہیں اپنے ان بھائیوں سے رنج و عداوت نہیں کرنی چاہئے۔ اس رنجش و عداوت کا نتیجہ تفرقہ اور نفرت ہوگا جس کو تمہارے مولا علی پسند نہیں فرماتے تھے۔ اب اسلام کے بیرونی دشمن اتنے بڑھ گئے ہیں کہ یہ بجا طور سے کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص اندرونی تفرقہ و عناد کا حامی ہے۔ وہ دراصل اسلام کا دشمن ہے +

یہ امر واقعہ ہے کہ اس مضمون پر کسی نہ کسی شکل میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن مزید لکھنا سعی لاحاصل نہیں ہے۔ وہ علم والے لوگ تھے علم والوں کیلئے انہوں نے لکھا تھا ان کی عربی و فارسی کی کتابیں آجکل کے نوجوانوں کیلئے مقفل خزانہ ہیں جسکی کنجی ان کے پاس نہیں ہے۔ اب تو کوئی چارہ کار سوائے اس کے نہیں کہ یا تو حق کو فارسی و عربی کتابوں کے بوجھ کے اندر مر جانے دو۔ یا اس کو عام لباس میں منظر عام پر نمایاں کرو۔ علمائے پیشین کا روئے سخن عالموں کی طرف تھا۔ میرے مخاطب زیادہ تر وہ بزرگ ہیں جو دین اور ارکان دین کی جہالت کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ سچ پوچھو تو امر واقعہ یہ ہے کہ ایسے ہی زمانہ میں حق کو منظر عام پر لانا ضروری ہوتا ہے۔ علم کے زمانہ میں تو کم و بیش حق لوگوں کے سامنے ہی رہتا ہے۔ مانیں یا علانیہ نہ مانیں یہ دوسری بات ہے۔ خطرناک وہ زمانہ ہوتا ہے کہ جب حق بالکل لوگوں کی نظروں سے چھپ جاتا ہے جب چاروں طرف تاریکی چھائی ہو تب ہی شمع کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب زمانہ میں جہالت عام ہو جاتی ہے۔ تب ہی بعثت پیغمبراں کی ضرورت ہوتی ہے +

یہ اقرار کرنا میں جزو ایمان سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کی اہمیت جس علم و اجتہاد کی مقتضی تھی اس کا عشر عشیر بھی مجھ میں نہیں۔ اس میدان میں ایسے ایسے شہسواروں نے فرس خامہ نے جولانیاں کی ہیں کہ جنکی گرد کو میں تو کیا اچھے اچھے عالم نہیں پہنچتے۔ کہتے ہیں کہ جب بازار عشق میں حسن یوسف کا چرچا ہوا تو ایک بڑھیا بھی اپنے ہاتھ کا کتا ہوا سوت

لیکر ادھر چلی۔ لوگوں نے کہا کہ یوسف کی خریداری کیلئے تو بڑے بڑے امرا و بادشاہ ایک دوسرے سے بڑھ بڑھکر بولیاں بول رہے ہیں۔ وہاں تیرا سوت کس گنتی میں ہے اس نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ یہ سوت یوسف کی قیمت نہیں لیکن اس کی وجہ سے میرا نام یوسف کے خریداروں میں تو ہو جائیگا ؎

ایں قدر باشد کہ دشمن یا کہ دوست
گویدایں زن از خریداران اوست

یہی شوق مجھے بھی کشاں کشاں لئے جا رہا ہے۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ کیا ہیں اور کیا میری تصنیف بقول شاعر ؎

صفت کمال حسنت چو منے چگونہ گوید
کہ ہزار ہمچو خسرو برخ تو بے زبان شد

اور یہ تو فرعونوں کے مصر کا بازار نہیں۔ یہ تو اس کریم و سخی کا دربار ہے جس کو اپنے قاتل پر بھی رحم آگیا۔ جو سائل کو بغیر سوال کے دیتا تھا اور اتنا دیتا تھا کہ اس کو دوسرے کے دروازے سے مستغنی کر دیتا تھا۔ یہ تو اس وقت کی حالت تھی کہ جب آپ عالم اسباب کے حدود و قیود کے اندر تھے۔ اب کہ آپ دونوں جہان کے مختار ہیں جو کچھ بھی امید اس دربار سے رکھوں کم ہے۔ یہ تو وہ دربار ہے جس کی بخشش و عطا امید کی حدود کے اندر سما جانے کو اپنا عار سمجھتی ہے

غرضیکہ اس مجبوری کی حالت میں جو کچھ ہو سکا ناظرین کی خدمت میں حاضر ہے۔ علم واقعی بڑی شے ہے اور بڑی بڑی علمی کتابیں اس موضوع پر صاحبان علم و ہنر لکھ گئے ہیں لیکن کبھی کبھی طریقۂ استدلال و حسن بیان بھی خراج تحسین کا امید وار ہوتا ہے سوائے اس کے اور کیا عرض کروں کہ ؏

خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم

تو ایکہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر غالب کہ در زمانۂ تست

سول لائنز۔ لدھیانہ
۲۰ فروری ۱۹۴۳ء

کتابِ اول

بابِ اول

جماعتِ حکومت کا عقیدۂ عدم استخلاف

ہمارے لئے یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ جماعتِ حکومت کا جس کو عرفِ عام میں اہلسنت و جماعت کہتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ جناب رسول خدا نے کسی کو۔ یہ حضرت علی کو اور نہ حضرت ابوبکر کو۔ اپنا جانشین اور اپنے بعد امت کا رہنما و ہادی مقرر نہیں کیا سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس اس عقیدہ کی بین دلیل ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کی وجہ ہی سے اور اس کی جوازیت قائم رکھنے کے خیال سے یہ عقیدہ ایجاد کیا گیا ہے ورنہ امر واقعہ اُن لوگوں سے چھپا ہوا نہ تھا۔ اپنی حکومت کو مستحکم و مستقل کرنے اور اس کو جوازیت کا جامہ پہنانے کیلئے سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ لوگوں کے دلوں میں سے یہ خیال نکال دیں کہ آنحضرت نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ یہ تو وہ کہہ نہیں سکتے تھے کہ آنحضرت نے حضرت علی کو نہیں بلکہ حضرت ابوبکر کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ یہ کہتے تو کس منہ سے کہتے اور مانتا کون۔ علاوہ اس کے سقیفہ بنی ساعدہ کے ہنگامے کی بنیادیں جس کے پلیٹ فارم پر حکومت کی کرسی ٹھہری ہوئی تھی متزلزل ہو جاتیں۔ اس اجتماع کا واحد مقصد جناب رسول اکرم کا جانشین منتخب کرنا تھا۔ اور اگر آنحضرت نے پہلے ہی سے ایک خلیفہ مقرر کر دیا تھا تو یہ اجتماع بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور وہاں جو گفتگوئیں ہوئیں۔ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو، اور ایک تم میں سے ہو، اور ایک حاکم ہو، ایک وزیر ہو۔ وہ ہو وہ نہ ہو۔ کون ہو، کیوں ہو، حضرت ابوبکر کا حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو خلافت

کے لیے پیش کرنا، انکا کہنا کہ نہیں آپ ہوں، یہ سب بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اس گروہ کے امام اعظم حضرت امام غزالی اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم کی جلد اول رکن رابع میں لکھتے ہیں:-

الاصل السابع ان الامام الحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم ولم یکن نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امام اصلاً، اذ لو کان لکان اولی بالظہور من نصبہ الولاۃ والامراء علی الجنود فی البلاد ولم یخف ذلک فکیف خفی ھذا او اذ ظہر فکیف اندرس حتی لم ینقل الینا فلم یکن ابوبکر اماما الا بالاختیار والبیعۃ واما تقدیر النص علی غیرہ فھو نسبۃ الصحابۃ کلھم الی مخالفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخرق الاجماع ذلک مما لم یستجرء علی اختراعہ الا الروافض۔

ساتویں اصل تحقیق امام برحق بعد رسول صلعم اول ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور کسی امام کیلئے کوئی نص جناب رسول خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی نص ہوتی تو اسکا ظاہر معلوم ہونا زیادہ اولی تھا بہ نسبت ظاہر معلوم ہونے تقرر حکام وامراء کے جو جناب رسول خدا نے لشکروں اور شہروں میں بھیجے۔ جب وہ پوشیدہ نہ ہوئے تو نص امام منجانب رسول کس طرح پوشیدہ ہو جاتا۔ اگر پہلے ظاہر تھا تو پھر کیوں معدوم ہو گیا۔ ایسا کہ ہمکو اس کی خبر تک نہ پہنچی پس ابوبکر امام نہیں ہوئے لیکن بوجہ اختیار و بیعت کے۔ اور اگر ماسوائے ابوبکر کے ہم کسی اور کے حق میں نص رسول فرض کریں تو اس سے جملہ صحابہ کا مخالفت رسول کرنا ظاہر ہوتا ہے اور اجماع کی شکستگی ہوتی ہے۔ اور اس فرض کرنیکی سوائے روافض کے اور کسی نے جرأت نہیں کی۔

اس تحریر سے جماعت حکومت کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے اختیار کرنے کی وجہ بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ اس مضمون پر اس جماعت کا کوئی ایک عالم نہیں لکھ سکا۔ امام غزالی بہت بڑے پایہ کے فلسفی اور منطقی تھے۔ انکے منطق و زور بحث کا اندازہ انکی بہت سی کتابوں سے ہوتا ہے۔ خود احیاء العلوم ہی بڑے پایہ کی کتاب

ہے۔ اگر ایسا دقیق بین اور بحث کرنے میں مشاق منطقی و فلاسفر اس مضمون پر صرف یہی بحث پیش کر سکے جو اس نے پیش کی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مضمون ہی بے جان ہے۔ اس بحث میں مندرجہ ذیل امور ضروریہ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ بغیر ان امور پر گفتگو کئے یہ بحث لنگڑی اور بلا دلائل رہ جاتی ہے۔

الف۔ آنحضرت کو ضرورت خلیفہ کا احساس تھا یا نہیں۔

ب۔ آپ نے کیوں خود خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

ج۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ اجتماع کس کے حکم یا کس اطلاع کے ماتحت ہوا۔

د۔ اس وقت کل مسلمانوں کی تعداد کیا تھی۔ اور سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ مقرر کرنے والے کتنے آدمی تھے۔ حجۃ الوداع میں آنحضرت کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب مجمع بیان کیا جاتا ہے۔ سقیفہ میں تو سو آدمی بھی نہ تھے۔

ہ۔ کیا مسلمانوں میں سے صرف چند اشخاص یا جماعتوں کو خلیفہ مقرر کرنے کا حق حاصل تھا۔ وہ کون کون سے آدمی تھے یا جماعتیں تھیں۔ اور کس نے ان کو یہ اختیار دیا تھا۔

و۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس وقت بنو ہاشم میں سے ایک آدمی بھی موجود نہ تھا۔ یہ کیوں ایسا ہوا۔ کیا بنو ہاشم کو اس امر میں رائے دینے کا حق حاصل نہ تھا۔

ز۔ اہلبیت رسول جن کی عظمت و کرامت کلام الٰہی و قول رسول سے ظاہر ہے اور جن کی محبت اجر رسالت قرار پا کر تمام امت پر فرض کی گئی وہ کیوں اس اجماع میں شریک اور مدعو نہ کئے گئے۔

ح۔ اس اجتماع کے وقت و تاریخ کا اعلان قبل از انعقاد کیوں نہ کیا گیا تاکہ جمہور مسلمین اس میں حصہ لے سکتے۔

ط۔ اس مسلمانوں کے اہم اجتماع کیلئے زمانۂ جاہلیت کا وہ محل و مقام کیوں منتخب کیا گیا جہاں ڈاکہ ڈالنے اور گناہ کرنے کیلئے خفیہ سازشیں ہوا کرتی تھیں۔ مسجد نبوی کو اس غرض کیلئے کیوں نہ منتخب کیا گیا۔ جہاں مسلمانوں کا زیادہ تعداد میں جمع ہونا آسان تھا۔ مقام رسول بھی وہیں تھا۔ تجہیز و تکفین رسول بھی وہیں ہو رہی تھی۔

مسجد نبوی کے قریب اہلبیت رسول تھے بنو ہاشم وہیں تھے۔ اس کو ترک کیا گیا۔ ایک ونکرو مقام و ناموزوں وقت بغیر اطلاع و مشورہ عام کے مقرر کیا گیا۔ جب حضرت اور بنو ہاشم تجہیز و تکفین رسول میں مشغول تھے اور اُس کو ادھورہ نہیں چھوڑ سکتے تھے اگر حضرت علی کے لئے کوئی نص رسول نہ تھی تو پھر ان کو اس احتیاط کے ساتھ اُس اجتماع سے کیوں دور رکھا گیا +

ک بعض اس موقعہ کے لئے مسجد رسول کو ترک کرنا اور زیادہ معنی خیز ہو جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد ہمیشہ مسجد رسول ہی میں ایسے اجتماع ہوتے رہے ہیں۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ ساری تاریخ اسلام میں سقیفہ بنی ساعدہ میں ایسا اجتماع پہلا اور آخری یہ ہی ایک تھا +

ل۔ ایسے نامکمل و ناقص و خفیہ اجتماع میں کہاں سے اور کیوں یہ قدسیت آگئی کہ عقل کا منہ اور بحث و تحیص کا دروازہ یہ کہکر بند کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کچھ نکتہ چینی کی تو اُس اجتماع کی شکستگی لازم آجائیگی۔ اس اجماع کیلئے نہ تو نص قرآنی ہے اور نہ قول رسول۔

م۔ اگر اس اجماع میں ایسی قدسیت ہے جیسی کہ سمجھی گئی ہے تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے کیوں اسکی طرف رجوع نہیں کیا +

ن۔ آنحضرت کے متعدد اقوال و غدیر خم کا عظیم الشان اجتماع و خطبہ جو عام طور سے حضرت علی کے تقرر کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ امام غزالی کی بحث سے بالکل معدوم ہیں +

اس موضوع کے ضروری اور قابل بحث امور کے تذکرہ کو نظر انداز کرنا امام غزالی کے منطق کی کمزوری کا ایک پہلو ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو دلائل انہوں نے اپنی بحث میں بیان کئے ہیں۔ وہ کہانتک درست ہیں۔ انہوں نے عدم استخلاف کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں +

ا۔ اگر کوئی نص ہوتی تو ہم تک ضرور پہنچتی جس طرح کہ آنحضرت کے مختلف امراء و حکام

افسرانِ فوج کا مقرر کرنا ہم تک پہنچا ہے ٭

۲۔ یا اگر ایک دفعہ وہ نص ظاہر ہو گئی تھی تو اب کیوں معدوم ہو گئی ٭

۳۔ اس فرض کرنے سے کہ آنحضرت نے کسی شخص کیلئے نص بیان فرمائی تھی، اور اس کو خلیفہ اپنا مقرر کر دیا تھا دو الزام عائد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ صحابہ نے آپ کے حکم کی نافرمانی کی۔ دوسرے یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع و اجماع ناقص و شکستہ ہو جاتا ہے ٭

ان دلائل کا نقص و ضعف ایسا آشکارا ہے کہ اس کو تفصیل سے بیان کرنے سے ناظرین کی قوت استدلال کی ہتک ہوتی ہے لیکن چونکہ یہ دلائل امام غزالی جیسے جید فلاسفر منطقی و مفکر کے دماغ سے نکلے ہیں۔ لہذا ہم کو انکی اصلیت کا اظہار کرنا پڑا ٭

جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ ہم تک کوئی ایسی نص نہیں پہنچی اور اب موجود نہیں ہے اس وقت تک دلائل ۱ اور ۲ بے معنی ہیں۔ ایک فریق تو بانگ دہل کہہ رہا ہے کہ ایسی بہت سی نصوص ہیں اور ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ ان کی تشریح و تفصیل بھی کر رہا ہے۔ یہ ثابت کئے بغیر کہ وہ نصوص غلط اور غیر معتبر ہیں۔ یہ حکم صادر کر دینا کہ کوئی نصوص موجود نہیں ہیں اپنے دعوے کے ثابت کرنے کی بے سود کوشش ہے۔ علاوہ اس کے یہ دلیل بھی نہ کیسی کمزور ہے۔ آنحضرت نے جو امرائے فوج و حکام زکوٰۃ و تعلیم مقرر کئے ان کے نام کے چھپانے کی تو کسی کیلئے کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ حضرت علی کے حق میں جو بیشمار نصوص ہیں انکے مٹانے کیلئے تو ہر ایک حکومت شروع ہی سے اپنی انتہائی جد و جہد کر رہی ہے۔ ترغیب سے ترہیب سے لالچ سے سزا کے ڈر سے لوگوں کو روکا گیا اور منع کیا گیا کہ وہ یہ نصوص بیان نہ کریں۔ بلکہ ان کی تردید کریں۔ ان دونوں میں کوئی وجہ تشبیہہ ہی موجود نہیں۔ پھر مشابہت بیکار ہے تیسری دلیل تو کچھ ہے ہی نہیں۔ اگر وہ نصوص موجود ہیں۔ اور واقعی انکی مخالفت کیگئی ہے۔ تو پھر تاریخ کی شان نے بعید ہے کہ وہ حق سے صرف اس

وجہ سے اعراض کرے کہ اس کے قبول کرنے سے صحابہ و اجماع کے متعلق جو اُن کے
اعتقادات ہیں وہ متزلزل ہو جائینگے۔ اگر واقعات عقیدہ کے خلاف ہیں تو عقیدہ
کی ترمیم ضروری ہے نہ کہ واقعات کا ماننا، یا اُن کا انکار +

بہت سے حوالے دئے جا سکتے ہیں اور بہت سی عبارات نقل کیجا سکتی
ہیں۔ یہ ثابت کرنے کیلئے کہ جماعت حکومت کا عقیدہ ہے کہ جناب سرور کائنات
نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا اس بارے میں ہم خود حضرت عمر کا عقیدہ
بیان کرتے ہیں۔ صحیح مسلم کے باب الاستخلاف ترکہ میں ہے:

عن ابن عمر قال حضرت ابی	ابن عمر کہتے ہیں کہ جب میرے والد زخمی ہوئے تو میں
حین اصیب فاثنوا علیه	اُنکے حضور میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے اُنکی تعریف
وقالوا جزاک الله خیرا	کی اور کہا کہ خداوند تعالیٰ تمکو جزائے خیر دے۔ میرے
فقال راغب وراهب قالوا	باپ نے کہا کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں محبت کرنیوالے
استخلف علینا فقال اتحمل	اور ڈرنیوالے (یعنی تم جو میری تعریف کرتے ہو میرے
امرکم حیا ومیتا لوددت	ڈر کی وجہ سے کرتے ہو) لوگوں نے کہا کہ آپ اپنا
ان حظی منها الکفاف لا علی	جانشین مقرر کریں۔ میرے باپ نے کہا کہ کیا تم اپنے
ولا لی فان استخلف فقد	اس امر کا بوجھ میرے اوپر حالتِ حیات و ممات میں
استخلف من هو خیر منی	رکھنا چاہتے ہو حالانکہ میری خواہش ہے کہ کاش امر
یعنی ابابکر وان اترککم	خلافت سے میرا حصہ برابر برابر کا رہتا۔ نہ میرا اس
فقد ترککم من هو خیر	سے کچھ نقصان ہوتا۔ اور نہ مجھکو اس سے کچھ نفع
منی رسول الله صلی الله	پہنچتا۔ اگر میں اپنا جانشین مقرر کروں تو بتحقیق
علیه وسلم۔	جانشین مقرر کیا اس نے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر
وقال عبد الله فعرفت	اور اگر میں تمکو بغیر خلیفہ کے چھوڑ دوں تو بتحقیق چھوڑا
انه حین ذکر رسول الله صلی	تمکو بغیر خلیفہ کے اس نے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی جناب
الله علیه وسلم غیر مستخلف۔	رسول خدا۔ عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے باپ نے

جب رسول اللہ کا حوالہ دیا تو یہی سمجھا کہ وہ اپنا جانشین مقرر نہیں کرینگے ؎

امام نووی شارح صحیح مسلم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

وفی هذا الحدیث دلیل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینص علی خلیفة وهو اجماع اهل السنة وغیرهم. قال القاضی وخالف فی ذالک بکر بن اخت عبدالواحد فزعم انه نص علی ابی بکر وقال ابن راوندی نص علی العباس وقالت الشیعة والرافضة علی علی وهذه دعاوی باطلة وجسارة علی الافتراء ووقاحة فی المکابرة الحس.. فمن زعم انه کان لاحد منهم وصیته فقد نسب الامة الی اجتماعها علی الخطاء واستمرارها علیه وکیف یحل لاحد من اهل القبلة ان ینسب الصحابة الی المواطات علی الباطل فی کل هذه الاحوال ولو کان شیئ لنقل فانه من الامور المهمة

اس حدیث سے یہی ظاہر ہوا کہ تحقیق جناب رسول خدا نے اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا اور اسی عقیدہ پر اہلسنت جماعت کا اجماع ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اسکی مخالفت بکر بیر جواہر عبدالواحد نے کی ہے۔ اسکا گمان ہے کہ رسول خدا نے ابوبکر کے اوپر نص کی ہے اور ابن راوندی نے کہا ہے کہ آنحضرت نے عباس کے اوپر نص کی تھی اور شیعہ و روافض کہتے ہیں کہ آنحضرت نے علی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا لیکن یہ سب دعوے باطل اور افترا ہیں اور یہ دلیری ہے امور محسوسہ میں جھگڑنے کی... پس جو شخص گمان کرے کہ ان میں سے کسی کیلئے آنحضرت نے وصیت کی تھی تو اس نے امت کو خطا پر اجماع کرنیکا الزام لگایا اور اہل قبلہ میں سے کسی کیلئے یہ کب جائز ہوگا کہ وہ صحابہ کو جھوٹ پر اجماع کرنیکی تہمت دے اور اگر کچھ ہوتا تو ہر آئینہ بیان کیا جاتا کیونکہ یہ امور مہمہ میں سے ہے۔

حضرت عمر کا یہ قول اور یہ عقیدہ ہر ایک بڑی تاریخ کی کتاب میں درج ہے ملاحظہ ہوں۔

ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ :- کتاب الامامة والسیاسة ص ۲۲

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۳۴

صحیح بخاری :- کتاب الاحکام۔ باب الاستخلاف

ابن الاثیر۔ تاریخ الکامل الجزء الثالث ص ۲۵ مسند امام احمد الجزء الاول ص ۳۴۔۴۶۔۴۷ الجزء السادس۔ ص ۶۳۔ حسین دیار بکری:۔ تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۲۲ سیرۃ حلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۳۱۰

ان لوگوں کیلئے جن کو محض سقیفہ بنی ساعدہ کے ذریعہ سے حکومت ملی تھی یہی اعتقاد مناسب تھا گویا سوادِ اعظم میں اس اعتقاد کا باعث یہی سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس تھا۔

باب دوم

عقیدہ عدم استخلاف غلط ہے کیونکہ محال عقلی ہے

اس کتاب کے باب ششم میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے ہر ایک پیغمبر نے اپنے بعد کے ہادی کا پتہ دیا ہے۔ بلکہ بسا اوقات خود اس کو مقرر کیا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی ہادی کو امت نے خود منتخب کیا ہو۔ اس نبی کیلئے جس نے حکومت حاصل کر کے سلطنت الہیہ کی بنا ڈالی۔ یہ بہت ہی زیادہ ضروری تھا کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کرے۔ انتخاب یا نامزدگی ایک ذریعہ ہے مقصد یہ ہے کہ امت یا قوم کی سرداری کیلئے بہترین شخص مل سکے جو سب سے زیادہ اس حکومت کے چلانے کا اہل ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جناب رسول خدا اپنے آپکو تمام امت میں سے ایسا شخص منتخب کرنے کا اہل سمجھتے تھے یا نہیں۔ اگر وہ اس قابل تھے تو انہوں نے کیوں نہ منتخب کیا۔ ایسا صاحب بصیرت رسول جس نے نظام ملکی کے ہر ایک شعبہ کے لئے اصول و قواعد مقرر کئے جس کو اچھی طرح علم تھا کہ اسلامی سلطنت قائم ہو چکی ہے۔ اور اس میں روزانہ وسعت و ترقی ہو رہی ہے اور ہوتی جائیگی جس نے ایک سریّہ تک بغیر اس کا حاکم مقرر کئے ہوئے روانہ نہیں کیا۔ جس نے اپنی ایک دن کی غیر حاضری میں بھی مدینہ پر حاکم مقرر کیا جس کو بخوبی علم تھا کہ اسلامی جماعت میں

بہت بڑا حصہ منافقین کا ہے جو دل سے اسلام کی تخریب کا درپے ہے جس نے اپنی امت کو حکم دیا کہ جزیرۃ العرب سے کافروں کو نکال دو جس نے پیشینگوئی کی کہ عنقریب تم قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر قابض ہو جاؤ گے جس نے علی الاعلان فرمایا کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کے زمانہ کی سی موت ہے یعنی وہ کافر مرا جس رسول کا دعوے تھا کہ اس کے اور خدا کے درمیان براہ راست سلسلہ وحی قائم ہے اور جس نے خداوند تعالیٰ کا یہ فرمان اپنی امت کو پہنچایا تھا کہ یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ ایسا رسول ایسا مدبر ایسا منتظم اچانک نہیں بلکہ کئی دن کے مرض الموت کے بعد دنیا سے رحلت کرتا ہے لیکن اپنی امت کو یہ نہیں بتاتا کہ میرے بعد تمہاری رہنمائی کے لئے خداوند تعالیٰ نے کیا انتظام فرمایا ہے۔ یہ تو نہایت تاکید کے ساتھ کہدیا کہ اپنے امام زمانہ کو شناخت کرنا ہر ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے اور صاحب امر کی اطاعت اس پر فرض ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ اس امام کی شناخت کیا ہے وہ امام کون ہے۔ صاحب امر کون ہے۔ امت محمدیہ تو انشاءاللہ قیامت تک رہیگی۔ لہذا امام و صاحب امر بھی قیامت تک رہیگا۔ اندریں صورت اسکا نام و پتہ بتانا اور امت سے اسکا تعارف کرانا نہایت ضروری تھا۔ مورخین اسلام یہ تو کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم آپ نے اپنی عنقریب آنیوالی موت سے امت کو مطلع کر دیا۔ یہانتک کہ اس آنے والے سانحہ کا خیال کر کے بہت سے رقیق القلب صحابہ رونے لگے۔ یہ سب تو ہوا لیکن ان بزرگونکا خیال ہے کہ آنحضرت نے یہ نہ بتایا کہ میرا جانشین اور اس حکومت اسلامی کا سردار کون ہوگا۔ جماعت حکومت کے مورخین اتنا تو مانتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے اس موقعہ پر فرمایا کہ جس طرح میرا مولا خدا ہے اور میں تمہارا مولا ہوں اسیطرح میرے بعد یہ علی تمہارا مولا ہے۔ اور یہ کہکر حضرت علی کو اس قدر بلند کیا کہ آپ کی بغل کی

پسید ہونے نظر آنے لگی لیکن یہ حضرات سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کے جواز پر آنچ نہ آنے دینے کے خیال سے فرماتے ہیں کہ اس جگہ مولا کے معنے مخلص دوست کے ہیں۔ حاکم والی و متصرف امور مسلمین کے معنی نہیں ہیں۔ اسلام کے مستقبل اور آنے والی نسلوں کی ہدایت سے آنحضرت کی بے توجہی اور لاپرواہی صرف انہی دو وجوہات کی بنا پر ہو سکتی تھی یعنی (۱) امت کی اکثریت کا ہر ایک فرد کامل انسان بن چکا تھا۔ اس کا ایمان اور اعتقاد ایسا راسخ اور کامل ہو چکا تھا کہ نہ تو شیطان کے بہکانے سے دھوکہ کھا سکتا تھا اور نہ دنیا کی زینت و آرائش اس کے قدم کو لغزش میں لا سکتی تھی۔ مکمل قرآن شریف کی صحیح تاویل کا علم اس کو حاصل ہو چکا تھا۔ اس اکثریت کا ہر ایک فرد فضیلت میں برابر تھا کچھ پرواہ نہیں واقعات کی رو میں کو بھی خلیفہ بنا دیگی وہی اس کی اہلیت رکھتا ہوگا اور آنے والی نسلیں قیامت تک کسی ایسے قانون تخلیق و تناسل کے ماتحت جو ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا ہے ایسے ہی کامل و صحیح علم و ایمان رکھنے والی ہونگی جن کو ہدایت کی مطلق ضرورت نہ ہوگی اور جنکو نہ شیطان اور نہ دنیا کی زینت صراط مستقیم سے ہٹا سکیگی۔ (۲) آنحضرت کو معاذ اللہ اسلام سے مطلق محبت نہ تھی۔ ان کی بلا سے اسلام قائم رہے یا نہ رہے ضلالت پھیلے یا کفر شائع ہو۔ انہیں کیا۔ وہ خود تو اس اسلام کو دھوکے کی ٹٹی بنا کر خوب عیش و آرام کر گئے۔ آنے والی نسلوں کی مطلق پرواہ نہیں تھی۔ ہم ان دونوں وجوہات پر غور کرتے ہیں +

وجہ اول۔ یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ نہ تو آنحضرت کا یہ یقین تھا اور نہ ہی یقین ہو سکتا تھا۔ اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ ابھی تو ان لوگوں کو بہت زیادہ ہدایت کی ضرورت تھی +

آنحضرت کے مندرجہ ذیل اقوال ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت کا یہ یقین نہ تھا

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منکن	۱۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میرے بعد بہت فتنے پیدا ہونگے جن میں

فتن القاعد فيها خير من القائم والقائم خير من الماشي والماشي فيها خير من الساعي من تشرف لها تستشرفه فمن وجد فيها ملجأ او معاذا فليعذ به	بیٹھا ہوا شخص بہتر ہوگا کھڑے ہوئے سے اور کھڑا بہتر ہوگا چلنے والے سے۔ اور چلنے والا بہتر ہوگا بھاگنے والے سے جوان فتنوں کی طرف جھانکیگا وہ اسکو اپنی طرف کھینچ لینگے۔ اور جو شخص پناہ کا مقام یا بچاؤ کی جگہ پائے تو اُسے چاہیئے کہ اس کی پناہ میں آجائے۔
۲۔عن اسامة بن زيد رضي الله عنهما قال اشرف النبي صلى الله عليه وسلم على اطم من اطام المدينة فقال هل ترون ما ارى۔ قالوا لا۔ قال فاني لارى الفتن تقع خلال بيوتكم كوقع القطر۔	۲۔ اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مدینہ کے ایک قلعہ سے جھانکا تو فرمایا بھلا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے گھروں کے اندر فتنے و فساد اس طرح داخل ہو رہے ہیں جسطرح مینہہ کے قطرے۔
۳۔عن ابي وائل قال قال عبد الله قال النبي صلى الله عليه وسلم انا فرطكم على الحوض ليرفعن الى رجال منكم حتى اذا هويت لانا ولهم اختلجوا دوني فاقول اي رب اصحابي يقول لا تدري ما احدثوا بعدك	۳۔ عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تمسے پہلے حوض کوثر پر پہنچونگا میرے پاس حوض پر تم میں سے چند لوگ لائے جائینگے یہانتک کہ جب میں اُنکی طرف جھکونگا کہ کوثر کا پانی اُنکو دوں تو وہ لوگ میرے پاس سے ہٹائے جائینگے تو میں کہونگا کہ اے میرے خدا یہ تو میرے اصحاب ہیں جواب ملیگا تم نہیں جانتے انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں کیں
۴۔عن ابي حازم قال سمعت سهل بن سعد يقول سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول انا فرطكم على الحوض من ورده شرب منه ومن	۴۔ ابوحازم کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن سعد کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جناب رسولخدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں حوض کوثر پر تم سے پہلے جاؤنگا۔ جو حوض کوثر پر آئیگا وہ اُس سے پانی پیئے گا اور جو اُس سے

شترب منه احیظما بعدہ ابن السید علی لقوام اعرفھم ولم یعرفونی یحال بینی وبینھم.

پانی پیئے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتہ چند لوگ میرے پاس آئینگے میں انکو پہچانونگا وہ مجھے پہچانیں گے لیکن وہ میرے پاس آنے سے روک دیے جائینگے اور ہٹا دیے جائینگے۔

یہ چاروں احادیث ہم نے صحیح بخاری کی کتاب الفتن سے لی ہیں۔ اور بھی احادیث اور مثل ہے صحیح مسلم کتاب الفتن میں بھی درج ہیں۔ اور علاوہ دیگر کتب احادیث کے مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی درج ہیں

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۱۶۹ و ۱۸۵ و ۴۴۸۔

الجزء الثانی ص ۲۱۲ و ۲۸۲۔

الجزء الثالث ص ۴۷۷۔

الجزء الرابع ص ۱۰۶ و ۱۱۰ و ۴۰۸ و ۴۱۶۔

الجزء الخامس ص ۳۹ و ۴۰ و ۱۱۰ و ۱۲۹۔

مسند الطیالسی حدیث ۱۲۹ و ۲۳۴۴

سنن ابی داؤد ک ۳۴ ب ۔

سنن الترمذی ک ۳۱ ب ۱۵۔

سنن ابن ماجہ ک ۳۶ ب ۱۰

جناب رسول خدا کے بعد ہی ایسے فتنے اٹھے جو سمندر کی طرح موجیں مارتے تھے الفتنة التی تموج کما یموج البحر۔

صحیح بخاری کتاب الفتن کتاب ۹ باب ۴۔ کتاب ۴۴ باب ۲۳ کتاب ۹۲ باب ۱۰

صحیح مسلم ک ۱ حدیث ۲۳۱۔

مسند احمد حنبل الجزء الخامس ص ۲۰۶ و ۴۰۱ و ۴۰۵۔

جناب رسول خدا نے ان فتنوں کو کالی رات سے تشبیہ دی ہے جب ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھائی دیتا اور نور کی روشنی نظر نہیں آتی الفتنة تشبہ

لَیْلَۃٌ مُظْلِمَۃٌ ملاحظہ ہو ۔

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۱۹۹ ۔

الجزء الثانی ص ۳۰۳

الجزء الثالث ص ۴۸۹ و ۴۰۹

الجزء الرابع ص ۱۰۷

الجزء الخامس ص ۳۴۰ و ۳۹۱ و ۴۰۶ ۔

الجزء السادس ص ۸۱ ۔

سنن ابی داؤد الطیالسی حدیث ۴۴۲ و ۲۹۰ ۔

جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ایسے تاریکی کے دنوں میں اصلی، سچے ہادی کی معرفت ایک سپر ہے جو ان فتنوں سے بچائیگی۔ اَلْمَعْرِفَۃُ جُنَّۃٌ مِّنَ الْفِتَنِ سنن الدارمی المقدمہ باب ۳۱ ۔

ملا علی متقی نے کنز العمال میں ان فتنوں سے پر زمانہ کی تصویر نہایت تفصیل سے کھینچی ہے۔ ملاحظہ ہو کنز العمال الجزء السادس کتاب الفتن ص ۲۷ لغایت ۹۲ حدیث ۴۸۴ لغایت ۱۳۰۹ ۔ گویا آنحضرت کے نو سو پچاس اقوال ان فتنوں کے متعلق اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں۔ ان میں سے چند کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

ان بعدی ائمۃ ان اطعتموھم اکفروکم وان عصیتموھم قتلوکم

ائمۃ الکفر ورؤس الضلالۃ ۔ حدیث ۴۷۷ یعنی فوراً میرے بعد اس امت میں ایسے حاکم ہونگے جن کی اگر تم اطاعت کروگے تو وہ تم کو کفر کی طرف لیجائیں گے اور اگر ان کی اطاعت سے انکار کروگے تو وہ تم کو قتل کر دینگے۔ وہ کفر کے سردار اور گمراہی کے رئیس ہونگے ۔

ناظرین حدیث مندرجہ بالا کو ذرا غور سے دل ہی دل میں پڑھیں تو خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائینگے اگر ہم کچھ کہیں تو یہ بندگوا رناراض ہونگے ۔

آنحضرت فرماتے ہیں کہ اب تمہارے آگے آنے والے ایسے دن ہیں جن میں جہل نازل ہوگا علم اٹھا لیا جائیگا۔ اور اس میں ہرج بڑھ جائیگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہرج سے کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ قتل حدیث ۴۷۸ +

تمہارے آگے آنے والا ایسا زمانہ ہے کہ جس میں صبر کرنے والے کو پچاس شہیدوں کا اجر ملیگا۔ حدیث ۴۷۹

اس فتنوں کے زمانہ میں زبان کے ذریعہ سے جو ہلاکت ہوگی وہ زیادہ سخت ہوگی۔ بہ نسبت تیغ و سنان کے قتل سے۔ ۴۸۱ آنحضرت کا مطلب یہ تھا کہ وضع حدیث و غلط تاویل قرآن کی وجہ سے جو ہلاکت ہوگی وہ بہت نقصان دہ ہوگی۔ امر واقعہ بھی یہی ہوا حضرت علی و بنو ہاشم کے حق اور ان کی عظمت و جلالت کو جھوٹی احادیث وضع کرکے ضائع کیا گیا۔ اگر انکو تلوار سے قتل کر دیتے تو انکی عظمت و جلالت تو اسی طرح باقی رہجاتی۔

ان الناس دخلوا فی دین اللہ افواجا سیخرجون منہ افواجا۔ حدیث ۵۰۸ حدیث ۴۹۵۔ یعنی جس طرح دین اسلام میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہوئے تھے اسی طرح بہت جلد گروہ در گروہ دین اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

انکم ستبتلون فی اھل بیتی من بعدی۔ حدیث ۵۴۵ یعنی فوراً ہی میرے بعد میرے اہل بیت کے ذریعہ سے تمہارا امتحان لیا جائیگا اور تمہاری آزمائش ہوگی۔

میرے بعد کا زمانہ ایسا زمانہ ہوگا کہ جس میں ایک شخص صبح کو مومن اور شام کو کافر ہوگا۔ شام کو مومن ہے تو صبح کافر۔ اور لوگ نہایت قلیل شے پر اپنا دین فروخت کرینگے حدیث ۵۵۱ +

میرے بعد ہی میری امت پر ایسے فتنے غلبہ پائینگے کہ جس میں انسان کا دل اسی طرح مر جائیگا کہ جس طرح بدن مرتا ہے۔ حدیث ۵۵۲ +

تم تجدلنے لا یزال کہ میرے بعد میری اس مسجد کو اس طرح فتنے گھیر لینگے کہ جس طرح بھیڑیئے کیلئے گھر بناتے ہیں۔ والذی نفسی بیدہ لیخرجن من ھذا المسجد فتن کصیاصی البقر۔ حدیث ۵۶۱ یہ امر واقعہ ہے کہ اس ہی مسجد میں

بیٹھکر منصوبے باندھے جاتے تھے کہ کس طرح بنو ہاشم کو مغلوب کیا جائے کس طرح حضرت علی سے بیعت لی جائے یہیں بیٹھکر خلیفہ اول نے حضرت علی کے پاس اپنا غلام بھیجا تھا کہ آ کر بیعت کرلیں حضرت علی کے انکار پر یہیں سے ایک جماعت مسلمانوں کی آگ لیکر فاطمہ کا گھر جلانے چلی تھی۔ یہیں حضرت علی کو کشاں کشاں بیعت کیلئے لائے تھے یہیں آپکو بیعت نہ کرنے پر قتل کی دھمکی دی گئی تھی یہیں بیٹھکر قضیہ فدک کا فیصلہ کیا گیا تھا غرضیکہ آنحضرت کی رحلت کے بعد یہیں دربار خلافت قائم کیا گیا تھا۔ اور اس ہی جگہ خلافت کی گیند ایک دوسرے کی طرف اُچھالی گئی۔

آنحضرت نے فرمایا۔ ویل لبنی امیہ ثلاث مرات۔ بنی امیہ پر تین دفعہ لعنت حدیث ۶۹۰۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حکم اموی کی اولاد میرے منبر پر بندروں کی طرح اُچھل رہی ہے۔ حدیث ۶۹۵ یہ حکم اموی کتاب اللہ اور میری سنت کی مخالفت کریگا۔ اور اس کے صلب سے ایسے فتنے نکلینگے کہ جن کا دھواں آسمان تک پہنچیگا۔ اور آجکل بھی تم میں سے بہت لوگ اس کے پیرو ہیں۔ حدیث ۶۹۶

عنقریب میرے اہلبیت میرے بعد میری امت سے قتل و غارت دیکھینگے اور ہمارے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن بنو امیہ، بنو المغیرہ، و بنو مخزوم ہیں۔ حدیث ۷۰۱

عنقریب بنو عباس کیلئے مشرق سے رایات بلند ہونگے جن کا اول بھی ہلاک شدہ ہے اور جن کا آخر بھی ہلاک شدہ ہے۔ تم اُنکی مدد نہ کرنا۔ جو اُنکے علموں کے نیچے چلیگا۔ خدا اُسے روز قیامت جہنم میں ڈالیگا۔ تحقیق کہ وہ تمام مخلوق سے زیادہ شر والے ہیں۔ اُنکے پیرو بھی ایسے ہی ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ مجھ سے ہیں لیکن میں اُن پر تبرا بھیجتا ہوں اور اُنسے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ اور وہ مجھ سے بیزاری چاہتے ہیں۔ اُنکی علامت یہ ہے کہ کالے کپڑے پہنیں گے تم لوگ نہ تو اُن کی پیروی بازاروں میں کرنا۔ اور نہ رستوں میں اُن کے ساتھ رہنا۔ نہ اُن کو رستہ بتانا۔ نہ ان کو پانی پلانا۔ اُن کی آوازیں سکان سموات کو اذیت پہنچائینگی۔ حدیث ۷۲۶

بنو عباس کے دو علم ہونگے اُن کے اوپر کا حصہ کفر اور نیچے کا حصہ ضلالت

ہوگا۔ اگر تم اُن کا زمانہ پاؤ تو دیکھو گمراہ نہ ہونا۔ حدیث ۷۶۵ +

انتم اشبه الامم ببنی اسرائیل لترکبن طریقتهم حذو القذة بالقذة حتی لا یکون فیهم شیئ الا کان فیکم مثله حتی ان القوم لتمر علیهم المرأة فیقوم الیها بعضهم فیجامعها ثم یرجع الی اصحابه یضحك الیهم ویضحکون له حدیث ۱۱۷

ترجمہ۔ تم لوگ بنو اسرئیل سے بہت ہی مشابہ ہو۔ تم ضرور انکے طریقوں کی پیروی ایک ایک جو جو برابر اور قدم بقدم کروگے۔ یہانتک کہ کوئی شے ایسی نہ ہوگی جو اُن میں ہوئی ہو اور تم میں نہ ہو۔ یہانتک اگر ان میں ایسا ہوا ہوگا کہ انکے پاس سے کوئی عورت گزری۔ اُن میں سے ایک آدمی اُس عورت کی طرف گیا اور اس سے جماع کرکے اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آگیا۔ اور (بے حیائی سے) اپنے دوستوں کی طرف دیکھکر ہنسنے لگا اور اُس کے ساتھی اُس کی طرف دیکھکر ہنسنے لگے تو یقیناً تم بھی ایسا ہی کروگے +

آنحضرت نے نزدیک ترین مشابہت بلکہ یگانگت ثابت کرنے کیلئے یہہ مثال استعمال فرمائی تھی یعنی ایسی بے حیائی کی بات میں بھی جو عقلاً صریحاً بری ہے تم لوگ ان کی مشابہت و پیروی کروگے +

الله اکبر! هذا کما قالت بنوا اسرائیل لموسی اجعل لنا الٰها کما لهم الهة لترکبن سنن من قبلکم۔ حدیث ۱۲۱ ترجمہ۔ الله اکبر تم بنو اسرائیل کی پیروی کرتے ہو جس طرح انہوں نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک خدا بنادو جیسا کہ انکے پاس خدا ہیں +

الا ما بال اقوام یزعمون ان رحمی لا تنفع والذی نفسی بیده ان رحمی لموصولة فی الدنیا والآخرة انی فرطکم ایها الناس علی الحوض الا وسیجیئ اقوام یوم القیامة فیقول القائل منهم یا رسول الله انا فلان بن فلان فاقول اما النسب فقد عرفت ولکنکم ارتددتم بعدی رجعتم القهقری۔ حدیث ۴۳۶ +

ترجمہ کیا حال ہوگا اُن لوگوں کا جو گمان کرتے ہیں کہ میری رشتہ داری سے میرے رشتہ داروں کو کچھ فوقیت و فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میرا رشتہ دنیا و آخرت میں فضیلت پہنچاتا ہے ہاں خبردار۔ اے لوگو! میں حوض کوثر پر قیامت کے دن موجود ہونگا۔ وہاں ایک جماعت لائی جائیگی۔ اس جماعت کا ایک نمائندہ مجھ سے کہیگا کہ اے رسول خدا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میں جواب دونگا کہ میں نے نسب تو پہچان لیا ہے لیکن تم تو میرے بعد اسلام سے ہٹ گئے تھے اور اُلٹے پیر کفر کی طرف رجعت کر گئے +

یہ حدیث ہمارے دعوے کی مکمل طور سے تائید کرتی ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس ایک گہری سازش کا آخری نتیجہ تھا۔ وہ سازش یہ تھی کہ حضرت علی کو خلیفہ نہ ہونے دیا جائے۔ اور اس مقصد کے حاصل کرنیکی پہلی ترکیب و تدبیر یہ تھی کہ حضرت علی کی افضلیت و فوقیت کو لوگوں کی نظروں میں سے گرایا جائے اس تدبیر کو اس اصول پر قائم کیا تھا کہ رسول خدا کی رشتہ داری سے حضرت علی کو ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوئی۔ اور نہ ہونی چاہیئے۔ اس حدیث میں آنحضرت نے اس غلط خیال کی تردید فرمائی ہے۔

ہمارا یہ بھی دعوے ہے کہ جناب رسول خدا کے انتقال کے بعد مسجد نبوی میں اور حضرت عائشہ کے گھر میں لوگ بیٹھکر حضرت علی اور بنو ہاشم کو خلافت سے دور رکھنے کی ترکیبیں سوچا کرتے تھے۔ اور حضرت علی کی مخالفت کیلئے منصوبے باندھے جاتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کی تائید میں آنحضرت کی ایک حدیث پہلے گزری جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ قسم بخدا اس مسجد سے فتنے اس طرح اُٹھینگے جس طرح کاٹے کیلئے لوگ گھر بناتے ہیں۔ حضرت عائشہ کے گھر کی نسبت آنحضرت کی حدیث ملاحظہ ہو۔

عن ابن عمر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیت عائشۃ فقال راس الکفر من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان۔

مسند احمد حنبل جزو الثانی ص ۳ ۲۲ و ۲۲۔

الجزو الخامس ص ۱۶۔

صحیح بخاری کتاب الخمس باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی۔

ترجمہ۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا حضرت عائشہ کے گھر سے نکلے اور اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ کفر کا سر یہاں سے نکلیگا۔

حدثنا محمد بن عبد العزیز قال حدثنا ابو عمر الصنعانی من الیمن عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو دخلوا حجر ضب تبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاری قال فمن۔ صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الجزء الرابع ص ۰، طبع مصر۔

(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو) ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ البتہ تم اپنے اگلے لوگوں کی چال پر بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہونگے تو تم بھی انکی پیروی کروگے ہم نے عرض کی کہ یا حضرت کیا یہود و نصاریٰ کی چال پر چلیں گے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں تو پھر کون۔ یعنی یہود و نصاریٰ ہی مراد ہیں۔ انکی چال پر چلوگے۔

یہ حدیث دیگر کتب احادیث مثلاً صحیح مسلم و کنز العمال اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی درج ہے۔

ان احادیث میں فتنہ کے وہی معنی ہیں جو قرآن شریف کی آیات مندرجہ ذیل میں اس لفظ کے معنی ہیں۔

(۱) فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ (پارہ ۳ سورہ آل عمران ع ۱)

(۲) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ (پارہ نمبر ۲ سورۃ البقرہ ع ۲۴)

(۳) وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۴)
(۴) وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی تھی وہ فتنہ و فساد پھیلانے کی غرض سے قرآن شریف کی آیات کی غلط تاویل کیا کرتے تھے جبتک ملک میں فتنہ ہے اور فتنہ والے لوگ موجود ہیں۔ خدا کا دین قائم نہیں ہو سکتا۔ لہذا اُن سے لڑو اور اُن کو مغلوب کرو تاکہ فساد باقی نہ رہے اور ملک میں خالص دین خدا کا رہجائے۔ فتنہ و فساد قتل سے زیادہ سخت اور گناہ میں اُس سے زیادہ عظیم ہے۔

ان احادیث سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت اُن لوگوں کو کیسا خیال فرماتے تھے جو آپ کے بعد رہنے والے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ وہ فتنہ و فساد پیدا کرینگے۔ سارا ملک فتنہ و فساد سے مملو ہو جائیگا۔ اسلام اور ایمان والوں کی کیا بری حالت ہوگی۔ آپ نے صاف صاف فرما دیا کہ اُس زمانہ میں ہادی کی سخت ضرورت ہوگی۔ وہ ہی اس عام کفر کے خلاف واحد سپر ہوگی۔ آپ کو اپنے صحابہ کے دلونکی کیفیت سے یقین تھا کہ آپ کے اہلبیت کو سخت تکالیف و مصائب کا سامنا ہوگا۔ لوگ اُنکے مخالف ہو جائیں گے اور اُن کی مخالفت کی وجہ سے اسلام سے گروہ در گروہ خارج ہو جائینگے۔ اپنے بعد کے حاکموں کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اہلبیت سے مخالف کر کے ضلالت و گمراہی کی طرف لیجائینگے۔ اور اگر اس بات میں لوگ انکی اطاعت نہ کرینگے تو وہ اُنکو قتل کر دینگے۔ اس ہی مسجد میں بیٹھکر فساد کے منصوبے باندھے جائینگے۔ بنو اسرائیل اور امت موسوی کی تشبیہہ کس طرح ہر ایک مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے۔ صرف چالیس راتوں کی غیرحاضری کی وجہ سے ساری حضرت موسیٰ کی امت کافر ہوگئی۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ موسیٰ صرف میقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں ابھی واپس آجائینگے۔ آنحضرت کو یقین تھا کہ اسی طرح میرے بعد میری امت کی اکثریت رجعت قہقری کریگی اور میرے احکام کی نافرمانی کر کے کفر کی طرف عود کر جائیگی۔ کیا عقل سلیم یہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ

امور جانتے ہوئے آنحضرت نے اپنا جانشین اور امت کا ہادی مقرر نہ کیا۔ کیا آنحضرت کو یہ منظور تھا کہ اس آنے والے گمراہی وضلالت کی سیاہی اور بڑھ جائے اور اس ضلالت وگمراہی کی ذمہ واری آپ پر براہ راست عائد ہو جائے جیسی اُمت آپ چھوڑ گئے اُس کا نقشہ تو آپ نے کھینچ دیا۔ کیا اس امت کے ایمان وعدل واسلام پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا۔ اور آپ اُس پر بھروسہ کرکے اپنا جانشین اور امت کا ہادی مقرر نہ فرماتے۔

آنحضرت کی مشہور حدیث ہے :۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مرگیا اُس کی موت جاہلیت کے زمانہ کی ہے یعنی وہ کافر مرا۔ اس حدیث کی صحت پر تمام امت اسلامیہ کا اجماع ہے

مسند امام احمد حنبل میں مسند عبداللہ ابن عمر۔

نواب محمد صدیق حسن خان: اکلیل الکرامۃ فی تبیان مقصد الامامۃ ص ۴۰ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال

کیا یہ محال عقلی نہیں ہے کہ جناب رسول خدا امت پہ تو اتنی سختی کریں کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اُس نے گویا خدا کو نہ پہچانا اور وہ کافر مرا۔ اور خود امت کو یہ بھی نہ بتائیں کہ میرے بعد کون امام وہادیٔ امت ہوگا۔ اور یہ بھی نہ بتائیں کہ میرے بعد جو زمانہ آئیگا اُس زمانہ کے اور اس کے بعد کے زمانوں کے اماموں کی شناخت کیا ہے۔ اگر وہ امام لوگوں کی رائے سے منتخب ہوتا تھا یا اُس سے دنیاوی بادشاہ مقصود تھا تو پھر شناخت کو اتنی اہمیت دینی بیسود تھی جو جس کیلئے رائے دیگا اُس کو پہلے معلوم کرلیگا۔ اور بادشاہ کی تلوار خود ہی شناخت کرالیگی۔ معرفت کا لفظ بتا رہا ہے کہ لوگ جھوٹے اماموں کو نصب کرکے اصلی اور سچے اماموں کے ساتھ مخلوط کردینگے۔ اس وقت صحیح امام کی معرفت کیلئے جزا ہے اور عدم معرفت کی سزا۔ اندریں صورت انکا نام ونشان بتانا نہایت ضروری تھا۔ ورنہ امت پر حجت قائم نہ ہوتی۔ بلکہ خداوند تعالیٰ پر بندوں کی حجت باقی رہجاتی

کہ تیرے رسول نے تو ہم کو بتایا نہیں کہ وہ امام کون ہونگے۔ لہذا جو ہم کو خوش کر سکا اُس کو ہی ہم نے امام مان لیا۔ اور جب قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہو تو جناب رسول خدا اپنے خدا کو کیا جواب دیتے اور اپنی امت کو یہ کیونکر کہتے کہ میں حوض کوثر پر سے نافرمان صحابہ کو ہنکا دونگا +

آگے چلئے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس کی جو ہست و بود ہی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اکابر صحابہ کو جانشین رسول کے تقرر کی اہمیت کا اندازہ بہت تھا تھا کہ انہوں نے جسد اطہر رسول کو بے غسل و کفن چھوڑ کر خلافت کی گیند لپکنے جانا مناسب سمجھا۔ **صواعق محرقہ** جماعت حکومت کی نہایت مستند کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۹ پر مقدمہ ثانیہ کے عنوان کے تحت میں مندرجہ ذیل عبارت پائی جاتی ہے:

المقدمة الثانية ۔ اعلم ایضاً ان الصحابة رضوان اللہ علیہم اجمعوا علی ان نصب الامام بعد انقراض زمن النبوة واجب بل جعلوه اهم الواجبات حیث اشتغلوا به عن دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم واختلافهم فی التعیین لا یقدح فی الاجماع المذکور ولتلک الاهمیة لما توفی رسول اللہ صلی اللہ فام ابوبکر خطیباً کما سیاتی۔ فقال ایها الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حیٌّ لا یموت لابد لهذا الامر ممن یقوم به فانظروا وهاتوا آراءکم فقالوا صدقت ننظر فیه ثم

مقدمہ ثانیہ یہ بھی تجھے جاننا چاہیے کہ تمام صحابہ رسول اللہ نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونیکے بعد امام کا مقرر کرنا واجب ہے بلکہ ان اصحاب رسول نے اس امر کو اہم واجبات سے شمار کیا ہے جب ہی تو وہ دفن و کفن رسول کو چھوڑ کر اسکی طرف مشغول ہو گئے۔ امام کے تعین میں جو انکا اختلاف ہوا وہ اختلاف اس اجماع کو ناقص نہیں کرتا۔ اور اسی اہمیت کی وجہ سے جب جناب رسول خدا نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا جیسا کہ آگے تحریر ہے پس انہوں نے کہا کہ اے لوگو! تم میں سے جو محمد کی عبادت کرتا تھا اُسے جاننا چاہیے کہ محمد مر گئے اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے وہ معلوم کرے کہ خدا زندہ ہے کبھی نہیں مریگا۔ یہ ضروری ہے کہ اپنا امام قائم کرو۔ پس اپنی رایوں کو جمع کر دو اور پیش کرو۔ لوگوں

ذلك الوجوب عندنا معشر اهل السنة والجماعة وعند اكثر المعتزلة بالسمع اى من جهة التواتر والاجماع المذكور وقال كثير بالعقل وجه ذلك الوجوب انه صلى الله عليه وسلم امر باقامة الحدود وسد الثغور وتجهيز الجيوش للجهاد وحفظ بيضة الاسلام۔

نے جواب دیا کہ تم نے یہ درست کہا ہم اس میں صلاح کرتے ہیں۔ ہم اہلسنت وجماعت و معتزلہ کے نزدیک نصب امام کا وجوب بذریعہ سمع تواتر و اجماع مذکور کے بھی ثابت ہے اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ عقلاً بھی واجب ہے کیونکہ جناب رسول خدا نے حدود یعنی سزائیں قائم کیں۔ ملک کی حفاظت کیلئے احکام صادر فرمائے لشکر کی تیاری بغرض جہاد اور مذہب اسلام کی حفاظت کیلئے بھی حکم دیا۔

حضرت ابوبکر کا یہ خطبہ بہت پُر معنی و مطالب ہے۔ یہ پہلی کوشش ہے لوگوں کو آل رسول کی محبت سے روکنے کی۔ آنحضرت نے انتقال فرمایا۔ اُنکے اہل و عیال وامت اُنکے ماتم میں مشغول ہیں۔ تقاضائے محبت و اُلفت بھی یہی تھا بھلا اس محبت و الفت کو عبادت کا لفظ دیکر مکروہ بنانے کے کیا معنی۔ اور پھر اُسکو عبادت خدا کے مقابل میں لاکر کھڑا کر دیا تاکہ اُس کی طرف جانے سے لوگ ڈریں۔ فطرت انسانی ہے کہ مرنے والے سے جو الفت ہوتی ہے پھر اُسی وقت وہ اُس کے آل و اولاد کی طرف منتقل ہونے لگتی ہے۔ اگر کسی کا محبوب بھائی مرجائیگا۔ تو قدرتاً اُس کو اس بھائی کی اولاد کی طرف کشش ہوگی۔ اور اُلفت بڑھ جائیگی۔ اس خطبہ کا مقصد یہ تھا کہ اِس جذبۂ اُلفت و عشق کا رخ آل رسول کی طرف نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ حضرت فاطمہ کو جاکر پُرسا دیں اور بیعت علی کا خیال آجائے۔ فوراً اُنکے خیالات کا رخ دوسری طرف کر دیا۔ اور اُن کو جانشین رسول مقرر کرنے کا اختیار ملنے کی توقع دلاکر انکے دماغ کو اہم باتوں میں مشغول کر دیا خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر اور اُن لوگوں کو تقرر حاکم و خلیفہ کی اہمیت کا بہت احساس تھا۔ یہ کیوں ضروری تھا؟ اس وجہ سے کہ جناب رسول خدا نے احکام سیاسی و تمدنی جاری کئے ہوئے تھے۔ ملک کی حفاظت کا حکم دیا ہوا تھا۔ اسلام کی حفاظت کا حکم دیا ہوا تھا لشکر اور فوجیں جہاد کیلئے تیار

کرنیکے احکام دئے ہوئے تھے۔ ان احکام کا نافذ کرانے والا ضرور کوئی ہونا چاہیئے یہ ہم
بھی کہتے ہیں ضرور ہونا چاہیئے لیکن قربان جائیے اس منطق کے حضرت ابوبکر کو اور
اُن لوگوں کو تو ان احکام کے نافذ کرانے کی ضرورت کا خیال آگیا لیکن خود ان احکام
کے صادر کرنے والے کو اس ضرورت کا احساس نہ ہوا۔ اگر احساس ہوتا تو وہ اپنا
جانشین ہی نہ مقرر کردیتے جس طرح حضرت ابوبکر نے کرنے کی کوشش کی یہ بھی
محال عقلی ہے یا نہیں +

یہ مسلمات تاریخیہ میں سے ہے کہ حضرات شیخین تجہیز و تکفین رسول کو چھوڑ کر
سقیفہ بنی ساعدہ میں معرکہ آرائی کیلئے چلے گئے۔

فلما فرغ ابوبکر من البیعة رجع الی المسجد
فقعد علی المنبر فبایعه الناس حتی امسی
وشغلوا عن دفن رسول الله صلعم حتی کان
اخر اللیل من لیلة الثلثاء من الصبح۔

حسین دیار بکری:۔ تاریخ خمیس الجزء الثانی ص ۱۸۸۔
الفاروق حصہ اول ص ۶۵۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ مقصد ثانیہ ص۹

جب حضرت ابوبکر کو بیعت سے فراغت حاصل
ہوئی تو وہ سقیفہ بنی ساعدہ سے واپس آئے۔ اور
مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لیگئے۔ اور وہاں بھی
لوگ انکی بیعت کرتے رہے حتی کہ دن گذر گیا۔ اور
اس مشغولیت نے لوگوں کو دفن رسول میں شریک ہونے
سے محروم رکھا۔ آخر شب سہ شنبہ صبح تک حضرت
ابوبکر اخذ بیعت میں مشغول رہے +

عن عروة قال ابوبکر و عمر رضی الله عنهما لم یشهدا
دفن النبی صلعم وکانا فی الانصار فدفن قبل ان
یرجعا۔

علی المتقی کنز العمال الجزء الثالث حرف الخ کتاب
الخلافت ص ۱۴۰ حدیث ۲۳۲۵
سیرة الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۳۹۲ و ۳۹۴
محمد بن جریر الطبری:۔ تاریخ الامم والملوک جزء الثالث
ص ۱۹۸ و ۲۰۱
ابن الاثیر:۔ تاریخ کامل۔ جزء الثانی۔ ص ۱۲۴

عروہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے دفن کے
وقت حضرات ابوبکر و عمر موجود نہ تھے۔ بلکہ اس
وقت وہ دونوں مجمع انصار میں خلافت کے لئے
جھگڑ رہے تھے اور ان دونوں حضرات کے وہاں سے
آنے سے پہلے جناب رسول دفن ہو چکے تھے۔

اما وجوبه ای الامام علینا سمعا
فلوجهین انه تواتر اجماع المسلمین
فی الصدر الاول بعد وفات النبی علی

امام کا ہمارے لئے نقلاً و سماعاً واجب ہونا دو وجہ سے
ہے۔ ایک یہ کہ اس پر اجماع مسلمین کا بہ تواتر
ثابت ہے کہ زمانہ اولیٰ یعنی بعد وفات نبی صلعم سے

لامتناع خلو الوقت عن خليفه و	کوئی وقت خلیفہ اور امام حق سے خالی نہیں رہا چنانچہ
امام حتی قال ابوبکر فی	حضرت ابوبکر نے اپنے مشہور خطبہ میں کہا تھا کہ
خطبته المشهورة الا ان محمدا	خبردار محمد تو وفات پا گئے۔ شریعت کے لئے
قدمات ولا بد لهذا الدين ممن يقوم	ضروری ہے کہ اس دین کا قائم رکھنے والا ایک
به فبادروا الكل الى قبوله	دایہ موجود ہو۔ پس سب نے اس کو قبول کیا اور کسی نے
لم يقل احد لا حاجة الى ذلك	نہیں کہا کہ اب اس کی ضرورت نہیں بلکہ سب
بل اتفقوا عليه وبادروا الى سقيفه	اس پر متفق ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے
بنی ساعده وتركوا اهم الاشياء وهو	اور اس کام کے آگے سب سے اہم چیز یعنی
دفن رسول الله. شرح مواقف۔	دفن رسول کو بھی صحابہ نے ترک کر دیا

ان بزرگواروں کی منطق ایسی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ کبھی ہمکو اپنا جملہ معترضہ بیچ میں ڈالنا پڑتا ہے۔ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد تو یک لخت حضرت ابوبکر کو امام کی ضرورت کا خیال پیدا ہو گیا جب یہی بات جناب رسول خدا نے اپنے مرض الموت میں فرمائی تھی اور اپنے جانشین کی بابت وصیت تحریر کرنی چاہی تو کیوں یہ بزرگوار مانع ہوئے اور حسبنا کتاب اللہ کہکر مخالفت کی۔ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد کتاب اللہ کہاں گئی۔ اور فقرہ حسبنا کتاب اللہ کیوں یاد نہ رہا بجائے سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر اپنی تعریف کرنیکے مسجد نبوی میں قرآن لیکر بیٹھ جاتے کہ آؤ اس کے مطابق فیصلہ کریں +

غرضیکہ معلوم ہوا کہ یہ طے شدہ امر ہے کہ تقرر جانشین رسول بہت اہم فریضہ تھا۔ اور اس کا احساس تمام امت کو تھا۔ اب حضرت ابوبکر کا انتقال ہوتا ہے۔ وہ ضرورت امام کو محسوس کر کے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ یہی نہیں کہ انکو اس ضرورت کا احساس تھا۔ بلکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ خدا وند تعالی کے یہاں اس کی بازپرس ہوگی کہ تم نے میری خلوق پر کیسے آدمی کو حاکم مقرر کیا تھا +

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمه عن   اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر کہتی ہیں کہ طلحہ حضرت

ابن اسحاق عن الزهری عن القاسم بن
محمد عن اسماء بنت عمیس قالت دخل طلحة
بن عبد اللہ علی ابی بکر فقال
استخلفت علی الناس عمر وقد رأیت
ما یلقی الناس منہ وانت معہ فکیف
بہ اذا خلا بہم وانت لاق ربک
فسائلک عن رعیتک فقال ابو بکر و
وکان مضجعا اجلسونی فاجلسوہ
فقال لطلحة ابا للہ تخوفنی اذا لقیت اللہ
ربی فسألنی قلت استخلفت علی اهلک خیر اهلک
محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص ۵۲
حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۲۶۹

ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے عمر کو لوگوں پر حاکم
بنا دیا ہے۔ حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ جب کہ تم
موجود تھے تب بھی لوگوں نے اُن سے کیا دکھ
اُٹھائے۔ اور اب کیا ہوگا کہ تم موجود نہ ہوگے
اور وہ خودمختار ہوں گے۔ تم اپنے پروردگار سے
ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہاری رعایا کے متعلق
سوال کریگا۔ ابوبکر اسوقت لیٹے ہوئے تھے۔
انہوں نے کہا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھا دو۔ لوگوں نے
انہیں اُٹھا کر بٹھا دیا۔ تو انہوں نے طلحہ سے کہا
کہ تو مجھکو خدا سے ڈراتا ہے۔ جب میں اپنے خدا
سے ملونگا تو کہونگا کہ میں نے تیری مخلوق پر تیرے
بہترین بندے کو حاکم بنا دیا ہے +

دخل علیہ المهاجرون والانصار حین
بلغہم انہ استخلف عمر فقالوا نراک
استخلفت علینا عمر وقد عرفتہ وعلمت
بوائقہ فینا وانت بین اظهرنا فکیف
اذا ولیت علینا وانت لاق اللہ فسألک
فما انت قائل۔
ابن قتیبہ: کتاب الامامة والسیاسة۔
ص ۱۹۔

جب مہاجرین و انصار نے سنا کہ حضرت ابوبکر نے
حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے تو وہ حضرت ابوبکر کے
پاس آئے اور کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے ہمارے اوپر عمر کو
حاکم مقرر کر دیا ہے حالانکہ آپ عمر کو جانتے ہیں اور
ان مظالم و فتنہ و فساد سے بھی آگاہ ہیں۔ جو عمر نے
ہمارے اوپر کئے ہیں۔ یہ تو جب تھا کہ تم ہم میں تھے جبکہ
تم نہ ہوگے تو وہ کیا کچھ نہ کر ڈالینگے۔ تم اب خدا سے ملاقات
کرنے والے ہو جب خدا تم سے پوچھیگا تو تم کیا جواب دوگے؟

جماعت اہل حکومت کے ہندی مورخوں میں سے مولوی شبلی مرحوم بہت پایہ
کے مورخ سمجھے گئے ہیں جنہوں نے تاریخ و مناظرہ کو اچھی طرح خلط ملط کرکے دونوں کو
خوب مسخ کیا ہے۔ انہوں نے الفاروق میں لکھا ہے: حضرت ابوبکر کو مدتوں کے تجربہ

سے یقین ہو گیا تھا کہ خلافت کا بارِ گران حضرت عمر کے سوا اور کسی سے اُٹھ نہیں سکتا۔

الفاروق حصہ اول مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ص ۷۲ +

ان کی پوری عبارت پر ہم نے اس کتاب کے باب سیزدہم میں تنقید کی ہے اتنا ہی ضروری تھا۔ مدتوں کے تجربہ کی بجائے اگر سقیفہ بنی ساعدہ کا تجربہ کہتے یا دہ صحیح تھا۔ بہرحال مدت خلافت ہی کو لیلو۔ حضرت ابوبکر کو اپنی ڈھائی سال کی خلافت کے تجربہ سے تو حضرت عمر کی لیاقت معلوم ہو گئی۔ لیکن جناب رسول خدا کو اپنے عمر بھر کے تعلقات سے حضرت علی کی لیاقت نہ معلوم ہوئی۔ کاش حضرت عمر ہی کی لیاقت معلوم ہو جاتی کسی کو خلیفہ تو مقرر کر جائے +

اب حضرت عمر کا وقت آتا ہے۔ انکا تو کہنا ہی کیا ہے۔ وہ تو ہر وقت اپنے جانشین کے انتخاب کے فکر میں غلطان و پیچان رہتے تھے۔ مولوی شبلی کہتے ہیں :۔

"اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عمر سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جائیں حضرت عمر نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے بار بار لوگوں نے انکو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں۔ اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطان پیچان ہیں"۔

الفاروق حصہ اول صفحہ ۲۰۲ +

مولوی شبلی کی پوری عبارت پر جس کا انتخاب مندرجہ بالا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کتاب کے باب سیزدہم میں تنقید کی گئی ہے +

فلما احس بالموت قال لابنه اذهب الی عائشه واقرئها منی السلام و ستاذنها ان اقبر فی بیتها مع رسول الله صلعم و ابی بکر فاتاها عبد الله بن عمر	جب حضرت عمر نے موت کو قریب دیکھا تو اپنے لڑکے سے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس جاؤ۔ میرا سلام کہو اور اُن سے اجازت مانگو کہ میں انکے گھر میں جناب رسول خدا اور ابوبکر کے پاس دفن کر دیا جاؤں۔ پس عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ کے پاس آئے

فاعلمها فقالت نعم وكرامة ثم قال لها بنية
ابلغ عمر سلامي وقل له لا تدع امة
محمد بلا راع استخلف عليهم ولا
تدعهم بعدك هملا فاني اخشى عليهم
الفتنة فاتى عبد الله فاعلمه فقال
ومن تامرني ان استخلف لو ادركت
ابا عبيدة بن الجراح باقيا استخلفته
ووليته فاذا قدمت ربي فسألني و
قال من وليت على امة محمد قلت
اي ربي سمعت عبدك ونبيك
يقول لكل امة امين وامين
هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح
ولو ادركت معاذ بن جبل
استخلفته فاذا قدمت على
ربي فسألني من وليت على امة
محمد قلت اي ربي سمعت عبدك
ونبيك يقول ان معاذ بن جبل
ياتي بين يدي العلماء يوم
القيامة ولو ادركت خالد
بن الوليد لوليته فاذا قدمت
على ربي فسألني من وليت
على امة محمد قلت اي
ربي سمعت عبدك ونبيك

اور یہ پیغام پہنچایا۔ انہوں نے کہا سر آنکھوں سے بڑی
خوشی سے اور کہا اے بیٹے عمر کو میرا سلام پہنچانا
اور کہنا کہ امت محمدیہ کو بغیر محافظ کے نہ چھوڑ جانا
اپنا جانشین ان پر مقرر کر دو۔ اپنے بعد انکو
حیران اور بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا۔ مجھے ڈر ہے
کہ فتنہ نہ پیدا ہو پس عبد اللہ آئے اور حضرت
عمر کو یہ پیغام پہنچایا۔ حضرت عمر نے کہا کہ کس خلیفہ
مقرر کرنے کا حکم عائشہ نے دیا ہے۔ اگر ابو
عبیدہ بن الجراح میرے زمانہ میں ہوتے تو میں
انکو خلیفہ مقرر کرتا اور جب اپنے خدا کے پاس
میں جاتا اور خدا مجھ سے پوچھتا کہ امت محمدیہ
تم نے کس کو حاکم مقرر کیا تو میں کہتا کہ اے
میرے خدا اس شخص کو جس کی بابت تیرے بندہ
اور رسول کو میں نے یہ کہتے سنا تھا کہ ہر ایک امت
کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین
ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔ یا اگر معاذ بن جبل زندہ
ہوتے تو میں انکو مقرر کرتا اور جب میں اپنے خدا
کے دربار میں حاضر ہوتا اور وہ مجھ سے پوچھتا کہ تم
نے محمد کی امت پر کس کو حاکم مقرر کیا تو میں جواب
دیتا کہ اے میرے رب اس کو مقرر کیا ہے جسکی
بابت تیرے بندہ اور رسول کو میں نے یہ کہتے سنا تھا
کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل علماء کے گروہ میں
ہوگا۔ یا اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے تو میں انکو خلیفہ

لقول خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ سلہ علی المشرکین۔

ابن قتیبہ: کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۲۔

مقرر کرتا اور جب میں خدا کے حضور میں حاضر ہوتا اور وہ مجھ سے دریافت کرتا کہ محمد کی امت پر کسکو حاکم مقرر کیا ہے تو میں جواب دیتا کہ اے میرے خدا اسکو جسکی بابت میں نے تیرے بندہ اور رسول کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ خالد بن ولید خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسکو خدا نے مشرکین پر کھینچ رکھا ہے

اس عبارت پر ہم نے اس کتاب کے باب سیزدہم میں بحث کی ہے یہاں صرف چند امور کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں:۔

جناب رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی حضرت ابوبکر کو بھی خیال آگیا حضرت عمر کو بھی خیال آگیا۔ انصار کو بھی خیال آگیا۔ غرض کہ امت کے بچے بچے کو یقین ہو گیا کہ تقرر جانشین رسول و والی امور مسلمین ضروری ہے بغیر کسی اور کے جتانے کے یہ خیال آگیا۔ جناب رسول خدا نے اپنے مرض الموت میں اسی ضرورت کی طرف توجہ دلا کر اپنی وصیت لکھنی چاہی تو فرما دیا گیا کہ یہ تو مرض کے ہذیان کی وجہ سے آنحضرت فرما رہے ہیں۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ محض کتاب خدا ہی کافی ہے۔ جب آنحضرت نے چند دنوں کے بعد انتقال فرمایا تو سب کو یک لخت خیال آگیا کہ امت کیلئے تو ایک ہادی و حاکم کی ضرورت ہے۔ پھر ان بزرگوں میں سے کسی نے نہ کہا کہ حسبنا کتاب اللہ۔ اور نہ ہی اپنے اس قضیہ کے طے کرنے کے لئے کتاب خدا کی طرف رجوع کیا۔ اب تو حضرت عائشہ نے حضرت عمر کو صلاح دی کہ محمد کی امت کو بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا چاہیئے۔ ورنہ فتنہ و فساد پیدا ہوگا۔ اپنے شوہر بزرگوار سے یہ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دو اور دو چار کی طرح نتیجہ نکلا نکلا کہ آنحضرت سے یہ کسی نے اس وجہ سے عرض نہ کیا کہ سب کو معلوم تھا کہ آنحضرت حضرت علی کو اپنا جانشین مقرر فرما چکے ہیں۔ ابھی دو مہینے کے قریب ہی عرصہ گذرا کہ اس کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ اب ان سے کیا پوچھیں اور انکو کیا صلاح دیں۔ اب تو

اس جماعت کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی تدبیر سے حضرت علی کو حکومت نہ ملے۔ نعرہ تھا
حسبنا کتاب اللہ اپنے وقت پر کام کر چکا تھا اب اس کی نہ تو ضرورت تھی اور نہ
اس سے اس مقصد میں کچھ نفع حاصل ہو سکتا تھا۔ یا دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ
آنحضرت پر بھروسہ نہیں تھا نہ [illegible] یہ عرض نہ کی
حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر بھروسہ تھا [illegible] لوگوں نے بھی حضرت
عائشہ نے بھی عرض کی کہ آپ اپنا جانشین مقرر [illegible] ہم آخر [illegible] پر چھوڑتے ہیں کہ
فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں سے کونسی صحیح و درست وجہ تھی۔ ایک اور بات بھی
ملاحظہ ہو۔ جو کل کے مسلمان تھے اُن کو تو یہ ڈر خیال پیدا ہوا کہ مرنے کے بعد ہم سے
خداوند تعالیٰ دریافت کریگا کہ تم نے محمد کی امت کو کس کے حوالے کیا اور وہ بلا مقرر کئے چلے گئے لیکن
خود محمد کو نہ یہ ڈر ہوا اور نہ یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے یہ سوال خداوند تعالیٰ کے دربار میں
کیا جائیگا۔ کیا آپ اس کو مانتے ہیں۔ اب فرمایئے عدم استخلاف کا عقیدہ محال عقلی ہے
یا نہیں۔ غور کیجئے۔ جناب رسول خدا کا تعلق خداوند تعالیٰ سے براہ راست بذریعہ
وحی تھا۔ اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے رسول مقرر کرکے بھیجا تھا۔ اس رسول کی
جتنی عمر ہونی تھی وہ بھی اُسے معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم تھا کہ دس یا بیس سال کی تعلیم میں
ان لوگوں کی قلب ماہیت ناممکن ہے۔ اس رسول کے بعد بھی ہدایت کی ضرورت
ہوگی۔ لہٰذا اس نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ تمہارے بعد تمہارا جانشین علی ہوگا۔ اسکا
اعلان کردو۔ آنحضرت نے بمقام غدیر خم اس حکم کی تعمیل نہایت عمدہ طریقہ پر کردی اور
بری الذمہ ہوگئے۔ امت کی اکثریت نے بوجوہات چند در چند جن کا ذکر اس
کتاب میں کیا گیا ہے اس حکم سے سرتابی کی۔ یہ عقیدہ مطابق عقل و واقعات
ہے۔ یا وہ جس کا محال عقلی ہونا ہم نے ابھی ثابت کیا۔ اگر آنحضرت اپنا جانشین
مقرر کرنا بھول گئے تو خداوند تعالیٰ کو بھی یاد نہ آیا اور اپنے نبی کو نہ جتایا کہ اپنا
جانشین تو مقرر کرتے جاؤ۔ قرآن حکیم کا تو یہ دعوے ہے کہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا
يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (پارہ ۷ سورۃ الانعام ع ۷) لیکن قرآن شریف کو

الہامی کتاب ماننے والے۔ اس کو کتاب اللہ جاننے والے۔ اس کی جماعت کے قائل حسبنا کتاب اللہ کہنے والے کہتے ہیں کہ نہیں۔ اس میں جانشینی رسول کا تذکرہ کہیں نہیں ہے۔ رطب و یابس اس میں ہے ہوا کرے جانشینی اس قابل نہیں کہ اس میں جگہ پائے۔ اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر حسبنا کتاب اللہ کا دعوے کیسا۔ جانشینی رسول کا تو وہ مسئلہ تھا جس نے شجر اسلام کی جڑ کو ہلا دیا۔ اس کی وجہ سے ایسا افتراق دین میں پڑا کہ قیامت تک یہ رخنہ اس میں قائم رہیگا۔ اتنا کشت و خون ہوا کہ دنیائے اسلام کے ایک ایک گھر سے ابتک رونے کی صدا آتی ہے مسلمانوں کیلئے اتنے عظیم الشان اور دور رس نتائج اپنے میں مضمر رکھنے والا مسئلہ اور مسلمانوں کی اس الہامی کتاب میں اس پر کوئی حکم نہ بیان کیا گیا ہو جس کتاب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر ایک رطب و یابس کا ذکر اس میں ہے۔ اور اس کتاب کی بیجا خاموشی کا ادعا وہ فرقہ کرے جس کا مرشد اعظم جناب رسول خدا کے بستر مرگ پر یہ کہے کہ حسبنا کتاب اللہ۔ یہی نہیں کہ صرف اس جماعت ہی کا یہ ادعا ہے کہ جانشینی رسول کا تذکرہ کتاب اللہ و احادیث رسول میں نہیں ہے۔ بلکہ خود حسبنا کتاب اللہ کہنے والا کہہ گیا کہ جانشینی رسول کا ذکر نہ تو قرآن میں ہے اور نہ اقوال رسول میں۔ اسی وجہ سے تو ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر اسکا تصفیہ کیا۔ عقل انسانی حیران ہے کہ کس کو زیادہ نظر استعجاب و حیرت سے دیکھے۔ آیا آنحضرت کے اس مزعومہ فعل اور قرآن شریف کی اس مفروضہ خاموشی کو۔ یا مسلمانوں کی اس دیدہ دلیری کو کہ اپنے رسول اور اپنے خدا کے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں۔ چونکہ جماعت اہل حکومت نے سقیفہ بنی ساعدہ کے قائم کردہ حکام کی اطاعت کو اپنا مذہب بنا لیا ہے۔ لہٰذا سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کی اہمیت کو برقرار رکھنا اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ یا تو جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں یا جوش مذہب تعصب سے مغلوب ہو کر ان کی عقل اس الزام کو دیکھ ہی نہیں سکتی جو آنحضرت پر اس بے توجہی و غفلت کی وجہ سے عائد ہوتا ہے کہ فاتح کہا کرتے تھے کہ (معاذ اللہ)

محمد (صلعم) تو فقط دنیا کی وجاہت اور اپنے عیش و آرام کے طالب ہیں کس کا دین کس کی وحی کیسا جبرئیل۔ یہ تو ساری کہانی ہے سقیفہ کے مسلمانوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر نے محبت اسلام کی وجہ سے جناب رسول خدا کے جانشین مقرر کرنے کی طرف توجہ کی۔ اس ہی وجہ سے اپنا جانشین مقرر کیا حضرت عمر اس ہی فکر میں ہمیشہ غلطان و پیچان رہے کہ کس کو امت محمد کا والی و حاکم اپنے بعد مقرر کریں۔ حضرت عائشہ کو بھی پہلا خیال یہ آیا کہ امت محمد بغیر نگہبان و محافظ کے نہ چھوڑی جائے لیکن جناب رسول خدا نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی نہ تو خود اپنا جانشین مقرر کیا اور نہ امت کو بتایا کہ کس کو یا کس طرح یا کن اصول کو مدنظر رکھکر اپنا والی و حاکم مقرر کرنا۔ کفار و منافقین کی اس الزام کی تائید کرتا ہے ✦

علاوہ اس کے اسلام کا متعدد فرقوں میں منقسم و متفرق ہو کر کمزور ہو جانے اور قرآن شریف کے صحیح معانی کا بہت سی تاویلوں میں دب کر مفقود ہو جانے کا الزام بھی اس بے توجہی کی وجہ سے آنحضرت پر عائد ہوتا ہے۔ جب رسول خدا نے اپنا اصلی جانشین نہ منتخب کیا۔ اور قرآن شریف کی صحیح تاویل جاننے اور علم کامل رکھنے والے شخص کا نشان اپنی امت کو نہ بتایا تو امت کا ہر شخص حق بجانب تھا کہ خلیفہ رسول ہونیکا دعوے اور قرآن حکیم کے صحیح علم رکھنے کا ادعا کرے۔ اور لوگ حق بجانب تھے کہ جس کو ہی چاہتے اپنا خلیفہ مانیں اور جس کو ہی چاہے اپنا خلیفہ نہ مانیں۔ قرآن حکیم کی جو تاویل اُن کے دنیوی اور دنیاوی فوائد کی ممد و معاون ہو اُس کو قبول کریں اور جو تاویل اُن کے مقاصد کے خلاف ہو اُس کو رد کریں۔ چنانچہ عدم استخلاف کے مغالطہ کے عام ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہی ہوا۔ اور اسلام صدہا فرقوں میں منقسم ہو گیا۔ یہاں تک کہ جن اصولوں پر ہر ایک شخص کو خلیفہ رسول بننے کا مجاز سمجھا گیا۔ اُن ہی اصولوں پر زیادہ ہمت و جرأت رکھنے والے انسانوں کے دل میں نبی بننے کا شوق پیدا ہونے لگا ✦

عوام الناس عقیدہ استخلاف کے خلاف عام طور سے دو اعتراض کیا کرتے ہیں وہ یہ ہیں:-

(۱) یہ مان لینے سے کہ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد امت کی اکثریت نے حضرت علی کی حکومت سے اعراض کرکے عصیان خدا و رسول کیا جناب رسول خدا کی تعلیم پر الزام لازم آتا ہے۔ کیا آپ کی تعلیم کا انتہائی اثر تھا۔ کہ اِدھر آپ کی آنکھ بند ہوئی اُدھر امت کی اکثریت نے رجعت قہقری کی؟

(۲) اگر خدا اور رسول نے حضرت علی کو خلیفہ منتخب فرما دیا تھا تو کیا حضرت ابوبکر و عمران سے بھی زیادہ طاقت و قدرت والے تھے۔ کہ مشیت ایزدی کو چلنے نہ دیا اور خود خلیفہ بن گئے +

یہ دونو اعتراضات جہلاء کے ہیں۔ علماء کبھی ایسے اعتراض نہیں کرینگے چونکہ آجکل کے بڑے بڑے تعلیمیافتہ حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں لہٰذا ہم اُن کا جواب دیتے ہیں:-

اعتراض اول۔ آنحضرت کو اپنی نبوت کے تیئیس سال میں سے صرف دس سال آزادی سے کام کرنے کے ملے تھے۔ اور ابھی صرف ۲ سال ہی ہوئے تھے کہ مکہ فتح ہوا تھا۔ اس قلیل عرصہ میں عرب قوم کی فطرت کی قلب ماہیت ناممکن تھی۔ اور نہ یہ آپ کا ارادہ تھا۔ اور نہ ہی یہ مشیت الٰہی تھی۔ علامہ مشرقی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف یعنی تذکرہ میں قرآن کریم اور جناب رسول خدا کی تعلیم نے جو عرب کی حالت میں تبدیلیاں پیدا کردی تھیں اُن کا مختصر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کا ناقابل انکار معجزہ تھا۔ مگر عرب کی جبلت و طبیعت کو کون بدل سکتا تھا۔ وہ عادتیں اور خصوصیتیں جو اُن کی فطرت میں ہزار دو ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشم زدن میں اُن سے رخصت ہو کر بالکل نہ چھوڑتیں وہ ملی اوصاف جو قرآن اور صدیوں سے اُن کی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے اُن کے بعض میلانات کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے قرآن کی فتح [illegible] تعلیم کی انتہا [illegible]

میں عرب اپنی ظاہری عبادات اور رسومات کو بدل سکتے تھے۔ اپنے آبائی روایات و معتقدات کو بادی النظر میں تبدیل کر سکتے تھے۔ اپنے داخلی مناقشات اور قبائلی تنازعات کو علی رؤس الاشہاد ترک کر سکتے تھے۔ بلاغت و فصاحت کے ذاتی ادعا کو بھی طوعاً و کرہاً خیرباد کہہ سکتے تھے۔ مگر طبائع کے باطنی رجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے...... وہ دراصل اسی مٹی میں رہنے والے وہم زدہ لوگ اور قریب قریب اسی آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے جنہوں نے وادی سینا میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لیکر اس کی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے مطابق اللہ سے انکار اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی"۔ تذکرہ۔ مقدمہ ص ۶۷ و ۶۹ +

جن الفاظ کے نیچے ہم نے لکیر کھینچدی ہے۔ اُن پر غور کرنے سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔ کہ جتنی بھی تبدیلیاں عرب میں ہوئیں۔ وہ بھی صرف ظاہری تھیں۔ اصلی و اندرونی و ذاتی تبدیلیاں نہ تھیں۔ جو کچھ بھی انہوں نے چھوڑا تھا اکراہ و اجبار کے ساتھ چھوڑا تھا۔ اپنی مرضی کے خلاف چھوڑا تھا حضرت موسےٰ کی تمثیل تشریح کرتی ہے کہ ذرا سا دباؤ ہٹنے کے بعد جو کچھ چھوڑا تھا وہ پھر عود کر آیا۔ جناب رسول خدا کی تعلیم کا تو اتنا عظیم الشان اثر ہوا کہ یک لخت دس برس کے قلیل عرصہ میں تقریباً سارے عرب نے اپنے قدیمی خداؤں کو چھوڑ دیا! اور ایک خدا کو ماننے لگے۔ اور اس تعلیم کا اثر تو آخر تک رہا۔ یہ تو زائل نہیں ہوا مسلمان تو وہ رہے۔ اس بات کا ٹھیکہ جناب رسول خدا نے نہیں لیا تھا۔ کہ انکو کبھی شیطان بہکا بھی نہ سکے۔ دنیا کی زینت انہیں اپنی طرف کھینچ ہی نہ سکے۔ وہ فرشتہ بنجائیں صدیوں کی آلائش صرف دس یا بیس سال کے اندر جاتی رہے۔ ایسی ذمہ داری کسی پیغمبر نے نہیں لی۔ اور نہ لے سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی حضوری میں صدیوں رہنے کے باوجود ابلیس کی اپنی ابلیسی فطرت باقی ہی رہی۔ یہ لوگ خدا کو ایک تو مانتے رہے۔ پھر بتوں کی پرستش تو شروع نہیں کر دی۔ اور اگر یہ بھی کر دیتے تو آنحضرت

مدعا لیا قصور تھا محض چالیس راتوں کی غیر حاضری سے ساری امت موسوی
بچھڑے کو پوجنے لگی اور موسے کے خدا کو چھوڑ دیا۔ جب خطرہ محسوس ہوا۔ تو
حضرت عیسیٰ کے حواریوں تک نے اُن کو چھوڑ دیا۔ بہت سے ایسے اولوالعزم
انبیاء و مرسلین ہوئے ہیں کہ اُن کی مدتوں کی تبلیغ کے باوجود صرف معدودے
چند لوگ ایمان لائے۔ اور آخر کار تنگ آکر عذاب الٰہی کے نزول کی دعا کی۔
اور عذاب الٰہی نازل ہوا۔ ان تمام باتوں سے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ یا
اُن انبیاء و مرسلین کے اوپر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ اُن کی تعلیم تو بجنسہ
نہ تھا زمین شور تھی سنبل نہ پیدا کرسکی +

اعتراض دہم۔ خداوند تعالیٰ کی مشیت ہمیشہ اپنے بندوں کے ساتھ
نیک ہی ہے۔ نیک رہتی ہے۔ نیک رہیگی۔ جب حضرت آدم و حوا کو پیدا کیا تو مشیت
الٰہی یہی تھی کہ وہ دونوں باغہائے بہشت میں خوش و خرم رہیں۔ خداوند تعالے کی
مشیت یہ ہرگز نہ تھی کہ شیطان اُن کو ورغلا کر معصیت کا مرتکب کرے۔ اور وہ
دونوں مصیبت میں گرفتار ہوں۔ شیطان آیا اور اُن کو دھوکہ دینے میں کامیاب
ہوگیا۔ اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ شیطان قدرت میں خداوند تعالے سے زیادہ تھا۔
خداوند تعالیٰ انبیاء و مرسلین بھیجتا ہے۔ تاکہ لوگ ہدایت پائیں لیکن باوجود اسکے
بہت سے کافر رہتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ خدا پر غالب آگئے۔ خداوند
تعالے یہ نہیں چاہتا کہ دنیا معصیت میں گرفتار رہے لیکن وہ رہتی ہے۔ اس کا
یہ مطلب تو نہیں کہ گنہگار خداوند تعالیٰ سے بازی لے گئے۔ قضائے الٰہی صادر
ہوچکی ہے کہ اُس کی مخلوق اپنے افعال میں آزاد رہیگی تاکہ سزا و جزا کا جائز ہونا
قائم رہے۔ مشیت ایزدی میں چون و چرا کرنا ابلیس کی میراث ہے۔ اور یہ اعتراض
کہ حضرت علی کی حکومت پر لوگ کیوں متفق نہ ہوئے اُس ہی قسم سے ہے۔ اگر یہ
اعتراض جائز ہے تو پھر یہ اعتراض بھی جائز ہوگا کہ حضرت یحییٰ کو کیوں آرے سے
چیرا جانے دیا۔ آرہ کشوں کے ہاتھ اسی وقت شل کیوں نہ ہوگئے۔ کیوں حضرت

عیسیٰ کو سولی کی نوبت آئی۔ بجائے اُن کو آسمان پر اُٹھانے کے اُن لوگوں ہی کو کیوں نہ مسلمان بنا دیا۔ یا غارت نہ کر دیا۔ پیغمبروں کو کیوں ایذائیں پہنچائی گئیں قصہ مختصر کیوں خداوند تعالیٰ نے پیغمبروں کے بھیجنے کا طولانی اور غیر یقینی طریقہ اختیار کیا۔ کیوں کن فیکون کی طرح سارے کافروں کو یک لخت مومن بنا دیا اور آگے بڑھو۔ تو یہ سوال اُٹھیگا کہ کیوں لوگوں کو کفر کرنے کا اختیار دیا گیا۔ شروع سے کوئی کافر ہی نہ ہوتا۔ کیوں ابلیس کو موقع دیا گیا کہ آدم و حوا کو بہکائے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ قضائے ربانی جاری ہو چکی ہے کہ انسان کو لا اکراہ فی الدین کے اصول کے مطابق مذہب کے معاملہ میں بالکل اور اس کے دیگر افعال میں ایک حد تک صاحب اختیار رکھا جائے۔ جب ہی تو سزا و جزا ہے۔ ورنہ جبر ہی منظور ہوتا تو کفر ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا میں نہ ٹھہرتا۔ پھر ابتلا و آزمائش بے معنی ہو جاتے۔ جب لوگ رسالت محمدیہ کے ماننے کے لئے مجبور نہ کئے گئے تو خلافت علی بن ابی طالب کیوں اُن سے جبراً منوائی جاتی +

لوگوں نے اس غلط خیال و عقیدہ کو کیوں ایجاد کیا اور جاری رکھا کچھ تو ہم بتلا چکے ہیں اور کچھ آگے چل کر بتائیں گے +

باب سوئم

تقرر خلیفہ و جانشین رسولِ اکرم کی ضرورت و اہمیت

اس کا ذکر ہم باب دوئم میں کر چکے ہیں۔ یہ مسئلہ فریقین ہے۔ لہذا اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں +

باب چہارم

جناب رسولِ خدا کو اپنے خلیفہ و جانشین کے تقرر کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں

کتاب ہٰذا کے باب دوئم میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عائشہ بلکہ امت کے عوام الناس تک کو بغیر کسی استثناء کے جناب رسول خدا کے خلیفہ و جانشین کے تقرر کی ضرورت و اہمیت کا احساس بہت زیادہ تھا۔ جب صورت حالت یہ ہے تو بار ثبوت اپنے دعویٰ کے ثابت کرنیکا اس پر ہوگا جو کہتا ہے کہ جناب رسولِ خدا کو اپنے جانشین کے تقرر کی ضرورت و اہمیت کا احساس نہ تھا۔ مسلمانوں میں سے تو کوئی اس بات کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ جو قرآن شریف آپ کے ذریعہ سے امت تک پہنچا تھا وہ خود بتا رہا ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوا ہے۔ لیکن ہدایت کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ ابھی اس امت میں ہادی ہوتے رہینگے۔ احکام قرآنی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے نافذ کرنے کے لئے حاکم و والی کی ضرورت ہے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ پارہ نمبر ۱۳ سورۃ الرعد ع ۱) صاف بتا دیا کہ تم تو فقط ڈرانے والے ہو۔ ہادیوں کا سلسلہ برابر جاری رہیگا۔ اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیکر ظاہر کر دیا کہ اسلام میں صاحبان امر ہوں گے اور اُن کی اطاعت تم پر واجب ہے آنحضرت اچھی طرح جانتے تھے کہ میں نے معصیت الٰہی کے عذاب سے تو ڈرا دیا ہے۔ اور کفر و شرک کے برے عواقب سے انکو آگاہ کر دیا ہے صراط مستقیم اچھی طرح واضح کر دی ہے لیکن صراط مستقیم پر قائم رہنا اور اس پر چلنا اس کے معلوم کر لینے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ صدیوں کی عادت چند سالوں میں نہیں جاتی۔ صحیح وحدانیت کا وجدان۔ صفات الٰہی کا عین الیقین حق اللہ۔ حق

العباد وغیرہ وغیرہ یہ ایسے مشکل راستے تھے کہ جن میں سے بغیر ہادی کے گذرنا ہمکن تھا۔ ایسے ہادی کی ضرورت کا آپکو اچھی طرح احساس تھا جوان برائی عادات والے گنہگاروں کو اپنا صحیح نمونہ عمل دکھا کر صراط مستقیم پر قائم رکھے اور عرصہ تک چلائے تاکہ یہ نئی تعلیم طبیعت ثانیہ ہوکر مزاج انسانی میں مستقل ہو جائے۔ قرآن شریف کی تنزیل ابھی ابھی ختم ہوئی تھی۔ ابھی اس کی صحیح تاویل کی تعلیم باقی تھی۔ آپ جانتے تھے کہ تنزیل منوانے کے لئے تو مجھے کفار سے جنگ کرنی پڑی۔ میرے جانشین کو اسکی صحیح تاویل کے لئے جنگ کرنی ہوگی۔ تاویل پر ان سے جنگ کرنی ہوتی ہے جو تنزیل کو تو ظاہرا مانتے ہیں لیکن اپنے خواہشات نفس کی اطاعت میں اس کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ اور وہ منافقین ہوئی ہیں جو ظاہرا رسالت کو مانتے ہیں۔ تبلیغ مکمل جب ہی ہوتی ہے کہ جب تنزیل پر ایمان ہو اور تاویل صحیح ہو۔ اس ہی وجہ سے حکم ایزدی صادر ہوا کہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین کفار سے تو آپ جنگ کر چکے تھے۔ ابھی منافقین سے جہاد کرنا باقی تھا۔ اور یہ اہم کام جانشین کے سپرد ہونا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ اس تبلیغی کام کو میرا جانشین مکمل کریگا۔

باب پنجم

کیا آنحضرت نے اپنے جانشین مقرر کرنیکا فرض اُمت کے ذمہ لگایا تھا

آنحضرت کے جانشین کا تقرر ضروری بھی تھا۔ آنحضرت کو اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس بھی تھا حضور نے خود کوئی اپنا جانشین مقرر و منتخب بھی نہیں کیا تو پھر ایک ہی قیاس باقی رہجاتا ہے کہ شاید آنحضرت نے اپنے جانشین کے انتخاب و تقرر کا فرض امت کے ذمہ لگا دیا ہو لیکن کلا۔ اہل حکومت یعنی

علمائے اہل سنت وجماعت یہ بھی نہیں کہتے۔ تمام صحاح ستہ کو چھان ڈالو کہیں آنحضرت کا یہ ارشاد نہ پاؤ گے کہ میں تو اپنا جانشین مقرر نہیں کرتا یا نہیں کر سکتا یا مقرر کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ یہ تمہارا فرض ہوگا کہ میرے بعد تم خود میرا جانشین مقرر کر لینا۔ یا سب سے بہتر یہ ہوتا کہ اپنی حیات ہی میں امت سے اپنا جانشین مقرر کرا لیتے۔ اور کچھ نہیں تو طریقۂ انتخاب ہی بتا دیتے۔ خلیفۂ رسول میں جو صفات ہونی چاہئیں اور جن کو مد نظر رکھکر خلیفہ کا انتخاب کرنا ضروری تھا ان کو ہی بیان فرما دیتے حضرت عمر نے تو شورے کے سارے ضوابط وقواعد بنا دئے انتخابی کمیٹی کے ممبر بھی مقرر کر دئے لیکن آنحضرت کی عقل معاذ اللہ وہاں تک بھی نہ پہنچی یہ تو فرما دیا کہ میرے بعد کوئی اور رسول ونبی نہ آئیگا۔ لیکن یہ نہ فرمایا کہ پھر امت کس سے ہدایت حاصل کرے۔ یہ فروگذاشت رسول ہی تک ختم نہیں ہوتی۔ خداوند تعالیٰ بھی معاذ اللہ اس فروگذاشت کا مرتکب ہے۔ کیونکہ ان حضرات کی بحث کے مطابق تو قرآن شریف میں بھی کوئی حکم واشارہ جانشین رسول کی طرف نہیں ہے خداوند تعالیٰ نے اتنا تو فرما دیا کہ تمہارا رسول فقط ڈرانے والا ہے۔ اس کے علاوہ تمہیں ہادی کی بھی ضرورت ہے۔ یہ بھی فرما دیا کہ اگر قرآن کے معنے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں۔ تو اہل الذکر سے پوچھو۔ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ دیکھو آیات متشابہات بھی قرآن شریف میں ہیں۔ تم میں سے ہر ایک اُن کی صحیح تاویل سے آگاہ نہیں صرف راسخون فی العلم ہی ان کی صحیح تاویل جانتے ہیں۔ اتنا تو سب کچھ بتا دیا لیکن آگے فروگذاشت ہوگئی۔ یہ نہ بتایا کہ تمہارا ہادی کون ہے۔ وہ اہل الذکر کون ہیں۔ راسخون فی العلم کون ہیں۔ اُن کی شناخت کیا ہے۔ خود بھی نہ بتایا۔ اور نہ اپنے رسول کو بتایا کہ وہ ہی امت تک یہ خبر پہنچا دیتے۔ عقیدۂ عدم استخلاف کو ماننے سے انسان کتنی مشکلوں میں پڑ جاتا ہے ؛

باب ششم

جانشین رسول مقرر کرنا جناب رسول خدا کا فرض تھا یا امت کا حق

اس سوال پر غور کرنے کے لئے کہ آیا جانشین رسول مقرر کرنا جناب رسول خدا کا فرض تھا یا امت کا حق۔ ہم کو مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ہوگا۔

(۱) جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اور قرآن شریف نے کس قسم کا طرز معاشرت و نظام حکومت قائم کرنے کا حکم دیا +

(۲) حکومت و ریاست آنحضرت کی نبوت کا رکن تھی یا نہیں یعنی حکومت ایک جزو نبوت تھا یا نہیں +

(۳) رہبری دین و رہنمائی حکومت کا ایک شخص میں مجتمع ہونا مفید ہے یا ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ سردار ہونا چاہیے +

(۴) یورپ کے اس پروپاگنڈے کی حقیقت کہ مذہب و حکومت کی علیحدگی ضروری و مناسب ہے +

(۵) جیسا طرز معاشرت و نظام حکومت قائم کرنا اسلام کا منشا تھا اُس کا حاکم منتخب کرنے کیلئے عقلاً و نقلاً کون زیادہ موزون تھا۔ جناب رسول خدا یا جمہور امت اور کس میں بہترین شخص منتخب کرنے کی قابلیت و اہلیت زیادہ تھی +

(۶) جو دعوی اکملیت اور اتمام نعمت اسلام لیکر آیا تھا۔ اُس کے قائم رکھنے اور ثابت کرنے کے لئے کس قسم کے جانشین رسول کی ضرورت تھی +

(۷) ایسی قابلیت کے شخص کی شناخت۔ جناب رسول خدا بہتر کر سکتے تھے یا اُمت +

(۸) ان تمام امور کو مدنظر رکھکر آیا رسول خدا کے لئے یہ ضروری تھا یا نہیں

کہ ایسے ہونہار او صناع ازلی کے بہترین نمونہ صنعت کو شروع ہی سے اپنی آغوش تربیت میں لے لیں تاکہ باد مخالف کے جھونکوں سے باغ قدس کے اس گل چیدہ رنگین پر ملاہٹ کا اثر نہ پہنچے اور خلیفہ وجانشین رسول کے فرائض انجام دینے کی جو اہلیت اس کو فیاض ازل نے عطا کی ہے اس پر چشمۂ نبوت سے آبیاری ہو کر افزونیش ہوتی رہے یا یہ کافی تھا کہ اس مسئلہ پر آپ بالکل خاموش و بالکل پارکرلیں اور آپ کی رحلت کے بعد امت میں سے جو شخص موقعہ کا فائدہ اٹھا کر لوگوں کا رجحان اپنی طرف کر سکے وہی جانشین رسول سمجھا جائے ؛

(۹) جو سرداری وحکومت امت جناب رسول خدا نے اپنے ہاتھ میں لی تھی وہ خدا کے حکم سے تھی اور اُس کی طرف سے تھی یا اُمت نے اپنی کثرت رائے سے عطا کی تھی ؛

(۱۰) اگر یہ حکومت منجانب اللہ تھی تو کیا رسولِ خدا کے لئے یہ جائز تھا کہ بغیر حکم خداوندی وہ حکومت امت کے حوالے کر دیں ؛

(۱۱) اگر یہ تفویض حکومت ہو چکی ہے اور خدا کے حکم سے ہو چکی ہے تو وہ تفویض کب اور کس طرح ہوئی اور وہ خدا کا حکم کہاں ہے ؛

(۱۲) کیا زیادہ موزوں و قرین عقل نہ تھا کہ چونکہ ہدایت خلق و سرداری امت کا عہدہ جو رسول خدا کو خدا کی طرف سے ملا ہوا تھا اُس عہدہ کی آئندہ اجرا کے متعلق خدا ہی سے احکام لئے جائیں اور اُس کے احکام کے بموجب آئندہ کا ہادی و سردار مقرر کیا جائے ؛

(۱۳) امت کے ہاتھ میں خلیفہ رسول کے انتخاب کو دینے کی خرابیاں ؛

(۱۴) قرآن شریف کا حکم اس مسئلہ پر کیا ہے۔ آیا اُس نے اُمت کو اجازت دیدی ہے کہ وہ اپنا ہادی و حاکم خود مقرر کرلے یا رسول خدا کو حکم دیا ہے کہ فلاں شخص تمہارا جانشین ہے تو امت کے سامنے اس کا اعلان کر دو تاکہ حجت باقی نہ رہے ؛

(۱۵) یورپ کی تقلید میں مسلمانوں کا یہ کہنا کہ رعایا کو اپنا حاکم خود مقرر کرنا چاہیے۔ اسلامی فقہ اور سنتِ رسول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہاں تک درست ہے؟

(۱۶) پہلے انبیا علیہم السلام کا کیا طریقہ رہا ہے۔ جہاں جانشین کی ضرورت تھی وہاں انہوں نے خود مقرر کیا یا اپنی امت پر اس کام کو چھوڑا؟

اس تحقیقات کے دائرہ میں داخل ہوتے ہی پہلا سوال جو اپنے تئیں حل کیلئے پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا رسول خدا کی نبوت کے مقاصد میں سے ایک یہ مقصد بھی تھا یا نہیں کہ دنیا میں اسلامی اصول و قواعد کے مطابق حکومت قائم کیجائے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ حکومت جناب رسول خدا کی نبوت کا ایک جزو و رکن بھی یا نہیں۔ امتِ محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سلطنت و حکومت بھی جناب رسول خدا کی نبوت کا ایک جزو بھی۔ غالبًا یہ کہنا کہ تبلیغ فرائض نبوت کا دائرہ بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی کے ارتقا اور اس کی تدریجی ترقی کے دوش بدوش رہا ہے اور رہنا چاہیے تھا۔ خلاف واقعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمہ اصول ہے کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۔ جتنا ترقی و تہذیب انسانی کا درجہ آگے بڑھتا گیا۔ اتنا ہی دائرہ نبوت وسیع ہوتا گیا۔ انسانی ضرورتوں کے مطابق نبی آتے رہے اور ان کی رسالت کا دائرہ انسان کی ضرورتوں کے مطابق وسیع ہوتا گیا۔ ایک ایسا بھی زمانہ تھا کہ جب رسولوں اور نبیوں کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ اپنی امت کو بنیادی تمدنی و جسمانی راحت کے آلات بنانے اور ذرائع بہم پہنچانے سکھائیں۔ چنانچہ حضرت آدم نے زراعت و فلاحت کے اصول اور روزانہ سامنے آنے والی اشیاء کی ماہیت و خاصیت کی تعلیم دی۔ حضرت داؤد نے لوہے کے اسلحہ جات بنانے میں ترقی کر کے سکھائی۔ حضرت ابراہیم نے شہروں میں عمارتیں بنا کر شہری زندگی کی اصلی بنیاد ڈالی [illegible] ہم الٹے گذرے ہیں جنکی نبی [illegible] لوگوں پر ظاہر

بھی ہنسی ہوا لیکن انہوں نے بنی نوع انسان کو دنیاوی زندگی کی بہت سی ضروریات کی تعلیم دی۔ ڈاروِن کا خیال کہ انسان نے بندر کی شکل و ماہیت فطرت سے بتدریج ترقی کرکے انسانیت حاصل کی ہے۔ دنیا کے کسی مذہب نے قبول نہیں کیا۔ اور اب تو اہلِ سائنس میں بھی اس خیال کی تردید ہو رہی ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ انسان بذاتِ خود ایک جداگانہ مخلوق ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس کی مادی ترقی کی ابتدا اور ان آلات کی ایجاد اور ان اسباب کی تلاش جن کے بغیر انسان کی زندگی ایک لمحہ کے لیے ناممکن تھی کس طرح ہوئی۔ بہت سے محققین کا خیال ہے کہ دیگر حیوانوں کی طرح انسان بھی اپنی ننگی حالت میں رہا کرتا تھا۔ اور رفتہ رفتہ اپنے تجربہ و عقل کی مدد سے بغیر الہامی اسباب کے اس نے یہاں تک ترقی کی ہے۔ دینِ عیسوی و دینِ موسوی و دینِ اسلام اور دیگر الہامی ادیان اس پر متفق ہیں کہ حضرت آدم اول انسان ہیں جو ایک اور عالم سے لاکر اس دنیا میں ڈالے گئے تھے۔ اگر یہ درست ہے اور ہمارا یقین اعتقاد و ایمان ہے کہ یہ درست ہے تو پھر کچھ علم دیگر ہی بھیجے گئے ہونگے۔ ورنہ وہ دنیا کے مضرت رساں ماحول کا کیونکر مقابلہ کر سکتے تھے۔ اور وہ محققین بھی جو محض تجربہ زندگی کو تمام انسانی علم کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب دینے سے قاصر ہیں کہ انسان ایسا نہتا اور بے بس پیدا کیا گیا ہے کہ جب تک تجربہ اُسے اشیاء کی ماہیت اور اس علم ماہیت کی بنا پر اُن کو ہتھیار بنانا سکھاتا اُس وقت تک دنیا کے درندے خونخوار اور زہریلے جانور اس کو دنیا میں چھوڑتے ہی نہیں۔ یعنی اُس کو تجربہ حاصل کرنے کی مہلت ہی نہ ملتی۔ قرآن شریف تو بتاتا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے حضرت آدم کو علم لدنی عطا کیا تھا اور اشیاء کی ماہیت سکھائی تھی۔ تمامی امتِ اسلامیہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت آدم اس وقت نبی تھے جب کوئی اور مخلوق و امت موجود نہ تھی جس پر وہ [illegible] جس کی [illegible] وہ مبعوث ہوتے بلکہ امت کی ابتدا ہی اُن سے ہوئی۔ اور نبوت

کی ابتدا بھی انہوں ہی نے کی۔ اور یہ نہایت ضروری تھا۔ جب تک خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی کی معرفت دنیا میں رہنے کے طریقے اور اس کے مضر اثرات سے بچنے اور اس کے مفید ماحول سے فائدہ اٹھانے کے راستے انسان کو معلوم نہ ہوں اس وقت تک وہ ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ غرض نتیجہ نکلا کہ شروع میں توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انبیاء کو مادی ترقی کے اسباب و ذرائع بھی بتائے جاتے تھے۔ تاکہ وہ ان کو اپنی امت تک پہنچائیں جب دنیا نے اتنی ترقی کر لی کہ انسان گزارہ کر سکے۔ اور اپنی عقل کی مدد سے آگے ترقی کر سکے۔ تو پھر انبیاء کے فرائض میں سے مادی تعلیم نکال لی گئی۔ اور روحانی ارتقاء کے ابتدائی مراحل کو اس میں داخل کیا گیا۔ اور اسی طرح دنیا کی حالت کے مطابق رسل و انبیاء کی رسالت و نبوت کی ترتیب ہوتی گئی۔ حضرت عیسیٰ کی بعثت کے زمانہ تک دنیا کی اخلاقی حالت اس درجہ پر نہیں پہنچی تھی کہ وہ حکومت اخلاق حسنہ اور مذہبی اصول کے مطابق کر سکے۔ ابھی تک دنیا پر یہی اصول مسلط تھا کہ حق کا معیار فقط جسمانی طاقت ہے۔ یورپ کی تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ عیسائیت کے شروع ہونے کے بہت زمانہ بعد تک ازمنہ وسطیٰ تک حق و ناحق کی جانچ فقط جسمانی طاقت کے ذریعہ سے آپس میں لڑ کر کی جاتی تھی جس کو (Duel) کہتے تھے۔ کمزور بادشاہوں اور سلطنتوں کو بغیر معقول وجہ کے ان کے طاقتور ہمسائے نیست و نابود کر دیتے تھے معمولی اخلاقی اصول کو حکومت و سیاست کے مقابلہ میں نظر انداز کیا جاتا تھا۔ رعایا کی ذہنیت اور اُن کے بود و باش کا ماحول ابھی ایسا نہیں تھا کہ حکومت اخلاقی و مذہبی اصول پر چل سکے۔ ابھی طبیعت انسانی میں فطرت بہیمیہ کا غلط زوروں پر تھا۔ لہٰذا ضروری سمجھا گیا کہ پہلے اُسے مدھم کیا جائے۔ اور مذہب کی تعلیم یہ ہو کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسرا رخسار اس کے آگے کر دو لیکن یہ اصول حکمرانی کے لئے موزوں نہیں ہے۔ حکمرانی میں سب سے پہلے قصاص

ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ حکم ہوتا کہ سلطنت بھی اس ہی اصول کے مطابق کرو۔ اگر کوئی غنیم ایک صوبہ پر چڑھائی کرے تو تم دو صوبے اس کے حوالے کر دو۔ تو مسلمانوں کا کیا بنتا۔ کیا بلکہ کوئی بادشاہ عیسائیت قبول نہ کرتا۔ ان امور کو مد نظر رکھ کر سلطنت و حکومت کو نبوت کے دائرہ سے باہر رکھا گیا۔ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انبیاء میں سے حضرت یوسف و حضرت سلیمان و حضرت داؤد نے سلطنت کی ہے اور جب ان نبیوں نے سلطنت کی تو معلوم ہوا کہ حکومت ان کی نبوت کے اندر تھی لیکن یہ اعتراض درست نہیں ہے۔ انبیاء کے لئے حکومت کرنا کوئی حرام تو نہیں۔ اگر اجماع واقعات سے ایک نبی بادشاہ ہو جاتے تو یہ نہیں کہیں گے کہ حکومت ظاہری بھی اس کی نبوت کا جزو تھی۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک انبیاء کے لئے دنیاوی حکومت ان کے فرائض نبوت میں سے ایک فرض نہ تھا۔ ہر ایک نبی کی اُمت پر فرض تھا کہ وہ اپنے نبی یا رسول کی اطاعت کرے لیکن دنیاوی سلطنت میں وہ اُمت خود کسی اور بادشاہ کی محکوم ہوتی تھی۔ علاوہ اس کے حضرت یوسف اور حضرت سلیمان خود کوئی شریعت لیکر نہیں آئے تھے۔ وہ اپنے سے پہلے انبیاء کی شریعت کی تجدید کیلئے مامور ہوئے تھے اس میں زیادتی و کمی نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا ان کا بادشاہ ہونا یہ نہیں ثابت کرتا کہ ان کی نبوت کا حکومت ایک جزو تھی۔ حضرت داؤد ضرور کتاب لائے تھے لیکن زبور کے مطالعہ سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ حکومت کو حضرت داؤد کی نبوت کا جزو قرار دیا تھا۔ درآنحالیکہ قرآن شریف کے مطالعہ سے صاف عیاں ہے کہ حکومت و سلطنت پر قبضہ کرنا آنحضرت کا جزو نبوت تھا جیسا اس بیان کی تشریح کہ آنحضرت سے پہلے نبوت کو بادشاہت سے بالکل علیحدہ کہا جاتا تھا۔ طالوت بادشاہ کے قصہ سے بہت اچھی طرح ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے نبی شمویل سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو جس کی سرداری میں دشمنوں سے جہاد کریں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کی معرفت ان پر ایک بادشاہ مقرر کیا۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ	ان کے نبی نے اُن سے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا۔ انہوں نے کہا کہ اُس کو کس طرح ہمارے اوپر حکومت حاصل ہو سکتا ہے ہم بادشاہت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اُسکے پاس مال کی وسعت نہیں ہے۔ اُن کے نبی نے جواب دیا کہ خدا نے اُسکو تم میں سے اور تمہارے اوپر منتخب کیا ہے اور تم سے زیادہ اسکو علم و طاقت جسمانی بہت عطا کی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی بادشاہت دیتا ہے۔ خدا بہت جاننے والا ہے۔
(پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۲)	

قرآن شریف میں اُمم سابقہ کے بہت سے قصّے بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ محض قصّے دل بہلانے کیلئے نہیں۔ چونکہ کفار اس مصلحت کو نہ سمجھ سکے تو اعتراض کر دیا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ اور مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ یعنی قرآن شریف میں ہے ہی کیا سوائے پچھلے لوگوں کی کہانیوں کے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ سب قصّے نتیجہ خیز ہیں اور اُن کے بیان کرنے میں خاص غرض و غایت رکھی گئی ہے۔ اُس ذاتِ علیم و حکیم کو معلوم تھا کہ اُمت محمدیہ بھی پچھلے لوگوں ہی کے نقش قدم پر چلیگی جیسا کہ اُس کے رسول نے اس کو صاف بیان بھی کر دیا کہ تم تو وہی کروگے جو پچھلے لوگ کر گئے ہیں اور یوں بھی خداوند تعالیٰ کو علم تھا کہ مسلمان کہاں اور کس کس بات پر ٹھوکریں کھائینگے۔ لہذا ان آنے والے واقعات کو ملحوظ رکھکر اُن کے مطابق جو پچھلے واقعات گزرے ہوئے تھے اُن کو قصوں کے طریقہ پر بیان کر دیا اور یہ بھی جتا دیا کہ غلطی کیلئے ہے۔ جب ہی تو کہتے ہیں کہ یہ کتاب مسلمانوں کیلئے قیامت تک رہنمائی کریگی۔ اگر آئندہ کے واقعات اور لغزش کے موقعوں کیلئے اس میں رہنمائی نہ ہوتی

ذریعہ قیامت تک کیلئے یہ کیونکر کافی ہوتی۔ ان آیات کو پڑھکر جن کو ہم نے اُدپر نقل کیا ہے کون نہیں کہیگا کہ یہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث کا پہلے ہی سے جواب دیدیا گیا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم ناظرین کی توجہ اُن مختلف نکات کی طرف مبذول کرائیں جو ان آیات میں مضمر ہیں ایک لفظ کی تشریح کرنی مناسب سمجھتے ہیں۔ فقرہ واللّٰہُ یُؤتِی مُلکَہٗ مَن یَّشَآءُ میں ایک لفظ مُلکَہٗ ہے۔ اُس کا مُلک عربی میں مُلک کے معنے بادشاہی کے ہیں یعنی جس کو وہ چاہتا ہے اپنی بادشاہی میں سے کچھ حصہ دیدیتا ہے یعنی حکومت الٰہیہ اُس کو عطا کرتا ہے خدا کی بادشاہت اور اُس کی طرف سے دی ہوئی بادشاہت وہی ہوگی جو وہ خود دیگا اور جو عدل و انصاف پر مبنی ہوگی۔ جابر و ظالم بادشاہ کی بادشاہت خدا کی طرف سے دی ہوئی نہیں ہوتی وہ ظلم پر مبنی ہوتی ہے اور ظلم سے حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں جائز طریقہ سے حاصل کی ہوئی ثروت و دولت کو فضل اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ڈاکہ و چوری رہزنی سے حاصل کی ہوئی دولت بھی خدا کا فضل ہے۔ اسیطرح جو بادشاہت ظلم سے حاصل کی گئی ہے اور ظلم پر مبنی ہے وہ مُلکَہٗ کی تعریف میں نہیں آتی۔ اور نہ وہ خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اس ہی نکتہ کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں اِنَّ الاَرضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُونَ۔ اور اس ہی نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی کھائی ہے علامہ مشرقی نے جب وہ اپنے تذکرہ میں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو بھی حکومت زمین حاصل کرے وہ ہی خدا کا نیک بندہ ہے۔ انہوں نے اپنی بحث سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جاپانی اور جرمن جنہوں نے زمین میں حکومت حاصل کرلی ہے خدا کے نیک بندے ہیں اور دراصل وہی مسلمان ہیں لیکن ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہیں اور یہ نتیجہ غلط ہے۔ لہٰذا وہ بحث بھی جس کا یہ نتیجہ ہو غلط ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں دو قسم کی حکومت ہوتی ہے۔ حکومت الٰہیہ اور حکومت فرعونیہ مقدم الذکر خیر پر مبنی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دیتا ہے۔ موخر الذکر شر پر

مبنی ہے اور جب شریر اور بد لوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بسا اوقات خداوند تعالیٰ اپنی اس مصلحت کاملہ کی وجہ سے جس سے خود ہی واقف ہے اُن کی کوشش میں مزاحم نہیں ہوتا اور وہ اس کو حاصل کر لیتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر خداوند تعالیٰ چاہے تو دنیا کی حکومت شریر اور بد لوگ حاصل ہی نہ کر سکیں جس طرح کہ اگر وہ چاہے تو دنیا میں کوئی شخص گناہ و نافرمانی و کفر کر ہی نہ سکے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنی اُس مشیت کی وجہ سے جس کی بنا پر دنیا میں شر کو خیر کے، معصیت کو عصمت کے، اور ظلم کو عدل کے ساتھ رہنے کی اجازت دے رکھی ہے ظالم فراعنہ کو مادی قوانین کے مطابق حکومت حاصل کرنے سے نہیں روکتا تاکہ فراعنہ کے غلبہ سے گناہگاروں کو سزا مل سکے اور نیک بندوں کا امتحان ہو سکے۔ اتنی تمہید کے بعد اب ہم اُن نکات کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کراتے ہیں جو اس قصہ طالوت میں مضمر ہیں:

۱۔ بنو اسرائیل کے انبیا، اور بادشاہ علیحدہ علیحدہ ہوا کرتے تھے۔

۲۔ لیکن وہ بادشاہت نبوت کے معرفت حاصل ہوا کرتی تھی۔

۳۔ لہٰذا وہ حکومت الٰہیہ تھی۔

۴۔ چونکہ وہ حکومت الٰہیہ تھی۔ لہٰذا اُس کا بادشاہ خود خداوند تعالیٰ مقرر کرتا تھا

۵۔ اس تقرر کا اعلان اُس نبی ہی کی معرفت ہوا کرتا تھا۔

۶۔ خود جہاد میں سرداری کرنا۔ اُس حکومت الٰہیہ کے والی کا مابہ الامتیاز ہے۔

۷۔ نبوت میں حکومت شامل ہونے کی شناخت یہ ہے کہ وہ نبی جس کی نبوت میں حکومت شامل ہے جہاد فی سبیل اللہ میں سرداری کریگا +

۸۔ بنو اسرائیل کو خود حکومت الٰہیہ کا بادشاہ مقرر کرنیکا اختیار نہیں دیا گیا۔

۹۔ عوام الناس کا معیار انتخاب ہمیشہ دولت ہی رہا ہے۔ اس وقت بھی یہی تھا اور اب بھی رایوں کی خرید و فروخت عام ہے۔

۱۰- خداوند تعالیٰ کے نزدیک معیار انتخاب علم و شجاعت ہے۔

۱۱- بادشاہت کے لئے خلافت الٰہیہ کے لئے، غرضیکہ ہر قسم کی سرداری کے لئے افضلیت اور سب پر برتری ہونی چاہیئے۔ افضل الناس ہی نبی ہوگا اور نبی کے بعد افضل الناس ہی اس کا جانشین ہوگا۔ حکومت الٰہیہ کے بادشاہ کو اپنی رعایا سے صفات علویہ ذاتیہ میں افضل اکمل ہونا ضروری ہے افضل کے موجود ہوتے مفضول کا سردار رہنا خلاف عقل ہے۔ یہہ کلیہ فرشتوں نے پیش کیا اور مانا گیا۔ یہ کلیہ شیطان نے پیش کیا اور مانا گیا۔ یہ کلیہ بنو اسرائیل نے پیش کیا اور مانا گیا۔ ہر موقعہ پر صرف یہ جتایا گیا کہ تم اپنے تئیں افضل سمجھنے میں غلطی پر ہو۔ ہاں حکومت فرعونیہ میں مکاری و دغابازی اپنا کام کر سکتی ہے لیکن اُس میں تو ظالم ہی ظلم ہوتا ہے۔ جہاں اور ظلم ہیں واں یہی سہی +

۱۲- حکومت الٰہیہ کی سرداری و بادشاہت صرف خدا کی طرف سے ہوتی ہے اُس میں انسان کی رائے کو دخل نہیں۔ فرشتوں کا اجماع تھا کہ خلافت الٰہیہ کے لئے آدم سے زیادہ وہ موزوں ہیں۔ بنو اسرائیل کا مکمل اجماع تھا کہ طالوت بادشاہت کے لئے موزوں نہیں ہے۔ ہر موقعہ پر وہ اجماع رد کیا گیا۔ جس کو خدا چاہیگا بادشاہت دیگا۔ لیکن سب سے افضل بنا کر دیگا۔ تاکہ اس کے اوپر حجت نہ قائم ہو سکے۔ پہلے اپنے مقرر کردہ شخص کو صفات قدسیہ سے مزین کریگا پھر حکومت الٰہیہ کا سردار مقرر کریگا۔ چونکہ فضیلت دینی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا حکومت الٰہیہ کا سردار مقرر کرنا بھی خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اور رہنا چاہیئے +

آپ نے دیکھا محض ایک یہ قصہ سقیفہ بنی ساعدہ کے قضیہ کا پورا جواب ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ۔ اُن لوگوں کے قصوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ اے ہمارے نبی پچھلے لوگوں کے واقعات کو بیان کرو۔ تاکہ یہ لوگ غور و فکر

کریں۔ یہ ہے قرآن شریف کے قصوں کی غرض وغایت +

قضائے ربانی قرار دیچکی تھی کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا کے آخری نبی ہوں۔ اور اس تعلیمی نصاب میں جو خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنے انبیاء ومرسلین کے ذریعہ سے سکھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ آپ کی نبوت انتہائی درس کا درجہ رکھتی تھی۔ لہذا سب سے زیادہ مشکل تھی۔ اور چونکہ آپ کا عہدہ تمام انبیاء سلف کے عہدوں سے مشکل تھا۔ لہذا آپ افضل ترین انبیاء قرار پائے۔ آپ کی تعلیم کے دو نہایت مشکل ارکان تھے۔ ایک تو علائق دنیا کا عبادت الٰہی سے امتزاج اور دوسرے حکومت کو مذہب کی قیود میں رکھنا۔ آنحضرت کی بعثت کے وقت تک دماغ انسانی صفات الٰہی سے مکمل طور پر واقف نہیں ہوا تھا۔ اس ذات ہست سے کتنا اور کس قسم کا تقرب حاصل ہو سکتا ہے اور کیونکر حاصل ہو سکتا ہے ابھی تک عقل انسانی نے یہ معمہ حل نہیں کیا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ اس کی ذات میں مل جانا روح انسانی کے ارتقا کی آخری منزل ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ وہ ذات لامکان خود جسم انسان میں مکان بنا کر رہنے کی خواہش رکھتی ہے۔ اور سب اس کلیہ پر متفق تھے کہ دنیا اور لذات دنیا کا ترک مطلق تقرب الٰہی کا اول زینہ ہے۔ کوئی پہاڑوں میں تنہائی کی زندگی بسر کر کے رشی یا منی کہلاتا تھا۔ کوئی صومعہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں عمر بھر اپنی زندگی گزار کے راہب و کاہن کا لقب پاتا تھا عورت اگرچہ قدرت نے پیدا تو کر دی تھی لیکن ان نیک خیال بندوں کے نزدیک عورت کا تعلق سالک راہِ حقیقت کی روح کے ارتقا و ارتفاع کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتا تھا۔ پیغمبر اسلام کی تعلیم نے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا۔ آپ نے ایک ایسا دین فطرت قائم کیا جس کا پہلا اصول یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی تہذیب فطرت انسانی کی مطابقت سے ہو سکتی ہے۔ اُسکی مخالفت سے نہیں

خداوند تعالیٰ نے کوئی عضو یا جذبہ انسانی بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ بجائے اس عضو یا خواہش اور جذبہ کے مارنے کے اُس سے وہ کام لینے چاہئیں جس کیلئے وہ خواہش پیدا کی گئی ہے۔ خدا کو دنیا کے راستہ سے حاصل کرنا گویا دنیا کو مزرعۂ آخرت سمجھنا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ دین و دنیا کا امتزاج ہی اسلام کا مابہ الامتیاز ہے۔ اب تک بنی نوع انسان کو قرب الٰہی حاصل کرنیکا جو طریقہ معلوم ہوا تھا۔ یا اگر اور طریقے بتائے گئے تھے تو وہ سب مطلقاً بھولے جا چکے تھے۔ جو یاد رہا تھا وہ یہ طریقہ تھا کہ دنیا اور اُس کی آزمائش کو قطعاً ترک کر دیا جائے۔ دین فطرت نے بتایا کہ یہ طریقہ مشیت خداوندی کے خلاف ہے۔ اگر ترک دنیا ہی مطلوب تھا تو خلق دنیا کی کیا ضرورت تھی۔ انسان سے پہلے خداوند تعالیٰ نے بہت سی مخلوقات پیدا کی ہوئی تھیں۔ جن و شیاطین و ملائکہ سے ہم واقف ہیں۔ اور بھی بہت ہونگے جن سے ہم واقف نہیں۔ اگر یہ سب مخلوقات صنعت خداوندی کے کاملترین نمونے تھے تو پھر کسی اور مخلوق کو ان سب کے بعد پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور انسان کا پیدا کرنا بے سود تھا۔ کیونکہ کاملترین شے کے بعد ناقص کو پیدا کرنا حکمت خداوندی سے بعید ہے۔ یہی اعتراض ملائکہ کا تھا لیکن خداوند تعالیٰ نے ملائکہ کو یہ حکم دیکر کہ انسان کو سجدۂ تعظیمی کرو۔ ظاہر کر دیا کہ انسان میں اشرف المخلوقات بننے کی اہلیت ودیعت کی گئی ہے انسان ملائکہ سے کیونکر افضل ہو سکتا ہے؟ اس وجہ سے کہ انسان کے لئے ابتلا ہے ملائکہ کے لئے ابتلا نہیں۔ انسان خیر و شر کے درمیان مختار ہے۔ ملائکہ میں شر کی آمیزش نہیں۔ اور چونکہ ان میں شر کی طرف جانے کا میلان ہی نہیں ہے لہذا اُن کے خیر کی بڑی قیمت نہیں۔ ذریعہ وجا ابتلا فقط دنیا ہے۔ خیر و شر کے درمیان مختار ہونا اور پھر علائق دنیا میں جہاں شر کو نہایت زیبا و دلآویز لباس پہنایا گیا ہے شر کو چھوڑ کر خیر اختیار کرنا یہی روح انسانی کے ارتقا کی آخری منزل ہے اور یہی ذریعہ ہے تقرب الٰہی حاصل کرنے کا۔ جو ترک دنیا کرتا ہے۔ وہ ابتلا سے

بھاگتا ہے۔ اور جو ابتلا سے بھاگتا ہے وہ قرب الٰہی حاصل نہیں کرسکتا۔ انہماک فی الدنیا اور اعراض عن الدنیا دونوں مذموم ہیں۔ انہماک و ترک مطلق کے درمیان کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ تقرب کیا ہے۔ تقرب کے یہ معنی نہیں کہ روح انسانی الوہیت کے درجہ تک پہنچکر الہیت میں فنا ہو جائے یا خداوند تعالیٰ خود جسم انسانی میں آنکر حلول کرے۔ وہ خدا کیا جو انسان کے جسم کے اندر سما سکے یا جس کو جسم انسانی اپنے اندر لے سکے چھوٹی شے بڑی شے میں سما سکتی ہے۔ بڑی شے کیونکر چھوٹی شے کے اندر سمائے۔ تقرب یہ ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اکرام کے درجہ کا نام تقرب ہے۔ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ۔

اسلام کی یہ تعلیم تمام ادیان مروجہ کی تعلیم سے بدرجہا مشکل ہے۔ پہاڑوں میں دنیا سے علیحدہ رہکر خدا کی یاد کرنا کہیں آسان ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ دنیا کے علائق میں رہیں اور پھر خدا کی عبادت کریں۔ ایک طرف بچے بھوکے رو رہے ہیں دوسری طرف بیوی مطالبہ کر رہی ہے۔ دشمنوں کی عداوت ستا رہی ہے۔ جائداد ہاتھوں سے نکل رہی ہے۔ ظالموں کا ظلم جو رستا رہا ہے۔ اور پھر خدا کی یاد کئے جا رہے ہیں لیکن جس طرح محض تعلیم کے کورس کا مشکل ہونا کسی مدرسہ یا کالج کی اکملیت کی دلیل نہیں ہے اسیطرح اس مذہبی تعلیم کا مشکل ہونا اسلام کی اکملیت نہیں اکملیت یہ ہے کہ اس مشکل سبق کو آسان کیا جائے۔ اور اسباق الاشیاء کی طرح عمل کرکے دکھایا جائے۔ اور عمل کی عادت ڈالی جائے۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ استاد کیسے ہیں اس مشکل کورس میں خود اُن کی اپنی لیاقت کیسی ہے۔ درسگاہ اُس وقت کامل کہلائیگی کہ جب اُس کا درس بھی اعلیٰ ہو اور مدرس بھی صاحب علم ہوں اور خود اُس نصاب پر حاوی ہوں۔ اس مدرسہ کی شہرت کیا ہوگی کہ جس کی جماعت کے نصاب میں تو حماسہ اور دیوان متنبی ہیں اور جماعت کا مدرس اس نصاب کو پڑھانے والا یہ تو رٹے جاتا ہے کہ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا لیکن یہ بھی نہیں جانتا کہ عمر میں علت

نصب کیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اسلام کا دوسرا مشکل نصاب مذہب و حکومت کا تعلق ہے۔ اس آخری نبوت کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ پر احاطہ کرے۔ حکومت عظیم ترین سبب ہے جو انسانی زندگی کی خوشی یا رنج کا باعث ہوسکتا ہے۔ انسان کی ساری زندگی مہد سے لیکر لحد تک اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو مذہب و حکومت دونوں کا مقصد واحد ہے۔ یعنی انسان کے لئے ایسا ماحول پیدا کرنا جس میں خوشی و راحت و اطمینان کے ساتھ رہ سکے۔ یہ خوشی و راحت اس وقت ملتی ہے کہ جب اندر سے خیالات مطمئن ہوں اور بیرونی ماحول و اسباب اس اطمینان قلب کے منافی نہ ہوں۔ اطمینان قلب تزکیۂ نفس سے پیدا پیدا ہوتا ہے اور پھر خود تزکیۂ نفس کا باعث ہوتا ہے۔ اطمینانِ قلب و تزکیۂ نفس ایک دوسرے کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ بیرونی حالات مناسبہ و ماحول پرسکون پیدا کرنا حکومت سلطنت کا کام ہے۔ اندرونی تزکیۂ نفس مذہب سے ہوتا ہے اگر اُن دونوں حالات میں تصادم و اختلاف ہوتا ہے تو پھر خوشی مفقود ہو جاتی ہے اور مذہب و حکومت دونوں کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ظالم و جابر بادشاہ کے ملک میں قتل و غارت و فتنہ و فساد و ظلم و ناانصافی رائج ہو کر ہر ایک خاندان ہر ایک گھر ہر ایک فرد کی خوشی کو معدوم کر دیتے ہیں اور اطمینان قلب جاتا رہتا ہے۔ اہل حکومت کا ہر ایک فعل بنی نوع انسان کی خوشی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ یہی لوگ تو جنگ و امن کے قیام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ٹیکس و تجارت کے قوانین جاری کرتے ہیں اور انسان و انسان کے درمیان انصاف کرنے کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ اُن کے ایک حکم سے جنگ قائم ہو کر دنیا کی خوشی و راحت و امن کو ملیامیٹ کر دیتی ہے۔ ذرا سا حکم قوموں کی تجارتوں کو ستیاناس کر دیتا ہے۔ حکومت کے قاضیوں کی ناانصافی ظلم و فتنہ و فساد کو عام کر دیتی ہے۔ اگر بنی نوع انسان کا امن و چین و اطمینان قلب منظور ہے تو ضروری ہے کہ مذہب و حکومت ایک جگہ جمع ہوں تاکہ حکومت کی

مشینری مذہب کے عمدہ اصولوں کے مطابق چلکر آرام و راحت پیدا کر۔
مسلمان وہ ہے جو اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں۔ اپنے ہر ایک
مرحلہ پر۔ سوتے جاگتے۔ بیوی بچوں کے تعلقات میں۔ غیروں سے معاملات
کے اندر۔ گھر کے باہر اسلام کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اور خدا۔
کی یاد اور اُس کا خوف اس کے ہر ایک عمل کی رہنمائی کرے ہمیشہ ورد زبان
اور اس پر عمل کرے کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ
الْعَالَمِیْنَ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میری
عبادت میرا ہر عمل میری ساری زندگی میری موت صرف خداوند تعالیٰ کے لئے
ہے۔ یہی مجھے حکم دیا گیا ہے۔ میں راہ تسلیم و رضا پر چلنے والوں میں سے ہوں۔
غرضکہ مسلمان کی زندگی کا ہر لمحہ خداوند تعالیٰ کے لئے ہے۔ تو گویا ہر لمحہ وہ خدا کی
عبادت کرتا ہے۔ اور اس طرح اُس کی زندگی سے منشاء ربانی پورا ہوتا رہتا ہے
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ سلاطین و حکام کی زندگی کا بھی ہر
لمحہ اسی طرح خدا کیلئے ہے جس طرح فقیروں درویشوں و غریبوں کا جب تک بادشاہ
اپنی حکومت کا مقصد و منشاء حصول خوشنودی خداوندی و رضائے ربانی نہ رکھیگا
اُس کی حکومت خارج از اسلام ہوگی عیسائی بادشاہ کہہ سکتا ہے۔ کہ The
King can do no wrong یعنی بادشاہ کا کوئی فعل قابل مواخذہ نہیں ہے
اور وہ ہر ایک قانون سے بالا ہے۔ لیکن اسلامی بادشاہ کی بادشاہت کی اول
شرط یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت رسول کا پابند ہو۔ اور اُس کے سارے احکام و
ہدایات اسکے ماتحت ہوں +

معترض کہہ سکتا ہے کہ مذہبی پیشوا اور اولیاء اللہ اکثر دنیا کی عزوجاہ
اور اُس کی دولت و ثروت سے محروم رہے ہیں۔ بلکہ اس دنیا میں تکلیف و مصائب
اٹھاتے رہے ہیں۔ پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا کی حکومت بھی منشاء اسلام
ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ مذہبی پیشوا اور اولیاء اللہ دنیا میں تکلیف اُٹھاتے رہے

ضرت ابراہیم کے لئے آگ تھی۔ حضرت یحییٰ کے لئے آرہ۔ حضرت موسیٰ جنگلوں کی سرگردانی۔ حضرت عیسیٰ کے لئے سولی کی تیاری کی گئی ب محمد مصطفےٰ کی زندگی کا زیادہ حصہ تکلیف میں گزرا۔ جناب امام حسین لسلام کی شہادت تاریخ عالم کی سب سے بڑی مصیبت ہے لیکن ان ور واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مشیت خداوند تعالیٰ یہ تھی کہ اُس کے نیک بندے دنیا میں تکلیف میں رہیں۔ اور دنیا کی نعمتیں اور برکتیں کافروں کے حصے میں آئیں۔ قرآن شریف میں دنیا کی نعمتوں کو اُن مہربانیوں بخششوں میں شمار کیا گیا ہے جو خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مہیا کی ہیں یہ واقعات تو ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں۔ غور کرو۔ یہ کیوں ایسا ہوا۔ نتیجہ تو اس کے برعکس ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مذہب صحیح اصول زندگی سکھاتا ہے اور صحیح اصول زندگی پر عمل کرنے کا نتیجہ آرام و راحت ہونا چاہیئے نہ کہ تکلیف و مصیبت۔ وجہ یہ ہے کہ جس نظام حکومت اور جن حالات کے ماتحت یہ بزرگ رہتے تھے وہ مذہب کے مطابق ماحول نہ پیدا کر سکے۔ اور دونوں میں اختلاف و تصادم رہا۔ اور نتیجہ وہ ہوا جو ہوا۔ اگر حضرت عیسیٰ اور اُن کے حواریوں کے زمانہ کی حکومت اُنکے خیال کے مطابق ہوتی۔ اگر امام حسین علیہ السلام کے زمانہ کی حکومت واقعی مردِ کامل اور مومن کے ہاتھ میں ہوتی تو وہ نتیجے نہ ہوتے جو ہوئے

امر واقعہ یہ ہے کہ اب تو تمام امتِ محمدیہ کا اتفاق اس پر ہو چکا ہے کہ جناب ختم المرسلین کی نبوت میں حکومت شامل تھی۔ چنانچہ سید ابو الحسن علی ندوی اپنی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں لکھتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ایک بڑا کام اور آپ کی بعثت کا ایک اہم مقصد حکومت الٰہی کا قائم کرنا اور دنیا میں آسمانی نظام سیاست و اخلاق و معاشرت جاری کرنا تھا" (ص ۱۱)

پھر آگے چلکر فرماتے ہیں:۔

"دوسرے نہایت اہم بات یہ ہے کہ شرعی حکومت کے بغیر شریعت پر پورا عمل بھی نہیں ہو سکتا۔ اسلام کا دنیا میں ایک مستقل نظام ہے جو حکومت پر مبنی ہے۔ بغیر حکومت کے قرآن مجید کا ایک پورا حصہ ناقابل عمل رہ جاتا ہے خود اسلام کی حفاظت بھی بغیر قوت کے ممکن نہیں مثال کے طور پر اسلام کا پورا نظام مالی و دیوانی و فوجداری معطل ہو جاتا ہے اسی لئے قرآن غلبہ و عزت کے اصول پر زور دیتا ہے۔ اور اسی لئے خلافت اسلامی بہت اہم اور مقدس چیز سمجھی گئی۔ اور اسکو اکابر صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین پر مقدم رکھا...... امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام میں جس قدر اہم فریضہ ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ امت کی بعثت کا مقصد یہی بتایا گیا ہے......

لیکن یہ یاد رہے کہ اس کیلئے امر (حکم) اور نہی (ممانعت) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ امر و نہی کے لفظ میں اقتدار کی شان ہے یہ نہیں فرمایا کہ وہ بھلائی اختیار کرنے کے درخواست و عرض کریں گے بس امر و نہی کے لئے سیاسی اقتدار اور مادی قوت کی ضرورت ہے" ص ۱۵۲، ۱۵۳۔

علامہ مشرقی کا سارا تذکرہ ایک مسلسل بحث ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ثابت کرنے کے لئے کہ اسلام کا مقصد اولی دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم کرنا تھا۔ اور جناب رسول خدا کی نبوت کا یہ جزو اعظم تھا۔ اگرچہ اس بحث میں انہوں نے اتنا مبالغہ کر دیا ہے کہ جائز حدود سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ بہر صورت اس سے ہمیں کچھ غرض نہیں۔

جن لوگوں نے ذرا سے تفکر کے ساتھ بھی تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے وہ فوراً اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ سیاست و حکومت مذہب اسلام کا ایک جزو لاینفک ہے اور وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے چنانچہ Mr. D. B. Macdonald اپنی کتاب موسومہ Development of Muslim Theology, Jurisprudence And Constitutional Theory

میں لکھتے ہیں:۔

Life is manifold, but it is also one. is seldom possible, and still more se' advisable, to divide a civilisation into de ments and to attempt to trace their separ. developments, life nowhere can be cut in tw. with a hatchet. And this is emphatically true of the [illegible] of islam...in Europe, the [illegible] may rule the Church or the Church may rule the State; or they may stand side by side in [illegible] dubious amity, supposedly taking no account of each other. But in Muslim countries, Church and State are one indissolubly, and until the very essence of islam passes away, that unity cannot be relaxed. The Law of the land, too, is in theory, the law of the Church in the earlier days at least, canon and civil Law were one. Thus we can never say in islam," he is a great lawyer, he. a great theologian· he is a great statesman." one may be all three almost he must be all three, if he is to be any one.

ترجمہ: انسانی زندگی کی بہت سی شکلیں ہیں لیکن وہ ایک واحد شے بھی ہے۔ لہذا نہ تو یہ ممکن ہے اور نہ ہی یہ موزوں ہے کہ کسی ایک تہذیب و تمدن کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے اور پھر ان کی تدریجی ترقی کا علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے۔ انسانی زندگی چاقو سے دو ٹکڑوں میں نہیں تراشی جا سکتی۔ یہ کلیہ نہایت سختی کے ساتھ اسلام کے تمدن و تہذیب پر عائد ہوتا ہے ...

یورپ میں حکومت مذہب پر حکمرانی کرے یا مذہب حکومت پر یا دشاہت یا دونوں علیحدہ علیحدہ مشکوک و مشتبہ آشتی کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رہیں اور یہ فرض کر لیا جائے کہ ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں ہے لیکن اسلام میں مذہب و حکومت اس طرح سے متحد ہیں اور دونوں ملکر ایک ہو گئے ہیں کہ وہ علیحدہ نہیں کئے جا سکتے۔ اور جب تک اسلام کی روح باقی ہے اس اتحاد و یگانگت میں کمزوری نہیں آسکتی۔ اسلامی ممالک کی سیاسیات و قانون ہی در اصل مذہب اسلام ہی کا قانون ہے۔ کم سے کم شروع زمانہ اسلام میں مذہبی اور ملکی قانون ایک ہی تھا چنانچہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ شخص بہت زبردست مقنن ہے۔ وہ شخص بہت بڑا فقیہہ ہے۔ اور تیسرا شخص بہت قابل سیاستدان ہے۔ اگر وہ کچھ ہے تو اس ایک ہی میں یہ تینوں صفات ہونی لازم ہیں۔

جب ہم نے ثابت کر دیا کہ اسلام میں سیاسیات و مذہب کا اجتماع ایک شخص میں قرار دیا گیا ہے تو پھر ہمکو اس کی پرواہ نہیں کہ جاپان کی کیا رائے ہے۔ امریکہ کیا کہتا ہے۔ افریقہ کے حبشی کیا کرتے ہیں۔ یورپ کے فلاسفروں کی کیا رائے ہے۔ اور جب امر واقعہ یہ ہے کہ جناب ختم المرسلین کی نبوت کا مقصد اولی زمین پر حکومت الٰہی قائم کرنا تھا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یورپین حکماء و مدبران کا یہ کلیہ کہ مذہب و سیاست کا اجتماع ناممکن ہے اسلام کے لئے قابلِ قبول نہیں۔ چنانچہ سید ابوالحسن علی ندوی اپنی اسی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں عبد العزیز اموی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"پھر اپنے حسن انتظام اور قابلیت سے جاہیت کے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا کہ دین و سیاست کا اجتماع نہیں ہو سکتا" ص ۳۵ +

فلاسفران فرنگ کا یہ کہنا کہ مذہب و حکومت کا اجتماع دونوں کی کمزوری کا باعث ہوتا ہے لہذا ناموزوں ہے محض ایک سیاسی پروپاگنڈا ہے اور جس طرح دیگر پروپاگنڈاؤں کی غرض و غایت کسی خاص کمزوری کا چھپانا ہوتا ہے۔

اس پروپاگنڈہ کا مدعا مذہب عیسائیت کے ایک نقص کو چھپانا تھا
۔ تو یہ ہے کہ دین عیسوی کے واضعان نے اس کو حکومت کے لئے
ی نہیں کیا۔ لہذا اس مذہب میں حکومت کرنے کی اہلیت ہی نہیں۔
ہب عیسوی نے تو صاف طور سے اپنے مقلدین کو حکم دے دیا کہ

Render unto Caesar things that belon
to Caesar

سیزر اس زمانہ میں روم کے کافر بادشاہ کو کہتے تھے۔ مطلب اس فقرہ کا یہ ہے کہ
کہ امور سیاسیہ میں اپنے کافر بادشاہ کی اطاعت کرو۔ یعنے مذہب کا تعلق
حکومت سے نہیں ہے۔ حکومت کے امور میں مداخلت نہ کرو۔ اپنے مذہب کے
اس نقص کو نہ دیکھتے ہوئے یورپ نے اپنے مذہب کے ہاتھ میں کچھ عرصہ تک
حکومت دے بھی دی۔ لیکن یہ تجربہ ناکامیاب ثابت ہوا۔ اُنہوں نے اپنی
اس ناکامیابی کی وجوہ پر تو غور نہ کیا بلکہ اس ناکامیابی کی بنا پر یہ کلیہ قائم کردیا کہ مذہب و
سیاست کا اجتماع مضر ہے۔ خرابی پر خرابی یہ ہوئی کہ عیسائیت سے پہلے جو یورپ
میں مذہب رائج تھا۔ وہ اُس سے زیادہ ناقص و نامکمل تھا۔ نیچر پرستی یا بت پرستی
میں اتنی ہمہ گیری کہاں کہ وہ سیاست و حکومت میں دخل دے سکے۔ اُس
مذہب کی ساری کائنات چند خداؤں کی ایک فہرست اور کچھ مندروں کے
سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس کا واحد مقصد صرف یہ تھا کہ انسان کسی طرح قدرت یا
نیچر کی اُن طاقتوں سے جو اُسے عظیم الشان نظر آتی تھیں محفوظ رہ سکے۔ لہذا نیچر
کے ہر ایک ضرر رساں عمل اور قدرت کے ہر ایک ہیبت ناک منظر کو خدا تصور
کرکے اُس کی پرستش کرنی اُس دین کا منتہائے نظر تھا۔ بجلی کی کڑک چمک
کا ایک خدا تھا۔ سمندر کا ایک خدا تھا۔ ہوا کا خدا۔ بارش کا خدا۔ بیماریوں کا خدا
غرضیکہ عابدوں سے زیادہ معبودوں کی تعداد تھی۔ ایسے مذہب کے تخیل میں
تہذیب اخلاق و تربیت جذبات کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ پھر حکومت کی اصلاح

کا خیال کیونکر ہو سکتا۔ محدود دفع الوقتی کا مذہب رکھنے والی سلطنتوں میں مذہب و حکومت علیحدہ ہونا ہی تھا۔ یورپ کی عظیم الشان سلطنتیں اور عروج کے زمانے اسی حالت میں گزر گئے۔ یہ وہ سرزمین اور یہ وہ فضا ہے جس میں عیسائیت نے نشوونما پائی۔ اس مذہب نے پہلے مذاہب کی جگہ لیکر اُن کو بے دخل تو کر دیا۔ لیکن چونکہ خود محدود تھا اور اپنی تہذیب و اپنا علیحدہ تمدن لیکر نہیں آیا تھا۔ لہذا سیاسی و معاشرتی و تمدنی اصول سب یونانی و رومانوی تہذیبوں اور تمدنوں سے اخذ کیے۔ بلکہ یوں کہو کہ اُن کو بہت کم چھیڑا۔ اُن کو اُسی طرح رہنے دیا اور وہ خود ہی اُن سے متاثر ہو گیا یہ امر واقعہ اپنے ثبوت کے لیے کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ یورپ کی موجودہ یعنی عیسوی تہذیب کا ماخذ و منبع وہی پچھلی یونانی و رومانوی تہذیبیں اور تمدن ہیں جب روم نے یونان کو فتح کیا تو صورت حالات یہ پیدا ہوئی کہ اُس نے اُس کے جسم کو فتح کر لیا لیکن دماغ کو فتح نہ کر سکا! وہ رومن تہذیب بالکل یونانی تہذیب سے مغلوب ہو کر اُس میں مدغم ہو گئی۔ روم کے شاہنشاہ کانسٹینٹائن نے عیسائی مذہب تو قبول کر لیا۔ لیکن تہذیب اور تمدن اپنا وہی رومانی بلکہ یوں کہو کہ یونانی رکھا۔ چونکہ عیسائیت خود اپنی کوئی تہذیب نہیں پیش کر سکتی تھی۔ لہذا اُس نے بھی وہی تمدن اختیار کر لیا۔ جب از منہ وسطیٰ کی تاریکی کو علم کی کرنوں نے دور کرنا شروع کیا تب بھی وہ علم یونان و روم کے ہی کافر حکمار کا تھا۔ ان سب امور کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کے سیاسی و معاشرتی و تمدنی اصول وہی ہیں جو رومانوی اور یونانی تہذیب و تمدن کے تھے۔ اِن کی زبانوں میں اُن کے الفاظ ہیں۔ اِن کے دماغوں میں اُن کے خیالات ہیں۔ اُن کے دلوں میں اُن کے جذبات و تاثرات ہیں۔ یورپ کی موجودہ تہذیب کی عمارت بالکل یونانی اور رومانی تہذیبوں کی بنیادوں پر

ئی ہے۔ ظاہر ہے کہ فلاسفران یورپ کا یہ کلیہ کہ حکومت و مذہب کو علیحدہ
ہیئے۔ دراصل روما نوی اور یونانی حکماء کا قائم کیا ہوا اصول ہے۔ یورپ
علیہ کے قبول کرنے میں آسانی اس وجہ سے ہوئی کہ عیسائیت کے
ل حکمرانی کے لئے موزون نہ تھے اور اس کے واضعان نے اسکو حکومت
کے لئے وضع نہیں کیا تھا +

اگرچہ دین عیسوی نے بادشاہت پر حکومت کرنے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا
لیکن اُس کے پیروان و مقلدین کی عقل سلیم سے یہ باہر تھا کہ الہامی دین بھی سمجھا
جائے۔ خدا کی طرف سے اُس کے اصول و قواعد مقرر ہوں کر آئین اور پھر بھی وہ کسی
دنیاوی بادشاہ کا محکوم ہو۔ جب عیسائیت کے رہنما یعنی پاپائے اعظم نے اُس
منطق پر غور کیا اور دنیا کی وحشت اور بربریت پر نظر ڈالی تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ
جب تک مظہر طاقت جسمانیہ یعنی بادشاہت عظمت و جلالت روحانیہ یعنی مذہب
کے ماتحت نہیں رہیگی۔ اس وقت تک دنیا کی تمدنی و معاشرتی و سیاسی اصلاح
ناممکن ہے۔ لہٰذا ایک ایسا نظام قائم کیا گیا کہ جس میں اسوہ عیسوی کا بھی شائبہ
باقی رہے۔ اور یہ مشکل بھی حل ہو جائے۔ پوپ نے خود براہ راست تو حکومت اپنے ہاتھ
میں نہ لی۔ لیکن یہ اصول قائم کیا کہ اصلی بادشاہت محض خدا اور اُس کے نائب و خلیفہ یعنی
پیغمبر کے لئے ہے۔ اور پیغمبر کے بعد اس کے نائب پاپائے اعظم کا یہ حق ہے۔ اور
اس اصول کی بنا پر ایک عیسائی ملک کے بادشاہ کو یہ ماننا پڑا کہ اُس کو جو یہ بادشاہت
و سلطنت ملی ہے وہ خدا کے نائب خلیفہ یعنی پاپائے اعظم کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔
کوئی بادشاہ اپنے ملک میں حکومت نہیں کرسکتا تھا جب تک پوپ اسکو تاج نہ
بخشدے۔ اس رسم تاجپوشی کے لئے عظیم الشان مجلس شوکت و جلالت قائم کی
جاتی تھی اور اکثر بادشاہ خود روم جاکر پوپ سے اپنا تاج حاصل کرتے تھے۔ اس رسم
کو کورونیشن کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔ آج کے دن تک برطانیہ عظمیٰ کا اُسقف
اعظم خود اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے سر پر تاج رکھتا ہے۔ اور بادشاہ کو مذہب

عیسوی کا محافظ کہتے ہیں۔ اُس زمانہ میں یہ اصول اور یہ رسم اپنی پوری
تھے جس بادشاہ سے پوپ ناراض ہو جاتا تھا اُس کے کورونیشن سے
تھا اور پھر بادشاہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا ہم ایک قصہ سنا
پوپ گریگری ہفتم نے چرچ میں چند اصلاحات نافذ کیں۔ رومن سلطنت
اور جرمن کے بادشاہ ہنری چہارم نے ان اصلاحات کی مخالفت کی۔ پوپ نے ا
مذہب سے خارج کر دیا۔ یہ ۱۰۷۶ء کا واقعہ ہے۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہنری کے ملک
کی رعایا نے اُس کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں
آخر کار شہنشاہ اعظم تنگ آگیا اور پوپ سے معافی چاہی۔ خود پا پیادہ کوہ الپس کی
گھاٹیوں کے اندر جہاں پوپ کا ان ایام میں قیام تھا گیا تین دن تک اندر آنے کی
اجازت نہ ملی صحن محل میں تین شب و روز برف کے اندر بوری دراکھ سے ڈھکا
ہوا کھڑا رہا۔ بوری دراکھ میں لپٹنا معافی مانگنے کی علامت تھی۔ آخر تین دن کے
بعد اندر آنے کی اجازت ملی اور معاف کیا گیا (۱۰۷۷ء) اس میں کچھ نہیں کہ پوپ
کا یہ عروج چند دن ہی رہا۔ اور پھر بادشاہ و پوپ میں ایک ایسی کشمکش شروع ہو گئی۔
جس نے آخر کار پوپ کے اقتدار کو ختم کر دیا۔ اس ناکامیابی کو دیکھکر حکماء یورپ نے
کلیہ قائم کیا کہ حکومت و مذہب ایک آدمی کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہئے لیکن یہ
محض ایک پروپاگنڈا کی حیثیت سے شروع کیا گیا تھا۔ تاکہ اس تجربہ کی ناکامیابی کے
اصلی وجوہ و علل پر پردہ پڑ جائے۔ اس غلط کلیہ کے اجراء اور اُس کی ناکامیابی کے
اسباب یہ تھے:۔

(۱) یونانی و رومانوی حکماء نے تو اس کلیہ کو اس وجہ سے قائم کیا کہ اُن کے مذہب
میں یہ اہلیت ہی نہ تھی کہ حکومت کو اپنے عاطفت میں لے +

(۲) یورپ کی تہذیب چونکہ رومانوی و یونانی تہذیب کے اصولوں پر مبنی ہے۔ لہذا
اُس نے یہ کلیہ قبول کر لیا +

(۳) اس کی ناکامیابی کی وجہ اول تو یہ تھی کہ در اصل یورپ میں اس کلیہ کا تجربہ ہی

ہوا۔ در اصل وہاں ایک شخص کے ہاتھ میں حکومت و مذہب کا اجتماع کبھی نہ ہوا۔ بادشاہ علیحدہ تھا اور پوپ علیحدہ اور یہ دوعملی ہی زیادہ تر اس ناکامیابی کا باعث ہوئی۔ یہ تو در اصل دو بادشاہ ایک اقلیم میں حکومت کرنا چاہتے تھے جو ناممکن تھا +

(۴) مذہب عیسوی میں حکومت کے اصول موجود نہ تھے۔ پاپائے اعظم نے وہی اصول اختیار کئے جو عموماً اُس زمانہ کے بادشاہوں کے تھے یعنی سازش۔ زہر اور تلوار۔ اور ان تینوں ترکیبوں کا آخر کار ناکامیاب ہونا لازمی ہے +

(۵) قومیت اور وطنیت کا غلط تخئیل بھی جس نے مذہب کا ایک رقیب مدمقابل پیدا کر دیا۔ پوپ کے اقتدار کے لئے ایک تیشہ کاری تھا +

مذہب و سیاست کو علیحدہ کر کے یورپ والے کچھ فلاح کو نہیں پہنچے۔ اس کا جو نتیجہ ہوا وہ اُن کیلئے بہت بُرا تھا۔ مذہب اور مذہبی اصول کو بادشاہ وسیاست کے تابع کرنا الہامی مذہب کے دعووں اور اُس کی ہمہ گیری کے خلاف تھا۔ یورپ کی مادیت اس غلطی کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ مذہب کی جگہ وطنیت اور قومیت نے لے لی۔ مذہب تو ایک تھا۔ قومیں کئی ہوگئیں۔ اور پھر جو باہمی جنگ ہوئی اور ہوتی رہتی ہے وہ یورپ اور تمام دنیا کے لئے خطرناک ہے۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم اس ہی قومیت کے بخار کا نتیجہ تھی۔ اور موجودہ محاربہ عظمےٰ جس کی مثال دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس ہی اصول کا نتیجہ ہے۔ چونکہ یورپ اس نعمت عظمےٰ کو حاصل نہ کرسکا کہ اُس کی حکومت مذہب کے زرین اصولوں کے مطابق ہوتی۔ لہذا اُس نے اپنی ناکامیابی پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ پروپاغنڈا جاری کر دیا کہ حکومت و مذہب کا اجتماع مضر اور ناممکن ہے۔ لیکن اسلام کا مقصد اور اُس کا طرۂ امتیاز ہی یہ تھا کہ اس مشکل مسئلہ کے حل کو عملی جامہ پہنا کر دکھلائے۔ صاحبان غور و فکر اس بات کو اچھی طرح جانتے اور مانتے ہیں۔ چنانچہ جناب ایس۔ خدا بخش متوطن بانکی پور جو جماعت اہلِ حکومت کے نہایت نامور مورخ ہیں اپنی کتاب Politics in Islam

کے ص ۱۴۵ پر لکھتے ہیں:۔

med not only founded a new religion stablished a new polity. By converting countrymen to the faith in one God, he estroyed the old constitution of his native town and in place of the old aristocratcic tribal constitution, which meant conduct of public affaris by the ruling families, set up an out-and-out theocratic constitution at the head of which he stood as the representative of God on earth. Even before his death almost the whole of Arabia-Arabia, which had never bent its neck to a prince or ruler-lay, allof a sudden, at his feet, as a national unit, paying homage to the will of an absolute master

And yet (as we shall learn in the Saquel), though repressed by religion, and turned for a time, into other channels, the old tribal and clannish spirit never acutually and completely perished among them. In fact the suose uent history of the Arabs is the history of the collision and conflicot of this very spirit which entirely swayed the Arab mind.

پل کرمیں اس پرالیس خدابخش صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

(B) The most striking feature in thecharacter the arabs is their nervous excitability; and the character, accoraingly may be dived into classes. In one the wild, unrestrained beduin position shows itself. Its characteristics are g. fonuness for plunder, excedding sensuality and ar unrafined pr.de. In the more enlightened natures where these wild impulses were suppressed or controlled by a more highly developed sense of morality, one finds a deep pervading melacholy, insensibly passing into religious fervour and ecstasy .... We notice the two aspects of the Arab character in the companions of the Prophet; The majority of the companions fall under the first heading; gold and property were all in all to them. The most distinguished companions of the prophet, especially those nominated by Omar to the Council of Regency, acquired immens wealth. Zubair left behind property worth fifty million Dirhams Abdr-Rahman Ibn Auf owned, when he died, one thousand camels and so much in cash that every one of his four widows (another report three) after the deduction of the share of the children, obtained eighty to hundred thousand Dirhams. Sa'ad Ibn Abi Waqqas had a beautiful palace in the neighbourhood of Medina where he lived in comfort and peace. Talha left behind on his death twenty lacs of dirhams and two lacs of Dinars in cash. His capital and landed properties were valued at 30 millio Dihams.

ترجمہ۔ (الف) حضرت محمد صلعم نے صرف ایک جدید مذہب ہی نہیں قائم کیا تھا بلکہ ایک جدید سیاست و طرز حکومت بھی قائم کی تھی۔ اپنے ہم وطنوں کو خدائے واحد کے اعتقاد کی طرف لاکر انہوں نے اپنے شہر کی پرانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور پرانی قبیلوں کی سرداری کی جگہ جو امیر خاندانوں کی حکومت کے مرادف تھی

اُنھوں نے حکومت الٰہیہ قائم کی جس کے سردار وہ خود تھے۔ کیونکہ وہ زمین پر نائب خدا وند تعالیٰ تھے۔ آپ کی رحلت سے قبل ہی تمام عرب۔ وہ عرب نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی تھی۔ آپ کے قدموں پہ آگرا۔ اور اُ نے آپ کو اپنا خود مختار حاکم اور والی تسلیم کر لیا ..... اگرچہ تھوڑے عرصہ کیلئے جیساکہ آگے چل کر معلوم ہوگا قبیلوں کی پرانی عادتیں مذہب سے دب گئی تھیں۔ لیکن وہ عادتیں کبھی مکمل طور سے عربوں میں سے معدوم نہیں ہوئیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ عربوں کی آئندہ کی تاریخ بھی قبیلوں کی آپس کے رشک و حسد کی تاریخ ہے جو ہمیشہ عربوں کے دماغ پر مسلط رہی۔

(ب) عربوں کی فطرت کی سب سے نمایاں علامت اُن کا بہت جلد واقعات سے اثر پذیر ہو جانا ہے اور اس وجہ سے عربوں کی فطرت دو قسموں میں تقسیم ہو سکتی ہے اول قسم تو وہ ہے کہ جس میں آزاد جنگلی بدوی خصلت نمایاں ہے اُس کی خصوصیات حرص و طمع و غارتگری عیش پسندی و نخوت و غرور ہیں دوسری قسم مہذب و علم والے لوگوں کی ہے جن میں ان خواہشات و جذبات کو فرائض شناسی نے قابو میں کیا ہوا تھا۔ ان لوگوں میں گہری غم آلود متانت تھی جو آخر کار مذہبی جوش میں تبدیل ہو گئی .... جناب رسول خدا کے صحابہ میں دونوں قسم کے لوگ تھے۔ اور ان میں یہ دونوں قسم کی حالتیں پائی جاتی تھیں جس طرح جناب رسول خدا میں اپنی قوم کی خصلت نمایاں تھی۔ آنحضرت کے صحابہ کی اکثریت قسم اول کے لوگوں کی تھی۔ اُن کیلئے مال و جائداد ہی سب کچھ تھا۔ جناب رسول خدا کے نہایت مشہور صحابہ نے خصوصاً اُنھوں نے جنکو حضرت عمر نے ممبران شوریٰ مقرر کیا تھا۔ بہت زیادہ دولت جمع کر لی تھی۔ زبیر نے اپنی وفات پر پانچ کروڑ درہم کی جائداد چھوڑی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی وفات پر ایک ہزار اونٹ اور اتنا روپیہ چھوڑا کہ ان کی چار بیبیاں اور بقول تینوں بیوگان میں سے ہر ایک نے اولاد کا حصہ نکالنے کے بعد اسی

درہم تک پایا سعد ابن ابی وقاص نے مدینہ کے نزدیک ایک عالیشان
یا تھا جس میں وہ عیش و آرام کے ساتھ رہتے تھے طلحہ نے اپنی وفات
لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار چھوڑے۔ ان کی دولت و جائداد کی کل
تین کروڑ درہم تھی +

ان اقتباسات سے بہت سے امور ثابت ہوتے ہیں ہم صرف اُن میں سے چند کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کراتے ہیں :-

۱۔ آنحضرت نے ایک نیا طرز حکومت و تمدن قائم کیا۔ پرانی حکومت جیسی بھی تھی اُس کو قطعی طور سے نیست و نابود کر دیا۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے۔ کہ آنحضرت نے پرانی شیخانی طرز حکومت سے نمونہ لیا۔ اور اُس کی تقلید میں جمہوریت قائم کی +

۲۔ آنحضرت نے حکومت الٰہیہ قائم کی جس کے سردار آپ خود تھے۔ اور آپ مطلق العنان تھے +

۳۔ باوجود اسلام کے اُن لوگوں میں سے پرانی عادت و رسم و رواج زائل نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ اسیطرح قائم رہے +

۴۔ آنحضرت کے صحابہ دو قسم کے تھے۔ اُن میں اکثریت تو اُن لوگوں کی تھی جنمیں حرص و طمع و غارتگری بیجا غرور اور نفس پرستی تھی۔ اقلیت اُن لوگوں کی تھی جو صاحب علم و اخلاق تھے۔ بمقدم الذکر اکثریت کے لئے تو جو کچھ تھا بس دنیا کا مال ہی تھا +

۵۔ لوگوں میں اثر و رسوخ رکھنے والے اصحابہ رسول وہ تھے جنھوں نے بہت زیادہ مال و دولت جمع کر لیا تھا اور جو اس اکثریت میں سے تھے جن میں طمع حرص و غارتگری و نفس پرستی تھی +

۶۔ ان ہی میں سے زبیر و طلحہ و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے جنھوں نے بے شمار دولت جمع کر لی تھی +

۷۔ حضرت عمر کے دوست اور معتمد علیہ وہی تھے جنھوں نے آنحضرت کی

وفات اور حضرت عمر کی رحلت کے درمیانی وقت میں اتنا کثیر مال جمع کر لیا۔
۸۔ اس سے تصدیق ہوتی ہے بلاذری کی اس تحریر کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے کس طرح اور کن لوگوں کو اپنی اور اپنے دوست کی حکومت مستحکم کرنے کیلئے جاگیریں تقسیم کی تھیں۔ ورنہ ان لوگوں کے پاس اور کوئی خاص ذریعہ مال جمع کرنے کا نہ تھا +

۹۔ اب تو ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ کیوں حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دیگر ممبران شوریٰ نے حضرت علی سے یہ اقرار لینا چاہا کہ وہ سنت رسول و سنت شیخین دونوں کی پیروی کریں، سنت رسول تو محض زینت کیلئے کہا گیا تھا۔ مدعا سنت شیخین سے تھا۔ اور کیوں جب حضرت علی نے محض سنت رسول پر چلنے کا وعدہ کیا تو ان بزرگوں نے آپ سے اعراض کیا۔ سنت شیخین پر خلیفہ کو چلانا ضرور تھا تاکہ جس ذریعہ سے دولت جمع ہوئی تھی وہ بند نہ ہو جائے۔

اب اس بحث کو زیادہ طول دینا بے سود ہے۔ اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں حکومت شامل تھی اور وہ آپ کی نبوت کا جزو اعظم تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حکومت و سیاست کا اجتماع شخص واحد میں اصلی مقصد اسلام ہے۔ اور یہ نظریہ کہ مذہب و سیاست کا ایک جگہ اجتماع مضر ہے جہالت کا نظریہ ہے۔ یورپ نے اپنی ناکامیابی کی وجوہات پر پردہ ڈالنے کیلئے اس کو مشتہر کیا ہے۔ آنحضرت کی نبوت کا مقصد دنیا میں حکومت الٰہیہ کا قائم کرنا تھا +

یورپ کی تعلیم کا ایک دوسرا مضر اثر مسلمانوں میں پھیل رہا ہے۔ اور چونکہ وہ سقیفہ بنی ساعدہ کی ظاہری نمائش کی حمایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ اس کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ اب یہ کہا جانے لگا ہے کہ اسلام جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے جو کہ محض غلط ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ والے اسلام کی نہ ہمیں خبر نہیں جو اسلام قرآن شریف میں ہے اور جس کی تعلیم جناب

خدا نے دی وہ تو جمہوریت و طبیعت کے بالکل خلاف ہے طبیعت جمہوریت کا ایک جزو ہے۔ اب تو تمام مفکرین اسلام کا اس پر اجتماع ہے کہ اسلام میں جمہوریت نہیں چنانچہ حکیم امت حضرت اقبال فرماتے ہیں ؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

جمہوریت کا اول و آخرین اصول یہ ہے کہ اکثریت کی رائے نصِ قطعی ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک دو سو احمق ایک سو ننانوے عقلمندوں سے بہتر ہوتے ہیں اور ان پر حکومت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر ایک شخص اکیلا ڈاکہ ڈالے تو مجرم اور گردن زدنی۔ اگر ایک جماعت (یعنی قوم) اپنی کثرت رائے سے ڈاکہ ڈالے (دوسری قوم کو دبائے) تو عین حق۔ دس احمق نو عقلمندوں کو بے وقوف بنا سکتے ہیں۔ کیا معاذ اللہ اسلام میں بھی یہی احمق پروری ہے۔ یا قرآن شریف کی بھی یہی رائے ہے

ہم آپ کو بادشاہت و جمہوریت کا فرق بتلاتے ہیں۔ بادشاہت میں صرف ایک آدمی حکومت کرتا ہے۔ جمہوریت میں دو صد آدمی ملکر حکومت کرتے ہیں۔ بادشاہ اگر رعایا کے درمیان انصاف کرنا چاہیے تو کر سکتا ہے لیکن اگر جمہوریت میں یہ حکمرانوں کی جماعت انصاف کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی کیونکہ ان کو رائے دہندگان کا خوف ہوتا ہے جنکی رایوں سے انکی حکومت بنی ہے۔ رائے دہندگان چونکہ اپنی پارٹی یا جماعت کو حکمران پاتے ہیں۔ لہذا اس طاقت کے زعم میں دوسروں پر زیادتی و ظلم کرنا اپنا جائز حق سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ان کی رائے کی قیمت ہوتی ہے۔ بادشاہ اگر ظلم کریگا تو کہاں تک ظلم کریگا۔ صرف ایک آدمی کی خواہشات کی حد تک ظلم ہوگا۔ اپنے خاندان والوں سے تو بادشاہ اکثر کترایا ہی کرتے ہیں۔ اور ان کو اختیار نہیں دینا چاہیئے جمہوریت کے حکمران اگر ظلم پر آئیں تو کئی درجن حامیوں اور ان کے لواحقین دوستوں رشتہ داروں کی خواہشات کی لا انتہا حدود تک ظلم ہوگا بادشاہ اگر فضول خرچ ہے تو ایک آدمی کے اوپر جہاں تک خرچ ہو سکیگا کریگا۔ یہ درجن کے درجن

حکمران کئی درجن گنا خرچ زیادہ کرینگے۔ اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ صرف پانچ
تک یہ حکمرانی ہے تو پھر دونوں ہاتھوں سے جھولیاں بھرتے ہیں۔ بادشاہ
بہت پورا نا شرافت کا مجسمہ ہوتا ہے نسلاً بعد نسلٍ بادشاہت کرتے
فیاض اور خیالات وسیع ہو جاتے ہیں چشم سیر ہوتی ہے۔ حوصلہ عالی
رشک و حسد و تنگ خیالی کا اثر تک نہیں ہوتا۔ دوسروں کو فیض پہنچا
کی فطرت کا خاصہ ہوتا ہے سخاوت کا سمندر جب جوش مارتا ہے تو سارے
ملک کے کونہ کونہ میں اُس کی لہریں پہنچتی ہیں جمہوریت کے درجنوں حکمران عوام الناس
کی رالیوں سے مٹی کے ڈھیر پر سے اُٹھا کر تخت پر بٹھائے جاتے ہیں۔ ان میں سے
کسی کے باپ دادا لوہار ہوتے ہیں۔ کوئی جولاہوں کے خاندانوں میں سے ہوتا
ہے کسی کے یہاں جوتے بنتے آئے ہیں۔ یہ لوگ حکمرانی کے لئے منتخب ہوتے
ہیں۔ باپ نہ ماری پیدڑی اور بیٹا تیر انداز۔ وہ اپنے اپنے پیشہ اور خاندان
کے تنگ خیالات۔ رشک و حسد۔ رقابت تھڑدلاپن لے کر آتے ہیں۔ یہ کیا جانیں
کہ دوسرے کو فیض پہنچانا کس کو کہتے ہیں سخاوت کس شے کا نام ہے۔ دریا دلی
کیا ہوتی ہے۔ شاہانہ بے نیازی کس کو کہتے ہیں۔ یہ تو کسی کے ساتھ نیکی بھی کرینگے
تو اُس کے عوض پر پہلے نظر ڈال لیںگے کہ اس کو جو ہم نے یہ فائدہ پہنچایا ہے وہ
اس کے عوض میں ہمیں کیا دیگا ہم اس عقل کی اعجوبیت پر حیران ہیں گھوڑوں،
بیلوں، کتوں، گدھوں، کبوتروں، مرغوں کی نسلوں کو تو بہت اہمیت دی جاتی
ہے۔ اُن کے ماں باپ کا ایک طویل شجرہ ہر وقت تیار رہتا ہے۔ تاکہ خریداروں
کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ جو جانور کئی پشتوں سے نجیب الطرفین ہوتے ہیں وہ
بہت زیادہ قیمتی سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن جب اپنے حکمرانوں کے انتخاب کا وقت آتا
ہے تو پہلی نسل کو بھی نہیں دیکھتے۔ وہاں تو جس کی ہتھیلی میں زیادہ روپیہ ہوتا ہے
یا جس کی زبان میں زیادہ روانی ہوتی ہے وہی بازی لے جاتا ہے۔ یہ ہے وہ جمہوریت
جس کو آپ قرآن شریف سے ثابت کرنا چاہتے ہیں +

طلوع اسلام ایک نہایت عمدہ رسالہ تھا جو دہلی سے نکلا کرتا تھا مسلمانوں کے لئے سیاسی تدابیر و تجاویز اس پرچہ سے بہتر کوئی اور نہیں پیش کر سکا۔ اس کے بابت ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں اسلام اور جمہوریت کے عنوان سے ایک مضمون ہے مضمون نگار جمہوریت کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

ہم چیلنج دیتے ہیں قومیت پرست علماء کے پورے گروہ کو کہ یہ کتاب و سنت و آثار سے کوئی ایک ایسی سند پیش کریں جس کی رو سے اسلام اپنے متبعین کے لئے اس قسم کے نظام حکومت کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا نام آزادی قرار دیتا ہو۔ حیرت ہے کہ ان حضرات کی بصیرت و فراست کو کیا ہو گیا۔ ان کے نزدیک کوئی شخص اکیلا ڈاکہ ڈالے تو جرم ہے انسانیت کا دشمن ہے لیکن اگر ڈاکوؤں کی جماعت ملکر کثرت رائے سے ڈاکہ ڈالیں تو یہ ڈاکہ (نعوذ باللہ) عین اسلام کے مطابق ہے۔ اسلئے کہ یہ ڈاکہ جمہوری نظام حکومت کے ماتحت واقع ہوا ہے۔ انکا خیال ہے کہ اگر دو آدمیوں کے مقابلہ میں ایک آدمی دو اور دو پانچ کہے تو یہ غلط ہوگا لیکن اگر پانچ آدمی یہی کہدیں تو پھر یہ بالکل صحیح ہو جائیگا اسلئے کہ اب اسے جمہوریت کی سند حاصل ہو جائیگی۔ اگر کسی مسئلہ کی صحت کے لئے یہی سند کافی ہے کہ اکثریت اس کے حق میں ہے تو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خود خدا ماننے والوں کے مسلک کی تردید کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اکثریت میں ہیں۔ دور کیوں جائیے۔ خود ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ہندو اکثریت میں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حق وہی ہے جسے اکثریت کی حمایت حاصل ہو تو پھر ہندوؤں کو حق پر ماننا پڑے گا۔ ممکن ہے آپ کہدیں کہ یہ تو مذہب کے معاملات ہیں نظام حکومت سے انہیں کیا واسطہ۔ لیکن سوال یہاں مذہب اور حکومت کے شعبوں کا نہیں بلکہ اس بنیاد کا ہے جس پر جمہوری نظام کا نظریہ قائم ہے اور وہ بنیاد یہ ہے کہ اکثریت اقلیت کے مقابلہ میں برسر حق ہوتی ہے۔ یہ بنیادی غلطی ہے۔ اور جب

بنیادی غلط ہے تو جس قدر عمارت اس پر تعمیر ہوگی سب غلط ہوگی خواہ اسمیں حکومت کمرہ الگ ہو اور مذہب کا الگ"۔

پھر اس کے بعد کچھ آگے چل کر کہتے ہیں:۔

"اسلام میں حکومت کا اختیار نہ اکثریت کو حاصل ہے نہ ایک فرد کو۔ وہاں حکومت کا اختیار انسانوں سے بلند و بالا ایک ذات کو حاصل ہے۔ جسے خدا کہتے ہیں۔ ان الحکم للہ (حکومت کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے) اسلام کا بنیادی اصول حکومت ہے۔ خدا کے سوا کسی اور میں حکومت کے اختیار کا عقیدہ اس کے نزدیک شرک ہے۔ ... حکومت قوانین کے ذریعہ قائم ہوتی ہے۔ اور ان قوانین کے اصول وضوابط اللہ تعالیٰ نے خود مرتب فرما کر اپنی ابدی جاوید کتاب میں محفوظ کر دئیے ہیں۔ اس لئے تمام امور کے فیصلے اس ضابطہ خداوندی کے ماتحت ہوں گے۔ جو ایسا نہ کریگا وہ حکومت الٰہی کا انکار کرنیوالا ہوگا"۔

دیکھئے۔ یہ صاحب کتنا حق کے نزدیک آ گئے ہیں۔ جمہوریت اسلام کے اصول کے خلاف ہے۔ احمقوں کا بنایا ہوا طرز حکومت احمقانہ اصول پر مبنی اس جمہوریت کو سلطنت الٰہیہ سے کیا سروکار جس میں حکومت صرف خدا کے لئے ہوتی ہے۔ اتنا تو کہدیا لیکن پورا حق ہوتا اگر یہ بھی کہدیتے کہ خدا خود تو حکومت کرنے نہیں آتا۔ اصولاً تو ساری دنیا کا وہی حاکم ہے کافروں کے ملک کا بھی اور مسلمانوں کے ملک کا بھی لیکن مسلمانوں کی سلطنت الٰہیہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے حاکم کو خداوند تعالیٰ نے خود مقرر کر دیا ہے۔ اور اپنے نبی کی معرفت امت کو شناخت کرا دی ہے۔ اس الٰہی حکام کے سلسلہ کے اول حضرت علی ہیں لیکن اتنا کہنے سے ان کے پرانے عقیدے نے ان کو باز رکھا۔ فوراً حضرت عمر کا تاریخی فقرہ حسبنا کتاب اللہ یاد آ گیا۔ ساتھ ہی سقیفہ بنی ساعدہ کا نقشہ انکھوں کے سامنے پھر گیا بس ے راستے سے ہٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ اسلام میں نہ جمہوریت ...گے چل کر کہتے ہیں کہ دونوں کی اچھائیاں اسلام کے نظام

...ہیں۔ حاکم کو اکثریت مقرر کرتی ہے۔ حاکم مجلس شوریٰ مقرر کرتا ہے۔ اُس
...شورہ کرتا ہے لیکن اکثریت کے فیصلہ کا پابند نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت
...بت کا متفقہ فیصلہ کہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ نہ کی جائے نہ مانا۔ وغیرہ
...ہیں "ایک مسلمان" کے افکار پریشاں۔ آپ نے دیکھا۔ جب انسان صراط
...ستقیم کو چھوڑ دیتا ہے تو کس طرح بھٹکتا پھرتا ہے وہی اکثریت جس کی برائیاں
...رہے تھے حاکم مقرر کرنے کے لئے آموجود ہوئی۔ اکثریت نے حاکم مقرر کیا تو گویا
ایک ہزار گدھے نو سو ننانوے آدمیوں سے بڑھ گئے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حاکم کے
لئے اسلام میں ضروری ہے کہ مجلس شوریٰ مقرر کرے لیکن وہ اکثریت کے فیصلہ کا
پابند نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی اور کیسی جمہوریت مجلس شوریٰ تو بڑے سے بڑا جبار
حاکم بھی مقرر کر لیتا ہے مشیر و صلاح کار جس طرح حضرت ابوبکر کے تھے اسی طرح چنگیز خان
کے بھی تھے تیمور کے بھی تھے۔ نپولین کے بھی اور ہٹلر کے بھی۔ کوئی حاکم یا آمر یا
ڈکٹیٹر ایسا نہیں جو اپنے گرد صلاح و مشورہ کے لئے اپنے ہمخیال لوگوں کا حلقہ
نہ رکھتا ہو۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مجلس شوریٰ کے لئے انتخاب ہوگا
یا حاکم خود مقرر کریگا۔ اگر انتخاب ہوا تو وہی اکثریت کی لعنت۔ اگر حاکم نے خود مقرر
کر لیا تو وہی ڈکٹیٹر کی سی خودسری۔ پھر فرماتے ہیں کہ یورپ کی جمہوریت میں اکثریت
کو قانون و ضوابط بنانے پڑتے ہیں۔ یہاں وہ قواعد و ضوابط خداوند تعالیٰ کی
طرف سے بنا دیئے گئے ہیں۔ اور یہی مطلب ہے خداوند تعالیٰ کے حاکم ہونے کا
کیسی بھٹکی ہوئی بحث ہے کہیں مجلس قانون ساز بھی حاکم ہوا کرتی ہے۔ حاکم تو وہ
ہوتا ہے جو اُس قانون کا نفاذ کرے۔ اصلی حکومت تو نفاذ میں ہے نہ کہ محض قانون
کے بنانے میں۔ خداوند تعالیٰ کو اچھی حکومت دی۔ حاکم مطلق کے درجہ سے گرا کر
قانون ساز کے درجے پر لے آئے۔ قانون کیسا ہی اچھا ہو۔ اگر اس کو جاری کرنے
والا اچھا نہیں ہے اور ظلم کرتا ہے تو پھر قانون کی خاموش عمدگی کیا فائدہ دیگی۔
اور یہی تو اسلام کا رونا ہے کہ قرآن کی مقرر کردہ طرز معاشرت پر کوئی عمل نہیں

کر رہا۔ اسلام میں جو تفرقے پیدا ہوئے ہیں اور فساد اُٹھے ہیں وہ بھی ایک کتاب قانون وضوابط کی موجودگی میں ہوئے ہیں

بہت طویل بحث کی جا سکتی ہے اور بہت سی وجوہات دی جا سکتی ہیں اس امر کے ثبوت میں کہ اسلام میں جمہوریت اور انتخابی حکومت نہیں ہے اور نہ یہ طرز حکومت اسلام جیسے ہمہ گیر مذہب کے لئے موزوں ہے۔ انتخابی حکومت اور جمہوریت کی بنا اکثریت پر ہوتی ہے اور قرآن شریف کا مطالعہ ہر ایک اپنے اور غیر کو قائل کر دیگا، کہ اس میں اکثریت کی مذمت ہی کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اکثریت ہمیشہ غلطی پر ہوتی ہے بلکہ دنیا اور انسان کے ماحول کا مطالعہ بتا رہا ہے کہ اچھے لوگ، اچھی شے یہاں کم پائی جاتی ہے، کثرت ناکارہ اور جاہل لوگوں کی ہوتی ہے۔ عالم خدا رسیدہ، نیک بندے کم ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (پارہ ۲۲ سورۃ السبا)

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ۔ پارہ ۲۳۔ سورۂ ص ع ۲)

یعنی "ان کی اکثریت اپنے میں سے بعض کے اوپر ظلم و زیادتی کرتی ہے۔ لیکن وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے۔ اور وہ بہت کم ہیں"

قرآن شریف میں تو جمہور و عوام الناس کی کہیں تعریف ہی نہیں ہے، بلکہ صاف صاف بیان کیا ہے کہ دنیا میں کثرت اُن لوگوں کی ہے جو ظالم و جاہل ہیں۔ ناشکرے ہیں۔ کیا سلطنت الہیتہ میں خداوند تعالےٰ حاکم و بادشاہ مقرر کرنا ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیگا۔

ہندوستان میں انتخابی حکومت کی خرابیاں اس قدر ظاہر ہو گئی
عملی طور سے تمام لوگوں نے اس طرح ان کا تجربہ کر لیا ہے کہ کسی
ب میں جو ہندوستان میں شایع ہو انتخابی حکومت کی
س کو گنوانا محض فعل عبث ہے، رعایا کے ہر ایک فرد نے تجربہ
بی سے معلوم کر لیا ہے کہ جس تختۂ زمین او جس قوم پر خداوند تعالیٰ
اپنا شدید ترین عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو صرف اتنا کافی
ہے کہ اس ملک میں انتخابی حکومت قائم کرا دی۔ پھر سارے عذاب
خود بخود آ جائیں گے، جمہوریت کامل جس میں تمام لوگوں کی اپنی
حکومت اپنے مفاد کے لئے ہو نہ پہلے کبھی دنیا میں ہوئی، نہ اب ہے،
نہ آئندہ ہوگی،

انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں اس مضمون پر رائے ظاہر کی گئی ہے کہ
جمہوریت اگر کبھی تھی تو یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تھی۔
اس کے بعد پھر کبھی نہیں ہوئی۔ لیکن مسٹر کلارک نے اپنی کتاب موسومہ
Democracy in the Dock میں اس کا بھی فیصلہ قطعی
کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

It follows that as the slave population in Athens, for example — was as great or greater than that of the freemen, and as women took no part in the assemblies, there has never been a perfect democracy, according to modern political ideas, in the history of the World. Nor is there any likelihood of one in future. (Clark's Democracy in the Dock, P.10

یعنی اس زمانہ میں بھی اکثر ملکوں میں مثلاً غلام اور عورتوں کی تعداد آزادوں سے زیادہ تھی، اور آزاد لوگوں کی رایوں پر جمہوریت کا قیام تھا عورتیں اس میں حصہ نہیں لیتی تھیں۔ لہذا ظاہر ہے کہ دنیا میں کامل جمہوریت نہ کبھی ہوئی اور نہ آئندہ اس کے ہونے کا امکان ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اسلام کی حکومت الہیہ میں جمہوریت و انتخابی حکومت نہیں ہے اسی طرح ڈکٹیٹرشپ اور فاسزم کے لئے اس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ڈکٹیٹرشپ اور فاسزم مندرجہ ذیل اصول پر مبنی ہیں۔

(۱) ہر ایک شخص ڈکٹیٹر ہو سکتا ہے کسی شرائط و قواعد کی ضرورت نہیں

(۲) ڈکٹیٹر ہر ایک حکم دے سکتا ہے کسی قواعد و قانون کا پابند نہیں۔

(۳) اگر قواعد و قانون اس کی مرضی و خواہشات کے خلاف ہیں تو وہ ان کو تبدیل یا منسوخ کر سکتا ہے۔

(۴) کوئی شخص اس کے احکام کی خلاف ورزی کسی بناء پر نہیں کر سکتا اور نہ اس میں نکتہ چینی کر سکتا ہے۔

(۵) یہ سوال کہ احکام ظالمانہ وسفیہانہ ہیں، ڈکٹیٹرشپ کی گورنمنٹ میں اٹھایا ہی نہیں جا سکتا۔

جمہوریت کے حکام کی طرح ڈکٹیٹر بھی اکثر نیچے کے طبقہ کا آدمی ہوتا ہے وہی تنگ خیالی، کم مائیگی، رشک وحسد و تھڑدلا پن اس میں بھی ہوتا ہے۔ شاہانہ وسعت نظر و بلند خیالی، سخاوت و فیاضی کے جوہر اس میں سے بھی مفقود ہوتے ہیں، نسلوں کی شاہانہ تربیت و تعلیم سے وہ بھی عاری ہوتا ہے ان سب برائیوں کے ساتھ اس کے احکام کی سختی ڈکٹیٹرشپ کو جمہوریت سے بھی زیادہ مضر اور خوفناک بنا دیتی ہے۔

قرآن شریف صاف صاف کہہ رہا ہے کہ اسلام کی حکومت الہیہ میں نہ جمہوریت ہے اور نہ انتخاب اور نہ ڈکٹیٹرشپ۔ ملاحظہ ہو۔

مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا	جماعت اسلامیہ میں سے کسی
مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ	مرد یا عورت کو یہ حق نہیں
رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ	کہ جب خدا و رسول کچھ حکم
لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ	دیدیں تو پھر ان کے لئے اس
وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	میں کچھ اختیار باقی رہے، اور
فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا	جو کوئی خدا و رسول کی نافرمانی
پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب ۔ ع ۵ ۔	کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا	اے وہ لوگوں جو ایمان لائے
اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا	ہو، اطاعت کرو، خدا کی ۔
الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ	اور اطاعت کرو رسول اور
مِنْكُمْ	صاحبان امر کی ۔
فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ	تمہارے پروردگار کی قسم یہ
حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ	لوگ جب تک اپنے تنازعات
بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ	میں تم کو حاکم نہ بنائیں اور جو
اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ	فیصلہ تم کرو اس سے اپنے
وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا	دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس
پارہ ۵ سورۃ النساء ع ۹	کو خوشی سے تسلیم کریں۔ تب
تک یہ مومن نہ ہوں گے ۔	
النبی اولی بالمومنین من انفسہم	نبی مومنین کی جانوں کا والی ہے ۔
پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب ع ۱	

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں

(۱) جناب رسول خدا کی نبوت میں حکومت شامل
(۲) اس حکومت میں جمہوریت یا انتخاب حکمرا
(۳) اول کی دو آیتیں ملاحظہ ہوں، خدا کی اط
واولے الامر کی اطاعت کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے
اطاعت کا مطلب ہے۔ قوانین وضوابط مذہب اسلام
نتیجہ نکلا کہ رسول واولے الامر کے احکام وافعال واقوال
قوانین وضوابط مذہب ہوں گے۔ یعنی وہ بھی پابند ہوں
کہ ان قوانین کے مطابق عمل کریں۔ رسول بھی خداوندتعالی
کی اطاعت کے لئے اسی طرح مامور ہے کہ جس طرح امت۔
اسلام میں ظلم وزنا وجور وتعدی وقتل ناحق سب ممنوع
ہیں۔ لہٰذا حکومت الہیّہ کے سردار کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ
ان اُمور کا مرتکب ہو۔ پس۔ یہی بات فرق پیدا کرتی ہے
ڈکٹیٹر اور اسلامی حکومتِ الہیّہ کے سرداریں۔ لہٰذا ثابت
ہوا کہ اسلام میں ڈکٹیٹر شپ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔
جناب رسول خدا کا طرز عمل بھی یہی بتا رہا ہے کہ وہ نہ جمہوریت
چاہتے ہیں اور نہ ڈکٹیٹر شپ۔ اور انتخابی حکومت تو بالکل
ہی ناموزوں ہے۔ اسلام کا سردار اعلےٰ تو ہمیشہ کے لئے
ہوتا ہے۔ اور جو طریقۂ حکومت اختیار کیا جاتا ہے۔ وہ بھی ہر
حالت میں قابل عمل ہی سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔ امتِ محمدیہ
ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ سائبیریا کے برفستانوں میں
افریقہ کے ریگستانوں میں۔ چین کے میدانوں میں۔ ہمالیہ
کے پہاڑوں میں، ہندوستان کے بیابانوں میں، یورپ کے
آرام گاہوں میں، غرض دنیا کے چپہ چپہ پر مسلمان موجود

ان میں ایک حاکم اعلیٰ کا انتخاب کرنا ناممکن ہی، طریقۂ انتخاب
لڑائیاں ہو جائیں گی۔ اور اگر یہ سمجھو کہ ہر ایک ملک کا علیحدہ
اسلام ہو گا تو پھر مرکزیت کہاں رہی، اور سب سے بڑی خرابی
جو ہو گی وہ یہ ہو گی کہ وطنیت کا قدم درمیان میں آجائے گا۔ اور
وطنیت کا تخیل اسلام کے لئے سمِ قاتل ہے جیسا کہ علامہ اقبال
نے بار بار اعلان کیا ہے۔

جمہوریت کا پہلا اور خاص اصول یہ ہے کہ اکثریت اور فقط اکثریت
کا حکم غالب رہے گا۔ یہ اصول اس سختی کے ساتھ عمل میں لایا جاتا ہی کہ مثلاً
اگر پانچ ہزار رائیں ایک طرف اور چار ہزار نوسو ننانوے رائیں دوسری
طرف ہیں تو بس پانچ ہزار رایوں والی پارٹی کو حق حاصل ہو گیا کہ دوسری
پارٹی کو اپنا محکوم بنائے، اور باوجود اس کے مساوات کا دعویٰ بھی ہی ع

چہ دلاورست دُزدی کہ بکف چراغ دارد

وہ دین جس کے اکیلے نبی کو کفر کی اکثریت سے لڑنا پڑا جس
کے پیرو بہت زمانہ تک نہایت قلیل و غریب تھے۔ جس کو دنیا
میں کبھی اکثریت حاصل ہی نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں
اور ان کے بعد مدت تک تو قطعاً یہ اکثریت حاصل نہیں ہوئی وہ
دین کس طرح جمہوریت کے اس بنیادی اصول کو تسلیم کرلے گا۔
یہ ہی نہیں بلکہ بہت سے ایسے اصول جمہوریت و ڈکٹیٹر شپ میں ہیں جو دین و
فقۂ اسلام کے خلاف ہیں امر واقعہ یہ ہے کہ ڈکٹیٹر شپ بھی پہلے اس اکثریت ہی
کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہی۔ ڈکٹیٹر شپ و بادشاہت میں فرق یہ ہی کہ بادشاہت
خاندانی حقوق کی وجہ سے حاصل ہوتی ہی اور ڈکٹیٹر کو اکثریت کے ذریعہ سے حکومت ملتی ہی اور
پھر وہ ڈکٹیٹر بن جاتا ہی۔ وہ دین جس میں اکثریت منافقین کی تھی اور جس کے
مسلمان بھی اکثر ایسے تھے جو کبھی صلح حدیبیہ کی وجہ سے نبوت ہی میں شک کرنے

لگتے تھے۔ کبھی کسی ظاہری شکست کو دیکھکر دل چھوڑ دیتے تھے وہ
کی تعلیم دے سکتا ہے۔ اگر رایوں پر انحصار ہوتا تو اسلام مسخ ہو
برسراقتدار آتی جس ... نے میں نماز و قرآن اپنی زبان میں ہو
کبھی ایسی اکثریت ہوتی جو یہ کہتی کہ پانچ نمازیں ایک ... میں بہت زیادہ ہیں
زمانہ حال کیلئے موزوں نہیں۔ علاوہ اس کے ... ازواج
قرآن شریف میں تو کہیں نہیں۔ موجودہ تہذیب کے خلاف ہے ہم نہ بیٹھے یا لیٹے لیٹے
پڑھ لیا کرینگے۔ کبھی ایسی اکثریت کا دور دورہ ہوتا جو یہ کہتی کہ حج اس وقت کے لئے
تھا کہ جب سلمان عرب کے نزدیک رہتے تھے۔ اب حج بند کیونکہ انگلستان و امریکہ
آسٹریلیا و جاپان سے آنے میں دقت ہوتی ہے۔ چونکہ قانوناً اکثریت کو یہ حق
حاصل ہوتا کہ وہ اپنے مخالف پارٹی کی رائے کو نہ چلنے دے اسلام عجب طرح سے
مسخ ہو کر رہ جاتا۔ اسلام جس کے نام سے اطاعت ٹپکتی ہے جس کے ایک حکم کے
خلاف کوئی چون و چرا نہیں کرسکتا۔ اسلام جس میں قیاس منع ہے۔ وہ کب جمہوریت
کے اصول کی تاب لاسکتا ہے۔ اسلام تو اکثریت کی مذمت کرتا ہے۔ وَاِنْ تُطِعْ
اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ
وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۔ پارہ ۸ سورۃ الانعام ع ۱۴۔ اے رسول اگر تم اکثریت
کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں خدا کی راہ سے گمراہ کردینگے۔ وہ لوگ تو اپنے
قیاس ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور وہ تو فقط اپنے ٹوئیاں مارتے ہیں۔

آنحضرت کے بعد بھی کسی خلیفہ نے جمہوریت کے اصول پر عمل نہیں کیا۔
سقیفہ بنی ساعدہ میں جمہوریت کی جھلک تک نہ تھی۔ وہ تو محض ایک ترکیب
تھی کہ خاندان نبوت میں سے کسطرح حکومت نکالی جائے جمہوریت کا شائبہ تک
نہ تھا۔ اس کو تفصیل سے ہم اس کتاب کے باب دہم میں بیان کرینگے۔ حضرت
ابوبکر نے خود حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا۔ شوریٰ ایک دوسری تجویز تھی کہ کسطرح
حضرت علی کے پاس حکومت نہ جائے۔ اس میں بھی جمہوریت کی جھلک نہ تھی۔

م نے ممبران شوریٰ مقرر کئے تھے۔ رعایا کی رائے کو کسی طرح سے اہمیت
تھا۔ ہاں حضرت علی کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ آپکی حکومت ظاہری پر
ہ کا اجماع ہو گیا تھا۔ بلکہ باہر سے جو لوگ آئے تھے وہ بھی متفق تھے لیکن
نعات کا نتیجہ تھا۔ رعایا کے حق کا اقبال نہ تھا۔ سب سے زیادہ غور طلب یہ بات
ہے کہ جب حضرت ابوبکر کا وقت رحلت نزدیک آیا تو لوگوں نے آپ سے استدعا
کی کہ آپ ہمارے اوپر حاکم مقرر کر دیں۔ حضرت عمر کا جب [illegible] تو لوگوں
نے کہا کہ امت محمدیہ کا حاکم مقرر کرتے جاؤ۔ حضرت عائشہ نے بھی یہی استدعا
حضرت عمر سے کی۔ رعایا نے یہ نہ کہا کہ حاکم مقرر کرنا ہمارا حق ہے ہم خود مقرر
کر لینگے۔ اگر یہ حق امت کا ہوتا تو امت کے لوگ ضرور کہتے۔ اور مرنے والے
خلیفہ سے استدعا نہ کرتے کہ ہمارے اوپر حاکم مقرر کرتے جاؤ۔ امت کا یہ طرز
عمل ہی ثبوت کافی ہے اس دعوے کا کہ حاکم و بادشاہ مقرر کرنا امت کا حق نہ تھا۔

اس سوال کی بحث میں کہ حکومت الٰہیہ کے حاکم مقرر کرنا کس کا فرض یا حق
ہے۔ رسول یا امت کا۔ یہ غور کرنا لازم ہوگا کہ اس حکومت کیلئے کس قسم کے حکام
کی ضرورت ہے۔ اور یہ دیکھنے کیلئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس حکومت کے
دعوے کیا ہیں۔ اور حکومت کی نوعیت اور اس کے دعووں کا انحصار اس مذہب
کی نوعیت اور اسکے دعووں پر ہے کہ جس مذہب کے ماتحت وہ قائم ہوئی ہے بلکہ جس مذہب
کا وہ ایک جزو ہے لہذا سب سے پہلے ہم اسلام کے دعووں پر نظر ڈالتے ہیں۔ دو آیتیں ملاحظہ ہوں:۔

(۱) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا
لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (پارہ ۲۱ سورۃ الروم ع ۴)۔

(۲) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ
الْاِسْلَامَ دِيْنًا (پارہ ۶ سورۃ المائدہ ع ۱)

اس دین حنیف کی پیروی و متابعت کرتے رہو۔ یہ وہ دین ہے جو خداوند تعالیٰ
کی فطرۃ کاملہ کا نتیجہ ہے۔ وہ فطرت جس فطرت پر خداوند تعالیٰ نے انسان کو پیدا

کیا ہے۔ ایک خاص دن کی طرف اشارہ کرکے فرماتا ہے کہ آج کے دن میں یعنی خداوند تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے کمل کیا۔ اور اس تکمیل کی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے اپنی نعمت تمہارے اوپر کامل کی +

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل مطالب برآمد ہوتے ہیں:۔

۱۔ اس دین کو خود خداوند تعالیٰ نے خلق کیا ہے۔

۲۔ اس دین کو خود خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے منتخب و مقرر کیا ہے۔

۳۔ اس دین کو خود خداوند تعالیٰ نے مکمل کیا ہے۔

۴۔ اس دین کی تکمیل ایک خاص نعمت کی وجہ سے ایک خاص دن ہوئی۔

۵۔ یہ دین خداوند تعالیٰ کی صفت قدرت و خالقیت کا خاص نمونہ ہے۔

۶۔ جس فطرۃ کے مطابق انسان خلق کیا گیا ہے اُس ہی فطرۃ پر اس مذہب کی بنا ہے۔

۷۔ اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔

۸۔ یہ دین ہی صراط مستقیم ہے۔

لہٰذا

۹۔ انسانوں کے قیاس یا اُن کے اجماع کو اس میں دخل نہیں اپنی متفقہ رائے سے وہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔

۱۰۔ جس نعمت سے یہ دین مکمل ہوا ہے۔ وہ نعمت ایک خاص دن خداوند تعالیٰ نے اپنے مسلمانوں پر نازل کی یا مقرر کی۔

۱۱۔ جس طرح کفران نعمت سے اور نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں وہی حکم اس نعمت پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کی اس نعمت کا مسلمان کفران کرینگے اور اس کو قبول نہ کرینگے تو خداوند تعالیٰ غنی ہے وہ اس نعمت کو اُنمیں سے اُٹھا لیگا۔ اور اپنا عذاب نازل کریگا۔ اِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔

۱۲- یہ ایسی نعمت ہے کہ اس کمال کے ساتھ وہ اس سے پہلے بنی نوع انسان کیلئے کبھی مقرر نہیں کیگئی۔

۱- جو حکومت اس دین کا جز ہے اور اُس کے ماتحت ہے۔ اُس میں کامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ ظلم ایک نقص ہے اور نقص و کمال ایک جگہ نہیں ہو سکتے۔

۱۴- چونکہ حکومت حکام کے ماتحت ہوتی ہے۔ اور یہ حکومت اسلام کا رکن اعظم ہے۔ اسلام کو خود خداوند تعالےٰ نے بنایا اور مکمل کیا ہے۔ لہذا اُن حکام کو بھی خدا ہی خلق و منتخب و مقرر کریگا۔ یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

۱۵- حکومت الہیہ و حکومت فرعونیہ میں یہ فرق ہوا کہ مقدم الذکر کامل ہوگی۔ اور موخر الذکر ناقص۔

۱۶- کامل حکومت کے حکام بھی کامل انسان ہونے چاہئیں۔ اگر ناقص ہوئے تو اُن کا اثر حکومت پر ہو کر حکومت بھی ناقص ہو جائیگی۔ اور حکومت الہیہ کی صفت یہ ہے کہ اُس میں نقص یا تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

۱۷- قرآن شریف کی شہادت اس امر کے ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ کفر سب سے بڑا ظلم ہے۔ انسان کامل کی کئی علامتیں ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی عمر کے کسی حصہ میں کافر رہ چکا ہے۔ وہ انسان کامل کی صفت میں نہیں آتا۔ لہذا حکومت الہیہ کا اہل نہیں۔

۱۸- ہزاروں ہی انبیاء و مرسلین گزرے ہیں۔ اُن میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی عمر کے کسی حصہ میں کافر رہا ہو۔ لہذا ہر ایک نبی و رسول کا جانشین ایسا ہونا چاہئے جو اپنے عمر کے کسی حصہ میں کافر نہ رہا ہو۔

جب ہم سقیفہ بنی ساعدہ کے مضر نتائج و عواقب پر غور و بحث کرینگے تو ہمکو پھر اس مضمون کی طرف عود کرنا ہوگا تاکہ ہم دیکھیں کہ اسلام و حکومت الہیہ کے کیا دعوے تھے اور وہ اُس حکومت میں پورے ہوئے یا نہیں کہ جو سقیفہ

بنی ساعدہ کے اجلاس میں قائم ہوئی تھی۔ یہاں ہم آیت اکمال پر غور کرتے ہوا
اس دین کی تکمیل ایک خاص نعمت کی وجہ سے ہوئی جو نعمت کہ ایک خاص
دن مسلمانوں کیلئے مقرر کی گئی گویا کہ تکمیل دین و نعمت آپس میں لازم و ملزوم
اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کمال کیا تھا۔ اور وہ نعمت کیا تھی۔

مذہب اسم ظرف ہے۔ ذہاب سے۔ اس کے معنی ہوئے چلنے کی جگہ
گویا پورے یا کامل مذہب کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ راستہ اور چلنے
والے۔ اگر راستہ سیدھا ہے لیکن چلنے والے نہیں تو بے فائدہ ہے اور اگر
چلنے والے تو تیار ہیں سیدھا راستہ ہی نہیں ملتا تو وہ بھی بے فائدہ۔ گویا دین
یا مذہب کے دو ارکان ہوئے۔ ایک تو یہ کہ راستہ سیدھا اور مستقیم ہو۔ دوسرے یہ
اُس پر چلا جائے۔ اس ہی وجہ سے اسلام کے دو بڑے ارکان ہیں یعنی اعتقاد
اور فعل یا ایمان اور عمل۔ ایمان کا تعلق محض قول سے ہے اور عمل کا فعل سے
جب تک یہ دونوں صحیح اور درست نہ ہونگے نجات ناممکن ہے۔ قرآن شریف
میں جہاں جہاں جنت اور نعیم جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ وہاں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے فقرہ کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔ دو شرطیں
مقرر کی گئی ہیں۔ ایمان و عمل صالح۔ نجات اُخروی کیلئے محض ایک شرط
کافی نہیں۔ گویا اسلام کے یہ دو رکن ایسے ہیں کہ ہمیشہ ساتھ رہینگے۔ اور محض
ایک کی پیروی سے نجات نہیں حاصل ہو سکتی۔ اسلام کو خدا نے خود بنایا اور
منتخب کیا۔ لہذا اسلام کے یہ دونوں رکن بھی خدا نے خود مقرر کئے اور
منتخب کئے۔ ایک رکن یعنی اعتقاد کیلئے تو قرآن شریف نازل کیا گیا۔ اب فرمائیے
کہ دوسرے رکن یعنی عمل کے لئے کس کو مقرر کیا گیا۔ اور مقرر بھی شروع ہی سے
کرنا چاہئے تھا کہ جب سے قرآن شریف کو اس غرض کیلئے مقرر فرمایا۔ ملت
اسلامیہ کا اتفاق اس اعتقاد پر ہے۔ اور خود قرآن شریف بھی بتاتا ہے کہ جناب
رسول خدا پر نازل ہونے سے قبل لوح محفوظ میں مکنون تھا۔ لہذا اس دوسرے

روحیں بھی عرش اقدس کے ارد گرد ہونی چاہئیں۔ اب ہمکو یہ معلوم کرنا چاہیئے
دوسرا رکن کن حضرات پر مشتمل ہے۔ یہ دوسرا رکن سقیفہ بنی ساعدہ والے تو نہیں
کیونکہ (۱) انکو خدا نے نہیں بلکہ انسانوں نے مقرر کیا تھا (۲) اسلام لانے سے قبل
عمر سے زیادہ بت پرستی میں گزار چکے تھے (۳) انکو رکن اول کے ساتھ ہم عصریت حاصل
نہیں (۴) انکا علم کامل نہیں تھا لہذا عدل کامل نہیں کر سکتے تھے (۵) مقدمات فیصلہ
کرنے کیلئے بسا اوقات وہ کامل علم والوں کی مدد کے محتاج ہوتے تھے۔

جناب رسولخدا کی تبلیغ ادھوری رہجاتی اور آپکی نبوت کا مقصد فوت ہوجاتا
اگر آپ اپنی امت کو یہ نہ بتاتے کہ اس کامل مذہب کے دو رکن کون ہیں۔ ایمان کا رہنما کون ہے
اور عمل کا رہنما کون۔ ایمان میں کس کی پیروی کریں اور عمل کے لئے کونسا نمونہ رکھکر
اُس کی تقلید کریں۔ جب ہی تو ارشاد خداوندی ہوا۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ
اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔ اے رسول اپنے خدا
کا مکمل پیغام امت کو پہنچادے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا اپنی رسالت ہی پوری
نہ کی۔ اور یہ بالکل ہی ظاہر ہے محض ایک رکن بتانا کامل اسلام کی تعلیم نہیں لہذا
رسولخدا نے فرمایا اور بہت اچھی طرح فرمایا کہ میں تمہارے درمیان اس مذہب کے
دو ارکان عظیم چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرا میرے اہلبیت۔ یہ دونوں
ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ قیامت کے دن میرے حضور میں حاضر
ہوں۔ اور جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرتے رہوگے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔
کامل اسلام یہی ہے۔ حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں اور ماننے والوں کے اعتقاد
کے بموجب گویا خداوند تعالیٰ نے مذہب کا ایک ہی رکن اُتارا۔ دوسرے کی طرف سے
بالکل خاموشی اختیار کرلی حالانکہ جناب رسولخدا نے یہ بھی فرمادیا کہ ان دونوں ارکان میں
ہم عصریت ہے۔ جب سے ایک رکن خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا تب سے ہی دوسرا رکن
مخلوق کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا کئے گئے۔ اور وہ نور حضرت
آدم کی پیدائش کے چار ہزار سال قبل سے عرش الٰہی کی داہنی طرف اللہ تعالےٰ کی

تسبیح و تقدیس کرتا تھا پس جب حضرت آدم پیدا کئے گئے تو ہم کو طاہر عورتوں کے اصلاب و ارحام میں منتقل کیا گیا یہاں تک کہ یہ نور صلب میں ودیعت ہوا۔ اسوقت ہمارے نور کے دو برابر حصے کر دئے گئے! والد عبداللہ اور نصف میرے چچا ابوطالب کے صلب میں قرار پایا۔ پس سے میں اور دوسرے آدھے سے علی پیدا کئے گئے۔ یہ ہے اصلی رکن ثانی حدیث ثقلین و حدیث نور و شان نزول آیت اکمال و آیت تبلیغ کو ہم نے اس باب ہشتم اور یازدہم میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آیت اکمال میں "الیوم" آج کے دن سے وہ دن مراد ہے کہ جب بمقام غدیر خم جناب رسالتمآب نے حضرت علی ابن ابی طالب کی خلافت کا اعلان عام فرما دیا +

ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاوے کہ واقعی خدا وند تعالیٰ نے کامل دین اتارا۔ عقائد کے لئے قرآن اور عمل کے نمونہ کے لئے اپنے رسول کو مقرر کیا۔ علی و عترت رسول تک جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس اعتراض پر غور کرنے کیلئے امعان نظر کی ضرورت ہے۔ اسلام دین کامل قیامت تک کیلئے ہے۔ یا صرف آنحضرت کی دنیاوی زندگی تک کیلئے تھا۔ قرآن شریف کو قیامت تک کیلئے نازل کیا گیا ہے۔ یا صرف آنحضرت کی زندگی تک کیلئے۔ معترض کی بحث کا تو یہ نتیجہ نکلا کہ ایک رکن یعنی قرآن تو قیامت تک کیلئے تھا اور دوسرا رکن یعنی عمل صرف تیئیس برس کیلئے۔ گویا تیئیس برس تک کیلئے تو مکمل دین نازل فرمایا تھا۔ اس کے بعد اس کو لنگڑا کر دیا۔ اور جب سے قیامت تک کیلئے یہ دین ناقص ہی اتارا گیا یعنی آیۂ کریمہ اکملت لکم دینکم صرف تیئیس سال کے لئے نازل ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کیلئے ناقص دین مقرر کیا گیا تھا یہ صریحاً غلط ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح قرآن شریف قیامت تک کیلئے ہے اسی طرح اس حبل المتین کا دوسرا بٹ یعنی ہادیان عمل بھی قیامت تک کیلئے خداوند تعالےٰ نے مقرر کئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ آنحضرت تو صراط مستقیم دکھا کر راہ ضلالت

ل سے ڈرا کر، دین اسلام کے اصول و فروع بتا کر، جنت کو تشریف لیجائینگے
رایت کا سلسلہ برابر جاری رہیگا اور ہادیان عمل کا نمونہ قیامت تک امت
لمنے پیش کرتے رہینگے۔ گویا ان ہادیان دین کے تقرر و اعلان تقرر سے
یل دین اسلام ہوئی۔ کیونکہ اس کے دونوں ارکان مقرر ہو گئے اور امت کو انکا
علم ہو گیا۔ چونکہ روز غدیر خم یہ اعلان ہوا تھا لہذا ارشاد ہوتا ہے کہ آج کے دن
تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔

تکمیل دین تو یہ ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ نعمت کیا تھی جو اس تکمیل دین
کے ساتھ ساتھ وابستہ تھی۔ اور اس کے ساتھ پوری ہوئی۔ ممکن ہے کہ کہا جائے
کہ وہ نعمت توحید کی تھی۔ لیکن ذرا سا غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ یہ غلط ہے کیونکہ
توحید کی تعلیم تو خداوند تعالیٰ نے شروع ہی سے بنی نوع انسان کو دی تھی۔ یہ تو
وہ سبق تھا۔ جو حضرت آدم نے جنت ہی میں بہت عرصہ سے اور بہت اچھی طرح
سیکھ لیا تھا۔ کیا حضرات موسیٰ و ابراہیم و عیسےٰ نے توحید کی تعلیم نہیں دی تھی۔
جہانتک اعتقادیات کا تعلق ہے جناب رسول خدا نے بارہا ارشاد فرمایا تھا کہ میں اپنے
جد بزرگوار حضرت ابراہیم کے دین کی تجدید کرنے آیا ہوں۔ یہ وہ ہی توحید کا سبق
ہے جو مجھ سے پہلے ابراہیم پڑھا چکے ہیں اور اگر یہ نعمت توحید کی تھی تو اس کے اتمام
کے کیا معنی۔ کیا اس سے پہلے ناقص توحید کی تعلیم دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام
مبعوث ہوئے تھے جو اب کامل ہو کر اتمام نعمت ہوا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ شروع ہی سے
مکمل توحید کی تعلیم دیگئی تھی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی زمانہ میں تھوڑا سا شرک و کفر جائز
سمجھا گیا ہو۔ اور پھر اس جائز شرک کی مقدار گھٹتی گئی ہو یہانتک کہ آنحضرت کے
زمانہ میں تمام شرک کلیتہً ناجائز قرار دیا گیا۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ پہلے دس خداؤں کی
تعلیم دیگئی ہو۔ پھر پانچ خدا رہ گئے ہوں۔ اور آخر میں کہا گیا ہو کہ یہ تو تمہارے بہلانے
کے لئے ہم نے جھوٹ بول دیا تھا۔ خدا تو فقط ایک ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہ نعمت
موعودہ توحید تو نہ تھی۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جاوے کہ اسلام میں قواعد و ضوابط زندگی

ایسے مکمل مقرر کر دئے گئے کہ وہی بذات خود ایک نعمت ہو گئی۔ ا
کی تعلیم جو قرآن شریف میں دیگئی وہ ایسی مکمل تھی کہ اُس پر تکمیل دین کا
ہے کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں چند امور ایسے ہیں جو صرد
ما بہ الامتیاز ہیں۔ یہ سب امور ہی نعمت کہے جا سکتے ہیں اور یہی اتمام نعمت
اگر دقت نظر سے دیکھا جائے۔ تو یہ بحث آدھی دور جا کر ریجاتی ہے محض قوا
مقرر کرنا بھی کبھی نعمت تامہ ہوئی ہے۔ ایک ملک کے قوانین بہت اعلیٰ ہیں جبکہ
جو اس قانون کے نافذ کرنے والے ہیں ظالم ہیں۔ تو ملک میں خاک انصاف ہو گا
اور محض وہ قوانین ہی کیا نعمت سمجھے جائیں گے۔ ایک چھوٹی سی مثال لو۔ ہر ایک
مہذب ملک کا دعوےٰ ہے کہ اُس کے قانون کے سامنے امیر و غریب صاحب
رسوخ و گوشہ نشین سب برابر ہیں۔ دنیا جنت کا نمونہ ہوتی اگر اس پر عمل بھی کیا جاتا۔
اخلاقیات کی تعلیم اسلام سے پہلے ہی بہت اچھی طرح دنیا میں دیجا چکی تھی۔ اس مدرسہ
اخلاقیات میں تو اسلام کے بعد بھی اور خود اسلامی حکومتوں میں بہت عرصہ تک
ارسطو و افلاطون و بقراط و سقراط ہی مدرس اعلیٰ سمجھے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ
وہ تعلیم نعمت موعودہ تھی۔ اسلام کا ما بہ الامتیاز دین و دنیا کا امتزاج ہے لیکن یہ
نہیں کہہ سکتے کہ وہ نعمت ہے۔ وہ تو امتحان ہے۔ نہایت عمدہ عمدہ قوانین مرتب
کرنے سے رعایا کو انصاف نہیں ملجاتا۔ کاغذ پر تو ہر ایک ملک و حکومت کے قواعد و
قوانین اچھے نظر آتے ہیں۔ دیکھنا تو یہ ہوتا ہے کہ کارکنان حکومت اُن قوانین پر
کس طرح عمل کرتے ہیں۔ عدل و انصاف قوانین کی عمدگی پر اتنا منحصر نہیں ہوتا
جتنا کہ قوانین کے نافذ کرنے والوں کے علم و قدرت و نیک نیتی و حسن عمل پر
رعایا کی مرفع الحالی و عدل و انصاف اور ملک کے امن و چین کا انحصار حکام
پر ہوتا ہے نہ کہ قوانین پر۔ لہذا اصلی نعمت تو ان قوانین کو عمدگی و نیک نیتی
سے جاری کرنے والوں اور دنیا میں عدل و انصاف کامل رائج کرنیوالوں
کی ہستی ہوئی ◆

ریخ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے بنی
ان کی صرف ایک ہی خواہش تھی جو پوری نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ ایسا
دست و نظام سلطنت قائم کیا جائے کہ ظلم و جور معدوم ہو کر عدل و
اف ملک میں جاری ہو سکے۔ وہ دماغ انسانی جس نے سائنس کی دنیا
یں معجزے کر کے دکھا دئے۔ آدمی جہازوں سمیت ہوا میں اڑنے لگے۔
اور آوازیں مقید ہو گئیں۔ یہ کیا کم معجزہ ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں
مختلف لوگ ایک ہی وقت معمولی لہجہ میں گفتگو کرتے ہیں۔ ان کی آوازیں
آن واحد میں تمام فضائے عالم میں پھیل جاتی ہیں۔ اور پھر اس پھیلنے کے
باوجود اپنی علیحدہ نوعیت و ہستی قائم رکھتی ہیں۔ اور ایک شخص دنیا کے دوسرے
کونے میں بیٹھا ہوا ان سب کو علیحدہ علیحدہ سن سکتا ہے۔ وہ عقل انسانی جس نے
ایسے معجزے دکھا دئے ایک ایسا نظام حکومت نہ قائم کر سکی کہ جس میں ظلم
معدوم ہو جاتا اور عدل کامل رائج ہو جاتا۔ بہت سے طریقے ایجاد کئے گئے لیکن سب
ناکامیاب رہے۔ اول اول انسان نے خیال کیا کہ اگر خاندان کو ایک دائرہ
حکومت سمجھا جائے تو شاید ظلم معدوم ہو جائے گا۔ اہل روما کا Patria Potestas
اور اہل ہنود کا خاندان مشترکہ اس زمانہ کی ایجادیں ہیں۔ لیکن جو ظلم ان دونوں
نظاموں کے اندر ہوا اس سے روم و ہندوستان کی تاریخیں بھری پڑی
ہیں۔ خاندان کو چھوڑ کر قبیلہ کو ایک دائرہ حکومت قرار دیا گیا۔ عرب کی قبائلی
حکومت ایک عرصہ تک اس خیال کی ترجمانی کرتی رہی لیکن ظلم اس میں سے
بھی مفقود نہ ہوا۔ اور جب تہذیب انسانی نے کئی مراحل طے کر لئے اور
آپس کے معاملات و معاہدات کی پیچیدگیاں بڑھ گئیں تو تھوڑا بہت نفع
جو اس طرز حکومت میں تھا وہ بھی جاتا رہا۔ یونانیوں نے جو زمانہ ماضیہ کے
عقلمند ترین لوگ تھے ایک اور طریقہ نکالا۔ ہر ایک شہر کو جداگانہ سلطنت
تصور کر کے اس کا سیاسی و تمدنی و معاشرتی نظام علیحدہ قائم کیا اور خیال کیا

کہ چونکہ دائرہ حکومت تنگ ہے لہذا حکومت اچھی طرح نگرانی کر سکیگی ا
معدوم ہو جائیگا لیکن وہ نہ ہوا۔ اور یہ طرز حکومت بھی ناقص ثابت ہو کر
سے رخصت ہوا۔ ایران و روم سے جوان کی لڑائیاں ہوئیں انہوں نے
کے سیاسی نقائص کو اور بھی طشت از بام کر دیا۔ ایران و دیگر ممالک نے
بادشاہت کا تجربہ کیا لیکن آخر کار بادشاہت کی خود سری اور مطلق العنانی نے
اس کو لوگوں کی نظروں سے گرا دیا۔ اہل روما نے اپنے خیال میں دنیائے ماضیہ
کے تجربوں سے فائدہ اٹھا کر ایک جمہوری سلطنت قائم کی اور یہ ارتقاء وارتفاع
تخیل انسانی کی آخری منزل سمجھی جاتی تھی۔ مگر اس میں اتنی خرابیاں ہوئیں
اور اتنے ظلم ہوئے کہ آخر کار وہ بھی ناقص سمجھی جا کر ترک کر دیگئی۔ اب عقل
انسانی بے بس ہوگئی۔ دنیا نے پھر رجعت قہقری کی اور بادشاہت کی طرف
پھر چلی اور دنیا میں قیصری نظام رائج ہو گیا۔ لیکن اس کا تو پہلے بھی مزا چکھا جا چکا
تھا لہذا کچھ عرصہ حکومت کرنے کے بعد قیصر بھی عدم آباد کو سدھارا۔ اب دنیا
پر بے بسی کا عالم چھا گیا۔ تہذیب کی ترقی نے اور مشکلیں پیدا کر دی تھیں۔ سرمایہ
داروں اور مزدوروں کی آپس کی کشمکش بڑھنے لگی۔ کہتے ہیں کہ اگر ان میں اسلامی
ذکوٰۃ کا سلسلہ رائج ہوتا تو یہ خرابی نہ پڑتی ہم بھی کہتے ہیں کہ کاغذ پر نظام ذکوٰۃ بہت
اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس پر اسلامی حکومتوں میں عمل کسطرح ہوا
حاکم وقت ذکوٰۃ جمع کر کے اپنے خزانہ میں رکھتا تھا جس کو بیت المال کہتے تھے۔
اصولاً تو اس کو غربائے قوم و مستحقین میں تقسیم کرنا چاہیئے تھا اور جہاد جائز کی ضروریات
پر خرچ کرنا چاہیئے تھا۔ عملاً یہ ہوتا تھا کہ جو لوگ صاحب رسوخ اور حکومت کے لئے
مفید تھے ان کو اس میں سے بہت زیادہ حصہ ملتا تھا۔ پھر ان غربا پر تقسیم ہوتا
تھا جو اہل حکومت کے ہمخیال ہوں یا مخالفین میں زیادہ رسوخ والے ہوں۔
اور جب حضرت علی نے بیت المال کی تقسیم میں بھی سنت نبوی کی طرف
عود کیا تو وہی صاحبان رسوخ و اثر جو پہلے حکام کے پروردہ نانے تھے مخالف ہوگئے

زمانہ کا ذکر ہے جس کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ
صرف ہوا وہ ناگفتہ بہ ہے۔ حاکم کیلئے محفل رقص و سرود و مجلس
...نا آراستہ کرنا اسکا خاص مصرف ہو گیا۔ غرضیکہ جب کوئی سیدھا
نظر نہ آیا تو دنیا میں انقلاب عظیم کا طوفان فرانس کے قہوہ خانوں سے
اور تمام یورپ کو خون میں نہلا دیا۔ اس میں سے نپولین پیدا ہوا۔ یہ
بادشاہت و قیصریت کا نمونہ تھا جسکا پہلے ہی تجربہ ہو چکا تھا نپولین بھی آیا اور
چلا گیا۔ اور دنیا وہاں کی وہیں رہی جہاں پہلے تھی۔ چونکہ نپولین کی زیادتیوں
سے یورپ کے بڑے بڑے ممالک تنگ آئے ہوئے تھے۔ اور نپولین بادشاہت
کا نمونہ تھا۔ بادشاہت کی ضد جمہوریت ہے۔ لہذا یورپ کی اقوام نے بغیر اسکے
کہ جمہوریت کی عمدگی اور اس کے نفع بخش نتائج سے قائل ہوتے۔ جمہوریت کو
محض اسوجہ سے اختیار کیا کہ وہ نپولین کی طرز حکومت کی ضد تھی۔ یہ وہ زمانہ
تھا کہ جب ہندوستان یورپ کی تہذیب کے زیر اثر آ رہا تھا۔ لہذا اس نے
بھی جمہوریت کی تعریف کا راگ گانا شروع کر دیا۔ غرضکہ دنیا نے بہت سر
مارا۔ بہت جتن کئے۔ کئی طرز حکومت ایجاد کئے لیکن اپنے مقصد کو نہ پاسکے
یعنی ایسا کوئی طرز حکومت ایجاد نہ ہوا کہ جس سے ظلم [illegible] ہو جاتا۔ اگر اجماع
انسانی میں کچھ بھی طاقت ہے تو پھر دنیا کی اس متفقہ کوشش کو کامیاب
ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن وہ ناکامیاب رہے۔ کیوں؟ اسکی وجہ ہم بتاتے ہیں۔
طرز حکومت کوئی بھی ہو۔ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ دیکھنے والی بات تو یہ
ہے کہ کس قسم کے آدمی حکومت کر رہے ہیں۔ بادشاہت و آمریت میں ایک
مطلق العنان شخص ہوتا ہے جو حکومت چلاتا ہے اور جمہوریت میں آخر کار
دس بارہ آدمیوں کے ہاتھ میں حکومت ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ
اگرچہ انتخاب کئی سو آدمیوں کا ہوتا ہے لیکن حکومت کے ذمہ دار چند آدمی
ہی ہوتے ہیں لہذا ان میں سے بھی ایک یا دو جو زیادہ آگے بڑھنے والے

ہوتے ہیں وہ ہی حکومت سنبھال لیتے ہیں۔ اگر یہ حکومت چلانیوالے لوگ انسان ہیں اور علم کامل جس کے بغیر عدل ناممکن ہے رکھتے ہیں تو پھر کو حکومت ہو وہ کامیاب ہوگی۔ اور اگر یہ لوگ ناقص ہیں تو پھر کوئی طریقہ حکو کامیاب نہیں ہوسکتا۔ چونکہ ابتک دنیا کو ایسے کامل انسان کامل علم رکھنے والوں کا سلسلہ نہیں ملا تھا لہذا ہر ایک طرز حکومت ناکامیاب رہا +

اگر عدل کامل مطلوب ہے تو حاکم کیلئے دو شرطیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کامل انسان ہو۔ ہر ایک نقص و رذیل و مذموم عادت و چلن سے بری ہو انانیت و نفسانیت کو بالکل چھوڑ دے۔ اُس کا ہر ایک فعل ہر ایک حکم عدل پر مبنی ہو۔ سوائے خدا کے انسان کا ڈر اسکو نہ ہو۔ اور نہ کسی سے لالچ ہو۔ اُس کا انتخاب لوگوں کی رائے پر مبنی نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ اُس کے منتخب کرنیوالے ہمیشہ اُسے دباتے رہینگے۔ اپنی رعایا کے ہر ایک فرد سے افضل و اعلیٰ ہو۔ ورنہ نالائق بادشاہ کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ اور اگر رعایا کا کوئی فرد اُس سے اعلیٰ و افضل ہو اتو افضل پر مفضول کا حاکم ہونا خود ایک ظلم و نقص ہے۔ جو حکومت الٰہیہ میں نہ ہونا چاہیئے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کا علم کامل ہو۔ تاکہ رات کی تاریکی مقام کی دوری، اور گواہوں کی طرفداری مجرم کے جرم کو اُس سے نہ چھپا سکے اُس کا علم ہر وقت اور ہر جگہ پر حاوی ہونا چاہیئے انصاف و عدل کیلئے محض گواہوں کے بیانات پر انحصار کرنا حاکم کی مجبوری کی دلیل اور ظلم و تعدی کے بقا کا باعث ہوتا ہے۔ گواہان معمولی انسان ہوتے ہیں جنکو دولت مند کا روپیہ اور رؤسا، کا رسوخ بہت آسانی سے خرید سکتا ہے۔ اول تو کامل انسان کا ملنا جو پہلی شرط کو پورا کرسکے بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اگر صدیوں کے فاصلہ سے شاذ و نادر کوئی نیک نیت بادشاہ پیدا ہو بھی گیا تو دوسری شرط پوری کرنے والا یعنی علم کامل رکھنے والا انسان تو ملنا صریحًا ناممکن ہے۔ جب تک کہ خداوند تعالیٰ ہی اُسے اس غرض کیلئے خلق نہ کرے اور علم لدنی نہ عطا کرے جس جرم کا محل وقوع سینکڑوں

یے فاصلہ پر ہے۔ جس جرم کے ارتکاب کے وقت سوائے ظالم و مظلوم اور
اور کوئی نہ تھا اُس جرم کی اصلیت اور اُس کے مرتکب کا علم صرف اُس
سان کامل کو ہو سکتا ہے جو حقیقی معنوں میں خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ عدل
ل اس وقت ہی ممکن ہے جب ایسے خلیفۃ اللہ کے ہاتھ میں لوگوں کے امور
کی باگ ڈور ہوگی پیغمبروں کے علاوہ ابتک دنیا میں ایسے انسان نہیں آئے
تھے۔ جہانتک اور جب تک پیغمبروں کو موقعہ ملا اُنہوں نے بنی نوع انسانکو عدل
کامل کا نمونہ دکھا دیا۔ چونکہ عام طور سے اور ہمیشہ کیلئے پیغمبروں کی دنیاوی حکومت
لوگوں نے تسلیم نہیں کی لہذا اُن کا عدل کامل نہ ہو سکا پیغمبروں کے علاوہ
ایسے کامل علم و انسانیت رکھنے والے حکام کا سلسلہ ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔
اور اسو جہ سے دنیا عدل کامل کی نعمت سے محروم تھی۔ جب جناب رسول خدا کا زمانہ
رحلت نزدیک آیا تو خداوند تعالیٰ نے ازراہِ لطف و کرم اس نعمت سے مسلمانوں کو
بہرہ ور کیا اور ایسے کامل انسانوں کو خلق فرما کر اور اُنکو علم لدنی عطا کر کے اُنہیں اُمت
محمدیہ کے امور کا والی و حاکم منتخب فرمایا۔ جناب رسول خدا کو پیغام پہنچا کہ اس سلسلہ
کا تعارف اپنی امت کو کرا دیں یہ وہ نعمت تھی جس سے بنی نوع انسان ابتک محروم
رہی تھی۔ اور یہ وہ نعمت تھی جس کا ذکر خداوند تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں فرمایا ہے۔
اسی سلسلہ سے تکمیل دین ہوئی کیونکہ ان ہادیان عمل نے قرآن شریف کے ساتھ مل کر
دونوں ارکانِ مذہب یعنی ایمان و عمل پورے کئے۔ اور اس ہی سلسلہ کے تقرر سے
اتمامِ نعمت ہوا۔ کیونکہ وہ موجودگی عدل کامل، وہ مفقودگی ظلم و جور جو بنی نوع انسان
کے ایک نہایت محدود حصہ میں نہایت قلیل عرصہ تک کبھی کبھی کسی پیغمبر کی زندگی
میں اور صرف اُس کے دائرہ اثر کے اندر جاری رہ چکا تھا اب تمام امت اسلامیہ
میں قیامت تک کیلئے عام ہو گیا۔ جب تک ان ہادیان عمل کا تعارف نہیں کرایا
گیا تھا اور اعلان نہیں کیا گیا تھا قرآن شریف بھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ اب اس آیت
سے اس اعلان کے بعد قرآن شریف بھی مکمل ہو گیا اور پھر اس کے بعد کوئی اور آیت

نازل نہیں ہوئی۔ اب مذہب اسلام کے دونوں ارکان مکمل ہوگئے جو عالم
نعمت سے بنی نوع انسان کو متمتع کرینگے۔ یہ تھی اتمام نعمت۔ کیا اچھا
کفران نعمت نہ کرتے۔

سنت الٰہی ہے کہ خدا کی طرف سے بندوں پر حجت پوری کیجاوے
حجت نبی کے ذریعہ سے بھی پوری کی جاتی ہے تاکہ بندے یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں
والا اور صراط مستقیم دکھانیوالا کوئی نہ آیا اور وہ حجت جانشین نبی سے بھی بسا اوقات
پوری کیجاتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے مجموعۂ قوانین کا اعلیٰ و کامل ہونا بھی ایک صفت
ہے لیکن اسکی بڑی صفت یہ ہے کہ وہ قابل عمل ہو۔ اگر قابل عمل نہیں تو بیکار ہے۔ ایک
مخالف اسلام کہہ سکتا تھا کہ تمہارے اصول و قواعد قابل عمل نہیں ہیں۔ تم میں سے کسی نے
کبھی پورے ضابطۂ اسلام پر عمل کرکے نہیں دکھایا۔ چند اصولوں پر عمل کرنا پورے مذہب کو
ممکن العمل نہیں ثابت کرتا۔ کیا اس کی یہ بحث لاجواب نہ ہوتی۔ اسلام کا مجموعۂ قوانین
ایک گناہ کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ سارے قرآن شریف کو پڑھ جاؤ کہیں یہ ہدایت
نہ پاؤ گے کہ تمہیں ایک یا دو دفعہ گناہ کرنے کی اجازت ہے۔ ایک دفعہ جھوٹ بول سکتے ہو
دو دفعہ زنا کر سکتے ہو۔ چار دفعہ عمر بھر میں شراب پی سکتے ہو۔ یا فلاں گناہ کی اجازت ہے فلاں گناہ
کی اجازت نہیں۔ ایسے ضابطۂ قوانین کو قابل عمل ثابت کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ
نے مناسب سمجھا کہ جناب رسول خدا کے جانشین اور امت کے ہادی ایسے لوگ
مقرر کئے جائیں جو مہد سے لیکر لحد تک قرآن حکیم پر عمل کرکے ثابت کردیں کہ یہ مجموعہ
قوانین انسان کے لئے قابل عمل ہے سقیفہ والے ان لوگوں کے مقرر کرنے کی
اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ رسول خدا کا فرض تھا کہ ان ہادیان دین کی شناخت کرائیں۔
اسلام کا رکن اول یعنی قرآن شریف خود بیان کر رہا ہے کہ میرے سمجھنے کیلئے
اور میری تعلیم پر عمل کرنا سیکھنے کے لئے تم کو اُن لوگوں کے پاس جانا پڑیگا جو اہل الذکر
ہیں۔ راسخون فی العلم ہیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ ان لوگوں کا نام و نشان رسول کی
زبانی امت کو بتایا جاوے۔ ورنہ یہ چیستان حل نہ ہوتی۔ اس سے صاف عیاں ہے

طرح زکوٰۃ و صلاۃ کی صرف فرضیت قائم کرکے اُن کی تفصیلات کو جناب کے ذمہ بتانے کیلئے چھوڑ دیا اسی طرح راسخون فی العلم و اہل الذکر سے سیکھنے اور تاویل قرآنی سیکھنے کا حکم دیکر انکا نام و نشان بتانا جناب رسول خدا کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ جناب رسول خدا نے بتایا کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ۔ جناب رسول خدا ذکر ہیں۔ اور انکے اہلبیت اہل الذکر ہیں +

سلسلۂ نبوت ختم ہو رہا ہے۔ اسلام دنیا کا آخری و مکمل مذہب ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ اس کے بقاء و دوام کا انتظام کیا جائے۔ جب تک سلسلۂ نبوت قائم رہا خداوند تعالیٰ وقتاً فوقتاً نبی و پیغمبر منتخب و مبعوث فرماتا رہا۔ جب سلسلۂ نبوت ختم ہوا تو آئندہ کی ہدایت کا راستہ بھی امت کے لئے مقرر کرنا ضروری تھا سلسلۂ نبوت کے ساتھ سلسلۂ ہدایت ختم نہیں ہو سکتا تھا دنیا کو ابھی بہت سی صدیوں تک قائم رہنا تھا اور جن اسباب و علل کی وجہ سے بعثت انبیاء علیہم السلام ضروری سمجھی گئی وہ ابھی تک باقی تھے اور قیامت تک باقی رہینگے۔ وہی فطرت انسانی باقی تھی اور قیامت تک باقی رہنی تھی جس نے قلیل عرصہ میں دین موسوی میں خرابیاں پیدا کر دی تھیں جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کے بھیجنے کی ضرورت ہوئی اور جس نے دین عیسوی تغیر و تبدل کرکے اُس کو مسخ کر دیا کہ پھر بعثت محمدی کی ضرورت ہوئی۔ یہ علم خداوندی میں تھا کہ دین اسلام کو بھی ان ہی علل و اسباب سے سابقہ پڑنا ہے لہذا اب نبوت کی بجائے امامت قائم کی گئی۔ اور جس طرح نبی کا انتخاب و تقرر خداوند تعالیٰ نے اپنے دست قدرت میں رکھا تھا اور بنی نوع انسان کی خواہش پر نہیں چھوڑا تھا۔ اسیطرح خلیفۂ رسول یعنی امام کا تقرر و انتخاب امت کی خواہش پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ عقل سلیم یہ ماننے سے انکار کرتی ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے اور بھیجے ہوئے رسول کا جانشین مقرر کرنا امت کا حق ہے +

اب ہم قرآن شریف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھیں نبوت و خلافت کا

ما بہ الانذار کیا ہے۔ خلیفہ کے کیا معنی ہیں اور خلیفہ کو کون مقرر کرتا ہے،

(ا) وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هٰٓؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

پارہ ۱ سورۃ البقرع ۴ +

یاد کر اے محمد جب تیرے خدا نے ملا زمین میں خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہ جوابدیا کہ کیا تو زمین میں اسکو خلیفہ جو زمین پر فساد کریگا اور خون بہائیگا۔ در ہم تیری حمد و تقدیس کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ۔ جوابدیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور آدم کو تمام اسما سکھا دیئے۔ خدا نے پھر وہ اسما ملائکہ کے سامنے پیش کئے اور کہا کہ تم ان اسما کی خبر مجھکو دو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ ملائکہ نے عرض کی کہ تو علیم و حکیم ہے ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمکو سکھایا ہے۔ خدا نے پھر آدم سے کہا کہ اے آدم اب تم ان اسما سے ملائکہ کو خبردار کرو پس جب آدم نے اُنکو اُن اسما کی خبر دی تو خدا نے فرمایا کہ کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں زمین و آسمان کی غیب کی باتوں سے واقف ہوں۔ اور میں اُس شے کو جانتا ہوں جس کو تم چھپاتے ہو اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو +

(ب) وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۔ پارہ ۱۴ سورۃ الحجر ع ۳۔

(ب) یاد کر اُس وقت کو کہ جب تیرے خدا نے ملائکہ سے کہا کہ میں گندھی ہوئی خمیر کی ہوئی مٹی سے انسان بنانے لگا ہوں پس جب میں اسکو مکمل کر چکوں اور اس میں اپنی روح پھونکدوں تو تم اسکی تعظیم کے لئے سجدہ میں جھک جانا۔

...ل رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ ...طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ ...حِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِیْنَ ۝

(ج) اول کی تین سطروں کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے

...ئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّا ...نَ اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ ۝ ...یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ط اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝

پارہ ۲۳ سورۃ ص ع ۵۔

پس تمام ملائکہ نے اُسے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبر کیا اور کافر ہو گیا۔ خدا نے فرمایا کہ اے ابلیس کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے منع کیا اُسکو جسکو میں نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ کیا تو تکبر کرتا ہے یا تو بہت بڑا ہے ابلیس نے جواب دیا کہ میں اُس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

(د) اِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ط قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

پارہ ۱ سورۃ البقرہ ع ۱۵۔

(د) یاد کرو جب خدا نے ابراہیم کی آزمائش چند کلمات سے کی پس ابراہیم نے اُنکو پورا کر لیا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تجھکو لوگوں کا امام بنا دیا ابراہیم نے کہا کہ اور میری ذریت کو۔ فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

(ہ) یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ پارہ ۲۳ سورہ ص ع ۲۔

(ہ) اے داؤد ہم نے تجھکو زمین میں خلیفہ مقرر کیا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کیساتھ احکام جاری کرو اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرنا ورنہ وہ پیروی خدا کے راستے سے تمکو گمراہ کر دیگی۔

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل مطالب حل ہوتے ہیں:۔

۱۔ خلافت الٰہیہ ایسی جلیل الشان شے ہے کہ جس کے حصول کے لئے ملائکہ کے دل میں بھی شوق پیدا ہوا۔

۲۔ خلافت الٰہیہ محض خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور خدا ہی خلیفہ مقرر کرتا ہے

لہذا انتخاب و رایوں سے خلیفہ بننا ناممکن ہوا۔ اگر اجماع مخلوق سے خلیفہ غا
ہوسکتا تو یہاں ملائکہ کا اجماع کامل ہو چکا تھا کہ اُن میں سے ہی خلیفہ
جائے لیکن خداوند تعالیٰ نے اُس اجماع کو مسترد کر دیا۔

۳۔ خلافت الٰہیہ کا مستحق صرف وہی ہے جو سب سے زیادہ افضل ہو۔ افضل ترین کی موجودگی میں مفضول خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ ملائکہ و ابلیس دونوں نے اس مسلمہ کلیہ کو پیش کیا اور وہ مانا گیا۔ صرف یہ جتا دیا گیا کہ تمہارا دعویٰ افضلیت غلط ہے۔ تم آدم سے افضل نہیں ہو +

۴۔ خلافت الٰہیہ کا مابہ الامتیاز محض علم ہے اور علم بھی وہ جو خدا کی طرف سے ودیعت کیا جاتا ہے یعنی علم لدنی و وہبی۔ وہ ایسا علم نہیں ہے جو ایک آدمی دوسرے کو کتاب میں سے دیکھکر پڑھا دے۔ یہ وہ علم ہے جسکی وجہ سے باوجود دنیاوی علم کتابت نہ جاننے کے جناب رسول خدا کہہ سکتے تھے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے +

۵۔ یہ خلافت الٰہیہ و امامت ظالموں کو نہیں مل سکتی۔ قرآن شریف میں بہت سی اقسام ظلم کے بتائے گئے ہیں۔ کفر اُن میں سے بہت بڑا ظلم ہے جن لوگوں نے اپنی عمر کے کسی حصہ میں کفر کیا وہ خلیفہ الٰہی بننے کے اہل نہیں ہے +

نبوت کیا ہے؟ خلافت الٰہیہ ہے۔ اور جب اُس کا مابہ الامتیاز علم وہبی ہوا تو ظاہر ہے کہ خلیفہ نبی بھی وہی ہو سکتا ہے جسکو خدا مقرر کرے اور علم لدنی عطا فرمائے۔ سجدۂ تعظیمی کا اُس وقت حکم ہوا تھا کہ جب جسد آدم میں روح خداوندی میں سے پھونکا جا چکا تھا۔ سجدۂ تعظیمی اس روح کیلئے تھا نہ کہ جسدِ خاکی کیلئے۔ یہ نکتہ نہ سمجھنے ہی کی وجہ سے ابلیس نے اعتراض کیا جس میں یہ روح خاص ودیعت کی جائیگی وہی خلیفۂ خدا ہوگا۔ قرآن شریف میں اس روح خاص کے انعام کا کئی جگہ ذکر ہے مثلاً نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ۔ وَيُلْقِي الرُّوحَ مِنْ اَمْرِهِ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

...ہ لِیُنذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ یعنی خداوند تعالیٰ اپنے عالم امر سے ایک روح
...ں میں سے جس پر چاہتا ہے القا کرتا ہے تاکہ روز قیامت سے ڈرائے
...ح عطا ہوتی ہے وہ نبی ہی ہوتا ہے۔ آنحضرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے
...کَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا
...یْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (سورہ شوریٰ)
ترجمہ: اسی طرح سے ہم نے تجھ کو اے محمد ایک روح اپنے امر سے عطا کی ہے۔ تم نہیں جانتے
تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس روح کو ایک نور بنایا ہے
اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اسی روح کے ذریعہ سے ہدایت کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ خلافت الٰہیہ اس روح خاص پر مبنی ہے۔ ورنہ اگر تمام
انسانوں کو خلیفۂ الٰہی سمجھا جاوے تو خلیفۂ شیطان کون ہوگا۔ فرعون و نمرود و یزید
کدھر جائیں گے۔ نفخ روح اور القاء علم ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔ اس روح نے
آپ کو علم لدنی حاصل کرنے کا اہل بنا دیا۔ اور پھر سجدہ تعظیمی کا حکم ہوا نتیجہ یہ نکلا کہ
خلیفۂ خدا اپنی خلقت کے دن ہی سے متصف باوصاف الٰہی ہوتا ہے۔ اور علم و
حکمت اس کی سرشت میں خمیر کئے جاتے ہیں۔ النبی نبی ولو کان صبیاً حضرت
عیسیٰ نے گہوارہ ہی میں پیدا ہوتے ہی اپنے مادر گرامی کی عصمت کی گواہی دی۔ وہ
خلیفۂ خدا ہوتا ہے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ کل انبیاء کو خدا ہی کی طرف سے
علم دیا جاتا ہے۔ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا سورۂ انبیاء نبیوں میں سے ہر ایک کو
ہم نے حکمت و علم عطا کیا۔ حضرت یوسف کی شان دیکھو بچپن ہی سے علم و حکمت
عطا کیا گیا تھا۔

ہم یہاں چلتے چلتے ایک اور نکتہ بتلائے دیتے ہیں۔ ایک تو وہ کتاب ہوتی
ہے جو بعض بعض پیغمبروں پر نازل کی گئی ہے امت کی ہدایت کے لئے مثلاً قرآن
انجیل۔ زبور۔ توراۃ۔ ان کے علاوہ ایک اور کتاب علم ہے جو زمین و آسمان کے
علم سے مملو ہے۔ یہ اس کی ہی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ

الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (پارہ ۷ سورۃ الانعام)
کوئی دانہ تاریک زمین مقام پر نہیں اور نہ کوئی خشک و تر ہے لیکن یہ کہ ا
کتاب مبین میں ہے۔ اس کتاب مبین کے علم کا کچھ حصہ ہوتا ہے جو وہ
خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے مثلاً آصف برخیا کی نسبت بیان ہوتا ہے۔ ف
الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ
طَرْفُکَ (پارہ ۱۹ سورۃ النمل ع ۳) اُس شخص نے جس کو کتاب میں سے تھوڑا سا
علم دیا گیا تھا یہ کہا کہ میں تمہارے پاس اُس کو (یعنی بلقیس کے تخت کو)
لے آؤنگا قبل اس کے کہ تمہاری آنکھ جھپکے۔ حضرت موسیٰ و ہارون کی نسبت
ارشاد ہوتا ہے۔ وَاٰتَیْنٰهُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ (پارہ ۲۳ سورۃ الصافات
ع ۴) اور اُن دونوں کو ہم نے کتاب ظاہر کرنے والی عطا کی۔ حضرت عیسیٰ کی طرف
خطاب ہوتا ہے۔ وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ (سورۃ المائدہ)
یاد کر اے عیسیٰ جب ہم نے تجھکو کتاب کا علم دیا اور حکمت و توراۃ و انجیل سکھائی۔ توراۃ
و انجیل کا علم علیحدہ ہے اور کتاب کا علم علیحدہ ہے۔ پیدا ہوتے ہی اپنی والدہ محترمہ
کے نکتہ چینوں کو مخاطب کر کے حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں:۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝ (پارہ ۱۶ سورہ مریم ع ۲)۔	عیسیٰ نے جواب دیا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا کی اور مجھے نبی مقرر کیا۔ جہاں کہیں میں ہوں مجھے مبارک قرار دیا مجھے صلوٰۃ و زکوٰۃ کی وصیت کی ہے جبتک میں زندہ ہوں اور یہ بھی وصیت کی ہے کہ میں اپنی والدہ کیساتھ نیکی کروں۔ اُسنے مجھے جبار شقی نہیں بنایا۔ میرے اوپر سلامتی نازل ہوئی جس دن میں پیدا ہوا جس دن میں مرونگا اور جس دن مبعوث کیا جاؤنگا

پیدائش کے وقت ہی بلکہ اُس سے پہلے عالم ارواح ہی میں یہ علم لدنی عطا

تا ہے یہاں اس ہی کتاب کا ذکر ہے جس کے علم سے آپ ابرص و اکمہ کو صحت اور مردوں کو زندہ کرتے تھے اس کتاب سے انجیل مقصود نہیں۔ ذریت براہیم کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ وَجَعَلْنَا فِی ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْکِتَابَ پارہ ۲۷ سورۃ الحدید ع ۴ نبوت علیحدہ ہے کتاب علیحدہ۔ نبوت تو آنحضرت پر ختم ہو گئی لیکن کتاب باقی رہی اور تا قیام قیامت باقی رہیگی۔ جناب علی مرتضٰے کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ پارہ ۱۳ سورۃ الرعد ع ۶۔

جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو۔ تم یہ کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے ایک تو خدا کافی ہے اور دوسرا وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

ہم نے اس کتاب کے باب نہم میں ثابت کیا ہے کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے مقصود علی ابن ابی طالب ہیں۔ حضرت علی اور آپکی ذریت کی نسبت پھر ارشاد ہوتا ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (پارہ ۲۲ سورہ فاطر ع) پھر ورثہ میں کتاب ہم نے ان لوگوں کو دی جنکو ہمنے اپنے بندگان میں سے منتخب کرلیا۔ اس کتاب کے علم ہی کی وجہ سے یہ لوگ قرآن شریف پر ایمان لے آئے تھے قبل اس کے کہ وہ نازل ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْا اٰمَنَّا بِهٖ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

اور وہ لوگ جنکو ہم نے قبل نزول قرآن کتاب کا علم دیدیا ہے وہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور جب انپر اسکو پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اسپر ایمان رکھتے ہیں یہ حق ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے ہم تو اس کے نزول کے پہلے ہی سے مسلمان تھے یہی وہ لوگ ہیں جنکو دو دفعہ اجر دیا جاویگا۔ کہ انھوں نے صبر کیا اور بدی کا بدلہ نیکی سے

يُنفِقُونَ ○ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ
أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا
أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ
عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ○
پارہ ۲۰ سورۃ القصص ع ۶۔

دیتے ہیں اور اپنے رزق میں سے
کرتے ہیں اور لغو سے اعراض کرتے۔
سنتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے
تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں
سلام ہو تم پر ہم جاہلوں کی صحبت نہیں

ظاہر ہے کہ ان آیات میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ یہود و نصاریٰ نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ بدی کا بدلہ نیکی سے نہیں دیتے تھے کسی نے اُن کے ساتھ بدی نہیں کی تھی۔ اُنہوں نے کب صبر کیا تھا۔ کونسا مال راہ خدا میں دیا تھا۔ جاہلوں سے اعراض کرنے کا موقعہ اُنکو کب آیا تھا۔ یہ ساری باتیں علیؑ و اولاد علی پر عائد ہوتی ہیں صبر و جہاد نفس حضرت علی ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ لوگوں نے ان کو حکومت ظاہری سے دور رکھا تھا لیکن حضرت علی نے اُنکے ساتھ نیکی ہی کی۔ جب کبھی اُنکو مشکلات درپیش آئیں اُنہوں نے حضرت علی ہی کی طرف رجوع کیا۔ اور حضرت علی نے اُنکو مشکلات میں سے نکالا۔ چونکہ یہ واقعات انہیں عوام الناس کے سامنے پیش آئے تھے لہذا انہیں کہنا پڑا کہ لولا علیٌّ لہلک عمر۔

اصلی جانشین رسول کا سب سے افضل و اعلم ہونا ضروری ہے۔ ملائکہ اور آدم کے قصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے محی الدین عربی اپنی کتاب در مکنون میں لکھتے ہیں

لَمَّا أَرَادَ اللهُ أَنْ تَثْبُتَ الْحُجَّةُ
لِآدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ
وَأَرَادَ أَنْ تُعْلِمَهُمْ أَنَّ آدَمَ أَحَقُّ
بِالْخِلَافَةِ مِنْهُمْ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ
بِأَسْمَائِهِمْ ثَبَتَ الْعَجْزُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ
بِالْمَسْأَلَةِ الَّتِي سَأَلَهُمْ إِيَّاهَا
وَعَجَزُوا عَنْ عِلْمِهَا فَجَعَلَ آدَمُ

جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ آدم کی خلافت
کیلئے ملائکہ پر حجت قائم کرے اور اُنکو بتلا دے کہ آدم
اُنسے زیادہ مستحق خلافت الٰہیہ ہیں تو کہا اے آدم
انہیں ان سب کے نام بتا دو پس جب آدم نے
ملائکہ کو اُنکے ناموں سے آگاہ کر دیا تو اس سوال
میں جو ملائکہ سے دربارۂ استحقاق خلافت
پوچھا گیا تھا اُنکا عجز ظاہر ہو گیا اور ملائکہ کے علم

لِكَوْنِهٖ اَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ فَضْلِ عِلْمِهٖ فَمَنْ وَصَلَ بِهٖ الْفَضِيْلَةِ فَقَدْ اخْتَصَّهٗ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی مِنْ بَيْنِ عِبَادِهٖ وَجَعَلَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهٖ۔

سے عاجز ہے پس آدم کو خلیفہ بنایا گیا کیونکہ وہ ملائکہ سے بوجہ کمال علم خلافت کے زیادہ حقدار ثابت ہوئے پس جو شخص اس مرتبہ مقام علمی پر پہنچا ہوا ہو اُسکو خداوندتعالیٰ اپنے بندوں میں سے اپنی خلافت کیلئے مخصوص فرما دیتا ہے اور اُس کو تمام اہل زمانہ سے افضل قرار دیتا ہے۔

معترض کہہ سکتا ہے کہ اگر یہی منشاء ربانی تھا کہ جانشین رسول کو خدا و رسول مقرر کریں تو کیوں خداوند تعالیٰ نے قرآن ہی میں اس کی صراحت نہ کر دی کہ رسول خدا کے بعد فلاں شخص خلیفہ و جانشین ہوگا۔ اور قیامت تک یہ سلسلہ ایک خاص طریقہ پر چلیگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ اول تو خود ہی اہل حکومت کی کتابوں میں درج ہے کہ قرآن شریف میں حضرت علی کا نام کئی جگہ تھا خصوصاً آیہ تبلیغ یا ایھا الرسول بلغ الآیہ میں۔ اس کو بھی جانے دو۔ تو اب بھی اسکی صراحت اس سے زیادہ ہے جتنی صراحت نماز و زکوۃ کے طریقہ و نصاب کی کی گئی حالانکہ یہ دونوں چیزیں مذہب کے نہایت ضروری ارکان ہیں۔ اور اگر آپ اس سے بھی زیادہ صراحت و تفصیل چاہتے تھے تو مشیت خداوندی تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن جتنی عقل انسانی اس عدم صراحت کی وجہ معلوم کر سکتی ہے وہ بھی ہم بتائے دیتے ہیں۔ ایک نبی کے منوانے میں تو اتنی مشکلات درپیش آئیں اور لوگوں نے کئی سالوں کی جنگہائے شدید کے بعد بصد مشکل و کراہت اس کو تسلیم کیا اور پھر بھی ہزاروں منافق رہے اگر ساتھ ہی قرآن شریف میں جانشین رسول کا نام بھی بیان کر دیا جاتا تو نبی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا۔ لوگ کہتے، اور کافروں، منافقوں نے تو اب بھی کہا، پھر ان کی تصدیق بہت لوگ کرتے، کہ محمد تو قبیلہ بنی ہاشم کی حکومت قیامت تک قائم کر رہے ہیں۔ یہ تو خدائی نبوت نہیں ہے بلکہ ہاشمی مکر و فریب ہے۔ لہذا مشیت ایزدی نے

قرار دیا کہ جن جن موقعوں پر اور جن جن الفاظ کے ساتھ رسول مناسب
مقرر کردہ خلیفہ کو لوگوں سے روشناس کرائے ممکن ہے کہ جو
مقرر شدہ خلیفہ کا حسن عمل و حسن طینت لوگوں میں عیاں ہوتا
طبیعت اُس کے ماننے کی طرف مائل ہوتی جائے۔ ذاتی اغ
آن کر حائل ہو گئے تھے کہ باوجود صراحت و تشریح کے نہ ماننے وا
اور پھر اُن کو علانیہ اسلام کی مخالفت کرنی پڑتی۔ اب تو کچھ قرآن شریف
کر کے کچھ نبوت کی حقیقت و اصلیت کو مسخ کر کے لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کے
تو ہے کہ ہم سلمان ہیں۔ اور اگر صراحت کامل ہوتی اتنی کہ تاویل کی گنجائش نہ
رہتی تو پھر علانیہ مخالفت کے سوا چارہ ہی نہ ہوتا۔ اور اسلام میں رخنہ عظیم پڑ جاتا
جہاں ذاتی اغراض آجاتی ہیں وہاں صراحت کچھ کام نہیں کرتی۔ دیکھو کس
صراحت کے ساتھ علی الاعلان قرآن شریف کہتا ہے کہ جناب محمد مصطفےٰ کے اوپر
سلسلۂ انبیاء کا خاتمہ ہے۔ جو اس صراحت کا حشر ہوا وہی اس صراحت کا
حشر ہوتا۔

تحقیقات زیر بحث پر انبیاء رسل سابقہ کا طرز عمل بہت اچھی روشنی ڈالتا
دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں جانشین کی ضرورت تھی وہاں انبیاء سابقہ نے خود اپنا جانشین
مقرر کیا یا یہ کام امت پر چھوڑ دیا۔

حضرت موسیٰ جب چالیس راتوں کیلئے برائے میقات کوہ طور پر تشریف
لے گئے تو آپ نے خود اپنی امت میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ وَقَالَ مُوسىٰ لِاَخِيهِ
هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ۔ پارہ ۹
سورۃ الاعراف ع ۱۷۔

علامہ طبری اپنی تاریخ الامم والملوک میں لکھتے ہیں:۔

لما حضر آدم الوفاۃ دعا ابنہ شیثا فعھد الیہ عھدہ۔ تاریخ الامم والملوک
الجزء الاول ص ۷۔ ترجمہ۔ جب حضرت آدم کی رحلت کا زمانہ آیا تو آپ نے اپنے فرزند

کر اپنا ولی عہد انکو مقرر کر دیا۔ پھر علامہ مذکور لکھتے ہیں:۔

ادم علیہ السلام مرض قبل موتہ احد عشر یوما و اوصٰی الٰی وصیتہٗ ثم دفع کتاب وصیتہ الٰی شیث ص ۹۷۔ ترجمہ حضرت ... سے قبل گیارہ دن بیمار رہے۔ اور اپنے فرزند شیث کو اپنا وصی مقرر ... ور اس وصیت نامہ کو لکھکر حضرت شیث کے حوالہ کر دیا۔

غرضکہ ساری عربی کی عبارات نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہم اپنے ... ناظرین کی توجہ تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الاول ص ۷۶ لغایت ۸۰ و تاریخ الکامل لابن الاثیر الجزء الاول ص ۲۰ و ۲۶ کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ اُنکے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ شیث نے اپنے بیٹے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے اپنے بیٹے مہلائیل کو۔ مہلائیل نے اپنے بیٹے یرد یا یارد کو اور یرد نے اپنے بیٹے خنوخ عرف ادریس کو اور ادریس نے اپنے بیٹے متوشلخ کو اور متوشلخ نے اپنے بیٹے لمک کو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ متوشلخ کی نسبت طبری کی عبارت یہ ہے۔

فلما حضرت متوشلخ الوفاۃ استخلف لمک علی امرہ و اوصٰہ بمثل ما کان اٰبائہ یوصون بہ۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۸۰ و تاریخ الکامل ابن اثیر الجزء الاول ص ۲۰ یعنی جب متوشلخ کا وقت وفاۃ قریب ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے لمک کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وصی قرار دیا جس طرح اُن کے آبا و اجداد بھی اسی طرح خود اپنا جانشین مقرر کرتے آئے تھے۔ یہ لمک حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے۔ لما حضر نوح الوفاۃ قیل لہ کیف رأیت الدنیا قال کبیت لہ بابان، دخلت من احدھما وخرجت من الاٰخر و اوصٰی الی ابنہ سام۔ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۲۶ ترجمہ۔ جب حضرت نوح کی رحلت کا وقت آیا تو لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ تم نے دنیا کو کیسا پایا۔ جواب دیا۔ مثل اُس گھر کے جس کے دو دروازے ہوں۔ ایک دروازہ سے میں داخل ہوا

اور دوسرے سے نکل آیا۔ اور انہوں نے اپنے بیٹے سام کو اپنا جانشین وصی مقرر کیا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ روضتہ الصفا مطبوعہ بمبئی جلد ا ص ۳۰۔ حضرت ابراہیم نے اپنا ولیعہد و خلیفہ حضرت اسحاق کو خود مقرر کیا۔ روضتہ الصفا میں ہے۔ اسحٰق در دیار شام ولیعہد و خلیفہ گردانید۔ حضرت اسحاق نے اپنے فرزند یعقوب کو یعقوب نے اپنے فرزند یوسف کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ تاریخ روضتہ الصفا جلد ا ص ۱۱۲، ۶۳ و ۹۴۔ علامہ طبری لکھتے ہیں:۔ وان مقام یعقوب منه بمصر بعد موا خاته باهله سبع عشر سنة وان یعقوب اوصی الی یوسف علیه السلام۔ ترجمہ حضرت یعقوب کا قیام مصر میں اپنی اولاد کے ساتھ سترہ سال تک تھا۔ اور آپ نے حضرت یوسف کو اپنا خلیفہ و وصی و جانشین مقرر کیا۔ وانه مات یوم مات و هو ابن مائة سنة وعشر سنین واوصی الی اخیه یهوذا۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۲۔ ترجمہ۔ حضرت یوسف نے جس روز انتقال کیا اسوقت انکی عمر ایکسو دس سال کی تھی اور انہوں نے اپنے بھائی یہودا کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا حضرت ایوب نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا۔ ان عمر ایوب کان ثلاثا وتسعین سنة وانه اوصی عند موته الی ابنه حومل۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۷ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۴۷ روضتہ الصفا جلد ا ص ۱۰۰۔ ترجمہ۔ حضرت ایوب کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی۔ اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا وصی جانشین مقرر کیا۔ ان الله عزوجل بعث بعده ابنه بشر بن ایوب نبیاً وسماه ذوالکفل امره بالدعا الی توحیده وانه کان مقیماً بالشام عمره حتی مات وکان عمره خمساً و سبعین سنة وان بشرا اوصی الی ابنه عبدان۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۷۔ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۴۷۔ ترجمہ۔ خدائے عزوجل نے حضرت ایوب کے بعد انکے بیٹے بشر کو نبی مقرر کیا اور انکا نام ذوالکفل رکھا۔ اور انکو حکم دیا کہ لوگونکو توحید کی طرف بلائیں۔ وہ اپنی زندگی بھر شام ہی میں رہے۔ ان کی عمر ۷۵ سال کی ہوئی۔ اور انہوں نے اس عہدہ کی وصیت اپنے بیٹے عبدان کی طرف کی۔

حضرت موسیٰ نے بھی اپنا جانشین خود ہی مقرر کیا۔ اوّل حضرت ہارون جب اُنہوں نے انتقال کیا تو پھر یوشع بن نون کو۔ روضۃ الصفا کی اصل ملاحظہ ہو۔ در چہل صباح روز ششم کہ ماہ نیسان بود طالع شد حضرت موسیٰ ہارون را به امامت و نائب خود [illegible] در فصل [illegible] بعد بطن مقرر گردانید [illegible] روضۃ الصفا جلد اول ص ۲۰۰ نیز ملاحظہ ہو تاریخ طبری الجزو الاول ص ۲۱۸ و تاریخ الکامل الجزو الاول ص ۶۵۔ آگے چلکر حضرت موسیٰ کے حالات میں صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں:۔ در روز ہفتم آذار قوم را حاضر کردہ مجلسے عظیم ساخت و یوشع را خلیفہ و وصی گردانیدہ بنی اسرائیل را بحوالہ او فرمان حضرت الٰہی بوے سپرد و تدبیر و رعایت مہمات ایشان وصیت کرد و اسباط را بطاعت و انقیاد او حجت گرفتہ فرمود کہ امروز ہفتم ماہ آذار است سن من بصد و بست سال رسیدہ و زمان رحلت نزدیک شدہ اکنوں بندہ از بندگان خدائے کہ بخلوص نیت از شما ممتاز است بر شما خلیفہ ساختم و خداوند تعالیٰ و فرشتگان زمین و آسمان را بریں معنی گواہ گرفتم باید کہ در وصیت من نقصے رو نہادن نکنید۔ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۲۷ نیز ملاحظہ ہو تاریخ طبری الجزو الاول ص ۲۲۵۔

جناب رسول خدا اکثر حضرت موسیٰ کی مشابہت پر زور دیا کرتے تھے۔ حدیث منزلت میں بھی حضرت ہارون سے مشابہت ہے۔ اُن کے بچوں کے نام پر حضرت علی کے فرزندان حسن و حسین کے نام شبر و شبیر رکھے تھے۔ حضرت موسیٰ کا یہ خطبہ کتنا مشابہ ہے جناب رسول خدا کے خطبۂ غدیر خم کے۔ حضرت یوشع نے اپنا خلیفہ و جانشین کالب بن یوفنا کو مقرر کیا۔ ثم توفاہ اللہ فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنا تاریخ الکامل الجزو الاول ص ۷۰۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں:۔ کالوب بن یوفنا را طلب داشتہ خلافت داد و او را وصی و ولی عہد گردانیدہ از جہان بیروں رفت۔ روضۃ الصفا الجزو الاول ص ۱۴۳۔ کالب نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا۔ چوں امارات ارتحال مشاہدہ فرمود ساقوس پسر خود را خلافت دادہ ودیعت حیات متقاضی اجل سپرد و گوہر زندگانی تسلیم قابض ارواح نمود۔ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۴۵۔ جناب الیاس پیغمبر نے

بھی اپنا خلیفہ وجانشین خود مقرر کیا۔ والیاس بائے درر کاب آوردہ او خود وصیت کرد.... یک روز بالیاس وحی رسید کہ خلافت خود یوسے مفوض گردان الصفا رجلد اص ۱۳۸۔ جناب الیسع کی نسبت لکھتے ہیں :۔ بعد از تیقن اجابت الکفل را طلب فرمودہ خلافت داد۔ روضۃ الصفا جلد اص ۱۴۰۔ جناب شعیا کے کو بھی خدا نے ہی مقرر کیا۔ عن ابن اسحاق قال فی ما بلغنی استخلف اللّٰہ علیٰ بنی اسرائیل بعد شعیا رجلاً منہم یقال لہا یاشتیہ بن اموس تاریخ طبری جلد اص ۲۸۵۔ ترجمہ خداوند تعالیٰ نے شعیا کے بعد بنی اسرائیل پر ایک شخص یاشیتہ بن اموس کو خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت داؤد کی نسبت علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں : وتوفی قبل ان یستتم بنائہ واوصی الی سلیمان۔ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۷۷۔ ترجمہ حضرت داؤد نے اپنی عمارت کو مکمل کرنے سے قبل ہی انتقال کیا۔ اور خلافت کی نسبت وصیت اپنے بیٹے سلیمان کی طرف کی۔ آگے چل کر کہتے ہیں : فلما مات ورث سلیمان ملکہ وعلمہ ونبوتہ وکان لہ تسعۃ عشر ولداً فورث سلیمان دونہم۔ تاریخ کامل الجزء الاول ص ۸۷۔ ترجمہ۔ جب حضرت داؤد نے انتقال کیا تو آپ کے فرزند سلیمان نے حضرت داؤد کی سلطنت ونبوت وعلم کو ورثہ میں لیا۔ حضرت داؤد کے ۱۹ فرزند تھے لیکن انکے وارث صرف حضرت سلیمان ہوئے اور باقی فرزندان داؤد وارث نہیں ہوئے +

حضرت عیسیٰ نے بھی اپنا وصی وخلیفہ بحکم خداوندی خود ہی مقرر کیا۔ ازجملہ وصایائے عیسیٰ یکے آں بود کہ خدائے تعالیٰ مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم وحواریاں خلافت وے قبول کردند۔ روضۃ الصفا، الجزء الاول ص ۱۸۴۔

دیگر کتب تواریخ میں بھی اسیطرح درج ہے۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ الکسائی اپنی کتاب قصص الانبیاء میں تحریر کرتے ہیں :۔

وکان یوشع قد استخلف علیٰ بنی اسرائیل   یوشع نے بنی اسرائیل پر کالب بن یوفنا بن عیسیٰ

یوفنا ابن عیسی بن یھودا
ب النبی علیہ السلام و
اکالب من احد الزھاد
دفی بنی اسرائیل سیرۃ
جمیلۃ وھم یطیعون حتی
قبضہ اللہ تعالی فاستخلف
علیھم ابنا لہ یقال
لہ یوشافاش۔۔۔۔ فلما
توفی یوشافاش بن کالب
بن یوفنا صار الامر الی عیزار
بن ھارون۔۔۔ فقال یا بنی اسرائیل
قد استخلف علیکم ولدی ھذا۔

بن یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و
جانشین مقرر کیا۔ یہ کالب سب سے زیادہ زاہد تھے
اور بنی اسرائیل میں نہایت عمدہ سیرۃ جمیلہ
ان کی تقلید میں جاری ہو گئی۔ یا بنی اسرائیل
میں یہ عمدہ سیرۃ رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل انکی
اطاعت کرتے تھے۔ یہانتک کہ خداوند تعالیٰ
نے انکی روح قبض کی پس اُس نے بنی اسرائیل
کے اوپر اپنے بیٹے یوشافاش کو خلیفہ مقرر
کیا۔۔۔۔ جب یوشافاش کا انتقال ہوا تو
حکومت و خلافت عزار بن ہارون کیطرف
گئی۔۔۔ یوشافاش نے کہا کہ اے بنی اسرائیل
میں نے تمہارے اپنے اس بیٹے کو خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔

حضرت الیاس کے استخلاف کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ فاوحی اللہ تعالیٰ
الیہ ان یا الیاس اخرج من بینھم واستخلف علیھم الیسع بن یخطب
فقد جعلتہ خلیفتک۔ ترجمہ۔ خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے الیاس تو انکے
درمیان میں سے نکل اور انکے اوپر الیسع بن یخطب کو خلیفہ مقرر کر دے۔ کیونکہ ہم
نے اسکو تیرا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے۔

اسی طرح الیسع نے ذوالکفل کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا چنانچہ ثعلبی نے
اپنی قصص الانبیاء میں اس طرح لکھا ہے:۔

لما کبر الیسع قال لو انی استخلفت
رجلا علی الناس یعمل علیھم فی
حیاتی حتی انظر کیف یعمل فجمع
الناس ثم قال من تکفل لی بثلاث

جب الیسع کبیر سن ہوئے تو انہوں نے کہا کہ کاش
میں کسی کو لوگوں پر اپنی زندگی میں والی و خلیفہ
مقرر کروں تاکہ دیکھوں کہ وہ کس طرح حکومت
کرتا ہے پس لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ جو شخص

استخلفته يصوم النهار و يقوم الليل ولا يغضب فقام رجل شاب فقال انا فرده ذلك اليوم فقال مثلها في اليوم الثاني فسكت الناس فقام ذلك الرجل قال انا فاستخلفه

مجھ سے تین باتوں کی ضمانت کرے مقرر کردوں۔ دن کو روزہ رکھے کرے اور کبھی غصہ سے مغلوب پس ایک جوان کھڑا ہوا اُس نے کہا کرتا ہوں لیکن الیسع نے اسکو اس کردیا۔ پھر دوسرے دن وہی بات کہی۔ او تو خاموش رہے۔ وہی جوان کھڑا ہوا اور کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں پس الیسع نے اسکو اپنا خلیفہ مقرر کیا

یہ واقعہ ہمکو دعوۃ ذی العشیرہ کی یاد دلاتا ہے۔ حضرت داؤد کی نسبت ثعلبی اپنے قصص الانبیاء میں تحریر کرتے ہیں:-

فقام داؤد فصعد المنبر فحمد الله تعالى واثنى عليه قال ان الله يامرني ان استخلف عليكم سليمان فضجت بنو اسرائيل وقالوا غلام حدث يستخلف علينا

پس حضرت داؤد کھڑے ہوئے اور منبر پر تشریف لیگئے اور بعد حمد و ثناء باریتعالی کے فرمایا کہ تحقیق کہ خداوند تعالی نے مجھکو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اوپر سلیمان کو خلیفہ مقرر کردوں۔ بنو اسرائیل نے آپس میں ناراض ہوکر کہا کہ دیکھو ہم پر ایک نابالغ بچہ حاکم مقرر کیا گیا ہے۔

یہ دونوں واقعات ذوالکفل اور سلیمان کے خاص طور سے غور طلب ہیں کبر سن و معمر و تجربہ کار لوگوں کی موجودگی میں کم سن و نوجوان خلیفہ مقرر کیے گئے معلوم ہوا کہ بزرگی بعلم است نہ بسال۔ پھر ثعلبی کہتا ہے: ثم ملك بعد سليمان ابن له يقال له رخيعم وكان قد استخلفه فنباه الله وكان نبيا ولم يكن رسولا۔ ترجمہ۔ پھر سلیمان کے بعد ان کا لڑکا رخیعم خلیفہ ہوا۔ اُس کو سلیمان نے اپنی حیات میں جانشین خلیفہ مقرر کیا تھا پس خدا نے اُسے نبوت بھی عطا کی لیکن رسول نہیں تھا۔

بنو اسرائیل کے بادشاہ ہونے کے حالات سے کئی نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ انہیں بہت سے ایسے بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی اور بہت سے ایسے تھے۔ جو محض بادشاہ تھے لیکن نبی یا ولی تھے۔ مگر دونوں قسم کے بادشاہوں کی حکومت خدا کی طرف سے تھی۔ وہ نیک بندے خدا کے فرمانبردار اور اپنے زمانہ کے نبی کے تابعدار ہوا کرتے تھے۔ ہر ایک بادشاہ نبی خود اپنا جانشین مقرر کیا کرتا تھا۔ امت یا رعایا کا کچھ دخل نہ تھا۔ حضرت آدم سے لگا کر جناب رسول خدا تک کے نبیوں اور رسولوں کے حالات آپ نے معلوم کر لئے۔ کسی ایک موقعہ پر بھی انتخاب جانشین کا کام امت کے سپرد نہیں کیا گیا ان میں وہ نبی و رسول بھی تھے جنہیں حکومت حاصل نہیں تھی۔ اور وہ نبی و رسول بھی تھے۔ جنہیں حکومت حاصل تھی۔ یہ قاعدہ بلا استثنار کے رہا ہے کہ ہر نبی و رسول اپنا جانشین خود بحکم خداوندی مقرر کرتا آیا ہے۔ اول یہ تقرر خدا کی طرف سے ہوتا تھا۔ پھر اُس کا اعلان نبی و رسول کر دیا کرتے تھے۔ یہی سنت الٰہی ہمیشہ رہی ہے اور رہنی چاہیئے تھی اور سنت الٰہی کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ معلوم نہیں کہ حضرت ختم المرسلین کے وقت اس سنت الٰہیہ کو کیا ہو گیا کہ وہ بھی بدل گئی۔ خدا و رسول دونوں نے معاذ اللہ اپنا اپنا فرض اور کام ادا نہ کیا اور حضرت عمر نے اس کار خداوندی کو اپنے ذمہ لیکر دونوں کو سبکدوش کر دیا۔

غرضکہ اس بحث سے مندرجہ ذیل نتائج نکلے۔

۱۔ جناب رسول خدا کی نبوت کا جزو اعظم حکومت تھی۔

۲۔ اسلام کے ارکان میں سیاست شامل ہے۔

۳۔ اسلام کا مقصد دنیا میں حکومت الٰہی قائم کرنا تھا۔

۴۔ حکومت الٰہیہ کی سرداری و بادشاہت خدا کی طرف سے ملا کرتی ہے۔

۵۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک معیار انتخاب علم و شجاعت ہے اور تقوے ہے۔

۶۔ یورپ کا پروپاگنڈا کہ حکومت و مذہب کی سرداری ایک جگہ نہیں ہونی چاہیئے غلط ہے۔

۷۔ جمہوریت اسلام میں نہیں ہے۔
۸۔ اسلام میں انتخاب خلیفہ محال عقلی ہے۔ اور انتخاب کا مکمل ہونا نا ممکن
۹۔ اسلام کی نعمت اور اسلام کو مکمل کرنے والی ایک ہی چیز ہے اور
اُن مکمل انسانوں کا حکومت و سلطنت اسلامیہ کی سرداری کے
جو مسلمانوں میں عدل کامل عام کر دیتے۔ یہی وہ نعمت تھی جو دنیا
ملی تھی۔ حکومت الٰہیہ کیلئے انسان کامل چاہیے جس کا علم منجانب اللہ۔
۱۰۔ پہلے زمانہ کے انبیاء و مرسلین کا عمل بلا استثناء یہی رہا تھا کہ وہ خود اپنا جانشین
مقرر کیا کرتے تھے۔

ان کے علاوہ ایک اور بھی نکتہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس زمانہ کی یہ باتیں ہیں اور جس وقت کے یہ واقعات ہیں کیا اس زمانہ کے لوگوں نے کبھی یہ مطالبہ کیا تھا کہ خلیفہ مقرر کرنا ہمارا حق ہے۔ جب حضرت ابوبکر کا وقتِ رحلت نزدیک ہوا تو انہوں نے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا۔ اگرچہ لوگوں نے یہ اعتراض ضرور کیا کہ آپ ایسے بدمزاج اور غلیظ طبیعت والے کو ہمارے اوپر حاکم مقرر کرتے ہیں۔ خدا کو جا کر کیا جواب دو گے لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ خلیفہ مقرر کرنا ہمارا حق ہے۔ آپ اس کے مجاز نہیں ہیں۔ حضرت عمر کو ضرب کاری لگتی ہے۔ حضرت عائشہ کہلا بھیجتی ہیں کہ خلیفہ مقرر کردو۔ لوگوں کا اصرار ہے کہ خلیفہ مقرر کرو۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنی راہ لیں۔ خلیفہ مقرر کرنا تو امت کا حق ہے وہ مقرر کرے گی۔ پھر حضرت عمر شوریٰ مقرر کرتے ہیں۔ وہ بھی برائے نام۔ دراصل عبدالرحمن ابن عوف کو ثالث بھی کیا مقرر کرتے ہیں اس کے منہ سے ایک ترکیب سے کہلوانا چاہتے ہیں کہ حضرت عثمان خلیفہ ہیں خلوت میں بلا کر اس کو سارا راز بتا دیتے ہیں۔ خیر شرائط ہوئیں۔ اُن شرائط یا احکام میں یہ بھی ایک حکم ہے کہ اس خلافت میں انصار کا حق نہیں۔ کوئی پوچھے کہ اس کی کیا وجہ۔ کیا جناب رسول خدا اور اُن کے اصحاب کو پناہ دینے کی یہ سزا مقرر کی جاتی ہے اگر امت کا حق تھا تو اُن کو کیوں خارج کیا۔ ہم کوئی بات بغیر سند یا حوالہ کے نہیں کہتے

م واقعات کی تفصیلات و اسناد و حوالہ جات آپکو باب سیزدہم میں ملینگے +
غرضکہ ثابت ہوا کہ ایسی صفات کے حکام جو سلطنت الہیہ چلا نیکی اہلیت
رکھتے ہوں۔ امت نہیں پیدا کر سکتی تھی اور نہ انتخاب کر سکتی تھی۔ یہ خدا کا کام تھا
جناب رسول خدا کا فرض تھا کہ خداوند تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ و حاکم
اعلان امت کے سامنے کر دیں۔ چنانچہ اُنہوں نے کر دیا۔ اور یہ بھی فرما دیا کہ
جن تک یہ اعلان پہنچے وہ اس کو اُن لوگوں تک پہنچا دیں جن تک نہ پہنچا ہو۔
لہذا آنحضرت کے حکم کی تعمیل میں آج ہم یہ پیغام و اعلان اپنے ناظرین تک
پہنچاتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

باب ہفتم

شاہدانِ استخلاف علی ابن ابیطالب

(۱) افعال رسول

فعل نمبرا۔ ولادت علی ابن ابی طالب اندرون کعبہ جناب رسول خدا
کا اپنے خلیفہ کے استقبال کے لئے دولتسرا سے نکلنا اور اپنے لعاب دہن کی
گھٹی پلانی حضرت ختم المرسلین کے خلیفہ و جانشین اور ختم الاوصیا والا دلیا کو شروع
ہی سے سائر عالم سے ممتاز کرنا اور علامات باہرہ و نشانات فاخرہ سے ممیز و مزین
کرنا مشیت ایزدی میں قرار پا چکا تھا۔ لہذا جب محبوب ترین و افضلترین رسول کا محبوب
خلیفہ عالم ارواح سے کشور اجسام کی طرف چلا تو بارگاہِ ایزدی سے کارکنان قضاو
قدر کو حکم ملا کہ اُس کے نزول اجلال کیلئے خاص خانۂ خدا کو آراستہ کیا جائے۔ تاکہ
افضال و اکرام خصوصیہ الٰہیہ کا سلسلہ جو پیدائش ظاہری سے ہزاروں سال پہلے
شروع ہو چکا تھا۔ بعد پیدائش بھی قائم رہے۔ یہ ایسا شرف خاص تھا جو نہ اُس سے

پہلے اور نہ اُس کے بعد کسی کو عطا گیا۔ چونکہ رسول اکرم شہنشاہ مرسلین تھے اُن کے خلیفہ کا علم عظمت وجلال بھی سب سے بالاتر ہونا چاہیئے تھا۔ آپ کا امتیاز قرار پایا کہ خدا کے گھر میں پیدا ہوں اور خدا ہی کے گھر میں اپنی جان آفرین کے سپرد کر دیں اُس زندگی کا آغاز وانجام جو خدا کے ہاتھ فروخت ہو چکی ہو اسی طرح ہونا چاہیئے تھا ۔

کسے را میسر نشد ایں سعادت بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

جناب علی ابن ابی طالب پرویز ابن ہرمز شہنشاہ فارس کے عہد میں ۱۳ رجب المرجب کو یوم جمعہ ۱۹۲۰ء فارسی اسکندری مطابق ۳۰ھ بعد عام الفیل یا ۶۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ سال ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۵۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ سب اس پر متفق ہیں کہ عین خانہ کعبہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں بحوالہ امام حاکم فرماتے ہیں:۔ قد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت علیا فی جوف الکعبہ۔ یعنی اخبارات متواترہ سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے علی کو عین خانہ کعبہ میں جنا تھا۔ نیز اس ہی مضمون کی تصدیق کے لئے ملاحظہ ہوں:۔

سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۲۰ و ۲۱ مستدرک علی الصحیحین للحاکم الجزء الثالث ص ۴۸۳

مناقب مرتضوی محمد صالح کشفی باب ۲ ص ۸۷ و ۸۸ روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ تشریح شعر ۔

تحفۃ تھدی لمن یھوی علیا من رقی شاذاً من المجد علیا

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمہ ص

چنانچہ شاعر کہتا ہے ۔ ولدتہ فی حرم المعظم امہ + طابت وطاب ولیدھا والمولد۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری فرماتے ہیں ۔

دقتیکہ بکعبہ مرتضیٰ شد پیدا در ارض وسما جلوہ نما شد پیدا
جبریل ز آسماں فرود آمد وگفت فرزند بخانۂ خدا شد پیدا

مثنوی روم فرماتے ہیں ؎

بشنت نجف از تو نجف دیدہ شرف	تو دری و کعبہ صدف مستاں سلامت میکنند

جامی کہتے ہیں ؎

کعبہ رو دو شیخ من بر راہ نجف	بر رب کعبہ کہ اینجا مرا ست حق بطرف
نیکہ میان من است و او این است	کہ من بسوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

ایک اور شاعر کہتا ہے :۔

با شیر خدا کسے چہ محرم باشد	ذاتش بہ نبی قریب و ہمدم باشد
سری است دریں کہ کعبہ اش مولد شد	یعنی کہ علی امام عالم باشد
ایضاً ؎ گوہر چو پاک بود و صدف نیز پاک بود	آمد میانہ حرم کعبہ در وجود
کعبش ز فیض کعبہ صفا داشت لاجرم	بر دوش سید دو جہاں جلوہ می نمود
ایضاً ؎ فرزند بخانہ خدا شد	با بنت رسول کتخدا شد

جناب علی مرتضیٰ کی پیدائش خانہ کعبہ کے اندر صاحب ماینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحیٌ یوحیٰ کے حکم سے ہوئی۔ فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں۔ کہ مدت حمل منقضی ہو چکی تھی کہ ایک روز میں طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھی کہ یکایک دردِ زہ شروع ہو گیا۔ محمد بھی اس وقت وہیں تھے۔ میری حالت متغیر دیکھکر میرا حال پوچھا۔ میں نے اپنی کیفیت بیان کی۔ محمد نے فرمایا۔ کہ جلد طواف ختم کرو۔ میں نے کہا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔ آپ نے کہا۔ کہ اچھا خانہ کعبہ کے اندر چلی جاؤ۔ خدا مشکل آسان کریگا۔ میں کعبہ کے اندر چلی گئی وہاں علی پیدا ہوئے۔ سیرۃ العلویہ حصہ اول ص۲۱ +

ادھر فاطمہ بنت اسد نے اپنے لال کو خانہ کعبہ سے لیجانیکا ارادہ کیا ادھر خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کے دل میں القا کیا کہ اپنے خلیفہ و وزیر کے استقبال کو گھر سے چلیں۔ ابھی فاطمہ بنت اسد اس دُرِ بے بہا کو صدف کعبہ سے لیکر نکلی ہی تھیں کہ سب سے پہلے جناب محمد مصطفےٰ جو ادھر

ہی آرہے تھے راستہ میں ملے۔ آپ نے فوراً اس بچہ کو آغوش میں لے لیا اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ اور علی اس کا نام رکھا۔ اور اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ علی نے آنحضرت کی زبان کو چوسنا شروع کیا۔ اور چوستے چوستے سو گئے۔ دوسرے روز دودھ پلانے والی بلائی گئی۔ لیکن بچہ نے عورت کا پستان منہ میں نہ لیا۔ پھر آنحضرت کو بلایا گیا۔ آپ نے پھر اپنی زبان بچہ کے منہ میں دی اور وہ چوستا چوستا سو گیا۔ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب ص ۴۶۔ ۵۴۴۔ اور حسید علی حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۲۰۔ آنحضرت کا یہ سارا عمل بتا رہا ہے کہ آپکو شروع ہی سے آنے والے واقعات کا علم تھا۔ ورنہ زبان چوسانا اور خود غسل دینا سب سے پہلے خود بچہ کو لے جانا۔ یہ سب افعال بے معنی نظر آتے ہیں۔ صرف چچازاد بھائی ہونا ان افعال کا محرک نہیں ہو سکتا۔ جعفر و عقیل بھی تو آنحضرت کے ایسے ہی بھائی تھے۔

فعل ۲ تعلیم و تادب۔

خلیفہ رسول بننے کی اہلیت کے لئے رسول کے زیر نگرانی اس کی تعلیم و تربیت بچپن ہی سے بہت ضروری ہے کیونکہ تعلیم و تربیت زمانہ طفولیت کی اپنا اثر عمر بھر کے لئے چھوڑ جاتی ہے۔ علم النفس و الجذبات اور علم التعلیم کے ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اور عقل کی مہر تصدیق اس فیصلہ پر ثبت ہو چکی ہے کہ جو جذبات و تاثرات بچپن میں حاصل ہو جاتے ہیں اُن کا اثر گہرا ہوتا ہے اور عمر بھر رہتا ہے جس آسانی سے نیک یا بد خیالات اور طرز تخئیل عالم طفولیت میں پیدا کئے جا سکتے ہیں وہ بچپن کے بعد ممکن نہیں چنانچہ جو بزرگوار بچپن و جوانی میں بتوں کی پرستش کر چکے تھے اور کفر کے ماحول میں پلے تھے اُن میں ان تاثرات و جذباتِ مشرکانہ کا شائبہ اسلام لانے کے بعد بھی باقی رہا اور مرتے دم تک ان بچپن کے ساتھیوں نے ساتھ نہ چھوڑا۔ حضرت ابوبکر و جناب رسول خدا کا مکالمہ مشہور ہے کہ آنحضرت

کہ کفر و شرک تم میں چیونٹی کی چال کی طرح رواں ہے اور جا بھی ہے۔

ابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن جریج عنہ فی قولہ تعالیٰ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ قال فاخبرنی لیث بن ابی سلیم عن ابن محمد عن حذیفۃ بن الیمان عن ابی بکر اما حضرہ لا حذیفۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی بکر وا ما حدثہ ایاہ ابوبکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابوبکر یا رسول اللہ وهل الشرک الا ما عبد من دون اللہ او دعی مع اللہ قال ثکلتک امک الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل ..... واخرج البخاری فی الادب المفرد عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قال انطلقت مع ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابا بکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ هل الشرک الا من جعل مع اللہ الٰہا آخر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور جزء الرابع ص ۵۲
علی المتقی: منتخب کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۱۔
شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفا مقصد ۱ ص ۱۹۹۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے آیہ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ کے سلسلہ میں روایت کی ہے۔ ابن جریج کہتا ہے کہ مجھ سے لیث بن ابی سلیم نے یہ روایت ابن محمد کی بیان کی جنے اسکو حذیفہ بن الیمان سے اور انہوں نے خود حضرت ابوبکر سے سنا تھا (؟) یہ بھی لکھا گیا کہ آیا حذیفہ بن الیمان خود اس وقت آنحضرت کی خدمت میں ابوبکر کے ہمراہ حاضر تھے یا انسے ابوبکر نے بیان کی روایت ہے کہ جناب رسولخدا نے ابوبکر سے کہا کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ابوبکر نے کہا یا حضرت شرک تو یہی ہے کہ کوئی شخص خدا کے علاوہ کسی اور کی پرستش کرے یا پکارے۔ آنحضرت نے فرمایا تیری ماں تیرے غم میں روئے شرک تم میں چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے۔.... اور بخاری نے ادب المفرد میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابوبکر صدیق کے ہمراہ جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے ابوبکر کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابوبکر تمہارے اندر شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ابوبکر نے عرض کی کہ اے رسول اللہ شرک تو یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اور خداؤں کو شریک کیا جائے آنحضرت نے فرمایا قسم اس خدا کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے۔

دیکھا آپ نے بچپن اور جوانی کی بت پرستی کو بڑھاپے کا ایمان خارج نہیں کر سکتا۔

برعکس اسکے آنحضرت نے جنگ احزاب میں حضرت علی کی نسبت فرمایا جب وہ جنگ کرنیکے لئے نکلے کہ برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ۔ د شیخ کمال الدین الدمیری کبریٰ الجزر الاول ص ۲۷ تحت عنوان حیدہ یعنی ایمان کامل نکلا ہے طرف کفر

عن عمر بن الخطاب انہ قال اشہد علیٰ رسول اللہ	عمر بن خطاب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں
سمعتہ یقول ان السموات السبع والارضین السبع	شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ
وضعت فی کفۃ ووضعت ایمان علی فی کفۃ لرجح ایمان	سے سنا ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع ص ۲۲۶	میں اور علی کا ایمان ترازو کے دوسرے پلے میں رکھ
علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۶ حدیث ۲۶۱۱	علی کا ایمان بھاری رہیگا۔

شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۱۰۴۔

ناظرین غور کریں اور ہمارے ساتھ یکزبان ہوکر کہیں کہ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ یہ آنحضرت کی پرورش اور تعلیم خاص کا نتیجہ تھا کہ وہ غوامض و نکات وحدانیت اور اسرار وصفات ذات الٰہیہ جو حضرت علی پر منکشف ہوئے اُنسے وہ لوگ قطعی بے بہرہ تھے جنکی عمر ونکے چالیس سال سے زائد بت پرستی اور گمراہی میں صرف ہو چکے تھے اور جنکو آنحضرت کی اس تعلیم خاص سے بہرہ نہیں ملا تھا۔ تعلیم کا اہل بھی تو ہر کس و ناکس نہیں ہوتا۔ غرضیکہ بچپن کی تعلیم کے تاثرات اور اسکے دور رس نتائج کو مدنظر رکھکر آنحضرت نے حضرت علی کو انکے والد ابوطالب سے لیکر اپنے پاس اور اپنے گھر میں پرورش کیا۔ اسوقت حضرت علی کی عمر مشکل سے تین یا چار سال کی تھی کہ بندرسول میں اسطرح پرورش پانیکا ذکر ہر ایک مورخ و محدث نے کیا ہے اور اسکو نعماء الٰہی میں سے ایک نعمت لقب دیا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کی عبارت ملاحظہ ہو: وکان ربّاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صغرہ لقصۃ مذکورۃ فی السیرۃ النبویۃ فلازمہ من صغرہ فلم یفارقہ الی ان مات۔ ترجمہ جناب رسولخدا نے حضرت علی کی پرورش و تربیت انکے بچپن ہی سے کی تھی جیسا کہ ہشام کی سیرالنبی میں درج ہے پس علی مرتضیٰ آنحضرت کے ساتھ اپنے بچپن ہی سے رہے اور آنحضرت کی رحلت تک اُنکے پاس سے جدا نہیں ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص ۵۷۔ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب دستو لکھری مطبوعہ بار چہارم ص ۴۷۶ باب چہارم ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۲۲ ذیل عنوان ذکر الاختلاف فی

ر ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی صـ۲۱۲ محب الدین الطبری
متو الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل الرابع صـ۱۵۷ محمد بن اسماعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ
لعلویہ صـ فی تشریح شعر یا اماما سبق الخلق الی طاعۃ المختار مذ کان صبیا
علانی: الاصابہ فی تمیز الصحابہ الجزء الرابع ص ۲۶۹ ابو الفداء: تاریخ: الجزء الاول
ن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع صـ۵۷۔ ص ۱۶

اس سے ظاہر ہے اور ہم دیگر شہادت بھی اسکے اثبات کیلئے آئندہ پیش کرینگے کہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کا الہام بھی نبوت کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی کے دلمیں خیال پیدا ہو کہ آنحضرت ابھی مبعوث تو ہوئے ہی نہ تھے خلافت کا انتظام پہلے ہی سے ہوگیا لیکن یہ خیال درست نہیں کیونکہ النبی نبی و لو کان صبیا۔ نبی بچپن ہی سے نبی ہوتا ہی بلکہ پیدا ہی نبی ہوتا ہی۔ آنحضرت کی پیدائش کے حالات جماعت حکومت ہی کی کتابوں میں دیکھ لو۔ اسوقت کتنے غیر معمولی عجائبات ظہور پذیر ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ بت سرنگون ہوگئے۔ اور کسریٰ کے محل کا کنگرہ گر پڑا۔ قرآن شریف میں بہت سے بچے نبیوں کا ذکر ہی جس طرح عیسیٰ نے اپنی والدہ محترمہ کی عصمت کی شہادت پیدا ہوتے ہی دی اور اپنے نبی ہونیکا اظہار کیا۔ وہ ہم باب ششم میں لکھ چکے ہیں۔ حضرت یحییٰ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔

یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً وَکَانَ تَقِیًّا ۙ وَّبَرًّا بِوَالِدَیْہِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ۝	اے یحییٰ یہ کتاب (علم) مضبوطی سے پکڑ رہنے یحییٰ کو بچپن ہی میں حکمت عطا کی۔ اور اپنے حضور سے برکت دی اور زکوٰۃ اور وہ متقی تھا۔ نیز اہلیت عطا کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے اور ظالم نہ ہو سلامتی ہو اسکے لئے جسدن پیدا ہوا اور جسدن مریگا اور جسدن دوبارہ زندہ کیا جائیگا۔

پارہ ۱۶ سورہ مریم ع ۱۔

لہذا اگر جناب محمد مصطفےٰ اسوقت اپنے عہدہ نبوت اور اپنے وزیر و جانشین سے آگاہ تھے تو یہ بعید از سنت الہی نہ تھا بلکہ عین سنت الہی کے مطابق تھا۔

فعل ۳ سبقت در عرض اسلام۔ آنحضرت نے شروع ہی سے اپنے وزیر و

جانشین کو اسلام میں اٹھایا اور پرورش کی۔ اسکے بعد اگر نزول وحی و اپنی بعثت کیا تو یہ بطور ایک کرو واقعہ کے تھا لیکن یہ بھی آپ نے مردوں میں سب سے پہلے انکا جانشین شرف سبقت ظاہری سے بھی محروم نہ رہجائے۔ اسکا ذکر تفصیل کیا

فعل ۴ دعوت ذوالعشیرہ۔ اس دعوت کا ذکر تفصیل کیساتھ اس کتاب کے با یہ نہایت صریح و مفصل و غیر مبہم اعلان خلافت کا تھا۔ اس اعلان کی موجودگی میں یہ کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا یا سوائے علی کے وہ کسی اور کی خلافت سے راضی تھے انصاف کا خو

فعل ۵ لیلۃ المبیت شب ہجرت علی کو اپنے بستر پر سلانا۔ آنحضرت کی نبوت کو ۱۳ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی عداوت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دینے میں انہیں خاص خوشی ہوتی تھی جب آنحضرت نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیکر قریش کی اس خوشی کو بہت کم کر دیا تو انکی آتش انتقام بہت جوش میں آئی! ور سب نے تہیہ کر لیا کہ ایک آخری اور فیصلہ کن تدبیر کیجاوے۔ اس صلاح و مشورہ کیلئے سب دار الندوہ میں جمع ہوئے ہر قبیلہ کے رؤسا جمع ہوئے اور ان سب کے سرغنہ ابوسفیان تھے بہت سی تدبیریں پیش کی گئیں اور آخر کار ابوجہل کا یہ مشورہ سب نے متفقہ طور پر منظور کر لیا کہ ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک آدمی ملکر تلوار دنسے آپکا خاتمہ کر دے۔ تاکہ بنو ہاشم کسی ایک قبیلہ سے دیت خون طلب نہ کر سکیں اور سب سے تصاص لینا انکی طاقت سے باہر ہو۔ جہانتک قبیلوں کی نمائندگی اور انکے اتفاق رائے کا سوال ہے۔ یہ جلسہ بہ نسبت جلسہ سقیفہ بنی ساعدہ کے بہت زیادہ نمائندگی کی حیثیت اپنے میں مضمر رکھتا تھا۔ اور اسکا فیصلہ بھی بہ نسبت سقیفہ کے فیصلے کے بہت زیادہ قطعی اور وقیع تھا کیونکہ یہ متفقہ تھا ایک رائے بھی مخالف نہ تھی۔ اور وہ متفقہ نہ تھا۔ یہ بہت غور و خوض کے بعد صادر کیا گیا تھا۔ وہ بقول حضرت عمر فلتۃ تھا یعنی ناگہانی آفت۔ فوری جذبہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوا تھا۔ اگر ایک قوم کا اجماع کسی معاملہ یا فعل کو جوازیت کی سند عطا کر سکتا ہے جسمیں نہ خدا کو دخل اور نہ خدا کے رسول کو تو پھر قریش کے اس متفقہ فیصلہ کیوجہ سے جناب محمد مصطفٰے جمہوریت کے اصول کے مطابق جائز طور سے ظلم بدہن واجب القتل ہو چکے تھے اور انکا مذہب جمہوریت کے نہایت صحیح اصولوں کے مطابق قوم کیلئے ناقابل قبول قرار دیا

یا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ اس تجربہ کے بعد بھی آنحضرت اپنے اسلام میں جمہوریت کے
اکر ینگے۔ غرضکہ قوم کے اس متفقہ فیصلہ پر عمل کرنے کیلئے ہر ایک قبیلہ سے ایک
منتخب کیا گیا۔ اور تمام قریش نے جھٹ پٹے ہی سے آنکر آنحضرت کے گھر کا محاصرہ
رب یہ آنکو زنانہ مکان کے اندر جانا معیوب سمجھتے تھے۔ لہذا باہر ہی ٹھہرے رہے
حضرت باہر نکلیں تو یہ فرض قومی ادا کریں۔ ادھر علام الغیوب نے اپنے رسول کو انکے
ارادے سے مطلع فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے نائب و خلیفہ علی کو اپنی جگہ اپنے بستر پر سلا کر راتوں
رات ہی یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں آنحضرت نے علی کو واقعات
اور حکم الٰہی سے آگاہ کیا۔ وہ ایمان مجسم جو رسول کے ہر قول و فعل کو منجانب اللہ سمجھتا تھا بچون و چرا
اس حکم کی تعمیل کیلئے تیار ہو گیا آنحضرت تو یہ کہکر کہ میرے پاس جو امانات ہیں وہ ادا
کر کے تم بھی چلے آنا روانہ ہو گئے اور علی نہایت اطمینان قلب کے ساتھ رسول خدا کی نیابت کرنے
لگے اور ایسے آرام سے سوئے کہ گویا کوئی خطرہ ہی نہ تھا۔ باہر یہ حالت تھی کہ قریش کا مجمع امڈا
چلا آتا تھا۔ رات بھر اینٹ پتھر برساتے رہے اور نہایت بےچینی سے صبح کا انتظار کرتے رہے پو پھٹتے
ہی وہ رانہ اندر گھس آئے اور علی بستر رسول سے مسکراتے ہوئے اُٹھے کفار دیکھکر حیران رہگئے
پوچھا محمد کہاں ہیں آپنے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ کیا تم نے محمد کو میرے سپرد کیا تھا
جو واپس مانگتے ہو۔ یہ بیباکانہ جواب اور وہ غصہ سے بھرا ہوا قریش کا مجمع علی ہی کی
جرأت تھی۔ کوئی اور ہوتا تو اضطراب و خوف کے مارے مُنہ سے کچھ لفظ ہی نہ نکلتا حضرت علی
نے جواب بھی دیا اور کیسا دلیرانہ انداز میں دیا جھوٹ بھی نہ بولے اور جواب بھی معقول ہو گیا چونکہ
آپکا فعل عین حکم و مشیت خداوندی کے مطابق تھا لہذا خداوند تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف منسوب
کر کے فرمایا:۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

پارہ ۹ سورۃ الانفال ع ۹۔

یاد کرا ای محمد وہ وقت کہ جب کافروں نے تمہارے ساتھ مکر کیا تھا تاکہ تمکو قید کریں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں وہ مکر کرتے تھے اور خدا انکے مکر کو کاٹتا تھا اور خدا مکر کرنیوالے انکے مکر کا بہترین کاٹنے والا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے نہایت صریح نتیجہ نکلا کہ حضرت علی کو بستر رسول پر سلانے کی تجویز قریش کے مکر کا جواب دیا گیا تھا خداوند تعالی کے حکم سے قرار پائی تھی اور یہ نیابت بحکم الہی تھی۔ اس لیلۃ المبیت کے واقعہ کو ہر ایک مورخ نے بیان کیا ہے۔ یہ کے مسلمات میں سے ہے اور اس پر قرآن شاہد ہے۔ ملاحظہ ہوں:۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص۳۶۶ محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص۹۹ ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الثانی ص۹۲ ابو الفداء: تاریخ الجزء الاول ص۱۲۶ ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۳۱ مسعودی: مروج الذہب الجزء الثانی ص۴، ۵۷۱ ابن خلدون: تاریخ الجزء الثانی ص۱۵ ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ جزء ہفتم ص۳۳۸ غیاث الدین اخوند: تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سیوم ص۲۴ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص۲۰۳ و ۲۰۵ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۳۳ جلال الدین السیوطی: در المنثور الجزء الثالث ص۱۸۰ ذیل تفسیر آیہ اذ یمکر بک الذین کفروا امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص۳۳۱ و ۳۴۸ ملا معین: معارج النبوت رکن چہارم۔ باب اول فصل اول در بیان مقدمات ہجرت نور الدین سمہودی: وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی جزء الاول باب الثالث فصل التاسع ص۱۶۱ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۱۔
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب فی عد مناقب علی ابن ابی طالب ص ۲۹۸
شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ قسطلانی الجزء الاول ص ۳۲۲۔
ابن حجر عسقلانی: فتح الباری۔ الجزء السابع ص۱۹۴ باب ہجرۃ النبی۔

Gibbon's Decline and Fall of the Roman Empire Vol. 2 P. 443

Gilman's History of the Saracens. P. 116

ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری: الکشاف عن حقائق التنزیل الجزء الاول ص ۵۳۲ بہ تفسیر آیہ اذ یمکر بک الآیہ۔

ان کتابوں کی عبارتیں نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ صرف دو عبارتوں پر اکتفا کی جاتی ہے:۔

اسد الغابہ لابن الاثیر الجزری
العلوم للغزالی وتاریخ
یا دیکری بات علی کرم اللہ
راش رسول اللہ صلی
یہ وسلم فاوحی اللہ تعالی
ی جبرئیل ومیکائیل علیہما
السلام انی اخیت بینکما وجعلت
عمر احدکما اطول من عمر
الآخر فایکما یوثر صاحبہ بالحیوۃ
فاختار کلاھما الحیوۃ واحباھا واوحی اللہ
عزوجل الیھما افلا کنتما مثل علی
بن ابی طالب اخیت بینہ وبین
نبی محمد فبات علی فراشہ یفدیہ
بنفسہ ویوثرہ بالحیوۃ اھبطا الی
الارض فاحفظاہ من عدوہ
فکان جبرئیل عند راسہ
ومیکائیل عند رجلیہ وجبرئیل علیہ
السلام یقول بخ بخ من مثلک
یا ابن ابی طالب واللہ تعالی
یباھی بک الملائکۃ فانزل
اللہ تعالی علی رسولہ وھو
متوجہ الی المدینۃ فی
شان علی ومن الناس من

اسد الغابہ ابن الاثیر جزری و احیاء العلوم غزالی
تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب حضرت علی بستر نبوی پر
سوئے تو خدا نے جبرئیل و میکائیل کی جانب وحی
فرمائی کہ میں نے تم دونوں کے درمیان رشتہ اخوت
قائم کیا ہے اور تم دونوں کو بڑی طویل عمریں عطا کی
ہیں پس دونوں میں سے کون ہے جو اپنے ساتھی
پر جان نثار کرے۔ یہ خطاب الٰہی سُنکر جبرئیل و
میکائیل نے اپنی اپنی زندگی کو عزیز سمجھا۔ اور
زندگی کی قربانی کو گوارا نہ کیا۔ پروردگار عالم نے
پھر ان کی جانب وحی القا فرمائی کہ کیا تم دونوں
علی کی طرح نہیں ہو سکتے۔ دیکھو میں نے محمد
علی کے درمیان مواخاۃ قائم کی ہے۔ اور علی اسوقت
بستر رسول پر اس غرض سے لیٹا ہوا ہے کہ
ایثار بالحیوۃ کرکے اپنی جان کو اپنے بھائی و
رسول کے اوپر نثار کرے۔ اب تم دونوں
زمین پر اُترو اور شر اعداء سے علی کی حفاظت
کرو پس جبرئیل علی کے سر کیطرف اور میکائیل
آپ کے پیروں کی طرف کھڑے ہوئے۔ اور
جبرئیل کہتے جاتے تھے کہ مبارک ہو اے علی
تمکو۔ کون ہے مثل تمہارے جس کی وجہ سے
اللہ تعالی ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے۔ چنانچہ حق
سبحانہ تعالی نے اپنے رسول پر جبکہ وہ مدینہ
جا رہے تھے۔ علی کی شان میں یہ آیت نازل کی

یشری نفسه ابتغاء مرضات	ایک شخص ایسا ہے جو محض خدا کی رضامندی
الله والله رؤف بالعباد۔	کرنے کیلئے اپنی جان فروخت کرتا ہے اور
پارہ ۲ سورۃ البقرہ ع ۲۵۔	بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۳۶۷۔

ابن الاثیر: اسد الغابہ۔ الغزالی: احیاء العلوم

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۱۔

وفی الدر المنثور للسیوطی۔ اخرجه الحاکم	در منثور میں سیوطی لکھتے ہیں: حاکم نے ابن عباس
وصححه عن ابن عباس رضی الله	سے روایت کی ہے اور اسکی تصدیق کی ہے کہ علی ابن
عنهما قال شری علی نفسه ولبس	ابی طالب نے اپنی جانکو فروخت کر دیا اور آنحضرت
ثوب النبی صلی الله علیه وسلم ثم	کا لباس پہنکر انکے بستر پر سو گئے۔ مشرکین سمجھتے
نام مکانه۔ وکان المشرکون یحسبون	رہے کہ آنحضرت سوئے ہیں اور وہ اس
انه رسول الله صلی الله علیه و کانت قریش	ارادے میں تھے کہ آنحضرت کو قتل
ترید ان تقتل النبی صلی الله علیه وسلم	کردیں

جلال الدین السیوطی: الدر المنثور الجزء الثالث ص ۱۸۰۔ زیر تفسیر آیہ اذ یمکر بک الآیہ۔

اسد الغابہ و احیاء العلوم والی روایت متذکرہ بالا کو ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں درج کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ارجح المطالب ص ۸۸ اور تاریخ حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص ۴ اور شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ الجزء الاول ص ۳۲۲ ۔ معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب اول در بیان مقدمات ہجرت۔

اس واقعۂ لیلۃ المبیت سے ہم مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں:۔

۱۔ یہ واقعہ ایثار نفس کے اعلیٰ ترین درجہ کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ درجہ جو انسانکو ملائکہ سے اشرف بناتا ہے۔ اتنا اشرف کہ خداوند تعالیٰ ملائکہ پر مباہات کرتا ہے اور اس طرح گویا انکو جتاتا ہے کہ یہ وہی انسان ہے جس کو تم سجدۂ تعظیمی کرنے سے کتراتے تھے۔

۲۔ ایمان خالص و یقین کامل کا ثبوت ہے۔ وہ ایمان اور وہ یقین جس پر اولو العزم

سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا قصہ اس طرح ہے کہ اُن سے ارشاد ربانی ہوا
یے اپنے عصا کو زمین پر پھینک دو۔ اُنہوں نے پھینک دیا وہ پھنپھاتا
ن گیا۔ حضرت موسےٰ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسےٰ
اس کو پکڑ لو۔ ہم ابھی اس کو اس کی سابقہ حالت کی طرف لوٹا دینگے۔
موسیٰ اس حکم کی تعمیل سے انکار تو نہیں کر سکتے تھے لیکن ڈر بھی رہے تھے
ں نے چادر کا کونہ ہاتھ پر لپیٹ کر اُسے پکڑنا چاہا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے
موسےٰ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اگر اسے ہم تمہاری ایذا کا حکم دیں تو کیا یہ تمہارا کپڑا
تمہیں اس کی ایذا سے بچا سکتا ہے۔ موسےٰ نے حضرت باری تعالیٰ کے حضور میں
عرض کی کہ نہیں لیکن ضعیف ہوں اور ضعف سے پیدا ہوا ہوں۔ اور نفیس بشریہ
کا خاصہ حالت مصیبت میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ حضرت موسےٰ کا جواب درست
تھا لیکن حضرت علی نے ثابت کر دیا کہ اُن کے ایمان و یقین نے اُن کو اس
ضعف بشری سے بالاتر کر دیا تھا +

۳۔ اس میں جان کا خطرہ عظیم تھا +

۴۔ حضرت علی نے اپنی جان راہ خدا میں فروخت کر دی۔ اور خداوند تعالیٰ نے
نے خرید لی +

۵۔ رشتۂ مواخات مابین محمد اور علی خود خداوند تعالیٰ نے قائم کیا تھا +

۶۔ فوراً ہی اجتماع قریش آنحضرت کے علم میں آیا جس دن قریش نے یہ تجویز
سوچی اسی دن اُس پر عمل کیا۔ اور فوراً جمع ہو گئے۔ آنحضرت نے فوراً علی کو اپنے
بستر پر بحکم خداوندی سلا دیا۔ اتنی مہلت اور فرصت نہ تھی کہ حضرت ابوبکر یا کسی اور
سے مشورہ کرتے یا اطلاع دیتے۔ اور نفس واقعہ یہ کہہ رہا تھا کہ کسی اور کو خبر کرنا
مصلحت کے خلاف ہے +

۷۔ اعلیٰ ترین دلیری و شجاعت کا ثبوت ہے +

۸۔ جو خطرے کے وقت آنحضرت کی نیابت کرتا ہے مستحق اور اہل ہے اس امر کا

کہ حکومت کے وقت وہی نیابت کرے۔ نائب ہر جگہ و ہر وقت

۹۔ علی کی جان بکنے والی جنس۔ علی فروخت کرنے والے۔ خدا

اب جو کچھ اس کا عوض خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ ا

دینے والے کی حیثیت، قدرت اور وسعت کا اندازہ کر کے خود ناظ

حضرت ابوبکر کو ہجرت رسول کا علم نہ تھا۔ یہ امر واقعہ ہے

خدا نے نہ تو اپنی ہجرت کا مشورہ جناب ابوبکر سے کیا اور نہ اپنی مرضی ساتھ لیا۔ بلکہ اس واقعہ کو حضرت ابوبکر سے اسی طرح مخفی رکھا جس طرح دیگر سے بسوائی حضرت علی کے اور کسی کو اس سے آگاہ نہ کیا۔ حضرت ابوبکر کو تو معلوم بھی نہ تھا کہ کب اور کہاں آنحضرت تشریف لے گئے۔ اس دعویٰ کا ثبوت ملاحظہ ہو

عن عمرو بن میمون قال انی جالس الی ابن عباس اذ اتاہ رھط یقعون فی علی ابن ابی طالب فرد علیھم ابن عباس وقال لما ھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شری علی نفسہ لبس ثوب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم نام مکانہ قال فکان المشرکون یرمون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فجاء ابوبکر وعلی نائم قال وابوبکر یحسب انہ نبی اللہ قال فقال یا نبی اللہ قال فقال لہ علی ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد انطلق نحو بئر میمون فادرکہ قال فانطلق ابوبکر فدخل معہ الغار وجعل علی یرمی بالحجارۃ	عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں ایکدن ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ چند آدمی آئے اور وہ حضرت علی کی برائی کرنے لگے۔ ابن عباس نے اُن کو روکا اور کہا کہ جب جناب رسول خدا نے مکہ سے ہجرت کی تو علی اپنی جان کو فروخت کر کے جناب رسول خدا کا لباس پہنکر آنحضرت کی جگہ سو گئے اور مشرکین اُن کو محمد ہی خیال کرتے رہے۔ اتنے میں ابوبکر آئے۔ علی سو رہے تھے۔ ابوبکر نے پکارا یا نبی اللہ۔ حضرت علی نے کہا کہ رسول تو بیر میمون کی طرف گئے ہیں۔ اگر تمہیں ملنا ہے تو وہاں جاؤ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ابوبکر اُدھر گئے اور آنحضرت کے ساتھ غار میں داخل ہوئے علی آنحضرت کی طرح کفار کے ادیکنکریاں پھینکتے جاتے تھے۔

نبی اللہ۔

حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۳۱

نی علیا فسئلہ عن نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فاخبرہ ان انہ لحق
بالغار من ثور وقال ان کان لک فیہ
حاجۃ فالحقہ فخرج ابوبکر مسرعا فلحق نبی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی الطریق فسمع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جرس ابی بکر فی ظلمۃ
اللیل فحسبہ من المشرکین فاسرع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم المشی فانقطع قبال نعلہ
ففلق ابہامہ حجر فکثر دمہا واسرع السعی فخاف
ابوبکر ان یشق علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرفع صوتہ وتکلم فعرفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقام حتی اتاہ فانطلقا ورجل تستن دما
انتہا الی الغار مع الصبح فدخلاہ ۔۔۔ ونجی اللہ
رسولہ من مکرہم وانزل علیہ فی ذالک واذ
یمکربک الذین کفروا۔ الآیہ۔

ابوبکر علی کے پاس آئے اور ان سے جناب رسولخدا کی نسبت
دریافت کیا۔ مشکلکشا نے فرمایا کہ وہ غار ثور کیطرف گئے ہیں اگر تمکو ان سے
کوئی حاجت ہے تو تم بھی اسطرف چلے جاؤ پس ابوبکر جلد
جلد چلے یہانتک کہ راستہ میں جناب رسولخدا سے
مل گئے۔ آنحضرت نے جو قدموں کی آہٹ سنی تو سمجھے کہ کوئی
مشرک آگیا پس آنحضرت نے اپنی رفتار تیز کر دی یہانتک
کہ آپکا جوتا آگے سے ٹوٹ گیا اور انگوٹھے کو پتھر نے
زخمی کر دیا۔ ابوبکر ڈرے کہ آنحضرت کو تکلیف ہوگی
لہذا اپنی آواز بلند کرکے کلام کیا۔ آنحضرت انکو
پہچان کر کھڑے ہوگئے اور دونوں ساتھ چلنے لگے۔
آنحضرت کے پیر سے خون جاری تھا یہانتک کہ صبح
ہوتے ہوتے دونوں غار میں داخل ہوگئے [illegible]
علی کا بیت [illegible] ہوا اسکو نقل کرنے
کے بعد مورخ لکھتا ہے اس طرح خدا نے کفار کے مکر
سے آنحضرت کو نجات دی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ
آیت نازل ہوئی۔ واذ یمکربک الذین
کفروا۔ الآیہ۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۲۴۴۔

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص ۲۴۰۔

نیز ملاحظہ ہو:۔

ابو عبد اللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۳۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۳ و ۲۰۴۔

میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار ص ۱۷۔

محمد بن اسمعیل الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۱۱ و ۱۲ ابتسفیریع شعرہ

فدا ہ لیلة هسنبه فنیت تابعت شب

یوسف بن قز علی سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۱

یہ امر مسلمہ اور قرین قیاس ہے کہ آنحضرت نے اپنی ہجرت کو
رکھا۔ نہ کسی سے ذکر و مشورہ کیا اور نہ ذکر و مشورہ کرنے کا وقت تھا اور
تھا۔ فوراً ہی حکم ملا کہ ان اللہ یامرك بالھجرۃ۔ اس حکم کی تعمیل اُس ہی و
تھی ہجرت رسول ایک نہایت عظیم الشان واقعہ تھا جس کا وقت و طریقہ خداوند
تعالیٰ ہی مقرر کر سکتا تھا۔ اور پھر اُس کے حکم قطعی کے بعد صلاح و مشورہ کی کیا صورت
باقی رہتی ہے حضرت علی کو اپنے بستر پہ سلانے کے لئے کسی صلاح و مشورہ کی ضرورت
نہ تھی۔ کیونکہ یہ بھی خداوند تعالیٰ ہی نے مقرر کر دیا تھا۔ اخفا اس مہم کی جان تھی۔ تمام
مشرکین مکہ کا آنحضرت کے قتل پر اتفاق ہو چکا تھا مسلمان تو تقریباً سب مکہ سے
نکل ہی چکے تھے حضرت ابوبکر باقی تھے اُن کے کئی ملازم و غلام کافر تھے۔ خود اُنکے
والد بزرگوار کافر تھے اور اس نئے دین کو کراہیت سے دیکھتے تھے چنانچہ جب
اُن کو معلوم ہوا کہ ابوبکر چلے گئے تو بہت برافروختہ ہوئے۔ ایسی حالت میں آنحضرت
کا حضرت ابوبکر کے گھر پر جانا راز کو طشت از بام کر دیتا۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہیں
حضرت ابو قحافہ دست و گریبان ہو جاتے۔ لہذا آپ نے صرف اپنے خلیفہ و وزیر و وصی
یعنی علی ابن ابی طالب سے ذکر کیا۔ چند ہدایات دین اور چلے گئے واقعہ تو اتنا ہی
ہے۔ اگر حضرت معاویہ اور اراکین سلطنت کی کوششوں سے اس پر کچھ حاشیہ آرائی
ہو گئی ہے تو بعید از قیاس نہیں +

دنیائے اسلام کا یہ عظیم الشان واقعہ یعنی ہجرت رسول ۲۶ ماہ صفر کا دن تمام
ہو کر روز پنجشنبہ ۱۳ سنہ سال نبوت مطابق ۲ ستمبر ۶۲۲ء ظہور پذیر ہوا۔

فصل ۶ عقد مواخات۔

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد فوراً ہی آپ کی توجہ انتظام معاملات کی طرف

ہوئی تنظیم معاملات میں پہلا کام جو آنحضرت نے کیا وہ مسلمانوں میں عقد قائم کرنا تھا۔ دنیا میں اسلام کی سب سے پہلی موجودہ تاریخ کی کتاب ...ام کی سیرۃ النبی میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و	جناب رسالتمآب نے جماعت صحابہ میں مہاجرین و
...م بین اصحابہ من	انصار کے مابین عقد مواخات قائم کیا اور
المہاجرین والانصار فقال	ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم ملا ہے ہم خدا سے
فیما بلغنا ونعوذ باللہ ان	پناہ مانگتے ہیں کہ وہ بات کہیں جو انہوں نے
نقول علیہ ما لم یقل تاخوا	نہیں کہی کہ میں تم لوگوں کے درمیان بصیغہ
فی اللہ اخوین اخوین ثم	اخوت جاری کروں اور تم لوگ بھائی بھائی
اخذ بید علی بن ابی طالب	ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علی کا
فقال ھذا اخی۔ فکان رسول اللہ	ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ میرا بھائی ہے کیونکہ رسول صلعم
سید المرسلین وامام المتقین	سید المرسلین امام المتقین اور رسول رب
ورسول رب العالمین الذی	العالمین تھے اور بندوں میں سوائے علی کے
لیس لہ خطیر ولا نظیر من	کوئی شخص آپکا ہم پلہ و مثیل فی القدر و منزلت
العباد وعلی بن ابی طالب اخوین۔	نہ تھا۔ اس بنا پر یہ دونوں بزرگوار بھائی بنے

ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الثانی ص ۱۲۳ و ۱۲۴۔ مطبوعہ مطبع حجازی بالقاہرہ۔

نیز ملاحظہ ہوں:۔

تاریخ ابو الفداء الجزء الاول ص ۱۲۷	تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد سیوم ص ۲۲
حبیب السیر جلد اول جزء سیوم ص ۲۰	ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص ۲۱۱
	باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ بین اصحابہ

ابن حجر عسقلانی نے نہایت خوبی سے ابن تیمیہ کے اعتراض کو رد کیا ہے ابن تیمیہ حضرت علی کی سخت مخالفت کرنے والوں میں سے ہے چونکہ مواخات سے حضرت علی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لہذا محض قیاس کی بنا پر اسکی

تکذیب کی ہے۔ یہ کہکر کہ مواخاۃ تو تالیف و محبت پیدا کرنے کے لئے
لہذا آنحضرت و علی کے درمیان میں محبت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ پہلے
ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ اس کا جواب ابن حجر نے یہ
کہ ابن تیمیہ مواخاۃ کی مصلحت ہی کو نہیں سمجھے۔ چونکہ حضرت علی آنحضرت کے
بچپن سے رہتے تھے اس وجہ سے آنحضرت نے علی کو اپنا بھائی بنایا۔ چونکہ
آخر کار ابن حجر بھی تو جماعت حکومت سے ہیں اُن سے کیا امید ہو سکتی ہے
ورنہ مصلحت یہ نہ تھی جو انہوں نے بیان کی۔ بلکہ ایک دوسرے کی طبیعت
کا لگاؤ اور اُن کا درجہ منزلت دیکھکر بھائی بھائی منتخب کئے گئے۔ حضرت عمر و
حضرت ابوبکر کو بھائی بھائی بنایا۔ اور عبدالرحمن بن عوف اور عثمان کو بھائی
بھائی بنایا۔ طلحہ و زبیر کو بھائی بھائی بنایا۔ ملاحظہ ہو فتح الباری۔ الجزء السابع صفحہ ۲۱۱
باب کیف اخی النبی صلعم بین اصحابہ۔ بعد کے واقعات نے
بتا دیا کہ آنحضرت واقعی ایک دوسرے کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے
بلکہ آنحضرت کے اس انتخاب نے ثابت کر دیا کہ آپ کو آنیوالے واقعات کی خبر
دیدی گئی تھی۔ نبی کے ہر فعل سے اُس کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ واقعہ
مواخاۃ دو دفعہ ہوا ہے۔ ایک دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں اور دوسری دفعہ
ہجرت کے بعد مدینہ میں۔ دونوں دفعہ جناب رسول خدا نے حضرت علی ہی کو
اپنا بھائی بنایا اور فرمایا۔ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ۔ تو دنیا و آخرت
میں میرا بھائی ہے +

عن ابن عمر قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ حتی بقی علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان اکون اخاک قال بلی یا رسول اللہ رضیت	ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے باہم اپنے اصحاب میں عقد مواخاۃ قائم کیا۔ اور علی باقی رہگئے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی کیا تم راضی نہیں کہ میں تمہارا بھائی بنوں۔ جناب امیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں راضی ہوں۔

اخی فی الدنیا والاخرۃ۔

ستیعاب ترجمہ علی ص ۴۷۳۔

آنحضرت نے فرمایا کہ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔

ن المسیب ان رسول اللہ
علیہ وسلم اخی بین الصحابۃ
سول اللہ صلی اللہ علیہ
م وعلی وابوبکر و اخی بین ابی بکر
عمر وقال لعلی انت اخی

سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے اپنے اصحاب کے مابین عقد مواخات قائم کیا حتیٰ کہ خود آنحضرت، علی و ابوبکر و عمر باقی رہے پس آپ نے ابوبکر و عمر کے درمیان صیغہ اخوت قائم کیا اور علی سے فرمایا۔ کہ تو میرا بھائی ہے۔

احمد حنبل مسند۔ الجزء ص

عن ابن عباس قال لما اخی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ من
المہاجرین والانصار وھو انہ صلی
اللہ علیہ وسلم اخی بین ابی بکر وعمر
واخی بین عثمان بن عفان وعبدالرحمن
ابن عوف واخی بین طلحۃ وزبیر واخی
بین ابی ذر الغفاری والمقداد ولم یواخ
علی بین احد منھم وقال لہ اما ترضی
ان تکون منی بمنزلۃ ھارون
من موسی۔ اخرجہ الطبرانی والسیوطی والمتقی

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے اپنے اصحاب مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ کرائی تو آپ نے ابوبکر و عمر کو بھائی بھائی بنایا۔ اسیطرح عثمان ابن عفان و عبدالرحمن بن عوف کو طلحہ و زبیر کو اور ابوذر غفاری و مقداد کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ اور حضرت علی کو کسی کا بھائی نہ بنایا اور پھر فرمایا کہ یا علی تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے بمنزلہ ہارون کے ہو جو موسیٰ کیلئے تھے طبرانی و سیوطی و علی المتقی نے اس کو روایت کیا ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص ۱۳۔

عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین
المہاجرین والانصار کان یواخی
بین الرجل ونظیرہ ثم اخذ

احمد حنبل و ابوبکر مردویہ حذیفۃ الیمان سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے اصحاب کے درمیان عقد مواخاۃ اس التزام کے ساتھ قائم کیا کہ دو شخص آپس میں نظیر و مشابہ

بيد علي فقال هذا اخي قال حذيفة فرسول الله صلى الله عليه وسلم سيد المرسلين و امام المتقين ورسول رب العالمين الذي ليس له شبيه ولا نظير وعلي اخوه

تھے انکو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ پھر رسول خدا نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ بھائی ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول خدا جو سید المرسلین و امام المتقین و رسول رب العالمین تھے انکے شبیہ و نظیر سوائے علی کے نہ تھا۔

اخرجه احمد في المناقب وابو بكر ابن مردويه

عن زيد بن ارقم رضي الله عنه قال دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اني مواخ بينكم كما اخى الله بين الملائكة ثم قال لعلي انت اخي ورفيقي ثم تلى هذه الآية اخوانا على سرر متقابلين۔ اخرجه ابو بكر ابن مردويه۔

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں تم میں ایک دوسرے کا بھائی بنانے لگا ہوں جس طرح کہ خدا نے ملائکہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ پھر حضرت علی سے فرمایا کہ تو میرا بھائی اور رفیق ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

اخوانا علی سرر متقابلین۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص ۱۴۔

مولوی حافظ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ دوم ص ۱۴۸ پر لکھتے ہیں:

"مواخات۔ اس کے معنے بھائی بنانے کے ہیں۔ اس لئے مواخاۃ دلیل مساوات ہے نفس مواخات حضرت علی کے افضل ہونے کی اعلیٰ ترین دلیل ہے۔ چونکہ منصب نبوت میں مساوات محال ہے۔ اس لئے اس سے صرف مراد مساوات فی العمل سمجھی جائیگی۔ اور مساوات فی العمل منتج کثرت ثواب ہے۔ اور کثرت ثواب دلیل افضلیت"۔

آگے چل کر فاضل مؤلف لکھتے ہیں:۔

"شیخ سلیمان حنفی بلخی قندوزی ینابیع المودۃ باب تاسع احادیث مواخات ص ۵۷ میں لکھتے ہیں کہ موفق ابن احمد نے مواخاۃ میں گیارہ حدیثیں روایت

کیں۔ اور فقیہ ابن المغازلی نے بھی چھ حدیثیں اور حموینی نے دو حدیثیں اور یہ سب بالاسناد مجاہد و عکرمہ و حضرت ابن عباس و سعید ابن المسیبؓ ابن [illegible] و زید ابن ابی اوفی و انس بن مالک و زید بن ارقم و حذیفہ بن الیمان۔ محدوج بن زید بذلی۔ و ابو امامہ باہلی و جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں" +

ناظرین کی سہولت کے لئے ہم اُن کتابوں میں سے چند کے نام ذیل میں دیتے ہیں جنھوں نے واقعۂ مواخات اسی طرح درج کیا ہے:۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الاول ص ۱۵ و الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۷ - ۱۶۸ و فصل التاسع ص ۲۱۲ +

سیرۃ الحلبیہ الجزء الثانی ص ۹۱ - تاریخ ابو الفداء الجزء الاول ص ۱۲۷ -

ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الثانی ص ۱۲۳ و ۱۲۴ ابن خلدون: اردو ترجمہ جلد سوم ص ۶۲

حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص ۷۰

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب فی عد مناقب علی بن ابی طالب ص ۱۵ تا ۵۲۳ باب چہارم

ابن عبد البر: الاستیعاب ص ۴۷۳ - ترجمہ علی -

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۴ و ۴۰۰ حدیث [illegible] ص ۳۹۴ حدیث [illegible] ص ۳۹۹ حدیث [illegible] و ص ۴۰۲ حدیث [illegible] +

شبلنجی: نور الابصار ص [illegible] -

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص ۲۱۱ - باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ +

حافظ محمد علی حیدر۔ سیرۃ العلویہ حصہ دوم ص [illegible]

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث السابع ص [illegible]

ابن کثیر شامی: البدایہ والنہایہ فی التاریخ الجزء الثالث ص [illegible] و الجزء السابع ص ۳۳۵

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۲ -

شیخ سلیمان قندوزی: ینابیع المودۃ ص ۵۶ و ۵۷ باب التاسع و ص ۱۱۷ باب الخمسون -

سنن ترمذی: ک ۴۶ ۲۳ ب ۲۰۔ محمد بن اسمعیل صلاح الامیر

ابوعبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزالثالث کتاب الہجرۃ ص ۱۴۔

جلال الدین السیوطی: جمع الجوامع امام احمد حنبل: کتاب المناقب ج ۱

فعل ۲ تزویج علی با فاطمہ بحکم خداوندی۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ..... يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ

۲ھ ہجری میں جنگ بدر کے تین مہینہ بعد یکم ذی الحجہ روز جمعہ السعدین واقع ہوا۔ حضرت علی کی عمر اُس وقت اکیس سال پانچ ماہ اور حضرت فاطمہ کی عمر ۱۵ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر و حضرت عمر جناب رسول خدا سے خواستگاری فاطمہ کر چکے تھے۔ اُن کو جواب ملا تھا کہ ہم اس امر میں ہم وحی الٰہی کے منتظر ہیں +

روی ان ابا بکر خطب فاطمہ۔ فقال	حضرت ابوبکر نے آنحضرت سے فاطمہ کی خواستگاری کی
له النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر	آپ نے فرمایا کہ اس امر میں وحی الٰہی کا منتظر ہوں
انتظر بها القضاء ثم خطبها عمر فقال	پھر حضرت عمر نے آنحضرت سے فاطمہ کی خواستگاری
له مثل ما قال لابی بکر .... روی	کی۔ آپ نے بھی یہی کہکر انکار کر دیا۔۔ بریدہ کہتے
بریدة قال اتی علی رسول اللہ صلی اللہ	ہیں کہ پھر حضرت علی آنحضرت کی خدمت میں حاضر
علیہ وسلم فقال ما حاجة ابن ابی طالب	ہوئے اور فاطمہ کی خواستگاری کی۔ آپ نے فرمایا مرحبًا
فقال فذکرت فاطمہ فقال مرحبًا و اھلًا	و اہلًا یعنی مبارک ہو بہت خوشی سے۔

حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۰۷ و ۴۰۸۔

نکاح کے خطبہ کے دوران میں آنحضرت نے فرمایا:۔

ثم ان اللہ تعالی امرنی ان ازوج فاطمہ	پھر فرمایا خداوند تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا
من علی وقد زوجتہ علی اربعمائة مثقال فضة	نکاح علی سے کروں پس میں نے چار سو مثقال چاندی
ارضیت یا علی فقال علی رضیت	پر نکاح کر دیا۔ یا علی تم راضی ہو علی نے جواب میں
عن اللہ وعن رسولہ۔	خدا و رسول کے ارشاد و فرمان پر راضی ہوں۔

یا دیگری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الاول ص ۴۰۸۔

جناب رسول خدا نے جناب فاطمہ سے فرمایا۔

لھا واللہ مالوت ان نکحتک خیر اھلی۔ — پھر آنحضرت نے فاطمہ کو مخاطب کرکے کہا کہ میں نے اپنے اہلبیت میں سے سب سے بہترین شخص کیساتھ تمہارا نکاح کیا ہے۔

ابن سعد: طبقات الکبریٰ الجزء الثامن فی النساء ص

اخرجہ الطبرانی عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی..... — طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔......

اخرجہ الطبرانی عن جابر والخطیب عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی ابن ابیطالب۔ — طبرانی نے جابر سے اور خطیب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک نبی کی اولاد کو اسکے اپنے صلب میں قرار دیا لیکن میری اولاد کو صلب علی ابن ابیطالب میں قرار دیا۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث السادس والعشرون ص ۷۴۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اشھد انی قد بلغت ھذا اخی وابن عمی وصھری وابو ولدی اللھم کب من عاداہ فی النار۔ — ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ خداوندا تو گواہ رہ کہ میں نے اپنی امت تک پہنچا دیا ہے کہ یہ میرا بھائی ابن عم دیرا داماد اور میرے بچوں کا باپ ہے۔ خداوندا جو اس سے دشمنی کرے تو اسکو دوزخ میں اوندھا ڈالدیجیو۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوئم ص ۴۴۳ مطبوعہ ۱۳۵۱ھ بار چہارم۔

عن بلال بن حمامہ قال طلع علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم متبسما ضاحکا وجھہ مشرق کدارۃ القمر فقام الیہ عبد الرحمن بن عوف — ابوبکر خوارزمی بلال بن حمامہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ایک روز جناب رسالتماب ہنستے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپکا رخ انور چاند کے ہالہ کی طرح سے نورانی تھا عبد الرحمن بن

فقال یا رسول اللہ ما ھذا النور	عوف نے اٹھکر عرض کیا کہ یا رسول
قال بشارۃ اتتنی من ربی فی اخی	اقدس پر کیسا نور ہے آپ نے فرمایا
ابن عمی وابنتی قال اللہ زوج	سے میرے بھائی اور ابن عم او
علیاً من فاطمۃ وامر رضوان	بشارت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی
خازن الجنان فھز شجرۃ الطوبی	کا نکاح کیا ہے اور رضوان خازن جنت
فحملت رقاقا یعنی صکاکا بعدد	اس نے درخت طوبیٰ کو ہلایا۔ وہ بار آور ہو گیا
محبی اھل بیت وانشا تحتھا	میرے اہلبیت کے دوستوں کی تعداد کے برابر اس
ملائکۃ من نور ودفع الی کل	میں بچے پیدا ہوئے۔ اور ہر ایک پتہ برأت از دوزخ
ملک صکا فاذا استوت	یعنی نجات کا رقعہ بنگیا شجر طوبیٰ کے نیچے نور کے
القیامۃ باھلھا بالخلائق	فرشتے پیدا کئے اور ہر ایک فرشتہ کو وہ نجات کا پروانہ
فلا یبقی محب لاھل بیتی الا دفعت	دیا جبکہ قیامت اپنے تمام لوگوں کے ساتھ قائم
الیہ صکا فیہ فکاک من النار	ہوگی تو کوئی محب میرے اہلبیت کا باقی نہ رہیگا۔
فصار اخی وابن عمی وابنتی	لیکن یہ کہ اس کے اوپر وہ نجات کا پروانہ گریگا جو کو
فکاک رجال ونساء من امتی	آگ سے نجات دیگا۔ اس طرح میرا بھائی ابن عم
من النار (رواہ ابوبکر الخوارزمی)	اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کو
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوم صفحہ ۳۳	دوزخ کی آگ سے رہائی دلانیوالے ہونگے۔

حضرت ابوبکر و عمر کا آنحضرت سے خواستگاری فاطمہ کرنا۔ آنحضرت کا انکار کرنا پھر وحی الٰہی کا آنا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کرنا تمام کتب تواریخ و حدیث میں درج ہے۔ اوپر کی کتابوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ ہوں

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۹ و ۲۵۱۰ و ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۴۲

ص ۳۹۲ حدیث ۶۰۰۷ + ابن کثیر شامی: البدایۃ والنھایۃ فی التاریخ الجزء السابع صفحہ ۳۴۲

طبقات ابن سعد: الجزء الثامن ص ۱۱ و ۲۰ ابن الاثیر الجزری: اسد الغابہ ص

الطبرانی: معجم کبیر۔ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۱۱۔

۸۔ **سد الابواب**۔ جب آنحضرت نے مدینہ منورہ میں مسجد تعمیر فرمائی تھی صحابہ نے بھی اپنے مکانات مسجد سے ملحق بنا لئے اور اُن مکانات کے مسجد میں کھول دئے تا کہ مسجد کی آمد و رفت میں آسانی ہو۔ اس آمد کا نتیجہ ہوا کہ لوگ ہر حالت میں مسجد میں آنے جانے لگے جس سے مسجد نبوی کی حرمت میں فرق آنے لگا۔ اس پر خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان تمام اصحاب کے مکانوں کے دروازے سوائے درخانہ علی کے بند کرا دو۔ صرف حضرت علی کے مکان کے دروازے کو مسجد کی طرف کھلے رہنے کی اجازت دی گئی۔ باقی تمام صحابہ کے دروازے جو مسجد کی طرف کھلتے تھے بند کر دئے گئے۔ اس پر اصحاب رسول نے اعتراض کیا۔ جب آنحضرت کو اُن کی یہ شکایت معلوم ہوئی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان فرمایا کہ نہ میں نے صحابہ کے دروازے بند کرائے اور نہ علی کا دروازہ کھلا رکھا۔ یہ جو کچھ ہوا ہے خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے۔ اس واقعہ کے اثبات و تصدیق کے لئے ملاحظہ ہوں:۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۱۷۵، و ۳۳۰ الجزء الثانی ص ۲۶ الجزء الرابع ص ۳۶۹

ابوعبداللہ محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۱۷ و ۱۲۵ و ۱۳۴ +

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ۱۹۲، ۱۹۳ و ۲۰۴ +

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث الثالث عشر ص ۷۳ و حدیث الثالث والعشرون ص ۷۴، فصل الثالث ص ۷۶،

نورالدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول باب الرابع فصل الحادی عشر ص ۳۳۶ تا ۳۴۰ +

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۴۲ +

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس کتاب الفضائل الباب الثالث الفصل الثانی ص ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۵ و نمبر ۱۵۰۴ و نمبر ۲۵۰۰ ص ۱۵۳ حدیث نمبر ۲۶۲۰ و نمبر ۲۶۴۱ ص ۱۵۴ حدیث نمبر ۲۶۲۲ ص ۳۹۸ حدیث نمبر ۶۰۶۹ ص ۴۰۸ حدیث نمبر ۶۱۵۶ و نمبر ۶۱۵۷ +

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص ۲۰۳ و الجزء السادس ص ۱۲۲ زیر تفسیر آیہ

والنجم اذا ھویٰ۔ الآیہ +

سبط ابن الجوزی: تذکرۃ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۵ ۔

محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۱۸۱ و ۱۵۴ +

شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص ۱۲

میرزا محمد بن معتمد خان: نزل الابرار ۱۷، ۱۸ و ۴۳ لغایت ۳۷ +

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری الجزء السابع ص ۵۹ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی باب سیوم ص ۲۰۱

شیخ سلیمان قندوزی۔ ینابیع المودۃ باب السابع عشر ص ۱۷ تا ۲۷ +

شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل ۔

اب ہم کچھ عبارات نقل کرتے ہیں:۔

عن زید ابن ارقم والبراء بن عازب قال لنفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواب شارعۃ فی المسجد فقال سدوا الابواب الا باب علی قال فتکلم فی ذلک الناس فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ قال اما بعد فانی قد امرت بسد ھذہ الابواب غیر باب علی فقال فیہ قائلکم انی واللہ ما سددت شیئا وفتحتہ ولکنی امرت بشیئ فاتبعتہ۔

(اخرجہ احمد والنسائی والحاکم)

امام احمد حنبل و نسائی و حاکم نے زید بن ارقم و براء بن عازب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ چند اصحاب رسول کے مکانوں کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے آنحضرت نے حکم دیا کہ سب دروازے سوائے علی کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں جب آنحضرت کو یہ معلوم ہوا تو آپ منبر پر تشریف لیگئے خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ ان تمام دروازوں کو سوائے علی کے دروازے کے بند کرا دوں۔ اسی خطبہ میں آپنے فرمایا کہ قسم ہے مجھکو ذات باری کی میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا ہے اور نہ کھلوایا ہے لیکن مجھے ایسا حکم خدا کی طرف سے دیا گیا تھا جسکی میں نے تعمیل کی ہے +

ی: وفاء الوفاء الجزء الاول۔ باب الرابع۔ فصل حادی عشر ص ۳۳۶ +

سمرۃ قال رسول الله
یہ وسلم سد الابواب
لا باب علی فقال رجل
قدر ما اخرج منہ و
فقال رسول الله صلی
الله علیہ وسلم لم اومر بذلك
فقال فبقدر راسی فقال رسول
الله صلی الله علیہ وسلم لم اومر
بذالك فانصرف باکیا حزینا
فقال رسول الله صلی الله علیہ
وسلم سدوا الابواب کلھا غیر
باب علی فربما مر فیہ وھو جنب اخرجہ الطبرانی

طبرانی نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے وہ کہتے
ہیں کہ جناب رسول خدا نے حکم دیا کہ تمام دروازے
علی کے دروازے کے علاوہ بند کئے جائیں
ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے صرف اتنی جگہ
کی اجازت دیں کہ جس میں سے آ جا سکوں حضرت
نے فرمایا مجھکو اسکا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر وہ شخص
التجا کرنے لگا کہ مجھے صرف اتنی جگہ چھوڑنے کی اجازت
دیجائے کہ میرا سر نکل سکے حضرت نے فرمایا مجھکو
اسکا بھی حکم نہیں ہے۔ تو وہ شخص روتا ہوا نہایت
غمگین واپس ہو گیا۔ پھر جناب رسول خدا نے
حکم دیا کہ علی کے دروازے کے علاوہ باقی سب
دروازے بند کر دو۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ علی حالت
جنب میں اسی دروازے سے آتے جاتے تھے۔

نور الدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول ص ۳۳۳ +

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله
صلی الله علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل
لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد
غیری وغیرك (اخرجه البزار)

البزاز ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں
کہ جناب رسول خدا نے علی سے فرمایا کہ اے علی
سوائے میرے اور سوائے تیرے کسی کے لئے جائز
نہیں ہے کہ مسجد میں حالت جنابت کے اندر آئے۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۱۰ +

اخبرنا ابو بکر احمد بن جعفر البزاز ببغداد ثنا
عبد الله بن احمد بن حنبل حدثنی ابی حدثنا
محمد بن جعفر ثنا عوف عن میمون ابی عبد الله
عن زید بن ارقم قال کانت لنفر من اصحاب

(اسمائے راویان عربی میں دیکھو جیسے ایک امام احمد
حنبل میں) زید بن ارقم سے مروی ہے کہ چند
صحابہ رسول کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے
تھے اور وہیں سے آمد و رفت تھی۔ ایک دن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواب
شارعۃ فی المسجد فقال یوما سدوا
ھذہ الابواب الا باب علی فتکلم
فی ذلک ناس ۔ فقام رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ و
اثنی علیہ ثم قال اما بعد فانی
امرت بسد ھذہ الابواب غیر
باب علی ۔ فقال فیہ قائلکم واللہ ما
سددت شیئا ولا فتحتہ
ولکن امرت بشیء فاتبعتہ
ھذا حدیث صحیح الاسناد
لم یخرجاہ ۔

ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین
الجزو الثالث ص ۱۲۵، ۱۳۴ +

عن سعید بن ابی وقاص قال
کانت لعلی مناقب لم تکن لاحد
کان یبیتہ فی المسجد و اعطاہ الرایۃ
یوم خیبر و سد الابواب الا باب علی
اخرجہ احمد و ابو الحسن فقیہ ابن المغازلی
عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۰۳

عن ابی ھریرۃ عن عمر بن الخطاب
قال لقد اعطی علی ثلاث خصال
لان یکون لی واحدۃ منھن

جناب رسول خدا نے حکم دیا
دروازے سوائے علی کے د
کے بند کردو ۔ اس پر لوگوں نے
کہیں ۔ جب آنحضرت کو معلوم ہو
پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و
فرمایا کہ تحقیق مجھے حکم دیا گیا کہ ان سب
دروازے سوائے علی کے دروازے کے
بند کردوں لیکن اس پر تم میں سے اعتراض
کرنیوالے نے اعتراض کیا ہے قسم بخدا میں نے خود
نہ کوئی دروازہ بند کیا ۔ اور نہ کوئی دروازہ کھلا
رکھا ۔ مجھے تو جو حکم خدا کی طرف سے ملا تھا اسکی
تعمیل میں نے کی ہے ۔ حاکم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے
تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہے
اگرچہ شیخین نے اپنی اسناد کے ساتھ اسکو روایت نہیں کیا

امام احمد حنبل و فقیہ ابن المغازلی روایت کرتے ہیں سعید
بن ابی وقاص سے جو کہتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ کے
ایسے فضائل ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں انکا گھر
مسجد میں تھا خیبر کے روز انکو علم دیا گیا اور انکے
دروازے کو چھوڑ کر باقی سب دروازے جو مسجد
میں کھلتے تھے بند کردیے گئے ۔

امام احمد حنبل و ابو یعلی الحاکم و ابن السمان روایت کرتے
ہیں ابو ہریرہ سے جو روایت کرتا ہے حضرت عمر سے ۔
حضرت عمر نے کہا کہ علی کو تین ایسی فضیلتیں عطا ہوئی ہیں

نہم من اعطی حمر النعم فسئل
تزوجته ابنته فاطمة
ه في المسجد لا يحل لي فيه
له والراية يوم خيبر۔
جه احمد وابو يعلى والحاكم وابن السمان
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۱

کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ مجھے سرخ چشم
والے اونٹ سے بہتر ہوتا۔ پوچھا گیا کہ وہ تین
فضیلتیں کونسی ہیں تو حضرت عمر نے کہا کہ آپکی
زوجہ فاطمہ بنت رسول تھیں۔ انکو مسجد میں رہائش
دی اور وہاں انکو وہ امور جائز تھے جو میرے لئے
نہ تھے تیسرے یہ کہ روز خیبر انکو علم دیا گیا۔

عن سعد ان النبی صلی اللہ علیه
وسلم امر بابواب فسدت وترك
باب علی فاتاه العباس فقال
یا رسول اللہ سددت ابوابنا
وترکت باب علی فقال ما انا
سددتها لکن اللہ سدها۔
(اخرجه احمد والنسائی والطبرانی)
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۴۱۲

احمد و نسائی و طبرانی روایت کرتے ہیں سعد کہتے
ہیں کہ جناب رسول خدا نے حکم دیا کہ تمام دروازے
بند کر دیئے جائیں لیکن آپ نے علی کا دروازہ کھلا
رہنے دیا پس آپ کے پاس عباس آئے اور شکایت
کی کہ آپ نے ہمارے دروازے تو بند کروا دیئے
لیکن علی کا دروازہ کھلا رکھا۔ آپ نے جواب دیا
کہ انکے دروازے میں نے بند نہیں کرائے۔ بلکہ
خدا نے بند کرائے ہیں۔ علی کا دروازہ کھلا رکھا ہے

عن عمر بن سهيل قال قال رسول اللہ
علیه وسلم انطلق فمرهم ان يسدوا
ابوابهم فانطلقت فقلت لهم ففعلوا
الا حمزة فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم قل لحمزة فليحول بابه
فقلت لحمزة ان رسول اللہ صلی
اللہ علیه وسلم يامرك ان تحول
بابك فحوله فرجعت اليه وهو قائم يصلی
فقال ارجع الی بيتك (اخرجه البزار)

عمر بن سہیل کہتے ہیں کہ مجھے جناب رسول خدا نے
حکم دیا کہ جا کر لوگوں کو کہدو کہ وہ اپنے اپنے دروازے
بند کر لیں میں نے جا کر کہدیا اور انہوں نے بند
کر دیئے لیکن حمزہ نے بند نہیں کیا۔ میں نے آنکر
عرض کیا کہ حمزہ کے سوا سب نے دروازے بند
کر دیئے ہیں آپ نے فرمایا کہ جا کر حمزہ سے کہدو کہ اپنے
دروازے کا رخ پھیرے میں نے جا کر انسے کہا۔
اسپر انہوں نے بھی اپنا دروازہ بند کر لیا میں آنحضرت
کی خدمت میں واپس آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے بعد

نورالدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول ص ٣٣٨

عن حذیفه بن اسید الغفاری رضی
الله عنه قال لما قدم اصحاب
النبی صلی الله علیه وسلم المدینة
لم یکن لهم بیوت وکان یبیتون
فی المسجد فقال لهم النبی صلی
الله علیه وسلم لا تبیتوا فی المسجد
فتحتلموا ثم ان القوم بنوا بیوتا
حول المسجد وجعلوا ابوابها الی
المسجد ثم ان النبی صلی الله علیه
وسلم بعث الیهم معاذ بن جبل فنادی
ابابکر فقال ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم یامرك ان تسد بابك
الذی فی المسجد وتخرج منه
فقال سمعا وطاعة لله ولرسوله وعلی
متردد لا یدری اهو فیمن یقیم او
فیمن یخرج وکان النبی صلی الله علیه
وسلم قد بنی له فی المسجد بیتا
بین ابیاته فقال له النبی صلی الله
وسلم اسکن طاهرا مطهرا فبلغ حمزه
قول النبی صلی الله علیه وسلم لعلی
فقال یا محمد اخرجنا وتمسك غلمان
بنی عبد المطلب فقال له کان الامر

بعد فراغت کے آپ نے فرمایا کہ
حذیفہ بن اسید الغفاری
رسول خدا کے اصحاب مہ
سونے کیلئے اُن کے گھر نہ
رہا کرتے تھے۔ آنحضرت نے
میں نہ سویا کرو کیونکہ تم جنب ہو جاؤ
صحابہ نے مسجد کے اردگرد مکان بنائے
ان کے دروازے مسجد میں رکھے۔ آنحضرت نے
معاذ بن جبل کو اُنکی طرف بھیجا۔ اُنہوں نے
ابوبکر سے جاکر کہا کہ جناب رسول خدا نے تمکو حکم
دیا ہے کہ اپنا دروازہ بند کرلو کیونکہ وہ مسجد میں
کھلتا ہے اور تم مسجد سے نکل جاؤ۔ اُنہوں نے
سمعاً وطاعۃً کہکر حکم کی تعمیل کی۔ پھر آنحضرت نے
حمزہ کی طرف پیغام بھیجا۔ اُنہوں نے بھی دروازہ
بند کرلیا۔ حضرت علی متردد تھے اور نہیں جانتے
تھے کہ اُنکے لئے کیا حکم ہوگا۔ آنحضرت نے اُنکا
گھر اپنے گھروں کے درمیان مسجد میں بنایا تھا۔
آنحضرت نے اُن سے کہا کہ اے علی تم پاک پاکیزہ
ہو مسجد ہی میں رہو اور دروازہ کھلا رکھو۔ جب
آنحضرت کا یہ قول حمزہ تک پہنچا تو آنحضرت کی
خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اے محمد تم نے
ہمکو تو نکالدیا اور بنی عبدالمطلب کے لڑکے کو رہنے دیا
آنحضرت نے جوابدیا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ خدا کے

دونکم من احد واللہ ما
ہ الا اللہ وانك لعلى خير
رسولہ۔ اخرجہ فقیہ ابو الحسن
مغازلی وابوبکر ابن مردویہ

حکم کے مطابق کیا ہے۔ خدا کی قسم یہ مرتبہ خدا کے سوا کسی اور نے علی کو نہیں دیا۔ اگرچہ تم بھی خدا و رسول کی طرف سے خیر پر ہو +

سید عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۰۷۔

عن حبۃ العرنی قال لما امر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسد الابواب
التی فی المسجد شق علیہم قال
حبۃ کانی لانظر الی حمزۃ بن
عبد المطلب وھو تحت قطیفۃ
حمراء وعیناہ تذرفان ویقول
اخرجت عمك وابابکر وعمر و
العباس واسکنت ابن عمك
فعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم انہ قد شق علیہم فنودی
الصلوۃ جامعۃ فصعد المنبر
فلم یسمع من رسول اللہ خطبۃ کان
ابلغ منھا تمجیدا وتوحیدا فلما
فرغ قال ایھا الناس ما انا
سددتھا ولا انا فتحتھا ولا انا
اخرجتکم واسکنتہ ولکن اللہ امر
بہ ثم قرء وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی
مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی. وَمَا

حبۃ العرنی کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا نے
ان تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد
میں کھلتے تھے تو ان لوگوں پر شاق گزرا۔ حبہ عرنی
کہتے ہیں کہ اب تک میری نظر کے سامنے ہے کہ حمزہ
بن عبد المطلب سرخ چادر اوڑھے ہوئے ہیں
ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں اور
رسول خدا سے کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے چچا
ابوبکر و عمر و عباس کو نکال دیا اور اپنے چچا کے بیٹے
علی کو رہنے دیا۔ آنحضرت کو معلوم ہوا کہ یہ امر
ان لوگوں پر شاق گزرا ہے پس آنحضرت نے
نماز جماعت کی منادی کرا دی اور منبر پر تشریف
لے جا کر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا کہ تمجید
توحید میں ویسا خطبہ کبھی نہیں آپ سے سنا گیا
تھا۔ حمد و ثنائے خداوند تعالیٰ کے بعد فرمایا کہ
اے لوگو! میں نے نہ ان دروازوں کو بند کیا
ہے اور نہ کھولا ہے اور نہ تمکو نکالا ہے اور نہ علی
کو رکھا ہے۔ بلکہ یہ حکم خداوند تعالیٰ نے دیا ہے
پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ والنجم اذا ھوی

يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى.

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء السادس ص ۱۲۲ زیر تفسیر ما ینطق عن الهوى سورۃ والنجم۔

قسم ہے ستارہ کی جب وہ گرا یعنی محمد نہ گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا نہیں بولتا جو وہ کہتا ہے۔ مگر ہوتی ہے۔ جو مضبوط قوتوں

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۱۳۔

عن عدى بن ثابت قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المسجد فقال ان الله اوحى الى نبيه موسى ان ابن لى مسجدا طاهرا لا يسكنه الا موسى وهارون وابنا هارون وان الله اوحى الىّ ان ابن لى مسجدا طاهرا لا يسكنه الا انا وعلى وابنا على۔ اخرجه ابن المغازلى۔

ابن المغازلی روایت کرتے ہیں۔ عدی بن عدی کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا مسجد کی طرف تشریف لائے اور فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ایک طاہر مسجد تعمیر کرے جس میں سوائے موسیٰ و ہارون و فرزندان ہارون کے اور کوئی نہ رہے۔ اور تحقیق خدا نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں ایک پاک مسجد تعمیر کروں جس میں سوائے میرے اور علی اور فرزندان علی کے اور کوئی نہ رہے۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۰۰۔

فوجد والى نفسهم وتبين فضله عليهم وعلى غيرهم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم فقام خطيبا فقال ان رجالا لا يجدون فى انفسهم فى انى اسكنت عليا فى المسجد والله ما اخرجتهم وما اسكنته ان الله عز وجل اوحى الى

حکم سدابواب سے صحابہ کے دل میں رنج ہوا اور حضرت علی کا تمام صحابہ سے افضل ہونا اس حکم کی وجہ سے ظاہر ہو گیا۔ اس رنج کی اطلاع جناب رسولخدا کو ہوئی پس آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں کو اس امر سے رنج ہوا ہے کہ میں نے علی کو مسجد میں مکین کر دیا۔ قسم بخدا نہ میں نے ان لوگوں کو مسجد سے نکالا اور نہ علی کو اس میں رہنے دیا۔ خدا نے موسیٰ اور انکے

بھائی ہارون کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تم	یہ ان تبوا القومکما بمصر
دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے	ملوا بیوتکم قبلۃ
گھروں کو قبلہ کی طرف رکھو۔ اور نماز قائم کرو۔	لصلوٰۃ وامر موسیٰ ان
اور موسیٰ کو حکم دیا کہ اُس مسجد میں کوئی نہ سے	مسجد ہ ولاینکح فیہ
اور نہ نکاح کرے اور نہ اُس میں داخل ہو سوائے	داخلہ الاھارون وذریتہ
ہارون اور اُسکی ذریت کے تحقیق کہ علی کی مجھ	ان علیاً منی بمنزلۃ ہارون
سے وہی منزلت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی	من موسیٰ وھواخی دون اھلی
اور وہ میرا بھائی ہے کسی کے لئے جائز نہیں	ولا یحل مسجدی لاحد ینکح فیہ النساء الا
ہے کہ وہاں عورتوں سے مقاربت کرے سوائے	علی وذریتہ (ابن المغازلی: کتاب المناقب
علی کے اور اُس کی ذریت کے۔	عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۲)

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص۳۱۱ بہ تفسیر آیہ اوحینا الی موسیٰ و اخیہ ان تبوا القومکما بمصر بیوتا الآیہ۔ پارہ ۱۱ سورہ یونس ع ۹ +

البزار اپنی مسند میں حضرت علی سے روایت کرتے	عن علی قال اخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب	علیہ وسلم بیدی فقال ان موسیٰ
رسول خدا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ موسیٰ نے	سأل ربہ ان یطھر مسجدہ بھارون
خداوند تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مسجد کو ہارون کی	وانا سألت ربی ان یطھر مسجدی
سکونت کی وجہ سے پاک و پاکیزہ کرے اور میں	بک ثم ارسل الی ابی بکر ان تسد
نے خدا سے دعا کی کہ میری مسجد کو تیری رہائش	بابک قال سمعاً وطاعۃ فسد بابہ
سے پاک پاکیزہ کرے۔ پھر آپ نے ابوبکر کی طرف	ثم ارسل الی عمر بمثل ذالک ثم
پیغام بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر لو۔ انہوں نے	ارسل الی العباس بمثل ذالک ثم
بند کر لیا۔ پھر عمر کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنا دروازہ	قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
بند کر لو۔ انہوں نے بھی بند کر لیا۔ اسی طرح	ما انا سددت ابوابکم وفتحت باب
عباس کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی بند کر لیا	علی واللّٰہ سد ابوابکم وفتح باب علی

اخرجه البزار فی مسنده۔
نور الدین سمہودی: وفاء الوفا، الجزء الاول ص۳۳۹
وصابی: الاکتفاء لفضائل الاربعة الخلفاء
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۴

پھر آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے تمہارے بند کئے اور نہ علی کا دروازہ کھلا رکھا بلکہ خدا۔ دروازے بند کئے ہیں اور علی کا دروازہ کھ

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی ان موسی سأل ربه ان یطھر مسجدہ بھارون وذریته وانی سألت اللہ ان یطھر مسجدی لك ولذریتك من بعدی ثم ارسل الی ابی بکران سد بابك فاسترجع وقال سمعا وطاعة فسد بابه ثم ارسل الی عمر کذالك ثم صعد المنبر فقال ما انا سددت ابوابکم ولا فتحت باب علی ولکن اللہ سد ابوابکم وفتح باب علی
ابو نعیم اصفہانی: فضائل الصحابہ
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۴

حافظ ابو نعیم فضائل الصحابہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ موسیٰ نے اپنے خدا سے دعا کی کہ خداوند تعالیٰ اُن کی مسجد کو ہارون اور اُن کی ذریت کے ذریعہ سے پاک مطہر کرے اسی طرح میں نے خدا سے دعا مانگی کہ وہ میری مسجد کو تیری اور تیری ذریت کے ذریعہ سے پاک پاکیزہ کرے۔ پھر آنحضرت نے ابو بکر کی طرف حکم بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کرلو۔ اُنہوں نے سمعاً وطاعةً کہکر دروازہ بند کرلیا۔ پھر اسی طرح عمر کو حکم بھیجا۔ پھر آنحضرت منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے تمہارے دروازے بند نہیں کئے اور نہ علی کا دروازہ کھلا رکھا ہے بلکہ خدا نے تمہارے دروازے بند کئے ہیں اور علی کا دروازہ کھلا رہنے دیا ہے۔

اسند ابن زبالہ ویحیی من طریقه عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال بینما الناس جلوس فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ

ابن زبالہ و یحییٰ نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ ایک صحابی رسول سے روایت کی ہے وہ صحابی کہتے ہیں کہ ہم سب مسجد رسول میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک منادی آیا اور اُس نے ندا کی

إذ خرج مناد فنادى يا ايها
...دوا ابوابكم فتحسس الناس
ولم يقم احد ثم خرج الثانية
...ا الناس سدوا ابوابكم
...م احد وقال الناس ما اراد
...ذا فخرج الثالثة وقال ايها
الناس سدوا ابوابكم قبل ان
ينزل العذاب فخرج الناس
مبادرين وخرج حمزة بن عبد المطلب
يجر كساءه حين نادى سدوا
ابوابكم قال ولكل رجل منهم
باب الى المسجد ابوبكر وعمر
وعثمان وغيرهم وجاء علي حتى
قام على راس رسول الله صلى الله عليه
فقال رسول الله صلى الله عليه و
سلم ما يغمك ارجع الى
رحلك ولم يامره بالسد
فقالوا سد ابوابنا وترك
باب علي وهو احدثنا فقال
بعضهم تركه لقرابته فقالوا
حمزة اقرب منه واخوه
من الرضاعة وعمه وقال
بعضهم تركه من اجل ابنته

کہ اے لوگو! اپنے دروازے بند کرلو۔ اس
ندا سے لوگوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ لیکن اُن
میں سے ایک بھی دروازہ بند کرنیکے لئے
نہیں اُٹھا۔ اس کے بعد دوسرا منادی کرنیوالا آیا اُسنے
بھی آواز لگائی کہ لوگو! اپنے دروازے بند کرلو۔ اس
وقت بھی کوئی شخص اس حکم کی تعمیل کرنیکے لئے نہیں
اُٹھا اور آپس میں کہنے لگے کہ رسول خدا کا اس سے
مقصد کیا ہے اور ارادہ کیا ہے۔ پھر تیسرا ندا کرنیوالا
آیا۔ اُسنے بھی کہا کہ لوگو! دروازے بند کرلو قبل
اس کے کہ عذاب الٰہی نازل ہو۔ اسپر تمام لوگ جلدی
جلدی اُٹھے تاکہ دروازے بند کریں۔ حمزہ ابن عبدالمطلب
بھی اپنی ردا کو سنبھالتے ہوئے اُٹھے۔ جب اُنہنے
کہا کہ دروازے بند کرلو۔ وہ راوی صحابی کہتے ہیں
کہ تمام لوگوں کے دروازے مسجد رسول میں کھلتے تھے
ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہم کے دروازے بھی مسجد ہی
میں کھلتے تھے۔ علی آئے اور رسول خدا کے پاس
کھڑے ہوگئے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تم
غمگین کیوں ہو۔ اپنے گھر جاؤ۔ علی کو دروازہ بند
بند کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس پر لوگوں نے اعتراض
کیا کہ ہمارے دروازے تو بند کرادئے اور علی کا دروازہ
کھلا رہنے دیا۔ درانحالیکہ وہ عمر میں ہم سب سے چھوٹا
ہے۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ قرابتداری کی وجہ سے
علی کا دروازہ بند نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا کہ

فبلغ ذالک رسول الله صلى الله
عليه فخرج اليهم بعد ثالثة
فحمد الله واثنى عليه محمرا
وجهه وكان اذا غضب احمر
عرق فی وجهه ثم قال. اما
بعد ذلكم فان الله اوحى الى
موسى ان اتخذ مسجدا طاهرا
لا يسكنه الا هو وهارون و
ابنا هارون شبر وشبير
وان الله اوحى الى ان اتخذ
مسجداً طاهراً لا يسكنه الا انا
وعلى وابنا على حسن وحسين و
قد قدمت المدينة واتخذت
بها المسجد او ما اردت التحول
اليه حتى امرت وما اعلم
الا ما علمت وما اصنع الا ما
امرت فخرجت على ناقتي فتلقتني
الانصار يقولون يا رسول الله
انزل علينا فقلت خلوا الناقة
فانها مامورة حتى نزلت
حيث بركت والله ما انا
سددت الابواب وما انا فتحتها
وما انا اسكنت عليا ولكن

حمزہ تو زیادہ قریب ہیں۔ رسول خدا کے حقیقہ
ہیں اور برادر رضاعی بھی ہیں بعض تے
لڑکی کی وجہ سے علی کا دروازہ بند نہ
پس جناب رسول خدا اصحاب کے پاس آئے
اور بعد حمد وثنائے الٰہی فرمایا اور آپکا چہرہ غصہ
مارے لال تھا غصہ میں آپکا چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا
کہ تحقیق خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی
نازل فرمائی کہ مسجد کو طاہر کرے اور اُس میں سوائے
موسیٰ وہارون وپسران ہارون شبر وشبیر کے اور
کوئی نہ رہے۔ اور تحقیق میرے پاس بھی خداوند تعالیٰ
نے وحی نازل فرمائی ہے کہ میں مسجد کو پاک وطاہر
کردوں اور اُسمیں سوائے میرے اور علی و پسران
علی یعنی حسن وحسین کے اور کوئی نہ رہے جب
میں مکہ سے مدینہ ہجرت کرکے آیا اور وہاں مسجد بنائی
تو میرا اپنا ارادہ ہجرت کرنے کا نہیں تھا جب تک
مجھے حکم نہ دیا گیا میں کچھ نہ جانتا تھا سوائے اُسکے
کہ جسکا علم مجھکو دیا گیا تھا اور میں کچھ نہیں کرتا تھا
جب تک مجھکو اسکا حکم نہ دیا جائے میں اپنے ناقہ
پر مکہ سے مدینہ آیا۔ انصار مجھے مدینہ میں ملے اور اصرار
کیا کہ میں کسی خاص جگہ ٹھہروں لیکن میں نے کہا کہ میرے
ناقہ کو چھوڑ دو وہ بحکم الٰہی مامور ہے پس میں وہاں
اُترا جہاں میرا ناقہ ٹھہرا۔ اسیطرح قسم بخدا نہ میں نے
دروازے بند کرائے۔ اور نہ دروازہ کھلوایا۔ اور

سنہ۔

مودی: وفاء الوفاء الجزء الاول

ع فصل الحادی عشر ص ۳۴۹

میں نے علی کو مسجد میں آباد کیا۔ بلکہ یہ سب امور خدا نے اپنے خاص حکم سے کئے ہیں اور خدا نے ہی علی کو مسجد میں آباد کیا ہوا اور اُسکا دروازہ کھلا رکھا ہے +

خرج ابن عساکر عن ابی رافع رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ امر موسے وھارون ان یبنوا القومھما بیوتا وامرھما ان لایبیت فی مسجدھما جنب ولا یقربوا فیہ النساء الا ھارون وذریتہ ولا یحل لاحد ان یقرب النساء فی مسجدے ھذا ولا یبیت فیہ جنب الا علی وذریتہ۔ کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص ۳۱۴

تفسیر آیہ۔ واوحینا الی موسیٰ واخیہ۔ ان تبوا لقومکما بمصر بیوتا۔ پارہ ۱۱ سورہ یونس ع ۹۔

ابن عساکر نے ابو رافع سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک ان جناب رسول خدا نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اُس میں فرمایا کہ تحقیق خداوند تعالیٰ نے موسیٰ وہارون کو حکم دیا کہ وہ دونوں اپنی قوم کے لئے مکانات تیار کریں اور اُن دونوں کو حکم دیا کہ مسجد میں کوئی جنب نہ ہوں اور نہ عورتوں سے مباشرت کریں سوائے ہارون اور اُس کی ذریت کے۔ اسطرح کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ میری اس مسجد میں عورتوں سے مباشرت کرے اور اس میں جنب ہے سوائے علی اور اُس کی ذریت کے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں واقعہ سد ابواب کی توثیق و تصدیق نہایت خوبی کے ساتھ کی ہے۔ اور جتنی احادیث ہم نے اس مضمون پر اوپر نقل کی ہیں۔ اُنکی صحت اور اُن کے رواۃ کے ثقہ و معتبر ہونے کو نہایت اچھی طرح ثابت کیا ہے اگرچہ طوالت ہوگئی ہے لیکن جی نہیں چاہتا کہ اس کو چھوڑ دیں۔ لہذا ہم نیچے اسکو نقل کرتے ہیں۔

جاء فی سد الابواب التی حول المسجد احادیث یخالف ظاھرھا حدیث الباب۔ منھا حدیث

جو دروازے مسجد کے اردگرد تھے ان کے بند کرنے کے متعلق بہت سی روایات ہیں جو اس حدیث باب کی روایت کے مخالف ہیں جو حضرت

سعد بن ابی وقاص قال امرنا
رسول الله صلی الله علیه وسلم بسد
الابواب الشارعة فی المسجد
وترك باب علی. اخرجه احمد
والنسائی واسناده قوی وفی روایة
للطبرانی فی الاوسط رجالها ثقات
من الزیادة فقالوا یا رسول الله
سددت ابوابنا فقال ما انا
سددتها ولکن الله سدها و
عن زید بن ارقم قال کان لنفر
من الصحابة ابواب شارعة
فی المسجد فقال رسول
الله صلی الله علیه وسلم
سدوا هذه الابواب الا
باب علی فتکلم ناس فی ذالك
فقال رسول الله صلی الله علیه
وسلم انی والله ما سددت
شیئا ولا فتحته ولکن امرت
بشیئ فاتبعته. اخرجه احمد
والنسائی والحاکم ورجاله
ثقات. وعن ابن عباس قال امر
رسول الله صلی الله علیه وسلم
بابواب المسجد فسدت الا باب

ابوبکر کے حق میں (بخاری)۔
ان کے سعد بن ابی وقاص
ہیں کہ جناب رسول خدا
تمام دروازے جو مسجد میں
جاتیں لیکن علی کا دروازہ کھلا رکھ
نسائی نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل
اس کے اسناد سب قوی ہیں۔ اور طبرانی
روایت میں جو اوسط میں بیان کیگئی ہیں کچھ الفاظ
زیادہ ہیں۔ اُسکے بھی سب راوی ثقہ ہیں اسکے
الفاظ زیادہ یہ ہیں کہ اسپر لوگوں نے اعتراض
کیا کہ ہمارے دروازے آپنے بند کرا دئے اور
علی کا کھلا رکھا تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ
میں نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے کیا ہے۔ ایک
روایت زید بن ارقم سے ہے وہ کہتے ہیں کہ
اصحاب رسول میں سے جنکے دروازے مسجد
میں کھلتے تھے تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ
سب دروازے بند کر دو اور علی کا دروازہ
کھلا رہے تو لوگوں نے اسپر اعتراض کیا اس
وقت جناب رسول خدا نے فرمایا کہ بخدا میں
نے کچھ بند کیا اور نہ اپنی طرف سے کھلا رکھا۔
مجھے ایک بات کا حکم دیا گیا میں نے اُس کی
پیروی کی۔ اس حدیث کو احمد و نسائی و حاکم نے
نقل کیا ہے اور اُس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

يت وأمر بسد الأبواب
فكان يدخل المسجد
يس له طريق غيره.
مد والنسائي ورجالهما
وعن جابر بن سمرة قال أمرنا
ول الله صلى الله عليه وسلم
بسد الأبواب كلها غير باب علي
فربما مر فيه وهو جنب أخرجه
الطبراني ..... وغيره وهذه
الأحاديث يقوي بعضها بعضا و
كل طريق منها صالح للاحتجاج
فضلا عن مجموعها.

قاضي القضاة حافظ شهاب الدين
احمد بن علي بن محمد
بن محمد بن حجر المعروف
با بن حجر عسقلاني :
فتح الباري شرح صحيح
بخاري - الجزء السابع مطبوعه
بالمطبعة الكبرى الميرية
ببولاق مصر المحمية ۱۳۰۱
سنه ۱۳۰۱ هجري -

اسیطرح ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ
جناب رسول خدا نے حکم دیا کہ وہ سب دروازے
جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دئے جائیں لیکن علی
کا دروازہ کھلا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ
ہیں کہ جناب رسولخدا نے حکم دیا کہ سب کے
دروازے بند کر دئے جائیں۔ اور علی کا دروازہ
کھلا ہے پس حضرت علی حالت جنابت میں
بھی مسجد سے گذرتے تھے۔ ان کے مکان کا
کوئی اور دروازہ نہ تھا۔ ان دونوں احادیث
کو امام احمد حنبل ونسائی نے روایت کیا ہے
اور دونوں کے راوی ثقہ ہیں۔ ایک حدیث
جابر بن سمرہ سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمکو جناب
رسول خدا نے حکم دیا کہ اپنے دروازے بند
کرلیں۔ سوائے دروازہ علی کے پس اکثر حضرت
علی حالت جنابت میں مسجد میں سے گزر کرتے
تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے
اور اسکے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو ایک
دوسرے کی تقویت یعنی توثیق وتصدیق کرتی
ہیں اور ان سب کے اسناد وروات صحیح وثقہ
ہیں۔ ان کے مجموعہ سے قطع نظر کرکے بھی ان کا
ہر ایک طریق احتجاج کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کو عبید اللہ امرتسری نے اپنی ارجح المطالب میں
بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ باب چہارم صفحہ ۵۰۰۔

ہم نے اپنی اس کتاب کے باب سیزدہم میں اُن تدبیروں کا
ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ سے خاندان نبوت میں سے حکومت کو
تدبیر پنجدہم وضع احادیث ہے۔ جناب علی مرتضیٰ کی شان میں
اُن کے مقابلہ میں احادیث وضع کی گئیں۔ تاکہ لوگوں کو مغالطہ
حضرت کے فضائل چھپ جائیں۔ وہاں ہم نے کئی ایسی احادیث
اُن میں سے ایک یہ حدیث باب سدالابواب بھی ہے۔ چنانچہ حضرت
الرحمتہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ لایبقین
المسجد باب الاسد الا باب ابی بکر یعنی مسجد میں کوئی ایسا دروازہ
نہ رہے جو بند نہ کیا جائے سوائے دروازہ ابی بکر کے۔

اس حدیث یا روایت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں اور بہت سی باتیں
اِدھر اُدھر کی درج ہیں اور آخر میں ایک بے جوڑ سا فقرہ یہ رکھدیا گیا ہے۔ اس کی
زبان میں فصاحت و بلاغت ہی نہیں جو آنحضرت کی احادیث میں ہوا کرتی ہے
اس کے راویوں پر نظر ڈالنے سے عجیب امور کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس کے رواۃ
یہ ہیں:۔ حدثنا عبداللہ بن محمد ثنا ابوعامر ثنا فلیح ثنی سالم
ابوالنضر عن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری۔ یہی حدیث کتاب الصلوٰۃ
باب الخوخہ میں دو دفعہ دہرائی گئی ہے۔ ایک دفعہ لفظ باب کے ساتھ دوسری دفعہ
لفظ خوخہ یعنی چھوٹی کھڑکی کے ساتھ۔ اُن کے رواۃ یہ ہیں (۱) حدثنا محمد بن
سنان۔ قال نا فلیح قال نا ابوالنضر عن عبید ابن حنین وعن بسر بن
سعید عن ابی سعید الخدری (۲) اور حدثنا عبداللہ بن محمد الجعفی
قال نا وھب بن جریر قال نا ابی سمعت یعلی بن حکیم عن عکرمہ عن ابن عباس
یہ خوخہ والی حدیث آنحضرت کے مرض موت کے دوران کی بیان کی جاتی ہے۔ یہ تین
روایتیں ہوئیں دو میں تو عبداللہ بن محمد مشترک ہیں۔ اور تیسری میں اُن کے والد محمد
بن سنان ہیں۔ ان بزرگوں کی تعریف وصفت ملاحظہ ہو:۔

تدبن محمد سنان ..... روی عن روح بن القاسم بواطیل وکان یسرق
له ابن عدی وقال الدارقطنی وعبد الغنی الازدی متروک و
حبان کان یضع الحدیث وقال ابونعیم الحافظ یضع الحدیث۔
بد اللہ بن محمد بن سنان باطل احادیث روح بن القاسم کی نسبت سے
با تھا۔ اور یہ حدیثیں چراتا تھا جیسا کہ ابن عدی نے کہا ہے۔ دارقطنی و
الازدی کہتے ہیں کہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ کہ جھوٹی احادیث
ح کیا کرتا تھا۔ حافظ ابونعیم کہتے ہیں کہ جھوٹی احادیث گھڑا کرتا تھا۔

ذہبی: میزان الاعتدال المجلد الثانی ص ترجمہ عبد اللہ بن محمد
بن سنان۔ ان کے والد بزرگوار ملاحظہ ہوں۔ محمد بن سنان ..... رماہ ابوداؤد
بالکذب وابن خراش یقول لیس بثقة۔ یعنی ابوداؤد کہتے ہیں کہ محمد بن سنان
کاذب تھا اور ابن خراش کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہ تھا۔ ذہبی: میزان الاعتدال المجلد
الثالث ص۰، ترجمہ ۱۴۴ محمد بن سنان فلیح بن سلیمان..... قل قال
ابن معین وابوحاتم والنسائی لیس بالقوی وقال ابوحاتم سمعت معاویہ
بن صالح سمعت یحیی بن معین یقول وفلیح بن سلیمان لیس بثقة ولا ابنہ
..... وروی عثمان بن سعید عن یحیی ضعیف ..... وروی عباس عن یحیی
لا یحتج بہ وقال عبد اللہ بن احمد سمعت ابن معین یقول ثلاثة
یتقی حدیثهم محمد بن طلحة بن مصرف وایوب بن عتبہ وفلیح بن
سلیمان قلت لہ ممن سمعت هذا قال من مظفر ابن مدرک .....
وروی معاویہ بن صالح عن یحیی فلیح ضعیف۔ ترجمہ۔ فلیح بن سلیمان ... ابن
معین وابوحاتم والنسائی کہتے ہیں کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ
بن صالح کو کہتے سنا کہ یحیی بن معین کہا کرتے تھے کہ فلیح بن سلیمان ثقہ نہیں ہے اور نہ اس کا لڑکا....
عثمان بن سعید نے یحیی سے روایت کی ہے کہ فلیح ضعیف ہے۔ .. عباس روایت کرتا ہے یحیی
سے کہ فلیح کی حدیث سے استدلال نہ کرنا چاہئے۔ عبد اللہ ابن احمد کہتے ہیں میں نے ابن معین کو

کہتے سنا ہے کہ تین آدمیوں کی بیان کردہ احادیث سے پرہیز کرنا چاہیے۔ وہ تین یہ ہیں محمد بن مصرف و ایوب بن عتبہ اور فلیح بن سلیمان۔ میں نے پوچھا کہ یہ تم نے کس سے سنا۔ انہوں نے کہا مظفر بن مدرک سے معاویہ بن صالح نے یحییٰ سے روایت کی ہے۔ کہ فلیح ضعیف ہے۔

ذھبی: میزان الاعتدال۔ المجلد الثانی ترجمہ ۲۶۹۷ ص ۲۲۶

عکرمہ غلام کا تو کیا کہنا۔ یہ ابن عباس کے غلام تھے۔ اور جناب امیر علیہ السلام کے ولی دشمن۔ انکی تعریف ملاحظہ ہو:۔

تکلم فیہ لرائہ ...... اعرض عنہ مالک ..... حدثنا وھب قال شھدت یحییٰ بن سعید الانصاری وایوب فذکرا عکرمہ فقال یحییٰ کذاب وقال ایوب لم یکن بکذاب جریر عن یزید بن ابی زیاد عن عبد اللہ بن الحارث قال دخلت علی علی بن عبد اللہ بن عباس فاذا عکرمہ فی وثاق عند باب الحسن فقلت لہ الا تتقی اللہ۔ فقال ان ھذا الخبیث یکذب علی ابی..... ابراھیم بن میسرہ عن طاؤس قال لو ان عند مولے بن عباس تقوی اللہ وکف من حدیث لشدت الیہ المطایا۔ مسلم بن ابراھیم ابنانا الصلت ابو شعیب قال سألت محمد بن سیرین عن عکرمہ فقال ما یسؤنی ان یکون من اھل الجنۃ ولکنہ کذاب..... ابراھیم بن المنذر حدثنا ھشام بن عبد اللہ المخزومی سمعت ابن ابی ذئب یقول رأیت عکرمہ وکان غیر ثقۃ..... یحییٰ بن بکیر قال قدم عکرمہ مصر وھو یرید المغرب قال فالخوارج الذین ھم بالمغرب عنہ اخذوا..... وقال مصعب الزبیری کان عکرمہ یری رای الخوارج وادعی علی ابن عباس انہ کان یری رای الخوارج خالد بن نزار حدثنا عمر بن قیس عن عطاء بن ابی رباح ان عکرمہ کان اباضیا..... ولکنہ کان یری رائ الصفریہ..... کان یاتی الامراء فیطلب جوائزھم..... وعن ابن المسیب انہ قال لمولاہ برد لا تکذب علی کما کذب عکرمہ علی ابن عباس۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال

ثانی۔ ص ۲۰۸ ترجمہ عکرمہ مولی ابن عباس۔

یمہ۔ لوگ اس کے اعتقادات پر اعتراض کرتے تھے ... مالک نے اس سے پرہیز

... وہب کہتا ہے کہ میں یحییٰ بن سعید الانصاری و ایوب کے پاس گیا۔ دونوں نے

ر کیا پس یحییٰ نے کہا کہ عکرمہ کذاب رہبت ہی جھوٹا ہے۔ ایوب نے کہا کہ اتنا جھوٹا تو

لوم ہوتا جریر روایت کرتا ہے یزید بن ابی زیاد سے اور اس نے عبداللہ الحارث سے

نا ہے کہ میں علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عکرمہ ... کے

پاس زنجیروں میں جکڑا ہوا بندھا ہوا تھا۔ میں نے علی بن عبداللہ بن عباس سے ... خدا کا

خوف نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ خبیث میرے باپ سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے ...

طاؤس کہتا ہے کہ اگر عکرمہ کو خدا کا ڈر ہوتا اور اتنی کثرت سے جھوٹی احادیث بیان کیا کرتا تو لوگ

اس کے پاس بہت آتے محمد بن سیرین کہتے ہیں کچھ تعجب نہیں اگر عکرمہ اہل جنت سے ہو لیکن ہے تو

وہ کذاب ... ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ عکرمہ ثقہ نہ تھا ... یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں کہ عکرمہ مصر

میں آیا اور وہ مغرب کی طرف جا رہا تھا پس مغرب کے خوارج نے اس کی پیروی اعتقادات و

احادیث میں کی۔ مصعب الزبیری کہتے ہیں کہ عکرمہ بروئے اعتقاد خوارج میں سے تھا۔

علی ابن عباس کبھی کہتے ہیں کہ عکرمہ خارجی تھا خالد بن نزار نے عمر بن قیس سے اور انہوں نے

عطا ابن ابی رباح سے روایت کی ہے کہ عکرمہ اباضیہ تھا ... وہ صفریہ تھا ... عکرمہ

امراء کے پاس آیا کرتا تھا اور ان سے انعامات طلب کیا کرتا تھا ... ابن المسیب نے اپنے

غلام برد سے کہا کہ تو مجھ سے جھوٹی حدیثیں روایت کیجیو جس طرح عکرمہ اپنے آقا عبداللہ ابن

عباس سے کرتا ہے +

یہ ہیں حضرت ابوبکر کے دروازے کی حدیث کے راویان۔ جماعت حکومت

کے علماء و محدثین نے اپنا یہ اصول بنا لیا ہے کہ حضرات شیخین کے حق میں جتنی بھی روایات

بیان کی جائیں ان کو بغیر چون و چرا کے اور بغیر راویوں کی جرح و تنقید کے مان لینا چاہیے

اور صحیح سمجھنا چاہیئے جرح و تنقید فقط ان احادیث میں کیجائے جو جناب علی کی فضیلت

بیان کرتی ہیں۔ اس اصول کی ایک اور شاخ نکلی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر حضرت علی کے

کے فضائل کی احادیث میں کوئی بھی راوی ایسا ہے کہ جس میں ذرا سا بھی
جاتا ہے تو اسکو یہ کہکر رد کر دو کہ یہ شیعہ ہے لیکن اکثریت کے عدل کا نمونہ
کے قابل ہے کہ اس قاعدہ کا اطلاق دوسری طرف نہیں کرتے۔ مثلاً جب
حضرت ابوبکر کی فضیلت کی حدیث کے راویوں میں سے کسی میں تسنن پایا جا
اسکو بھی رد کر دیتے جس طرح شیعہ علی وہ حدیث بیان کرنے کے ناقابل ہے اسیطرح شیعہ
ابی بکر یہ حدیث بیان نہیں کر سکتا لیکن نہیں۔ عدل چہ گتی است کہ پیش اکثریت
بیاید۔ اکثریت کے حقوق میں سے ایک یہ بھی حق ہے کہ ایسے قواعد مرتب کرے اور
اُن پر اس طرح عمل کرے۔ خیر غرض ان ہی اصول کو مدنظر کرکے علامہ ابن حجر
عسقلانی نے حضرت ابوبکر کے دروازے والی حدیث پر جرح و قدح نہ کی۔ باوجودیکہ اسکے
راویوں کے کذاب و واضعان حدیث و سارقان حدیث ہونیکے اسکو صحیح تسلیم
کرکے اُس معارضہ پر گفتگو کرتے ہیں جو حضرت علی کے دروازے کے کھلا رکھنے کی
حدیث سے واقع ہوتا ہے۔ چونکہ موخر الذکر حدیث کی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا لہذا
اُس کو بھی مجبوراً صحیح مان لینا پڑا۔ ان دونوں کی مطابقت اس طرح کرتے ہیں
ابن الجوزی نے تو اپنی جماعت کے آسان اصول کی بناء پر کہدیا کہ چونکہ ایک ایسی
ہی حدیث حضرت ابوبکر کے حق میں بیان ہوئی ہے۔ لہذا ہم حضرت علی والی حدیث سے
انکار کرتے ہیں۔ اُس کی طرف اشارہ کرکے ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:۔

واخطأ فی ذلک خطأً شنیعاً فانہ
سلک فی ذلک رد الاحادیث الصحیحۃ
بتوهمہ المعارضۃ مع ان الجمع
بین القصتین ممکن وقد اشار
الی ذلک البزار فی مسندہ فقال
ورد من روایات اہل الکوفۃ
باسانید حسان فی قصۃ علی

ابن الجوزی نے حدیث سد ابواب باستثنار
باب علی کے رد کرنے میں سخت غلطی کی ہے۔
کیونکہ اس طرح اس نے احادیث صحیحہ کو محض
اپنے توہم کی بنا پر رد کرنیکا طریقہ اختیار کیا
درانحالیکہ دونوں روایتوں کا تطابق ممکن ہے
علامہ بزار نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے
جب اس نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کی صحیح و درست

روايات اهل المدينة
بكر فان ثبتت روايات اهل
بجمع بينهما بما دل عليه
بي سعيد الخدري يعني
ب، اخرجه الترمذي ان النبي
لى الله عليه وسلم قال لا
يحل لاحد ان يطرق هذا
المسجد جنبا غيري وغيرك
المعنى ان باب علي كان الى جهة
المسجد ولم يكن لبيته باب
غيره فلذالك لم يؤمر بسده و
يويد ذالك ما اخرجه اسمعيل
القاضي في احكام القرآن
من طريق المطلب بن عبد الله
بن حنطب ان النبي صلى الله
عليه وسلم لم ياذن لاحد ان
يمر في المسجد وهو جنب
الا لعلي بن ابيطالب لان
بيته كان في المسجد و
محصل الجمع ان الامر بسد
الابواب وقع مرتين ففي الاولى
استثنى علي لما ذكره وفي الاخرى
استثنى ابوبكر ولكن لا يتم ذلك

اسانید کی روایات حضرت علی والے قصے کو
درست ثابت کرتی ہیں۔ اور اہل مدینہ کی روایات
قصہ ابی بکر کے مطابق ہیں۔ روایات اہل کوفہ بھی
صحیح ہیں لہذا دونوں روایات میں مطابقت
پیدا کرنی چاہیے۔ ابو سعید الخدری کی یہ حدیث
صحیح ہے جسکو ترمذی نے روایت کیا ہے کہ
آنحضرت نے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوائے علی
کسی شخص کیلئے جائز نہیں ہے کہ مسجد سے اس
دروازے سے آئے در آنحالیکہ وہ حالت
جنب میں ہو۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت علی کا دروازہ
مسجد کی طرف تھا۔ اور سوائے اس کے دو
کوئی دروازہ اُن کے مکان کا نہ ہوگا۔ اس
وجہ سے اُن کو اُس کے بند کرنے کا حکم نہیں
دیا گیا۔ اس کی تائید کرتی ہے وہ روایت
جو قاضی اسمٰعیل نے احکام القرآن میں مطلب
بن عبد اللہ بن حنطب سے نقل کی ہے کہ
جناب رسول خدا نے کسی کو سوائے علی بن
ابی طالب کے اجازت نہیں دی کہ وہ حالت جنب
میں مسجد سے گزرے کیونکہ علی کے گھر کا دروازہ
مسجد میں تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سد ابواب کا
واقعہ دو دفعہ ہوا ہو۔ پہلی دفعہ علی کو مستثنیٰ
کردیا۔ اور دوسری دفعہ ابوبکر کو مستثنیٰ کر دیا۔
لیکن یہ تاویل درست نہیں ہو سکتی جبتک

الا بان يحمل ما في قصة علي على
الباب الحقيقي وما في قصة ابوبكر
على الباب المجازي والمراد به
الخوخة كما صرح به في بعض طرق
كانهم لما امروا بسد الابواب
سدوها واحدثوا خوخا يستقربون
الدخول الى المسجد منها
فامروا بعد ذلك بسدها
فهذه طريقة لاباس بها في
في الجمع بين الحديثين وبها جمع
بين الحديثين المذكورين ابوجعفر
الطحاوي في مشكل الآثار وهو في اوائل
الثلث الثالث منه وابوبكر الكلاباذي
في معاني الاخبار وصرح
بان بيت ابي بكر كان له باب من
خارج المسجد وخوخة الى داخل
المسجد وبيت علي لم يكن
له باب الا من داخل المسجد
والله اعلم۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح
بخاری۔ الجزء السابع۔ باب قول النبی صلی
اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر۔

یہ نہ مان لیا جائے کہ علی کا
اصلی دروازہ مقصود تھا۔
اگرچہ باب کا لفظ ہے۔
یعنی کھڑکی مقصود تھا۔ چنا
میں خوخہ کا لفظ بھی آیا ہے
کہ جب لوگوں کو باستثنائے علی
دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں
دروازے تو بند کر لئے لیکن مسجد میں داخل
ہونے کیلئے اس کے بعد کھڑکیاں کھول لیں
دوسری دفعہ کا حکم دیکر وہ کھڑکیاں بھی بند
کرا دی گئیں ہوں۔ دو احادیث میں اسطرح
قیاس سے مطابقت پیدا کرنے میں کچھ حرج
نہیں ہے اور اسیطرح ان دونوں مذکورہ احادیث
میں ابوجعفر طحاوی نے اپنی مشکل الآثار میں
مطابقت پیدا کی ہے۔ اور یہ بحث کتاب کے
ثانی حصہ کے اول ثلث میں ہے۔ ابوبکر
کلاباذی نے معانی الاخبار میں کہا ہے کہ ابوبکر
کا دروازہ مسجد کے باہر تھا اور خوخہ مسجد کے
اندر کھلتا تھا۔ اور علی کا دروازہ مسجد کے
اندر کھلتا تھا۔ کوئی اور دروازہ نہ تھا۔ اور
بات تو یہ ہے کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اصلی
معاملہ کیا تھا۔

اگر ان اٹکل پچو ٹپے ٹوٹیوں کا نام بحث رکھا جا سکتا ہے تو یہ ہے ان بزرگ

عالمانہ، منطقانہ، فلسفیانہ بحث۔ اگر ہم عرب کے اس مقولہ پر عمل کرتے کہ
ر اِلیٰ مَنْ قَالَ وَانْظُرْ اِلیٰ مَا قَالَ (یہ نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے۔ بلکہ یہ
ہ کیا کہتا ہے)، تو ہم فوراً اس ضدی بحث کو نظر انداز کر دیتے۔ لیکن اکثریت
بیفے نرالے ہوتے ہیں۔ ممکن ہے ان کے یہاں اس کے برعکس کوئی مقولہ
۔ لہٰذا محض اس وجہ سے کہ یہ بحث ابن حجر عسقلانی و ابو جعفر طحاوی اور اسمٰعیل قاضی
کے ساتھ منسوب ہے۔ ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہ بحث دو قیاسات پر مبنی
ہے۔ یا تو یہ ممکن ہے کہ حضرت علی کے گھر کا محض ایک ہی دروازہ ہو اور وہ مسجد کے
اندر کھلتا ہو۔ دیگر صحابہ کے مکانوں کے دو دروازے ہوں ایک باہر کی طرف اور
ایک مسجد کے اندر کھلنے والا۔ یا سدِ ابواب کا واقعہ دو دفعہ ہوا ہو۔ ایک دفعہ تو
تمام صحابہ کے دروازے جن میں ابو بکر بھی شامل ہیں بند کر دئے گئے اور صرف
حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ کر کے انکا دروازہ کھلا رکھا۔ ان صحابہ نے دروازے
بند کرنیکے بعد مسجد کی طرف کھڑکیاں کھول لیں۔ اور دوسرے حکم سے وہ بھی بند
کروا دیں لیکن اس دفعہ حضرت ابوبکر کا خوخہ کھلا رکھا۔ ان قیاسات کا کھوکھلا پن
ظاہر ہے۔ جب تک بطور امر واقعہ کے یہ نہ ثابت کر لیں کہ دیگر صحابہ کے دو دروازے
تھے اور علی کا ایک اور یہ کہ واقعہ سدابواب دو دفعہ ہوا۔ ان قیاسات کا وزن
ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات ثابت نہیں۔ صرف اسی ایک وجہ سے یہ بحث
گر جاتی ہے۔ آگے چلئے۔ ہم پہلے قیاس اول کو لیتے ہیں۔ اس کی بھی تو کچھ وجہ
ہونی چاہیئے کہ سوائے حضرت علی کے اور باقی تمام ہی صحابہ کے مکانوں کے دو
دروازے رکھے گئے۔ دو چار تو ایسے بھی ہوتے کہ جن کے مکانوں کا حضرت
علی کی طرح محض ایک دروازہ ہوتا اور وہ مسجد کے اندر کھلتا۔ اور اگر یہ بات بھی تو یہ بذات
خود ایک فضیلت تھی۔ سوائے علی کے باقی سب صحابہ شروع ہی سے مسجد سے نکال دئے
گئے۔ حالت جنابت میں اور دیگر ضروریات کیلئے آنے جانیکے واسطے باہر کا دروازہ
تھا۔ اندر کا دروازہ محض نماز کے لئے مسجد میں آنے کے واسطے رکھا گیا تھا جب

لوگوں نے اُس کا غلط استعمال شروع کر دیا تو وہ بند کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں
تو لوگوں نے علی کے دروازہ کو کھلا رکھنے پر اعتراض کیوں کیا
کوئی اعتراض کر بیٹھا تھا تو جناب رسول خدا نے مسکراتے ہوئے
کی طرف ہی کیوں نہ توجہ دلا دی کہ تم کو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ علی کا دوسرا
ہی نہیں۔ موجودہ بھی بند ہو جائے تو پھر وہ مکان میں داخل کہاں سے ہو۔
کو اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کا منہ بھی سرخ ہو گیا۔ اور پھر ا
بدیہی بات کے لئے خدا کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے یہ کیوں فرمایا
میں نے نہ تمہارا دروازہ بند کیا۔ نہ علی کا کھلا رکھا۔ جو کیا خدا نے کیا۔ جب علی کے دروازہ
کو کھلا رکھنے کی ایسی بدیہی اور اشد ضرورت تھی تو اُس کے لئے خداوند تعالیٰ
کی وحی کی کیوں ضرورت ہوئی۔ اگر یہ بات ہی کچھ نہ تھی تو حضرت حمزہ کو کیوں غصہ آیا
یہ کیوں کہا کہ آپ نے اپنے چچاؤں اور صحابہ کو نکال دیا۔ اس کمسن جوان
کو مسجد کے اندر رکھا۔ اور اگر حضرت علی کو بھی مسجد سے نکالنا مطلوب تھا اور
ان کے مکان کا ایک ہی دروازہ تھا تو یہ دروازہ بند ہو کر دوسرا کھلنے میں کیا دیر
لگتی تھی۔ وہ ناممکن بات تو نہ تھی۔

دوسرا قیاس اس سے زیادہ کمزور ہے۔ اگر خوخہ اتنا بڑا تھا اور اس غرض
کے لئے تھا کہ اس میں سے مسجد میں آمد و رفت ہو سکے اور وہ کھلا رکھا تو پہلے
ہی دروازہ کیوں بند کرا دیا۔ اس قیاس سے یہ نتیجہ لازم آتا ہے کہ صحابہ ایسے
ضدی اور نافرمان تھے کہ رسول خدا کے حکم کے اثر کو اس طرح زائل کرنے کی
کوشش کی۔ چونکہ جماعت حکومت صحابہ پر یہ الزام عائد کرنا پسند نہ کریگی۔ لہذا
قیاس خوخہ کو رد کرنا ضروری ہوا۔ بہرصورت حضرت علی کی فضیلت حضرت ابوبکر
پر تو ثابت ہو گئی۔ اول مرتبہ سب کے دروازے بند ہو گئے۔ صرف علی کا دروازہ کھلا
رہا۔ دوبارہ جب حضرت ابوبکر نے بہت ضد کی تو خوخہ رہنے دیا۔ دروازہ کو کھول
لینے کا حکم تب بھی نہ ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ جب خوخہ سے مسجد کے اندر آمد و رفت

دروازہ ہی کیوں نہ کھلوا دیا! اور ان قیاسات سے موسیٰ ہارون کی مسجد کی تمثیل بے معنی
یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ حضرت ابوبکر والی حدیث صحیح نہیں
وضعان حدیث کی صنعت کا نمونہ ہے۔ اس نتیجہ کی طرف مندرجہ ذیل
لے جاتے ہیں:۔

۱۔ اس حدیث کے واضعان و راویان کذاب، غیر معتبر، غیر ثقہ تھے جیسا
راوی پر ثابت کیا گیا +

۲۔ حضرت علی والی حدیث کے سب راویان صحیح صادق معتبر اور ثقہ
ہیں۔ اور اس حدیث کی صحت میں کسی کو انکار نہیں +

۳۔ اس حدیث کا تعارض حضرت علی والی صحیح و مسلمہ حدیث رسول سے
ہوتا ہے +

۴۔ حضرت علی کے فضائل کی احادیث کو شائع ہونے سے جبراً روکا جاتا
تھا۔ اُن راویوں کو سزائیں دیجاتی تھیں جو حضرت علی کے فضائل کی احادیث
بیان کرتے تھے۔ اور اُن کے مقابلہ میں حکومت کی مہربانیوں و انعامات کا لالچ
دلا کر حضرات خلفاء ثلاثہ کے حق میں احادیث وضع کرائی جاتی تھیں۔ ان امور کے
ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو باب سیزدہم کتاب ہذا +

۵۔ سدابواب کا واقعہ فضیلت صریحہ کا اثبات تھا۔ نہایت عظیم الشان معاملہ
تھا۔ اور یہ خاص خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ جناب رسول خدا کا انتظامی حکم نہ
تھا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ وحی الٰہی محض حضرت علی کے لئے نازل
ہوئی۔ ان موضوعہ حدیثوں تک میں یہ ذکر نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت
ابوبکر کے لئے ایسی وحی بھیجی +

۶۔ اس واقعہ سے حضرت علی و حسنین و حضرت فاطمہ کی طہارت کاملہ کا اثبات
ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں پر اُس طہارت کے ظاہر کرنے کے لئے حضرت علی کا دروازہ
کھلا رکھا گیا۔ چونکہ یہ واقعہ معرض بحث میں آگیا۔ لہذا ضروری ہوا کہ دیکھیں کہ ایسی ہی

طہارت کا ثبوت کہیں اور سے بھی ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ کی تصدیق آیۂ تطہیر سے ہوتی ہے۔ وہ بھی اسی طرح خدا کی طرف سے وحی کی گئی ہے اور اس سے ان بزرگواروں کی طہارت کاملہ کا ثبوت ملتا ہے۔ آیۂ تطہیر کی بحث کیلئے دیکھو۔ حضرت ابوبکر کے لئے کوئی آیۂ تطہیر نہیں ہے +

۷۔ حضرت ابوبکر کو طہارت کامل ہی حاصل نہ تھی تو وہ مسجد رسول میں سے ہر حالت میں کیونکر گزر سکتے تھے +

۸۔ اگر حضرت ابوبکر گزر سکتے تھے تو حضرت حمزہ و حضرت جعفر و دیگر حضرات کیوں نہ گزر سکیں۔ ان بزرگوں کے لئے تو آنحضرت کی قرابت کا فضل بھی حاصل تھا حضرت علی کے لئے تو اُن کی طہارت کاملہ و وحی الٰہی موجب ہوئے حضرت ابوبکر کیلئے کیا تھا۔

اس واقعہ سے جو حضرت علی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔ خود خداوند تعالےٰ نے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ علی تم سب سے افضل ہے۔ لہذا تم سب سے پہلے مستحق خلافت ہے۔ خلافت الٰہیہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے لہذا اس کے استحقاق کا اظہار بھی خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوا جماعت اہل حکومت کی رائے میں بھی اس واقعہ سے خلافت کی طرف کنایہ ہے۔ **ابن حجر عسقلانی** کی تحریر ملاحظہ ہو:۔

قال الخطابی وابن بطال وغیرهما فی هذا الحدیث اختصاص ظاهر لابی بکر وفیه اشارة قویة الی استحقاقه للخلافة..... وقد ادعی بعضهم ان الباب کنایة عن الخلافة و الامر بالسد کنایة عن طلبها کانه قال لا یطلبن احد الخلافة الا ابا بکر فانه لا حرج علیه فی	خطابی وابن بطال دران کے علاوہ دیگر علماء بھی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے خاص فضیلت ابوبکر کی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں خلافت کے استحقاق کی طرف اشارہ ہے ..... اور بعض علماء کا دعوٰے ہے کہ دروازے سے خلافت کی طرف کنایہ ہے۔ اور اس کے بند کرنیکا حکم دینے سے یہ مطلب ہے کہ اس کو طلب نہ کرو۔ گویا جناب رسول خدا نے دیگر صحابہ سے فرمایا کہ تم

ـذا احتج ابن حبان
ان اخرج هذا الحديث
ـديث دليل على انه
ـد النبي صلى الله عليه
وسلم بقوله سدوا عني كل
المسجد اطماع الناس
ـم عن ان يكونوا الخلفاء بعده۔

خلافت کو طلب نہ کرنا اور ابوبکر طلب کرے تو کچھ
حرج نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ حدیث
دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ ابوبکر خلیفہ ہیں بعد
جناب رسول خدا کے۔ کیونکہ جناب رسول خدا نے
یہ کہکر کہ میری طرف سے سارے کھڑکیاں بند
کرو لوگوں کو اپنے بعد خلافت کی طمع کرنے
سے روک دیا۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری الجزء السابع ص۱۲

آپ نے اس بحث کو ملاحظہ کیا۔ یہ تو خود ابن حجر مانتے ہیں کہ حضرت علی والی سب احادیث صحیح ہیں۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ سب سے پہلی بار جو یہ حکم ہوا تو حضرت ابوبکر تک کا دروازہ بند کر دیا۔ صرف حضرت علی کا دروازہ کھلا رہا۔ حضرت ابوبکر کی کھڑکی تو بعد میں خود کھولی گئی تھی۔ تو جس شخص کے لئے پہلے حکم ہو۔ اور کھڑکی کا نہیں بلکہ دروازہ کا ہو تو اس کی خلافت کے کنایہ و اشارہ کا تو کچھ ذکر نہیں حضرت ابوبکر کی کھڑکی کی وجہ سے خلافت کا کنایہ ہو گیا۔ خیر۔ اکثریت کا منطق ایسا ہی ہوتا ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت علی کے حق میں جو صاف و صریح حکم خلافت کا ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ اس کی تائید کرتا ہے۔ یہ واقعہ تائیدی ہی ہو سکتا ہے۔ اور صریح حکم و اعلان خلافت کے ثبوت میں اور اظہار افضلیت کے واسطے پیش کیا جا سکتا ہے۔ بذات خود اس کو خلیفہ کے تقرر یا اعلان کا حکم نہیں کہا جا سکتا۔ ہم حیران ہیں کہ جناب سید الشہدا کو اشاروں اور کنایوں کی کیا ضرورت تھی۔ صاف اعلان کرنے سے کیوں گریز کیا۔ خوخہ کی نسبت حکم دیا جاتا ہے۔ اور لوگوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اس کو خلافت کا حکم سمجھیں۔ یہ منطق کچھ اکثریت ہی کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

حضرت ابوبکر والی حدیث خوخہ کی نسبت جماعت اہل حکومت کے ایک عالم حافظ ابن حجر کی تطبیق متذکرہ بالا کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"مگر بخاری کی روایت مجروح معلوم ہوتی ہے۔ اول اس لئے کہ اُس میں تی ال[illegible] ہے کہیں خوخہ کا لفظ آیا ہے کہیں باب کا۔ اور دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ دوم اس لئے کہ بخاری کی ایک روایت ابوسعید خدری کی ہے جس میں تیسرے راوی فلیح ہیں جو سخت مجروح ہیں یحییٰ ابن معین و ابوحاتم و ابوداؤد کا قول ہے کہ عاصم بن عبید اللہ و ابن عقیل و فلیح حدیث میں احتجاج کے قابل نہیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں۔ کہ یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ غرائب روایت کرتے ہیں طبری کہتے ہیں۔ کہ منصور نے اُن کو صدقات پر والی کیا تھا اُنہوں نے بنی حسن کو قید کیا۔ (تھذیب التھذیب جلد ۸ ص ۳۰۴) دوسری روایت بخاری کی ابن عباس کی ہے یہ بھی دیگر اکابر محدثین کے نزدیک پایۂ صحت سے ساقط ہے۔ اس لئے کہ اس میں عکرمہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام مالک وغیرہ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ان پر دروغگوئی و ناصبی و خارجی ہونے کی جرح ہے۔ جیسا کہ عامۂ کتب رجال و نیز تاریخ ابن خلکان میں اس کی تفصیل ہے۔ اس کے علاوہ مسند وغیرہ میں خود حضرت ابن عباس کی روایت اس کے خلاف ہے۔"

حافظ محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۷۷۔

اس واقعہ سے کئی معنی خیز نتائج برآمد ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:-

۱۔ عقد مواخات کی طرح اس واقعہ سے بھی حضرت علی کا تمام اصحاب رسول اور تمام امت سے اعلیٰ و افضل ہونا ثابت ہوتا ہے +

۲۔ یہ افعال رسول جن کو ہم نے اس باب میں استخلاف علی ابن ابی طالب کے ثبوت میں تحریر کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے خاص احکام کی تعمیل میں کئے گئے تھے۔ اور اُس کی ہی طرف سے تجویز ہوئے تھے۔ مثال کے طور پر دعوت ذی العشیرہ، واقعہ لیلۃ المبیت، عقد مواخاۃ۔ واقعہ سدابواب، واقعہ مباہلہ، نجوئے یعنی آنحضرت کا حضرت علی سے راز کی باتیں سب سے علیحدہ خلوت میں کرنا وغیرہم کے حالات پڑھو۔

۳۔ یہ سب واقعات ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ یہ واقعہ آیۂ

مدیق کرتا ہے اور آیۂ تطہیر کا فقط جناب رسولِ خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ و حسنین
ام کی شان میں نازل ہونا اور فقط اُن تک محدود ہونا اس واقعہ سے ثابت
دوسرے لوگوں کے دروازے اس وجہ سے بند کرائے گئے کہ وہ اکثر
ئ نجس ہوتے تھے اور نجس لوگوں کا مسجد میں آنا مسجد کی شان سے بعید اور
ی طہارت کے منافی تھا۔ برعکس اس کے پنجتن پاک اپنی زندگی کے کسی
لمحہ و لحظہ میں ناپاک و غیر مطہر ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ طہارت اُن کے خمیر میں داخل
پیوستہ کر کے اُن کی ذات کا ایک جزو بنا دی گئی تھی۔ نجاست کو اُن سے قطعی دور
کر دیا گیا تھا۔ لہذا حالت جنابت میں بھی یہ ناپاک نہیں ہو سکتے تھے۔ طہارت
اُن کی ذات میں اسی طرح ملی اور بسی ہوئی تھی جس طرح سورج میں اسکی کرنیں
اور عقیق میں اُس کی صلابت۔

۴۔ عقد مواخات کی طرح اس واقعہ سے بھی حضرت علی کا بالکل آنحضرت کا مثیل و نظیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی خلیفہ و جانشین کی سب سے اعلیٰ صفت اور سب سے ضروری شرط ہے۔

۵۔ ارشاد خداوندی ما ینطق عن الھوی محض قرآن شریف ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت کے ہر ایک اہم فعل و قول پر حاوی ہوتا ہے۔ دیگر فضائل و ارشادات نبوی جو آنحضرت نے علی مرتضےٰ کے حق میں فرمائے ہیں سب اس ضمن میں آتے ہیں۔

۶۔ اس واقعہ سے حضرت علی کی مشابہت جناب ہارون سے ثابت ہوئی اور یہ واقعہ حدیث منزلت کی بھی تصدیق کرتا ہے۔

۷۔ احادیث نبوی کے صحیح ہونے کی ایک یہ بھی جانچ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق و موافقت کریں۔ یہ واقعہ سد ابواب حدیث منزلت، حدیث نور، آیۂ تطہیر، عقد مواخات، واقعہ مباہلہ سب ایک دوسرے کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔

۸۔ حضرت علی کی افضلیت اور استحقاق خلافت بہت اچھی طرح ثابت ہوتے ہیں۔

اور برخلاف دیگر صحابہ کے ثابت ہوتے ہیں۔ طہارت میں جناب رسول
علی کے اور کوئی مشترک نہ تھا اور چونکہ طاہر مطلق کا جانشین بھی طاہر
لہذا حضرت علی کے سوائے کوئی اور شخص جناب رسول خدا کا جان
ہو سکتا تھا۔ جو شخص اس بات کا بھی اہل نہ تھا کہ اس کے مکان کا
رسول خدا کے مکان کی طرف کھلا رہے۔ وہ جناب رسولِ خدا کا جا
ہو سکتا تھا۔ علما جماعت حکومت تسلیم کرتے ہیں کہ دروازے سے اشارہ
کی طرف ہے اور اُس کے بند کرنے کا یہ مطلب ہے کہ سوائے علی کے اور کوئی آ
طلب نہ کرے۔

لہذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کے خوخہ یا روشندان والی حدیث موضوع ہی
بناوٹی ہے، جھوٹی ہے۔ حضرت علی کے دشمنوں کی ایجاد ہے۔ حضرت علی والی حدیث
کے سب راوی ثقہ ہیں۔ بائیس صحابہ سے مروی ہے۔ اُس کی صحت میں کسی کو کلام
نہیں۔ ان روایات میں حضرت ابوبکر کے دروازے کے بند ہونے کا خاص طور سے ذکر ہی

فعل ۹۔ آنحضرت کا حضرت علی کو ہر ایک غزوہ میں صاحب علم کرنا۔ اور کبھی اور کسی موقعہ پر آپ کو کسی کے ماتحت نہ کرنا۔

صاحبان غور و فکر کے لئے یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے کہ آنحضرت نے اپنی حیات
میں کبھی حضرت علی کو کسی کے ماتحت نہیں کیا۔ جہاں انہیں مقرر کیا وہاں دوسروں
پر حاکم ہی رکھا۔ اور یہی دلی امر کی شان ہونی چاہیئے۔ جانشین رسول کبھی دوسروں
کے ماتحت نہیں ہو سکتا۔

عن علی قال کسرت یدی یوم احد
فسقط اللواء من یدی فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
الله صنعوه فی یده الیسری
فانه صاحب لوای فی الدنیا والاخرة

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن میرے
ہاتھ کو زخم لگا اور علم میرے ہاتھ سے گر گیا۔ تو
آنحضرت نے کہا کہ علم کو اس کے بائیں ہاتھ
میں دیدو کیونکہ وہ دین و دنیا میں میرا علمدار ہے۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۹۱ و ۲۰۱ و ۲۰۳۔

ی: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۶۔

ید الخدری قال قال
صلی اللہ علیہ وسلم یا علی
جنتی وتودی دینی وتوارنی
ب وتفی بذمتی وانت صاحب
ی فی الدنیا والاخرہ اخرجہ الدیلمی

ابو سعید الخدری کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے
فرمایا کہ اے علی تم میرے جسم کو غسل دوگے میری
ذمہ داریاں ادا کروگے۔ اور مجھکو قبر میں اتاروگے
اور جو امر کہ میرے ذمہ ہے تم اُس کی تکمیل کروگے
اس روایت کو دیلمی نے بھی اپنے سند سے بیان
کیا ہے +

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۵-۶۹۶

عن ابن عباس قال لعلی اربع خصال
لیست لاحد غیرہ وہو اول عربی
وعجمی صلی مع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وہو الذی کان لواءہ
فی کل زحف وہو الذی صبر
معہ یوم فر عنہ غیرہ وہو الذی
غسلہ وادخلہ فی القبر۔
اخرجہ الترمذی) ابن عبد البر: الاستیعاب
فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی ترجمہ علی بن
ابی طالب ۱۵۲۱ ص ۴۷۰۔

عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب علی مرتضی میں
چار صفات ایسی ہیں جو انکے سوا کسی دوسرے میں نہیں
ہیں وہ عرب وعجم میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے جناب
رسول خدا کے ساتھ پہلی نماز اسلام کی پڑھی دوسرے
یہ کہ ہر ایک جنگ میں آنحضرت کا علم انکے ہاتھ
میں تھا تیسرے یہ کہ انہوں نے کسی جنگ میں
فرار نہیں کیا۔ حالانکہ تمام صحابہ اکثر جنگ میں
بھاگ گئے۔ چوتھے یہ کہ انہوں نے آنحضرت
کو آخری غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۶ +

عن ثعلبہ بن ابی مالک قال کان سعد
بن عبادہ صاحب رایۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی المواطن
کلہا فاذا کان وقت القتال اخذہا
علی۔ ابن الاثیر: اسد الغابہ

ثعلبہ ابن ابی مالک کہتے ہیں کہ اُن ایام میں
کہ جنگ نہیں ہوتا تھا آنحضرت کا علم سعد
ابن عبادہ کی تحویل میں رہتا تھا لیکن ہر ایک
موقعہ جنگ پر حضرت علی اس رایت کو اپنے
ہاتھ میں لے لیتے تھے۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص

عن ابن عباس قال کان علی اخذ رایۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر والمشاھد کلھا۔ اخرجہ احمد فی المناقب۔

امام احمد حنبل مناقب میں روایت کرتے ہیں کہ غ... میں آنحضرت نے ع... ہوا کرتے تھے۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۷۷

فتح مکہ کے دن بھی آنحضرت کا علم جناب امیر کے ہاتھ میں تھا۔ اُس لشکر عظیم کے علمبردار تھے۔ سیرۃ العلویہ حصہ اول ص۹۷۔

یہ تاریخی واقعہ ہے کہ آنحضرت نے کبھی حضرت علی کو کسی کے ماتحت نہیں نہیں کیا۔ اور ہمیشہ آنحضرت کا علم جناب امیر کے ہاتھ میں رہا۔ بہت سی عبارتیں ہم نے اوپر نقل کی ہیں۔ انکے علاوہ ملاحظہ ہوں:۔

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۸۳ +

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۹۱ و ۲۰۱ و ۲۰۳۔

شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث والاربعون ص۱۱۹ والباب الخمسون ص۱۱۷۔

روز قیامت لواء الحمد بدست علی بن ابی طالب ہوگا۔ کنز العمال الجزء السادس ص۴۰۰ حدیث ۶۰۹۲ و ص۴۰۲ حدیث ۶۱۱۳ و ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۲۰۱ و ۲۰۳۔ روضۃ الندیہ ص۱۵۱ +

برخلاف اس کے حضرات ابوبکر و عمر بسا اوقات دیگر صحابہ کے ماتحت کئے گئے۔ کئی مثالیں اس کی دی جاسکتی ہیں۔ سریہ ذات السلاسل جمادی الاخر ۸ھ ہجری میں واقعہ ہوا۔ آنحضرت نے عمرو بن عاص کو تین سو سپاہیوں کے ساتھ قبیلہ قضاعہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ وہاں عمرو عاص کو کامیابی نہ ہوئی تو مدینہ سے مزید کمک طلب کی۔ آنحضرت نے دو سو سپاہیوں کو ابو عبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں مدینہ سے روانہ کیا۔ اسکی ماتحتی میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے۔ ثم استمد رسول اللہ فامدہ بابی عبیدہ

علی المهاجرین والانصار فیهم ابوبکر وعمر فی مائتین
فصار خمسمائة۔ تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الثالث صفحہ ۱۱۱۔ اور
مدارج جزء سیوم صفحہ ۲۶۰۔ ترجمہ۔ عمرو بن العاص نے آنحضرت سے امداد طلب کی
دوسو آدمی جن میں ابوبکر و عمر تھے۔ ابوعبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں مدد
روانہ کئے۔ اور یہ سب ملکر پانچ صد آدمیوں کی فوج ہوگئی۔
جب ابوعبیدہ بن الجراح کے آدمی عمرو بن العاص کے پاس پہنچے
ان سب کی افسری بذمہ عمرو بن عاص رہی۔ عمرو بن عاص نے حکم دیا کہ کوئی
آدمی آگ نہ جلائے۔ حضرت عمر نے سرتابی کی۔ اس نے گوشمالی کی اور دھمکی
دی کہ اگر تم نے آگ روشن کی تو میں تمکو اس آگ کے اندر ہی ڈالکر جلا دونگا۔
حضرت عمر وہاں تو خاموش ہوگئے لیکن واپسی پر آنحضرت سے شکایت کی۔
مگر آنحضرت نے عمرو عاص کو حق بجانب قرار دیا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر
اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں:۔

ان عمرو بن العاص امرهم فی تلك	سریۂ ذات السلاسل میں عمرو بن عاص نے فوج کو
الغزوة ان لا توقدوا نارا فانكر	حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ روشن کرے۔ حضرت
ذلك عمر فقال له ابوبكر دعه	عمر نے اس حکم کے ماننے سے انکار کیا۔ ابوبکر
فان رسول الله لم يبعثه علينا الا	نے کہا کہ عمر چپ رہو۔ کیونکہ آنحضرت نے اسی وجہ سے
لعلمه بالحرب. فسكت عنه	تو عمرو عاص کو ہم پر سردار بنا کر بھیجا ہے کہ وہ علم
وروى ابن حبان من طريق	حرب سے ہم سے زیادہ واقف ہے۔ حضرت
قيس بن حازم عن عمرو بن	عمر خاموش رہے..... اور ابن حبان نے بھی
العاص ان رسول الله بعثه	عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
فی ذات السلاسل فسأله اصحابه	نے اسکو ذات السلاسل میں سردار بنا کر بھیجا
ان يوقدوا نارا فكلموا ابابكر	تو فوج نے درخواست کی کہ انکو آگ روشن
فكلمه فی ذالك فقال لا يوقد	کرنے کی اجازت ملجاوے۔ مگر عمرو عاص نے یہ

احد منکم نارا الا قذفته فیها قال فلقوا العدو فهزموهم فارادوا ان یتبعوهم فمنعهم فلما انصرفوا ذکروا ذلک النبی فسأله فقال کرهت ان اذن لهم ان یوقدوا نارا فیری عدوهم قلتهم وکرهت ان یتبعوهم فیکون لهم مدد فحمد امره

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری کتاب الغزوات۔ غزوه ذات السلاسل الجزء الثامن ص ۵۹۔

نہ مانا۔ تب ان لوگوں نے حضرت ابوبکر سے شکایت کی کہ یہ ہم کو آگ میں ڈالا۔ ابوبکر نے عمرو عاص سے کہا عاص نے ابوبکر کو جواب دیا کہ اگر تم کوئی آگ روشن کریگا تو میں اسکو میں ڈالدونگا۔ غرض دشمن سے مقابلہ مسلمانوں نے انکو شکست دی اور وہ بھاگے لوگوں نے انکا تعاقب کرنا چاہا۔ مگر عمرو عاص نے اس سے بھی منع کیا۔ پھر جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو اسکی شکایت آنحضرت سے ہوئی حضرت نے وجہ پوچھی تو عمرو عاص نے کہا کہ میں نے اس وجہ سے آگ جلانیکی اجازت نہ دی کہ دشمن کو انکی کمی کا علم ہوجاتا۔ اور تعاقب کرنے کی اجازت اسوجہ سے نہ دی کہ کہیں انکی مدد نہ آجائے آنحضرت نے اُس کے حکم کو درست قرار دیا۔

فعل ۵ معراجِ امامت بر دوشِ نبوت۔

زہے نقش پائے کہ بر دوشِ احمد ز مہرِ نبوت مقدم نشیند

مکہ فتح ہوگیا ہے۔ کعبہ سے بت نکالے جانے والے ہیں۔ اب تک نبوت و امامت نے دوش بدوش اپنے اپنے فرائض ادا کئے ہیں۔ آخر کار خدا نے یہ دن دکھایا کہ تطہیر کعبہ کا وقت آیا۔ اس امر عظیم میں کہ غایتِ نبوت تھا۔ نبوت و امامت دونوں کی شرکت ضروری تھی۔ اور کسی ایرے غیرے کا دخل دینا ناجائز۔ لہذا حضرت علی طلب کئے گئے۔ اور لوگ باہر نکالدئے گئے۔ اور رسول و جانشین رسول نے یہ کام شروع کیا۔ دونوں حضرات بتوں کو گراتے جاتے تھے اور تطہیر کعبہ کا کام ہوتا جاتا تھا۔ آخر کار ایک عظیم الشان بت جو سقف کعبہ پر آویزان تھا باقی رہا۔ ازراہ

لی جھک گئے۔ اور جناب رسول خدا کو اپنے کندھے پر سوار کیا لیکن
وہی کندھے سنبھال سکتے ہیں جو اس کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ نہ
جناب رسول خدا نیچے تشریف لائے۔ اب نبوت نے جھک کے امامت
کندھے پر اٹھایا۔ اور امامت کو دوش نبوت پر معراج ملی۔ جانشین ایسے
ہیں۔ نہ وہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ سے پہلے کسی مہم میں نظر ہی نہیں آتے۔ اور اگر
نظر آتے ہیں تو بھاگتے ہوئے۔

اخرج الحاکمی عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الق صنمھم الاکبر وکان من نحاس موتد باوتاد من حدید الی الارض فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالجہ فلم ازل اعالجہ حتی استمکنت منہ فقال لی اقذفہ فقذفتہ۔

ابو الخیر حاکمی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں حضرت علی کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے فرمایا جناب رسول خدا نے کہ کفار کے سب سے بڑے بت کو پھینک دو وہ تانبے کا تھا اور لوہے کی میخوں سے زمین میں گڑا ہوا تھا مجھے آنحضرت نے فرمایا کہ اسکو جنبش دو۔ میں اسکو ہلاتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے اس پر قابو پالیا۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اسکو پھینک دو۔ میں نے پھینک دیا۔

عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ یوم الفتح وحولہ ثلثمائۃ وستون صنما لقبائل العرب لکل قوم صنم فجعل یطعنھا ویقول جاء الحق وزھق الباطل فینکب الصنم لوجھہ حتی القاھا جمیعا وبقی خزاعہ فوق الکعبہ وکان من قواریر صفر فقال یا علی ادم بہ فحملہ النبی

عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت قبائل عرب کے دھرے ہوئے تھے۔ ہر ایک قبیلہ کا جدا گانہ بت تھا۔ آنحضرت چھڑی کے ساتھ اس کو مارتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔ جاء الحق وزھق الباطل الآیہ۔ پس وہ بت منہ کے بل گر پڑتے تھے یہانتک کہ سب بت گرا دئے صرف کعبہ کی چھت پر بنی خزاعہ کا ایک بت باقی رہ گیا جو صیقل کئے

صلی اللہ علیہ وسلم حتی صعد	ہوئے اور ڈھلے ہوئے پیتل سے
فرمی بہ فکسر۔	نے جناب امیر کو اپنے کندھے پر چڑھ
عبید اللہ امرتسری۔ ارجح المطالب باب پنجم	اسکو پھینک دو۔ جناب امیر نے آنحضرت
ص۴۹۷ تفسیر النیسابوری فی قولہ تعالیٰ جاء الحق و	پر چڑھکر وہ بت گرا دیا۔
زھق الباطل۔	

حافظ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

"بعد فتح مکہ آنحضرت قریش کے بتوں کو توڑتے رہے۔ جب دیواروں کے بت باقی رہگئے جہاں ہاتھ نہ پہنچ سکتا تھا۔ ان کے توڑنے کے لئے جناب امیر کو اپنے کندھے پر اٹھاکر حکم دیا کہ انکو توڑ دو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بحوالہ امام نسائی اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں کہ جناب امیر فرماتے تھے کہ میں اور آنحضرت جب کعبہ میں آئے تو اولاً آنحضرت میرے کندھے پر چڑھے اور کھڑے ہو گئے۔ پھر جب آنحضرت نے میری کمزوری دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آنحضرت اُتر آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اب تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں آپ کے کندھے پر بیٹھ گیا۔ آپ مجھے اُٹھاکر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کعبہ پر چڑھکر دیکھا تو تانبے یا پیتل کی مورتیں نظر آئیں میں انکو اکھاڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ جب اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا تو آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ انکو گرا دو۔ میں نے گرا کر انکو چور چور کر دیا۔ پھر آپ کے کندھے سے اُتر آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب امیر لحاظ ادب میزاب کی طرف سے کود پڑے۔ جب نیچے آ گئے تو ہنسنے لگے۔ آنحضرت نے وجہ پوچھی۔ عرض کیا کہ مجھے ہنسی اس بات پر آئی۔ کہ اس قدر بلندی سے میں نے جست کی۔ مگر مجھے صدمہ نہیں پہنچا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تمکو محمد نے اوپر چڑھایا۔ اور جبرئیل نے نیچے اُتارا۔ پھر نہیں چوٹ اور صدمہ کیسے پہنچتا۔"

علامہ حاکم نے اس واقعہ بت شکنی کو تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"جب سب بت گرانے کے بعد تاہے کا سب سے بڑا بت باقی رہگیا۔ جو لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اور بہت بلند تھا۔ پہلے آنحضرت نے جناب

کندھوں پر چڑھکر اُس کے گرانے کی کوشش کی لیکن وہ جسم اطہر کا بار برداشت
نہ کر سکے۔ اِس لئے آنحضرت نے اُن کو اپنے شانۂ اقدس پر چڑھا کر اُس کے
گرانے کا حکم دیا۔ اُنہوں نے سلاخ سے اُکھاڑ کر حسب ارشاد نبوی پاش پاش
کر ڈالا جس سے کعبہ کی تطہیر کامل ہو گئی“ ۔

سیرۃ العادیہ حصہ اول ص ۹۶ - ابو عبد اللہ الحاکم، مستدرک علی الصحیحین۔

تاریخ روضۃ الاحباب میں اس واقعہ کو بہت خوبصورتی سے لکھا ہے۔ ہم
یہاں اس کی عبارت نقل کرتے ہیں :-

چند بت بزرگ را در موضع بلند نہادہ بودند چنانکہ دست بآں نمی رسید علی مرتضیٰ کرم اللہ
وجہہ بعرض رسانید کہ یا رسول اللہ پائے مبارک را بر کتف من نہ وایں اصنام فرود
آر۔ آں سرور فرمود یا علی ترا طاقت ثقل نبوت نیست تو پائے خود را بر کتف من نہ
ایں کار بکن حضرت علی امتثالاً لامر پائے خود بر کتف مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نہاد و آنہا را فرو گرفت۔ دریں حالت حضرت از وے پرسید کہ خود را چگونہ
می یابی گفت یا رسول اللہ صلعم چناں می بینم کہ حجب منشق شدہ و گویا سر من
بساق عرش رسیدہ۔ بہر چہ دست دراز می کنم بدست می آید۔ حضرت فرمود اے
علی خوشا وقت تو کہ کار حق میکنی وحبذا حال من کہ بار حق میکشم۔ در روایتے آنکہ
فرمود یا علی رسیدی آنچہ میخواستی۔ علی در جواب گفت آرے۔ بخدائیکہ ترا براستی مبعوث
فرمودہ کہ چناں می بینم خود را کہ اگر خواہم دست بآسمان توانم رسانید پس بتاں را
بزمیں انداخت و قطعہ قطعہ ساخت و از نزدیکی میزاب کعبہ خود را بیانداخت
از جہت ادب و شفقت بر آنحضرت و چوں بزمین رسید تبسمے فرمود۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ از وے پرسید کہ چہ چیز ترا بخندہ آورد۔ گفت خود را از چنیں جائے بلند
انداختم و ہیچ الم بمن نرسید۔ آں سرور فرمود چگونہ یا علی الم بتو برسد حالانکہ ترا
محمد (صلعم) برداشتہ بود و جبرئیل ترا فرود آورد۔ و گویند یکے از شعرائے عرب
اشارت بایں قصہ کردہ دریں ابیات کہ

قِیْلَ لِیْ قُلْ لِعَلِیٍّ مَدْحًا | ذِکْرُہٗ یُخْمِدُ نَارًا
گفتی مرا کہ مدح علی گوی اے زہے | کز آں نشیمِ د آتش
قُلْتُ لَا اَقْدِرُ فِیْ مَدْحِ امْرِءٍ | ضَلَّ ذُوالْلُبِّ اِلٰی
اقدام چوں کنیم بمدح کسے کز وے | در گمرہی فتادہ گردے
وَالنَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی قَالَ لَنَا | لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ لَمَّا صَ
برکتفِ مصطفےٰ ید قدرت نہادہ دست | شام وصال این سخن از قول مص
وَضَعَ اللّٰہُ یَظْہَرِیْ یَدَہٗ | فَاَحَسَّ الْقَلْبُ اَنْ بَرَدَہٗ
جائے کہ حق براں ید قدرت نہادہ بود | از روئے احترام براں پائے مرتضیٰ است
وَعَلِیٌّ وَاضِعٌ اَقْدَامَہٗ | فِیْ مَحَلٍّ وَضَعَ اللّٰہُ یَدَہٗ
گفتم حدیث راست ولے میرد از حسد | ہر خارجی کہ بشنود از من حدیث راست

یہ واقعات معہ اس قصیدہ مدحیہ کے تاریخ حبیب السیر میں بھی درج ہیں
اب ہم ان تمام حوالہ جات کو ایک جگہ جمع کر کے لکھتے ہیں:۔

تاریخ حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص ۶۳ — روضۃ الاحباب لکھنو ص ۲۳۱ معہ حاشیہ

امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الاول ص ۱۵۱۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۱۔

شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الثامن والاربعون ص ۱۱۴۔

تفسیر النیسابوری۔ فی تفسیر قولہ تعالیٰ۔ جآء الحق وزھق الباطل۔ الآیہ۔

حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۱۶ و ۳۱۷

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ ص ۱۰۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص ۱۷۔

حافظ محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۹۸۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۴۹۷۔

اقدام بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بت پرستی کو معدوم کرنا اور عبادتگاہ کو
پاک و صاف کرنا۔ آنحضرت کی رسالت کا مقصد اولی تھا۔ بلکہ یہ
رسالت تھا۔ جب ہی تو آنحضرت کا بوجھ حضرت علی سے سنبھالا نہ گیا ورنہ
ہے کہ اگر محض انسانی بوجھ ہی ہوتا تو آنحضرت کا حضرت علی کیلئے اپنے کندھوں
پا کونسا دشوار کام تھا۔ اِس کارِ رسالت میں آنحضرت نے سوائے
اپنے جانشین کے اور کسی کو شامل نہ کیا۔ یہ کام کوئی اور کرہی نہ سکتا تھا۔ آنحضرت کو
یہ دکھانا مقصود تھا کہ کارِ رسالت میں میرا ہاتھ بٹانے والا علی ابن ابی طالب ہے۔
لہٰذا وہی میرا جانشین ہو سکتا ہے۔ اور ہے۔ اگر لوگوں کے سامنے یہ اعلان
بالفعل منظور نہ ہوتا تو آپ سیڑھی منگا کر تمام بتوں کو خود ہی گرا دیتے۔ کعبہ کو بتوں
سے صاف کرنے کے بعد اطراف و جوانب کے بُت خانوں کو حضرت علی سے
صاف کروایا۔ بتوں کو منہدم کرا دیا۔

محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص۳ +

فصل ۱۱ تبلیغ سورۃ برأت آخر ذی قعدہ ۹ھ ہجری۔

کتب تواریخ و احادیث کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے تو جناب
رسول خدا نے حضرت ابو بکر کو اس سال کے موسم حج میں سورۂ برأت کی چالیس
آیات کی تبلیغ پر مامور کیا۔ لیکن حضرت ابو بکر کے روانہ ہوتے ہی جبرئیل علیہ
السلام خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی لیکر نازل ہوئے کہ تبلیغ یا آپ کریں یا علی
چنانچہ آپ نے اُسی وقت حضرت علی کو حضرت ابو بکر کے عقب میں روانہ کیا اور
حکم دیا کہ حضرت ابو بکر سے سورۂ برأت کی آیات لے لیں اور تبلیغ کریں حضرت
علی خاص ناقۂ رسول پر سوار ہو کر چلے۔ اور ایک دن اور ایک رات کے سفر کے
بعد حضرت ابو بکر کو جا لیا۔ اور مطابق حکم خدا و رسول اُن کو معزول کر کے خود روانہ
ہو گئے۔ حضرت ابو بکر وہیں سے واپس جناب رسول خدا کی خدمت میں آئے۔ اور
شکایتاً دریافت کیا۔ کہ کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت نے

فرمایا کہ حکم نازل ہوا ہے۔ کہ تبلیغ میں کروں یا میرے اہل بیت سے
کوئی غیر نہیں کرسکتا۔ مدعا تھا کہ ساری امت کو معلوم ہو جائے
سورہ کے ایک حصہ کی تبلیغ کی اہلیت نہیں رکھتے۔ خلیفہ وجانشین
سارے قرآن کی تعلیم و تبلیغ و نائب کیسے مامور ہو سکتا ہے۔ یہ و
کتب تواریخ و احادیث میں درج ہے۔ اس واقعہ کے راویان خود
علیہ السلام و ابن عباس و ابوسعید خدری و ابن عمر و ابو ہریرہ و سعد
وقاص و ابو رافع اور انس بن مالک ہیں۔ چند عبارات ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث براۃ الی اہل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ بعلی فقال خذ ہذا الکتاب فامض بہ الی اہل مکۃ فلحقتہ واخذت الکتاب منہ فانصرف ابوبکر وہو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فی شیئ۔ قال لا الا انی امرت ان ابلغ انا او رجل من اہل بیتی ...	حضرت علی کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے ابوبکر کو سورہ برأت کی تبلیغ کے لئے مکہ بھیجا۔ لیکن انکے پیچھے مجھے (حضرت علی) کو روانہ کیا اور کہا کہ ابوبکر سے سورۃ براۃ لیلو اور اہل مکہ پر تبلیغ کرو۔ پس میں ابوبکر سے راستہ میں مل گیا اور سورۃ برأت ان سے لیلی ابوبکر رنجیدہ و کبیدہ خاطر واپس آنحضرت کی خدمت میں گئے اور سوال کیا کہ کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا نہیں لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسکی تبلیغ یا خود میں کروں یا میرے اہلبیت کا فرد تبلیغ کرے۔
عن عبداللہ مرزبری ... ارجح المناقب ...	

صحیح بخاری میں یہ واقعہ تین جگہ لکھا ہے۔ کنز العمال میں تحریر ہے کہ جب
معزول ہو کر حضرت ابوبکر جناب رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو رہے
تھے اور رو رو کر شکایت کی۔ علی المتقی: کنز العمال۔ الجزو الاول۔ صفحہ ۲۴۶ یہ عبارت قابل
غور ہے۔ اُس سے صاف عیاں ہے کہ آنحضرت نے ابوبکر کو واپس ہی بلالیا۔
یہ کیسا ہوتی کہ انہوں نے امارت حج کے فرائض انجام دئے غلط ہے۔ امیر حج کا سب سے

تبلیغ سورہ برأۃ تھی۔ حضرت ابوبکر کا سورہ برأۃ کو لیکر روانہ ہونا کے بعد لکھا ہے:-

علی الحقہ فـرد لم و یبلغها انت فلما قدم ابوبکر قال یا رسول اللہ حدث فی شیی. قال ما حدث فیك الا خیر ولکن امرت ان لا یبلغ الا انا و رجل منی۔

(ابوبکر کے روانہ ہونیکے بعد) جناب رسولخدا نے علی سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر تک پہنچو۔ ابوبکر کو میرے پاس واپس کردو۔ اور تم خود اس سورۃ کی تبلیغ کرو۔ پس علی نے ایسا ہی کیا جب ابوبکر واپس جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہت روئے اور رو رو کر عرض کی کہ کیا میرے خلاف کوئی بات نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا نہیں خیریت ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسکی تبلیغ یا تو میں خود کروں یا وہ شخص کرے جو مثل میرے نفس کے ہو۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الاول صفحہ ۲۴۶ حدیث نمبر ۴۴۰ و صفحہ ۲۴۷ حدیث ۴۴۱ +

اخرج احمد بسند حسن عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث ببرأۃ مع ابی بکر فلما بلغ ذا الحلیفہ قال لا یبلغها الا انا او رجل من اهل بیتی فبعث بها مع علی ... عن علی لما نزلت عشر آیات من برأۃ فبعث بها النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی بکر لیقرأها علی اهل مکۃ ثم دعانی فقال ادرك ابابکر فحیثما لقیتہ فخذ منہ الکتاب

امام احمد حنبل نے صحیح اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے سورۃ برأۃ کی آیات ابوبکر کو دیکر بھیجا جب وہ ذوالحلیفہ تک پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اسکی تبلیغ یا میں کروں یا وہ جو مجھ میں سے اور میرے اہلبیت سے ہو پس آپ نے علی کو بھیجا ... حضرت علی کہتے ہیں کہ جب دس آیات سورۃ برأۃ کی نازل ہوئیں تو جناب رسول خدا نے ابوبکر کو وہ آیات دیکر بھیجا کہ اہل مکہ پر پڑھیں۔ تو پھر آنحضرت نے مجھے بلایا اور کہا کہ فوراً ابوبکر کو جا کر پکڑو جہاں بھی ان کو پا سکو اور وہ آیات ان سے لیکر

فرجع ابوبکر فقال یا رسول اللہ نزل فی شیئ فقال لا ولکن جبریل قال لا یودی عنک الا انت او رجل منک ۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ۔ شرح صحیح بخاری الجزء الثامن باب الا الذین عاھدتھم من المشرکین ص۲۱۲ کتاب التفسیر سورۂ برأت ۔

تم تبلیغ کردیں پس میں نے ایسا ہی کیا واپس جناب رسول خدا کے پاس پوچھا کہ میرے متعلق کچھ نازل ہوا ۔ فرمایا اور تو کچھ نہیں لیکن جبرئیل میرے اور کہا کہ یہ کار تبلیغ کے فرائض کی ادا تم کر سکتے ہو یا وہ جو تم میں سے ہو لہذا میں نے علی کو بھیجا ۔

تاریخ حبیب السیر میں اُس گفتگو کو جو جناب ابوبکر کی معزولی کے بعد ابوبکر و آنحضرت میں ہوئی ہے ۔ اس طرح لکھا ہے :۔

"چوں امیر المومنین ابوبکر بملازمت حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام رسید ۔ از آنحضرت پرسید کہ یا رسول اللہ از من چہ صادر شد کہ از قرأت سورۂ برأت ممنوع گشتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ہیچ منقصتے بحال تو راہ نیافتہ ولکن الامین ھبط الی من اللہ عز وجل بانہ لا یودی عنک الا انت او رجل منک وعلی منی وھو اخی ووصی ووارثی وخلیفتی فی اھل بیتی وامتی بعدے یقض دینی وینجز وعدی ولا یودی عنی الا علی ۔ ترجمہ ۔ جب امیر المومنین ابوبکر راستہ ہی سے واپس ہو کر جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر آئے تو آنحضرت سے سوال کیا کہ اے رسول اللہ مجھ سے کیا قصور صادر ہوا کہ سورۂ برأت کی تبلیغ سے منع کر دیا جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تم سے کوئی گناہ تو صادر نہیں ہوا لیکن جبرئیل امین خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام لیکر میرے پاس نازل ہوئے کہ تبلیغ و فرائض کی ادائیگی صرف تم کو کرنی چاہیئے یا اُس کو جو تم میں سے ہو ۔ اور علی مجھ میں سے ہے ۔ میرا بھائی ہے ۔ میرا وصی ہے میرا وارث ہے ۔ میرے اہلبیت میں اور میری امت میں میرا خلیفہ ہے ۔ میری ذمہ داریاں یہ ادا کرے گا ۔ اور میرے وعدے یہی پورے کریگا ۔ میرے کام کی تکمیل کرے گا اور ان امور کو سوائے علی کے اور کوئی نہیں کر سکتا ۔

فات الکبرٰی ج ۲ قسم ا ص ۱۲۱

زالاول ص ۱۵۰ و ۱۵۱۔ الجزء الثانی ص ۲۹۹ و جزء الثالث ص ۲۱۲ و ۲۹۳۔

: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۲۰۳

مستدرک علی الصحیحین۔ جزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۳۳

و جزو اول ص ۱۶۸ حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۱۵۶ تاریخ حبیب السیر جلد ا جز سیوم ص ۴۲

ی پارہ ۲ ص ۲۳۸ کتاب الصلوٰۃ۔ پارہ ۱۹ کتاب التفسیر۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ الجزء الثامن ص ۲۴۱ کتاب التفسیر۔

عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص ۲۴۶ حدیث ۴۴۰۰ ص ۲۴۷ حدیث ۴۴۱۱۔

میرزا محمد بن معتمد خان۔ نزول الابرار ص ۱۶ جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص ۲۰۹ و ۲۱۰

ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۱۱۱ ذکر حج ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص ۱۵۴۔

حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۱۹ روض الانف۔ الجزء الثانی ص ۳۲۲

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۵۳ و ۳۵۷۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۸۷ و ۵۸۸۔

اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوئم ص ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵۔

محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی باب سیوم ص ۱۰۳۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام ص ۲۲۔

شاہ عبد الحق: مدارج النبوۃ جلد دوئم ص ۲۹۲ و جذب القلوب الی دیار المحبوب۔

ملا معین: معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ باب دوازدہم ص ۲۱۰

صحیح ترمذی: ک ۴۴۔ سورۃ ۹ ح ۵،۷ شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ۔ جلال الدین السیوطی: جمع الجوامع۔

تفسیر معالم التنزیل۔ موفق الدین ابو العباس احمد بن یوسف بن الحسن الکواشی تفسیر تلخیص۔

شیخ سلیمان قندوزی: ینابیع المودۃ۔ باب الثامن عشر ص ۷۶، ۷۷۔

یہ نہایت عظیم الشان واقعہ تھا۔ اس سے بہت سے براہ راست سے ضمنی نتائج اخذ ہوتے ہیں:۔

۱۔ حضرت علی اہلبیت رسول ہیں۔

۲۔ جو کار نبوت جناب رسول خدا کر سکتے تھے۔ وہی علی مرتضیٰ کر سکتے تھے، یہی اصل و نائب کی یگانگت، خلافت کی جان اور اس کی اول شرط ہے۔

۳۔ جب حضرت ابوبکر صرف دس آیات کی تبلیغ میں جناب رسول خدا کی نیابت نہیں کر سکتے تھے تو اُن کے سارے کام کی نیابت کی اہلیت تو مطلقاً ہی نہ تھی۔

۴۔ نیابت و خلافت بحکم خداوندی ہوتی ہے۔ اور اس میں امت کو مطلقاً دخل نہیں۔ اور رسول کو بھی خداوند تعالیٰ کی اجازت کے بعد اسمیں دخل ہوتا ہے۔

۵۔ یہ ایسا عظیم الشان و پر از نتائج واقعہ تھا کہ جناب ابوبکر کو اپنی معزولی سے رنج ہوا۔

۶۔ حضرت علی کی فضیلت حضرت ابوبکر پر بغیر کسی شبہ کے واضح ہوگئی۔

۷۔ جناب رسول خدا کی نیابت کے لئے حضرت علی سے بہتر اور موزون کوئی اور شخص نہ تھا۔

۸۔ عمر میں زیادہ ہونا باعث فضیلت و ترجیح نہیں۔

۹۔ صاف طور سے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ علی میرا خلیفہ و وصی و وارث ہے۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر معزول ہو کر فوراً واپس آگئے اور حضرت علی کی سرداری میں حج کا قافلہ آگے چلا گیا اگر حضرت ابوبکر امیر حج تھے تو پھر آنحضرت کی خدمت میں راستہ ہی سے واپس ہونے کیا معنی؟

۱۱۔ حضرت عمر کا عذر کہ دعابہ (مزاح) کی وجہ سے علی امارت کے لائق نہیں غلط ثابت ہوا۔

فعل ۱۲ واقعہ مباہلہ۔ کار نبوت میں براہ راست شرکت۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا

نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (پارہ ۳۔ سورہ آل عمران ع)

ی دلیل و بحث سے عیسائی نہ ملنے تو آخری تدبیر خداوند تعالیٰ نے
دیہ بتائی کہ ان سے مباہلہ کرو۔ تم اور علی اور نصاری اولاد عیسائیوں
ؐ نکل کر مباہلہ کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں آنحضرت مباہلہ کے لئے اس طرح
ے آگے آپ تھے اور آپ کے پیچھے جناب علی مرتضیٰ و فاطمہ و حسنین علیہ السلام
۔ جب عیسائیوں نے ان کے چہرے دیکھے تو اُن کے عظمت و جلالت سے مرعوب
ہو کر مباہلہ نہ کیا اور صلح کر لی۔ یہ واقعہ شروع سنہ ہجری میں ظہور پذیر ہوا۔ ان مسلمات
تاریخیہ میں سے ہے۔ اس سے کسی ایک مورخ یا محدث یا مفسر نے انکار نہیں کیا۔
یہ ان واقعات خصوصیہ میں سے ہے کہ جن کے مقابلہ میں گروہ اہل حکومت کے
علماء اپنے ارکانِ حکومت کے لئے کوئی واقعہ نہ وضع کر سکے۔ کیونکہ واقعات وضع
نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اس میں کچھ نکتہ چینی کر سکے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ صرف
اتنا ہی کیا اور کر سکتے تھے کہ جنکو تعصب نے بہت مغلوب کر لیا۔ اُنہوں نے اپنی کتابوں
میں اس واقعہ کو نہ لکھا لیکن اُس سے انکار کرنے یا اس کے خلاف لکھنے کی جرأت
اُن کو بھی نہ ہوئی +

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ مدارج النبوۃ
میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

حضرت صلعم مکتوبے بہ نصارائے نجران فرستاد و ایشان را دعوت باسلام کرد پس
آنجماعت بعد از مشاورت یکدیگر چہاردہ کس را از قوم خویش اختیار کردہ بمدینہ فرستادند
تا احوال رسول را صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تحقیق کنند و خبر بایشان رسانید و سہ نفر
دریں بودند کہ کار و بار و اختیار بدست ایشاں بود۔ یکے عبدالمسیح ملقب بہ عاقب دیگر
ایہم ملقب بہ سید۔ و دیگر ابوالحارث۔ چوں بمدینہ رسیدند۔ جامہائے راہ از خود دور کردہ
حلہائے ابریشمین پوشیدہ و انگشتریہائے طلاء در دست کردہ بہ مسجد نبوی درآمدند و
سلام کردند حضرت جواب سلام ایشاں نداد و روئے مبارک از ایشاں باز گردانید۔

(الی ان قال) پس از مسجد بیرون آمدند بعثمان بن عفان و عبدالرحمن بن
پیغمبر شما مکتوبے بما نوشت و ما را دعوت نمود۔ چوں نزد او آمدیم و سلام
شنیدیم و هر چند سخن کردیم نزد ے غیر سکوت چیزے ندیدیم۔ اکنوں رائے
چیست۔ آیا بازگردیم بدیار خود یا توقف کنیم۔ عثمان و عبدالرحمن با علی گفت
تو دریں مهم چیست۔ گفت رائے من آنست که ایں جامهائے فاخر و انگشتر
از خود دور کنند و جامها برسم رهبانان پوشیده در مجلس شریف در آیند۔ آں
بموجب فرمودهٔ علی عمل نموده نزد آنحضرت صلعم رفتند و سلام کردند۔ حضرت جواب
سلام ایشاں باز داد و فرمود که بآں خدائے که مرا براستی مبعوث فرمود که ایں قوم
نوبت اول چوں بمجلس من در آمدند شیطان با ایشاں بود۔ بعد ازاں سرور عالم ایشانرا
باسلام دعوت نمود۔ ایشاں بآنحضرت گفتند چه می گوئی در شان عیسی۔ آنحضرت فرمود
امروز جواب شما نمی گویم اقامت کنید دریں بلده تا جواب ایں سوال بشنوید گویا انتظار
وحی کرد پس روز دیگر ایں آیت نازل شد۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ
خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ
الْمُمْتَرِيْنَ. فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ
تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا
وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ. سید عالم
ایشاں را طلبید و آیات بر ایشاں خواند۔ مگر آنها اقرار نکردند و بر اعتقاد خویش مصر بودند
حضرت فرمود چوں باور نمی کنید بیائید تا با یکدیگر مباهله کنیم یعنی دعا کنیم در شان یک دیگر
و گوئیم لعنت خدا بر دروغگویاں باد۔ گفتند ما را مهلت ده تا دریں باب تامل کنیم و فردا
بیائیم۔ روز دیگر صباح بنزد رسول صلعم آمدند۔ و حضرت خود مستعد و متهی مباهله بود حسین
بن علی را در بغل کرده حسن را بدست مبارک خود گرفته و فاطمه زهرا در عقب آنحضرت و علی
مرتضی در عقب فاطمه و حضرت فرمود بایشاں که چوں دعا کنم شما آمین گوئید۔ سبحان الله
ایں چه وقت و چه حالت است و چه شاهد و چه مشهود۔ گرده نصاری چوں ایں پنجتن پاک را

ندیشہ دعا و آمین شنیدند بترسیدند۔ ابوالحارث بن علقمہ کہ دانشمند ایشاں
اے قوم بدرستیکہ من روئے چند می بینم اگر بخواہند از خدا کہ زائل گرداند کوہ را
خود زائل میگردد بخواہش ایشاں۔ زنہار مباہلہ نکنید کہ ہلاک شوید و ہیچ
بر پشت زمین نماند۔ و فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوگند بخدائے کہ بقائے
من در دست قدرت اوست کہ اگر مباہلہ میکردند مسخ کردہ می شدند بصورت
قردہ وخنازیر و مہیئت این ۔ وادی برایشاں آتش را و بیخ برکندہ می شوند اہلِ نجران
ہمہ مرغاں کہ بر سر درختانِ ایشاں اند و یک نمیگذاشت کہ تمام نصاریٰ ہلاک
شدند پس گفتند۔ یا ابا القاسم با تو مباہلہ نمے کنیم۔ فرمود پس مسلمان شوید
گفتند ایں کار را زمانے آید۔ فرمود پس محاربہ را آمادہ شوید۔ گفتند ما را طاقت و
قوت محاربہ با تو نیست ولیکن مصالحت می کنیم با تو برآنکہ ہر سال دو ہزار حلہ
ہر حلہ چہل درہم باشد دہیم۔ در روایتے آمدہ کہ سی اسپ و سی شتر و سی زرہ و سی
نیزہ دہیم۔ پس برین جملہ مصالحت واقع شد۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۹۹ (مطبوعہ منشی
نولکشور دا قع کانپور سنہ ۱۹۰۲ء ۔

تاریخ حبیب السیر جلد اول۔ جزو سوم صفحہ ۳۶۶ و ۳۶۷۔

ترجمہ۔ جناب رسول خدا نے ایک مکتوب نصاریٰ نجران کے پاس بھیجا اور انکو اسلام کی طرف
دعوت دی اہل نجران نے بعد مشاورت ۱۴ آدمیوں کو اپنے میں سے منتخب کرکے مدینہ آنحضرت
کی خدمت میں بھیجا تاکہ جناب رسولخدا کے حالات کی تحقیق کر کے ان کے پاس خبر بھجوائیں۔ ان میں سے
سارا معاملہ صرف تین آدمیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ایک عبدالمسیح المعروف۔ عاقب دوسرا ایہم ملقب
بہ سید اور تیسرا ابو الحارث۔ جب وہ لوگ مدینہ پہنچے تو اپنے سفر کے کپڑے اتار کر لباس فاخرہ پہنی
انگشتریاں طلائی پہنکر آنحضرت کی خدمت میں مسجد میں گئے اور سلام کیا لیکن آنحضرت نے
جواب سلام کچھ نہ دیا۔ بلکہ اپنا منہ اُن کی طرف سے پھیر لیا۔ وہ لوگ مسجد سے باہر آئے عثمان
بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ تمہارے پیغمبر نے ہمکو خط لکھکر بلایا اور جب ہم آئے

اور سلام کیا تو سلام کا جواب تک انہوں نے نہ دیا۔ حالانکہ ہم گفتگو کرتے تھے۔
خاموشی کے جواب نہیں ملتا تھا۔ اب تمہاری رائے کیا ہے۔ ہم واپس
عثمان وعبدالرحمن آنحضرت کی طبیعت ومنشار کو نہ سمجھ سکے۔ اسلئے حضرت
عرض کی کہ آپ کی رائے کیا ہے۔ حضرت علی نے کہا کہ یہ لوگ یہ لباس فاخرہ
اتار دیں۔ اور رہبانوں کا سا لباس پہنکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوں
کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر آن کر سلام کیا۔ آ
سلام دیا اور فرمایا کہ قسم بخدائے لایزال جس نے مجھکو مبعوث برسالت کیا ہے۔ جب یہ لوگ پہلی
پاس آئے تھے تو ان کے ہمراہ شیطان تھا۔ اس کے بعد آنحضرت نے انکو اسلام کی طرف دعوت
دی ان لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ عیسیٰ کی شان میں کیا کہتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس سوال کا
جواب میں تمکو آج نہیں دیتا۔ اس شہر میں ٹھہرو تاکہ اس سوال کا جواب مجھ سے سنو۔ گویا آپ منتظر
وحی تھے۔ پس دوسرے روز یہ آیات نازل ہوئیں۔ بتحقیق عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے کہ پہلے
اس کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر خدا نے فرمایا کہ ہوجا اور وہ ہوگیا۔ یہ حق ہے تیرے خدا کی طرف سے
اب شک کرنے والوں میں نہ ہو پس اس کے بعد کہ تیرے پاس یہ علم آچکا ہے اگر کوئی تجھ سے حجت
کرے تو اس سے کہہ کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اپنے نفسوں کو جمع کرکے پھر آپس
میں مباہلہ کریں پس خدا کی لعنت جھوٹ بولنے والوں پر ہو۔ آنحضرت نے ان لوگوں کو طلب
کیا اور انپر یہ آیات تلاوت فرمائیں لیکن انہوں نے اقرار نہ کیا اور اپنے اعتقاد پر قائم رہے۔
آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اب چونکہ تم کو یقین نہیں آتا آؤ تاکہ ہم مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کو بددعا
کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو آپ مہلت دیں تاکہ آپس میں
مشورہ کرلیں اور پھر آئیں۔ پس دوسرے روز صبح کو وہ آنحضرت کی خدمت میں آئے اس طرف
آنحضرت نے مباہلہ کا انتظام کر لیا تھا حسین ابن علی کو گود میں لیکر حسن ابن علی کی انگلی پکڑکر اسطرح
نکلے کہ آپ کے پیچھے پیچھے حضرت علی و فاطمہؑ تھے۔ آنحضرت نے ان سے کہا کہ جب میں دعا کروں تو تم
آمین کہنا سبحان اللہ کیا وقت اور کیا سماں تھا۔ کیسے گواہ تھے کیسے مشہود تھے۔ جماعت نصاریٰ
نے جب ان پنجتن پاک کو دیکھا اور آنحضرت کے اس ارشاد و دعا و آمین کو سنا تو ڈر گئے گویا ابو الحارث

سب سے زیادہ دانشمند تھا کہنے لگا کہ اے قوم میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر یہ خدا سے درخواست کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو خداوند تعالیٰ ان کی خواہش کے مطابق پہاڑ کو ہٹا دے۔ ہرگز مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو گے۔ اور کوئی نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہیگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ قسم بخدائے برتر جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر یہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہو جاتے اور خداوند تعالیٰ اُنکے اوپر آگ برساتا۔ اہل نجران ہلاک ہوتے۔ اُنکے درختوں پر ایک پرندہ باقی نہ رہتا اور تمام نصاریٰ ہلاک ہوتے۔ پس اُن لوگوں نے عرض کی کہ اے ابوالقاسم ہم مباہلہ نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ اُنہوں نے کہا یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا تو پھر جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم میں آپ کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اس بات پر صلح کرتے ہیں کہ ہر سال دو ہزار پوشاکیں جن میں ہر ایک کی قیمت چالیس درہم ہوگی آپ کو ادا کرینگے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے علاوہ تیس گھوڑے تیس شتر تیس زرہ تیس نیزہ بھی ہم دینگے۔ پس ان تمام پر مصالحت ہو گئی۔

محدث شیرازی آنحضرت کے مباہلہ کے لئے باہر آنے کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:-

قال آنکہ حضرت از حجرۂ شریف بیرون آمدہ بود حسین ابن علی را در زیر بغل و دست حسن را بدست خویش گرفتہ فاطمہ و علی مرتضیٰ از عقب آں سرور بودند۔

روضۃ الاحباب ص ۵۲۳۔

ابو حاتم رازی نے اس واقعہ کو بالکل اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے جیسا ہم نے اوپر مدارج النبوۃ و حبیب السیر سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں یہ فقرہ ہے۔ اقبل معہ علی والحسن والحسین وفاطمۃ۔ یعنی آنحضرت مباہلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ آپ کے ہمراہ علی و حسن و حسین و فاطمہ تھے۔ عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوئم ص ۳۱۹ +

علامہ جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری اپنی تفسیر کشاف میں آیہ مباہلہ کی تفسیر میں یہ واقعات بالکل اسی طرح لکھنے کے بعد حضرت عائشہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں:-

وعن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم فاطمہ ثم علی ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت .....
وفیہ دلیل لاشی اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء علیہم السلام۔

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صبا آ نکلے کہ آپ کالی ردا اوڑھے ہوئے۔ انہیں اپنی ردا کے اندر کر لیا حسین اپنی ردا کے اندر کر لیا۔ پھر فاطمہ و پھر ع انکو بھی اپنی ردا کے اندر داخل کر لیا پھر تلاوت فرمائی کہ یہ اہلبیت ہیں جن سے رجس دور کیا گیا ہے اور جنکو پاک و صاف کیا گیا ہے .....اس میں آل عبا کے لئے نہایت قوی دلیل ان کی فضیلت کی ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری کشاف الجزء الاول تفسیر آیہ مباہلہ ص ۳۰۷ +

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں تحریر کرتے ہیں:۔

عن ابی ریاح مولی ام سلمہ قال قال رسول اللہ لو علم اللہ تعالی فی الارض عبادا اکرم من علی وفاطمۃ والحسن والحسین لامرنی ان اباھل بہم ولکن امرنی بالمباھلۃ مع ھؤلاء وھم افضل الخلق فغلبت بھم الیھود والنصاری۔

ابو ریاح حضرت ام سلمہ کے غلام کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ اگر خداوند تعالی کو تمام دنیا میں علی و فاطمہ و حسنین سے زیادہ فضیلت والے لوگ معلوم ہوتے تو وہ مجھے انکی مدد سے مباہلہ کرنیکا حکم دیتا لیکن اس نے مجھے حکم دیا کہ میں علی و فاطمہ و حسنین کی مدد سے مباہلہ کروں وہ تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ افضل ہیں انکی وجہ سے نصاریٰ و یہود مغلوب ہوئے۔

فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ

بہ تفسیر آیہ فمن حاجک فیہ الآیہ کشاف میں لکھا ہے کہ کوئی دلیل آیہ مباہلہ سے قوی تر فضیلت اصحاب کساء میں نہیں ہے اور اصحاب کساء علی فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام ہیں کیونکہ

قال فی الکشاف لا دلیل اقوی	جب یہ آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو جناب
من فضل اصحاب الکساء وھم	رسول خدا نے ان لوگوں کو بلایا حسین
الحسنان لانھا نزلت دعاھم	کو اپنی گود میں لیا۔ حسن کی انگلی اپنے ہاتھ
بیدہ سلم فاحتضن الحسین اخذ	میں پکڑی۔ آپ کے پیچھے فاطمہ تھیں۔
ن دمشت فاطمہ خلفہ وعلی خلفھما	اور ان دونوں کے پیچھے حضرت علی تھے
ھم انھم المراد من الآیۃ۔	پس اس آیۃ میں ان ہی لوگوں سے مراد ہے۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول فی الآیات الوارد فیھم الآیۃ التاسعہ صفحہ ۹۳

تمام حوالہ جات کو ہم ایک جگہ جمع کرتے ہیں:۔

صحیح مسلم۔ جزو السابع۔ کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث ثالث صفحہ ۷۲ و باب الحادی عشر الفصل الاول فی الآیات الواردہ فیھم الآیۃ التاسعہ صفحہ ۹۳۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوئم صفحہ ۴۹۹ تا ۵۰۰۔

ملا معین: معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب سیزدہم در بیان وقائع سال دہم از ہجرت صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۳۔

تاریخ حبیب السیر۔ جلد اول۔ جزو سیوم صفحہ ۱۷ و ۴۷۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۸۸

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص ۳۳۹۔

ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ صفحہ ۱۵۰۔

جلال الدین سیوطی: تفسیر در المنثور۔ الجزء الثانی صفحہ ۳۹۔

جار اللہ الزمخشری: تفسیر کشاف۔ جلد اول صفحہ ۲۰۰۔

تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۰۶ — تفسیر بیضاوی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۴۰

فخر الدین رازی: تفسیر کبیر۔ مطبوعہ مصر جلد دوئم ص ۷۰۰

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ باب الثانی صفحہ ۹

سید علی الہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ ثانیہ۔ در فضل آل عبا حدیث اول حدیث چہارم

: سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث صفحہ ۲۴ روضۃ الاحباب ص ۵۲۳ سنن ترمذی

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل فوائد مترتب ہوتے ہیں:۔

(۱) یہ واقعہ تشریح ہے اور نیز ثبوت ہے اُس دعا کی قبولیت کا جو جو رسول خدا نے شروع زمانہ نبوت میں حضرت موسیٰ کی طرح خدا سے مانگی تھی کہ علی سے آپ کا بازو مضبوط کرے اور اس کار عظیم میں اُن کو آپ کا شریک وزیر و خلیفہ مقرر کرے ✦

(۲) وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ کار نبوت میں شریک ہونے کے کیا معنی؟ وہ اس واقعہ سے اُس شرکت کی تشریح و معانی کو سمجھنے کی کوشش کریں ✦

(۳) سقیفہ بنی ساعدہ کے وکلا (یعنی علماء اہل حکومت کہا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر کی بڑی عمر باعث ترجیح تھی اور نیز یہ کہ حضرت علی نے ایسی صغر سنی میں اسلام قبول کیا کہ وہ سبقت اسلامی باعث ترجیح نہیں ہوسکتی۔ اس واقعہ نے اس قسم کی بحث کی جان نکال کر اُس کو مردہ کر دیا۔ امام حسین کی ابھی اتنی عمر تھی کہ گود میں رہتے تھے اور امام حسن کی عمر انگلی پکڑ کر چلنے کی تھی۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے نزدیک ان بچوں کا بچپن وہ وقعت رکھتا تھا۔ جس کو اُن بڈھوں کا بڑھاپا ترستا تھا جنکی غالباً ڈاڑھیاں بھی ان دونوں بچوں کے قد سے بڑی ہونگی۔ اور یہ وہی علی ہیں جنکی صغر سنی کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر کی کبر سنی پانی بھرتی ہے ✦

(۴) افضل کی موجودگی میں مفضول و کمتر شخص کو منتخب کرنا سنت الٰہی نہیں ہے۔

(۵) کار نبوت و خلافت میں سقیفہ والے حکام کا حصہ نہیں ہے ✦

(۶) حضرت علی قطعاً وحتماً اُن لوگوں سے افضل و بہتر تھے جن کو سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے لئے منتخب کیا گیا ✦

(۷) یہ انتخاب خدا کی طرف سے ہوتا ہے ✦

(۸) چونکہ سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی اس کے معارض ہے اور اُس میں ان بدیہی اصولوں کو نظر انداز کیا گیا۔ بلکہ اُن کی مخالفت کی گئی۔ لہٰذا اُس اجلاس کی

ہیں۔ اور وہ خود نظر انداز ہونا چاہیئے +

بھی کار نبوت میں آنحضرت کو اپنے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا
رف حضرت علی اور اُن کی اولاد و زوجہ محترمہ ہی کو شریک فرماتے تھے
رے کی طرف رجوع نہیں کرتے +

ہٰذا نتیجہ نکلا کہ حضرت علی اور صرف حضرت علی ہی خلافت کے مستحق تھے
لو خدا و رسول نے اس غرض کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ یہ کام امت کا نہ تھا
اور اُنہوں نے غلط اصولوں پر عمل کر کے غلط آدمی منتخب کئے +

فصل ۱۲۔ تجہیز جیشِ اُسامہ :-

وحی الٰہی سے آنحضرت کو معلوم ہو چکا تھا کہ رفیق اعلیٰ کی طرف سے پیغام وصال آگیا ہے۔ حکم الٰہی یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ کے بموجب آپ نے بمقام غدیر خم یہ آخری پیغام الٰہی اپنی امت کی طرف پہنچا دیا۔ اور اُس کے بعد جو آیہ شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی۔ اُس سے سب لوگوں پر واضح ہو گیا کہ اب عنقریب ہمارا رسول ہم سے جدا ہونے والا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر اس آیہ کو سنکر آنحضرت کی رحلت کا تصور کر کے رونے لگے۔ معلوم نہیں وہ رونا آنحضرت کی محبت کی وجہ سے تھا یا اُس عظیم الشان مہم اور اُس کے نتائج کے تصور سے تھا کہ جس میں سے گزرنا حضرت عمر کی صلاح کے بموجب ناگزیر ہو چکا تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرت کے اصحاب میں ایک ایسی جماعت موجود تھی جو حضرت علی کے طرف حکومت کے جانے کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اس جماعت نے منافقین کو اپنے ساتھ ملا کر ایک اچھی اکثریت پیدا کر لی تھی۔ اپنے اس ماحول کی کیفیت سے ایک معمولی فہم و ذکا کا آدمی بھی بہت آسانی سے آگاہ ہو سکتا تھا۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست و ذکاوت تو تمام لوگوں سے بالاتر تھی۔ علاوہ اس کے جس ہستی نے آنحضرت کو منافقین کی موجودگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ اُس ہستی نے منافقین کے اُن دوستوں سے آنحضرت

کو آگاہ کر دیا۔ بہ صورت ایسی جماعت کی موجودگی اور آنحضرت کو اس مقصد کا علم ہونا ہم اس کتاب کے باب سیزدہم میں بہت تفصیل کرینگے۔

جب حالات یہاں تک پہنچگئے اور زمانہ رحلت رسول نزدیک آیا تو آنحضرت کو خیال آیا کہ اگر اس مخالف جماعت کے بڑے بڑے ارکان رحلت کے وقت مدینہ سے دور ہوں گے اور بوجہ دوری کے اپنے مدعا کو عمل میں نہ لاسکینگے تو ممکن ہے کہ علی کی حکومت و خلافت قائم ہوجائے اور اس امت کو صراط مستقیم پر چلانے والا ہادی بغیر رکاوٹ کے مل جاوے۔ لہذا جس دن مرض الموت شروع ہونے والا تھا اس سے ایک دن پہلے آپنے جیش اسامہ مرتب فرمایا اور اس میں تمام صحابہ کو باستثنا حضرت علی و بنو ہاشم شامل ہونیکا حکم دیا۔ مدعا یہہ تھا کہ زید کی موت اور واقعہ موتہ کی شکست کا بدلہ بھی پورا ہوجائے۔ اور جب آپ رحلت فرمائیں اور خلافت کے قیام کا وقت آئے تو وہ لوگ جو حضرت علی کے مخالف تھے اور وہ جو خود مسند حکومت کی خواہش رکھتے تھے مدینہ میں موجود نہ ہوں لیکن وہ لوگ تو پہلے ہی سے اس وقت کی امید میں بیٹھے تھے وہ کیونکر مدینہ چھوڑ سکتے تھے آنحضرت کی باربار کی تاکید اور اصرار کے باوجود وہ نہ گئے یہانتک کہ آنحضرت کا انتقال ہوگیا۔ ایسی تدابیر اختیار کرنا جناب رسول خدا کی شان کے منافی نہ تھا۔ مدعا تو وہی ہدایت خلق تھا۔ یہ سنت الہی تھی کہ مخالفین کی تجویزوں کو اپنی تجویزوں سے توڑا جائے۔ ارشاد خداوندی یاد کرو۔ مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ جب علی کو اپنے رسول کے بستر پر سلا کر اور اسطرح کفار کی آنکھوں میں خاک ڈالکر وہاں سے اپنے رسول کو نکالنے میں خداوند تعلی کی کچھ تنقیص شان نہ ہوئی تو مخالفین کو اس طرح مدینہ سے نکالنے میں جناب رسول خدا کی کونسی کسر شان تھی۔

اب اس اجمال کی ہم تفصیل کرتے ہیں:۔

...سنہ ہجری تھا کہ آنحضرت نے تین ہزار مہاجرین و انصار کا لشکر زیر
...ید ابن حارثہ شام کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ حارث بن عمیر کی موت
...جو حدود شام کے اندر بمقام موتہ شرجیل بن عمر غسانی کے حکم سے
...ے گئے تھے۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی زید بن حارثہ
...تی میں تھے لیکن حضرت علی اس لشکر میں بھی نہ تھے۔ آنحضرت کا حکم تھا
کہ اگر زید بن حارثہ قتل ہو جائیں تو امیر لشکر جعفر بن ابی طالب ہوں۔ اگر وہ بھی قتل
ہو جائیں تو پھر لشکر کی سرداری عبداللہ بن رواحہ کریں گے۔ مسلمانوں کا لشکر یہاں ادھر
سے قیصر روم یعنی ہرقل کا لشکر آیا۔ دونوں کا مقابلہ حدود شام کے اندر بمقام موتہ ہوا
آنحضرت کے مقرر کردہ سردار یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں کام آئے۔ پھر
لشکر نے یہ سرداری ثابت بن اقرم کے سپرد کی۔ انہوں نے علم تو لے لیا لیکن یہ فرمایا
کہ مجھ میں اس کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس پر خالد بن ولید نے علم خود لے لیا۔ انکو
کسی نے سردار مقرر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ زرقانی لکھتے ہیں:۔ ثم اخذ اللواء خالد بن
ولید ولم یکن من الامراء و ھو امیر نفسہ (زرقانی شرح علی المواہب اللدنیہ الجزء الثانی صفحہ ۲۷۲)
ترجمہ۔ پھر خالد بن ولید نے علم لے لیا۔ وہ آنحضرت کے مقرر شدہ امیروں میں سے نہ تھے۔ انہوں نے
اپنے جی سے امارت لی تھی۔ یہی فقرہ تاریخ طبری میں ہے۔ (محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک
الجزء الثالث ص ۱۰۹)۔ خالد بن ولید نے اچھی داد شجاعت دی لیکن جب رنگ اکھڑتا
ہوا دیکھا تو لشکر سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر نے صلاح دی کہ جان بچا کر بھاگ چلنا مناسب
ہے۔ یہاں تو سوائے موت کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ یہ لشکر نہایت شاندار پسپائی
کے ساتھ واپس ہوا۔ اس ہزیمت خوردہ لشکر کے مدینہ پہنچنے کا نقشہ مولوی شبلی نعمانی
مرحوم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:۔

> "جب یہ ہزیمت خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہنچی اور اہل شہر اس کی مشایعت
> کو نکلے تو لوگ غمخواری کی بجائے اُنکے چہروں پر خاک ڈالتے تھے کہ او فراریو
> تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے۔" سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۲۷۲ +

دیگر کتب تواریخ میں بھی ان لوگوں کی اسی طرح گت بننے کی حالت د
الجزء الثالث صنہ۱۱ و تاریخ کامل ابن الاثیر۔ الجزء الثانی صنہ۹ و تاریخ الخمیہ
الجزء الثانی صنہ۷۹۔ ام المومنین ام سلمہ نے اپنے بیٹے سلمہ کی نہ وجہ سے پ
کہ میں نماز میں سلمہ کو آنحضرت کے ساتھ نہیں دیکھتی۔ اس نے جواب د
نکلنا شاق گزرتا ہے کیونکہ جب نہ باہر جاتا ہے تو لوگ اس کو جنگ ے
طعنہ دیتے ہیں اور اس کی حیا اس کو برداشت نہیں کرتی۔ ملاحظہ ہو تاری
الجزء الثانی صنہ۔ شرم کا حصہ بھی خداوند تعالیٰ نے ہر ایک کو برابر نہیں دیا۔ ایسے
بھی لوگ تھے جو ایک نہیں کئی لڑائیوں میں سے بھاگے اور پھر پانچوں سواروں میں
شامل ہیں +

اُس عالم علم لدنی و واقف اسرار خفی وجلی نے مناسب نہ سمجھا کہ اس شکست
کا بدلہ اُسی وقت لیا جائے۔ بلکہ اُس کو ایک خاص وقت کیلئے ایک خاص مقصد کے
ماتحت ملتوی کر دیا چنانچہ اس شکست کے بعد فتح مکہ ہوئی۔ حرم کعبہ سے بت نکالے گئے۔
غزوہ حنین ہوا۔ محاصرہ طائف ہوا۔ غزوہ تبوک ہوا۔ نصارائے نجران نے معاہدہ کیا چاروں
طرف وفود بھیجے گئے۔ یمن و بحرین و شام میں اشاعت اسلام ہوئی۔ حجۃ الوداع ہوا۔
آنحضرت نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اُمت کو اپنی جلد آنے والی رحلت سے
مطلع کیا۔ اپنے جانشین کا اعلان فرمایا۔ جب یہ سب امور ہو چکے اور آپ کا مرض
الموت شروع ہونے والا ہوا تو ایک دن پہلے آپ نے حکم دیا کہ موتہ کی شکست کا انتقام
لینے کیلئے ایک لشکر تیار کیا جائے۔ اور فوراً ہی بغیر توقف کے کوچ کر جائے۔ ان واقعات
کی ترتیب صاف بتا رہی ہے کہ عام حالات میں تو موتہ کی شکست کا بدلہ لینے والا
لشکر فوراً ہی اس کے بعد بھیجا جاتا۔ لیکن اُس کا التوا ایک خاص مقصد کی غرض
سے خاص و مناسب وقت کیلئے کر دیا گیا۔ اس لشکر کی سرداری زید بن حارثہ کے لڑکے
اسامہ کے سپرد کی گئی۔ جن کا سن مشکل سے اٹھارہ اُنیس سال کا تھا۔ اور اس کی ماتحتی میں
ساٹھ اور پچپن برس کے معمر لوگ کر دیئے گئے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بوجہ کبر سنی

کے زیادہ مستحق تھے بہ نسبت حضرت علی کے غور کریں۔ جبکہ حضرات شیخین اس اٹھارہ برس کے لڑکے کے نیچے رہ سکیں تو حضرت علی کے ماتحت رہنے میں کیا عار ہو سکتا تھا۔ علامہ شبلی اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

غزوات میں گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا۔ آنحضرت صلعم اُن سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپ نے اُسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لیکر اہل شام کی طرف جائیں اور اُن شریروں سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ ہجری آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لائے۔ وہاں سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا۔" سیرۃ النبی جلد دوئم حصہ اول صفحہ ۱۳۱ +

روضۃ الاحباب میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ ہم اس کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

"از عائشہ مروی است کہ گفت شبے از خواب برآمدم رسول صلعم را در جامۂ خواب نیافتم۔ از عقب آں سرور بیروں رفتم۔ دیدم کہ در بقیع آمد و گفت۔ السلام علیکم دار قوم مومنین۔ انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون۔ اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم۔ اللھم اغفرلا ھل البقیع الغرقد۔ در روایتے آنکہ عائشہ گفت۔ در اول شبے بود کہ آنحضرت صلعم از جامۂ خواب برجست و رواں شد گفتم پدر و مادرم فدائے تو باد بکجا میروی۔ گفت مامور گشتیم باستغفار برائے اہل گورستان بقیع ابو رافع در روایتے ابو موہیبہ در روایتے ہر دو کہ آنرا ذکر کردہ دے بودند با خود برد۔ ابو موہیبہ گوید۔ آمد بہ بقیع و بجہت اہل آں مقبرہ زمانے طویل استغفار نمود و چندان دعائے خیر کرد برایشاں کہ آرزو کردم کہ کاشکے من ہم از اہل آں گورستان بودمے تا شرف آں دعا را یافتمے۔ آنگاہ فرمود۔ گوارا باد شما را آں نعیم کہ درآید و دور آید از فتنہا کہ مردم درآنند نجات دادہ است خداوند تعالیٰ شما را ازانکہ و بمردم دارد و فتنہا چوں

قطعہائے شب تاریک اند آخر آں با اول آں متصل است۔ آخر آں فتنہا بدتر است
از اول۔ بعد از آں روئے من کرد و گفت اے ابو مویہبہ خزائن دنیا را بر من عرض کرد
مرا مخیر ساختند میان آنکہ در دنیا باقی باشم و بعد از آں بہشت را اختیار کنم یا
لقائے پروردگار خود و بعد از آں بہشت گفتم یا رسول اللہ پدر و مادرم فدائے تو باد
خزائن دنیا و بقائے آں و بعد از آں بہشت را اختیار کن فرمود نہ بتحقیق کہ لقائے
پروردگار خویش و بہشت را اختیار کردم۔ و چوں از انجا باز گشت مریض شد منقول است
از عطاء بن یسار کہ گفت رسول اللہ را شبے گفتند برو بہ بقیع و بخواہ برائے اہل آں مقبرہ
استغفار کن۔ حضرت رفت و استغفار نمود و بازگشت و در خواب شد۔ باز با وے
گفتند برو برائے اہل بقیع استغفار کن۔ باز رفت و طلب آمرزش نمود۔ باز گشت و
باستراحت مشغول شد۔ باز با وے گفتند برو و برائے شہدائے احد دعائے خیر
بتقدیم رساں۔ حضرت صلعم بکوہ احد رفت و در شان شہدائے احد دعائے خیر
بتقدیم رسانید و مر آں حضرت را صداع گشتہ سر خود را بعصابہ بستہ بود۔"

روضۃ الاحباب ص۵۳۵ و تاریخ طبری الجزو الثالث ص۱۹۰ و تاریخ الکامل الجزو الثانی ص۱۲۱

مدارج النبوۃ میں شاہ عبد الحق محدث دہلوی اس واقعہ کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں:۔

"آخر غزوات و سرایا سریہ اسامہ بن زید بن حارثہ است کہ او را در روز دوشنبہ
بست و ششم ماہ صفر سنہ یازدہم از ہجرت بجانب ابنے بضم ہمزہ و سکون موحدہ کہ از
دیار روم است و مقتل پدر او بود در سریہ موتہ امیر ساخت کہ بر سر آنجماعت تاختن
آرد و آتش در خانماں ایشاں زند و در رفتن تعجیل نماید کہ پیش از وصول خبر بر سر
آں قوم رود۔ و پیش از رفتن جیش طلائع بفرستد و رہبراں باخود ببرد و در
ہمیں فکر بودند کہ روز چہارشنبہ بست و ہشتم ماہ مذکور آنحضرت را مرض طاری شد و
تپ و درد سر عارض گشت در روز دیگر باوجود مرض بدست مبارک لوائے برائے او
عقد نمود و فرمود اغز بسم اللہ و فی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ پس

رفت ولوا را بریدہ بن الحضیب داد تا دراں لشکر صاحب لوا او باشد و
مدینہ مطہرہ منزل ساخت تا سپاہ آنجا جمع شود و حکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان
صحابہ مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و سعد بن وقاص و ابو
عبیدہ بن الجراح وغیرہم الاعلی مرتضی را رضی اللہ عنہم اجمعین کہ ہمراہ نکرد دراں
لشکر ہمراہ اسامہ باشند و ایں معنی بر خاطر بعضے مردم گراں آمد کہ غلامے را بر
اکابر مہاجرین و انصار گردانید و در مجلس ازیں جماعت سخنان ازیں باب بظہور
می آید و دورے یافت چوں ایں اخبار بسمع شریف رسید خاطر مبارکش رنجیدہ
شد و بغضب در آمد و باوجود تپے در دسر از خانہ مبارک بعصابہ بربستہ بیروں آمد
بر سر منبر رفت و خطبہ خواند و فرمود اے معشر الناس ایں چہ سخن است کہ در باب
امیر ساختن اسامہ را از شما سر بر میزند و در باب امارت پدرش در غزوہ موتہ نیز
میکردند۔ بخدا سوگند وے سزاوار امارت است و پدرش نیز سزاوار امارت بود
و زید از دوست ترین مردم بود و پسرش اسامہ نیز از دوست ترین مردم است
نزد من بعد از وے و ہر دو مظنہ خیر اند۔ اکنوں وصیت من در شان وے بنیکی قبول
کنید کہ وے از جملہ خیار شما است پس از منبر فرود آمد و بخانہ مبارک در رفت و
آمدہ است کہ چوں عمر بن الخطاب در زمان خلافتش اسامہ را میدید میگفت
السلام علیك ایها الامیر اسامہ میگفت غفر الله لك یا امیر المومنین
میگوئی تو مرا امیر پس گفت عمر ہمیشہ ہستم کہ میخوانم ترا امیر تا زندہ ام دمی گفت رفت
رسول خدا ازیں عالم و تو بر ما امیر بودی۔ اسامہ نزد وفات رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم ہیزدہ یا نوزدہ سالہ و بعضے بست گفتہ اند و گویند ایں واقعہ در دہم ربیع
الاوّل بود و دریں روز طوائف مردم کہ مامور بودند بر فتن نزد اسامہ فوج فوج
می آمدند و آنحضرت صلعم را وداع کردہ بلشکرگاہ می تافتند۔ و دراں روز مرض رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر بود و پیغمبر جیش اسامہ را ان کنند و زیادہم اسامہ بعسکر خود عزم وداع آنحضرت
آمد و بر بالین شریف حاضر شد و سر مبارک را پیش برد و سر و دست مبارکش را

را تقبیل نمود ثقل مرض بر آنحضرت چناں غلبہ داشت کہ مجال تکلم نداشت و امروز دست مبارک آنحضرت بجانب آسمان بر آوردہ بر اسامہ فرود می آوردو اسامہ گفت چنان دانستم کہ مرا دعا میکرد پس اسامہ از حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آمدہ بلشکر آمدہ وقت صباح روز شنبہ باز آمد و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را خفتی حاصل شدہ بود۔ اسامہ را وداع نمودہ فرمود اغذ علی برکتہ اللہ و اسامہ بنا بر فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ لشکرگاہ رفت و فرمان داد تا لشکر کوچ کنند و چوں خواست کہ خود سوار شود مادرش ام ایمن پیغام فرستاد کہ رسول خدا در نزع است اسامہ بازگشت و اشراف صحابہ رضی اللہ عنہم نیز مراجعت نمودند و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و امثال ایشان رضوان اللہ علیہم خود در مدینہ مطہرہ بودند۔

مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۳۱ و ۵۳۰ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور واقع کانپور سنہ ۱۹۰۴ء

نیز ملاحظہ ہو۔ تاریخ الخمیس حسین دیار بکری الجزء الثانی ص ۱۷۱ و تاریخ الطبری الجزء الثالث ص ۱۸۸ و ۱۸۹ اور تاریخ الکامل ابن الاثیر الجزء الثانی ص ۱۲۰ و تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سیوم ص ۶۷

ابن حجر مکی اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:۔

فیہ جواز امارۃ المولیٰ وتولیۃ الصغار علی الکبار والمفضول علی الفاضل لانہ کان فی الجیش الذی کان علیہم اسامہ ابوبکر وعمر۔

اس واقعہ سے غلام کی امارت اور چھوٹے کی حکومت بڑے لوگوں پر اور مفضول کی حکومت فاضل پر جائز ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس لشکر میں جسکا امیر اسامہ بن زید تھا ابوبکر و عمر بھی تھے۔

فتح الباری الجزء السابع ص ۶۹ مناقب زید بن حارثہ۔

ابن حجر کی اس تحریر سے ہمارے دو دعوے ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت ابوبکر و عمر ماتحت تھے اسامہ کے اس لشکر میں۔ اور دوسرے یہ کہ وکلائے گروہ حکومت یعنی علمائے اہل سنت وجماعت کی ذہنیت یہ ہے کہ یہ بزرگوار واقعات کی بنا پر اپنے اعتقاد کی درستی نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ اپنے اعتقاد کی بنا پر واقعات کی کتربیونت کرتے ہیں۔ یا اُن کی توجیہ کرتے ہیں۔ آپ نے اس مبحث کے منطق کی

حظہ کیا بغیر یہ ثابت کئے ہوئے کہ حضرت ابوبکر و عمر افضل تھے اسامہ
نے اپنا ایک عقیدہ قائم کرلیا۔ ابھی تو یہ امر ہی ثابت نہیں کہ حضرات
رت اُسامہ بن زید سے افضل تھے تو پھر اس مختی کی بنا پر یہ کلیہ کیونکر ثابت
سلام جو دین فطرت ہے اس بات کو جائز رکھتا ہے کہ اعلیٰ محکوم ہو۔ اور ادنی
ابن حجر نے اسامہ کو حضرات شیخین سے کمتر ہونے کی دو وجوہات کی طرف اشارہ
کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ غلام زادہ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ وہ عمر میں انسے چھوٹا تھا
ابن حجر جیسا عالم فاضل منطقی اور یہ اُس کی بحث۔ معلوم ہوا کہ مضمون ہی میں کچھ
جان نہیں تو بیان کرنے والا کیا کرے۔ زید آزاد کردہ غلام تھا۔ اور اسامہ ایک
آزاد شخص اُس آزاد شدہ غلام کا لڑکا۔ اور غلام بھی کس کا رسول عربی کا۔ اسلام
میں آزاد شدہ غلام کا آزاد لڑکا کسی طرح درجہ میں دوسرے آزاد لوگوں سے کمتر
نہیں ہوتا۔ یہ اسلام دین فطرت ہے۔ ذات پات کی زنجیروں سے جکڑا ہوا برہمنی
مذہب نہیں۔ خداوند تعالیٰ تو یہ کہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ تم میں سے
خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہی افضل و بہتر ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہو۔ ابن حجر
کہتے ہیں۔ بہتر وہ ہے جو امیر گھرانہ میں پیدا ہوا ہے۔ کمتر وہ ہے جو غریب ہے۔ اگر
اصلی فضائل کو دیکھا جائے تو اُسامہ بن زید نے کبھی اصنام پرستی نہیں کی تھی۔
اور اس بدترین و ذلیل ترین نجاست سے کبھی آلودہ نہیں ہوا تھا۔ یہ بزرگوار اس کفر
کی نجاست میں جو بدترین قسم کی نجاست ہے بچپن سے اپنی عمر کے بڑے حصے تک لتھڑے
رہے۔ اسامہ کا باپ شہید راہِ خدا تھا۔ ان بزرگواروں کے والد اس نعمت سے
محروم تھے۔ ساری بحث کو جانے دو۔ جب رسول خدا نے خود صاف صاف فرمادیا
کہ زید امارت کے لائق تھا اور اسامہ اُن سب سے افضل اور بہتر ہے جو اُس کے
ماتحت اس لشکر میں ہیں تو سارا قصہ ہی ختم ہو گیا۔ اگر حضرات شیخین اُن سے افضل
ہوتے تو آنحضرت یہ مختصر سی بات فرمادیتے کہ واقعی تم اسامہ اور اس کے باپ سے
افضل ہو لیکن میرا اسلام ایسا دین فطرت ہے کہ اس معقول زین میں اعلیٰ کے اوپر

اُس کے ادنیٰ کی حکومت و امارت جائز ہے۔ لہذا تم کو وجہ اعتراض جاننا چاہیئے۔ اس سے وہ لوگ بھی خوش ہو جاتے۔ دین کا ایک کلیہ ہو جاتا۔ لیکن جب آنحضرت نے یہ کلیہ قائم نہیں کیا۔ تو اب کج بحثی کو کون جائز رکھ سکتا ہے اور یہ جو صغر سنی و کبر سنی کی نزاع ہے تو اس قابل ہی نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے۔ کیا سو برس کا بوڑھا ایک جوان رعنا سے بہتر ہے۔ کیا ایک معمر جاہل ایک کم عمر والے عالم سے بہتر ہے۔ یہ تو معمولی آدمی بھی جانتا ہے کہ ع بزرگی بعقل است نہ بہ سال

علامہ ذہبی تذہیب التہذیب میں اسامہ کے حال میں لکھتے ہیں:۔

امرہ النبی علی جیش فیہ ابوبکر و عمر فلم ینفذ حتی مات رسول اللہ۔

یعنی رسول خدا نے اُسامہ کو اُس لشکر پر امیر مقرر کیا تھا جس میں ابوبکر و عمر تھے لیکن وہ نہیں گئے۔ یہاں تک کہ جناب رسول خدا نے رحلت فرمائی۔

آنحضرت نے لشکر اُسامہ کی روانگی کے لئے نہایت تہدید شدید کے ساتھ بار بار تاکید فرمائی۔ جب آپ کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ نہیں گئے تو آپکو نہایت رنج ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی جوش رنج و غضب میں بحالتِ مرض شدید آپنے باہر آنکر منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ کے حکم کی تاکید اس جملہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو آپنے بار بار فرمایا یعنی یہ کہ خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو باوجود مامور ہونے کے لشکر اُسامہ کے ساتھ نہیں جاتے۔ اصلی فقرہ یہ ہے: جہزوا جیش اُسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ چنانچہ کتاب ملل ونحل شہرستانی میں ضمن اختلافات صحابہ میں درج ہے:۔

الخلاف الثانی فی مرضہ انہ قال	دوسرا اختلاف صحابہ آپکے مرض کے دوران میں
جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من	تھا وہ یہ کہ آپنے فرمایا کہ جیش اُسامہ تیار کرو۔
تخلف عنہا فقال قوم یجب علینا	خدا کی لعنت ہو اُس پر جو باوجود مامور ہونے کے
امتثال امرہ و اسامۃ برز من المدینۃ	اُس کے ساتھ شامل نہ ہو صحابہ میں سے ایک فریق

رقد اشتد مرض
لا تسع قلوبنا المفارقة
هذه حتى نبصر
ن من امره .

نے کہا کہ ہمارے اوپر آنحضرت کے حکم کی تعمیل واجب ہے اور
اسامہ مدینہ سے باہر چلے گئے اور ایک فریق نے کہا کہ
آنحضرت کا مرض شدید ہو گیا ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ
آنحضرت کو اس حالت میں چھوڑ دیں ہمکو چاہئے کہ ہم
ٹھہر جائیں اور دیکھیں کہ آنحضرت کے مرض کا انجام
کیا ہوتا ہے

شرح مواقف میں ہم کو مندرجہ ذیل عبارت ملتی ہے:

قال الآمدي كان المسلمون عند
وفاته على عقيدة واحدة
وطريقة واحدة الا من كان
يبطن النفاق ويظهر الوفاق
ثم نشأ الخلاف فيما بينهم
في امور اجتهادية لا توجب كفرا
ولا ايمانا وكان غرضهم منها
اقامة مراسم الدين و
ادامة مناهج الشرع القويم
وذلك كاختلافهم عند قول
النبي في مرض موته ائتوني
بقرطاس اكتب لكم كتابا
لا تضلوا بعدي حتى قال عمر
ان النبي قد غلبه الوجع حسبنا
كتاب الله وكثر اللغط في ذلك
حتى قال النبي قوموا عني لا ينبغي

علامہ آمدی کہتے ہیں کہ آنحضرت کے وقت موت تک
تمام مسلمان ایک عقیدہ و طریقہ واحد پر تھے
سوائے ان کے جو اپنے دلوں میں نفاق کو پوشیدہ
رکھتے تھے اور ظاہر میں یگانگت دکھاتے تھے پھر
صحابہ میں اختلافات پیدا ہوئے اولاً تو وہ ایسے
اختلافات تھے جن سے کفر یا ایمان پر اثر نہیں
پڑتا تھا۔ اور ان اختلافات کی **غرض محض** اقامت
و ادامت دین و شرع تھی۔ اور یہ ایسے اختلافات
تھے کہ جیسے اپنے مرض موت میں **آنحضرت** نے فرمایا
کہ قلم و دوات لاؤ تاکہ میں ایک ایسا صحیفہ لکھدوں
کہ جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو لیکن
حضرت عمر نے کہا کہ نبی کے اوپر مرض نے غلبہ کیا
ہے ہمارے لئے تو کتاب خدا ہی کافی ہے۔ آپس
میں بیہودہ گوئی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول
خدا نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ میرے
پاس تنازعہ کرنا مناسب نہیں یا مثلاً وہ اختلاف

عندی التنازع وکا ختلافهم
بعد ذلك فى التخلف عن
جيش اسامه . فقال قوم
قد وجب الاتباع لقوله
جهزوا جيش اسامه لعن
الله من تخلف عنها قال قوم
بالتخلف انتظارًا لما يكون
من رسول الله فى مرضه.

جو جیش اُسامہ سے تخلف ک
ایک فریق نے تو کہا کہ آنحضرؐ
لازم ہے۔ کیونکہ جناب رسو
جیش اُسامہ میں شامل ہو
اُسپر جو باوجود مامور ہونیکے ا
کرتا ہے اور دوسرے فریق نے جو تخلف
یہ کہا کہ ہمیں انتظار کرنا ضروری ہے۔ دیکھیں
آنحضرتؐ کے مرض کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

کتاب ملل و نحل شہرستانی اور شرح مواقف کی یہ عبارتیں بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ یہ ہمارے اس دعویٰ کی قطعی دلیل ہیں کہ اسلام میں اختلاف ان لوگوں نے پیدا کیا جو اپنے اغراض و مفاد کے لئے جناب رسول خدا کے احکام کی پابندی کرنے سے اعراض کرنے لگے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان عبارتوں کے لکھنے والے کون ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکا عقیدہ ہے کہ ان اختلافات کے موجد اور ان اختلافات سے فائدہ اُٹھانے والے رسول خدا کے جائز و برحق جانشین تھے۔ لہذا اختلافات کی دو قسمیں کی گئیں۔ ایک وہ جن سے کفر واجب ہوتا ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ وہ کونسے اختلافات تھے۔ دوسرے وہ جو صرف تقویت و حفاظت اسلام کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ان کی مثالیں بتادیں کیونکہ انہی کی خاطر تو یہ قسمیں مقرر کی گئی تھیں۔ غرضکہ تخلف از جیش اسامہ و منع کتابت کو اجتہادی اختلافات کا نام دیکر ان کے سر تحفظ اسلام کا سہرا باندھا گیا۔ رسول خدا تو فرمائیں کہ جو جیش اُسامہ سے باوجود مامور ہونے کے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت۔ ہمارے شارحین فرماتے ہیں کہ نہیں۔ یہ تخلف بغرض تحفظ اسلام تھا۔ رسول خدا تو فرمائیں کہ اس ہدایت آمیز کتابت کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ہمارے شارعین فرماتے ہیں کہ نہیں منع از کتابت اسلام کے تحفظ کا باعث تھا۔ اب تک تو ہم اجتہادی غلطی کے یہ معنی سمجھے

رسول خدا کے بعد امت میں آپس میں کسی اصول فقہ یا تاویل آیت پر
اجتہادی اختلاف سمجھا جا سکتا ہے بشرطیکہ اختلاف کرنے والے
فن میں مہارت رکھتے ہوں۔ اب یہ معلوم ہوا کہ نہیں۔ خود رسولِ خدا سے
اختلاف کو بھی اجتہادی اختلاف کہتے ہیں۔ پھر تو کام بہت آسان ہو گیا۔
رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ جہاد میں ثابت قدم رہو۔ میدان جنگ سے بھاگنا برا ہے۔ بھاگنے
والے کہیں نہیں ثابت قدم رہنا باعثِ ہلاکت ہوتا ہے۔ لہذا جان بچا کر بھاگنے
میں ثواب ملتا ہے۔ رسولِ خدا فرماتے ہیں۔ جنگ کیلئے باہر نکلو۔ آپ کہیں۔ یہ موسم باہر
جانے کا نہیں ہے۔ رسولِ خدا کہیں کہ دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھو۔ اسلام کو ترمیم کرنیوالے
کہیں نہیں۔ ایک ہی شے کو پانچ دفعہ دہرانا تضیع اوقات ہے۔ ایک دفعہ کافی ہے
اجتہادی اختلاف تو خوب ہوا۔ اس نے راحت و آرام دنیاوی کا دائرہ بہت
وسیع کر دیا۔ پھر کافر کیا برا کرتے تھے۔ رسولِ خدا سے اُن کا بھی تو اختلاف ہی تھا پھر تو
یہ اجتہادی اختلاف کرنے والے اور کفارانِ قریش ایک ہی کیمپ میں چلے گئے۔

ابن الحدید معتزلی اپنی شرح نہج البلاغۃ میں تحریر کرتے ہیں:۔

لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مرض الموت دعا اسامہ بن زید بن حارثہ فقال سر الی مقتل ابیک فاوطئہم الخیل فقد ولیتک علی ھذا الجیش وان اظفرک اللہ بالعدو فاقلل اللبث وبث العیون وقدم الطلائع فلم یبق احد من وجوہ المہاجرین والانصار الا کان فی ذالک الجیش منہم ابوبکر وعمر فتکلم قوم و قالوا یستعمل ھذا الغلام علی جلۃ المہاجرین والانصار

جب رسولِ خدا کو مرض الموت لاحق ہوا تو آپ نے اُسامہ بن زید بن حارثہ کو بلایا اور کہا کہ لشکر تیار کر کے اپنے باپ کے مقتل کی طرف لیجاؤ۔ میں نے تم کو اس لشکر پر امیر و سردار مقرر کیا۔ اگر خداوند تعالیٰ تمکو فتح دے تو وہاں کم ٹھہرنا۔ اپنے دستے اور ہراول دشمن کے ملک میں آگے بھیج دینا۔ مہاجرین و انصار کے بڑے بڑے عمائد اس لشکر میں اُسامہ کے ماتحت تھے۔ ابوبکر و عمر بھی اس میں مامور کیے گئے لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس لڑکے کو بڑے بڑے مہاجرو انصار پر جناب رسول خدا نے سردار بنایا ہے جب

فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم لما سمع ذلک وخرج
عاصبا راسہ فصعد المنبر وعلیہ
قطیفۃ فقال ایھا الناس ما مقالۃ
بلغتنی عن بعضکم فی تامیری
اسامۃ ولقد طعنتم فی تامیری اباہ
من قبلہ وایم اللہ ان کان لخلیقا
بالامارۃ وابنہ من بعدہ لخلیق
بھا وانھما لمن احب الناس
الی فاستوصوا بہ خیرا فانہ
من خیارکم ثم نزل ودخل بیتہ
وجاء المسلمون یودعون رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلم ویمضون الی عسکر
اسامۃ بالجرف وثقل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم واشتد ما یجدہ فارسل
بعض نسائہ الی اسامۃ و
بعض من کان معہ یعلمونھم
ذلک فدخل اسامۃ من
معسکرہ والنبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم مغمور
وھو الیوم الذی لدوہ فیہ

آنحضرت نے انکا یہ اعتراض سُنا تو آپ
ہوئے اور بیت الشرف سے باہر تشریف
سر پر کپڑا باندھا ہوا تھا منبر پر تشریف
فرمایا اے لوگو! یہ تمہارا کیا اعتراض ہے جو
ہے تم اس بات پر طعنہ زنی کرتے ہو کہ میں نے
اسامہ کو سردار مقرر کیا ہے بیشک تم نے اس سے
بھی طعنہ زنی کی تھی جب میں نے اُس کے باپ
زید کو تمہارا میر مقرر کیا تھا۔ اور قسم بخدا زید امیری کے
لئے تم سے لائق تھا اور اس کے بعد اسکا بیٹا اسامہ
امیری و سرداری کیلئے تم سے زیادہ لائق ہے۔ یہ
دونوں میرے بہت عزیز و محبوب ترین اشخاص
میں سے ہیں۔ پس تم اسامہ سے نیکی چاہو یہ تمہارے
اچھے لوگوں میں سے ہے۔ پھر آپ منبر سے تشریف
لے آئے اور داخل بیت الشرف ہوئے۔ لوگ
آنحضرت سے وداع ہوتے تھے اور لشکر کی
طرف جاتے تھے جو بمقام جرف تھا۔ پس اس کے
بعد جناب رسول خدا کا مرض شدید ہو گیا آنحضرت
کی ازواج میں سے چند نے اسامہ کی طرف یہ
پیغام بھیجا کہ واپس آجائے اور جو لوگ اسامہ کیساتھ
تھے انہیں سے چند کچھ اور زیادہ ان پیغام لانے
والوں کو پڑھا دیتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسامہ
اپنے لشکر سے واپس مدینہ آنحضرت کی خدمت میں
آگیا اور یہ وہ دن تھا جس دن ان لوگوں نے

اسامة عليه فقبله
صلى الله عليه وآله
اسكت فهو لا يتكلم
رفع يديه الى السماء
على اسامة كالداعي له
ما راليه بالرجوع الى عسكره
التوجه لما بعثه فيه فرجع اسامة الى
عسكره ثم ارسل نساء رسول الله صلى
الله عليه وآله الى اسامة يأمرنه بالدخول
ويقلن ان رسول الله صلى الله عليه وآله قد اصبح
بارئا فدخل اسامة من معسكره
يوم الاثنين الثاني عشر من
شهر ربيع الاول فوجد رسول
الله صلى الله عليه وآله مفيقا
فامره بالخروج وتعجيل النفوذ
وقال اغد على بركة الله وجعل
يقول انفذوا بعث اسامة و
يكرر ذلك فودع رسول الله صلى
الله عليه وآله وخرج ومعه
ابوبكر وعمر فلما ركب جاءه رسول
ام ايمن فقال ان رسول الله صلى
الله عليه وآله يموت فاقبل ومعه
ابوبكر وعمر وابو عبيدة فانتهوا

آنحضرت کو آپ کی مرضی کے خلاف دوا پلائی
آپ بیہوش تھے اسامہ آپ پر جھکے۔ آنحضرت
ہوش میں آئے اور اسامہ کو بوسہ دیا لیکن آپ
بول نہیں سکتے تھے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ
آسمان کیطرف اُٹھائے۔ پھر اُنکو اسامہ پر رکھا
معلوم ہوتا تھا کہ آپ دعا دے رہے ہیں پھر آپ نے
اشارہ کیا کہ تم اپنے لشکر کیطرف جاؤ اور اُس
مہم پر فوراً چلے جاؤ۔ جو تمہارے سپرد کیگئی ہے پس
اسامہ اپنے لشکر میں آگئے۔ پھر چند ازواج رسول
نے اسامہ کیطرف حکم بھیجا کہ تم چلے آؤ رسول
خدا کی حالت بہتر ہے پس اُسامہ اپنے لشکر سے
بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول واپس آئے
دیکھا کہ رسول خدا کچھ بول سکتے ہیں۔ آنحضرت
نے اسکو دیکھکر حکم دیا کہ تم فوراً چلے جاؤ اور
لشکر کو لیجانے میں جلدی کرو۔ اور یہ بھی فرمایا
کہ جاؤ جہاد کرو۔ خدا برکت دے اور آپ بار بار
کہہ رہے تھے کہ اُسامہ اور اُس کے لشکر کو فوراً
روانہ کرو پس اسامہ نے آنحضرت کو وداع
کیا اور باہر آئے اور حضرت ابوبکر و عمر اُنکے ساتھ
تھے پس لشکر میں پہنچکر آگے چلنے کے لئے تیار ہوئے
تو ام ایمن کا قاصد آیا کہ رسول خدا بحالت
نزع ہے پس وہ واپس آئے اور اُنکے ساتھ
ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ بھی تھے۔ رسول خدا کے

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ حین	دردولت پر اُسوقت پہنچے کہ جب
زالت الشمس من ھذا الیوم وھو	زوال پر تھا اور اُسوقت آنحضر
یوم الاثنین وقد مات واللواء مع	ہوگیا تھا علم فوج بریدہ بن الح
بریدہ بن الحصیب فدخل باللواء	پاس تھا۔ وہ علم لیکر آئے اور جناب
فرکزہ عند باب رسول اللہ صلی اللہ	کے دروازے پر علم کو حرکت دینے۔
علیہ وآلہ وھو مغلق وعلی علیہ السلام	دروازہ بند تھا اور اندر حضرت علی علیہ السلام
وبعض بنو ھاشم مشتغلون باعدادجہازہ	اور بعض بنو ہاشم آپ کی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے

وغسلہ۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الاول صفحہ ۵۳ شرح خطبہ شقشقیہ۔

اپنی شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے ایک اور جگہ ابو بکر جوہری سے نقل کیا ہے :۔

ان رسول اللہ امر فی مرض موتہ	جناب رسول خدا نے اپنے مرض موت میں ایک
اُسامہ بن زید بن حارثہ علی	لشکر مرتب کیا جس پر اسامہ بن زید بن حارثہ کو
جیش فیہ اجلۃ المھاجرین والانصار	امیر مقرر فرمایا۔ اس لشکر میں اکابر مہاجرین و
منہم ابوبکر وعمر وابوعبیدہ بن	انصار مثل ابوبکر وعمر وابوعبیدہ بن الجراح
الجراح وعبد الرحمن بن عوف	عبدالرحمن بن عوف وطلحہ وزبیر تھے۔ اور حکم
وطلحہ والزبیر وامرہ ان یغزو	دیا کہ وہ موتہ پر جہاں اسکا باپ قتل ہوا تھا
علی موتہ حیث قتل ابوہ زید و	جنگ کرے۔ اور نیز وادی فلسطین میں جنگ
ان یغزو وادی فلسطین فتثاقل	کرے پس اسامہ نے تیاری کی اور اسکی تیاری
اسامہ وتثاقل الجیش بتثاقلہ	کے ساتھ لشکر بھی تیار رہا۔ جناب رسول خدا
وجعل رسول اللہ فی مرضہ یثقل	کا مرض کبھی بڑھتا تھا اور کبھی گھٹتا تھا۔ اور
ویخف ویوکد القول فی تنفیذ	آنحضرت بار بار اس لشکر کی روانگی کی تاکید
ذلک البعث حتی قال لہ اسامہ	فرماتے تھے۔ یہانتک کہ اسامہ نے آپ سے
بابی انت وامی اتاذن لی ان	عرض کی۔ کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں

اما حتی یشفیک الله.
ج وسر علی برکة الله فقال
لله ان اخرجت وانت
ر الحال خرجت وفی قلبی
.منة فقال سر علی النصرة
حافیة فقال یا رسول الله انی اکره
ان اسئل عنک الرکبان فقال
انفذ لما امرتک ثم اغمی علی
رسول الله وقام اسامه فتجهز
للخروج فلما افاق رسول الله
سأل عن اسامه والبعث فاخبر
انهم یتجهزون فجعل یقول
انفذ وبعث اسامه لعن الله
من تخلف عنه ویکرر ذلک
وخرج اسامه واللواء علی راسه
والصحابه بین یدیه حتی اذا
کان بالجرف نزل ومعه
ابوبکر وعمر واکثر
المهاجرین ومن الانصار
اسید بن حضیر وبشیر
بن سعد وغیرهما من
الوجوه فجاء رسول ام ایمن
یقول له ادخل فان رسول ا

آپ مجھے اتنی اجازت دیں کہ میں اُس وقت تک
ٹھہر جاؤں کہ خداوند تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے
لیکن آنحضرت نے فرمایا کہ نہیں تم فوراً چلے جاؤ
اور خدا کی برکت پر بھروسہ رکھو۔ پھر اُسامہ نے
کہا کہ اگر میں اس حالت میں آپ کو چھوڑ کر
جاؤنگا تو میرے دل میں سخت رنج و الم رہیگا
لیکن پھر بھی آپ نے توقف کی اجازت
نہ دی اور فرمایا کہ تم چلے ہی جاؤ۔ پھر اسامہ نے
عرض کی کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ سے
شتر سوار مانگوں (جو خبریں لایا کریں) آنحضرت
نے پھر تاکید فرمائی اور کہا کہ میں تمکو حکم دیتا
ہوں تم اس حکم پر فوراً روانہ ہو جاؤ۔ اس کے
بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اسامہ اٹھے
اور جانے کی تیاری کرنے لگے جب جناب
رسولخدا کو افاقہ ہوا تو پھر اسامہ اور اُس کے روانہ
ہو جانیکی بابت سوال کیا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ
تیاری کر رہے ہیں۔ پھر آپ بار بار یہی کہتے رہے
کہ لشکر اسامہ فوراً چلا جائے۔ خدا لعنت کرے
اسپر جو لشکر اسامہ سے تخلف کرے۔ آپ اس
لعنت کے فقرے کی تکرار کرتے رہے پس اُسامہ
مدینہ سے باہر چلے۔ ان کے سر پر علم تھا اور صحابہ
ان کے گرد تھے حتی کہ جرف تک پہنچے۔ جو
مدینہ کی حوالی میں ہے اور وہاں پر ٹھہر گئے۔ ابوبکر و

سلیھوت فقام من فورہ فدخل	وعمر واکثر مہاجرین اُنکے ر
المدینۃ واللواء علی راسہ	بھی لوگ ساتھ تھے مثلاً
فجاء یرمی دکزہ فی باب	سعد وغیرہ۔ اتنے میں ام ایمن
رسول اللہ وقد مات فی	دی کہ جناب سرورِ کائنات نز
تلک الساعۃ قال فما کان	اسامہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ مد
ابوبکر وعمر یخاطبان اسامہ	اُنکے سر پر تھا۔ جوں ہی علم لاکر دروازہ ر
الی ان مات الا بالامیر۔	رکھا۔ آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی۔ ابوبکر وعمر ج
ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ الجزء الثانی ص۲	زندہ رہے اُسامہ کو امیر کہکر پکارتے رہے۔

حجج الکرامہ نواب صدیق حسن خان میں ہے:۔ انہ قال صلعم جہزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا (ترجمہ) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لشکر اسامہ میں شامل ہو اور اُسے تیار کرو۔ خدا کی لعنت اُس پر ہو جو باوجود مامور ہونے کے اُس سے تخلف کرے۔

ان روایات پر ناظرین خوب غور کریں۔ ہم ان کی توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف دلاتے ہیں:۔

۱۔ اُسامہ کی جنگ موتہ کی شکست اور زید کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے تھی +

۲۔ جنگ موتہ اس سے تقریباً تین سال قبل واقع ہو چکی تھی۔ اور اب نصرانیوں کی طرف سے کوئی پیش قدمی بھی نہ تھی +

۳۔ لیکن اب اتنی تعجیل تھی کہ ایک ایک لمحہ کی تاخیر ناگوارِ خاطر اقدس تھی۔ اسامہ نے آپ کے مرض کا عذر پیش کیا۔ جو بظاہر معقول تھا لیکن نامنظور ہوا۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا وہ نامنظور ہوا۔ زبان سے نہ بولا گیا تو ہاتھ ہی سے اشارہ کیا۔ کہ تم باوجود غشی سے ذرا بھی افاقہ ہوتا تھا تو آپ فرماتے کہ اُسامہ اور اُس کے لشکر کو روانہ کرو۔ ایک مریض قریب المرگ پیغمبر کے پاس جو آخری حربہ لعنت خدا کا ہو سکتا ہے وہ بھی استعمال کر لیا۔ صاحبان بصیرت [illegible]۔ یا تو وہ تاخیر کہ تین سال تک اس پر توجہ نہ فرمائی یا اب یہ تعجیل۔ آخر کچھ تو

ن تاخیر و اس تعجیل کا تھا۔

رت علی اور بنو ہاشم میں سے کیسی کو بھی جیش اسامہ میں جانے کیلئے مامور
ضرت علی کے ہوا خواہ اور دوست تھے ان کا بھی نام نظر نہیں آتا مثلاً عمار
راد۔ ابوذر وغیرہ۔

۵۔ برعکس اس کے حضرت ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ بن الجراح طلحہ، زبیر عبدالرحمٰن
عوف کے نام صریحاً کتب تواریخ میں درج ہیں کہ وہ اسامہ کے ماتحت اس لشکر میں
جانے کے لئے مامور کیے گئے۔

۶۔ آنحضرت نے صریحاً فرمایا کہ جو نامزد شخص جیش اُسامہ سے تخلف کرے
اُس پر خدا کی لعنت۔

۷۔ دوسرے فریق کا تخلف و اعراض بھی بغیر مقصد کے نہ تھا۔ وہ جانتے تھے۔
کہ اگر اس وقت ہم نے مدینہ چھوڑا تو خلافت ہاتھ سے گئی۔ اور مدتوں کی امیدوں
پہ پانی پھر جائیگا۔ باوجود آنحضرت کی اس تاکید اور اس لعنت کے نہ گئے۔ ۱۷ صفر
کو تجہیز جیش اسامہ کا حکم دیا گیا۔ اور اُن اصحاب کیا کو جو اس لشکر میں جانے کیلئے
مامور تھے نامزد کر دیا گیا۔ دس ربیع الاول تک یہ صحابہ لیت و لعل کرتے رہے اور
لشکر روانہ نہ ہو۔ اور جب روانہ ہوا تو باہر مدینہ کے پاس ہی ٹھہر گیا۔

۸۔ اور وہاں سے بھی برابر یہ کوشش جاری تھی کہ آگے نہ جائیں۔ صاحب اغراض
معمر بزرگ کمسن اور ناتجربہ کار اسامہ کو ٹھہرنے پر مجبور کرتے تھے اور بار بار کسی نہ کسی عذر کیساتھ
اُنکو واپس بھیجتے تھے لیکن آنحضرت سمجھتے تھے۔ ہر ایک درخواست نامنظور فرمائی۔

۹۔ اس کتاب کے باب سیزدہم میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ چند ازواج رسول
حضرت علی کی مخالف جماعت کی ہمدرد تھیں اور اُن کی تجاویز میں شامل ہوتی
تھیں چنانچہ یہاں بھی وہ چند ازواج اس جماعت کو مدد کرتی ہوئی نظر آ رہی
ہیں۔ اسامہ کے پاس رسول خدا کے حکم کے خلاف اپنا حکم بھیجتی ہیں کہ تم نہ جاؤ
بچاری سیدھی سادھی ام ایمن ان باتوں کو کیا جانے۔ زبیدہ اپنے انجام بھیجتی ہیں
آپ پہنچ...

تو ام ایمن کو لگا دیا کہ ماں کے کہنے سے تو ٹھہر جائیگا۔ انہوں نے کہا
خدا نزع میں ہیں تم نہ جانا ؛

۱۰۔ یہ بھی معمہ غور کے قابل ہے آنحضرت اپنی حالت کو اچھی
اسامہ کو باہر جانے کی تاکید فرما چکے تھے۔ اب اگر حالت نزع ؛
اسامہ کو بلانے سے کیا فائدہ۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب تو اپنے
یہی سب سے بہتر خدمت تھی کہ ان کے آخری حکم کی تعمیل کیجاتی۔ بہت ممکن
کہا جائے کہ محبت کے جوش نے چادر صبر کو چاک کر کے واپس آنے پر مجبور کر دیا
قربان جائیے اس سیاسی محبت و عشق کے۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں۔ کہ شمع مردہ کے
گرد چند پروانے تو ہیں جو اسطرح عشق کی آگ میں جل رہے جیسے اس کی زندگی
میں جلتے تھے۔ باقی محفل تو خالی نظر آتی ہے۔ رونق تو کہیں اور ہی
ہے جہاں انعام و اکرام کی امید میں بیعت کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ محبت
جو جرف سے کھینچکر لائی تھی کہیں اور ہی لے گئی ؛

۱۱۔ حضرت اسامہ والے معاملہ میں چند ازواج رسول کا ہاتھ اسطرح
نمایاں نظر آتا ہے جس طرح حضرت ابوبکر کی امامت نماز کے قضیہ میں
جب ہی تو آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ عائشہ! کیا اچھا ہوتا۔ جو تم مجھ سے
پہلے مر جاتیں ؛

۱۲۔ ابن ابی الحدید کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ازواج کے پیغام و احکام
جو قاصد لاتے تھے اُن کو اسامہ کے ارد گرد رہنے والے لوگ اپنی طرف
سے بھی بڑھا دیتے تھے۔ پھر اسامہ کی خدمت میں حاضر کرتے تھے۔ سازش کی
ہر ایک کڑی موجود ہے ؛

۱۳۔ بقول علامہ شہرستانی کے یہ دوسرا اختلاف تھا جو صحابہ رسول
نے آنحضرت سے کیا۔ ان اختلافات کی وجہ سے صحابہ رسول یا یوں کہئے
کہ امت محمدیہ دو بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک وہ جماعت جو آنحضرت

اطاعت میں حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل ماننے کے لئے تیار تھی۔ دوسری آنحضرت کے احکام سے اختلاف و اعراض کر رہی تھی۔ اور یہہ چاہتی خاندان نبوت سے حکومت نکل جائے۔ یہ ہے اصلی وجہ شیعہ وسنی ں ٭

ں قت آنحضرت نے تجہیز جیش اسامہ کا حکم دیا تو آپ کو بذریعہ وحی تھا کہ اب وقت رحلت آن پہنچا ہے جو دعا آپ نے جنت البقیع میں فرمائی ہے یہ صاف عیاں ہے ٭

۱۵۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم و والی نہیں ہو سکتا۔ اِس ہی بناء پر صحابہ نے اعتراض کیا۔ اور اِس ہی اصول کو صحیح مانکر آپ نے کہا کہ اسامہ تم سے بہتر ہے ٭

۱۶۔ اصحاب رسول میں کثرت ایسے لوگوں کی تھی جو آپکے احکام پر اعتراض نکتہ چینی کرتے رہتے تھے۔ اور اُن احکام کی تعمیل سے اعراض و اغماض کرتے تھے۔ یہ تو آنحضرت کی موجودگی کی بات ہے۔ ان لوگوں سے کیا بعید تھا۔ کہ آنحضرت کے اُس حکم کی نافرمانی کریں جو آپ نے حضرت علی کی جانشینی و حکومت کے متعلق دیا تھا۔ خصوصاً جبکہ یہ نافرمانی آپ کی رحلت کے بعد ہوتی تھی۔ رسول خدا کی آنکھ سے جو ذرا شرم وحیا تھی وہ بھی نہ رہی ٭

قضیہ امامت نماز۔ جناب رسول خدا کی زبان سے ملعون خدا بننا ایک بہت بڑا الزام ہے۔ لہذا اہل حکومت کو اس الزام سے بچانیکی کوشش کرنا وکلائے حکومت کا فرض ہوا۔ ایک نے کہا کہ لعنت کے فقرہ میں علی وبنو بھی آگئے۔ دوسرے نے کہا کہ حضرت ابوبکر کو تو امامت نماز کا حکم مل گیا۔ لہذا وہ لعنت کے حلقہ سے نکل گئے۔ جب مقدمہ کمزور ہوتا ہے اور واقعات یاری نہیں کرتے تو وکیل ایسی ہی کج بحثی پر اتر آتے ہیں۔ اور کچھ نہ ہوگا تو حاکم کے دل میں شبہ تو پیدا ہو ہی جائیگا۔ اور شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو ملتا ہے۔ لہذا

ہمارے آقا الزام سے بری ہوجائیں گے حضرت علی و بنو ہاشم کو تو آنحضرت اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے حکم ہی نہیں دیا کسی روایت میں کہ حضرت علی کو اس میں شامل کیا تھا۔ اور اگر وہ شامل ہوتے تو ہوتے۔ بلکہ روایات صحیحہ تو یہ کہہ رہی ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی کو کی تھی تجہیز و تکفین تم کرنا۔ جب وہ مامور ہی نہ تھے تو یہ فقرہ اُن کی طرف عائد نہیں ہوسکتا۔ اب رہا امامت نماز کا معاملہ تو یہ ثابت نہیں بحث میں استدلال کے لئے اس واقعہ پر انحصار کرنا جو خود ثبوت کا محتاج ہے مقدمہ کی کمزوری کی خاص علامت ہے۔

حضرت ابوبکر کی امامت نماز کا واقعہ گروہ اہل حکومت کی کتابوں میں مختلف طرق پر درج ہے۔ اور یہ اضطراب ہی اُس کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔ سیرۃ ابن ہشام خلاصہ ہے سیرۃ ابن اسحاق کا۔ سیرۃ ابن اسحاق آجکل نایاب ہے۔ موجودہ کتابوں میں سیرۃ ابن ہشام آنحضرت کے سوانح حیات میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ جس کتاب کا وہ خلاصہ ہے یعنی سیرۃ ابن اسحاق وہ آنحضرت کی سب سے پہلی سوانح حیات کی کتاب ہے سیرۃ ابن ہشام میں یہ واقعہ اسطرح درج ہے:۔

قال ابن اسحاق وقال ابن شہاب حدثنی عبد الملک ابن ابی بکر بن عبد الرحمن بن الحرث بن ہشام عن ابیہ عن عبد اللہ بن زمعۃ بن الاسود بن المطلب بن اسد [illegible] قال لما استعز برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا عندہ فی نفر من المسلمین قال دعاہ بلال الی الصلوۃ فقال مروا من یصلی بالناس قال فخرجت فاذا عمر

ابن اسحاق اسطرح کہتا ہے:۔ ابن شہاب نے روایت کی کہ مجھ سے بیان کیا عبد الملک نے اپنے باپ ابوبکر کے حوالہ سے اور ابوبکر نے روایت کی عبد اللہ بن زمعہ بن اسود سے۔ عبد اللہ بن زمعہ کہتا ہے کہ جب جناب رسول خدا کا مرض شدید ہوگیا تو میں بھی اور مسلمانوں کے ساتھ آنحضرت کے پاس تھا۔ اتنے میں بلال نے آنحضرت کو نماز کیلئے کہا۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ کسی سے کہدو کہ نماز پڑھادے۔ عبد اللہ بن زمعہ کہتا ہے کہ پس میں باہر نکلا۔ دیکھا کہ عمر لوگوں میں موجود

وكان ابو بكر غائبا فقلت
مر عمر فصل بالناس قال فقام
سمع رسول الله صلى
الله عليه وسلم صوته وكان عمر
مجهرا قال فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم فاين ابو بكر
يابى الله ذلك والمسلمون يابى
الله ذلك والمسلمون قال
فبعث الى ابى بكر فجاء بعد
ان صلى عمر تلك الصلوة
فصلى بالناس قال قال عبد الله
بن زمعة قال لى عمر ويحك ماذا
صنعت لى يا ابن زمعة والله ما
ظننت حين امرتنى الا ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم امرك بذالك
ولولا ذالك ما صليت بالناس قال قلت
والله ما امرنى رسول الله صلى الله عليه
وسلم بذالك ولكنى حين لم ار ابا بكر
رايتك احق من حضر الصلوة بالناس.

ہیں اور ابوبکر موجود نہ تھے پس میں نے کہا کہ اے
عمر اٹھو اور لوگوں کو نماز پڑھا دو پس عمر کھڑے
ہوئے اور تکبیر کہی۔ انکی تکبیر کی آواز آنحضرت
نے سنی۔ کیونکہ عمر کی آواز بہت بلند تھی۔ تو
آنحضرت نے فرمایا کہ ابوبکر کہاں ہیں۔ خدا اور
مسلمان انکار کرتے ہیں۔ خدا اور مسلمان انکار
کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائیں پس ابوبکر کو بلایا
گیا۔ ابوبکر اس وقت آئے کہ جب عمر لوگوں کو نماز
پڑھا چکے تھے لیکن پھر ابوبکر نے دوبارہ نماز پڑھائی
عبد اللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ اس پر عمر نے مجھ سے
کہا کہ تیرا برا ہو۔ تو نے اے زمعہ کے بیٹے مجھ سے
یہ کیا کیا۔ جب تو نے مجھ کو نماز کیلئے کہا تو میں
یہ سمجھا تھا کہ جناب رسول خدا نے نماز کے لئے
حکم دیا ہے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ جناب رسول خدا نے
حکم نہیں دیا تو میں ہرگز نماز نہ پڑھاتا۔ عبد اللہ
بن زمعہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ بخدا جناب
رسول خدا نے مجھے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن جب
میں نے ابوبکر کو وہاں نہ دیکھا تو تجھے سب سے
زیادہ اہل اس بات کا پایا کہ نماز پڑھاؤ۔

ابو محمد عبد الملک بن ہشام: سیرۃ النبی۔ الجزو الرابع صفحہ ۳۳

سب سے پہلی تو یہ روایت ہے۔ آنحضرت نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ لوگوں میں سے کسی کو کہدو کہ نماز پڑھائے۔ عبد اللہ بن زمعہ باہر نکلے تو عمر کو دیکھا۔ اُن سے کہدیا۔ آنحضرت نے جب سنا کہ عمر نماز پڑھا رہے ہیں تو یہ کہا کہ ابوبکر کہاں ہیں۔

یہ نہیں کہا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ یا ابوبکر نے کیوں نماز نہ پڑھائی۔ اور آ
نماز کے لئے کیوں پوچھتے۔ آپ نے ابوبکر کا تو نام بھی نہیں لیا تھا کہ
یا تو یہ راوی کی اپنی ایزادی ہے۔ جہاں ایک کا نام آئے دوسرے
کر دیتے ہیں یا ابوبکر کو آنحضرت نے اس وجہ سے یاد کیا کہ اُن سے کہیں
تمہارا دوست اور دینی بھائی کیسی فضول حرکت کر رہا ہے جس کام کا وہ
نہیں وہ اُس نے اپنے ذمہ لے لیا اُسے منع کر دو۔ ظن غالب یہی ہے کہ اگر
فقرہ بعد کی ایزاد نہیں ہے تو آنحضرت نے ابوبکر کو اس وجہ سے یاد کیا کہ وہ عمر
سے کہدیں کہ نماز نہ پڑھائیں۔ جو جواب عبداللہ بن زمعہ نے حضرت عمر کو دیا اس
سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت نے نماز کے لئے حضرت ابوبکر کو حکم نہیں دیا تھا۔ امر
واقعہ تو یہ ہے کہ جب ابوبکر نے نماز پڑھانی شروع کی تو آنحضرت کو اس کا علم ہی
نہ ہوا۔ اور جب دوران نماز میں معلوم ہوا تو باوجود اس حالت مرض کے آپ باہر
گئے اور ابوبکر کو نماز پڑھانے سے روک دیا۔ اِس روایت سے اہلِ حکومت کو
فائدہ تو کیا ہونا تھا۔ نقصان اتنا ہوا کہ اُس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ حضرت عمر کا نماز
پڑھانا آنحضرت کو اتنا شاق گزرا کہ بار بار فرمایا کہ خدا نہیں چاہتا کہ عمر نماز پڑھائے
جس شخص میں ایک وقت کے نماز پڑھانے کی اہلیت نہیں۔ اور جس کی ایک وقت کی
نماز پڑھانے سے خدا اور رسول اتنے ناراض ہوتے ہیں تو وہ خلافت کا تو مطلقاً
اہل نہیں۔ وہاں تو پانچوں وقت کی نماز عمر بھر پڑھانا خلیفہ کا فرض ہے۔ حضرت عمر
کی خلافت سے خدا و رسول جتنے ناراض ہوئے ہونگے اُس کا اندازہ اس روایت
سے ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر نے بھی اپنی اس شدید مذمت کو دیکھا اور بہت ہی
رنجیدہ ہوئے۔ معاملہ کے تیور بگڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ تو کچھ اور ہی بات نکلی
امام احمد حنبل نے ذرا تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے:۔

حدثنا عبداللہ حدثنا ابی ثنا (نام رواۃ عربی میں دیکھو)
وکیع ثنا اسرائیل عن

...ارقم بن شرحبیل عن
...قال لما مرض رسول
...الله علیه وسلم مرضه
...ت فیه کان فی بیت
...فقال ادعوا لی علیا قالت
...لا ندعو لک ابابکر قال
ادعوه قالت حفصة یا رسول الله
ندعو لک عمر قال ادعوه قالت
ام الفضل یا رسول الله ندعو
لک العباس قال ادعوه فلما
اجتمعوا رفع راسه فلم یر علیا
فسکت فقال عمر قوموا عن رسول
الله صلی الله علیه وسلم فجاء
بلال یؤذنه بالصلوٰة فقال مروا ابابکر
یصلی بالناس فقالت عائشة ان
ابابکر رجل حصر ومتی ما لا یراک
الناس یبکون فلو امرت عمر
یصلی بالناس فخرج ابوبکر
فصلی بالناس ووجد النبی صلی
الله علیه وسلم من نفسه خفة
فخرج یهادی بین رجلین و
رجلاه تخطان فی الارض فلما راٰه
الناس سبحوا بابکر فذهب

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب جناب رسول خدا
کو وہ مرض لاحق ہوا کہ جس میں آپ کا انتقال
ہوا تو آپ عائشہ کے گھر میں تھے پس آنحضرت
نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ۔ عائشہ نے کہا کہ ہم آپ کے
لئے ابوبکر کو بلائے لیتے ہیں۔ آپ نے کہا بلاؤ۔
حفصہ نے کہا کہ عمر کو کیوں نہ بلائیں۔ آپ نے
کہا کہ بلاؤ۔ ام الفضل نے کہا کہ عباس کو
بلائیں آپ نے کہا کہ بلاؤ۔ جب یہ سب لوگ
جمع ہوئے تو جناب رسول خدا نے سر اٹھا کر
دیکھا۔ اُن لوگوں میں علی کو نہ پایا تو آپ خاموش
ہو رہے۔ حضرت عمر آنحضرت کا منشا سمجھ کر بولے
کہ چلو یہاں سے چلے چلیں۔ اسکے بعد بلال نے
اور نماز کے متعلق اجازت چاہی۔ آنحضرت
نے کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں
عائشہ نے کہا کہ ابوبکر مرد رقیق القلب ہے
اور جب لوگ آپکو نہ دیکھینگے تو روئیں گے
بہتر ہوتا کہ آپ عمر کو یہ حکم دیں پس ابوبکر
گئے اور نماز پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔
جناب رسول خدا نے اپنے مرض میں کچھ کمی
محسوس کی پس دو آدمیوں کے اوپر سہارا
دیکر آپ باہر نکلے۔ آپکے دونوں پیر زمین پر
گھسٹتے جاتے تھے۔ جب لوگوں نے آنحضرت
کو دیکھا تو ابوبکر کو بتایا۔ ابوبکر پیچھے ہٹنے لگے۔

یتاخر فاومأ الیہ ای مکانک فجاء النبی	آنحضرت نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ
صلی اللہ علیہ وسلم حتی جلس	آنحضرت آئے اور بیٹھ گئے
قال وقام ابو بکر عن یمینہ وکان	طرف کھڑے ہوئے پس ابو
ابو بکر یأتم بالنبی صلی اللہ علیہ و	کی اقتدا کرتے جاتے تھے
سلم والناس یأتمون بابی بکر قال	آواز پر نماز پڑھتے تھے۔ ابن
ابن عباس واخذ النبی صلی اللہ	کہ جناب رسول خدا نے وہاں
علیہ وسلم من القرأۃ من حیث	کیا۔ جہاں سے ابوبکر نے چھوڑا تھا۔
بلغ ابو بکر ومات فی مرضہ ذالک	اسی مرض میں انتقال فرمایا۔ وکیع نے بار بار
علیہ السلام وقال وکیع مرۃ فکان ابو بکر	کہا کہ ابوبکر جناب رسول خدا کی اقتدا کر رہے
یاتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم و	تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتدا کرتے
الناس یاتمون بابی بکر۔	جاتے تھے ۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۵۶۔

امام احمد حنبل کی یہہ روایت غور سے پڑھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے حبیب السیر کی روایت بھی ملاحظہ ہو:۔

"نقل است کہ در ایام بیماری آں مقتدا ر انبیاء و مرسلین در وقت ادا ء صلوٰۃ یک نوبت بمسجد تشریف بردہ شرائط امامت بجائے آوردے۔ اما در اواخر اوقات مرض سہ روز بیروں نتوانست آمد۔ درآں ایام بموجب اشارت آنحضرت امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلائق بود" حبیب السیر جلد اول جزو سوم ص۹

ترجمہ۔ ایام بیماری میں جناب رسول خدا صرف ایک دفعہ روزانہ مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لاتے تھے لیکن مرض کے آخر ایام میں تین دن تک مطلقاً آنحضرت باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ایام میں آنحضرت کے اشارہ کے بموجب ابوبکر نماز پڑھاتے رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان تین ایام سے پہلے دوران مرض میں چار وقت کی

ہت کوئی اور شخص کرتا ہوگا۔ بہرصورت وہ ابوبکر نہ تھے ورنہ اُنکا نام فوراً
ضرت عمر تو ہو ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ اُن کی امامت نماز سے خداوند
ی نہ تھا۔ اشارہ کا لفظ بھی قابل غور ہے۔ زبان سے حکم نہیں دیا تھا۔
ہ کیا ہوگا۔ حضرت عائشہ نے کچھ اور ہی مطلب نکال لیا۔ صحیح مسلم میں
معہ اس طرح درج ہے:۔

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبہ حدثنا ابومعاویہ و وکیع وحدثنا یحیی بن یحیی واللفظلہ قال اخبرنا ابومعاویہ عن الاعمش عن ابراہیم عن الاسود	(اسماء راویان عربی میں دیکھو)
عن عائشۃ قالت لما ثقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء بلال یوذنہ بالصلوۃ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت فقلت یا رسول اللہ ان ابابکر رجل اسیف وانہ متی یقم مقامک لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت فقلت لحفصہ قولی لہ ان ابابکر رجل اسیف وانہ متی یقم مقامک لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقالت لہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب جناب رسولخدا کا مرض بہت بڑھ گیا تو نماز کے لئے حکم لینے کے واسطے بلال حاضر ہوئے جناب رسول خدا نے کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ابوبکر نرم دل شخص ہیں اور جب وہ آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو اُنکی آواز اتنی نہیں نکلیگی کہ لوگ سن سکیں بہتر ہو کہ یہ حکم آپ عمر کو دیں۔ آنحضرت نے پھر کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ کہ اسپر میں نے حفصہ سے کہا کہ تم جناب رسولخدا سے عرض کرو کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں۔ اور جب وہ آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو اُنکی آواز اتنی نہیں نکلیگی کہ لوگ سن سکیں بہتر ہو کہ یہ حکم آپ عمر کو دیں پس حفصہ نے اسی طرح کہا

وسلم انكن لانتن صواحب
يوسف مروا ابا بكر فليصل
بالناس قالت فامروا ابا بكر
يصلي بالناس قالت فلما دخل
في الصلوٰة وجد رسول الله
صلى الله عليه وسلم من نفسه
خفة فقام يهادى بين رجلين
ورجلاه تخطان في الارض قالت
فلما دخل المسجد سمع ابوبكر
حسه ذهب يتأخر فاومأ اليه رسول
الله صلى الله عليه وسلم قم مكانك
فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصلي بالناس جالساً وابوبكر قائماً
يقتدي بصلاة النبي صلى الله عليه
وسلم ويقتدي الناس بصلاة ابي بكر۔

اسپر جناب رسول خدا نے
کی طرح مکار ہو۔ ابوبکر کو حکم
حضرت عائشہ کہتی ہیں پس
کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں پس جب
شروع کی تو اسوقت جناب رسول
میں خفت سی پائی پس آپ کھڑے
آدمیوں کے کندھوں پر اسطرح چلے کہ آپکے دونوں
گھسٹتے جاتے تھے جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر کو
آپکے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو وہ پیچھے ہونے
لگے۔ جناب رسولخدا نے انکی طرف اشارہ کیا
کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو پس جناب رسولخدا
آکر ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے جناب رسول
خدا بیٹھے ہوئے نماز پڑھاتے تھے اور ابوبکر کھڑے
ہوئے آپ کی اقتدا کرتے جاتے تھے اور لوگ
ابوبکر سے سنکر نماز پڑھتے جاتے تھے۔

صحیح مسلم الجزء الثانی کتاب الصلوٰۃ ص۲۲
صحیح بخاری۔ کتاب الاذان باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ وکتاب الاعتصام پارہ ۲۹ ابن الاثیر تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۱۲۲۔

تاریخ الخمیس کو جو ہم نے دیکھا تو وہاں اور ہی نقشہ نظر آیا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح وکلائے اہل حکومت یعنی مورخین و علمائے اہلسنت وجماعت اپنی کتابوں میں ایسی متنازعہ روایتوں کی کتربیونت کرتے ہیں اور ان میں اپنے حسب منشا تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں۔ فاضل مورخ حسین دیاربکری نے وہی عبداللہ بن زمعہ کی روایت کو سیرۃ ابن ہشام سے کیا ہے لیکن

سنخ کر کے سیرۃ ابن ہشام ملخص ہے سیرۃ ابن اسحاق سے جس کا سنہ وفات ۱۵۱ھ ہے ۔ غالباً سنہ ۱۲۵ ہجری میں لکھی گئی ہوگی ۔ تاریخ الخمیس ۱۱۲۵ سنہ ھ ہے ۔ اس ایک ہزار سال کے درمیان میں تغیر و تبدل کے سانچے ڈھلتے اس عبداللہ بن زمعہ والی روایت نے کیا سے کیا صورت بنائی ۔

اذن بالصلوٰۃ فی ایام مرض حال النبی صلی اللہ علیہ و سلم لعبد اللہ بن زمعۃ اخرج وقل لابی بکر یصل بالناس فخرج فلم یجد علی الباب الا عمر فی جماعۃ لیس فیہم ابوبکر فقال یا عمر صل بالناس فلما کبر وکان رجلاً صیتاً وسمع النبی صوتہ قال یابی اللہ والمسلمون الا ابی بکر ثلاث مرات فقال عمر لعبد اللہ بن زمعۃ بئس ما صنعت کنت اری ان رسول اللہ امرک ان تامرنی قال لا واللہ ما امرنی ان امر احداً ۔	حضرت بلال نے زمانہ مرض اخیر جناب رسول خدا میں نماز کیلئے اجازت چاہی ۔ آنحضرت نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا کہ جا اور ابوبکر سے کہدے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس وہ آیا لیکن دروازہ پر جو جماعت تھی اُس میں ابوبکر کو نہ پایا ۔ عمر موجود تھے ۔ اس نے عمر سے کہا کہ اے عمر نماز پڑھا دو ۔ جب عمر نے تکبیر کہی اور آنحضرت نے اُن کی آواز سنی کیونکہ وہ بلند آواز تھے تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خدا و مسلمان انکار کرتے ہیں اس بات سے کہ عمر نماز پڑھائے ۔ یہ فقرہ تین بار کہا تو عمر نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا کہ تو نے میرے ساتھ بہت برا کیا ۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ رسول خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ مجھے نماز پڑھانے کیلئے کہے ۔ عبداللہ بن زمعہ نے کہا کہ قسم بخدا مجھے تو آنحضرت نے نہیں کہا کہ میں کسی خاص شخص کو نماز پڑھانے کیلئے کہوں ۔

حسین دیار بکری : تاریخ الخمیس الجزء الثانی صفحہ ۱۸۱

سیرۃ ابن ہشام کی عبارت ملاحظہ ہو ۔ اُس میں کہیں حضرت ابوبکر کا نام

نہیں ہے اور نہ یہ ہے کہ آنحضرت نے عبداللہ بن زمعہ سے ابوبکرؓ
کہ اُن سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ کس طرح حق کو ظا
بدلنے والوں نے پہلی عبارت تو بدل دی اور حضرت ابوبکر کا نام بڑھا
آخری فقرہ کا خیال نہ رہا۔ حضرت عمر کی شکایت پہ عبداللہ بن زمعہ نے۔
بخدا مجھ سے تو جناب رسول خدا نے نہیں کہا کہ میں کسی خاص شخص کو نماز پڑھانے
کہوں۔ اس ناجائز اضافہ کا بھانڈا کیسا پھوٹا حسین دیاربکری کی نظر وہاں تک
نہ گئی یا اُن کو جرأت نہ ہوئی۔ حضرت عمر کی توہین و تحقیر اسی طرح باقی رہی لیکن گروہ
اہل حکومت سے حضرت عمر کی خجالت کیونکر دیکھی جاتی۔ یہ ناقابل برداشت صورت
واقعات تھی۔ لہذا اُن کی مدد کو محمد بن جریر طبری پہنچے۔ وہ اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں۔

قال رسول الله ان الصلوة
قيل نعم قال فامروا
ابابكر ليصل بالناس
فقالت عائشة ان رجل
رقيق فمر عمر فقال عمر
ما كنت لا تقدم وابوبكر
شاهد فقدم ابوبكر۔

تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث
ص ۱۹۵۔

جناب رسول خدا نے دریافت کیا کہ کیا نماز کا
وقت ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے
فرمایا کہ ابوبکر سے کہدو کہ نماز پڑھائیں عائشہ
نے کہا کہ وہ رقیق القلب ہیں۔ آپ یہ حکم
عمر کو دیں۔ اسپر جناب رسول خدا نے کہا کہ
اچھا عمر سے کہدو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
لیکن عمر نے کہا کہ واہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے
میں کیونکر نماز پڑھا سکتا ہوں پس ابوبکر
نے نماز پڑھائی۔

ان مورخین و محدثین کو صحت واقعات کا اتنا خیال نہیں ہوتا جتنی یہ
کوشش رہتی ہے کہ واقعات کو توڑ مروڑ کر اس طرح دکھایا جائے کہ کاربردازان
حکومت پر کوئی اعتراض نہ باقی رہ سکے۔ یا تو آنحضرت کا یہ غصہ و اصرار کہ خدا و
مسلمان انکار کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائیں یا اب حضرت عائشہ کے حکم کی یہ
اطاعت کہ اچھا عمر ہی سے کہدو کہ نماز پڑھائیں۔ روایت کا ڈھالنے والا حضرت

ن کا عکس بھی لانا چاہتا تھا تا کہ نقشہ بالکل ہی صحیح نظر آئے۔ لہذا حضرت
بت نکتہ چینی و نافرمانی یہاں بھی ظاہر کی گئی۔ آنحضرت کی رائے
موجودگی میں عمر کا نماز پڑھانا جائز تھا۔ لیکن حضرت عمر اسکے مانتے
ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کا خیال غلط ہے۔ ابوبکر کی موجودگی
ز نہیں پڑھا سکتا۔ آخر اپنی ہٹ پر قائم رہے اور نماز پڑھا کر ہی نہ دی
ملاف و اضطراب اس امامت نماز کی روایتوں میں ہے۔ شاید ہی کسی
واقعہ کی روایتوں میں ہوگا۔ بہت سا نمونہ پہلے گیا کچھ اب پیش ہوتا ہے۔

عن ابن عباس قال کشف رسول اللہ عن الستارۃ والناس صفوف خلف ابی بکر	ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے پردہ جو ہٹایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ صف در صف ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں

مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الاول ص ۲۱۹۔ جزء الثالث ص ۱۹۶۔

اس میں نہ تو حضرت بلال کے آنے کا ذکر ہے اور نہ حضرت عائشہ کی رد و قدح ہے بلکہ آنحضرت نے حکم بھی نہیں دیا اور خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

عن عائشۃ لما دخل رسول اللہ بیتی قال مروا ابا بکر فلیصل بالناس۔ ترجمہ۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جس دن آنحضرت میرے گھر میں آئے اسی دن حکم دیدیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ یہ نرالی روایت ہے۔ اور روایتوں میں تو یہ کہ آپ برابر امامت نماز کرتے رہے۔ جب تک اٹھکر مسجد میں جانیکی طاقت رہی۔ صرف آخری تین دنوں میں نماز نہیں پڑھائی۔

ان النبی لما سمع صوت عمر خرج حتی اطلع راسہ من حجرتہ ثم قال لا لا۔ لا لیصل للناس ابن ابی قحافۃ۔ یقول ذلک مغضبا۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الاول ص ۱۱۵۔ (ترجمہ) جب جناب رسول خدا نے حضرت عمر کی آواز سنی تو آپ نکلے یہاں تک کہ اپنا سر مقدس حجرے سے باہر کر دیا اور فرمایا۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ چاہئے کہ لوگوں کو ابن ابی قحافہ نماز پڑھائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے امامت نماز کو ایک تدبیر سمجھ کر پہلے سے نظر میں رکھا ہوا تھا۔ ایک واقعہ اس بھی ہوا تھا۔

قال خرج النبی صلعم یصلح بین بنی عمرو بن عوف وحانت الصلوۃ فجاء بلال ابابکر فقال حبس النبی فتؤم الناس قال نعم ان شئتم فاقام بلال الصلوۃ فتقدم ابوبکر فصلی فجاء النبی یمشی فی الصفوف یشقها شقا حتی قام فی الصف الاول فاخذ الناس بالتصفیح فقال سهل هل تدرون التصفیح هو التصفیق وکان ابوبکر رضی اللہ عنہ لا یلتفت فی الصلوۃ فلما اکثروا التفت فاذا النبی فی الصف فاشار الیہ مکانک فرفع ابوبکر یدیہ فحمد اللہ ثم رجع القهقری وراءہ وتقدم رسول اللہ فصلی صحیح بخاری پارہ ۵

ایک دفعہ جناب رسول خدا بنو عمرو بن درمیان صلح کرانے کیلئے تشریف لے۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ تو بلال مؤذن حضرت ابوبکر سے کہا کہ رسول خدا تشریف لے گئے ہوئے ہیں تم ہی نماز پڑھا دو۔ آپ نے کہا ہاں اگر تم لوگ راضی ہو۔ بلال نے اذان دی۔ ابوبکر آگے بڑھکر نماز پڑھانے لگے۔ اتنے میں آنحضرت تشریف لے آئے۔ اور نماز جماعت کی صفوں کو چیرتے ہوئے صف اول میں تشریف لے گئے یہ دیکھکر مسلمانوں نے زور زور سے تالیاں بجانی شروع کیں کہ ابوبکر ہٹ جائیں لیکن ابوبکر نہ ہٹے۔ جب لوگوں نے بہت زور سے تالیاں بجائیں تو متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ جناب رسول خدا صف اول میں ہیں رسول خدا نے اشارہ کیا کہ کھڑے رہیں لیکن ابوبکر نے ہاتھ اٹھا کر حمد خدا کی اور پچھلے قدم پیچھے ہٹ گئے۔ اور جناب رسول خدا نے آگے بڑھکر نماز پڑھائی۔

شبلی نعمانی: سیرۃ النبی۔ جلد دوئم صفحہ ۵۱

کیسی تیزی اور مضبوطی ارادے کے ساتھ آنحضرت صف اول میں نماز پڑھانے

اگر حضرت ابوبکر کی امامت نماز میں کچھ ہرج نہ تھا تو آپ انہیں اسطرح نہ ہٹاتے اور
غونکو چیر کر آگے جاتے اور حضرت ابوبکر کا بھی شوق ملاحظہ ہو پیچھے ہی نہ ہٹے۔
ب تالیاں نہ بج لیں۔ چونکہ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے لہذا اسمیں یہ ضرور ہونا
لہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا اشارہ کر دیا لیکن یہ پیوند کیسا نمایاں ہے اگر
ے ابوبکر کو ہٹانا مطلوب نہ تھا تو اتنی تیزی سے صف اوّل میں جانیکی کیا ضرورت تھی
ال الفاظ رکھنے مناسب نہیں سمجھتے وہاں اشارہ لے آتے ہیں اور اگر صف اوّل میں چلے
ئے تھے تو جب ابوبکر ہٹنے لگے تھے منہ سے فرما دیتے کہ نہ ہٹو۔ ابوبکر نے آپکے اشارے کی کیوں تعمیل نہ کی

اب ہم اس واقعہ امامت نماز پر جو دوران مرض اخیر سرور کائنات میں ہونا بیان کیا
جاتا ہے تنقیدی نظر ڈالتے ہیں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں:۔ (۱) ان روایات کا اختلاف
واضطراب اس واقعہ کی تکذیب کیلئے کافی ہے کسی روایت میں ہے کہ ابوبکر خود ہی نماز کیلئے کھڑے
ہو گئے کسی نے انسے نماز کیلئے نہیں کہا کسی میں ہے کہ عبداللہ بن زمعہ نے اپنی ہی طرف سے
پہلے عمر اور پھر ابوبکر کو کھڑا کر دیا کسی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا تھا کہ ابوبکر کو نماز
پڑھانے کیلئے کہیں کسی میں ہے کہ بلال نے آنحضرتؐ کو نماز کا وقت یاد دلایا کسی میں ہے کہ خود آنحضرت
کو یاد آیا کسی میں حضرت عائشہ اور آنحضرت کی رد وقدح ہے اور آنحضرت کا انکے فعل کو زلیخا کے
مکر سے تشبیہ دینا درج ہے کہیں یہ ذکر ہی نہیں کئی روایتوں میں ہے کہ آنحضرت جناب عمر کی امامت
نماز سے خوش نہ تھے اور صاف انکار کر دیا تھا کسی میں ہے کہ حضرت عائشہ کے حکم کی
اطاعت میں کہدیا کہ اچھا عمر ہی نماز پڑھائیں +

(۲) اگر آنحضرت ابوبکر کو نماز کیلئے کہنا چاہتے تھے تو خود ہی کیوں نہ کہدیا۔

(۳) اگر آنحضرت کا منشا تھا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں تو کیوں جب انکے نماز پڑھانے
کا علم ہوا تو آپ باوجود اس ضعف و بیماری کے تشریف لیگئے اور انکو ہٹایا۔

(۴) سیرۃ ابن ہشام کی روایت میں جو تغیر و تبدل کیا گیا ہے اسکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

(۵) مسند امام احمد حنبل و تاریخ طبری کی روایتوں پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

(۶) ہمارے اس نتیجہ کی طرف کہ آنحضرت نے ابوبکر کو امامت نماز پر کھڑا نہیں کیا تھا آنحضرت

کا ایک فقرہ بھی دلالت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ انکن لانتن صواحب یوسف
یوسف کی مانند ہو۔ زلیخائے مصر اپنے مکر میں مشہور ہے جسکو قرآن شریف میں بھی
یہ فقرہ یہاں واقعہ نہیں کہا گیا ہے۔ یہاں بے جوڑ پیوند کیطرح چپکا کہتا ہے مکاریاں اپنے
ہی زلیخا کی مکاریاں اسکے اپنے نفع کیلئے تھیں یہاں تو حضرت عائشہ اپنے شان
کہتی تھیں اپنے والد کی آئی ہوئی امامت نماز کو کھو رہی تھیں وہ اصرار کر رہی تھیں
بجائے حضرت عمر کو پیشنمازی کیلئے کہدیا جائے۔ یہ فقرہ یہاں بے جوڑ ہی ہے تو دیں اچھی طرح
ہے کہ آنحضرت نے تو علی کو بلایا تھا اور ان عورتوں نے انکی بجائے اپنے اپنے آدمی بلوائے
اسپر آنحضرت نے فرمایا کہ تم زلیخائے مصر کیطرح مکاریاں کر رہی ہو جسطرح زلیخا نے پہلے یوسف پر
اپنے خاوند کو بہکا کر انہیں حق سے ناحق کیطرف لیجانا چاہا اسیطرح تم مجھے بہکانیکی کوشش کر رہی
ہو کہ میں حق یعنی علی کو چھوڑ کر ناحق یعنی علی کے غیر کیطرف جاؤں صواحب یوسف کا لفظ بھی
قابل غور ہے زلیخا کا مکر یوسف کے خلاف تھا اور وہ مظلوم تھے۔ ان مخدرات عصمت کا مکر
بھی ایک ہی شخص یعنی علی کے خلاف تھا۔ اور وہ مظلوم تھے۔ اب ہماری اس تشریح کو مدنظر
رکھکر غور کیجئے تو یہاں یہ فقرہ کیسا مطابق ہے جیسا بیان ہے بغرض انصاف ہم یہاں اس فقرہ کی
وہ تاویل بھی بیان کئے دیتے ہیں جو کار حکومت نے کی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شارح
صحیح بخاری اپنی شرح فتح الباری میں اس فقرہ کی تشریح اسطرح کرتے ہیں:۔

انکن لانتن صواحب یوسف صواحب جمع
صاحبۃ والمراد انهن مثل صواحب یوسف
فی اظہار خلاف ما فی الباطن ثم ان ہذا
الخطاب وان کان بلفظ الجمع فالمراد بہ
واحد وہی عائشۃ فقط کما ان صواحب
صیغۃ جمع والمراد زلیخا فقط ووجہ المشابہۃ
بینہما فی ذالک ان زلیخا استدعت النسوۃ
واظہرت لہن الاکرام بالضیافۃ ومرادہا

انکن لانتن صواحب یوسف صواحب جمع ہے
صاحبہ کی۔ مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں زلیخا کی مانند تھیں اپنی
دلی تمنا کے خلاف ظاہر کرتی ہیں۔ یہ خطاب اگرچہ لفظ
جمع سے ہے مگر اس سے مراد ایک ہی فرد یعنی عائشہ ہے،
جسطرح یوسف کے صواحب سے بھی مراد ایک زلیخا ہی
ہے اور ان دونوں یعنی عائشہ اور زلیخا میں وجہ مشابہت
یہ بھی کہ زلیخا نے زنان مصر کی دعوت کی انکا احترام و
اکرام کیا لیکن مقصد اصلی سے احترام ظاہر کرنا نہ تھا بلکہ

وذلک وهو ان ینظرن الی حسن یوسف
یعذرنها فی محبته وان عائشة اظهرت
ان سبب ارادتها صرف الامامة عن ابیها کونه لا یسمع
المامومین القراءة لبکائه ومرادها زیادة علی
ذلک وهو ان لا یتشاءم الناس به۔

اصلی غرض یہ تھی کہ وہ عورتیں یوسف کے حسن پر
نظر کرکے زلیخا کو یوسف کی محبت میں معذور
سمجھیں۔ اسیطرح عائشہ نے ظاہر تو یہ کیا کہ انکا
مقصد یہ ہے کہ انکے باپ کو امامت نہ ملے لیکن انکی اصلی
غرض یہ تھی کہ لوگ ابوبکر کو منحوس نہ سمجھنے لگیں۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء الثانی باب حد المریض ان یشهد الجماعة صفحہ ۱۲۹۔

اس منطق کو آپنے ملاحظہ کیا۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ صواحب یوسف اگرچہ جمع ہی لیکن مقصد ایک زلیخا تھی لیکن انکی لاتن سے مطلب یہ نہیں کہ مخاطب فقط ایک عورت تھی۔ یہ صیغۂ جمع مونث ہی اوصاف بتلا رہا ہی کہ دو سے زیادہ عورتیں تھیں اور انکے جمع ہونے ہی کی وجہ سے صواحب یوسف کا صیغہ جمع بیان کرنا پڑا جسکا مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر ایک زلیخائے یوسف کیطرح ہی۔ ورنہ ایک عائشہ ہوتیں تو صاحبۂ یوسف ہی کافی ہوتا۔ اب اُس روایت پر غور کرو جو مسند احمد حنبل و تاریخ طبری وغیرہ میں ہی کہ جب آنحضرت نے علی کو بلایا تو عائشہ و حفصہ و ام الفضل ہر ایک نے اپنے اپنے آدمی علی کے بجائے بلائے جانیکی خواہش ظاہر کی۔ لہذا واحد و تثنیہ دونوں صیغے چھوڑ کر آنحضرت نے جمع کا صیغہ استعمال کیا۔ اب ملاحظہ کیجئے زلیخا نے زنان مصر کیساتھ کونسا مکر کیا تھا اکرام و احترام یا ضیافت کرنا مکر نہ تھا۔ اگر وہ اکرام و احترام نہ بھی کرتی اور محض اُنکو بلا کر یوسف کے حسن کو دکھا دیتی تو بھی اسکا اصلی مقصد فوت نہ ہوتا کیونکہ وہ تو اسیطرح یوسف کے حسن کو دیکھکر بیقرار ہو جاتیں زلیخا کے احترام و اکرام نے اُنکی بیقراری و بیخودی میں اضافہ نہیں کیا۔ خود ہی علامہ ابن حجر عسقلانی لفظ معذرت استعمال کرتے ہیں یعنے یعذرنها فی محبته۔ اسے یوسف کی محبت میں معذور سمجھیں قصہ مختصر کہ یہ اجتماع زنان مصر، اُنکی دعوت، انکا احترام، اُنکے ہاتھوں میں میوے اور چھریاں دینی مکر نہ تھا۔ یہ تو عذر عشق تھا مکر و فریب نہ تھا۔ زنان مصر کو دھوکہ دیکے اُنسے کیا لیلیا یا کیا لینا مقصود ہو سکتا تھا۔ واقعہ تو یہ ہی کہ زلیخا کے تو وہی مکر تھے جو اُسنے یوسف سے اور اپنے خاوند سے کئے۔ اول تو یوسف کو بہانہ سے بلا کر اکیلے گھر میں لیگئی۔ وہاں خواہش ناجائز کا اظہار کیا۔ حضرت یوسف مُڑ کر واپس آنے لگے تو جلدی اُنکی قمیص پکڑ لی اور جب اپنے خاوند سے مڈبھیڑ ہوگئی

کر دی کہ اِسنے مجھ سے زنا کرنا چاہا تھا مگر تو یہ ہی نہ کہ زنانِ مصر کی دعوت یا زُ
زنانِ مصر کیسا تھہ تو سہیلیو نکی سی اٹھکھیلیاں تھیں اپنا معشوق بھی اُنہ
گناہِ عشق کی معذرت بھی پیش کر دی +

(۷) ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس سے پہلے آنحضرت ابوبکر و عمر و عثمان و
دیچکے تھے کہ جیش اسامہ میں شامل ہو کر باہر جاؤ۔ اور بار بار تاکید فرما رہے تھے پھر
خلاف کہتے کہ میری بیماری کے ایام میں ابوبکر نماز پڑھائیں آخرکار جرف تک ابو
گئے تھے! اسامہ کیسا تھا اور پھر اُسکے ساتھ ہی واپس آئے۔ یا اگر نہ بھی گئے ہوں تو آنحضر
فرما چکے تھے کہ یہ اسکے ساتھ جائیں +

(۸) امامت ابوبکر کی روایت حضرت عائشہ سے ہی ضرب الامثال دنیا کی عقل و تجربہ کا نچوڑ
ہوتی ہیں۔ ایک مثل ہی ایک قصہ پر دھوائیں زبردست اُفراد و اقوام کے او پر یہ ضرب المثل عائد
ہوتی ہی۔ حضرت فاطمہ نے اپنے دعوی فدک کے ثبوت میں اُن ہستیوں کو پیش کیا جنکو جناب
رسول خدا نے اپنی صداقت کی گواہی کیلئے بحکم خداوندی پیش کیا تھا یعنے حضرت علی و حسنین
علیہم السلام لیکن بارگاہِ حکومت سے جواب ملا کہ ایسے قریبی رشتہ داروں کی گواہی جلب منفعت کے
اصول پر قابل پذیرائی نہیں لیکن جب ساری سلطنت اسلامیہ کے دعوے کے ثبوت میں گواہوں
کی ضرورت پڑی تو اکیلی حضرت عائشہ کی گواہی اپنے باپ کے حق میں ایسی قبول ہوئی کہ اسکے مقابلہ
میں عقل و نقل سبکو دھتا بتا دیگئی۔ حالانکہ اُسوقت مرد بھی تھے اور آنحضرت کا خطاب امر بصیغہ
جمع مذکر تھا۔ اگر محض وہاں عورتیں ہی ہوتیں تو مرن فرماتے لیکن کوئی مرد راوی نہیں ملتا +

(۹) اس امامت نماز میں خبر نہیں کیوں اور کیا اہمیت آگئی۔ ورنہ جب آنحضرت جہاد پر
تشریف لیجاتے تھے اور اپنے ساتھ علی کو لیجاتے تھے کیونکہ اُنکے بغیر فتح ناممکن ہوا کرتی تھی تو مدینہ پر
آپ کسی نہ کسیکو حاکم مقرر کرکے چھوڑ جاتے تھے وہ امامت نماز بھی کیا کرتا تھا اُنکے نام تواریخ کی کتابوں
میں محفوظ ہیں اُنمیں سے کسی نے اس امامت نماز کی بنا پر خلافت کا دعوےٰ نہیں کیا +

(۱۰) علمائے اہل حکومت کے بموجب اسلام میں امامت نماز کی تو کچھ اہمیت و فضیلت ہی نہیں
کیونکہ انکا خیال ہی کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ الصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا

(ترجمہ مسلمانو! تمپر لازم ہی کہ جو مسلمان ملے خواہ وہ نیک ہو خواہ فاسق و فاجر اسکے پیچھے نماز پڑھی کرنا ہو۔ مشکوۃ المصابیح باب الامامت) اب حضرت ابوبکر کیلئے کیا فضیلت نکلی ہونیکے ذریعہ سے اگرچہ حضرت ابوبکر کو اہمیت دینے کی کوشش کیگئی ہی لیکن حضرت تذلیل کی بھی حد ہوگئی جس شخص کی ایک دفعہ کی امامت نماز سے آپ ایسے ناخوش پر کلی امامت نماز کو آنحضرت خلاف رضائے خداوندی شمار کرتے تھے اسکی ہونکی امامت نماز سے آنحضرت کی روح کو کتنا صدمہ پہنچتا ہوگا۔

(۱۲) ان تمام روایتوں کے وہ فقرے ایک جگہ ملا کر پڑھنے چاہئیں جنکو ان مورخین و محدثین نے دبی زبان سے ادہر ادھر بجوڑ طریقہ پر رکھدئے ہیں۔ اپنے خیال میں تو انہوں نے بہت کچھ تقدیم و تاخیر سے کام لیا جب ان فقروں کو انکی اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھدیا اور بیچ میں کچھ اور ملادیا لیکن حق کی چھان بین کرنیوالے حق نکال ہی لیتے ہیں انکو ملا کر پڑھنے سے یہ عبارت بنتی ہے

حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بلایا کہ نماز پڑھادیں حضرت عائشہ و حضرت حفصہ نے اسکی اہمیت کو سمجھکر اپنے اپنے باپوں کو بلالیا جب آنحضرت نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ تم زلیخائے یوسف کیطرح مکاری کرتی ہو اور حضرت علی کو وہاں نہ پاکر خاموش ہوگئے عبداللہ ابن زمعہ نے اس خاموشی سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ چاہتے ہیں کہ کوئی نماز پڑھادے خصوصیت کسیکی نہیں۔ لہذا اُس نے جاکر حضرت عمر کو کہدیا جب آنحضرت کو معلوم ہوا تو آپنے حضرت عمر کو ہٹادیا۔ اب حضرت عائشہ نے کہا کہ ابوبکر سے جاکر کہدو کہ آنحضرت کا اشارہ ہی کہ وہ نماز پڑھائیں جب ابوبکر نماز پڑھانے لگے اور آنحضرت کو معلوم ہوا تو آپنے اسکو بہت مکروہ سمجھا۔ اور حضرت ابوبکر کو ہٹانے کے لئے اُس شدت مرض میں دو آدمیوں کے سہارے سے آپ مسجد کیطرف تشریف لیگئے اتنی کمزوری تھی کہ زمین پر پیر بھی نہیں ٹکتا۔ باوجود اس نقاہت کے آپ باہر نکلے مسجد میں گئے حضرت ابوبکر کو ہٹایا۔ خود نماز پڑھانے لگے حضرت ابوبکر انکے مقتدی تھے اور لوگوں تک آنحضرت کی آواز پہنچانیکی غرض سے بلند آواز سے وہ الفاظ دہرا دیتے تھے۔ جو آنحضرت کہتے جاتے تھے۔

یہ جو اوپر ہمنے سارا واقعہ بیان کیا ہی فرمائیے کونسی بات ہمنے زیادہ لکھی ہی جو اہل حکومت کی کتابوں میں نہیں ہی صرف فقروں کو بیجوڑ مقاموں سے اُٹھا کر انکے اصلی مقام پر رکھدیا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسجگہ ہم ایک دوسرے فریق کے مورخین و محققین کی تحقیقات کا نتیجہ بھی ناظرین کے

سامنے رکھدیں جس کی رو سے آپ کا نظریہ جماعت اہل حکومت سے مختلف ہے۔ علامہ مجلسی اپنی کتاب جلاء

چون بخانہ عائشہ رفت مرض آنحضرت شدید شد پس بلال ہنگام نماز صبح آمد و آنوقت

بود چون بلال ندائے نماز در داد حضرت مطلع نشد پس عائشہ گفت کہ ابوبکر را گوئید کہ با مردم نماز کند

رانگوئید با مردم نماز کند حضرت رسول چون صدائے ایشان را شنید و غرض فاسد ایشان را دانست

ازین سخنان بردارید کہ شما زنانے میمانید کہ میخواستند یوسف را گمراہ نمایند۔ چون حضرت امر کردہ بود کہ

لشکر اسامہ بیرون روند دریں وقت از سخنان عائشہ و حفصہ یافت کہ ایشان براں فتنہ و فساد بمدینہ گشتہ اند

غمگین شد و باں شدت مرض برخاست کہ مبادا ابوبکر یا عمر با مردم نماز کنند کہ ایں باعث شبہ مردم شود پس

بر دوش امیر المومنین و فضل ابن عباس انداخت با نہایت ضعف و ناتوانی پاہائے خود را میکشید تا بمسجد در آمد

چون نزدیک محراب رسید دید کہ ابوبکر سبقت کردہ است و در محراب بجائے آنحضرت ایستادہ و بنماز شروع کردہ است

بدست مبارک خود اشارہ کرد کہ پس بایست خود داخل محراب شد با مردم نماز نشستہ ادا کرد و نماز را از سر گرفت

و بنا نکرد بآنچہ ابوبکر کردہ بود۔ چون سلام نماز گفت بخانہ برگشت۔ ابوبکر و عمر و جماعتے از مسلمانان را طلبید فرمود

کہ من نگفتم کہ شما با لشکر اسامہ بیرون روید گفتند بلے یا رسول اللہ گفتی۔ فرمود پس چرا امر مرا اطاعت نکردید

ابوبکر گفت کہ من بیرون رفتم و برگشتم کہ عہد خود را با تو تازہ کنم و عمر گفت یا رسول اللہ من بیرون نرفتم و برگشتم برائے آنکہ

نخواستم کہ خبر بیماری ترا از دیگراں بپرسم پس حضرت فرمود کہ روانہ کنید لشکر اسامہ را بیرون روید با لشکر اسامہ

خدا لعنت کند کسے را کہ تخلف کند از لشکر اسامہ سہ مرتبہ ایں سخن را فرمود و مدہوش شد از تعب رفتن مسجد و

برگشتن و از حزن و اندوہے کہ عارض شد آنحضرت را بسبب آنچہ مشاہدہ نمود از اطوار ناپسندیدہ منافقان

و دانست از نیت ہائے فاسد ایشاں۔

فعل ۱۴ قضیہ قرطاس اور مانعین تحریر وصیت رسول۔

دن بدن جناب رسولخدا کو اپنے اصحاب کی اصلی نیتوں اور ارادوں کا پتہ چلتا جاتا تھا اور
جوں جوں آپکا مرض بڑھتا جاتا تھا اُن اصحاب کی نیتیں و تجویزیں عریاں ہوتی جاتی تھیں جیش
اُسامہ سے تخلف کرنے نے انکی نیتوں پر سے آخری پردہ اُٹھا دیا تھا۔ اب جناب رسولخدا نے
حجت پوری کرنی چاہی جب آپ پر شدت مرض بڑھتی گئی۔ اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ اب آپکا
آخری وقت ہے تو اس موقعہ پر آپنے مناسب سمجھا کہ وصیت خلافت کو تحریر کر دیا جائے۔ یہ وقت

ات میں بھی مریض سے ہر ایک کو ہمدردی ہوتی ہے۔ محبت بڑھ جاتی ہے اسکی
ا پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسوقت تقرر جانشین کی تحریر کیلئے
ب کرنا آپکی آخری حجت تھی لیکن جو بزرگوار کہ حصول خلافت کی تجویز میں
ھے وہ کیسے سمجھ گئے کہ انکے لئے بھی یہ نازک موقعہ ہے۔ اگر رسولخدا نے کچھ تحریر
ر لکھا دی تو ہماری تجویزوں اور تدبیروں میں ایک بڑی روکاوٹ پیدا ہو جائیگی لہٰذا
تکمیل میں مانع ہوئے۔ اور یہ کہکر مجلس رسول میں شور و شغب پیدا کر دیا کہ اب مزید
ت ہو سکتی ہے۔ ہمارے لئے تو قرآن کافی ہے۔ رسول خدا تو شدت مرض کیوجہ سے معاذاللہ
ہذیان بک رہے ہیں۔ اگر کچھ اوقات ایسے بھی ہوتے جنسے اندازہ کیا جا سکتا کہ جناب رسولخدا کیا لکھانا
چاہتے تھے تو صرف ان حضرات کا فقط کاغذ و دوات کی طلبی پر چراغ پا ہو جانا اور تحریر میں مانع
ہونا ہی صاف بتا رہا ہے کہ وہ کیا تحریر ہوتی اور کس کے حق میں ہوتی۔ غور کیجئے انہیں کیوں خطرہ
پیدا ہو گیا پہلے ہی سے ہذیان کا حکم کیوں صادر کر دیا۔ اگر حضرت عمر اور انکی جماعت کی رائے
میں جناب رسولخدا محض ایک معمولی آدمی تھے اور شدت مرض سے انکو بھی ہذیان لاحق
ہونیکا امکان تھا تو اس شدومد سے بغیر مضمون معلوم کئے مانع ہونیکے کیا معنی وہ تحریر ہی خود
بتا دیتی کہ یہیں ہذیان کا نتیجہ ہوں۔ انکی زبان بے ادبی سے بچ جاتی اور ہذیان خود بن کے ظاہر ہو جاتا
امامت نماز کا ارشاد بھی تو اسی مرض کے دوران میں بیان کیا جاتا ہے۔ اسوقت حضرت عمر نے
کیوں نہ ہذیان کا حکم لگایا۔ کیا اس سے پہلے جناب رسولخدا نے کبھی سوائے قرآن شریف کے آیتوں کے
دوسری انکے کوئی ہدایت نہیں فرمائی تھی۔ اسوقت کیا بات تھی کہ بغیر اس ہدایت کے سننے ہی
کے آپنے اسکو روکنا چاہا اور آنحضرت پر ہذیان تک کی تہمت لگا دی۔ حضرت عمر کا طرز عمل
صاف بتا رہا ہے کہ انکے کیا ارادے تھے کس طرح انکی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔ آنحضرت کا کونسا
ارشاد تھا جس سے اعراض مقصود تھا۔

اب ہم اس غم اندوز اور دلسوز کہانی کو ان ہی بزرگوں کی زبانی سناتے ہیں۔ صحیح
مسلم میں یہ واقعہ مختلف طرق و اسناد کے ساتھ درج ہے :-

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ (اسماء راویاں عربی میں دیکھو)

مالك بن مغول عن طلحة بن مصرف
عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه
قال يوم الخميس وما يوم الخميس ثم جعل
تسيل دموعه حتى رأيت على خديه كانها
نظام اللؤلؤ قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ائتوني بالكتف والدواة او
اللوح والدواة اكتب لكم كتابا لن تضلوا
بعده ابدا فقالوا ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم يهجر. وحدثني محمد بن رافع
وعبد بن حميد قال عبد اخبرنا وقال ابن رافع حدثنا
عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن عبيد الله
بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس قال
لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم
وفي البيت رجال فيهم عمر ابن الخطاب فقال
النبي صلى الله عليه وسلم هلم اكتب لكم
كتابا لا تضلون بعده فقال عمر ان رسول
الله قد غلب عليه الوجع وعندكم القرآن
حسبنا كتاب الله فاختلف اهل البيت فاختصموا
فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم رسول الله
صلى الله عليه وسلم كتابا لن تضلوا بعده
ومنهم من يقول ما قال عمر فلما اكثروا اللغو
والاختلاف عند رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے تھے
کا دن سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ پھر ابن عباس
کے آنسو بہنے لگے یہاں تک دیکھا تھا کہ گویا موتی
ہیں ابن عباس نے کہا کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ
دوات یا تختی و دوات لاؤ میں ایک ایسا وثیقہ
لکھدوں کہ پھر تم اسکے بعد کبھی گمراہ نہ ہو لیکن لوگوں
نے کہا کہ رسولخدا ہذیان بک رہے ہیں۔
(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو)

ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب
جناب رسولخدا کا وقت احتضار ہوا تو دولتسرائے
نبوت میں عمر ابن الخطاب اور دیگر حضرات موجود تھے
جناب رسولخدا نے ارشاد فرمایا کہ لاؤ میں تمہارے لئے ایسا
وثیقہ لکھدوں کہ اسکے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو حضرت
عمر بولے کہ یہ بات تو جناب رسولخدا غلبہ مرض کی وجہ
سے کہہ رہے ہیں ورنہ تمہارے پاس تو قرآن شریف
موجود ہے۔ اور کتاب اللہ ہی محض ہمارے لئے کافی ہے۔ اہلبیت
حضار خانہ میں اختلاف ہوا انمیں سے بعض تو یہ
کہتے تھے کہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرو۔ اکثر وہ
کہتے تھے جو عمر نے کہا تھا جب بہت شور و شغف ہوا
تو جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ میرے پاس سے

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ ... مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ ... وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَكْتُبَ ... مِنْ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ

ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت و سخت مصیبت تھی وہ بات جو ان لوگوں کے شور و شغب کی وجہ سے رسول اللہ کے ارادہ کتابت وثیقہ میں حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرت کچھ نہ لکھ سکے۔

محمد علی صبیح بمیدان الازہر بمصر الجزء الخامس کتاب الوصیۃ ص۷۵-۷۶۔

صحیح بخاری میں یہ روایت سات جگہ دہرائی گئی ہے۔ (۱) کتاب العلم باب کتابۃ العلم، ب الجہاد والسیر باب ہَلْ يُسْتَشْفَعُ اِلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُعَامَلَتِهِمْ (۳) کتاب الخمس، باب اِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ (۴) باب مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهٖ (۵) باب مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهٖ (۶) کتاب المرضیٰ، باب قَوْلِ الْمَرِيْضِ قُوْمُوْا عَنِّيْ (۷) کتاب الاعتصام باب كَرَاهِيَةِ الْاِخْتِلَافِ۔ ان میں سے دو عبارتیں ہم نقل کرتے ہیں:-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهٗ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا هَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثٍ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہا انہوں نے کہ جمعرات کا دن کیسا افسوسناک تھا جمعرات کا دن۔ پھر رونے لگے یہاں تک کہ آنکھ کے آنسوؤں نے زمین کی کنکریوں کو رنگ دیا۔ کہا کہ جمعرات کے دن جناب رسول خدا کا مرض زیادہ تیز ہو گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ۔ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسا صحیفہ لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ لوگوں نے اختلاف و تنازعہ کیا حالانکہ نبی کے پاس جھگڑا مناسب نہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ہذیان بک رہے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے رہنے دو جس حالت میں میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے جس حالت کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو۔ اور آنحضرت نے اپنی وفات کے نزدیک تین وصیتیں کیں (۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) وفود کو ...

أُجِيزُهُمْ وَنَسِيتُ الثَّالِثَةُ ـ

اسی طرح سلوک کرو جیسا کرو ـ اور تیسری بات میں بھول گیا۔

صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب ہل یستشفع الی اہل الذمۃ وم

حَدَّثَنَا إِبْرٰهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُومُوا عَنِّي قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ

(اسمائے راویان عربی پر)

ابن عباس سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا رسول خدا کا وقت رحلت نزدیک آ گیا اور اس وقت گھر میں بہت سے لوگ تھے جن میں سے ایک عمر بن الخطاب تھے تو آنحضرت نے فرمایا۔ آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ پھر جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے حضرت عمر نے کہا کہ رسول خدا پر اس وقت بیماری کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ وہ لوگ جو وہاں جمع تھے آپس میں جھگڑنے لگے کچھ تو ان میں سے ایسے تھے جو کہتے تھے کہ ہاں سامان کتابت لاؤ۔ رسول خدا انہیں ایسا صحیفہ لکھ دینگے کہ جس کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اور کچھ انہیں سے حضرت عمر کے ہمزبان ہو گئے جب انہوں نے بیہودہ کلامی زیادہ کی اور رسولخدا کے پاس شور و شغف بڑھ گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ وہ سخت مصیبت تھی جو رسولخدا اور لکھنے کتابت صحیفہ کے درمیان اس وجہ سے حائل ہو گئی کہ لوگوں نے بہت بیہودہ کلامی کی۔

...الاعتصام باب کراہۃ الاختلاف۔

...احمد حنبل میں ہے:۔

...جبیر عن ابن عباس
الخمیس ثم جعل تسیل
...ن رأیت علی خدیہ کأنہا نظام
...ل رسول اللہ صلعم ائتونی بالکتف
...دواۃ او اللوح والدواۃ اکتب لکم
کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان
رسول اللہ یہجر۔

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ۳۳۶ و ۳۵۵۔

سعید ابن جبیر روایت کرتے ہیں عبد اللہ بن عباس...
عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہائے جمعرات کا دن...
پھر انکے آنسو جاری ہوگئے یہانتک کہ انکے دونوں
رخسار پر موتیوں کی لڑیاں ہیں اور کہا کہ یہ وہ دن تھا
کہ جب جناب رسولخدا نے فرمایا کہ دواۃ و شانہ
یا دواۃ و تختی میرے پاس لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک
ایسا وثیقہ لکھدوں کہ تم اسکے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔
لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ تو ہذیان بکتے ہیں۔

وقال الخفاجی فی نسیم الریاض وفی بعض طرق ہذا الحدیث قال عمران النبی یہجر۔

(ترجمہ) شہاب الدین خفاجی کتاب نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے بعض طرق میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے (خدا ان سے بہت خوش ہو) فرمایا کہ پیغمبر تو ہذیان بک رہے ہیں۔

روی الطبرانی عن عمر قال لما مرض
النبی صلعم قال ادعوا لی بصحیفۃ
ودواۃ اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ
ابدا فقال النسوۃ من وراء الستر
الا تسمعون ما یقول رسول اللہ
صلعم فقلت انکن صواحبات یوسف
اذا مرض رسول اللہ عصرتن اعینکن واذا
صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ دعوھن
فانھن خیر منکم۔ علی المتقی بکنز العمال الجزء الثالث
صفحہ ۱۳۸ حدیث ۲۲۳۳ و الجزء الرابع حدیث ۱۳۶ صفحہ ۵۲

طبرانی نے حضرت عمر سے روایت کی ہے حضرت عمر کہتے ہیں
کہ جب رسولخدا نے بحالت مرض ارشاد فرمایا کہ کاغذ و دوات
میرے پاس لاؤ تاکہ میں ایک ایسا نوشتہ لکھدوں کہ جسکی
وجہ سے تم لوگ اسکے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ازواج رسول
میں سے چند نے پردہ میں سے کہا کہ کیا تم لوگ جناب رسولخدا
کا ارشاد نہیں سنتے ہو۔ میں نے ان بیبیوں کو مخاطب
کرکے کہا کہ تم صواحبات یوسف کی طرح ہو جب رسولخدا بیمار رہتے
ہیں تو تم روتی ہو اور صحت کی حالت میں انکی گردن
پر سوار ہو جاتی ہو۔ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ انکو چھوڑ دو
وہ تم سے بہتر ہیں۔

اس قضیہ کو بہت شرح و بسط کیساتھ ابن سعد نے اپنے طبقہ
نیز ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن فی وفات النبی ص۴۳۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی
کو متفق علیہ لکھا ہے جناب رسولخدا کی ساری عمر کی ہدایات مواعظ و
تبلیغ رسالت کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں کیلئے صراط مستقیم صرف ایک ہی
رسولخدا کی پیروی کریں۔ یہ دونوں ملکر مسلمانوں کو گمراہی سے بچائینگے۔ اور نہ
جدا نہ ہونگے۔ انمیں کا صرف ایک رکن ہدایت کیلئے ناکافی ہے۔ قرآن خود
معنے خود نہیں بتا سکتا وہ خود کہتا ہے کہ اسکی صحیح تاویل اور مشکل آیات کے درست
فی العلم ہی جانتے ہیں۔ جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے انکی طرف رجوع کرے علی میرے علم کے شہر
ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سوائے علی کے اور کہیں نہیں پائیگا بستر مرگ پر بھی آنحضرت اسی مقصد
حصول کو استوار کرنا چاہتے تھے لیکن چونکہ حضرت علی کی قیادت وسیادت کو تسلیم کرنا جناب عمر اور
انکی جماعت کے مدعا کے خلاف تھا۔ لہذا حضرت عمر نے آنحضرت کی خواہش کو پورا ہونے سے روکا اور
اپنے مقلدین کو سمجھایا کہ نہیں ہمارے لئے صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے۔ اسلام میں یہ پہلا اختلاف
تھا۔ جو واقع ہوا۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اسکے بعد جتنے اختلافات اسلام میں پیدا ہوئے اور جتنے فرقے
اور جماعتیں ظاہر ہوئیں ان سب کا باعث اور سبب اعظم یہی ایک اختلاف تھا چنانچہ علامہ
شہرستانی اپنی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں:۔

قال الشہرستانی فی الملل و
النحل اول تنازع فی مرضہ علیہ
السلام فیما روی محمد بن اسمٰعیل
البخاری باسنادہ عن عبداللہ بن
عباس قال لما اشتد برسول اللہ
صلعم مرضہ الذی مات فیہ
قال ائتونی بدواۃ وقرطاس
اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدے

علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا
اختلاف و تنازعہ اسلام میں وہ ہے جو رسول مقبول کے اس
مرض کے دوران میں ہوا جسمیں آپنے انتقال فرمایا وہ یہ
تھا کہ جسکو محمد بن اسمٰعیل بخاری نے کتاب صحیح میں
اپنی اسناد کیساتھ عبداللہ بن عباس سے یوں روایت
کیا ہے کہ جب جناب رسولخدا کے مرض میں زیادتی ہوئی
تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سامان کتابت
دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ

...هران رسول الله قد غلبه
...سبنا كتاب الله وكثر اللغط
...النبي صلعم قوموا عني
...عندي التنازع قال ابن
...ان الرزية كل الرزية
...ما حال بيننا وبين كتاب
رسول الله صلى الله عليه
وسلم۔
شهرستاني: كتاب الملل والنحل۔

لکھدوں کہ پھر میرے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے
یہ سنکر حضرت عمر نے کہا (خدا انسے بہت خوش ہو)
کہ رسول پر تو اسوقت بیماری نے غلبہ کیا ہے ہمارے
لئے تو محض کتاب خدا ہی کافی ہے اسپر بیہودہ کلامی و شور و
شغب بڑھ گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو
میرے پاس تمہارا شور و شغب جائز نہیں ہے۔ اسی پر عبداللہ
بن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت عظیم مصیبت تھا
وہ اختلاف و تنازعہ جس نے ہمارے اور جناب رسولخدا کی تحریر کے
درمیان حائل ہو کر آنحضرت کو کتابت صحیفہ سے باز رکھا۔

علامہ شہرستانی دوسرا اختلاف جیش اسامہ سے تخلف کرنیکو بیان کرتے ہیں کیونکہ اگرچہ اس واقعہ کی ابتدا قضیہ قرطاس سے پہلے ہوئی اور وہ وقت کے لحاظ سے تو پہلے ہوا تھا لیکن اور چونکہ اسکے بعد تک جاری رہا۔ لہذا قضیہ قرطاس ہی کو پہلا اختلاف کہنا چاہیے۔ جیسا کہ شہرستانی وصاحب شرح مواقف نے لکھا ہے شرح مواقف کی عبارت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں لیکن اس کے ایک حصہ کا دوہرانا یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

قال الآمدي كان المسلمون
عند وفاة النبي على عقيدة واحدة و
طريقة واحدة الا من كان يبطن
النفاق يظهر الوفاق ثم نشأ الخلاف
فيما بينهم اولاً في امور اجتهادية لا توجب
كفراً ولا ايماناً وكان غرضهم منها
اقامة مراسم الدين وادامة مناهج
الشرع القويم وذلك كاختلافهم
عند قول النبي في مرض موته

علامہ آمدی کہتے ہیں کہ آنحضرت کے موت تک
تمام مسلمان ایک عقیدہ و طریقہ واحدہ پر مجتمع تھے
سوائے ان لوگوں کے جو دلمیں نفاق رکھتے تھے اور دوستی
ظاہر کرتے تھے پھر صحابہ میں اختلافات پیدا ہوئے
اولاً تو وہ ایسے اختلافات تھے جو امور اجتہادیہ سے
تعلق رکھتے تھے اور انکی وجہ سے نہ کفر واجب ہوتا
تھا اور نہ ایمان پر اثر ڈالتے تھے ان اختلافات کی
غرض صرف اقامت دین و شرع تھی اور ایسے اختلافات تھے
جیسے کہ مثلاً جب کہ مرض موت میں آنحضرت نے فرمایا

ائتونی بقرطاس اکتب لکم — کہ کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا ہدایت نامہ

کتاباً لا تضلوا بعدی حتی قال — کہ پھر تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

عمر ان النبی قد غلبه الوجع — نے فرمایا کہ رسول خدا پر مرض کا غلبہ ہے ہمارے

حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فی — صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے بیہودہ کلامی

ذلک حتی قال النبی قوموا عنی لا ینبغی عندی — بڑھ گئی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور

التنازع۔ (آمدی شرح مواقف) — میرے پاس تنازعہ کرنا جائز نہیں۔

صاحب شرح مواقف کی اس توجیہ و تشریح کی وقعت کا اندازہ خود اہل غور کریں ہمیں تو حیرت ہے کہ بسا اوقات تعصب کس طرح انسان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے یہ اختلاف آپس میں مسلمانوں کا اختلاف نہ تھا کہ جس میں اجتہادی غلطی کا امکان ہو سکتا بلکہ یہ اختلاف اس رسول سے تھا جو خود شارع و بانی دین تھا۔ جناب رسول خدا کے خلاف کوئی اجتہاد کارگر نہیں ہو سکتا۔ پھر اس اختلاف کو باعث تقویت اس دین کی سمجھنا جس دین کا شارع و بانی وہ رسول تھا کہ جس سے یہ اختلاف تھا۔ توجیہ لاطائل و تاویل باطل کی بین مثال ہے۔ جناب رسول خدا کے کلام ہدایت التیام کو ہذیان مریض سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور پھر اسکو موجب کفر نہ قرار دینا بلکہ باعث تقویت دین سمجھنا صرف حضرت آمدی ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ ہماری غرض تو اس تحریر کی نقل سے یہ ہے کہ ظاہر ہو جائے کہ گروہ اہل حکومت بھی مانتا ہے کہ یہ اسلام میں پہلا رخنہ اور اختلاف تھا۔

جب آنحضرت کو صحابہ کی طرف سے ناامیدی ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ ضرور تنازعہ پیدا کریں گے تو آنحضرت نے حضرت علی کو بلا کر دیر تک راز کی باتیں کیں اور صبر کی تلقین کی تاریخ طبری میں ہے:۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی — ابن عباس کہتے ہیں کہ اسی مرض کے دوران میں جناب

اللہ علیہ وآلہ وسلم ابعثوا الی علیاً — رسول خدا نے فرمایا کہ علی کو میرے پاس بلواؤ حضرت

فادعوہ فقالت عائشۃ لو بعثت — عائشہ نے کہا کہ کاش آپ ابوبکر بلاتے اور حفصہ نے

الی ابی بکر وقالت حفصۃ لو بعثت الی — کہا کہ کاش آپ عمر کو بلاتے پس اتنے میں یہ حضرات

معوا عنده جميعاً	وہاں جمع ہو گئے۔ آنحضرت نے جب علی کو نہ پایا تو
ل الله صلعم انصرفوا فان	فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اگر تمہاری ضرورت
بعث اليكم فانصرفوا۔	ہو گی تو میں خود تم کو بلا لونگا۔ یہ سنکر وہ لوگ چلے گئے۔

بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص۱۹۵ وقائع سنۃ احادی عشرۃ۔

یہ واقعہ صاحبان غور کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے اور ہمارے مدعا پر ت اچھی طرح روشنی ڈالتا ہے حصول حکومت کی جو تدبیریں کی جا رہی تھیں انمیں ان دونوں مخدرات عصمت کا بہت بڑا حصہ تھا کہ آنحضرت کو یہ اطمینان نہیں جانے دیتی تھیں۔ اور آنحضرت کو معمولی انسان سمجھکر آپ کی جسمانی کمزوری و بیماری کا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں۔ اور اپنی رائے کے مطابق عمل کرانا چاہتی تھیں۔ جب آنحضرت نے نہ مانا تو خود ہی دونوں نے اپنے اپنے باپ کو بلا لیا۔ لیکن چونکہ یہ مطلوب نہ تھے آنحضرت نے اُن کو واپس کر دیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی کو اہم کام کے لئے طلب کیا تھا۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ آنحضرت حضرت علی سے صحابہ کی کیفیت بیان کر کے صبر کی تلقین کرنا چاہتے تھے اور ساتھ ہی اُنکو امامت نماز کے لئے مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ و حفصہ مطلب سمجھ گئیں۔ اپنے اپنے باپ کو بلا لیا۔ جب آنحضرت نے اُن سے اصل مدعا نہ کہا اور واپس کر دیا تو خود ہی حضرت عائشہ نے اپنے والد ماجد کو امامت نماز پر کھڑا کر دیا۔

آخر کار حضرت علی کو بلایا گیا۔ تاریخ روضۃ الاحباب میں محدث شیرازی تحریر کرتے ہیں:۔

فرمود کہ بگوئید برادرم علی را۔ علی بیامد و ببالین وے نشست۔ حضرت سر خود را از بستر برداشت امیر در تیب بغل وے در آمد سر با کیفش را بر بازوے خویش نہاد آں سرور فرموداے علی فلان یہودی پیش من چندین مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ قرض گرفتہ بودم زنہار گردن ۔۔۔ زرہ من از آنکس ۔۔۔ علی تو اول کسی تو باشی ۔۔۔ بر لب حوض کوثر ۔۔۔ بعد از من بسے امور مکروہ

بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق مصابرت پیش گیری و چون بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو باید کہ آخرت را اختیار کنی۔"

ترجمہ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ حضرت علی آئے اور آپ کے سرہانے بیٹھے۔ آنحضرت نے اپنا سر تکیہ سے اٹھایا اور حضرت علی کو اپنی بغل میں لے لیا۔ اور آنحضرت کا سر حضرت علی کے بازو پر تھا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی فلاں یہودی سے میں نے تجہیز جیش اسامہ کے لئے کچھ قرض لیا تھا۔ دیکھو ضرور بالضرور اسکو میری طرف سے ادا کر دینا۔ اے علی تم پہلے وہ شخص ہو گے۔ جو حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے۔ میرے بعد تم کو بہت سی مصائب و تکالیف پہنچینگی تمکو چاہیے کہ دلتنگ نہ ہوا و صبر کرو۔ اور جب دیکھو کہ لوگوں نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت اختیار کرنا۔

غرضیکہ ثابت ہے کہ اس موقعہ پر فقرہ ان الرجل لیھجر آنحضرت کے متعلق کیا گیا۔ اور اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر تھے۔ خدا انسے بہت بہت خوش ہو*۔ روایات سابقہ کی عبارات پڑھنے سے یہ صاف ظاہر ہے۔ اور شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض یہ لکھدیا ہے۔ ابن الاثیر جزری نے نہایت العقول میں لکھا ہے:۔

ومنہ حدیث مرض النبی قالوا	ایک حدیث مرض رسول ہے۔ وہاں جو صحابہ حاضر تھے
ماشانہ اھجر ای اختلف کلامہ	انہوں نے کہا کہ رسول کی کیا حالت ہے کیا رسول
بسبب المرض علی سبیل الاستفھام	کو ہذیان ہو گیا ہے یعنی کیا انکا کلام سبب مرض کے
ای ھل تغیر کلامہ واختلط	متغیر و مختلط ہو گیا ہے اور یہ اس واقعہ کی بہت اچھی
لاجل مابہ من المرض ھذا	تاویل ہے۔ یہ استفہامیہ ہے نہ کہ امر واقعہ کی خبر اگر
احسن مایقال فیہ ولا یجعل	اسکو خبر سمجھیں تو فحش و ہذیان عائد ہوتا ہے اور
اخبارا فیکون من الفحش والھذیان	یہ ہم نہیں مان سکتے کیونکہ اس کے کہنے والے
والقائل کان عمر ولا یظن بہ ذلک	حضرت عمر تھے اور انکی نسبت ایسا قیاس نہیں کیا جانا چاہیے

* عربی فقرہ رضی اللہ عنہ کا ترجمہ ہے۔

...ایت المعقول۔

...نت اہل حکومت میں بڑے اعلیٰ اعلیٰ منطقی و فلاسفر گذرے ہیں لیکن جب ...نے ائمہ سقیفہ بنی ساعدہ کے کسی فعل یا قول کی حمایت یا تشریح کرنا چاہتے ہیں، ...ں سے کسی کا منطق و ذہن کام نہیں کر سکتا۔ اس میں اُن کا یا اُن کے منطقی ...ت کا قصور نہیں۔ وہ فعل یا قول ہی ایسا ہوتا ہے کہ جو شرمندۂ توجیہ و تشریح و ...طق نہیں ہونا چاہتا۔ ابن الاثیر کی توجیہ ملاحظہ کی۔ استفہام کی کیوں ضرورت ہوئی۔ آنحضرت کے قول میں کونسی بات تھی جس سے ہذیان کا شبہ ہوتا۔ اگر استفہام تھا تو مخدرات عصمت نے پردہ میں سے کیوں کہا کہ حکم رسول کی تعمیل کرو۔ انہوں نے تو سمجھ لیا جو باہر نزدیک تر تھے انہیں کس بات نے مغالطہ میں ڈالا۔ اگر وہ لوگ نہیں سمجھے تھے تو پھر حضرت عمر ازواج رسول پر انکے اس کہنے کی وجہ سے ناراض اور اتنے چراغ پا کیوں ہوئے۔ اور اگر شبہ تھا تو پھر کیا اور کس طرح تحقیقات کی۔ اور اس تحقیقات کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت کا کونسا فعل تھا جس سے انہیں اس ہذیان کا یقین ہو گیا اور اس یقین کی وجہ سے قلم و دوات پیش نہیں کیا۔ اگر محض استفہام ہوتا تو آنحضرت کیوں اتنے ناراض ہو کر یہ کہتے کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ جس حالت میں ہوں وہ بہت بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھکو بلاتے ہو۔ دلیل و منطق تو ملاحظہ ہو۔ چونکہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں لہٰذا اس کی تاویل اس طرح کرنی چاہئے کہ وہ فقرہ استفہامیہ تھا۔ پھر ہمارا دعوے ثابت ہوا کہ یہ بزرگوار واقعات صحیحہ کی بنا پر اپنا اعتقاد قائم نہیں کرتے۔ بلکہ اعتقاد کے تعصب کی وجہ سے واقعات کی کتر بیونت کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے جب خود حضرت عمر کا فعل معرض بحث میں ہو تو اُس وقت یہ دلیل کیا کام کر سکتی ہے۔ غرضیکہ یہ تو ابن الاثیر نے بھی مان لیا کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں۔ ابن تیمیہ نے بھی منہاج السنۃ میں اسی طرح کی تاویل کی ہے لیکن وہ بھی مانتے ہیں کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں ؛

فلما کان یوم الخمیس هم	پس جب جمعرات کا دن
ان یکتب کتابا فقال له	کی کہ ایک نوشتہ لکھیں
عمر ماله اهجر فشك عمر	مرض کی وجہ سے آنحضرت کو
هل هذا القول من هجر الحمی فکان	عمر کو شک ہوا کہ بخار کی تیزی
هذا امما اشتبه علی عمر کما اشتبه علیه موت	کو ہذیان ہو گیا ہے پس یہ ا مر تھا
النبی بل انکره۔	واقف نہ ہوئے جس طرح کہ وہ آنحضرت
ابن تیمیہ:۔ منہاج السنۃ۔	سے واقف نہیں ہوئے۔ بلکہ اس سے انکار کر

امر واقعہ تو یہ ہے کہ آنحضرت کی موت سے بھی ایک مصلحت کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اور یہ فقرہ بھی ایک مقصد کے لئے کہا گیا تھا۔ پچپن سال کی عمر تک حضرت عمر نے کوئی شخص مرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ انہیں معلوم نہیں تھا۔ کہ لوگ کس طرح مرا کرتے ہیں۔ جناب رسول خدا کا مردہ جسم تو وہاں پڑا ہوا ہے اور فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا جسم تو نہیں چھوڑ گئے تھے۔ بالکل یہی عبارت علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں درج کی ہے۔ گویا علامہ نووی اور ابن تیمیہ دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر تھے۔ یہی طرح شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: هجر بمعنی اختلاط و لایجوز ان یکون بمعنی هذیان وفحش لان القائل بعدم الکتابت عمر ولا یظن به ذالك

ترجمہ۔ ہجر کے معنے خبط و مخلط ہونے کے ہیں۔ اور یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے معنے ہذیان وفحش کے لیں۔ کیونکہ یہ جملہ کہنا کہ کتابت سے روکنے والے حضرت عمر تھے۔ اور انکی نسبت یہ قیاس نہیں ہو سکتا۔

اس ہٹ دھرمی کی بھی کوئی حد ہے۔ تاویل رکیک پر صبر نہ ہو سکا تو اب لغت کے معنے بھی حضرت عمر کی خاطر تبدیل ہونے لگے جیسا ہم آگے ابھی بیان کرینگے ہجر کے معنے ہذیان وبکواس کے ہیں۔

شیخ احمد فاروقی سرہندی مکتوب ۹۶ جلد ثانی میں لکھتے ہیں:۔

ال۔ حضرت فاروق دراں وقت کہ گفت انہ یھجر الرجل مراد ازاں چہ باشد۔

ب۔ فاروق شاید دراں وقت فہمیدہ باشد کہ ایں کلام از پیشاں بواسطۂ وجع

بسیار واقع شدہ است۔

ت فاروق نے غالباً اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید یہ کلام آنحضرت نے مرض

سے بغیر ارادہ و اختیار کے کہدیا ہے۔

توجیہ و تاویل تو وہی پرانی ہے لیکن فاروق کا لفظ یہاں خوب مزا دیتا ہے فاروق

تو اس کو کہتے ہیں کہ جو حق کو باطل سے جدا کر دیتا ہے اور یہاں اس عبارت میں شیخ احمد

فاروقی سرہندی کی ساری بحث ہی یہ ہے کہ حضرت عمر حق و باطل میں شناخت نہ کر سکے

گویا اُن کی صفت غیر فاروقی کی بنا پر استدلال کیا جا رہا ہے لیکن اُن کو فاروق

مانا جا رہا ہے۔ کہیں تو انسان عقل و منطق سے کام لے۔

شیخ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض میں

اس جملہ قال انا امان لاصحابی قیل من البدع وقیل من الاختلاف و

الفتن کی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں:۔

المراد بالاختلاف مایشتمل المخالفۃ العلماء والفقہاء والحکام من غیر دلیل معمول بہ وان کان ذلک مطلقا لم یقع فی حیاتہ لمعرفۃ حقیقۃ کل امر بالوحی واما الاختلاف الذی وقع عندہ کما ورد فی الاحادیث الصحیحۃ من ان النبی قال فی مرضہ ائتونی بدواۃ الکتب لکم کتابا لاتضلون بعدی فقال عمر ان الرجل لیھجر

اختلاف سے مراد مخالفت ہے اور وہ مخالفت علماء و فقہاء و حکام کی بغیر دلیل کے ہے۔ اور اگر اس سے مطلب مخالفت مطلق ہو تو وہ آنحضرت کی زندگی میں کبھی نہیں ہوا کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے ہر ایک امر کی حقیقت معلوم ہو جاتی تھی۔ اور وہ اختلاف جو آپ کے حضور میں بوقت مرض ظہور پذیر ہوا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ آپ نے بحالت مرض فرمایا کہ میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا صحیفہ لکھدوں جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو لیکن عمر نے کہا یہ شخص تو ہذیان بک

حسبنا کتاب اللہ فخلط الناس	رہا ہمیں ہمارے لئے تو کتاب خدا کافی
فقال اخرجوا عنی لاینبغی للتنازع	آپس میں لغو باتیں کہنے لگے۔ا
لدیّ فقال ابن عباس الرزیۃ	فرمایا کہ میرے پاس سے دور
کل الرزیۃ ما حال بیننا	جاؤ نہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں
وبین کتاب رسول اللہ صلعم	عظیم مصیبت تھی جو ہمارے اور
وھذا مما یطعن بہ الرافضۃ	درمیان حائل ہو گئی۔ رافضی لوگ
علی عمر وقال صاحب الملل و	حضرت عمر پر طعن کرتے ہیں صاحب ملل
النحل ھو اول اختلاف وقع فی الاسلام	ہیں کہ پہلا اختلاف اسلام میں یہ تھا۔

اس تحریر سے اچھی طرح ثابت ہوا کہ فقرہ جو آنحضرت کی شان میں کہا گیا تھا ان الرجل لیھجر تھا اور اس کے کہنے والے حضرت عمر تھے حمیدی اپنی کتاب جمع بین الصحیحین میں حدیث قرطاس کے متعلق لکھتے ہیں: فقالوا ما شانہ فقال ان الرجل لیھجر۔ (ترجمہ) لوگوں نے کہا کہ آنحضرت کی کیا شان ہے یعنی حالت ہے تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے۔

علامہ عکبری جو ثقات علمائے اہلسنت سے ہیں تبیان شرح دیوان متنبی میں اس امر کے قائل ہیں کہ یہ فقرہ ان الرجل لیھجر حضرت عمر نے آنحضرت کی نسبت اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا تھا۔ اور حتماً و جزماً اسکو کلام عمر کہتے ہیں چنانچہ اس شعر

أَالْغُنَّی فِیْکَ ھُجْرًا بَعْدَ عِلْمِیْ ۔۔۔ بِاَنَّکَ خَیْرُ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ

کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

الھجر القبیح من الکلام والفحش وھجر اذا ھذی وھو ما یقول المحموم عند الحمی ومنہ قول عمر بن الخطاب عند مرض رسول اللہ ان الرجل لیھجر علی عادۃ العرب۔

ترجمہ۔ الھجر بمعنے کلام قبیح و فحش لھجر ہذیان بکا۔ اور وہ کلام جو بخار کا مریض حالت بخار میں کہتا ہے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کا قول دوران مرض رسول میں کہ شخص

۔ اور اس طرح گفتگو کرنا عرب کی عادت و دستور کے مطابق تھا۔
ا یہ قبیح فقرہ آنحضرت کے حق میں کہنا ہر ایک کے دل میں کھٹکتا ہے
ی اپنی عقل کے مطابق اُس کی توجیہ کرتے ہیں۔ علامہ عکبری حضرت
سعذور سمجھتے ہیں کہ یہ عرب کی عادت تھی۔ وہ اسی طرح گفتگو کیا کرتے
ا یہ عادت ہوگی آپس میں۔ سوال تو یہ ہے کہ جو شخص جناب رسول خدا
شان و رفعت کی معرفت حاصل کر چکا ہے اور واقعی ان کی رسالت
ے ایمان لے آیا ہے۔ کیا وہ بھی اس ہی حقارت کے ساتھ آنحضرت کا ذکر کریگا
ں کی تو اور بھی بہت سی عادتیں تھیں۔ آپس میں گالیاں بکتے تھے شراب پیتے
تھے۔ لڑکیاں زندہ قبر میں دفن کرتے تھے۔ اگر عربوں کی عادت ہی عذر معقول سمجھا
جانے لگا تو بس قصہ ختم ہے۔ جب حشر میں سوال کیا جائیگا کہ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ تو جواب
دیدینگے علیٰ عادۃ العرب۔ اور اگر عادت عرب ہی پر اصرار ہے تو اُس سے بھی
ہمارے اس دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ ان بزرگوں میں سے سابقہ کفر کی نشانیاں
آخر تک باقی رہیں کبھی ان کو صحیح معرفت رسول حاصل نہیں ہوئی۔ رسول خدا
کو معمولی شخص ہی سمجھتے رہے۔ پرانی عرب کی عادتیں ان میں برابر جاری و ساری
رہیں۔ آنحضرت کی تعلیم و صحبت بھی ان کو انسان نہ بنا سکی۔

بحرالعلوم میں ہے۔ ھجر۔ پریشان گفتن بیمار یہی معنی صراح میں لکھے ہیں۔
منتہی العرب میں ہے۔ ھجر فی نومہ او مرضہ ھجراً۔ ہذیان درائید دران خ
پریشان گفت۔ ھجور سخن پریشان ومنہ قولہ تعالیٰ۔ ان قومی اتخذوا ھذا القرآن
مھجوراً شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اس لفظ مھجوراً کا اس فقرہ میں
اسطرح ترجمہ کیا ہے میری قوم نے قرآن کو بکواس سمجھا۔"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ الکواکب
الدراری فی شرح صحیح البخاری میں حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی
المولود ۷۱۷ھ نے خطابی سے نقل کیا ہے۔ ھذا یتاول علی وجھین احدھما انہ

اراد ان یکتب اسم الخلیفة بعدہ لئلا یختلف الناس ولا یتنازع ذلك الی الضلال۔ ترجمہ۔ اس کی دو طرح سے تاویل ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ آنحضرت کا ارادہ تھا کہ خلیفہ کا نام لکھ دیں۔ تاکہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو۔ اور ضلالت کی طرف نہ لیجائے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ابن حجر عسقلانی قول اکتب لہ کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

ھو تعیین الخلیفة بعدہ۔ (ترجمہ) آنحضرت کا مقصد تھا کہ اپنے بعد کے خلیفہ کا تعین اس تحریر سے کر دیں۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری، الجزو الثامن۔ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ ص۱۰۱۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔ اراد ان ینص علی اسامی الخلفاء بعدہ حتی لا یقع بینھم الاختلاف (ترجمہ) آنحضرت نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے بعد کے خلفاء کے نام مقرر کر دیں اور تحریر کرا دیں تاکہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ فتح الباری الجزء الاول ص۱۸۶ باب کتابة العلم۔

شرح صحیح مسلم میں علامہ نووی لکھتے ہیں:۔ قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی ھم النبی فقیل اراد ان ینص علی الخلافة فی انسان معین لئلا یقع نزاع وفتن۔ (ترجمہ) علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت کیا لکھنا چاہتے تھے۔ اغلب یہ ہے۔ کہ آپ کا ارادہ تھا کہ خلافت کیلئے ایک آدمی مقرر کر دیں تاکہ تنازعہ وفتنہ نہ ہو۔

شہاب الدین خفاجی شارح شفاء قاضی عیاض، فصل فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث فی وصیتہ من الباب الثانی من القسم الثالث کے تحت میں لکھتے ہیں:۔ قال سفیان اراد ان یبین امر الخلافة بعدہ حتی لا یختلفوا فیھا۔ (ترجمہ) سفیان کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا کا ارادہ تھا کہ آپ امر خلافت کو ظاہر کر دیں تاکہ لوگ اس میں اختلاف نہ کریں۔

سیاق کلام اور واقعات بھی یہی بتا رہے ہیں کہ آنحضرت اپنے خلیفہ کا تعین کرنا

یکا نام تحریر کرنا چاہتے تھے حضرت عمر بھی سمجھ گئے اور فوراً مانع ہوئے
اور ان کو یہ نہ خیال ہوتا کہ آنحضرت کیا لکھائینگے تو کتابت صحیفہ کے بعد
نے اور دیکھتے کہ جو رسول نے لکھایا ہے وہ ہذیان معلوم ہوتا ہے یا آپ
بیغ رسالت کے مطابق ہے۔ یہ سخت مکروہ فقرہ کہ یہ شخص تو ہذیان بک
رہتا ہے کہ کہنے والے نے محض روکنے کی خاطر حالت اضطراب میں جلدی
مدیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر سمجھ گئے تھے کہ حضرت علی ہی
نام لکھائینگے۔ غدیر خم کا نقشہ فوراً ان کی آنکھوں میں پھر گیا۔ لہذا آپ مانع ہوئے۔
حضرت عبداللہ ابن عباس نے اس کو مصیبت عظمی اسی وجہ سے کہا کہ آنحضرت اسم
خلیفہ کو تحریر نہ کر سکے۔ اور اس عدم تحریر کی وجہ سے وہ وہ فتنے و فساد پیدا ہوئے جو
عبداللہ ابن عباس نے آنحضرت کے بعد ملاحظہ کئے۔ اور ان ہی مشاہدات کی بنا پر
آپ کو عمر بھر آنحضرت کے صحیفہ نہ لکھنے کا قلق رہا۔

لیکن اگرچہ تحریر سے حضرت عمر مانع ہوئے۔ پھر بھی آپ نے زبانی وصیت
فرما ہی دی۔ ان روایات صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اس رویہ کے بعد
آپ نے تین وصیتیں فرمائیں۔ یہ روایات مختلف اسانید کے ساتھ بیان کئے
گئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ ان سب کے حضرات رواۃ وہ تیسری وصیت بھول گئے۔
یہ بھولنا بھی معنی خیز ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری بکتاب الجہاد والسیر۔ باب ھل یستشفع
الی اھل الذمۃ ومعاملتھم وکتاب الخمس باب اخراج الیھود من جزیرۃ
العرب وباب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

معارج النبوۃ میں ہے۔ وصیت سوم را فراموش شدہ بود یا در اظہار آن
مصلحت ندید۔ رکن چہارم۔ باب چہاردہم فصل سوم صفحہ ۲۲۹ ۔

یعنی تیسری وصیت راوی بھول گیا یا اس نے اس کے اظہار میں مصلحت نہ
دیکھی۔ امر واقعہ یہی ہے کہ اس نے مصلحت نہ دیکھی جس کا نکو حضرت عمر روکیں اسکے بیان کرنے سے
بیشمار تکالیف کا اندیشہ تھا لہذا اس کے بیان نہ کرنے ہی میں مصلحت تھی۔

علامہ غزالی سر العالمین میں لکھتے ہیں:۔

لما مات رسول اللہ قال قبل وفاتہ	جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو آپ
ائتونی بدواۃ وبیاض لازیل	نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس دوات
عنکم اشکال الامر واذکر	تاکہ میں امر خلافت کے متعلق تمہارا
لکم من المستحق لھا بعدی	کر دوں اور بیان کر دوں کہ میرے بعد
قال عمر رضی اللہ عنہ دعوا الرجل فانہ لیھجر	کا مستحق ہے لیکن حضرت عمر یہ کہکر مانع ہوئے۔
وقیل یھذی۔ سر العالمین مطبوعہ مصر ص۲۱	شخص بکواس کر رہا ہے یا یہ کہا کہ ہذیان بک رہا ہے

یہ صریح الفاظ ہیں ہم تک پہنچے ہیں کہ وہ تیسری وصیت کیا تھی۔

فی روایۃ انہ صلعم قال فی	روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے اپنے مرض موت میں
مرض موتہ ایھا الناس یوشک	فرمایا اے لوگو! غالباً میں بہت جلد رحلت کر جاؤں
ان اقبض قبضا سریعا	اور خدا کا فرستادہ مجھکو لیجائیگا پہلے بھی میں تم سے
فینطلق بی وقد قدمت الیکم	کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں تاکہ نہیں کوئی
القول معذرۃ الیکم الا انی	عذر باقی نہ رہے خبردار میں تمہارے درمیان میں
مخلف فیکم کتاب ربی و	کتاب خدا اور اپنی عترت چھوڑے جاتا ہوں۔ پھر
عترتی اھل بیتی ثم اخذ بید	آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا۔ یہ
علی فرفعھا فقال ھذا علی مع القرآن	علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور
والقرآن مع علی لا یفترقان	یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے حتی کہ میرے
حتی یردا علی الحوض فاسئلوھما	پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ پس ان دونوں سے
ما خلفت فیھما۔	پوچھتے رہنا کہ اسلام اور میری تعلیم کیا ہے۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ فصل الثانی ص۔

اب تو ناظرین کے دل میں غالباً کوئی شک باقی نہ رہا ہوگا کہ آنحضرت اس صحیفہ میں حضرت علی کی خلافت و جانشینی تعین فرمانا چاہتے تھے۔ لیکن جب حضرت عمر تحریر میں مانع ہوئے تو آپ نے زبانی ہی فرما دیا۔ یہ خیال تو پہلے ہی سے تھا اب یقین

ئت جس کے سرگروہ حضرت عمرؓ تھے حضرت علی کے خلیفہ ہونے میں بہت سی
کریگی اوران کو خلیفہ نہ ہونے دیگی۔ لہذا آپ نے حضرت علی کو بلاکر صبر کی
ہ اس نصیحت وتلقین ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت علی نے اپنا حق ضائع ہوتا ہوا
وا رنہ اٹھائی۔

بات تو اتنی ہی تھی جتنی ہم نے اوپر بیان کی لیکن جب واقعات ومنطق کمزور
ت کج بحثی کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ تاکہ اصلی معاملہ لوگوں کی آنکھوں سے
پنہاں رہے۔ جب حکومت کے حامیوں نے دیکھا کہ یہ قصہ تو بہت ٹیڑھا نکلا۔ اس
سے تو ہمارا قصرِ حکومت ہی متزلزل ہوتا ہے تو اب ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے
ان کی کج بحثی کا نمونہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حضرت علی بھی تو موجود ہونگے۔ انہوں نے جلدی سے دوڑ کر کیوں نہ قلم دوات
پیش کردی۔ رسول تو اُمّی تھے وہ لکھتے کس طرح۔ اس کے بعد آنحضرت تین دن زندہ
رہے۔ یہ جمعرات کا ذکر ہے۔ پیر کے دن آپ نے رحلت فرمائی۔ اس عرصہ میں پھر دوبارہ
کوشش کیوں نہ کی گئی۔ اور آپ اب لکھتے بھی کیا۔ لکھنے کو اب کیا باقی رہا تھا آپ
کی تبلیغ رسالت پایۂ کملت لکھ دینکو کی مہر تو لگ ہی چکی تھی۔ پھر اب نجات کے لئے
کس مزید شرط کی ضرورت تھی۔ واقعی کتاب خدا کافی تھی۔ اگر ۲۳ سال کی ہدایت کے باوجود
گمراہی میں پڑنے کا امکان تھا تو یہ تین چار سطریں آخروقت کی کیا کرسکتی تھیں۔ حضرت عمر
نے تو خیال کیا کہ اب ایسے وقت میں آپ کو تکلیف ہوگی لہذا تکلیف سے باز رکھا۔ اور
واقعی اُنہوں نے ٹھیک فرمایا۔ کہ حسبنا کتاب اللہ۔

مانعین قرطاس وقلم کے حامیوں کی بحث کا یہ لب لباب ہے اور اگر اس
بحث کا اور اختصار کیا جائے تو یہ صرف ایک جملہ میں ختم ہوجاتی ہے۔ اور وہ یہہ کہ
آنحضرت نے قرطاس وقلم ودوات مانگنے میں غلطی کی۔ واقعہ تو ثابت ہے۔ یہ کہ وہ غیر
ضروری تھا۔ غیر مفید ہوتا۔ اس کا اعادہ کیوں نہ کیا گیا۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں
کہ معترض کا مطلب ہے کہ آنحضرت نے غلطی کی۔ اس مختصر بحث کا مختصر جواب تو یہ

ہے کہ جب واقعہ ثابت ہو گیا تو یہ کہنا کہ یہ آنحضرت کی غلطی تھی کسنہ
اور لہذا اس سے زیادہ اس کا جواب دینا ہمارا فرض نہیں لیکن
کے لئے ہم تفصیلی جواب بھی دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی یہ غلطی تھی جس وصیت کی تحریر کے لئے
قلم طلب کیا گیا تھا وہ تو کوئی نئی بات نہ تھی۔ جب سے آپکا زمانہ تبلیغ
وقت سے تعلیم وحدانیت و نبوت کے ساتھ ساتھ ہی ولایت و خلافت
کی تلقین آنحضرت فرماتے رہے تھے تبلیغ عام کا سب سے پہلا موقعہ دعوت ذی العشیرہ
تھا۔ اور وہاں بھی خلافت و وزارت علی ابن ابی طالب کی طرف لوگوں کو دعوت دی
تھی۔ ابھی پورے تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ تمام امت کے سامنے بحکم خداوندی
حضرت علی بن ابی طالب کی خلافت کا اعلان فرما چکے تھے۔ لہذا جہانتک مضمون
کی تحریر کا تعلق ہے وہ کوئی نئی بات نہ تھی اور نہ اس کو بیماری کے غلبہ کا ہذیان کہنا
مناسب ہوگا +

ایک سوال موقعہ و محل کا ہے۔ تو وصیت کی تحریر کا وقت ہی وہ تھا۔ عموماً بستر
مرگ ہی پر وصیت کی جاتی ہے۔ اس سے پہلے یہ اعلان خلافت تھا۔ اب امت
کے لئے ایک وصیت چھوڑنے کا وقت آیا تھا۔ علاوہ اس کے ایسے وقت پر
لوگ رقیق القلب ہو جاتے ہیں اور مرنے والے کی وصیت پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے
ہیں۔ آپنے خیال کیا کہ میری امت کو میری اتنی تو محبت ہوگی کہ میری اس آخری
خواہش کو پورا کریں۔ لہذا آپ نے وہ وقت اس وصیت کے لئے منتخب کیا
جب دشمنوں کی دشمنی زائل ہو جاتی ہے اور دوستوں کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ اور انکی
خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والے حبیب کو خوش
کر سکیں لیکن فقرہٗ ان الرجل لیھجر نے آنحضرت کو جتا دیا کہ ان لوگوں کو آپ سے
کتنی محبت تھی +

یہ بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ تحریر کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر ضرورت تھی۔ تو

رہ ہوسکتی تھی۔ یہ سب اعتراضات جناب رسول خدا پر ہیں۔ اسمیں کچھ شک
سالت کے لئے کسی تحریر کی ضرورت نہیں۔ آپنے غدیر خم پر ایک اعلان
ستار بندی کی رسم بھی ادا کردی۔ علی کی بیعت بھی کرا دی لیکن تحریر نہ کی
ں کی اُمت کے درمیان جو تعلقات ہوتے ہیں۔ اور رسول کی اوامر د
ں اطاعت یا اس سے سرتابی کے مقدمات کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ ایک
حاکم کے روبرو ہوتے ہیں کہ جس کے نزدیک زبانی حکم بھی ایسا ہی ہے کہ جیسا تحریری
حکم۔ اگر رسول نے حکم خداوندی کھلے الفاظ میں علانیہ طور سے امت تک پہنچا دیا ہے۔ تو پھر
خداوند تعالیٰ رسول سے تحریری ثبوت اس تبلیغ کا نہیں مانگیگا۔ خدا جانتا ہے۔ کہ حکم
پہنچا دیا گیا۔ اور امت کو معلوم ہے کہ پہنچا دیا۔ جائے انکار خداوند تعالیٰ کے سامنے
کسی کو نہیں۔ اسی وجہ سے جناب رسول خدا نے ابتک خلافت علی ابن ابیطالب
کے لئے کوئی نوشتہ تحریر نہیں کیا تھا۔ خلافت علی ابن ابی طالب تو علیحدہ رہی
آپنے کسی شعبہ رسالت کی کوئی تحریر نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ قرآن شریف کو جمع
کرا کر اُس پر اپنی مہر تصدیق بھی ثبت نہیں کی تھی۔ قرآن شریف نازل ہوتا گیا۔ آپ
لوگوں کو تعلیم فرماتے رہے اور بس۔ اگر امور رسالت میں تحریر کو دخل ہوتا تو سب سے
پہلے قرآن شریف جمع کرا کر اُس پر مہر نبوت ثبت کیجاتی۔ آپ جانتے تھے کہ اپنے پیچھے اپنی
عترت کو چھوڑے جاتا ہوں جو بہترین محافظ قرآن ہیں۔ اور یہ کافی ہے +

ہماری اس بحث کے بعد قدرتی طور سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اب کیوں
قلم و دوات برائے تحریر طلب کئے گئے۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ اس وقت یہ امر بطور
وصیت کے بیان کیا جا رہا تھا۔ اور وصیت تحریری ہی ہوا کرتی ہے۔ جہاں تک اسکا تعلق
عام تبلیغ رسالت سے تھا وہ ہو چکا تھا اور اس وقت کوئی تحریر نہیں ہوئی۔ دوسرا جواب
یہ ہے کہ حضرت علی کی خلافت و حکومت کے اعلان عام کے بعد جو لوگوں کے دلوں کی کیفیت
کا اظہار آنحضرت پر ہوا اُس سے آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ علی کی حکومت کو ٹھنڈے
دل سے قبول نہیں کرینگے۔ چونکہ یہ امر اُن کی دلی خواہش کے خلاف تھا۔ لہذا اُس

میں یہ لوگ روڑے اٹکائیں گے۔ اور اس حکم کی تعمیل نہیں کرینگے۔
تو یہ بتا رہے تھے کہ معاملہ کا انجام کیا ہوگا۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس
تفرقہ پڑ جائیگا۔ اور ممکن ہے کہ جو جماعت علی کے خلاف ہے وہ تعداد
کے غالب تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے سامنے تحریری ثبوت پیش کرنیکے
امت پر اس امر کو واضح کرنے اور جماعت حقہ کو تقویت پہنچانے کی غرض سے
نے اس تحریر کا ارادہ فرمایا تھا تجہیز جیش اسامہ کا بھی مقصد اولیٰ یہی تھا۔

اب رہا یہ سوال کہ وفات سے پہلے پھر نہ کیوں اس خواہش کا اعادہ فرمایا
اس کا جواب بہت آسان ہے ممکن ہے کہ اُس صدمہ کے بعد جو صحابہ کے اس رویہ
سے آپ کے دل پر ہوا آپ کے مرض کی حالت روز بروز مخدوش ہوتی گئی ہو۔ اور آپ کے
جسم میں پھر اتنی طاقت ہی نہ آئی ہو کہ اس تحریر کو مکمل کراتے۔ یہ بھی روایات سے ظاہر ہوتا
ہے کہ آپ نے جمعرات ہی کے دن انتقال فرمایا۔ اور صحیح بخاری کی روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ طلب قرطاس و قلم کا واقعہ آپ کی حیات کے آخری گھنٹوں میں ہوا
تھا۔ علاوہ اس کے یہ ثابت نہیں کہ اس واقعہ کے بعد پھر کبھی اتنا مجمع آنحضرت کے
گرد ہوا ہو۔ فریق مخالف بھی چوکنا ہو گیا تھا۔ کہ اگر ہم پھر آنحضرت کے گرد جا کر جمع ہوئے
تو کہیں پھر نہ اس خواہش کا اعادہ ہو جائے۔ لہذا ایک وقت میں اتنے اجماع کا موقعہ
ہی نہ آنے دیا۔ اس سے بھی تو ڈرتے تھے کہ اگر رسول خدا کے سامنے گئے تو وہ
فرمائینگے۔ کہ کیا ابھی جیش اُسامہ نے کوچ نہیں کیا۔ ان سب وجوہات کے علاوہ
ایک اور وجہ بھی تھی۔ اس آخری واقعہ سے آنحضرت کو اپنے صحابہ کرام کی دلی حالت
کا اندازہ بہت اچھی طرح ہو گیا تھا۔ جب یہ کہدیا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے تو اب
کیا رہا معلوم ہو گیا کہ ان کے دل میں آپ کی کس قدر توقیر و منزلت ہے۔ اس مخالف
جماعت کی اتنی کثرت تھی کہ کسی نے کاغذ و دوات لا کر نہ دیا۔ چند ازواج محترم نے
اس طرف توجہ بھی دلائی۔ تب بھی حضرت عمر نے ڈانٹ کر سب کو روک دیا۔ ایسے
لوگوں سے کیا امید ہو سکتی تھی۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ اگر میں نے تحریر کر بھی دی تو یہ لوگ

رہینگے۔ بلکہ ایک تنازعہ پیدا ہو جائیگا۔ جناب رسول خدا کو اپنے صحابہ کا تلخ تجربہ ہوا تھا۔ ایمان بھی مکمل نہ ہو۔ اس سے پہلے علی کی مخالفت کا ہو لیکن جناب رسول خدا یہ امید نہیں کرتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے پاس صحابہ اس طرح میری توہین کرینگے اور میرے احکام کو بکواس بھینگے۔ آنحضرت لیا اور پھر تحریر وصیت کی طرف توجہ نہ فرمائی +

معترض کہتا ہے کہ حضرت علی نے کیوں نہ لاکر قلم و دوات حاضر کر دیا۔ اول تو یہ بت نہیں کہ حضرت علی بھی وہاں موجود تھے کسی روایت میں آپکا نام نہیں ملتا اگر بحث کی خاطر فرض کر لیا جائے کہ حضرت علی موجود تھے تو موقعہ ایسا تھا اور حضرت عمر کے اس بکواسی کلمہ سے جوش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اگر یہ قلم و دوات لیکر آگے بڑھتے تو چھینا جھپٹی شروع ہو جاتی اور ایک ایسا ہنگامہ برپا ہو جاتا جو آنحضرت کے حضور میں شایان نہ تھا۔ اور پھر لکھتا کون۔ کہدو کہ حضرت علی ہی لکھ لیتے۔ پھر تو حضرت عمر کو بہت اچھا حربہ ہاتھ لگ جاتا۔ فرماتے کہ رسول خدا کی بیہوشی کی حالت میں علی نے جو چاہا لکھ لیا۔ غرضکہ ان صحابہ کرام کے طرز عمل سے ایک ایسی صورت حالات پیدا ہو گئی تھی کہ جس نے وصیت کا مقصد ہی فوت کر دیا تھا۔ جب وہ لوگ کہ جن کو وصیت کی جا رہی ہے اس کے معلوم کرنے تک کے روادار نہیں۔ اس کو سننا تک نہیں چاہتے۔ تو پھر وصیت کیوں اور کس کو کی جائے۔ اگر کوئی تحریر بھی ہوتی تو کیا فائدہ ہوتا۔ بلکہ نقصان ہوتا۔ اسلام کے مخالفین کو ہمیشہ کے لئے ایک حربہ مل جاتا کہ دیکھو جبرئیل نہ وحی و قرآن تو ایک آڑ تھی۔ محمد صلعم، تو محض دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آخر ان کا وہی انجام ہوا جو دنیا حاصل کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ ان کے بستر مرگ کے اردگرد ان کے صحابہ میں اس حکومت دنیاوی کے لئے تلوار چل گئی۔ اگر واقعی ان کا مقصد تبلیغ رسالت و نشر ہدایت ہوتا تو انکا اصلی جانشین ضرور اس موقعہ پر صبر کرتا اور محض دنیا کے لئے تلوار تک نہ نوبت آنے دیتا۔ علی نے اس موقعہ پر صبر کرکے اپنے طرز عمل سے اچھی طرح ثابت کر دیا کہ دنیا کا حصول نہ انکا مقصد تھا اور نہ انکے پیغمبر کا۔

اب رہا فقرہ حسبنا کتاب اللہ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ہدایہ محض کتاب اللہ کافی ہے کسی اور رہنما یا ہادی کی ضرورت نہیں۔ اس فقرہ والے حضرت عمر تھے۔ اس کے معارض ایک اور تاریخی فقرہ ہے۔ اِنّی تَارِکٌ الثقلین کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ۔ لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ، مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ یہانتک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر دونوں میرے پاس حاضر ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے اور انکی اطاعت کروگے تو میرے بعد قیامت تک تم گمراہ نہ ہوگے۔ اس فقرے کے کہنے والے جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ محض قرآن تمہاری ہدایت کیلئے کافی نہیں قرآن صامت ہے۔ جب تک اُس کے صحیح معانی وتاویلات کا علم نہ ہو اُس سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ اور یہ صحیح علم صرف میری عترت کو حاصل ہے۔ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ لہذا تمہاری ہدایت اس وقت ہی مکمل ہوگی۔ کہ جب تم ان دونوں کے احکام کی اطاعت کروگے۔ یہ دونوں فقرے ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ ہم معلوم کریں کہ ان میں سے کونسا فقرہ صحیح اور قابل عمل ہے اور کونسا غلط ہے۔ اور واقعات نے کس کی تصدیق کی ہے اور کس کی تردید؟

پہلے ہم فقرہ حسبنا کتاب اللہ کو لیتے ہیں معلوم نہیں کس گھڑی سے یہ فقرہ منہ سے نکلا تھا کہ کارکنان قضا وقدر کو بھی ضد ہو گئی کہ اس کی تکذیب وتردید کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس تکذیب کی ابتدا خود اس قول کے کہنے والے کے طرز عمل سے ہوتی ہے۔ جناب رسول خدا کا انتقال ہوتا ہے۔ حضرت عمر آپ کی میت کو پڑا ہوا دیکھتے ہیں لیکن چونکہ اُس وقت انکے منصوبوں کے رکن ثانی حضرت ابوبکر موجود نہ تھے۔ آپ فوراً قرآن شریف کو طاق نسیان پر رکھکر کسی مصلحت کے ماتحت فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے تو رحلت نہیں فرمائی۔ وہ مرنے والے نہیں ہیں

نرت نے انتقال فرمایا تو میں اُس کی گردن اڑا دونگا۔ تلوار کے زور سے
، کی پالیسی جو آپ نے اپنے حکومت کے سارے زمانہ میں جاری رکھی
رانتھی۔ حضرت ابوبکر تشریف لائے۔ اب اس اخفائے حال کی ضرورت
قرآن شریف کی آیت یاد آگئی اور تسلیم کرلیا کہ واقعی محمد بھی دیگر رسولوں کی
ح فرماگئے۔ آگے چلو۔ تجہیز و تکفین رسول کی طرف سے اعراض کر کے خلافت
جو میں حضرت ابوبکر کو ساتھ لیکر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچتے ہیں کیونکہ ہدایت امت
ے لئے ایک راہنما و جانشین رسول کی سخت ضرورت ہے۔ ایسی سخت کہ اُسکے
آگے تجہیز و تکفین رسول بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ دیکھئے کس طرح خود ہی اپنے اس قول
حسبنا کتاب اللہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ جب رسول نے فرمایا تھا کہ کاغذ و دوات لاؤ
میں ہادیٔ امت و جانشین رسول کا نام لکھکر امت کو اُس کی اطاعت کی تحریری وصیت
لکھدوں تو یہ فرمایا کہ یہ تو ہذیان ہے۔ اب کسی ہادی کی ضرورت ہی کیا ہے حسبنا
کتاب اللہ۔ اب کیوں اس ہادی کی ایسی ضرورت محسوس ہوئی۔ جناب رسول خدا
کی مخالفت میں تو کہدیا کہ حسبنا کتاب اللہ جانتے تھے کہ رسول تو علی کو مقرر کرینگے اور
یہ منظور نہ تھا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی محفل میں نہ کہا کہ خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ حسبنا کتاب
اللہ۔ وجہ یہ ہے کہ جانتے تھے کہ یہاں ہم اپنے آدمی کو کرا لینگے۔ آگے چلئے۔ وہاں اتنی
بحثیں ہوئیں۔ اپنے اپنے حقوق جتائے گئے۔ یہ کیوں نہ کہا کہ آؤ ہم سب ملکر کتاب اللہ
کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ اُس میں اِس کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے۔ اور اُس کے
مطابق کس کو خلیفہ مقرر ہونا چاہیئے۔ نصب خلیفہ ہدایتِ امت کی شرط اول ہے۔ قرآن
شریف کا دعوی ہے کہ مجھ میں ہر ایک ضروری شے موجود ہے۔ قرآن شریف نے کیا
بتایا اور کیا ہدایت کی اگر یہی نہ بتایا کہ جناب پیغمبر آخر الزمان کے بعد منبع ہدایت کون
ہوگا اُنکا جانشین اور والیٔ امور مسلمین اُن کے بعد کون ہونا چاہیئے۔ اگر حسبنا کتاب
اللہ سچے دل سے کہا تھا تو اس خلیفہ و حاکم کے تعین کے لئے کیوں قرآن شریف
کی طرف رجوع کیا گیا۔ اور اُس کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کی تجویز کیوں مناسب سمجھی گئی

جواب صاف ہے قول رسول سے اسوجہ سے اعراض کیا کہ جانتے تھے کہ وہ علی کو مقرر قرآن سے اسوجہ سے اعراض کیا کہ اس سے بھی علی ہی کی خلافت نکلتی ہے۔ قرآن کیطرف گئے اور وہاں بھی قرآن کا ذکر نہیں رسول خدا ہی کا قول پیش کرتے ہیں کہ الائمہ قول کی تو مخالفت کیجاتی ہے یہ کہکر کہ حسبنا کتاب اللہ۔ ویسے ہی دوسرے قول انحصار کیا جاتا ہے۔ اور کتاب اللہ کا ذکر تک نہیں۔ حضرت ابوبکر کا وقت پورا ہوتا جانشینی کا نوشتہ حضرت عمر کے حق میں لکھتے ہیں۔ اسوقت حضرت عمر نہیں فرماتے اس نوشتہ کی ضرورت نہیں۔ حسبنا کتاب اللہ۔ اس وقت تو اس نوشتہ کو ساتھ لیکر لوگوں میں پڑھواتے پھرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ سنو خلیفۂ رسول نے کیا لکھا ہے اسکی اطاعت کرو۔ اور درۂ عمری لوگوں کو ڈرانے کیلئے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کنز العمال علی متقی الجزء الثالث ص۱۴۵ حدیث ۲۳۶۴ و ص۱۴۱ حدیث ۲۳۴۱ اور خود حضرت عمر اپنے جانشین کے تقرر کے لئے ایک انوکھی مجلس شوریٰ قائم کرتے ہیں جسبنا کتاب اللہ کہنے والا ممبران شوریٰ کو ہر ایک قسم کی ہدایت دیتا ہے۔ یہاں تک کہتا ہے کہ تم سب اس طرف ہونا جدھر عبدالرحمٰن بن عوف ہوں لیکن یہ نہیں کہتا کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا اور تم سب اس طرف ہونا جدھر کتاب اللہ ہو۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اس سے بھی زیادہ کوئی اور موثر طریقہ اس مشہور قول عمر کی تردید و تکذیب کا ہو سکتا تھا۔

دربار خلافت قائم ہوتا ہے۔ اور اس میں پہلا مقدمہ دختر رسول کی طرف سے اپنے باپ کی طلب میراث کیلئے جانشین رسول کے سامنے دائر ہوتا ہے۔ آپ خود تشریف لاتی ہیں اور اپنے دعوے کی بنا قرآن شریف پر رکھکر فرماتی ہیں۔ کہ اس میں احکام میراث عام ہیں۔ انبیاء مستثنیٰ نہیں۔ اور اس ہی قرآن سے ان انبیاء کا ذکر سناتی ہیں۔ جن کے صلبی وارثوں نے انکا ورثہ پایا تھا۔ حسبنا کتاب اللہ کہنے والے اور سننے والے سب موجود ہیں لیکن خاموش ہیں۔ کتاب اللہ تو کافی ہے! اب کیوں اس کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔ کیا بری طرح خود اس فقرہ کی مٹی خراب کرتے ہیں۔

...فدک واپس نہ کیا جاوے لیکن قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دعویٰ
...نی ہے مجبوراً اور دیدہ و دانستہ کتاب اللہ سے اعراض کرکے اُس
...قول کی طرف پناہ لی جاتی ہے کہ جس رسول کو ہدایت نامہ لکھنے سے یہ کہکر
...ے کسی حکم و قول کی ضرورت نہیں حسبنا کتاب اللہ۔ جناب فاطمہ علیہا
...رنج ہوا سمجھ گئیں کہ ارکان حکومت نہ تو قرآن شریف کی پیروی کرنا چاہتے
...ہی قول رسول سے ہدایت لینے کی کوشش کرتے ہیں جس میں اپنا دنیاوی
...مدہ دیکھتے ہیں وہی بات کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ لہذا جب تک زندہ رہیں اُن
دونوں سے غضبناک رہیں اور گفتگو تک نہ کی۔ اس قضیہ کی تفصیل باب نہم میں ملاحظہ ہو
ان دونوں اعتقادات کی آپس میں مطابقت تو کرو۔ ایک طرف تو یہ اعتقاد
ہے کہ حسبنا کتاب اللہ۔ دوسری طرف ایمان یہ ہے کہ تقرر خلیفہ کے لیے کوئی نص
قرآنی نہیں۔ کیا خلافت و ولایت امور مسلمین ایسی غیر ضروری اور کم اہمیت والی
شئے تھی کہ جس کا ذکر کتاب اللہ میں ضروری نہ سمجھا گیا۔ علاوہ اس کے فقرہ حسبنا
کتاب اللہ عقل کی کسوٹی پر بھی پورا نہیں اُترتا۔ جہاں تک اعتقادیات کا تعلق ہے
وہ واقعی کافی ہے لیکن انسانی طرز عمل محض کتاب پڑھنے سے قائم نہیں ہو سکتا۔
یہ تو کامل انسان کو عمل کرتے ہوئے دیکھکر پیدا ہوتا ہے۔ مذہب کے دو ارکان ہوتے
ہیں۔ اعتقاد اور عمل۔ اعتقادیات کیلئے قرآن کریم کافی ہے۔ عمل کیلئے ہادی کی ضرورت
ہے۔ اسکا تذکرہ تفصیل سے ہم نے اس کتاب کے باب ششم میں کیا ہے۔

واقعات نے ثابت کردیا کہ فقرہ حسبنا کتاب اللہ محض غلط ہی۔ اگر اس کے
وہ معنی لئے جائیں جو حضرت عمر نے اس فقرہ کو تصنیف کرتے وقت اپنے ذہن میں رکھے تھے
یعنی یہ کہ اس کی موجودگی میں کسی ہادی و عالم علم قرآن کی ضرورت نہیں۔ آنحضرت
کی رحلت کے وقت ہی اس دعوے کو زیر عمل دیکھ لیا۔ خود حضرت عمر نے امور مہمہ میں اسکی
طرف رجوع نہیں کیا۔ اگر آگے چل کر بھی دعوے حسبنا کتاب اللہ کو زیر عمل دیکھنا ہے تو
حضرت عثمان کے محصور و قتل ہونے میں دیکھو۔ محاربات جمل و صفین میں دیکھو کیسے کے

منہدم ہوتے ہیں دیکھو۔ کربلا کے مظالم ہیں دیکھو۔ حسبنا کتاب
والی امت کو اپنے محسن اعظم کے احسانوں کا بدلہ انکے پیارے
کی صورت میں آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا
عملی تفسیر کرتے ہوئے دیکھو۔ ان واقعات نے حضرت عمرؓ
کھول کر رکھدی۔ تمام صحابہ رسول پر ایمان رکھنا اور انکو ہر ایک
عقیدتمندی کی آخری انتہا ہے لیکن اگر عقیدتمندی کی پشت پر وا
نہیں ہے تو پھر وہ کس کام کی۔ اگر صرف عقیدتمندی ہی قابل فخر ہے تو
لائق صد گونہ ستائش ہے۔ جو پتھر کے آگے سجدہ کراتی ہے اور سوچ کی کرنوں
ہائے بند ہوائی ہے۔ غور کرنے والی بات ہے۔ کیا وجہ تھی کہ ابھی جناب رسول خدا
آخری سانس باقی ہی تھا کہ ان بدنما واقعات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور برابر
جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نظام اسلام جس کو آنحضرت نے اتنی جدوجہد
سے قائم کیا تھا منہدم ہو جاتا ہے۔ وجہ صرف ایک تھی۔ وہ یہ کہ امت نے جناب رسول
خدا کی وصیت آخری پر عمل نہ کیا۔ اور اُن کی عترت کا دامن نہ پکڑا۔ امت اسلامیہ
کو ایک مغالطہ عظیم میں ڈالدیا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے اصلی حاکم و والی کو
شناخت نہ کر سکی۔ ایسا حاکم و والی جو معصیت سے پاک ہو اور جس کے اوامر و نواہی
ایسے ہی صحیح و مطابق قرآن کے ہوں جیسے کہ جناب رسول خدا کے تھے۔ تاکہ اُس کے
ہر ایک حکم کی اطاعت کیجا سکے اور آیہ شریفہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ
وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پر عمل ہو سکے۔ اس آیت کے غلط معنی سمجھنے
ہی کا نتیجہ سانحہ کربلا ہے۔ یزیدی مسلمانوں نے سمجھا کہ جو شخص حکومت حاصل کر سکے وہی
صاحب امر ہے اور اُس کی اطاعت واجب و لازم ہے۔ لہذا یزید واجب الاطاعت
اور حسین نواسہ رسول باغی جس کو قتل کر کے وہ ثواب کے متمنی تھے کہتے تھے کہ حسین کو نماز
عصر سے پہلے قتل کر دو تاکہ نماز عصر قضا نہ ہو جائے۔ یہ ہے قرآن کریم کی تفسیر یزیدی
کے اولوالامر کے متعلق ان یزیدیوں کا اعتقاد عقل سلیم اور قرآن کریم کے تو مخالف ضرور

اعدہ والوں کے عین مطابق تھا۔ اگر صاحبانِ امر سقیفہ بنی ساعدہ
.لیا۔ وجہ کہ وہ دمشق میں نہ تیار ہوسکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اصلی ہادی
بلہ وہ نقلی ہادیوں کے ساتھ مخلوط کردئے گئے تھے۔ اور حسبنا کتاب اللہ
ہوکر تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ یہ تہتر فرقے کیوں ہوئے صرف ہادی
رہ بر حق کی تلاش میں۔ ہر ایک کا زعم ہے کہ جس کو میں ہادی سمجھتا ہوں وہ
ا ہادی برحق ہے۔ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ، اسحاقیہ، یزیدیہ، اسماعیلیہ
یہ۔ ضحاکیہ، عبیدیہ، اصفریہ، حنفصیہ، حارثیہ، جنابیہ، غیلانیہ، شمریہ، شبیہیہ، معاذیہ
صالحیہ، جسانیہ، وغیرہ وغیرہ سب فرقے جیساکہ اُنکے ناموں سے ظاہر ہے اُن آدمیوں کی طرف
منسوب ہیں جنکو وہ اپنا ہادی و رہبر سمجھتے تھے۔ ہادی کی ضرورت ہر زمانہ میں محسوس
ہوتی رہی۔ کوئی ایک اصلی ہادی نظر نہ آیا۔ جس کو ذرا دوسروں سے زیادہ سرگرم پایا۔
اُسی پر ہادی کا گمان ہونے لگا۔ مسلمانوں کی اس حالت کو غالب مرحوم نے اپنے
انداز میں خوب بیان کیا ہے ؎

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کیساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ہم نے جماعت حکومت کے ایک نامور مناظر شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب
میں لکھا دیکھا کہ حضرت عمر نے کمال رافت و محبت و شفقت کی وجہ سے آنحضرت
کو وصیت لکھنے کی تکلیف سے بچالیا۔ ایسے بڑے عالم کی یہ بحث اُن کی مجبوری و کمزوری
کی صاف دلیل ہے۔ واقعی فقرہ ان الرجل لیھجر کے ایک ایک حرف سے محبت و
رافت والفت ٹپکتی ہے۔ اس عالم مرض میں اس محبت آمیز فقرہ سے جناب رسول خدا
بہت خوش ہوئے اور اُنہوں نے بھی نہایت محبت والفت سے فرمایا کہ میرے پاس سے
دور ہو پیغمبروں کے پاس یہ تنازعہ نازیبا ہے۔ جن ازواج مطہرات نے کہا کہ دوات و
قلم و کاغذ آنحضرت کے خدمت میں حاضر کرو۔ اُن کو حضرت عمر نے تو صواحبات یوسف
یعنی گمراہ کرنے والی کہا لیکن آنحضرت نے فرمایا کہ یہ تم سے بہتر ہیں۔ واہ واہ۔ کیا
کہنے۔ خوب محبت والفت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ یہی حضرت عمر حضرت ابوبکر کے بعد

دوست تھے۔ اُن کو اس تکلیف سے کیوں نہ بچایا۔ وہ تو بیہوشش ہو کراتے رہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ فقرہ حسبنا کتاب اللہ آنحضرت۔

مَاتَ وَ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مَیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً

اور اس وجہ سے بھی غلط ہے۔

حضرت عمر نے تو کہدیا کہ حسبنا کتاب اللہ۔ دیکھنا یہ ہے کہ خو کہتی ہے۔ ہم یہاں صرف تین آیتیں نقل کرتے ہیں۔ جن کے محض اردو ترجمہ سے معلوم ہوجائیگی۔

(۱) یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا۔ (پارہ ۱ سورۃ البقرع ۳)

(۲) وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (پارہ ۳ سورہ آل عمران ع ۱)

(۳) فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء)

یعنی (۱) اس قرآن ہی سے خدا تعالیٰ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسی سے بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ گمراہ تو اُن کو کرتا ہے جو مفسد ہوتے ہیں اور خدا کے احکام کی اطاعت نہیں کرتے۔

(۲) قرآن شریف میں متشابہات آیات بھی ہیں اور محکمات بھی ہیں۔ منافقین اُن متشابہات کی تاویل فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے غلط اور اپنے دل سے کرتے ہیں درانحالیکہ اُن کی صحیح تاویل سوائے خدا اور راسخون فی العلم کے اور کوئی نہیں جانتا۔

(۳) جہاں جہاں تم صحیح معانی و مطالب قرآن شریف کے نہ سمجھو تو انکو اہل الذکر سے پوچھو۔

فعل ۱۵

جناب رسول خدا کی علی مرتضیٰ سے راز گوئی بحکم خداوندی۔

ہمیشہ امور رسالت و ریاست میں چند رازہائے سربستہ ہوا کرتے ہیں جو عوام الناس سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن خلیفہ و جانشین سے اُن رازہائے سربستہ کا ذکر نہایت ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ بھی امور مہمہ کو اسی نہج پر چلائے جس طرح وہ پہلے ہوتے آئے ہیں چنانچہ جناب رسول خدا علی مرتضیٰ سے اکثر راز کی باتیں تخلیہ میں بحکم خداوندی بیان کیا کرتے

ں کو اُس پر حسد ہوا کرتا تھا۔ اور وہ اعتراض کیا کرتے تھے۔

ترمذی عن جابر قال ا اللہ صلعم علیا یوم ، انتجاہ فقال الناس لقد نجواہ مع ابن عمہ ں رسول اللہ صلعم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ۔ صحیح ترمذی۔

ترمذی نے جابر سے روایت کی ہے کہ محاصرہ طائف کے زمانہ میں جناب رسول خدا نے حضرت علی کو بلاکر تخلیہ میں بصیغہ راز سرگوشی فرمائی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ پیغمبر صلعم نے بہت دیر تک اپنے ابن عم سے راز کی گفتگو کی۔ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ علی سے میں نے راز کی باتیں نہیں کیں۔ بلکہ خدا نے کی ہیں۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمۃ باب الثانی صـ ۲۵

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب۔ باب چہارم صـ ۶۹۵۔

اس حدیث کو نسائی نے خصائص میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ یہ روایت حضرت انس سے بھی مروی ہے۔

عن انس قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا یوم الطائف فانتجاہ طویلاً فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ قال فذکرہ من حسد علیا فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر۔

اخرجہ ابن مردویہ۔

ابن مردویہ نے انس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے طائف کے روز جناب علی مرتضیٰ کو بلاکر دیر تک راز کی گفتگو کی لوگ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے ابن عم سے بڑی لمبی سرگوشی فرمائی۔ جب اس کا چرچا آنحضرت تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ جس نے علی سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم صـ ۶۹۵

تاریخ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں ہے۔

"آن حضرت شاہ ولایت منقبت اطلب داشت و مدتے ممتد با آنجناب راز گفت و

اسرار درمیان نہادہ این معنی موجب تعجب اصحاب گشت و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ باحضرت رسالت گفت یا رسول بے حضور ما با ابن عم خویش خلوت گزیدہ راز میگوئی۔ فقال یا عمر ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ یعنی بنا بر تقضائے رائے خود با او راز نہ گفتم بلکہ

بفرمانِ دانائے رازِ نہاں کشادم بایں راز با او زباں"

حبیب السیر جلد اول جزسیوم ص ۶۶

ترجمہ۔ "جناب رسول خدا نے علی مرتضیٰ کو طلب کیا اور بہت دیر تک اُنسے خلوت میں راز کی باتیں کرتے رہے۔ یہ امر صحابہ کے لئے تعجب کا باعث ہوا حضرت عمر نے آنحضرت سے شکایت کی یا رسول اللہ آپ ہم سے علیحدہ اپنے ابن عم سے خلوت میں راز کی باتیں کرتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے عمر میں نے اپنی رائے سے اس سے راز کی باتیں نہیں کیں۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے یہ راز کی باتیں اس سے کی ہیں"۔

تعجب کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ حسد کی وجہ سے یہ اعتراض کیا گیا تھا اپنے مذہب سے مجبور ہو کر صاحب حبیب السیر نے تعجب کا لفظ لکھا ہے۔ ورنہ اوپر کی انس کی روایت ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت نے اس کو حسد پر محمول کیا اور نیز حضرت عمر کے فقرے حسد کا آئینہ ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو آپ نے پوچھا تک نہیں لپنے ابن عم سے راز کی باتیں اتنے عرصہ تک کرتے رہے۔ ابن عم کا لفظ ان روایات میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں یہ اعتراض مضمر ہے کہ آپ اتنی مہربانیاں علی پر محض اپنے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ملا معین: معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب یازدہم۔ دربیان وقائع سال ہشتم از ہجرت ص ۱۹۲۔ اسمیں بھی یہی تحریر کہ معترض حضرت عمر تھے محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں ولکن اللہ انتجاہ کے معنے اس طرح لکھتے ہیں:۔

یعنے خدائے تعالیٰ امر کردہ است مرا کہ راز گویم با وےبس راز گفتم بجہت فرماں برداری کردن امر حق تعالیٰ را و تواند کہ معنی آں باشد کہ من ابتدائے راز گفتن با وے نہ کردہ ام ولیکن خدائے تعالیٰ راز میگوید با وے و القائے اسرار میکند در دل وے

من نیز باز میگویم با وے از جہت موافقت و متابعت فعل الٰہی۔

ب رسول خدا کی حیات کے آخری لمحوں میں حضرت علی ہی اُنکے پاس تھے۔ اور
بارک آغوش علی میں تھا کہ آنحضرت نے رحلت فرمائی۔ جماعت حکومت نے
۔ اُن سے لے کر حضرت عائشہ کو دیں اور احادیث و روایات وضع کیگئیں
شہ کی زبانی کہ آنحضرت کا سر مبارک بوقت وفات میری گود میں تھا۔ آخر کار
ن کتابوں سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عائشہ والی روایت بناوٹی ہے۔ در اصل
ضرت نے رحلت کی درانحالیکہ آپ کا سر مبارک علی کی آغوش میں تھا مدارج النبوۃ میں ہے۔

"جناب رسالتمآب در وقت احتضار با فاطمہ فرمود کہ پسرانت را پیش آر۔ فاطمہ حسن و حسین را علیہم التحیۃ والرضوان بہ نزدیک آں سرور آورد۔ سلام کردند و در برابر جد بزرگوار بنشستند چوں اورا باآں حال دیدند گریہ آغاز نہادند و چناں زار بگریستند کہ از گریہ ایشاں ہر کہ در آں خانہ بود بگریست۔ آنحضرت علیہ السلام ایشاں را بوسید و در باب تعظیم و احترام و محبت ایشاں صحابہ و تمام امت را وصیت فرمود (الی ان قال) بعد ازاں فرمود برادر من علی را بیارید۔ علی بیامد و بر بالین آنحضرت بنشست و سر مبارکش را بر زانوئے خویش نہاد آنگہ فرمود۔ اے علی فلان یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز جیش اسامہ بقرض گرفتہ بودم۔ زنہار کہ حق او را از ذمہ من ادا کنی و فرمود اے علی تو اول کسی خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا را اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی۔ علی رضی اللہ عنہ گوید کہ حضرت با من سخن میگفت و آب دہن وے بمن میرسید۔ پس حال بوے متغیر شد و زمان از پس پردہ بے طاقتی بنمودند۔ ... سابقاً گذشت کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فخر میکردے کہ قبض روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کنار من شدہ است و ایں حدیث را محدثاں تصحیح نمودہ اند۔ و در اینجا روایتی می آرند کہ سر مبارک آنحضرت آخر وقت در کنار علی رضی اللہ عنہ بود کہ حاکم و ابن سعد از طرق متعددہ آوردہ اند و از بیانے کہ کردہ شد ظاہر گشت کہ علی رضی اللہ عنہ آمد و بر بالین آنحضرت نشست و سر مبارک آنحضرت بر بازوئے خود نہاد

ظاہر میشود کہ آخر عہد ہمیں است"۔

عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۵ء جلد دوئم ص۵۵۴ و ص۵۵۵۔

ملا معین: مدارج النبوۃ ۔ رکن چہارم باب چہاردہم فصل سوئم ص۲۳۵

روی ابن سعد فی الطبقات عن علی بن حسین قال قبض رسول اللہ وراسہ فی حجر علی وفیہ ایضاً عن ابی عطفان قال سألت ابن عباس ارأیت رسول اللہ توفی رسول اللہ وراسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللہ صلعم وھو مستند الی صدر علی قلت فان عروہ حدثنی عن عائشۃ انھا قالت توفی رسول اللہ صلعم بین سحری و نحری فقال ابن عباس تعقل واللہ لتوفی رسول اللہ صلعم وھو مستند الی صدر علی وھو الذی اغسلہ

ابن سعد نے طبقات میں علی بن حسین سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب رسالتمآب نے وفات پائی اُنکا سر حضرت علی کی آغوش میں تھا نیز کتاب مذکور میں ابو غطفان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپ نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ کا سر مبارک وقت وفات کسکی گود میں تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ نے انتقال فرمایا تو آنحضرت کا سر مبارک علی ابن ابی طالب کے سینے سے لگا ہوا تھا میں نے کہا کہ عروہ تو مجھ سے حضرت عائشہ کی یہ بات بیان کرتا ہے کہ جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو آنحضرت اُن کی گود میں تھے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ تم کچھ سمجھتے بھی ہو۔ خدا کی قسم جب رسول اللہ نے وفات پائی تو وہ علی کے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور علی ہی نے آنحضرت کو غسل بھی دیا۔

طبقات ابن سعد ق۲ ج۲ ص۵۱ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۶۔

فخر الدین رازی و دار قطنی تحریر کرتے ہیں:۔

عن ام المومنین عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الموت قال ادعوالی حبیبی فدعوت

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب آگیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ میں نے حضرت ابو بکر کو بلا بھیجا۔ وہ جب آئے تو حضرت نے سر اٹھا کر

فنظر اليه ثم فقال ادعوا لي وقت له عمرا ثم وضع راسه فقال حبيبي فقلت ويلكم له علي ابن ابي طالب والله ما يريد غيره فلما راه اخرجه الثوب الذي كان عليه ثم ادخله فيه فلم يزل يحتضنه حتى قبض ويده عليه.

نے دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور پھر فرمایا کہ میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے عمر کو بلوالیا۔ آپ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور پھر فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ۔ تب میں نے لوگوں سے کہا کہ تم پر افسوس ہے۔ علی کو بلاؤ۔ کیونکہ حضرت علی کے علاوہ اور کسی کو آپ نہیں بلانا چاہتے۔ جب علی آئے اور رسول خدا نے انکو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ اوڑھے ہوئے تھے آپ نے اٹھا لیا اور علی کو اسمیں داخل کر لیا۔ اور علی کو اپنے سینے سے لگائے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا۔ اسوقت بھی آپ کا ہاتھ علی کے اوپر تھا۔

عبیدہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۶۹۶ طبرانی: معجم الکبیر۔

عن سلمان الفارسي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم علي ابن ابي طالب صاحب سري۔ اخرجه الترمذي۔

سلمان فارسی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی بن ابی طالب میرے رازونکار رکھنے والا ہے اور اُنکا امانتدار ہے۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۶۹۳

ن ام المومنين ام سلمة رضي الله عنها وكان الطف نساء النبي صلى الله عليه وسلم واشدهن له حبا و ان لها مولى قد رباها وكان يصلي صلوة الا سب عليا فقالت بت ما حملك على ان تسب عليا ال لانه قتل عثمان وشرك

جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت کی تمام ازواج سے آنحضرت کے ساتھ زیادہ محبت رکھتی تھیں۔ روایت کرتی ہیں کہ اُن کا ایک غلام تھا جس نے انکو پالا تھا۔ وہ ہر نماز کے بعد جناب امیر کو برا کہا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے اُس سے کہا کہ اے ابا تم علی کو کیوں برا کہا کرتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ علی نے عثمان

فی دمه قالت اما انك لولائی عودتنی
وانك عندی بمنزلة والدی ما
حدثتك بسر رسول الله صلی الله
علیه وسلم ولکن اجلس حتی
احدثك عن علی وما رایته اقبل
رسول الله صلی الله علیه وسلم و
کان یومی وانما کان نصیبی
فی تسعة ایام واحد فدخل
النبی صلی الله علیه وسلم وهو
مخلل اصابعه فی اصابع
علی فقال یا ام سلمه اخرجی
من البیت واخلیه لنا فخرجت
واقبلا یتناجیان فاسمع
الکلام ولا ادری ما یقولان
حتی اذا قلت قد انتصف النهار
واقبلت فقلت السلام علیك یا
رسول الله فقال لا تلجی وارجعی
مکانك ثم تناجیا طویلا حتی
قام الظهر فقلت قد ذهب
یومی وشغله علی فاقبلت امشی
ووقفت علی الباب فقلت
السلام علیکم الج فقال لا
تلجی فرجعت وجلست مکانی

کے قتل میں شریک نہ
فرمایا کہ اگر تو میرا
نہ ہوتا تو میں نے
ہے کبھی خبردار نہ
تجھ کو آنحضرت کے
ہوں جس کو میں نے آنکھ
باری والے دن جناب رسو
گھر میں علی کو ہمراہ لئے ہوئے تشریف
علی کے پنجہ میں پنجہ ڈالے ہوئے تھے میری باری
نو دن آتی تھی۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو مجھ
سے ارشاد فرمایا کہ اے ام سلمہ تم حجرہ خالی کرکے
باہر چلی جاؤ۔ میں باہر ہوگئی۔ اور دونوں صاحبان
سرگوشی کرتے ہوئے داخل ہوئے مجھے انکی آواز
سنائی دیتی تھی لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ
کیا باتیں کر رہے ہیں۔ یہانتک کہ دوپہر ہوگئی۔
میں نے بڑھکر السلام علیک کہا۔ اور عرض کی
کہ کیا مجھے داخل ہونے کی اجازت ہے۔ آنحضرت
نے فرمایا کہ اندر مت آنا اور اپنی جگہ بیٹھی رہو
پھر آنحضرت حضرت علی سے دیر تک سرگوشی کرتے
رہے۔ یہانتک کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔ میں نے
اپنے دل میں خیال کیا کہ میری باری کا دن تو چلا
گیا۔ علی نے آنحضرت کو باتوں میں لگا رکھا ہے
میں نے دروازے پر جاکر السلام علیکم کہا اور

زالت الشمس الا
بهلوة لبيذ هب
طول عنه اقبلت
ت على الباب فقلت
يكم الج فقال نعم
دعلى واضع يده على
بت قد ادناناه اذن النبي صلى
صلى الله عليه وسلم وفم النبي
صلى الله عليه وسلم على اذن
على يتسايران وعلى يقول انا
مضى وافعل والنبي صلى الله
عليه يقول نعم فدخلت وعلى
معرض وجهه حتى دخلت و
خرج فاخذني النبي صلى الله
واقعدني في حجره فالتزمني
واصاب مني مايصيب الرجل
من اهله من اللطف والاعتذار
ثم قال يا ام سلمه لاتلوميني فان
جبرئيل اتاني من عند الله يامر ان
اوصى به عليا من بعدي وكنت بين
جبرئيل وعلى وجبرئيل عن يميني وعلى
شمالي فامرني جبرئيل ان امر عليا بما هو
كائن من بعدي الى يوم القيامة فاعذرني

اندر داخل ہونیکی اجازت طلب کی حضرت نے فرمایا
اندر مت آنا میں پھر ہٹکر اپنے مقام پر آبیٹھی جب
آفتاب ڈوبنے لگا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب
حضرت نماز کیلئے باہر تشریف لیجا ینگے اور یہ دن
یونہی نکلجائیگا۔ میں نے اُسدن سے زیادہ طولانی
اور کوئی دن نہیں دیکھا تھا۔ میں نے بڑھکر سلام
کیا اور داخل ہونیکی اجازت مانگی۔ حضرت نے فرمایا
ہاں اندر آجاؤ۔ میں حجرہ میں گئی۔ میں نے علی کو
دیکھا کہ آنحضرت کے زانو پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں
اور علی کے کان پر جناب رسولخدا کا منہ تھا۔
باتیں کر رہے تھے۔ اور علی کہہ رہے تھے کہ میں اسی
طرح کرونگا۔ جب میں اندر گئی تو جناب علی منہ
پھیر کر باہر چلے گئے۔ حضرت نے مجھے اپنے پہلو
میں بٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور جو کچھ کہ مرد
اپنی اہلیہ سے کرتا ہے وہ کیا۔ اور نہایت مہربانی
سے فرمایا اے ام سلمہ تم مجھے ملامت نہ کرنا پروردگا
کی طرف سے جبرئیل آئے ہوئے تھے اور یہ حکم لائے
تھے کہ میں علی کو اپنے پیچھے وصیت کرجاؤں۔ میں
علی و جبرئیل کے درمیان واسطہ تھا۔ جبرئیل میرے
داہنے جانب اور علی بائیں جانب تھے۔ جبرئیل نے
مجھ سے کہا کہ میں علی کو اُن تمام امور سے آگاہ کردوں
جو میرے بعد قیامت تک ہونیوالے ہیں۔ اے
ام سلمہ تم مجھے معذور رکھو۔ خدا نے ہر امت

ولاتلومینی ان اللہ اختار من کل	کے لئے ایک نبی و
امۃ نبیاً ولکل نبی وصیاً وانا نبی ھذہٖ	وصی ہوتا چلا آیا۔
الامۃ وعلی وصیی فی عترتی اھل	اور علی میرے بعد
بیتی وامتی من بعدی فہذا اما	امت میں میرا وصی ہے
تہددتہ من علی الان یا ابتاہ فسبہ	یہ امر علی کا ہے جسکی کریں
او فدعہ فاقبل ابوھا یناجی اللیل	اب تم خواہ علی کو برا کہو، خواہ
والنہار اللھم اغفرلی ما جھلت	اس نے علی کو برا کہنا چھوڑ دیا اور
من امر علی فان ولیی ولی علی	شب و روز دعا کرنے لگا کہ الٰہی مجھے معاف
وعدوی عدو علی فتاب المولی	جو کچھ کہ علی کے حق میں میں نے جہالت سے کہا ہے خدایا
توبۃ نصوحاً واقبل فی ما بقی من	علی کا دوست میرا دوست ہے۔ علی کا دشمن میرا
دھرہ یدعوا اللہ تعالیٰ ان	دشمن ہے پس اُس غلام نے خدا کی جناب میں صالح
یغفرلہ۔ اخرجہ الخوارزمی۔	صحیح توبہ کی اور اپنی باقی زندگی میں استغفار کرتا رہا۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم صفحہ ۶۹۳ و صفحہ ۶۹۲۔

عن ام سلمہ قالت والذی تحلف بہ	حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ قسم بخدا بوقت وفات
ام سلمہ ان اقرب الناس عہداً	آنحضرت سے قریب ترین مردم علی ابن ابی طالب تھے
برسول اللہ علی قالت لما کان غداۃ	جس دن آنحضرت کا انتقال ہوا اسکی صبح کو آپ نے فرمایا
قبض رسول اللہ فارسل الیہ رسول اللہ صلعم	کہ علی کو بلاؤ میرا خیال ہے کہ علی کو آپ نے کسی کام کیلئے باہر
قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجۃ فجعل یقول	بھیجا تھا۔ آپ نے تین دفعہ پوچھا کہ کیا علی آگئے۔ اتنے
جاء علی ثلاث مرات فجاء	میں قبل طلوع شمس علی آگئے یہ خیال کرکے کہ شاید علی
قبل طلوع الشمس فلما ان جاء	سے رسول اللہ کو کوئی خاص کام ہے ہم سب باہر چلے گئے
عرفنا انہ الیہ حاجۃ فخرجنا	اسدن ہم خانہ عائشہ میں تھے میں نکلنے والوں میں
من البیت وکنا عند رسول اللہ	سب سے آخر تھی۔ اور میں پردہ کے پاس ہی بیٹھ گئی
صلعم یومئذ فی بیت عائشۃ	ان سب سے زیادہ میں دروازہ کے نزدیک تھی۔

...رمن خرج من بلسمة من وراء الحجاب ثم الی الباب فاکب علیه خیر الناس بعهد الیه یناجیه ثم قبض صلعم۔

میں نے دیکھا کہ علی نے اپنا سر جناب رسول خدا کی جانب جھکایا۔ اور آنحضرت علی سے بصیغہ راز سرگوشی کرتے رہے پس علی ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبول کے پاس سب سے آخر تک رہے پس آنحضرت نے علی سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی

مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۹ نسائی: خصائص علویہ۔

حضرت عمر کو بھی اسکا اعتراف ہے چنانچہ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں:-

از جابر بن عبداللہ شیرازی منقول است کہ گفت در زمان خلافت عمر بن الخطاب کعب الاحبار بنزد وے آمد و گفت یا امیر المومنین آخر کلمہ کہ رسول اللہ بآں تکلم نمود چہ بود۔ عمر گفت از علی پرسید امیر فرمود الصلوۃ الصلوۃ۔

یہ ایک ایسا اعزاز خاص تھا کہ خود حضرت علی نے اس پر احتجاج فرمایا ہے چنانچہ راس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں:-

عن ابی الطفیل قال کنت علی الباب یوم الشوری فارتفعت الاصوات فسمعت علیا یقول بایع الناس ابا بکر فانا واللہ باولی منه واحق به فسمعت واطعت مخافة ان یرجع الناس کفارا۔ فیکم احد اخر عهده برسول اللہ حین وضعته فی حفرته غیری

ابو الطفیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں شوریٰ کے دن دروازے کے اوپر بیٹھا تھا اتنے میں لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں میں نے حضرت علی کو کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی حالانکہ قسم بخدا امر خلافت میں میں انسے اولیٰ اور مستحق تر تھا پس میں نے سنا اور خاموش رہا کہ مبادا لوگ کافر ہو جائیں۔ کیا تمہارے درمیان میرے سوا کوئی اور ایسا ہے جو سب سے آخر تک آنحضرت کے ساتھ رہا ہو اور جس نے انکو قبر میں اتارا ہو

یہ امر مسلمات تاریخیہ میں سے ہے کہ جناب رسول خدا کو آخری غسل جناب امیر نے دیا۔

اور قبر میں اُتارا۔

تاریخ الخمیس الجزو الثانی ص۱۸۹ و ص۱۹۰۔

ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزو الاول ص۴۷ ترجمہ علی بن ابی طالب

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص۲۰۵ و ص۲۰۴۔

ابن سعد: طبقات الکبریٰ ج ۲ ق ۲ ص۶۱ و ۶۲ و ۶۷ و ۷۸۔

باب ششم

شاہدانِ استخلاف علی بن ابیطالب

(ب) اقوالِ رسول۔

یہ دعوے کہ آنحضرت نے رسالت کے اعلان کے ساتھ ساتھ ہی خلافت کا بھی اعلان فرمایا محتاج ثبوت نہیں ہے جس طرح بموجب حکم الٰہی وانذر عشیرتک الاقربین رسالت کی تبلیغ اور اُس کا اعلان اپنے خاندان سے شروع کیا۔ اسیطرح خلافت کی تبلیغ اور اس کا اعلان اُس ہی وقت اور اُس ہی مقام سے شروع ہوا۔ آپ کے صدہا ایسے اقوال ہیں جن سے بغیر کسی شک وشبہ کے صاف عیاں ہے کہ آپ نے بحکم خداوندی حضرت علی کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرما کے بارہا اس کا اعلان فرمایا۔ ان احادیث کے مطالعہ سے ہم کو آنحضرت کی فراست و ذکاوت وآخر بینی کا اندازہ ہوتا ہے اور ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ واقعی اُس نبی مرسل کا یہی لب ولہجہ وطریقہ گفتگو ہونا چاہیے۔ جس کی صداقت ومتانت کلام پر مَا ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کی مہرِ تصدیق لگی ہوئی ہے۔ نائب رسول کو رسول کے کام کی تکمیل کرنی ہوتی ہے۔ لہذا نائب کا تقرر بھی اُسی بارگاہ سے ہوتا ہے کہ جہاں سے رسول مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی طرح آپ نے بھی اس امر میں پہلا یہ کام کیا کہ بارگاہ ایزدی میں التجا کی

دربار سے خلیفۂ ختم المرسلین مقرر فرمایا جائے۔ جب وہ دعا مقرون باجابت
پ نے اُس کا اعلان کرنا شروع کر دیا اور صاف الفاظ مین بغیر تاویل
کے فرما دیا کہ علی میرا وزیر و خلیفہ ہے اور اس امر رسالت میں میرا ہاتھ
تا ہے۔ پھر اس بات کو مختلف پیرایہ میں اس طرح بیان فرمایا کہ ایک
بات کا بار بار اعادہ نہ ہو لیکن مطلب وہی بیان ہو جائے۔ روزانہ یہی ایک
دہرائے جانا کہ علی میرا خلیفہ اور تمہارا حاکم ہے بلاغت وفصاحت کے
خلاف اور مصالح ملکی کے منافی تھا۔ علاوہ اس کے اگر ایک ہی بات بار بار
دوہرائی جائے تو پرانی ہو کر اس میں سے اثر جاتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ ہماری
خواہش کے خلاف ہے تو دل میں سرکشی و سرتابی کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔
یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ تقرر جانشین ابتدائی رسالت ہی سے ضروری
ہوتا ہے۔ اُس کے لئے کئی وجوہات ہیں۔

اول۔ تو یہ کہ جانشین یا ولیعہد حکومت کو شروع ہی سے اس کے عہدہ کے
مطابق تعلیم و تربیت دیجاتی ہے تا کہ اسرار نبوت و رموز حکومت کا حامل ہو سکے
چنانچہ جناب رسول خدا نے شروع ہی سے حضرت علی کو تعلیم و تربیت کے لئے
اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

دوئم۔ آنحضرت کے جانشین کا آپ کے کام میں شریک ہونا ضروری تھا۔
یہی آپ کی دعا تھی۔ یہی طریقہ انبیائے سلف کا تھا اور اسی کی عقل مقتضی تھی۔
اس کو ہم ذرا تفصیل کے ساتھ حدیث انت تبرء ذمتی وانت خلیفتی یا علی
فی امتی کے ذیل میں بیان کرینگے۔

سوئم۔ اگر شروع رسالت اور ایام فقر و فاقہ و ایذا و تکلیف و صبر کے دوران
میں تعین خلیفہ نہ ہوتا تو آخر ایام میں کہ جب آپ کی حکومت وسیع و مستحکم ہو چکی تھی
اور فراوانی ہر قسم حاصل تھی اگر آنحضرت جناب امیر کا نام لیتے تو لوگ کہتے کہ دیکھو
اگر رسالت ایک امر مستقل و یقینی تھا تو شروع ہی سے تعین خلیفہ کیوں نہ ہوا اُس وقت

تو حضرت محمد صلعم، خاموش رہے اور دیکھتے رہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے کہ کامیابی حاصل ہو گئی ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ اس حکومت کو اپنے خاندان میں مستقل کر دیں اور اب اپنے بھائی کو ہماری گردنوں پر سوار کرتے ہیں۔

چہارم۔ یہ بھی دیکھنا اور دکھلانا مقصود تھا کہ ان ایام غربت و مصیبت میں کون اس بار گران کے سنبھالنے کیلئے لبیک کہتا ہے۔ ایام فتحمندی و کامرانی میں کہ جب ساری تکالیف ختم ہو جائینگی اور صرف حکومت و سلطنت ہی ہو گی ہر کس و ناکس اس کا امیدوار بنجائیگا۔

پنجم۔ ابتدائی رسالت میں جبکہ ظاہر بین نظروں میں مستقبل غیر یقینی تھا اور حکومت و سلطنت کی کوئی امید ہی نہ تھی۔ اپنا جانشین مقرر کرنا ایک پیشینگوئی تھی جسکی کامیابی نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ علاوہ اسکے ہر ایک عہدہ اپنے ساتھ ذمہ داریاں بھی لاتا ہے اور دونوں کے لئے یہ ذمہ داریاں محک امتحان ہوتی ہیں۔ عہدہ دار کے لئے بھی اور اس کیلئے بھی کہ جو اسکو منتخب کرتا ہے۔ اول الذکر کی لیاقت و قابلیت زیر امتحان ہوتی ہے۔ اور موخر الذکر کی نظر انتخاب۔ جناب رسول اکرم نے علی کو اس وقت خلیفہ مقرر کرکے کہ جب علی صرف چودہ برس کے بچے تھے۔ اور ابھی آپ کی قابلیت و شجاعت و ریاضت و عبادت و صبر و زہد و علم کے امتحان کا موقعہ ہی نہ آیا تھا اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل پیش کی تھی کہ اگر اس بچے نے اپنے تئیں اس عظیم الشان عہدہ کا اہل ثابت کر دیا پھر تو تم مان جاؤگے کہ میرا ہر فعل و قول خالق دانا و بینا و علیم و سمیع کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ ورنہ زیرک سے زیرک اور دوربین انسان کو بھی کس طرح معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ چودہ برس کا بچہ ہر ایک جنگ عظیم میں سب سے آگے ہو گا سن رسیدہ اور تجربہ کار اصحاب کرام تو عریش کے ساتھ لگے ہوئے مقام محفوظ میں ہونگے اور یہ بچہ جنگ بدر کے گھمسان میدان میں لڑتا ہوا نظر آئیگا۔ اور تو سب میدان احد میں جناب رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائینگے لیکن یہ بچہ ثابت قدم رہیگا اور اپنی جان پر کھیل کر رسول خدا کو بچائیگا۔ خیبر میں ہر ایک مدعی خلافت ناکام واپس آئیگا۔

شہ ومرحب جیسے جنگ آزما جوانوں کو قتل کر کے درِ خیبر کو اکھیڑ کر اپنی سپر
ب کو فتح کریگا۔ اس وقت کس کی دوربینی بتا سکتی تھی کہ یہ لڑکا جس جنگ
بیر فتح کے واپس نہ آئیگا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ جنگ احزاب میں او رہر جنگ
و کے نعروں سے خود دہل جائینگے اور سارے لشکر کو اس کی بہادری
سلانے سُنا کر ڈرائینگے۔ اور یہ بچہ بلا خوف و خطر اور بغیر کسی تردد کے جائیگا۔ اور
پل نامی کو ایک وار میں واصل جہنم کر دیگا۔ اور اس کی یہ ضرب قیامت تک
لی ثقلین کی عبادت سے عظیم تر ہو گی۔ کیا اُسوقت کوئی کہہ سکتا تھا کہ اس کی ذات
والاصفات ایسی ارفع واعلیٰ ہو گی کہ اُس کی تعریف میں تین ثلث قرآن نازل ہو گا
کیا کسی کی دوربینی بتا سکتی تھی کہ باوجود اس شجاعت کے اس کا صبر بھی ایسا ہو گا
کہ لوگ اسے اُس کے حق سے محروم کر کے خلافت پر قبضہ کر لینگے۔ اور یہ صرف
اس لئے کہ اگر تلوار چلی تو اسلام مٹ جائیگا۔ اسلام کی محبت کی وجہ سے صبر اختیار
کریگا۔ آنے والے واقعات نے بہت اچھی طرح واضح کر دیا کہ یہ انتخاب صرف رسول
کا انتخاب نہ تھا بلکہ اس ذات علیم و عالم الغیب کا انتخاب تھا جس کی نظر کے آگے
مستقبل بھی حال ہے۔ ان وجوہات کو زیر نظر رکھتے ہوئے آپ نے بحکم خداوندی وہ
عاقلانہ طریقہ اختیار کیا جس سے بہتر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ سب سے پہلے امر رسالت
کی تبلیغ خاندان بنی ہاشم سے بفحوائے وانذر عشیرتک الاقربین شروع ہوئی
اور اسیوقت صراحت سے رسالت کے ساتھ ساتھ خلافت کا بھی اعلان فرما دیا کہ
دیکھو میں نبی ہوں اور یہ علی میرا جانشین و خلیفہ ہو گا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ لوگوں کو
جائے اعتراض نہ باقی رہی۔ اول تو انہیں صلائے عام دی کہ ہے کوئی جو اس
امرِ رسالت میں میرا ہاتھ بٹائے۔ تین بار یہ صلائے عام جاری ہوئی اور تینوں دفعہ
سوائے علی کے کسی اور کو لبیک کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسپر آپ نے اعلان فرمایا کہ یہ
علی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے۔ اور میرے ساتھ میرے کام میں شریک ہے۔ یہ شروع نبوت
رسالت تھا لیکن آخر تک آپ نے اس اعلان کو برابر جاری رکھا۔ کبھی صراحت سے

کبھی کنایہ سے۔ اور اس طریقۂ اعلان کے ساتھ آپ نے ایک طریقہ اختیار فرمایا جو بہت مؤثر تھا۔ وہ یہ تھا کہ جو صفات نائب رسول میں ہونی چاہئیں۔ ایک ایک کر کے کلھم حضرت علی کے لئے بیان فرمائیں۔ اور لوگوں کو یقین کرا دیا کہ علی میں یہ صفات بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں۔ یہ طریقہ ایسا مسکت تھا۔ عقل سلیم اور تاریخ انبیاء بتاتی ہے کہ ہر ایک نبی میں یہ صفات ہونی ضروری ہیں:۔

(۱) قرب خداوندی (۲) معصومیت (۳) علم لدنی (۴) امت کے لوگوں سے بہتر و افضل ہونا (۵) کمال ایمان (۶) کمال زہد و ریاضت و عبادت (۷) شجاعت (۸) استعداد ہدایت وراہنمائی (۹) عدل وانصاف (۱۰) ایثار نفس (۱۱) صبر و حلم (۱۲) تسلیم ورضا (۱۳) عمر کے کسی حصہ میں سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرنا (۱۴) تقرر منجانب اللہ۔

خلیفہ و نائب رسول کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان صفات میں رسول کے دوش بدوش ہو۔ جتنا اس سے قریب تر ہوگا۔ اتنا ہی جانشینی کا زیادہ اہل ہوگا۔ اب ہم اقوال رسول مقبول سے ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے علی علیہ السلام میں ان صفات کے موجود ہونے کو کس مؤثر طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ احادیث رسول صلعم کو علیحدہ علیحدہ کر کے مختلف عنوانوں کے اندر لانا مشکل ہے۔ کیونکہ ایک ہی حدیث کئی مضامین پر مشتمل ہوتی ہے۔ تاہم ان کو علیحدہ علیحدہ عنوانوں کے ماتحت درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر بصورت مجبوری ایک حدیث دو دفعہ لکھی جائے تو اس تکرار کو ہمارے ناظرین معاف کریں۔

(۱) بارگاہ خداوندی میں جناب رسول مقبول کی دعا اپنے وزیر و جانشین کے لئے۔

(۲) اعلان وزارت و خلافت و وصایت بالصراحت۔

(۳) اعلان اس امر کا کہ یہ تعین خلافت بالائے عرش بھی بحکم خداوندی ہوا ہے۔

(۴) رسول و خلیفۂ رسول کا آپس میں ایک ہی ہونا۔ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے۔ ایک ہی

ماخیں۔

ی میں اسم رسول و اسم خلیفۂ رسول کی مقارنت۔

رسالت محمدیہ کی تصدیق و توثیق کا عہد انبیاء سے لیا گیا اُسی طرح اُن سے ...علویہ کا اقرار لیا گیا۔

ت کے اوپر جو فرائض جناب رسول خدا کے ہیں وہی فرائض علی مرتضیٰ کے ہیں جناب رسول خدا اور علی مرتضےٰ کا ایک ہونا۔ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے۔

(۹) محبوب خدا کا درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں۔

(۹) حب علی و بغض علی (ب) قسیم النار والجنۃ
(۱۰) علم
(۱۱) عصمت و طہارت
(۱۲) خطابات و القاب
(۱۳) کمالِ ایمان
(۱۴) عبادت و ریاضت و ورع
(۱۵) سبقت الی الاسلام علی نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا
(۱۶) شجاعت و نصرت اسلام
(۱۷) ہدایت و رہنمائی خلق کی استعداد
(۱۸) عدل و انصاف۔

(۱) بارگاہ ایزدی میں جناب رسول مقبول کی دعا اپنے وزیر و جانشین کے تقرر کے لئے

یقیناً یہ دعا دعوت ذی العشیرہ سے پہلے مانگی گئی۔ بلکہ جب نبوت کا بار آپ کے کندھے پر رکھا گیا اسوقت ہی مانگی گئی ہوگی۔ تب ہی تو دعوت ذی العشیرہ میں تبلیغ رسالت کے ساتھ خلافت و وزارت کا بھی اعلان کیا گیا جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں قرآن کے قصے بغیر مصلحت کے نہیں ہیں۔ دعائے موسوی کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے۔ اسکی بھی مصلحت تھی۔ تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ اس قسم کی دعا مانگنا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ضروری ہے۔ رسول خدا نے بھی اس دعا کو بار بار مانگا تاکہ امت کو بھی اُس کی اطلاع ہو جائے اور دعا کا بار بار مانگنا باعث خوشنودی خداوندی ہوتا ہے صحابہ و ازواج میں سے جس نے سُنا اُس نے اور لوگوں کے سامنے بیان کیا اور اس طرح وہ دعا ہم تک پہنچی۔

عن اسماء بنت عميس قالت سمعت رسول الله صلعم يقول اللهم ان اخي موسى سالك فقال رب اشرح لي صدري ويسر لي امري واحلل عقدة من لساني يفقهوا قولي واجعل لي وزيرا من اهلي هارون اخي اشدد به ازري واشركه في امري فانزلت عليه قرانا سنشد عضدك باخيك ونجعل لكما سلطانا فلا يصلون اليكما اللهم واني محمد نبيك وصفيك اللهم فاشرح لي صدري ويسر لي امري واجعل لي وزيرا من اهلي عليا اشدد به ظهري اخرجه احمد في المناقب

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے، رسول خدا کو کہتے ہوئے سُنا، موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا، میرے اس امر نبوت کو آسان کر۔ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا اس سے میری کمر کو مضبوط کر اور اسکو میرے میں شریک فرما پس تو نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہم عنقریب تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط کرینگے اور تم دونوں کو غلبہ دینگے پس لوگ تم دونوں پر غلبہ نہ پا سکینگے۔ خداوندا میں تیرا نبی وصفی محمد بھی دعا مانگتا ہوں کہ خداوندا میرے سینہ کو کھولدے میرے لئے یہ امر نبوت آسان کر۔ اور میرے اہل میں سے میرے بھائی علی کو میرا وزیر بنا اور اس سے میری کمر کو مضبوط کر۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص۱۶۳۔

عن انس قال قال رسول الله ان الله اصطفاني على الانبياء واختار لي وصيا واخترت ابن عمي وصيي وشد به عضدي كما اشد عضد موسى باخيه هارون وهو خليفتي ووزيري ولو كان بعدي نبيا لكان له النبوة۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھکو تمام انبیاء سے برگزیدہ کیا ہے۔ اور مجھے اپنے وصی مقرر کرنیکا اختیار دیا ہے پس میں نے اپنے ابن عم کو منتخب کرلیا ہے۔ اسکے ذریعہ سے خداوند تعالیٰ نے میرا بازو قوی کیا جسطرح موسیٰ کے بازو کو انکے بھائی ہارون کے ذریعہ سے قوی کیا تھا پس وہ میرا خلیفہ اور وزیر ہے اگر میرے بعد

ینابیع المودۃ ساآدوفضائل علی — نبی ہوتا تو اس کو یعنی علی کو نبوت بھی ملتی۔

رغفاری سے بھی یہ دعائے نبوی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب
حالت رکوع میں سائل کو انگشتری عطا کی تو آنحضرت نے پھر اس دعا کا
یہ دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ انما ولیکم اللہ و
الذین آمنوا یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ ابو اسحاق
بن محمد بن الثعلبی فی تفسیرہ

نور الابصار — سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی۔ فی ذکر فضائلہ علیہ السلام
شیخ علی بن محمد الجعفری: کنز البراہین الکسبیہ والاسرار الوہبیہ الغیبیہ۔
میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا فی مناقب آل العبا۔

(۲) اعلان ونامزدگی خلیفہ وجانشین بالصراحت۔

حکم وانذر عشیرتک الاقربین ہی کے ساتھ اس کے اعلان کا بھی حکم ہوا۔
اکثر مورخین نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ ہم تاریخ ابی الفداء سے نقل کرتے ہیں:۔

وکانت دعوۃ رسول اللہ صلی اللہ	اول تین سال تک جناب رسولخدا نے دعوت اسلام
علیہ وسلم الی الاسلام سراً ثلاث	پوشیدہ طریقہ سے کی۔ پھر اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے
سنین ثم بعد ما امر اللہ رسولہ	اپنے رسول کو حکم دیا کہ یہ دعوت علانیہ کیجائے۔ اور
باظہار الدعوۃ لما نزل وانذر	جب آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی
عشیرتک الاقربین دعا النبی	تو جناب رسالتمآب نے علی کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ کچھ
صلی اللہ علیہ وسلم علیاً فقال	طعام تیار کرو جس میں بکری کا شانہ اور دودھ
اصنع لنا صاعاً من طعام واجعل	ہووے اور تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کرو تاکہ میں
علیہ رجل شاۃ واملا لنا عساً من	ان سے کلام کروں۔ اور جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ ان
لبن واجمع لی بنی المطلب	تک پہنچاؤں۔ پس حضرت علی نے ایسا ہی کیا جیسا
حتی اکلمھم وابلغھم ما امرت	کہ انھیں حکم دیا گیا تھا اور ان لوگوں کو بلایا۔ وہ
بہ ففعل ما امرہ ودعاھم وھم اربعون	کل تقریباً کم وبیش چالیس آدمی تھے۔ انہیں آنحضرت کے

رجلا یزیدون رجلا وینقصونہ فیھم
اعمامہ ابوطالب وحمزۃ والعباس
واحضر علی الطعام فاکلوا حتی شبعوا
قال علی لقد کان الرجل الواحد
منھم لیاکل کل جمیع ما شبعوا اکلھم
منہ، فلما فرغوا من الاکل واراد
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
یتکلم بدرہ ابولھب الی الکلام
فقال اشد ما سحرکم صاحبکم
فتفرق القوم ولم یکلمھم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی
یا علی قد رایت کیف سبقنی ھذا
الرجل الی الکلام فاصنع لنا فی غد کما
صنعت الیوم واجمعھم ثانیا فصنع
علی فی الغد کذالک فلما اکلوا واشربوا
اللبن قال لھم رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما اعلم
انسانا فی العرب جاء قومہ بافضل
مما جئتکم بہ قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ
وقد امرنی اللہ تعالی ان ادعوکم الیہ
فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون
اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم

چچا ابوطالب و حمزہ و عباس بھی
نے طعام حاضر کیا۔ ان تمام لوگو
ہو کر کھا لیا۔ حضرت علی فرماتے ہیں
وہ سب سیر ہو گئے اتنا ہی تھا کہ ان
ایک آدمی کے لئے کافی ہوتا۔ جب وہ لوگ
فارغ ہوئے تو جناب رسول خدا نے چاہا
کریں لیکن ابولہب نے کلام میں مبادرت کی اور
کہنے لگا کہ دیکھا تمہارے ساتھی نے تمہارے ساتھ
کیسا سخت جادو کیا ہے۔ اسپر وہ تمام لوگ متفرق
ہو گئے اور آنحضرت گفتگو نہ کر سکے۔ جناب رسولخدا
نے علی سے فرمایا کہ دیکھا تم نے اس شخص نے کسطرح
مجھ پر سبقت کلام کی ہے۔ پس اے علی کل پھر تم اسی
طرح طعام حاضر کرنا اور ان لوگوں کو بلانا جسطرح
آج کیا ہے۔ چنانچہ علی نے دوسرے دن بھی اسطرح
کیا۔ جب وہ سب لوگ کھانا کھا چکے اور دودھ
پی چکے تو انسے آنحضرت نے اسطرح کلام کیا۔ میں
عرب میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کیلئے
اس سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے دین و دنیا
کی نیکی لایا ہوں۔ بتحقیق مجھے خداوند تعالی نے حکم
دیا ہے کہ میں تمکو اس امر کیطرف بلاؤں پس تم میں
سے کون ہے جو اس امر رسالت میں میرا وزیر ہوئے
اور میرا بھائی اور وصی و خلیفہ اس امر میں ہووے
وہ تمام لوگ خاموش رہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں

...ت فقلت وانی لاحدثهم — کہ میں اُن سب میں عمر میں چھوٹا تھا میرا پیٹ سب میں

...علیاً واعظمهم — بڑا تھا۔ اور میری پنڈلیاں سب سے زیادہ پتلی تھیں

...حمساقاً انا یانبی — لیکن میں نے کہا کہ اے نبی اللہ میں آپکا وزیر بننے

...یرک علیهم فاخذ — کیلئے تیار ہوں پس آنحضرت نے علی کی گردن کو

...صلی اللہ علیہ وسلم — ہاتھ سے پکڑ کر کہا کہ اے لوگو! یہ میرا بھائی اور میرا

...ن وقال ان هذا اخی و — وصی اور میرا خلیفہ ہے پس تم سب اسکی بات

...ی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعو — سنو اور اطاعت کرو۔ تمام لوگ ہنستے ہوئے اٹھ

فقام القوم یضحکون ویقولون — کھڑے ہوئے اور ابو طالب کیطرف مخاطب ہو کر

لابی طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطیع — کہا کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو

تاریخ ابی الفدا، الجزء الاول ص۱۱۶۔

اس واقعہ کو تمام مورخین و محدثین نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہوں:-

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثانی ص۲۱۷۔

ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۲۲ تاریخ حبیب السیر الجلد الاول الجزء الثالث ص۱۶۱

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء الثالث ص۴۰۔

علی المتقی۔ کنز العمال الجزء السادس ص۳۹۲ حدیث ۶۰۰۸؛ ص۳۹۶ حدیث ۶۰۴۵۔ ص۳۹۷

حدیث ۶۰۵۶؛ ص۴۰۱ حدیث ۶۱۰۳ و ۶۱۰۲، ص۴۰۸ حدیث ۶۱۵۵۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص۲۰۳و۱۶۳۔ احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص۳۳۱

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۳۳ محمد بن معتمد خان: نزل الابرار ص۱۶و۱۷۔

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۵۳۔

Gibbon's Decline & Fall of the Roman Empire, Vol. III. P. 499.

Oakley's History of Saracens, P. 75

Carlyle's Heroes & Heroe Worship, P. 61

Irving's Successors of Mohammad, P. 37

's History of Saracens, P. 83

ort's Apology, P. 5.

صاحبان غور و فکر کے لئے یہ معاملہ اپنے میں بہت زیادہ اہمیت
معمر اور تجربہ کار لوگوں کے ہوتے ہوئے جن میں خود آنحضرت کے چچا
ان کو نظر انداز کر کے ایک ناتجربہ کار بچے کی نسبت فرماتے ہیں کہ اس امر
جو مجھ سے پہلے کوئی شخص اپنی قوم کے لئے نہیں لایا میں اپنا شریک اور وزیر
لڑکے کو مقرر کرتا ہوں۔ معاملہ یہیں نہیں ختم ہو جاتا۔ بلکہ آپ ان لوگوں سے فرماتے ہیں
جن میں اس لڑکے کا باپ بھی شامل ہے کہ اس کی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو
اولوالامر جن کی اطاعت قرآن شریف میں امت پر واجب کی گئی ہے ایسے لوگ
ہوتے ہیں۔ ہم ناظرین کی توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف دلاتے ہیں۔

(۱) یہ تقرر خلیفہ و جانشین خداوند تعالیٰ کے خاص حکم سے ہوا۔

(۲) تبلیغ رسالت میں یہ آپ کا سب سے پہلا اعلان تھا۔

(۳) اس میں خاص طور سے خلیفہ و وزیر (بوجھ اٹھانیوالا) کے الفاظ موجود ہیں۔

(۴) حضرت علی کی اطاعت بحکم خداوندی ساری امت محمدیہ پر واجب ہے۔

(۵) رسول تو آپ خود ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں کہ علی کی بات سنو اور اسکی
اطاعت کرو۔ گویا علی کی اطاعت خود رسول کی اطاعت ہے۔ اور جو حکم علی دینگے
وہ بالکل رسالت محمدیہ کے مطابق ہوگا۔ اس سے زیادہ نائب و جانشین کی نیابت
اور کن الفاظ میں بیان ہو سکتی۔

(۶) جو وعدہ حضرت علی کے ساتھ خلافت کا کیا تھا وہ حکم الٰہی کے بموجب تھا۔

(۷) اگر یہ کہا جائے جیسا کہ اعیان حکومت کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت نے اپنا
کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ اور یہ امر تمام مسلمین کی رائے پر چھوڑ دیا تو اس سے مندرجہ ذیل
الزامات عائد ہوتے ہیں:۔

(۱) معاذ اللہ آنحضرت نے اس وعدے کی خلاف ورزی کی جو خدا کے حکم سے

ہتہ کیا گیا تھا۔ درانحالیکہ حضرت علی نے خلافت و وزارت رسالت کی
دی کر دیں اور اپنی جان کو بارہا خطرہ میں ڈالکر اسلام و رسول اسلام
)۔
۸) آنحضرت صاحب اسوۂ حسنہ تھے۔ آپکے حسن اخلاق کیلئے نص
ے لعلی خلق عظیم کافی ہے۔ یہ بات تو ایک بدترین خلق والا آدمی بھی
اشرمائیگا کہ اپنا کام تو اس طرح وعدے کرکے نکال لیا۔ اور جب ایفائے وعدہ
وقت آیا تو دوسروں پہ ڈال دیا۔

(۸) اس وعدے کی خلاف ورزی کرنے کیلئے نہ کوئی وجہ تھی اور نہ آنحضرت
کو اُس سے انحراف کرنے کی خواہش ہوسکتی تھی جس طرح ہتیلی پر سر رکھکر حضرت
علی نے خدمت اسلام و صاحب اسلام کی تھی وہ اظہر من الشمس ہی حضرت علی
سے قریب تر، عزیز تر، یا بہتر آدمی اس درمیان میں پیدا نہیں ہوگیا تھا جس کی خاطر
اس وعدے سے پیچھے ہٹا جاتا۔ اور نہ ہی حضرت علی سے زیادہ خدمت اسلام کسی
اور آدمی نے کی تھی جس کا معاوضہ دینے کیلئے اس وعدہ کو نظرانداز کرنا ضروری سمجھا جاتا۔
(۹) جناب رسول مقبول نے اپنا خلیفہ خود مقرر کیا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے
مقرر کیا۔ یہ نہیں کیا کہ اجماع پر چھوڑ دیا ہوتا اور فرما دیا ہوتا کہ تم سب اسلام لے آؤ اور پھر
اپنے لئے میرا خلیفہ و جانشین تم خود مقرر کر لینا۔ اگر نصب خلیفہ اجماع سے مقرر ہو سکتا
تھا تو یہ بہترین موقعہ تھا۔ ان لوگوں کی تالیف قلوب بھی ہو جاتی۔ وہ اپنے میں سے
ایک آدمی پیش کر دیتے۔ اور جناب رسول خدا کو بجائے کمسن بچے کے ایک سن رسیدہ
مضبوط باثر شخص معاون و مددگار مل جاتا۔ جو مشرکین میں کچھ اثر بھی رکھتا ہوتا اور انکی
دشمنی کو بالکل زائل نہیں تو کچھ ٹھنڈا تو ضرور کر دیتا۔

وکلائے اہل حکومت یعنی علماء اہل سنت وجماعت مندرجہ ذیل اعتراض کرتے ہیں
۱۔ یہ ایک محدود مجمع بنی عبدالمطلب کا تھا۔ جملہ اہل اسلام مقصود نہ تھے اگر حاکم
یا خلیفہ مقرر کیا تو بنی عبدالمطلب کے لئے کیا گیا نہ کہ جمیع امت کے لئے۔

ب۔ جانشین آخر وقت میں مقرر کیا جاتا ہے جبکہ تمام متقلدین۔ کے افعال اعمال زیرِ نظر ہوتے ہیں اور انتخاب کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ شروع میں مقرر کرنے کے کچھ معنی نہیں۔

جواب اعتراض ا۔ جو الفاظ آنحضرت نے فرمائے وہ قابل صریح طور پر فرمایا کہ امرِ رسالت میں کون شخص میرا خلیفہ و وزیر بننے کا وعدہ لے۔ فرمایا کہ خاندان میں والی اور امیر کون ہوتا ہے۔ خاندان کیلئے تو کسی امیر و والی کی نہ تھی۔ اور نہ اس وقت خاندان کا ذکر تھا۔ آپ فقط خاندان کیلئے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ یہ امر کہ صرف خاندان عبد المطلب میں سے خلیفہ کیوں منتخب کیا گیا۔ ہمارے دعوے کی ایک دلیل ہے۔ افضل ترین اشخاص میں سے خلیفہ رسول منتخب ہونا تھا۔ قربت اور قرابت رسول مسلمہ طور سے ایک عظیم الشان فضیلت ہے۔ خلیفۂ رسول کا اس سے محروم ہونا ایک مکروہ بلکہ ناممکن امر تھا۔ قرابت رسول ہی کی بنا پر سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر نے انصار پر احتجاج کیا تھا۔ بنی عبد المطلب آنحضرت کے قریب ترین قرابتدار تھے۔ لہذا مشیت ایزدی قرار پائی کہ جانشین رسول انہیں سے ہو۔ آنحضرت کے متعدد اقوال و احادیث سے فضیلت بنو ہاشم ثابت ہوتی ہے۔ اس بحث کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس امر سے گروہ حکومت کو انکار نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ کی مجلس میں اپنے استحقاق خلافت کی بنا صرف آنحضرت کے اس مفروضہ قول پر رکھی تھی کہ الائمۃ من قریش۔ امام قریش میں سے ہونگے۔ کیونکہ اسلئے کہ خود آنحضرت اُن میں سے تھے۔ جب حضرت علی سے حضرت ابوبکر کیلئے بیعت طلب کی گئی تو آپ نے احتجاج فرمایا کہ اے اہل حکومت غور کرو، تم نے جس بحث کی بنا پر مہاجرین پر فضیلت ظاہر کی اُسی بحث کی بنا پر خلافت میرا حق ہے نہ کہ تمہارا۔ یہ بیان کردہ حدیث الائمۃ من قریش خبر واحد ہے۔ اور اُن احادیث میں سے ہے جو صرف حصول خلافت کے لئے موقع پر تراشی گئی تھیں۔ لیکن بہر صورت گروہ حکومت کے خلاف یہ خبر اس بحث پر دلیل قاطع ہے۔ اگر تمام عرب بلکہ تمام دنیا میں سے دائرہ چھوٹا ہو کر قریش پر ختم ہو سکتا تھا

۔ رتِ قبیلہ قریش میں سے تھے تو اسی اصول پر وہ دائرہ مختصر ہو کر بنو ہاشم یا بنو عبد المطلب
ہے کیونکہ آنحضرت اُس خاندان میں سے تھے۔

۔ بنی عبد المطلب میں سے خلیفہ مقرر کرنا مشیت ایزدی میں قرار پا چکا تھا
ںا جمع ہی کو مخاطب کیا گیا۔ یہاں ایک ضمنی اعتراض ہو سکتا ہے کہ جناب رسولخدا
ود خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کے جواب پر منحصر رکھا۔ اور اگر حضرت علی کے علاوہ
۔ ی اور شخص اس کو قبول کر لیتا تو وہی مقرر ہو سکتا تھا۔ یہ اعتراض بھی بغیر دلیل و بغیر منطق
کے ہے۔ اسکا قبول کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ بڑے دل گردہ کا کام تھا۔ راسخ ایمان و کامل
جرأت چاہئے تھی۔ چنانچہ آئندہ کے واقعات نے بتا دیا کہ حضرت علی کے سوا اور کوئی
شخص اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ خدا و رسول خدا کے لئے یہ معلوم کر لینا مشکل نہ تھا۔
کہ اس جماعت میں سے سوائے علی کے اور کسی کی ہمت ہی نہ پڑیگی کہ اس بارگراں کا
متحمل ہو سکے۔ اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر یہ جانتے تھے تو اس صلائے عام کی
کیا ضرورت تھی۔ جواب یہ ہے کہ اس میں یہی مصلحت تھی۔ لوگوں پر حجت قائم کرنا سنت
الٰہی ہے۔ خداوند تعالیٰ کبھی کسیکو معذب نہیں کرتا۔ جب تک اس پر حجت نہ پوری کر لے
خداوند تعالیٰ تو جانتا ہے۔ کہ کون شخص جنت کے قابل ہے اور کون دوزخ کے لائق لیکن
پھر بھی ارشاد کرتا ہے کہ تم یہ نہ گمان کرنا کہ منہ سے تم ایمان لے آئے اور بس جنت میں
داخل ہو جاؤ گے۔ بلکہ ابھی تو تمہاری آزمائش بھوک و خوف و پیاس و قتل سے کیجائے گی۔
پھر دیکھینگے کہ تم میں سے کون جنت کے قابل ہے۔ اس آزمائش کا فائدہ یہ ہے کہ تزکیہ
نفس کا باعث ہونے کے علاوہ یہ دوسرے لوگوں پر حجت بھی قائم کرتی ہے۔ غرضیکہ دیگر
لوگوںکا منہ بند کرنے کے لئے یہ حجت قائم کی گئی تھی کہ بعد میں دیگر قرابتدار یہ نہ کہیں کہ اگر
ہم سے یہ کہا جاتا تو ہم بھی اس عہدے کو ان شرائط کے ساتھ قبول کر لیتے۔

جواب اعتراض ب۔ ولیعہد سلطنت و وزیر حکومت دونوں شروع ہی سے
نامزد اور مقرر ہوتے ہیں۔ ولی عہد تو نامزد ہو جاتا ہے۔ اور وہ شخص جو اصطلاح میں وزیر
کہا جاتا ہے مقرر ہو جاتا ہے۔ یہاں وزیر کے معنی اصطلاحی نہ تھے۔ بلکہ بوجھ اُٹھانے والے

کے لغوی معنے تھے۔ آنحضرت کا مطلب تھا کہ میرے کام کا بوجھ
خلیفہ ہونا چاہتا ہے۔ خلافت کی شرط ہی یہ شرکت امر تھی۔ اور
ہوتی ہے۔ جب وہ امر ہی انتہا کو پہنچگیا اور کامیاب ہوگیا تو پھر
اس کے یہ بھی غور کرنے والی بات ہے کہ آنحضرت نے فقط اس
پر اکتفا نہیں کی۔ درمیان میں اور آخر وقت بھی اسکا اعلان کیا۔ اور یہ
کیا۔ اور مختلف الفاظ میں کہا۔ اور آنحضرت نے خود ہی اس اعتراض کو
یہ اعلان خلافت علی ابن طالب ایک محدود مجمع میں ہوا تھا۔ اگرچہ اس کا
کافی جواب دیدیا ہے۔ مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ ہو۔

حدثنا ابو بکر بن اسحاق انبأ	(اسمائے راویاں عربی عبارت ہیں)
زیاد بن الخلیل القشیری ثنا	
کثیر بن یحییٰ ثنا ابو عوانہ	
عن ابی بلج عن عمرو بن میمون	
عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان	ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال	تم میں سے کون میری جانشینی دنیا و آخرت میں قبول
ایکم یتولانی فی الدنیا والاخرہ	کرتا ہے۔ آپنے یہ بات ہر ایک آدمی سے کہی یہانتک
فقال لکل رجل منھم ایتولانی فی الدنیا	کہ انکی اکثریت کے پاس سے یہ کہتے ہوئے گزرے
والاخرۃ فقال لا حتی مر علی اکثرھم	ہیں لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ لیکن علی نے کہا
فقال علی انا اتولاك فی الدنیا والاخرۃ	کہ میں آپ کی ولایت دنیا و آخرت کی قبول کرتا
فقال انت ولیی فی الدنیا والاخرہ	ہوں اسپر آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تم میرے
ھذا حدیث صحیح الاسناد۔	ولی دنیا و آخرت میں ہو۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ معرفۃ الصحابہ صفحہ ۱۳۵

اس اعلان کے سلسلہ میں آنحضرت کی دعائے اولین کو زیر نظر رکھنا چاہیئے۔ آپنے
دعا مانگی تھی کہ علی کو میرے امر یعنی رسالت کے کام میں شریک اور بوجھ اٹھانے والا مقرر کر۔ حضرت

یا علی انت تابرء ذمتی انت خلیفتی فی امتی یعنی اے علی تم مجھکو میری ہیری ذمہ داری سے سبکدوش کرو گے اور تم میرے خلیفہ و جانشین میری امت میں ہو۔

القربیٰ۔ مودۃ رابعہ۔

برء ذمتی کے معنی ہیں کہ تم چند بقایا امور رسالت کو نیابتاً ادا کرو گے۔ یہ بات نہیں ہے جو باعثِ تعجب ہو۔ قرآن شریف سے اس کا پتہ چلتا ہے

یاایہا النبیّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ۔ (پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع ۱۰) ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآب نے کفار سے تو جہاد کیا لیکن منافقین سے جہاد کرنا اُن کے خلیفہ و جانشین حضرت علی کے ذمہ پڑا۔ واقعات مباہلہ و کسر اصنام کعبہ ہم بیان کر چکے ہیں یہ بھی امر نبوت میں براہِ راست شرکت کی بین مثالیں ہیں۔ غرضیکہ جناب رسول خدا نے صاف صاف ارشاد فرمایا۔ انا قاتل علی تنزیل القران وعلی یقاتل علی تاویلہ اور ان منکم من یقاتل علی تاویل القران کما قاتلت علی تنزیلہ قیل قال ابوبکر انا ھو قال لا قال عمر انا ھو قال لا ولکنہ خاصف النعل یعنی علیاً یعنی میں لوگوں سے تنزیل قرآن کے لئے لڑ رہا ہوں اور علی اس کی تاویل پر لڑیگا۔ تم میں سے ایک شخص ہے جو تاویل قرآن پر لڑے گا جس طرح میں تنزیل قرآن پر لڑا ہوں۔ ابوبکر نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عمر نے کہا وہ میں ہوں۔ آپ نے جوابدیا نہیں۔ بلکہ وہ جو اس وقت میرا جوتا گانٹھ رہا ہے یعنی علی، ملاحظہ ہو:۔

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۸۶ و ۲۵۸۵ و ص۳۹۰ حدیث ۵۹۷۴ و ص۳۹۱ حدیث ۵۹۸۰ و ص۳۹۳ حدیث ۶۰۰۱ ص۳۹۶ حدیث ۶۰۳۹ و ص۴۰۷ حدیث ۶۱۵۳ و ۶۱۵۴

احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص۸۲ و ۳۳۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۲۳ و ۱۲۶۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی الحدیث التاسع عشر ص۷۴۔

ابن عبد البر: الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ ۲۰۱۵ ص۴۶۹۔

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص۳۶۳ و ص۳۶۵ و ص۳۶۰۔

محمد بن سمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۴۱ حسن علی محدث تفریح الاحباب
سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب الحادی عشر ص ۵۹ و ۶۰۔
علی بن برہان الدین الحلبی۔ سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۷۵۔
خصائص نسائی: ص۹۵ عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب ص ۷۰
کمال الدین محمد بن طلحہ: مطالب السئول۔ ص ۲۳۔

اس موقعہ پر ایک امر کی صراحت ضروری ہے۔ تاکہ ازالۂ اوہام ہو جائے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ امر نبوت میں شرکت کے کیا معنی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک رسالت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آدھی ایک کو مل گئی اور آدھی دوسرے کو مل گئی۔ بلکہ یہ تائیدی شرکت تھی یعنی رسول کی امر رسالت میں خدا کی طرف سے حمایت کے لئے مقرر ہونا اور بطور امر واقعی حمایت اور مدد کرنا تاکہ نائب (علی) کا فعل اصل (رسول خدا) کا فعل سمجھا جائے۔ اور نائب کے فعل کی ذمہ واری اصل کے اوپر عائد ہو جائے۔ دیگر مسلمانوں نے جو آنحضرت کی مدد کی۔ اس میں اور حضرت علی کی مدد میں بین فرق ہے۔

اول تو مسلمانوں نے جہاد کے علاوہ اور کسی امر میں خاص مدد نہیں کی۔ براہ راست امر رسالت میں جب شرکت کی ضرورت ہوئی مثلاً مباہلہ و کسر اصنام تو محض حضرت علی ہی کو شامل کیا گیا۔

دوئم۔ جہاد کی شرکت امر رسالت کی شرکت سے مختلف ہے۔ جہاد میں لشکریوں کی صورت ہوتی ہے اور غنائم کی امید۔

سوئم۔ سب سے بڑا اور واضح فرق یہ ہے کہ منجانب اللہ مقرر شدہ نائب کے اوپر ایک ذمہ واری ہوتی ہے۔ اصل کی طرح وہ بھی ذمہ وار ہے۔ اور اصل یعنی رسول اس کے افعال کا پابند ہے۔ اگر جناب خالد نے مسلمانوں کو قتل کر دیا تو رسول خدا فرما سکتے تھے کہ بار الٰہا میں خالد کے فعل کا ذمہ وار نہیں۔ اگر درۂ احد کو مسلمانوں نے چھوڑ کر اپنے اوپر شکست لے لی۔ تو اس کی ذمہ واری آنحضرت پر عائد نہیں ہوئی دیگر مسلمان

تمر ہے۔ یہ انکا اپنا ذاتی فعل تھا۔ خدا بخشے یا نہ بخشے۔ جناب رسول خدا
ف اس کے جناب علی مرتضیٰ سے کوئی فعل منافی امر رسالت
ورنہ نہ ہو سکتا تھا۔ اور یہی ایک بات ہمارے سارے دعوے کی
بالفرض محال حضرت علی سے کوئی ایسا فعل سرزد بھی ہو جاتا تو
آنحضرت پر عائد ہوتی۔ اسی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے
رہی نے حکومت ظاہری کیلئے تلوار نہیں اٹھائی۔ اور اسی ذمہ داری کو
س کرتے ہوئے جناب امام حسین نے اپنے تئیں یزید کے ہاتھ نہیں فروخت کیا
یعنی بیعت نہ کی۔ ان ہادیوں کے افعال کے نتائج کا جناب رسول خدا کی طرف عود کرنا
اور ان سے منسوب ہونا بھی تو مابہ الامتیاز تھا۔ جناب علی اور دیگر عام مسلمانوں کے افعال
میں بھی وہ ذمہ داری یہی وہ شرکت در امر نبوت تھی جس نے امام حسین کو معہ اپنے
اعزا و رفقاء کے شہید ہو جانے پر مجبور کیا۔ ورنہ اگر عام مسلمانوں میں سے کوئی اس طرح کے
افعال میں سے فقط ایک فعل بھی کرتا یعنی محض خود ہی قتل ہو جاتا تو اس پر یہ الزام
عائد ہوتا کہ تقیہ کر کے کیوں نہ جان بچائی۔ کیوں خود ہلاک ہوا۔ اور اپنے متعلقین کو
عذاب میں ڈالا لیکن جس طرح ایسے موقعوں پر جناب رسول خدا کے لئے تقیہ کرنا ناممکن
تھا اسی طرح ان کے نائبوں کے لئے ایسے مواقع پر تقیہ کرنا درست نہ تھا یعنی کیسا
ہی خطرہ ہو۔ جناب رسول خدا یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میں رسول خدا نہیں ہوں
اسی طرح ان کے نائب کیسا ہی خطرہ ہو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم نائب رسول نہیں
ہیں بلکہ تم ہو۔ یہ اعتراض درست نہ ہوگا کہ امام حسن نے کیوں بیعت معاویہ کی انہوں
نے بیعت معاویہ نہیں کی۔ بلکہ حکومت ظاہری بوجہ مجبوری کے اس کے سپرد کی۔ امام
حسین سے یزید حکومت ظاہری تو طلب ہی نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ وہ ان کے پاس
ہی نہ تھی۔ وہ تو اپنے تئیں رسول خدا کا خلیفہ جائز منوانا چاہتا تھا۔ اور یہ امام حسین ماننے
کے لئے تیار نہ تھے۔

عن ابی موسیٰ اشعری قال کنت مع رسول ... ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کے

اللہ فی صفۃ العرفۃ او نصفۃ العرفۃ معہ	ساتھ نصف عرفہ کے دن تھا او
ابوبکر و عمر و عثمان و نفر من اصحابہ	اسوقت ابوبکر و عمر و عثمان معہ نفر
و علی فالتفت الی ابی بکر فقال یا	علی تھے جناب سولخدا نے ابوبکر
ابابکر ھذا الذی تراہ وزیری فی	فرمایا کہ اے ابوبکر یہ شخص جسکو تم دیکھ
السماء و وزیری فی الارض یعنی علی	دنیا و آخرت میں میرا وزیر ہے۔ اگر تم چاہ
ابن ابیطالب فان احببت ان یلقی	اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو درانحالیکہ وہ تم
اللہ وھو عنک راض فارض علیا	خوش ہو تو تم کو چاہیئے کہ علی کو راضی و خوش کرو
فان رضاہ رضاء اللہ و غضبہ غضب اللہ	کیونکہ علی کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے اور
سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ السادسہ۔	علی کا غضب خدا کا غضب ہے۔

یہ ہے نبی و رسول کی شان کس موقعہ پر اور کیسی خوبی کے ساتھ ان مدعیان خلافت کو متنبہ کیا ہے کہ علی کی خوشنودی و رضا کے طالب رہنا اور اُس کے غضب سے ڈرنا۔ جس طرح کہ حضرت علی نے خلافت کے موقعہ پر ان مدعیان حکومت سے احتجاج کیا ہے اور اپنا حق جتایا ہے۔ وہ ظاہر کر رہا ہے کہ ان بزرگوں نے خلافت لیکر غضب الٰہی مول لیا یا رضائے خداوندی۔

حدیث انت تبرء ذمتی و انت خلیفتی فی امتی کی صحت کو علماء اہل حکومت تسلیم کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ انکے دعوے کی قطعاً تردید کرتی ہے۔ لہذا اُس کی توجیہ و تاویل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ روزبھان کہتے ہیں کہ ہم بھی تو علی کو خلیفہ رسول مانتے ہیں اگرچہ چوتھے درجے پر۔ یہ تاویل کہاں تک درست ہے۔ ہم خود ناظرین کی عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں آیا اس سے خلیفہ بلافصل مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ تین خلیفے جنکا ذکر تک نہیں درمیان میں حائل ہوکر علی چوتھے خلیفہ ہونگے۔ پہلے تین خلیفے کیوں نہ مقرر کئے۔ ان کو کیوں نہ بیان کیا۔ چوتھے خلیفہ کے مقرر کرنے اور بیان کرنے کی ایسی کیا جلدی تھی۔ اگر تین خلیفے درمیان میں آنے تھے تو اول تو انکی صراحت ضروری تھی۔ اگر کوئی مرنے والا اپنا وصی مقرر کرے اور کہے کہ انت وصی و ولیی تو اس

...ینگے کیا آپ کہنے والے کا یہ مطلب سمجھینگے کہ میرے مرنے کے بعد
...ے ترکہ کا اہتمام کرینگے۔ اور تواے مخاطب چوتھا وصی اُن کے
...بعد پہلے تین وصیوں کا ذکر تک نہیں۔ ایسی رکیک تاویلیں وہی
...کے دعوے کمزور ہوتے ہیں۔

...یث ولایت۔

...ول اللہ صلے اللہ علیہ	فرمایا جناب رسولخدا نے کہ علی مجھ سے ہے اور میں
...ان علیاً منی وانا من	علی سے ہوں اور علی میرے بعد سارے مومنین
...علی وھو ولی کل مومن من بعدی	کا حاکم و والی ہے۔

آنحضرت کے اُن اقوال میں سے جو امر خلافت پر نص ہیں یہ حدیث ولایت اپنے مدعا پر نہایت صریح وصاف و بلا واسطہ طریقہ سے دلالت کرتی ہے۔ یہ حدیث متعدد طرق سے ثقہ رواۃ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے اور اسکو بے شمار محدثین کرام و محققین عظام و مورخین حلام نے نقل کیا ہے۔ اسکی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے نقشہ مندرجہ ذیل میں ان محدثین و مورخین کے نام درج کئے ہیں۔ یہ تمام بزرگان مذہب اہلسنت و جماعت کے عمائد عظام ہیں۔ اس نقشہ کو مرتب کرنے میں ہمکو کتاب مستطاب عبقات الانوار سے بہت مدد ملی ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات ہجری	حوالہ جات
۱	ابو داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی	۲۰۴	مسند ص الاحادیث ۹۲۹ ص ۳۶۰ حدیث ۲۷۵۲
۲	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۲۲۵	بتصریح جلال الدین سیوطی در قول علی فی فضائل علی و ملا علی متقی در کنز العمال و ثناء اللہ پانی پتی در سیف المسلول۔
۳	امام احمد بن محمد حنبل	۲۴۱	مسند الجزء الاول ص ۳۳۱ و الجزء الرابع ص ۴۳۸ و ۴۳۷۔ الجزء الخامس ص ۳۵۶ و ۲۵۰ و ۳۵۸

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات	حوالجات
			و ص ۳۶۱ - الجزء الثالث
۴	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹	سنن ترمذی۔
۵	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳	خصائص النسائی فی منا قب تقطیع خورد مطبوعہ تیوامیہ
۶	حسن بن سفیان ثوری	۳۰۳	بتصریح ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی۔
۷	ابو یعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷	مسند۔
۸	ابو جعفر محمد جریر الطبری	۳۱۰	تہذیب الآثار۔
۹	خیثمہ بن سلیمان الاطرابلسی	۳۴۴	کتاب فضائل الصحابہ۔
۱۰	سلیمان بن احمد بن احمد ایوب الطبرانی	۳۶۰	بتصریح محمد صدر عالم در معارج العلی۔
۱۱	ابو حاتم محمد بن حبان	۳۵۴	بتصریح محب الدین احمد الطبری در ریاض النضرہ
۱۲	محمد عبد اللہ بن محمد الحاکم النیسابوری	۴۰۵	مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث صفحہ ۱۱۰۔ ۱۱۱ و ۱۲۹ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵۔
۱۳	احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی	۴۱۰	بتصریح علی المتقی در کنز العمال۔
۱۴	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد	۴۳۰	بتصریح ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی در کتاب الاکتفا
۱۵	احمد بن حسین بیہقی		بتصریح اخطب خوارزم در کتاب المناقب
۱۶	ابو القاسم حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی		کتاب محاضرات الادبا ومحاورات الشعرا۔
۱۷	ابو بکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب	۴۶۳	بتصریح علی المتقی در کنز العمال۔
۱۸	ابو عمر یوسف عبد اللہ المعروف ابن عبد البر	۴۶۳	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب صفحہ ۴۷۳ ترجمہ علی صفحہ ۲۱۵
۱۹	مسعود بن ناصر السجستانی	۴۷۷	درایت حدیث الولایت۔
۲۰	ابو الحسن علی بن محمد بن الطیب المعروف ابن المغازلی۔	۴۸۳	کتاب المناقب۔
۲۱	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار ابن شیرویہ بن	۵۰۹	فردوس الاخبار۔

نمبر	مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات	حوالجات
	...ز الدیلمی		
	...ی بن ابراہیم النطنزی		کتاب خصائص العلویہ۔
	...عو شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی۔	۵۵۸	مسند الفردوس
۲۴	ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	کتاب المناقب
۲۵	ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر۔	۵۷۱	موافقات و الاربعین طوال بتصریح یوسف الکنجی در کفایۃ الطالب و شہاب الدین احمد در توضیح الدلائل و محمد بن اسمعیل صلاح الامیر در روضۃ الندیہ۔
۲۶	ابو حامد بن محمود بن محمد بن حسین بن یحییٰ الصالحانی		بتصریح سید شہاب الدین در توضیح الدلائل۔
۲۷	ابو السعادات مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری	۶۰۶	کتاب جامع الاصول من احادیث الرسول
۲۸	عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم بن الفضل قزوینی۔	۶۲۴	بتصریح ملا علی متقی در کنز العمال
۲۹	عز الدین ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری	۶۳۰	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ
۳۰	ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم البلنسی المعروف ابن سبع	۶۳۴	کتاب الشفا،
۳۱	ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد المقدسی	۶۴۳	کتاب مخ بتصریح ابراہیم وصابی در کتاب الاکتفار
۳۲	ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی	۶۵۲	مطالب السئول فی مناقب آل الرسول
۳۳	ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	کفایۃ الطالب

نمبر شمار	اسمائے محدثین حدیث ولایت	سنہ وفات	حوالہ
۳۴	محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری	۶۹۶	ریاض النضرۃ الجز ص ۱۷۰، ۱۷۱، ۲۰۳
۳۵	ابراہیم بن محمد الحموینی	۷۲۲	فرائد السمطین فی فضائل
۳۶	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی۔	۷۴۸	میزان الاعتدال الجز الاول ترجمہ صفحہ ۱۹۰۔
۳۷	محمد بن یوسف الزرندی		نظم درر السمطین۔
۳۸	محمد بن مسعود الکازرونی		بتصریح شہاب الدین احمد در توضیح الدلائل
۳۹	علی بن شہاب الدین الہمدانی	۷۸۶	مودۃ القربی۔ مودۃ السادسہ
۴۰	سید شہاب الدین احمد		توضیح الدلائل
۴۱	شہاب الدین احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی۔	۸۵۲	اصابہ فی تمیز الصحابہ ترجمہ علی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ الجز الثامن صفحہ ۵۳
۴۲	حسین بن معین الدین المیبذی	۸۷۰	فواتح۔
۴۳	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱	جمع الجوامع۔
۴۴	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳	ارشاد الساری شرح صحیح بخاری
۴۵	عبدالوہاب بن محمد بن رفیع الدین	۹۳۲	تفسیر انوری۔
۴۶	محمد بن یوسف الشامی		سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد
۴۷	شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر	۹۷۳	صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث الخامس والعشرون صفحہ ۷۴
۴۸	علی بن حسام الدین بن عبدالملک المعروف علی المتقی۔	۹۷۵	کنز العمال الجز السادس صفحہ ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۱ صفحہ ۱۵۴ حدیث ۲۵۵۶ و ۲۵۵۸ لغایت ۲۵۶۰ صفحہ ۱۵۵ حدیث ۲۵۷۱ - و ۲۵۷۹ و صفحہ ۱۵۹ حدیث ۲۶۶۶، صفحہ ۳۹۶ حدیث ۶۰۴۸ صفحہ ۳۹۸ حدیث

نمبر	راویان حدیث ولایت	سنۂ وفات ھ	حوالہ جات
			۶۰۶۲ صـ ۳۹۹ حدیث ۴۰۱۔
	سیداللہ بن شیخ بن عبداللہ	۹۹۰	کتاب العقد النبوی والسر المصطفوی۔
	قدوم بن عبدالباقی	۹۹۵	نواقض۔
	ابراہیم بن عبداللہ الیمنی المعروف وصابی		کتاب الاکتفاء
۵۲	احمد بن محمد بن احمد الحافی		تبر مذاب فی ترتیب الاصحاب۔
۵۳	جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی	۱۰۰۰	اربعین
۵۴	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف قاری	۱۰۱۴	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔
۵۵	عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی	۱۰۳۱	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق۔
۵۶	سید محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری		صراط سوی فی مناقب آل النبی۔
۵۷	احمد بن فضل بن محمد باکثیر	۱۱۴۷	وسیلۃ المآل فی مناقب الآل۔
۵۸	میرزا محمد معتمد خان البدخشانی۔		مفتاح النجا، نزل الابرار صـ۲۲
۵۹	محمد صدر عالم		معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ۔
۶۰	ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم		قرۃ العینین، ازالۃ الخفاء
۶۱	محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی	۱۱۸۲	روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ
۶۲	محمد بن علی الصبان		اسعاف الراغبین مطبوعہ مصر صـ۱۴۷
۶۳	احمد بن عبدالقادر عجیلی		ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر الآل۔
۶۴	ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵	سیف مسلول۔
۶۵	مولوی محمد مبین ابن محب اللہ		وسیلۃ النجاۃ۔
۶۶	محمد سالم بن محمد سلام الدین فخرالدین بن محب اللہ بن نوراللہ بن نورالحق بن عبدالحق دہلوی۔		رسالہ اصول الایمان۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات	حوالہ جات
۶۷	ولی اللہ بن حبیب بن محب اللہ		مرآۃ المومنین فی مناقب،
۶۸	شیخ سلیمان القندوزی البلخی		ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول
۶۹	مولوی حسن زمان بن محمد بن قاسم الترکمانی		قول المستحسن فی فخر الحسن۔

ان سب کتابوں کی عبارات نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہم صرف امام احمد حنبل میں سے چند عبارات نقل کرتے ہیں:۔

ثنا یحیی بن حماد ثنا ابو عوانۃ ثنا ابو بلج ثنا عمرو بن میمون قال انی لجالس الی ابن عباس اذ اتاہ تسعۃ رھط فقالوا یا ابا عباس اما ان تقوم معنا و اما ان تخلونا ھولاء قال فقال ابن عباس بل اقوم معکم قال وھو یومئذ صحیح قبل ان یعمی قال فابتدؤا فتحدثوا فلاندری ما قالوا قال فجاء ینفض ثوبہ ویقول اف وتف وقعوا فی رجل لہ عشر وقعوا فی رجل قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابعثن رجلا لا یخزیہ اللہ ابدا یحب اللہ ورسولہ قال فاستشرف لھا من استشرف

عمر بن میمون کہتا ہے کہ میں ایکدن ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں نو آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ اے ابن عباس یا تو تم اٹھکر ہمارے ساتھ چلو یا ان لوگونکو جو تمہارے پاس بیٹھے ہیں اٹھا کر ہمارے لئے تخلیہ کردو۔ ابن عباس نے کہا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ یہ ان کے نابینا ہونیسے پہلے کا ذکر ہے۔ وہ اٹھکر گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا گفتگو کی تھوڑی دیر میں ابن عباس واپس آئے۔ اپنے کپڑے جھاڑتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اف اف اس شخص کی یہ لوگ برائی کر رہے تھے۔ جس میں نہایت اعلیٰ دس فضائل تھے۔ ایسے شخص کو یہ لوگ برا کہتے ہیں کہ جس کی نسبت جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو علم دیکر لڑائی پر بھیجونگا جسکو کبھی خدا نے ذلیل نہیں کیا۔ وہ شخص خدا اور اس کے رسول کو دوست

قالوا هو في الرحل
كان احدكم
و هو ارمد
فنفث في عينيه
ثلاثا فاعطاها
صفية بنت حيي
بعث فلانا بسورة التوبة
عليا خلفه فاخذها
منه قال لا يذهب بها الا
رجل مني وانا منه قال
وقال لبني عمه ايكم يواليني
في الدنيا والاخرة قال
وعلي معه جالس فابوا
فقال علي انا اواليك
في الدنيا والاخرة قال
انت وليي في الدنيا والاخرة
قال فتركه ثم اقبل على
رجل منهم فقال ايكم
يواليني في الدنيا والاخرة
فابوا قال فقال علي انا اواليك
في الدنيا والاخرة فقال
انت وليي في الدنيا والاخرة
قال وكان اول من اسلم من

رکھتا ہے۔ لوگوں کے دلمیں علم حاصل کرنیکی خواہش
پیدا ہوئی لیکن جناب رسول خدا نے کہا کہ علی
کہاں ہے۔ لوگوں نے جوابدیا کہ وہ چکی پیستے ہیں آٹا
پیس رہے ہیں۔ آنحضرت نے جوابدیا کہ کیا تم میں سے
کوئی ایسا نہ تھا جو آٹا پیستا پس علی آئے۔ انکی
آنکھیں ان دنوں میں دکھتی تھیں وہ دیکھ
نہیں سکتے تھے پس آنحضرت نے انکی آنکھوں میں
اپنا لعاب دہن لگایا پھر علم کو تین مرتبہ ہلایا۔ اور
حضرت علی کے حوالے کیا پس علی گئے اور فتح حاصل
کی اور صفیہ بنت حی کو [illegible] جناب رسولخدا نے فلان
شخص کو سورۂ توبہ دیکر بھیجا لیکن اسکے عقب ہی میں علی
بن ابی طالب کو بھیجا پس علی نے وہ سورۂ توبہ
اس شخص سے لے لی۔ جناب رسول خدا نے فرمایا
کہ سورۂ توبہ کو یا میں لیجا سکتا ہوں یا وہ شخص لیجا سکتا
ہے جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں آنحضرت نے
اپنے رشتہ داروں کو جمع کرکے انسے کہا کہ تم میں سے
کون دنیا و آخرت میں میری جانشینی و ولایت
عہد کریگا۔ علی بھی وہاں تھے ان لوگوں نے انکار
کیا لیکن علی نے کہا کہ میں دنیا و آخرت میں آپکا
ولی و وارث بننے کے لئے تیار ہوں اسپر جناب
رسولخدا نے فرمایا کہ تو میرا ولی و وارث دنیا و
آخرت میں ہے پھر جناب رسولخدا ہر ایک کے پاس
جاکر یہی صلائے عام دیتے تھے اور وہ انکار کرتے

الناس بعد خديجة قال واخذ
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ثوبه فوضعه على علي وفاطمة و
حسن وحسين فقال انما يريد الله
ليذهب عنكم الرجس اهل البيت
ويطهركم تطهيرا. قال وشرى
علي نفسه لبس ثوب النبي صلى
الله عليه وسلم ثم نام مكانه قال
وكان المشركون يرمون رسول الله
صلى الله عليه وسلم فجاء ابوبكر
وعلي نائم قال وابوبكر يحسب
انه نبي الله. قال فقال يا نبي الله فقال
فقال له علي ان نبي الله صلى الله عليه وسلم
قد انطلق نحو بئر ميمون فادركه
قال فانطلق ابوبكر فدخل معه الغار
قال وجعل علي يرمى بالحجارة كما كان
يرمى نبي الله وهو يتضور قد لف راسه
في الثوب لا يخرجه حتى اصبح ثم كشف
عن راسه فقالوا انك للئيم كان
صاحبك نراميه فلا يتضور وانت
تتضور وقد استنكرنا ذلك قال خرج
بالناس في غزوة تبوك قال فقال له
علي اخرج معك قال فقال له نبي الله لا

تھے اور علی یہ بھی کہتے تھے کہ آپکا والی
آخرت میں بننے کے لئے تیار۔
تو میرا والی و وارث دنیا و آخر
میمون کہتا ہے کہ پھر ابن عباس نے
علی سب سے پہلے اسلام لائے خدیجہ کے بعد
نے اپنی ردائے مبارک علی و فاطمہ و حسن و حسین
فرمایا کہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس
ابن عباس نے کہا کہ علی نے اپنی جان راہ خدا میں فروخت
کردی اور آنحضرت کا لباس پہنکر آپکی جگہ سو گئے۔
مشرکین گمان کرتے تھے کہ وہ رسول خدا ہیں پس
ابوبکر آئے اور اسوقت علی بستر رسول پر سو رہے تھے
ابوبکر نے گمان کیا کہ وہ رسول خدا ہیں۔ علی نے
ابوبکر سے کہا کہ رسول خدا تو بئر میمون کی طرف گئے
ہیں تم بھی اگر ضرورت ہو تو ادھر چلے جاؤ۔ پس ابوبکر
گئے اور آنحضرت کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ علی
مشرکین کے اوپر کنکریاں پھینکتے جاتے تھے جسطرح
کہ رسول خدا کنکریاں پھینکتے تھے حضرت علی نے
چادر اوڑھلی اور صبح تک سر باہر نہ نکالا صبح ہوئی
تو مشرکین نے جناب رسول خدا کو نہ پاکر علی کے ساتھ
نہایت غصہ سے گفتگو کی اور کہا کہ تیرے ہلکو
میں کہا۔ غزوہ تبوک کیلئے آنحضرت لشکر لیکر باہر نکلے
علی نے بھی آپکے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی
آنحضرت نے فرمایا کہ نہیں۔ اسپر علی رونے لگے یہ

له اما ترضی	دیکھکر آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری
ی بمنزلة	نسبت مجھ سے وہی ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر
ن موسی الا انك	یہ کہ تم نبی نہیں ہو مناسب یہ ہے کہ میں جنگ پر
بی انه لا ینبغی ان	جاؤں اور تم میری جانشینی یہاں کرو! آنحضرت نے
۔ الا و انت خلیفتی	ان سے فرمایا کہ تم میرے بعد ہر ایک مومن کے حاکم
و قال له رسول الله	ہو۔ جناب رسول خدا نے تمام صحابیوں کے دروازہ
انت ولیی فی کل مومن بعدی	جو مسجد کے طرف تھے بند کرا دئے لیکن علی کا دروازہ
وقال سدوا ابواب المسجد	کھلا رکھا بس علی حالت جنابت میں مسجد
غیر باب علی فقال فیدخل	میں داخل ہوتے تھے اُس کے علاوہ اور کوئی
المسجد جنبا و هو طریقه	دروازہ انکے گھر کا نہ تھا جناب رسولخدا نے
لیس له طریق غیره قال وقال من	فرمایا کہ جس کا میں والی اور حاکم ہوں اُس کا یہ
کنت مولاه فان مولاه علی۔	علی حاکم و مولا ہے۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۳۱ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین کتاب معرفة الصحابة الجزء الثالث ص ۱۳۳

محب الدین طبری: ریاض النضرة الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۷۰، ۱۷۱، و ۲۰۳

حدثنا ابن نمیر حدثنی اجلح	(اسمائے راویاں عربی میں دیکھو)
الکندی عن عبد الله بن بریدة	
عن ابیه بریدة قال بعث رسول الله	بریدہ سے اُنکے بیٹے عبداللہ نے روایت کی بریدہ
صلی الله علیه و سلم بعثین	کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے یمن کی یلغار پر دو
الی الیمن علی احدهما علی ابن ابی طالب و	لشکر مقرر کر کے بھیجے ایک کے سردار علی تھے اور
علی الاخر خالد بن الولید فقال اذا	دوسرے کے خالد بن ولید۔ اور یہ حکم دیا کہ جب تم دونوں
التقیتم فعلی علی الناس و ان افترقتما	کے لشکر آپس میں ملجاویں تو اُن دونوں لشکروں کے سردار
فکل واحد منکما علی	علی ہونگے اور اگر علیحدہ علیحدہ رہیں تو تم دونوں میں
جنده فلقینا بنی زید من	سے ہر ایک اپنے اپنے لشکر کا حاکم ہو۔ بریدہ کہتے ہیں

من اہل الیمن فاقتتلنا فظہر المسلمون	کہ دونوں لشکر مل گئے اور
علی المشرکین فقتلنا المقاتلۃ و	اور بنی زید سے لڑائی ہوئی
سبینا الذریۃ فاصطفی علی امرأۃ	فتح ہوئی۔ ہم نے بہت
من السبی لنفسہ قال بریدۃ فکتب	بچوں اور عورتوں کو قیدی
معی خالد بن الولید الی رسول اللہ	میں لیے ایک اپنے لیے منتخب
صلی اللہ علیہ وسلم یخبرہ بذلک	ہیں کہ خالد بن ولید نے ایک خط
فلما اتیت النبی صلی اللہ علیہ	جناب رسولخدا کی خدمت میں روانہ کیا
وسلم دفعت الکتاب فقری	میں اس واقعہ کی شکایت درج کی گئی۔ جب میں
علیہ فرأیت الغضب فی وجہ	جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	عریضہ آپکے سامنے پیش کیا میں وہ عریضہ
فقلت یا رسول اللہ ھذا مکان	آپکو پڑھکر سنایا گیا میں نے دیکھا کہ آنحضرت کے چہرے
العائذ بعثتنی مع رجل و	پر غضب کے آثار نمایاں ہوئے میں نے عرض کی یہ
امرتنی ان اطیعہ ففعلت	پناہ کا مقام ہے کیونکہ آپنے مجھکو ایک شخص کے ماتحت
ما ارسلت بہ فقال رسول	روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس کی اطاعت کروں پس
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا	میں نے وہ کیا جسکے لئے میں بھیجا گیا تھا آنحضرت نے
تقع فی علی فانہ منی وانا منہ	فرمایا کہ علی کے بابت ابھی جھگڑا نہ کرنا۔ وہ مجھ سے
وھو ولیکم بعدی وانہ منی	ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم سب کا
وانا منہ وھو ولیکم بعدی	حاکم ہے۔ یہ بات آپنے بغرض تاکید مکرر فرمائی۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الخامس ص ۳۵۶

حدیث ولایت میں من بعدی (میرے بعد) کا فقرہ خاص طور سے قابل توجہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ولی کے معنی حاکم کے ہیں۔ دوست کے نہیں ہیں کیونکہ حضرت علی دوران حیات آنحضرت میں بھی ہر ایک مومن کے اسیطرح بھائی تھے جس طرح آنحضرت کی وفات کے بعد۔

امور کے اس واقعہ سے حضرت خالد بن ولید کی طبیعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ جناب علی مرتضیٰ کی مخالف پارٹی میں تھے۔

طیالسی کے راویان حدیث ولایت ابوعوانہ، ابوبلج عمر بن میمون ہیں
بل کے راویان حدیث ولایت عبدالرزاق، عفان، جعفر بن سلیمان
شک، مطرف، عمران، ابن نمیر، اصلح الکندی یحیی بن حماد، عبداللہ بن
اور بریدہ ہیں۔ انکے ثقہ و معتبر ہونیکا ذکر اس کتاب کے حصہ دوم یعنی کتاب الاسناد
التراجم میں ملاحظہ ہو۔ جماعت اہل حکومت میں جو رتبہ امام احمد حنبل اور انکے مسند کا ہے
وہ اظہر من الشمس ہے۔ چار ائمہ میں سے ایک امام ہیں کسی حدیث کا مسند احمد حنبل میں ہونا
اس کی صحت کی قطعی دلیل ہے۔ امام احمد حنبل نے اپنے فرزند رشید عبداللہ کو وصیت کی
تھی کہ جب اسلام میں رخنے پڑتے دیکھو اور احادیث رسول اتنی شائع ہو جائیں کہ کذب و
اصل میں فرق نہ معلوم ہو تو میرے مسند کی طرف رجوع کرنا اور جو حدیث اس میں پاؤ
اس کی صحت میں کبھی شک نہ کرنا ترمذی اور خصائص نسائی میں اس حدیث ولایت کے
راویان قتیبہ بن سعید، جعفر بن سلیمان، یزید الرشک و مطرف بن عبداللہ و عمران
بن حصین، واصل بن عبدالاعلی ابوالفضل و اجلح و عبداللہ بن بریدہ اور بریدہ
ہیں۔ انکی توثیق کیلئے حصہ دوم کتاب ہذا دیکھنا چاہیئے۔

بارہ صحابیوں سے یہ حدیث مروی ہے یعنی حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت ابوذر
جناب عبداللہ بن عباس، ابوسعید سعد بن مالک الخدری، براء بن عازب الانصاری
ابویعلی بن عبداللہ انصاری، عمران بن حصین، بریدہ بن الحصیب الاسلمی، عبداللہ ابن عمر،
عمرو بن العاص اور وہب بن حمزہ۔

آنحضرت نے بار بار متعدد موقعوں اور مختلف مقامات پر اس اعلان صریح
کا اعادہ فرمایا ہے۔ جانشینی کا یہ ایک ایسا صاف و صریح اعلان ہے کہ جس میں کسی شک و
شبہ کی مطلقاً گنجائش نہیں۔ لہذا ارباب حکومت کے مقلدین کے لئے ضروری ہوا کہ اپنا
مذہب قائم رکھنے کیلئے کچھ نہ کچھ اعتراض اس اعلان کے اوپر کریں چنانچہ ان میں کا

کوئی نہ کوئی عالم اپنی عقل و سمجھ کے مطابق کچھ نہ کچھ غوں غاں کرتا
اعتراضات کو جمع کر کے مولوی نصر اللہ کابلی نے اپنی کتاب
تحریر کی۔ اور اُس میں سے سرقہ کر کے شاہ عبد العزیز دہلوی نے تحفہ
سے فارسی میں ایک کتاب لکھی۔ ہم نے سرقہ کا لفظ اس وجہ سے استعمال
تحفہ اثنا عشریہ کو اپنی خاص تصنیف و تالیف بیان کیا ہے اور صواعق
عرصہ ہوا کہ اس تحفہ کی دھجیاں اُڑ چکی ہیں۔ اور بہت سی کتابیں اُس پر
گئی ہیں۔ جو حق کی تلاش کرنا چاہتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ منجملہ دیگر کتب کے عبقات
بارہ مجلدات۔ جواہر عبقریہ فی رد تحفہ اثنا عشریہ۔ تشیید المطاعن۔ حصون سید
ناصری، تقلیب المکائد، حدیقہ سلطانیہ، طعن الرماح۔ صمصام قاطع۔ صلوم الہیات
حسام الاسلام۔ نزہتہ اثنا عشریہ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ یہ سب کتابیں فارسی میں ہیں اور
لکھنؤ سے مل سکتی ہیں بفضلہ حقیر کے کتب خانہ میں بھی موجود ہیں۔ حدیث ولایت کے
متعلق شاہ عبد العزیز صاحب اپنے تحفہ میں یہ اعتراض کرتے ہیں:۔

حدیث سویم۔ روایت بریدہ مرفوعاً قال ان علیاً منی وانا منہ وھو ولی
کل مومن من بعدی وایں حدیث باطل است زیرا کہ در اسناد او اجلح واقع شدہ او شیعی
است متہم در روایت خود و جمہور او را تضعیف کردہ اند پس بحدیث او احتجاح نتواں کرد نیز
ولی از الفاظ مشترکہ است۔ چہ نزد اہلسنت کہ اولی بتصرف مراد باشد و نیز غیر مقید است بوقت
و مذہب اہلسنت ہمین است کہ در وقتے از اوقات حضرت امیر امام مفترض الطاعۃ بود بعد از
جناب صلے اللہ علیہ وسلم۔

گویا تین اعتراض ہوئے (۱) حدیث ولایت روایت بریدہ ہے اور اس کے
اسناد میں اجلح واقع ہوا ہے۔ جو متہم بہ تشیع ہے اہلسنت و جماعت اُس کی تضعیف
کرتے ہیں۔ لہذا اُس پر احتجاج کی بنا قائم نہیں ہو سکتی (۲) ولی الفاظ مشترکہ میں سے ہے
جس کے کئی معنی ہیں۔ صرف اولی بتصرف ہی اُس کے معنی کیوں لئے جاویں (۳)
بعد سے مطلب بُعد منفصلہ ہے۔ اہلسنت بھی مانتے ہیں کہ اپنے وقت میں آنحضرت

امام مفترض الطاعت تھے۔ ان میں سے ہر ایک اعتراض کا ہم جواب دیتے ہیں حضرت شاہ صاحب کس طرح ایمانداری سے بحث کرتے ہیں۔

اول قبل اس کے کہ ہم اس اعتراض کا جواب دیں ہم ناظرین کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ جو اس اعتراض کیوجہ سے مقرر ہوتا ہے العزیز دہلوی حضرت علی کے حق میں جو کوئی روایت کسی شیعہ کے ذریعہ سے اس وجہ سے ناقابل قبول ہوتی ہے کہ اس کے سلسلہ رواۃ میں ایک شیعہ ہے۔ پھر کیوں نہ ہم اسی اصول کی بناء پر یہ قاعدہ مقرر کریں کہ جو روایت حضرات ابوبکر و عمر و عثمان کے حق میں ہو وہ ناقابل قبول ہوگی۔ اگر اس کے سلسلہ رواۃ میں کوئی راوی اہلسنت و جماعت میں سے ہے۔ ہم تو اس قاعدہ کو منظور کرتے ہیں لیکن حضرات اہلسنت و جماعت خود اس قاعدہ کو جو شاہ عبدالعزیز نے مقرر کیا ہے کبھی منظور نہیں کرینگے۔ کیونکہ اگر اس قاعدہ کو مان لیا جائے تو حضرات ثلاثہ کے فضائل تو کہاں خبر نہیں کیا کچھ ثابت ہو جائے۔ اب ہم اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی فقط بریدہ ہی نہیں ہیں جیسا ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ یہ روایت بارہ صحابیوں سے مروی ہے۔ حضرت علی سے علامہ دیلمی نے اس روایت کو نقل کیا ہے جیساکہ علی المتقی نے کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۰۱ میں اور میرزا محمد معتمد خان نے مفتاح النجا میں لکھا ہے آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول کے ضمن میں اس حدیث کو حضرت علی کی روایت سے ابن مردویہ و ملا علی المتقی (کنز العمال) اور محمد محبوب عالم (تفسیر شاہی) نے بیان کیا ہے۔ نیز حضرت علی سے اس حدیث کو خطیب بغدادی (تاریخ بغداد) و عبدالکریم رافعی (کتاب التدوین) زرندی (نظم درر السمطین) و سیوطی (جمع الجوامع) و ملا علی متقی (کنز العمال) میرزا محمد معتمد خان (مفتاح النجا) محمد صدر عالم (معارج العلی) و عجیلی (ذخیرۃ المآل) و مولوی حسن زمان (قول مستحسن فی فخر حسن) نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام حسن سے شیخ سلیمان بلخی نے ینابیع المودۃ میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری

سے اس حدیث کو شہردار دیلمی نے مسند الفردوس میں نقل کیا ہے۔ ج
الوصابی نے کتاب الاکتفاء میں تحریر کیا ہے۔ عبداللہ بن عباس
طیالسی اور امام احمد حنبل و ابویعلی نے اپنے اپنے مسند میں، حاکم
میں، ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں، اخطب خوارزم نے کتاب
میں، ابن عساکر نے موافقات واربعین طوال میں، محمد بن یوسف الکنجی
کفایت الطالب میں، محب الدین طبری نے ریاض النضرۃ میں، سید شہاب الدین
احمد نے توضیح الدلائل میں، ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں، ابراہیم الوصابی نے
کتاب الاکتفاء میں، مناوی نے کنوز الحقائق میں، احمد بن الفضل بن محمد باکثیر نے
وسیلۃ المآل میں، میرزا محمد معتمد خان بدخشانی نے مفتاح النجاح ونزل الابرار میں
شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں اور محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر نے روضۃ الندیہ
میں نقل کیا ہے۔ ابوسعید سعد بن مالک الخدری سے حدیث ولایت کو نطنزی
نے کتاب الخصائص العلویہ میں بضمن واقعہ غدیر خم، ابونعیم اصفہانی نے کتاب ما نزل
من القرآن فی علی میں اور جمال الدین محدث نے اربعین میں نقل کیا ہے۔ براء بن
العاذب الانصاری سے ابوالمظفر سمعانی نے کتاب فضائل الصحابہ میں در
ذیل ذکر حدیث غدیر نقل کیا ہے۔ ابویعلی بن عبداللہ الانصاری سے حدیث
ولایت واخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں روایت کیا ہے۔ عمران بن حصین
سے حدیث ولایت کو ابوداؤد طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد حنبل، ترمذی، نسائی،
حسن بن سفیان، ابویعلی، ابن جریر، خیثمہ بن سلیمان، ابوحاتم بن حبان، طبرانی،
حاکم، ابونعیم اصفہانی، ابن المغازلی، شیرویہ دیلمی، ابوالسعادات ابن الاثیر
الجزری، عزالدین ابن الاثیر۔ محمد بن طلحہ قرشی۔ محمد بن یوسف الکنجی، محب الدین
الطبری، ابراہیم بن محمد حموینی، ذہبی، زرندی۔ سید شہاب الدین احمد، ابن حجر
عسقلانی، حسن یزدی، جلال الدین السیوطی، حاجی عبدالوہاب ابن حجر، ملا علی
متقی، مرزا مخدوم، ابراہیم وصابی، جمال الدین محدث، علی القاری، احمد بن

ا مرزا محمد بدخشانی۔ محمد صدر عالم، شاہ ولی اللہ، محمد بن اسمعیل
ن علی حبان، مولوی محمد مبین، محمد سالم، مولوی ولی اللہ لکھنوی
ہے نے نقل کیا ہے۔ بریدہ بن الحصیب الاسلمی سے حدیث
شیبہ احمد حنبل، نسائی، مسعود بن ناصر سجستانی، شیرویہ دیلمی
ابن سیع اندلسی، ضیاء الدین حنبلی، محب الدین طبری۔ سید شہاب الدین
حجر عسقلانی۔ شہاب الدین قسطلانی، محمد بن یوسف شامی، ملا علی متقی،
یم وصابی، احمد حافی، شیخانی قادری، میرزا محمد بدخشانی، محمد صدر عالم، اور
مولوی ولی اللہ لکھنوی نے نقل کیا ہے۔ عبد اللہ ابن عمر سے حدیث ولایت کو سید
علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں اور عمرو بن العاص سے اخطب خوارزم نے
کتاب المناقب میں نقل کیا ہے۔ وہب بن حمزہ سے حدیث ولایت کو شیخ
سیلمان بلخی نے ینابیع المودۃ میں روایت کیا ہے۔

اب ناظرین کو عبد العزیز صاحب دہلوی کی دیانتداری و ایمانداری کا
اچھا تجربہ ہو گیا ہوگا۔ آپ نے فقط یہ کہہ کر کہ یہ حدیث محض بریدہ سے مرفوعاً نقل ہے
لوگوں کو دھوکہ اور مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ غضب خدا کا خود ان کے
والد ماجد شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیفات قرۃ العینین و ازالۃ الخفاء میں اس
حدیث ولایت کو عمران بن حصین اور عبد اللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے اور انکی اسناد
میں اجلح نہیں ہے کیا حضرت شاہ عبد العزیز اپنی والد ماجد کی تصنیفات سے بھی ناواقف
تھے۔ یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس اعتراض کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے جب
ہم دیکھتے ہیں کہ کئی روایتوں کے اسناد میں اجلح نہیں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اجلح کے واقع ہونے سے کیا کیا خطرے پیدا ہوتے
ہیں۔ کتب رجال اہلسنت و جماعت میں اجلح کو شیعی خیالات کا آدمی ضرور
لکھا ہے لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ اُس زمانہ میں شیعہ کس کو کہتے تھے۔ اجلح کا
سنہ وفات ۱۴۵ ہجری ہے۔ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری

شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

والتشیع محبۃ علی وتقدیمہ علی الصحابۃ فمن قدمہ علی ابی بکر وعمر فھو غالٍ فی التشیع ویطلق علیہ رافضی والا فشیعی وان انضاف الی ذالک السب والتصریح بالبغض فغال فی الرفض وان اعتقد الرجعۃ الی الدنیا فاشد فی الغلو (ترجمہ) تشیع صرف یہ ہے کہ علی سے محبت کریں اور شیخین کے دیگر صحابہ پر انکو ترجیح دیں۔ غالی شیعہ وہ ہے جو حضرت علی کو شیخین پر بھی فضیلت دے اُسکو رافضی بھی کہتے ہیں۔ اور اگر شیخین پر فضیلت نہ دے تو وہ صرف شیعہ ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ ہی کوئی شیخین پر لعن کرے اور اُن سے دشمنی رکھے تو وہ غالی رافضی ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ وہ رجعتِ امام کا بھی قائل ہے تو وہ غلو رفض میں بھی شدت کرتا ہے۔

اس تعریف کی رو سے محض شیعہ وہ ہے۔ جو حضرت علی سے محبت رکھتا ہے حضرات شیخین سے بھی محبت رکھتا ہے اور حضرات شیخین کو حضرت علی پر ترجیح دیتا ہے غالی شیعہ یا رافضی وہ ہے جو حضرت علی کو شیخین پر بھی فضیلت دیتا ہے۔ غالی رافضی وہ ہے کہ جو حضرت علی کی محبت کے ساتھ شیخین پر لعنت کرتا ہے اور اُن سے بغض رکھتا ہے۔ شدید غالی رافضی وہ ہے کہ جو اس کے ساتھ رجعت امام کا بھی قائل ہے۔

شیعیت کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے اُس کے خود شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ قائل ہیں۔ چنانچہ اس ہی تحفہ اثنا عشریہ میں آپ فرماتے ہیں:۔

"باید دانست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ در زمان سابق شیعہ ملقب بودند وچوں غلاۃ وروافض وزیدیاں واسماعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند مصدر قبائح وشرور اعتقادی وعملی گردیدند خوفاً عن التباس الحق بالباطل فرقہ سنیہ وتفضیلیہ ایں لقب را بر خود نہ پسندیدند وخود را باہل سنت وجماعت ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ انچہ در کتب تاریخ قدیمہ واقع می شود۔ کہ فلاں من الشیعہ او من شیعہ علی حالانکہ او از رؤسائے اہل سنت وجماعت است

"الوقلہی والاستیعاب شیئی کثیر من ھذا الجنس فلیتنبہ۔"

بدالواحد بن احمد بن الحسین بن عبدالعزیز العکبری حضرات اہلسنت و
بر موثق محدثین میں سے ہیں۔ انکا سنہ وفات ۴۱۹ ہجری ہے
ن پر ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے سمعانی نے اعتراض کیا ہے اُسکے
ب مولوی حیدر علی اپنی کتاب منتہی الکلام میں لکھتے ہیں۔

ح ہذا از کجا ثابت شد کہ تشیع عرفی مراد باشد۔ چہ اطلاق ایں لفظ بر مذہب تفضیل حضرت امیر بر شیخین در کتب فن پیش از پیش وقوع یافتہ و قرینہ بریں معنی لفظ صدوق است چہ اکابر علمائے اہلسنت و جماعت مکفرین و مفسقین اہلبیت اخیار و اصحاب کبار را صدوق نمیگویند بلکہ راہ تکفیر و تفسیق شان میپویند اگر باور نیاید بنقد رجال امام رجوع کن و دریاب کہ ایں مطالب در کتاب مذکور موجود است۔ جائیکہ بہ ترجمہ ابان بن تغلب مشغول شدہ ملخص مقال او جواب و سوال است۔ تقریر سوال آنکہ ابان بن تغلب شیعی بود پس تعدیل و توثیق او با وصف مبتدع بودنش چگونہ [illegible] باشد و تقریر جواب آنکہ بدعت صغرے مانند تفضیل مرتضوی بر شیخین بے تنقیص و مذمت صدیق و فاروق در بسیاری از تابعین و تبع تابعین با وصف [illegible] و راستی بودہ اگر از روایت شان دست کشند بسیاری از آثار نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلف شوند لہذا در اخذ روایت از ایشان صرفہ نکردہ اند و منتہائے کار ابان بن تغلب تفضیل حضرت امیر است و نہ کرہیچ بخلاف اہل بدعت کبرے کہ نفاق و تقیہ شعار ایشان است ایں قسم را اہل تنقید توثیق نمی کنند و قابل احتجاج نمی پندارند بلکہ ضال مضل و مفتری میدانند انتہی

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس قسم کا تشیع یعنی محض جناب امیر کو [illegible] نہیں پر فضیلت دینا بہت سے تابعین و تبع تابعین میں تھا جن سے احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اگر انکی مرویات کو ان کے اس تشیع کے سبب سے رد کر دیں تو پھر سنن و آثار نبویہ میں سے کچھ باقی نہیں رہتا۔ ہاں غلو رفض کو ان لوگوں نے سبب تنقیص سمجھا ہے سو یہ لوگ رافضی یا غالی رافضی سے روایت ہی [illegible] نہیں [illegible]۔ اب تو ظاہر کرتے ہیں کہ اہل علم کے اعتقادات

کیا تھے اور وہ کس قسم کا شیعہ تھا اُس سے تو بہت سے محدثین کی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ذہبی اپنی کتاب میں بترجمہ اجلح الکندی لکھتے ہیں:۔

یقال اسمہ یحیی، روی عن الشعبی و طبقتہ وعنہ الثوری والقطان وابواسامۃ وخلق وثقہ ابن معین واحمد بن عبد اللہ العجلی..... وقال ابن عدی شیعی صدوق... وروی اسحاق بن موسی الکندی عن شریک عن اجلح قال سمعنا انہ ما سب ابابکر وعمر احد الا افتقر او مات قتیلا قبل مات سنۃ خمس واربعین مائۃ۔	اسکا نام یحیی تھا۔ شعبی اور اُن کے طبقہ سے روایت کی ہے اور اجلح سے ثوری اور قطان اور ابو اسامہ اور بہت کثیر لوگوں نے روایت کی ہے۔ ابن معین اور احمد بن عبد اللہ العجلی اسکی توثیق کے قائل ہیں..... ابن عدی کہتے ہیں کہ سچا ہے اگرچہ شیعی ہے..... اسحاق ابن موسیٰ نے شریک سے اور اُسنے اجلح سے روایت کی ہے اجلح کہتا ہے کہ کسی نے ابوبکر و عمر پر لعنت نہیں کی لیکن یہ کہ یا تو وہ فقیر ہو گیا یا قتل ہو گیا کہتے ہیں کہ اجلح نے ۱۴۵ھ میں وفات پائی

ذہبی: میزان الاعتدال۔ المجلد الاول صـ ۲۷

تہذیب التہذیب میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

قال ابن عدی لہ احادیث صالحۃ ویروی عنہ الکوفیون ولم ار لہ حدیثا منکرا مجاوزا للحد لا اسنادا و لا متنا الا انہ یعد فی شیعۃ الکوفۃ وھو عندی مستقیم الحدیث صدوق وقال شریک عن الاجلح سمعنا انہ ما سب ابابکر وعمر احد الا مات قتیلا او فقیرا	ابن عدی کہتے ہیں کہ اجلح کی احادیث صحیح ہوتی ہیں اور علمائے کوفہ وغیرہم اس سے احادیث اخذ کرتے ہیں۔ اور کوئی منکر یا غلط حدیث اس سے مروی نہیں ہے صرف یہ ہے کہ وہ شیعیان کوفہ میں سے شمار ہوتا تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک وہ صحیح حدیث بیان کرنیوالا سچا آدمی ہے شریک کہتا ہے کہ اجلح کہا کرتا تھا کہ کسی نے ابوبکر و عمر کو سب و شتم نہیں کیا لیکن یہ کہ یا تو وہ فقر میں مبتلا ہوا یا قتل کر دیا گیا۔

ظاہر ہوا کہ اجلح صرف اتنا ہی شیعہ تھا کہ حضرت علی کو برا نہیں کہتا تھا حضرات

ت کا قائل تھا۔ اگرچہ یہ کرامات حضرات شیخین کی نہ تھیں بلکہ اُنکے
حج شیعوں کی جائداد یں ضبط کر کے اُنکو فقیر بنا دیتے تھے اور اُنکو قتل کرا دیتے
یخین لے سب و شتم کو گناہ عظیم سمجھتا تھا۔ یہ اعتقادات صاف
اجلح سنی غالی تھا۔ ابن حجر عسقلانی جیسے متعصب سنی اُسکو مستقیم
جانتے تھے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابان بن تغلب کے
یں لکھا ہے :۔

بان بن تغلب الکوفی شیعی لکنہ صدوق وقد وثقہ احمد بن حنبل وابن معین وابوحاتم واوردہ ابن عدی وکان غالیا فی التشیع .... البدعۃ علی ضربین فبدعۃ صغری کغلو التشیع اوکالتشیع بلا غلو ولا تحرق فھذا کثیر فی التابعین وتابعیھم مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث ھؤلاء لذھب جملۃ الآثار النبویۃ وھذہ مفسدۃ بینۃ ثم بدعۃ کبری کالرفض الکامل والغلو فیہ والحط علی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنھما والدعاء الی ذلک فھذا النوع لا یحتج بھم۔

ابان بن تغلب کوفی شیعہ تھا لیکن صادق تھا اور اُس کی توثیق احمد بن حنبل و ابن معین ابو حاتم وابن عدی نے کی ہے وہ شیعہ غالی تھا... بدعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک کو بدعت صغرےٰ جیسے کہ غلو فی التشیع اور تشیع بغیر غلو کے اور اسکا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ تابعین و تبع تابعین میں یہ اکثر پایا جاتا ہے اور ساتھ ہی اسکے اُن میں دینداری زہد و صدق بھی تھا اگر اُن کی بیان کردہ احادیث کو رد کر دیا جائے تو تمام سنن و آثار نبویہ غائب ہو جاتے ہیں اور فساد عظیم ہوگا۔ بدعت کبرےٰ وہ ہے جو رفض یا غلو کامل ہو مثلاً حضرات ابوبکر عمر پر سب و شتم کرنا پس یہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ جن سے دلیل و حجت نہیں لیجا سکتی۔

ذہبی: میزان الاعتدال۔ ترجمہ ابان بن تغلب صہ ۴

اجلح سے اکابر ائمہ و اجلہ علماء سنیان مثل شعبہ و سفیان ثوری و ابن المبارک وابو اسامہ و یحییٰ القطان و جعفر بن عون وغیرہم نے روایت کی ہے چنانچہ تہذیب التہذیب میں ابن حجر عسقلانی اجلح کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :۔

اجلح بن عبد اللہ بن حجیۃ یقال	اجلح بن عبد اللہ بن حج
معاویہ الکندی ابحجیہ ویقال اسمہ	ابو حجیہ بھی کہتے ہیں
یحیی والاجلح لقب روی عن ابی	تھا۔ انہوں نے ابو اسحاق و
اسحاق وابی الزبیر ویزید بن	عبد اللہ بن بریدہ و شعبہ
الاصم و عبد اللہ بن بریدۃ والشعبی وغیرہم	ہے اور اس سے شعبہ و سفیان
وعنہ شعبۃ وسفیان الثوری وابن المبارک	وابو اسامہ و یحیی القطان و جعفر بن
وابو اسامہ ویحیی القطان وجعفر بن عون وغیرہم	نے روایت کی ہے۔

ناظرین اکابر علماء سنیہ کا اصول پہلے معلوم کر چکے ہیں۔ جو لوگ حضرت علی کو حضرات ابوبکر و عمر سے افضل سمجھتے تھے وہ ان علماء کے نزدیک شیعان غالی و رافضی تھے۔ اور انسے اخذ حدیث نہیں کیا جاتا۔ چونکہ اجلہ محدثین سنیہ نے اجلح سے احادیث اخذ کی ہیں لہذا بدیہی نتیجہ نکلا کہ اجلح شیعہ غالی یا رافضی نہ تھا جن علماء نے اس سے اخذ احادیث کیا ہے ان میں سے یحیی القطان ہے جو شیخ بخاری ہے۔ اور وہ ایسا متعصب شخص ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام جیسے بزرگ کو معاذ اللہ صادق اللہجہ نہیں سمجھتا۔ چنانچہ سیف اللہ ابن اسد اللہ ملتانی نے اس کا وہ گستاخانہ فقرہ نقل کیا ہے۔ جو اس نے امام جعفر علیہ السلام کے حق میں استعمال کیا تھا۔ قال یحیی ابن سعید القطان شیخ البخاری اجد منہ فی نفسی شیئا (یحیی بن القطان شیخ بخاری کہتا ہے کہ میرے دل میں امام جعفر کی طرف سے کچھ شبہ ہے) حالانکہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نہایت جلیل القدر محدثین نے روایات اخذ کی ہیں۔ امام ابو حنیفہ آپ کی نسبت فرماتے ہیں عن ابی حنیفۃ ما رأیت احدا افقہ من جعفر بن محمد ولما رأیتہ دخلنی من الھیبۃ عالم یدخلنی لابی جعفر المنصور۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال) (ترجمہ) ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر صادق سے زیادہ فقیہ و عالم کوئی نہیں دیکھا۔ اور جب میں انکو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں انکا اتنا رعب و خوف داخل ہو جاتا ہے۔ جتنا بادشاہ وقت جعفر المنصور کے دیکھنے سے نہیں ہوتا۔

...یحیی بن القطان جیسا شخص ہرگز اجلح سے اخذ حدیث نہ کرتا اگر اُسے
...ی ہونے کا شبہ ہوتا اور اُس پر ہی کیا منحصر ہے۔ امام نسائی و
...ے اجلہ و اکابر ائمہ حدیث اُس سے اخذ حدیث کرتے ہیں چنانچہ
...مد حنبل نے اجلح سے نقل کیا ہے۔ امام نسائی کا اجلح سے اپنی صحیح
...ر نا کتب رجال مثل تہذیب التہذیب و تقریب وغیرہ سے ظاہر ہے
...ن شرائط صحت احادیث بخاری و مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ چنانچہ
...ذہبی اپنے تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ کہتے ہیں:-

قال ابن طاهر سألت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقه فقلت قد ضعفه النسائی. فقال یا بنی ان لابی عبد الرحمن شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری ومسلم.	ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے سعد ابن علی الزنجانی سے ایک راوی کی نسبت سوال کیا۔ انھوں نے اُسکی توثیق کی میں نے کہا کہ نسائی نے تو اس کی تضعیف کی ہے سعد بن علی الزنجانی نے جواب دیا کہ اے بیٹے نسائی کی شرائط توثیق راویاں کے متعلق بخاری و مسلم سے زیادہ سخت ہیں۔

ذہبی: تذکرۃ الحفاظ۔

یہی کلمہ عبد الوہاب بن سبکی نے اپنی طبقات شافعیہ کبرے میں لکھا ہے۔ لہذا ظاہر ہوا کہ بعض امام نسائی ہی کا اجلح سے اخذ حدیث کرنا اجلح کی توثیق کیلئے کافی ہے۔ اور امام احمد حنبل کے مسند کی جو توقیر و قدر و منزلت حضرات سنیہ کے نزدیک ہے وہ اظہر من الشمس ہے کسی حدیث کی صحت کا یہ آخری و قطعی سرٹفکیٹ کہ وہ مسند احمد حنبل میں موجود ہے۔ اور کسی راوی کی توثیق و صدق لہجہ کے لئے یہ کافی دلیل قطعی ثبوت ہے کہ اُس سے امام احمد حنبل نے اخذ حدیث کیا ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات شافعیہ عبد الوہاب سبکی۔ غرضکہ ثابت ہوا کہ اجلح کی توثیق علمائے کرام مثلاً یحیی ابن معین، احمد حنبل، عمرو بن علی فلاس، احمد بن عبد اللہ عجلی، یعقوب بن سفیان، عبد اللہ ابن احمد معروف ابن عدی و ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے کی ہے اور جمع صحیح ابی داود

ترمذی ونسائی وابن ماجہ کے رواۃ میں سے ہے۔ ابوالحجاج تہذیب الکمال میں بترجمہ اجلح لکھتے ہیں: قال عباس الدوری عن یحییٰ (عباس الدوری یحییٰ ابن معین سے روایت کرتا ہے کہ اجلح ثقہ ہے) ابن حجر تہذیب التہذیب میں بترجمہ اجلح لکھا ہے: قال ابن معین صالح ثقۃ وقال مرۃ لیس بہ باس (ابن معین کہتے ہیں کہ اجلح صالح وثقہ ہے اور اخذ حدیث کرنے میں کچھ ڈر نہیں)

یہ یحییٰ ابن معین کا جو درجہ اہل سنت کے نزدیک ہے وہ اس کتاب کے حصہ دوم یعنی کتاب الاسناد والتراجم میں ملاحظہ ہو۔ عمرو بن فلاس کہتے ہیں کہ اجلح مستقیم الحدیث وصدوق ہے۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔ اجلح کی توثیق عبداللہ العجلی نے بھی کی ہے اور اس کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ تہذیب الکمال مزی وتہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ولآلی مصنوعہ جلال الدین سیوطی۔ ابن عدی کی توثیق اجلح کے لئے ملاحظہ ہو تہذیب الکمال مزی۔ ابن حجر عسقلانی جیسے متعصب شخص نے اس کی توثیق کی ہے دیکھو ان کی تقریب التہذیب۔

جب ناظرین نے معلوم کر لیا کہ اجلح کیسا شیعہ تھا۔ اس کے اعتقادات کیا تھے۔ اس کی توثیق کتنے علماء کرام نے کی ہے۔ یہ شخص صحیح ترمذی ومسند ابی داؤد و نسائی وابن ماجہ کے رواۃ سے ہے۔ اور عظیم الشان علماء نے اس سے اخذ احادیث کیا ہے تو اب وہ شاہ عبدالعزیز کے اعتراض پر دوبارہ نظر ڈالیں کہ اجلح شیعہ ہے اور علماء نے اس کی تضعیف کی ہے۔ خود ناظرین نتیجہ نکال لیں گے کہ تعصب کس طرح آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ اس طرح یہ بزرگ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعتراض ۲ یہ اعتراض صاحب تحفہ کے تعصب وہٹ دھرمی کی ایک اور دلیل ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ ولی الفاظ مشترکہ میں سے ہے۔ اس کے معنی حاکم ووالی کے بھی ہیں اور دوست کے بھی لیکن اگر آنحضرت کا مقصد دوست سے تھا تو "میرے بعد" کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا آنحضرت کی زندگی میں حضرت علی مومنین کے دوست نہ تھے

ت اور انکا حق دوستی تو حضرت علی نے آنحضرت کی حیات ہی میں کافی
ن ایک دوسرے کے دوست ہی ہوا کرتے ہیں۔ کیا حضرت ابوبکر
لے دوست نہ تھے۔ حضرت علی میں مومنین کے دوست ہونیسے
د جاتی اور کیا طرۂ امتیاز لگ جاتا کہ آنحضرت نے اس اہتمام کے ساتھ
س پر بار بار فرما کر حضرت علی کی فضیلت کا اظہار کیا۔ وہ خاص موقعہ بھی
یے۔ حضرت علی سردار فوج ہیں۔ چند لشکری اُنکی شکایت کرتے ہیں آپ
ر فرماتے ہیں کہ تم ایک وقت اور ایک موقعہ کی سرداری پر کیا اعتراض کرتے ہو
ں تو میرے بعد تم سب کا حاکم دوامی قطعی و دائمی ہوگا۔

اعتراض ۳ من بعدی کا جملہ صریحاً بعد قریب کا اظہار کر رہا ہے۔ آنحضرت تو فرماتے ہیں کہ علی میرے بعد ہی مومنین کا حاکم ہوگا۔ شاہ عبد العزیز فرماتے ہیں نہیں، ابوبکر و عمر و عثمان تین اشخاص درمیان میں حائل ہونے کے بعد اور زائد از پچیس سال کا عرصہ منقضی ہونے کے بعد حضرت علی حاکم ہونگے۔ یہ طریقہ استدلال حضرت شاہ عبد العزیز ہی کے لئے مایہ ناز ہو سکتا ہے عقل سلیم تو مسکرا کر اسکی طرف سے منہ پھیر لیگی۔

(۳) اعلان اس امر کا کہ تعین خلافت بحکم الٰہی بالائے عرش بھی ہو چکا تھا

ہمارے اس دعوے کی مزید تائید کہ خلیفہ رسول کا معین اور مقرر ہونا خداوند تعالیٰ کے حکم سے تھا اور ہونا چاہیئے تھا۔ مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان احادیث کو مطالعہ کرکے آجکل کے تعلیمیافتہ نوجوان یہ کہیں کہ عرش و بالائے عرش یہ کیا مضحکہ خیز گفتگو ہے۔ ایسے اعلیٰ تعلیمیافتہ بزرگواروں سے دوبدو ہونا ہماری اس کتاب کا مقصد نہیں ہے ہم تو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب پیغمبر اسلام نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ و جانشین بحکم خداوندی مقرر فرمایا۔ اور اس کا اعلان بالصراحت بار ہا موقعوں پر متعدد طریقوں سے کیا۔ اُن میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ سیر معراج کی کیفیت و اندرون حجاب کی حالت بیان کیجائے۔ جو مسلمان ہیں اور معراج کے قائل ہیں، خواہ جسمانی ہو خواہ روحانی، اُنکو تو اس میں کوئی مضحکہ خیز بات نظر نہیں آئیگی۔ اور جو غیر مسلم ہیں اور

عرش و معراج کے قائل نہیں وہ ان امور پر ایمان نہ لائیں۔ بہر صورت
تو ان کے لئے بھی قائم رہتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے علی بن ابی طالب
مقرر کیا اور ان طریقوں سے اسکا اظہار کیا۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول	ملا نے اپنی سیرۃ میں اور قاضی عیاض
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ	الشفا میں ابو الحمراء سے روایت کی ہے
اسری بی الی السماء نظرت	رسول خدا نے فرمایا کہ شب معراج جب آسمان
الی ساق العرش الایمن فرأیت	سے میرا گذر ہوا تو میں نے ساق عرش الٰہی پر لکھا
کتابا فهمته محمد رسول	دیکھی جسکا مطلب مجھ پر منکشف ہوا کہ محمد خدا
اللہ ایدته بعلی ونصرته	کا رسول ہے میں نے اسکی تائید و نصرت علی کے
به۔	ذریعہ سے کی۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص۱۲۱ و ۱۷۲۔
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۹ حدیث ۲۶۵۹ تا غایت ۲۲۶۲۔
محمد بن صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۵ در تشریح شعر۔

من بیدہ خلق الهامہ وقد ۔ ۔ ۔ ہام فی الشقوۃ من کان شقیا۔

شفا: قاضی عیاض — عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب اول ص۴۳
جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثانی ص۱۱۹ فی قولہ تعالیٰ هو الذی
ایدک بنصره وبالمومنین۔
ابن المغازلی: کتاب المناقب ابن المغازلی۔ — اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔
شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل — شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء
میرزا محمد بدخشانی: مفتاح النجا — سعید گازرونی: منتقی۔
شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثانی ص۱۳

یہ حدیث چار صحابیوں سے مروی ہے یعنی ابو الحمراء، وہب بن منیر
ابو الخمیس اور انس۔

اور حدیث ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیر معراج میں جناب رسول نے نام کو اپنے نام کے ہمراہ چار جگہ لکھا ہوا پایا۔ وہ یہ ہے:۔

...نه قال قال
...لی الله علیه وسلم
...سمك مقرونا باسمی
...مواطن فانست بالنظر
...لما بلغت بیت المقدس فی
معراجی الی السماء وجدت علی
صخرة بها لا اله الا الله محمد
رسول الله ایدته بوزیره ونصرته
بوزیره فقلت لجبریل ومن وزیری
قال علی بن ابیطالب فلما انتهیت الی
سدرة المنتهی وجدت علیها انی انا الله لا اله
انا وحدی ومحمد صفوتی من خلقی ایدته بوزیره ونصرته بوزیره
فقلت لجبریل ومن وزیری قال علی بن ابیطالب
فلما جاوزت من سدرة المنتهی انتهیت
الی عرش رب العالمین فوجدت مکتوبا علی
قوائمه انی انا الله لا اله الا انا محمد حبیبی من خلقی
ایدته بوزیره ونصرته بوزیره فلما هبطت الی الجنة
وجدت مکتوبا علی باب الجنة لا اله الا انا محمد
حبیبی من خلقی ایدته بوزیره ونصرته بوزیره[1]

حضرت علی سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ
اے علی میں نے تمہارے نام کو اپنے ساتھ ملا ہوا چار
جگہ پایا۔ جب میں شب معراج بیت المقدس پر
پہنچا تو وہاں ایک پتھر پر لکھا ہوا دیکھا کہ نہیں
کوئی خدا سوائے معبود برحق کے محمد اُس کا رسول
ہے میں نے اُسکی مدد و نصرت اُسکے وزیر کے ذریعہ سے کی
میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ میرا وزیر کون ہے
انہوں نے جواب دیا کہ علی بن ابیطالب۔ جب میں
سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا تھا
میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہاں وزیر سے کون
مقصود ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ علی بن ابیطالب
جب میں اس سے گزر کر عرش الٰہی تک پہنچا تو وہاں
بھی اسکے ساقوں پر لکھا ہوا یہی پایا۔ جب میں
جنت میں اُترا تو اُس کے دروازے پر بھی یہی
لکھا ہوا تھا کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے
محمد میرا حبیب میری مخلوق میں سے ہے۔ میں نے
اس کی مدد اس کے وزیر کے ذریعہ سے کی۔
اور اس کی نصرت اُس کے وزیر کے
ذریعہ سے کی۔

(۴) رسول و نائب رسول و خلیفہ و مستخلف کا آپس میں ایک ہی ہونا۔ ایک ہی درخت کے دو پھل، ایک درخت کی دو شاخیں۔ خلیفہ و نائب و جانشین کی سب سے بڑی صفت اور

[1] ینابیع ... مودۃ القربیٰ مودۃ تا سنہ۔

اُسکے جانشین کی موزونیت کی واضح ترین دلیل یہ ہے کہ وہ ہر امر میں
کہ جس امر کے لئے اُس کی خلافت و نیابت قائم کی گئی ہے
اور اُس کی قائمقامی کرنے کا اہل ہو۔ جس قدر وہ اپنے اصل سے
اس کا استحقاق نیابت سمجھا جائیگا۔ ایک عالم کا نائب یا قائمقام
ایک پہلوان کا جانشین اُس کی پہلوانی کے اکھاڑے میں ایک مرید
ہو سکتا ہے ایک ایسا کلیہ ہے کہ جو ثبوت کیلئے کسی دلیل و بحث کا محتاج
نہ حکما کہتے ہیں کہ ع میراث ... خدا ہی علم پدر آموز۔ جناب رسول خدا نے
بہت اچھی طرح واضح کر دیا کہ وہ اور علی ایک ہیں جب ہی تو حضرت علی کو ہمنفس پیغمبر۔
ہیں۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ میں اور علی ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں علی مجھ سے ہے اور
مَیں علی سے ہوں جس نے علی سے محبت کی اُس نے گویا مجھ سے محبت کی جس نے علی
سے بغض کیا۔ اُس نے مجھ سے بغض کیا۔ جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔
آیہ مباہلہ نے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ جب نفس پیغمبر کی حد کے اندر حضرت علی کو
داخل کر دیا۔ ہم حیران ہیں کہ اس سے زیادہ اور کون سے واضح اور مؤثر الفاظ ہو سکتے
تھے کہ جن کے ذریعے سے آنحضرت ارشاد فرماتے کہ علی میرا خلیفہ و جانشین ہے۔ اور
صرف وہی میری خلافت کا اہل ہو سکتا ہے۔ آجکل کے تعلیم یافتہ لوگ شاید کہیں کہ
آنحضرت نے حضرت علی کی جانشینی کی دستاویز ہی لکھکر کیوں نہ حضرت علی کو دیدی
ہارون الرشید نے ایسا ہی کیا تھا۔ اپنی جانشینی کے متعلق ایک دستاویز لکھکر اور امین و
مامون کے دستخط اُس پر کرا کر خانہ کعبہ میں آویزاں کر دی تھی۔ دنیا جانتی ہے کہ اُس
دستاویز کا کیا حشر ہوا۔ جب حرص و آز و خود غرضی و نفسانیت کا سمندر لہریں مارتا ہی
تو اُس کی امواج تلاطم انگیز کے آگے چار انگل کا غذ کا ٹکڑا کیا حقیقت رکھتا ہی۔ جناب
رسول خدا نے تو وہ طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ جس کے آگے تحریر کوئی چیز ہی نہیں ایک دستاویز
کو گم و ضائع کرنا تو بہت آسان کام تھا مگر بے شمار اقوال کو لوگوں کے سینوں میں سے
زائل کرنا بہت مشکل تھا۔ بہت دبایا۔ بہت گلے گھونٹے لیکن پھر بھی حق ہوا اس طرح

و تواتر کے ساتھ کہا گیا تھا ظاہر ہو ہی گیا۔ ایسے مؤثر الفاظ ایسے عمدہ
تھے۔ کہ ان کا دب جانا ناممکن تھا۔ اور پھر جناب رسول خدا نے
ب تم مجھے تحریر لکھنے ہی نہیں دیتے اور صرف تحریر کے ذکر آنے پر تم میرے
اسب الفاظ استعمال کرتے ہو تو تم میری تحریر کی کیا وقعت کرتے اگر میری
تمہارے دل میں ہے تو میرے الفاظ ہی کیا کم ہیں۔ آپ نے اپنے اس مدعا کو نہایت
دعا فلانہ طریقہ سے پورا کیا۔ تاکہ وہ لوگ جو کینے بھی نہ ہوں اور سارا مطلب بھی ظاہر
کر دیا جائے۔ لوگوں کے دلوں میں بھی خار گزرتا تھا کہ بنو ہاشم میں نبوت کیوں گئی اگر اس
تجویز میں احتیاط سے کام نہ لیا جاتا تو لوگ یہ معلوم کر کے کہ نبوت ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے
مسلمانوں کی بادشاہت بھی بنو ہاشم میں جا رہی ہے تو وہ نبوت سے بھی انکار کر دیتے۔ یہ
وہ ہی لوگ تو تھے کہ جنہیں صرف اسلام پر قائم رکھنے کیلئے بہت سی تدابیر اختیار کی جاتی تھیں
بعضوں کو مال غنیمت ہی میں سے زیادہ حصہ دیا جاتا تھا تاکہ اسلام کے دائرہ کے اندر
تو رہیں۔ خلافت کی دستاویز تو انکو معلوم نہیں کن باتوں پر آمادہ کر دیتی۔ اور فدک
کے لئے دستاویز لکھکر دی تھی تو اسکا کیا حشر ہوا جو اس کا ہوتا۔

جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے وہ نائب یا خلیفہ خلافت کے لئے افضل ترین
اور نیابت کے لئے مستحق ترین ہوتا ہے۔ جو اپنے اصل و مستخلف کا نظیر و مثیل ہو لہذا کسی
صحابی رسول کا سب سے بڑا استحقاق خلافت یہ تھا کہ وہ نورانیت و علمیت و افضلیت و
شجاعت و عبادت و ریاضت و سیادت و تقوے و زہد و شدت ایمان میں آنحضرت
کے دوش بدوش ہوتا کہ آپکا کام بعینہ اسیطرح چلا سکتا جیسا کہ آپ خود چلا رہے تھے
اور اسطرح تبلیغ امر رسالت و اشاعت دین حقہ میں آپ کی وفات سے کسی طرح کا
انقطاع نہ ہو حضرت علی علیہ السلام کا مثیل و نظیر رسول صلعم ہونا اور آپ کی ہر ایک
صفت ذاتی میں آپ کے ہم ردیف ہونا ان الفاظ سے زیادہ اور کن مؤثر و موقر
الفاظ میں جناب رسول خدا ظاہر فرماتے جن الفاظ میں آپ نے حدیث نور بیان فرمائی۔

حدیث نور:- ابراہیم بن ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ نے اس حدیث

نور کو مختلف اسانید و متعدد طرق کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین سے نقل کرتے ہیں

اسمائے راو

اخبرنی سید النسابہ عبد الحمید بن
فخار الموسوی الحافظ قال حدثنا احمد
بن یوسف بن خلاد النصیبی ببغداد
قال حدثنا الحارث بن ابی اسامۃ التمیمی
قال حدثنا داؤد بن المحبر بن محمد
قال حدثنا قیس بن الربیع عن عباد
بن کثیر عن ابی عثمان النہدی
عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ
قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول خلقت انا وعلی ابن ابیطالب
من نور واحد عن یمین العرش یسبح
اللہ ویقدسہ قبل ان یخلق اللہ عز
وجل آدم باربعۃ عشر الف سنۃ
فلما خلق اللہ آدم نقلنا اصلاب
الرجال وارحام النساء الطاہرات
ثم نقلنا الی صلب عبد المطلب وقسمنا
نصفین فجعل النصف فی صلب ابی
عبد اللہ وجعل النصف فی صلب عمی
ابیطالب فخلقت من ذالک النصف وخلق
علی من النصف الآخر
واشتق اللہ تعالیٰ من

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ سنا میں نے جناب رسول
خدا کو فرماتے ہوئے کہ میں اور علی ایک نور واحد سے
پیدا کئے گئے ہیں جو عرش الٰہی کے سامنے خلقت
آدم سے چودہ ہزار برس پہلے سے خداوند تعالیٰ
کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا جب خداوند تعالیٰ
نے آدم کو پیدا کیا تو ہم اصلاب مردان طاہر و
ارحام عورات مطہرہ میں سے منتقل کئے گئے یہاں تک
کہ ہم صلب عبد المطلب میں منتقل ہوئے۔ وہاں ہمکو
دو برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا اسکا ایک حصہ یعنی نصف
صلب عبد اللہ علیہ السلام میں اور دوسرا نصف صلب عمی ابو طالب
میں آیا بس میں اس نصف میں سے پیدا کیا گیا جو صلب عبد اللہ میں تھا
اور میرا بھائی علی اس دوسرے نصف میں سے پیدا کیا گیا جو
صلب ابی طالب میں تھا اور ہم دونوں کو خداوند تعالیٰ نے
خاص اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ چنانچہ خداوند تع

عز وجل المحمود	محمود ہے اور میں محمد ہوں۔ خداوند تعالیٰ اعلیٰ ہے اور
علی واخی علی واللہ	میرا بھائی علی ہے۔ خدا فاطر ہے۔ میری دختر فاطمہ ہے۔
فاطمہ وان حسن و	خدا محسن ہے۔ میرے دونوں فرزندان حسن اور حسین
والحسین وکان	ہیں۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے نبوت و رسالت کیلئے
الرسالۃ والنبوۃ	مختص کیا اور علی ابن ابی طالب کو میری خلافت
...مہ فی الخلافۃ والشجاعۃ	کیلئے اور شجاعت کیلئے منتخب کیا پس میں رسول
رسول اللہ وعلی سیف اللہ۔	اللہ اور علی سیف اللہ ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۸

حدیث نور آٹھ صحابیوں سے مروی ہے یعنی حضرت علی، امام حسین، سلمان فارسی ابوذر غفاری، جابر بن عبداللہ انصاری، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور انس بن مالک ناظرین کی سہولت کے لئے ہم نے نقشۂ ذیل مرتب کیا ہے جس سے ایک نظر میں اس حدیث کی صحت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس نقشہ کو ہم نے عبقات الانوار حدیث و لایت سے مرتب کیا ہے

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مع	سن وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱	امام زین العابدین علی بن الحسین تابعی	۸۲	امام حسین	بتصریح اخطب خوارزم در کتاب المناقب
۲	زاذان ابو عمر الکندی تابعی	۸۲	سلمان فارسی	تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی کتاب المناقب ابن المغازلی کتاب المناقب اخطب خوارزم کفایۃ الطالب یوسف الکنجی
۳	ابو عثمان الرازی تابعی	۹۸	سلمان فارسی	بتصریح محمد بن علی نطنزی در خصائص علویہ
۴	ابو زبیر محمد بن مسلم بن تدرس الاسدی تابعی			
۵	عکرمہ بن عبداللہ مولی ابن عباس	۱۰۷	عبداللہ بن عباس	تاریخ بغداد خطیب بغدادی کفایۃ الطالب محمد بن یوسف کنجی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
۶	ابو عبیدہ حمید بن ابی حمید تابعی		انس بن مالک	زین الفتی عاصم
۷	امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	۲۱۱	سلمان فارسی	تذکرہ خواص الامۃ سبط
۸	ابو حاتم محمد بن ادریس بن المنذر	۲۷۷	انس بن مالک	زین الفتی فی شرح سورہ
۹	عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل	۲۹	سلمان فارسی	زوائد مناقب عبد اللہ بن ا
۱۰	ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی	۴۱۰	امام حسین	اخطب خوارزم در کتاب المناقب
۱۱	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰		
۱۲	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف ابن عبد البر	۴۶۳		بہجۃ المجالس و انس المجالس۔
۱۳	ابوبکر احمد بن علی البغدادی المعروف خطیب	۴۶۳	عبد اللہ بن عباس	تاریخ بغداد
۱۴	ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن المغازلی	۴۸۳	سلمان فارسی ابوذر غفاری جابر بن عبد اللہ	کتاب المناقب
۱۵	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار الدیلمی	۵۰۹	سلمان فارسی	فردوس الاخبار
۱۶	ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		حضرت علی امام حسین انس بن مالک	زین الفتی شرح سورہ ہل اتی
۱۷	ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی		سلمان فارسی	خصائص علویہ
۱۸	ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار المعروف ابن الدیلمی	۵۵۸	سلمان فارسی	فرائد السمطین ابراہیم بن محمد الحموینی
۱۹	ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید المعروف باخطب خوارزم	۵۶۸	امام حسین سلمان فارسی زاذان	کتاب المناقب
۲۰	ثقۃ الدین ابو القاسم علی بن الحسین بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱	سلمان فارسی	کفایۃ الطالب محمد بن یوسف الگنجی

	بین حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
	…محمود بن محمد بن حسین …نی۔		امام حسین	توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل شہاب الدین۔
	…بن عبد السید المطرزی	٦١٠	امام حسین	فرائد السمطین
	…بن الحسین بن محمد الخوارزمی	٦١٧		شرح دیوان ابو العلار
	…لکریم بن محمد بن عبد الکریم القزوینی الرافعی	٦٢٣	ابو ہریرہ	فرائد السمطین حموینی
٢٥	ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم البلعی المعروف بابن سبع	٦٣٤	حضرت علی	کتاب الاکتفار و صابی
٢٦	محمد بن یوسف بن محمد الکنجی	٦٥٨	عبد اللہ بن عباس، سلمان فارسی	کفایت الطالب
٢٧	محب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری	٦٩٤	سلمان فارسی	ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ١٦٣
٢٨	ابو المؤید ابراہیم بن محمد الحموینی	٧٢٢	ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عباس، سلمان فارسی، عباس و امام حسین	فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین
٢٩	شرف الدین محمد بن محمد بن محمود	٧٤٣	سلمان فارسی	نزل السائرین فی احادیث سید المرسلین
٣٠	جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود الزرندی	٧٥٠	عبد اللہ بن عباس	درر السمطین فی فضائل المصطفیٰ والمرتضیٰ والبتول والسبطین۔ اور معارج الوصول الی معرفۃ آل الرسول و البتول
٣١	سید محمد بن جعفر الحسینی		حضرت علی	بحر الانساب
٣٢	سید محمد بن یوسف المعروف گیسو دراز			کتاب الاسمار در سر چہل ہفتم مقالہ ہفتم وصد دہم
٣٣	جلال الدین البخاری المعروف مخدوم جہانیان جہاں گشت	٧٨٥		خلاصۃ السعداء ملک العلماء دولت آبادی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
۳۴	سید علی بن شہاب الدین الہمدانی	۷۸۶	سلمان فارسی	مودۃ القربیٰ مودۃ
۳۵	شہاب الدین احمد			توضیح الدلائل
۳۶	ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی	۸۴۹		ہدایۃ السعداء فی جلوۃ سابعہ عشر
۳۷	احمد بن علی بن محمد المعروف ابن حجر عسقلانی	۸۵۲	سلمان فارسی	تسدید القوس فی مختصر مسند الفردوس
۳۸	احمد بن محمد الحافی			تیر المذاب فی بیان ترتیب الاصحاب
۳۹	ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی		حضرت علی و سلمان فارسی	کتاب الاکتفاء
۴۰	جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی	۱۰۰۰	عبد اللہ بن عباس	اربعین
۴۱	شیخ بن علی بن محمد بن عبد اللہ	۱۰۶۳		کنز البراہین الکسبیۃ الاسرار الوہبیہ
۴۲	شیخ محمد الواعظ الہروی		سلمان فارسی علی	ریاض الفضائل
۴۳	سید محمد جلال ماہ عالم			تذکرۃ الابرار
۴۴	محمد صدر عالم سبط شیخ ابوالرضا		حضرت علی سلمان	معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ
۴۵	حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی	۱۱۵۴		شجرۂ طیبہ
۴۶	احمد بن ابراہیم			جواہر النفائس
۴۷	شیخ سلیمان بن ابراہیم المعروف خواجہ کلاں بن محمد المعروف خواجہ القندوزی البلخی			ینابیع المودۃ باب الاول ص ۱۱

حدیث شجرہ۔ احادیث وہی صحیح ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کی تائید اور توثیق کرتی ہیں چنانچہ حدیث نور کی مؤید کئی دیگر احادیث ہیں جن میں سے ایک حدیث شجرہ ہے:۔

اخبرنا الحافظ یوسف بن خلیل بن عبد اللہ الدمشقی بحلب اخبرنا محمد

ہمارے مجمع میں بمقام حلب حافظ یوسف بن خلیل بن عبد اللہ دمشقی نے ہمیں خبر دی در ترجمہ میں اسماء رواۃ

اسمائے رواۃ چھوڑ دئے گئے

طوسی اخبرنا ابو منصور
بیل الصیرفی اخبرنا ابو
...ثنا اخبرنا الحافظ ابو
ن احمد بن ایوب الطبرانی
حسین بن ادریس التستری
ثنا ابو عثمان طالوت بن عباد
الصیرفی البصری حدثنا فضال
بن جبیر حدثنا ابو امامۃ الباہلی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ خلق الانبیاء من اشجار
شتی وخلقنی وعلیا من شجرۃ
واحدۃ فانا اصلہا وعلی فرعہا
وفاطمۃ لقاحہا والحسن و
الحسین ثمرہا فمن تعلق بغصن من
اغصانہا نجا ومن زاغ عنہا
ہوی ولو ان عبدا عبد اللہ
بین الصفا والمروۃ الف
عام ثم الف عام ثم الف
عام لم یدرک محبتنا اکبہ
اللہ علی منخریہ فی النار ثم
تلی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا
المودۃ فی القربی۔

مروی ہے ابو امامہ باہلی سے کہ جناب رسول خدا نے
فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء کو مختلف درختوں
سے پیدا کیا پس میں اس درخت کی جڑ ہوں علی
اس کا تنہ ہیں فاطمہ اسکے پھول ہیں اور حسن وحسین
اسکے ثمر ہیں پس جس نے اس درخت کی شاخوں میں
سے ایک شاخ کو پکڑا تو اس نے نجات پائی اور
جو اس سے منحرف ہوا وہ گمراہ ہوا اور اگر کوئی
بندہ مابین صفا و مروہ کے درمیان خداوند تعالیٰ
کی عبادت ایک ہزار سال تک کرے اور پھر ایک
ہزار سال تک کرے اور پھر ایک ہزار سال
تک کرے لیکن ہماری محبت اسکے دل میں نہ ہو
تو خداوند تعالیٰ اسکو منہ کے بل دوزخ میں ڈالیگا
اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ قل لا
اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔

محمد بن یوسف بن محمد الکنجی: کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب

اخبرالشیخان محمد بن سعید بن الموفق الخازن النیسابوری ببغداد وابراہیم بن عثمان الکاشغری ببخھر محلی قالا اخبرنا الحافظ ابوالقاسم علی بن الحسن الشافعی اخبرنا ابویعلی حمزہ بن احمد بن فارس بن کردس اخبرنا ابوالبرکات احمد بن عبد اللہ بن علی المقری اخبرنا ابوطالب عمر بن ابراھیم بن سعید الزھری الفقیہ اخبرنا ابوبکر محمد بن غریب البزار حدثنا ابوالعباس احمد بن موسیٰ بن زنجویہ القطان حدثنا عثمان بن عبد اللہ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات وعلی تجاھہ فاومی الی علی فاتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول ادن منی یا علی فدنی منہ علی فقال اصنع خمسک فی خمسی یعنی کفک فی کفی یا علی خلقت انا وانت من شجرۃ ان اصلھا وانت فرعہ والحسن والحسین اغصانھا فمن تعلق بغصن منھا

اسمائے راویان ۶

عثمان بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا عرفات میں تھے اور علی انکے سامنے تھے جناب رسولخدا نے علی کی طرف اشارہ کیا ہم بھی آنحضرت کے نزدیک آگئے۔ آپ نے علی سے کہا کہ میرے نزدیک آؤ۔ علی آپ کے نزدیک ہو گئے تب جناب رسولخدا نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی میں اور تم ایک ہی درخت سے ہیں۔ میں اسکی جڑ ہوں۔ تم اسکے تنہ ہو۔ حسن و حسین اسکی شاخیں ہیں پس جس نے اس درخت کے کسی حصہ

سنتہ یا علی لو ان	سے تعلق رکھا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اے علی اگر میری
مواحتی یکونوا	امت کے لوگ اتنے روزے رکھیں کہ وہ مثل لکڑی کے
یہ وصلوا حتی	لاغر ہو جائیں اور اتنی نمازیں پڑھیں کہ مثل کمان کے
کالاوتار ذنوا بغضوک	خمیدہ ہو جائیں اور تجھ سے دشمنی رکھتے ہوں تو خدا تعالیٰ
اللہ فی النار۔	انکو دوزخ میں ڈالیگا۔

اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں، حاکم نے جابر ابن عبداللہ سے مستدرک علی الصحیحین کتاب التفسیر میں، ابن المغازلی نے عبداللہ بن عباس و جابر ابن عبداللہ سے کتاب المناقب میں، دیلمی نے عبداللہ ابن عباس سے فردوس الاخبار میں، اخطب خوارزم نے جابر ابن عبداللہ سے کتاب المناقب میں، محمد بن یوسف بن محمود بن الحسن الزرندی نے جابر ابن عبداللہ سے درر السمطین میں شہاب الدین احمد نے جابر ابن عبداللہ سے توضیح الدلائل میں، حسین میبذی نے جابر ابن عبداللہ سے فواتح میں، جلال الدین سیوطی نے جابر بن عبداللہ سے قول الجلی فی فضائل علی میں، ملا علی متقی نے جابر ابن عبداللہ سے کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۴ حدیث ۲۵۶۱ میں، ابراہیم عبداللہ الوصابی نے حضرت علی و جابر ابن عبداللہ سے کتاب الاکتفاء میں، جمال الدین محدث نے جابر ابن عبداللہ سے اربعین میں، عبدالرؤف مناوی نے کنوز الحقائق میں، شیخ بن محمد الجعفری نے کنز البراہین الکسبیہ میں، میرزا محمد معتمد خان نے جابر ابن عبداللہ و عبداللہ ابن عباس سے مفتاح النجاء میں، محمد صدر عالم نے جابر ابن عبداللہ سے معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ میں، نظام الدین دہلوی نے جابر ابن عبداللہ سے تحفۃ المحبین میں حتماً و جزماً صحیح تسلیم کر کے نقل کیا ہے۔

حدیث خطاب حدیث نور کی موید ایک اور حدیث ہے جس کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب العشرون صفحہ ۹۱

انبانی مھذا ب الائمہ ھذا قال اخبرنا (اسمائے راویان حدیث دیکھو)

ابو القاسم نصر بن محمد بن علی بن زیرک المقرئ
قال اخبرنا الدی ابوبکر محمد قال ابو
علی عبد الرحمن بن محمد بن احمد
النیسابوری قال حدثنا احمد بن محمد
بن عبد الله النایجی البغدادی
من بابنوذ قال حدثنا محمد بن
جریر الطبری قال حدثنی محمد
بن حمید الرازی قال حدثنا العلاء
بن الحسین الهمدانی قال
حدثنا ابو مخنف بن یحیی الازدی
عن عبد الله بن عمر قال سمعت
رسول الله صلی الله علیه وسلم و
سئل بای لغة خاطبک ربک
لیلة المعراج فقال خاطبنی
بلغة علی بن ابی طالب فالهمنی
ان قلت یا رب خاطبتنی ام علی
فقال یا احمد انا شیء لا کالا
شیاء ولا اقاس بالناس ولا اوصف
بالشبهات خلقتک من نوری
و خلقت علیا من نورک فاطلعت علی
سرائر قلبک فلم اجد احدا الی قلبک
احب من علی بن ابی طالب فخاطبتک بلسانه

حافظ خوارزمی کتاب المناقب. فرائد السمطین حموینی۔ الخامس عشر ص ٨٣

عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے
ہوئے سنا جب آپ سے سوال کیا گیا کہ شب معراج خداوند
تعالیٰ نے کس کی زبان میں آپ سے گفتگو کی۔ آنحضرت نے
فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے علی ابن ابیطالب کے لہجہ
میں گفتگو فرمائی میں نے سوال کیا کہ خداوندا تو مجھ سے
کلام کر رہا ہے یا علی. خداوند تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ
اے احمد میں وہ ہوں کہ کوئی شے میرے جیسی نہیں ہے
اور نہ انسانوں کے اوپر میرا قیاس ہو سکتا ہے اور نہ میری
توصیف تشبیہات و اشباہ سے ہو سکتی ہے میں نے تجھ کو اپنے
نور سے پیدا کیا پس میں نے تیرے دل کی اندرونی حالت
کو معلوم کیا تو میں نے پایا کہ تیرے دل میں علی سے زیادہ کسی
کی محبت نہیں ہے لہذا میں نے تجھ سے علی کے لہجہ میں گفتگو کی
شیخ سلیمان ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب

...ر دی میں اسم محمد و علی کی مقارنت۔

...آئینے سے پہلے عالم ارواح میں در بارگاہ الٰہی میں مقارنت اسم محمد وعلی ...ت متعددہ و احادیث متواترہ سے قطعاً و جزماً ثابت ہے چونکہ اتحاد ...اسما بھی لازم آئی۔ بہت سی احادیث متضمن بر این معنی پہلے گزر ...بیان کیجاتی ہیں۔

...بن المظفر الفقیہ الشافعی (اسمے راویاں عربی عبارات ہیں)

...ہ تعالی بقراءتی علیه فاقر به
...ثنا له اخبرکم ابو محمد عبد الله
بن محمد بن عثمان المزنی الملقب
بابن السقا الحافظ الواسطی رحمه الله
نا ابو یعلی احمد بن علی بن المثنی
الموصلی نا ذکریا بن یحیی الکنانی
نا یحیی بن سالم نا اشعث بن عمر عن
الحسن بن صالح وکان یفضل علی
الحسن قال حدثنی مسعر بن کدام عن عطیه
بن سعید عن جابر بن عبد الله
قال سمعت رسول الله صلی الله
علیه وسلم یقول مکتوب علی باب الجنة قبل
قبل ان یخلق الله السموات والارض
بالفی عام محمد رسول الله وعلی اخوه

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب
رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ دروازہ جنت
پر ارض و سما کے خلق ہونے کے دو ہزار
سال قبل سے لکھا ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ
ہے اور اس کا بھائی علی ہے۔

ابن المغازلی: کتاب المناقب — خطیب خوارزم: کتاب المناقب۔
ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی: ہدایۃ السعداء۔ — شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل
عبد الرحمن صفوری: نزہۃ المجالس — حاجی عبد الوہاب تفسیر۔

محمد صدر عالم: معارج العلیٰ۔ میرزا محمد ابن معتمد خان۔

محمد ابن اسمٰعیل ابن صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۱۶۳ یہ تشریح شعر۔

وصفاۃ کونہ للمصطفیٰ ثانیا فی کل ذکر وص

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله
علیه وسلم انه قال خلق الله تعالی
ابا البشر ونفخ فیه من روحه التفت
ادم یمنة العرش فاذا نور خمسة
اشباح سجدا وركعا قال ادم یا رب
هل خلقت احدا من طین قبلی
قال لا یا ادم قال فمن هؤلاء الخمسة
الذی اراهم فی هیئتی وصورتی
قال هؤلاء خمسة من ولدك لولاهم
ما خلقتك هؤلاء خمسة شققت لهم
خمسة اسما من اسمائی لولاهم ما خلقت
الجنة ولا النار ولا العرش ولا الكرسی
ولا السماء ولا الارض ولا الملائكة
ولا الانس ولا الجن فانا المحمود
وهذا محمد وانا العالی وهذا علی
وانا الفاطر وهذه فاطمة وانا الاحسان
وهذا الحسن وانا المحسن وهذا
الحسین الیت بعزتی انه لا یاتینی
احد بمثقال حبة من خردل من بغض
احدهم الا ادخلته ناری ولا ابالی یا ادم

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسو[ل]
جب خداوند تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور ان
تو آدم نے عرش کی داہنی جانب نظر کی تو کیا
دیکھتے ہیں کہ پانچ نور کی شکلیں سجدہ و رکوع کی حالت میں
عبادت الٰہی کر رہی ہیں آدم نے بارگاہ رب العزت
میں سوال کیا کہ بارالہا کیا تو نے مجھ سے پہلے کسی اور
کو مٹی سے پیدا کیا ہے جواب ملا کہ نہیں آدم نے سوال
کیا کہ پھر یہ کون پانچ میری سی ہیئت و صورت
والے ہیں جنکو میں دیکھ رہا ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے
فرمایا کہ یہ پانچ تیری اولاد میں سے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے
تو میں تجھکو نہ پیدا کرتا۔ یہ پانچ وہ ہیں جنکے نام میں
نے اپنے اسماء سے مشتق کئے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے
تو میں نہ پیدا کرتا جنت و نار عرش و کرسی کو اور نہ
آسمانوں کو نہ زمین کو۔ نہ ملائکہ کو۔ نہ انس و جن کو میں
محمود ہوں یہ محمد ہے میں عالی ہوں۔ یہ علی ہے میں فاطر
ہوں یہ فاطمہ ہے میں احسان ہوں یہ حسن ہے میں محسن
ہوں یہ حسین ہے مجھے قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ
اگر کسی میں رائی کے دانے کے قلیل ترین حصے کے برابر بھی
انمیں سے کسی کا بغض ہے تو میں اسکو جہنم میں داخل
کر دونگا۔ انکے ذریعہ سے لوگ نجات پائینگے۔ وانکی

بهم وبهم اهلكهم
فبهم ...
النبي صلى الله عليه وسلم
فنجاة من تعلق بها
هلك من تخلف عنها
فليسأل بنا اهل البيت

وجہ سے لوگوں پر عذاب نازل کروں گا پس جب تجھے کوئی
حاجت ہو تو ان پانچوں کا وسیلہ پکڑ۔ جناب رسالتمآب نے
ارشاد فرمایا کہ ہم سفینۂ نجات ہیں جس نے اس سفینہ کو پکڑا
اُس نے نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ ہوا وہ ہلاک ہوا
پس جس کسی کو کوئی حاجت خداوند تعالیٰ سے ہو تو
چاہیئے کہ ہم اہلبیت کے وسیلہ سے سوال کرے۔

والله المستعان۔

حدیث مذکورہ بالا کی تائید کلام الٰہی سے ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ ط انہ ھو التواب الرحیم ط اس کی تفسیر میں مفسرین اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ وہ کلمات جنکی برکت و توسل سے حضرت آدم کی خطا بخشی گئی وہ ان ہی پنجتن پاک کے اسمار گرامی تھے۔

قوله تعالى فتلقى آدم من ربه كلمات (اسمائے رواۃ عربی عبارت میں)

اخبرنا احمد بن محمد بن
عبد الوهاب اجازة انا ابو احمد
عمر بن عبد الله بن شوذب ثنا
محمد بن علي بن خلف العطار
نا الحسين الاشقر نا عمرو بن ابي
المقدام عن ابيه عن سعيد
بن جبير قال سئل النبي صلى الله
عليه وسلم عن الكلمات التي تلقاها آدم
من ربه فتاب عليه قال سأله بحق
محمد وعلي وفاطمة والحسن والحسين
الا تبت علي فتاب عليه۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا سے لوگوں نے
دریافت کیا کہ وہ کونسے کلمات تھے جو آدم کو خدا نے
بتائے اور جنکے ذریعے سے انکی توبہ قبول کی گئی آپ نے
فرمایا کہ آدم نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی کہ بار
الہا بحق محمد و علی فاطمہ و حسن و حسین میری توبہ قبول فرما

ابن المغازلی: کتاب المناقب — پس خداوند تعالیٰ نے اُن...

میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا۔ — نطنزی: خصائص علی

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الاول صفحہ ۶۰ و ۶۱۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی والقندوزی الحنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ

الباب الرابع و العشرون صفحہ ۹۶ و ۹۷۔

(۶) جس طرح انبیاء سے رسالت محمدیہ کی تصدیق کے لئے عہد میثاق اسی طرح خلافت و ولایت مرتضوی کے لئے اُن سے اقرار لیا گیا۔

خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ پارہ ۳ سورۃ آل عمران ع ۹۔

(ترجمہ) اے رسول یاد کرو کہ جب خداوند تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ ہم تم کو جو کچھ کتاب و حکمت عطا کریں اور اسکے بعد وہ رسول آئے جو تمہاری رسالت کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ تو تم سب پر ایمان لانا اور اسکی تصدیق کرنا اور نصرت کرنا۔ اور پھر اُن سے پوچھا کہ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور میری رسالت اس شرط پر لیتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اقرار کرتے ہیں تب خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب اسکے گواہ رہنا اور ہم بھی تمہارے ساتھ شاہد ہیں پس اسکے بعد جو اپنے اقرار سے پھر جائیگا وہ فاسقین میں سے ہوگا۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ یہ آیات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہیں آپ ہی کی تصدیق رسالت کا عہد تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا احادیث متواترہ بتاتی ہیں کہ اسیطرح تمام انبیاء سے ولایت جناب امیر المومنین کی تصدیق کا عہد لیا گیا تھا۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ — ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے جب میں شب معراج آسمانوں پر گیا تو وہاں تمام انبیاء کو جمع

مرى بى ليلة المعراج
فاوحى الله الى سلهم
حو فقالوا بعثنا على شهادة
ـه وعلى الاقرار بنبوتك والولاية
بطالب اورده الشيخ
بى العارف الربانى شرف الدين
ى الهمدانى فى بعض تصانيفه
وقال رواه الحافظ ابو نعيم.

خداوند تعالی کیطرف سے میری جانب وحی ہوئی کہ اے
محمد انسے پوچھو کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے پس
انہوں نے جواب دیا کہ ہم مبعوث ہوئے تھے اس شہادت
پر کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے بزرگ و برتر کے
اور آپ کی نبوت و علی ابن ابیطالب کی ولایت کے
عہد و اقرار پر۔ اس حدیث کا ذکر شیخ مرتضی عارف
ربانی علی الہمدانی نے اپنی متعدد تصانیف میں کیا ہے
اور نیز حافظ نعیم نے اسکو نقل کیا ہے۔

شهاب الدين احمد: توضيح الدلائل۔

اخبرنا ابو عبد الله الحسين بن محمد بن
الحسين الدينورى حدثنا ابو الفتح
محمد بن الحسين الازدى الموصلى
حدثنا عبد الله بن محمد بن
غزوان البغدادى حدثنا على بن
جابر حدثنا محمد بن خالد بن عبد الله
ومحمد بن اسمعيل قال حدثنا محمد
بن فضيل عن محمد بن سوقه عن ابراهيم
عن علقمه عن عبد الله بن مسعود قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اتانى ملك فقال يا محمد سئل من ارسلنا
من قبلك من رسلنا على ما بعثوا قال قلت
على ما بعثوا قال على ولايتك وولاية على بن ابيطالب

(اسناد عربی عبارت میں دیکھو)

عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور پیغام لایا کہ اے محمد پوچھو کہ
ہم نے رسولان سلف کو کس امر پر مبعوث کیا تھا میں نے
عرض کی کہ ارشاد ہو۔ جواب ملا کہ وہ مبعوث ہوئے
تمہاری و علی بن ابیطالب کی ولایت کے اقرار پر۔

الثعلبى: تفسیر در ذیل آیہ اذ اخذ الله ميثاق النبيين الآیہ۔

اخطب خوارزم: کتاب المناقب

شیخ عبدالوہاب: تفسیر نوری در ذیل آیۂ متذکرہ بالا آیہ قل لا اسئلکم

دیلمی: فردوس الاخبار: علی الہمدانی: مودة القربیٰ۔ مودة

شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی الجیلانی نے مفاتیح الا...

اس حدیث کو معہ دیگر احادیث کے نقل کیا ہے۔ اس بیت کی شرح میں

زہر سایہ کہ اول گشت حاصل   در آخر شد یکے دیگر مقابل

آپ فرماتے ہیں:۔

"چنانچہ از سیر دورِ خورشید حقیقت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در نقاط درجات ارتفاع مشرق نبوت از ہر نقطۂ سایۂ تعین کامل ظہور یافتہ بود تا بزمان آنحضرت کہ وقت استواء بود در سیدہ سایہ پنہاں شد و چوں آں خورشید از استواء در گذشت رو بجانب انحطاط کرد در مقابل ہر شخصے از اشخاص انبیاء علیہم السلام تعینے و تشخصے از اولیاء واقع تواند بود چہ در دائرہ در مقابل محاذی ہر نقطہ از نقاط شرقی نقطہ از نقاط غربی البتہ میباشد مثال آنکہ نسبت با زمانہ حضرت محمدی علیہ وعلی آلہ السلام در جانب نبوت کہ بمثابہ مشرق تصویر نمودہ شد ہیچ نبی مرسل از حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقرب نیست وانی اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم فانہ لیس بینی وبینہ نبی در جانب مغرب کہ طرف ولایت است ظہورِ سر ولایت حضرت مرتضیٰ گشت کہ ان علیاً منی وانا منہ وھو ولی کل مومن من بعدی۔ وایضاً لکل نبی وصی ووارث وان علیاً وصیی ووارثی وایضاً انا اقاتل علی تنزیل القران وعلی یقاتل علی تاویل القران۔ وایضاً یا ابابکر کفی وکف علی فی العدل سواء وایضاً۔ انا مدینة العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب وایضاً انا وعلی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتی۔ وایضاً قسمت الحکمة عشرة اجزاء فاعطی علی تسعة والناس جزأ واحداً وایضاً اوصی من امن بی وصدقنی بولایة علی بن ابیطالب فمن تولاہ فقد تولانی ومن تولانی فقد تولی اللہ وایضاً لما اسری بی لیلة المعراج فاجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللہ تعالیٰ الی سلھم یا محمد بما ذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شہادة ان لا الہ الا اللہ وعلی الاقرار بنبوتک والولایة لعلی ابن ابی طالب نیز ملاحظہ ہو ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول الباب الخامس عشر صفحہ ۹۵ الباب السادس والخمسون صفحہ ۲۳۹

"۔ و علی مرتضیٰ اس امت کے دو باپ ہیں جو حقوق جناب رسول خدا کو ہیں وہی حقوق جناب علی مرتضیٰ کو حاصل ہیں۔

لی بثلاثة طرق عن
من عمار بن یاسر وعن ابی
ی قالوا قال رسول الله صلی
اله وسلم حق علی علی المسلمین
والد علی ولده۔ ایضاً اخرجه الحموینی
عن عمار وعن ابی ایوب وعن انس
اخرجه ابن المغازلی عن علی قال
قال رسول الله صلی الله علیه واله
وسلم یا علی حقك علی المسلمین کحق
الوالد علی ولده. وفی المناقب عن علی
بن الحسین عن ابیه عن جده امیر المومنین
علیهم السلام قال قال رسول الله صلی الله
علیه واله وسلم ان الله قد فرض علیکم طاعتی
ونهاکم عن معصیتی وفرض علیکم طاعة علی بعدی
ونهاکم عن معصیته وهو وصیی ووارثی وهو منی
وانا منه حبه ایمان وبغضه کفر محبه
محبی ومبغضه مبغضی وهو مولی
من انا مولاه وانا مولی کل مسلم و
مسلمة وانا وهو ابوا هذه
الامة.

موفق خوارزمی نے تین طرق سے جابر بن عبداللہ و عمار بن
یاسر و ابو ایوب الانصاری سے روایت نقل کی ہے کہتے
ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی کا حق مسلمانوں پر
مثل باپ کے حق کے اپنی اولاد پر ہے۔ وہی روایت حموینی
نے عمار و ابو ایوب و انس سے مع اسناد کے نقل کی ہے
ابن المغازلی نے حضرت علی سے روایت کی ہے وہ
کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علی مسلمانوں پر
تمہارا حق ایسا ہی ہے جیسا اولاد پر اسکے باپ کا۔ مناقب میں
علی ابن الحسین کے سلسلہ سے حضرت علی سے مروی
ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ تحقیق خدا نے
تمہارے اوپر میری اطاعت فرض کی ہے اور میری
نافرمانی سے تمکو منع کیا ہے اور اسی طرح اس نے میرے بعد
علی کی اطاعت تم پر فرض کی ہے اور اسکی نافرمانی سے تمکو
منع کیا ہے اور وہ میرا وصی و وارث ہے اور وہ مجھ سے ہے
اور میں اس سے ہوں۔ علی کی محبت ایمان ہے اور علی
سے بغض رکھنا کفر ہے اسکا دوست میرا دوست
ہے اس سے بغض و عناد رکھنے والا میرا دشمن ہے وہ
اُن سب کا آقا و حاکم ہے جنکا میں آقا و حاکم ہوں۔
اور میں ہر مرد و مسلمہ کا حاکم و آقا ہوں۔ میں اور علی
اس امت کے دو باپ ہیں۔

شیخ سلیمان بلخی القندوزی: ینابیع المودۃ۔ الجزء الاول الباب الحادی والاربعون ص ۱۲۳ مطبوعہ اسلامبول

دیلمی: فردوس الاخبار۔ رمناوی کنوز الدقائق۔ ابن المغازلی

اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل

مولوی عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب۔ باب چوتھا ص ۵۹۵

ملائے روم: تاج الدرہ شرح قصیدہ بردہ در شرح شعر

احل امتہ فی حرز ملتہ کاللیث حل مع الاشبال

شیخ سلیمان قسطنطنیہ کے مفتی اعظم تھے۔ خدا انکا بھلا کرے۔ ان احادیث کو ایک جگہ جمع کرکے ان کی تصدیق و توثیق کردی۔ اس سے زیادہ اور کیا صاف و صریح الفاظ ہیں۔ حضرت علی کی اطاعت مطلق خداوند تعالیٰ نے امت محمدیہ پر واجب کردی۔ بعدی کا لفظ ملاحظہ ہو۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ علی کی اطاعت میرے بعد تمہارے اوپر واجب ہو سقیفہ والوں کے لئے کب جائز تھا کہ علی کی حکومت سے اعراض کرکے اوروں کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتے۔ وہ فرزند ناخلف بلکہ عاق کرنے کے قابل ہوگا جو اپنے باپ پر حکومت کرنا چاہے۔ واقعی جناب رسول خدا اور علی مرتضیٰ نے امت کی تربیت و پرورش باپ کی طرح کی تھی اور اس ہی اطاعت کے وہ مستحق تھے۔

(۸) جناب رسول خدا اور علی مرتضیٰ کا ایک ہونا۔ ایک جان دو قالب

اپنی اور علی کی ذات و نفس کو ایک ہی بیان کرنے میں آنحضرت نے خاص تکرار و تاکید سے کام لیا ہے تاکہ لوگوں کے اوپر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ محمد علی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر ان میں سے ایک رحلت کر جائے تو دوسرا اس کی جگہ (لے سکتا ہو) اور اسکا قائمقام ہو سکتا ہے۔ بہت سی احادیث اور کئی آیات قرآنی اسپر دلالت کرتی ہیں۔ آیۂ مباہلہ حدیث نور، حدیث شجرہ وغیرہ چند مثالیں ہیں۔ کچھ احادیث ہم یہاں تحریر کرتے ہیں:۔

(۱) علی منی و انا منہ ولا یودی عنی الا انا و علی۔

ثنا یحیی بن آدم و ابن ابی بکیر قال اسمار رواۃ عربی عبارت میں دیکھو۔

ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن

۹۔ قال یحیی بن آدم قد شہد ۔۔۔ داع قال قال ۔۔۔ صلے اللہ علیہ ۔۔۔ منی وانا منہ ولا ۔۔۔ ی الا انا وعلی	حبشی بن جنادہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میری اس امانت (رسالت) کو سوائے میرے یا علی کے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ راوی اول حجۃ الوداع کے دن موجود تھا جب آپ نے یہ فرمایا۔

احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص۴۳ والجزء الرابع ص۱۶۴ و ۱۶۵۔ الجزء الخامس ص۲۰۴

سنن ابن ماجہ: الجزء الاول ص۵۶ شبلنجی: نور الابصار ص۷۱

علی المتقی: کنز العمال: الجزء السادس ص۱۵۳ حدیث ۲۵۳۱

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی حدیث السادس ص۷۳، وحدیث الثامن والثلاثون ص۷۵۔ حاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۰

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۶۲-۱۷۰۔

ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ۲۲۴ و ۳۴۴ و ۳۵۶۔

شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب السابع ص۵۲ تا ۵۶ مطبوعہ اسلامبول۔

حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۱۹ و ۳۴۹۔

مسند زید ابن علی حدیث ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴۔

شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی رضی اللہ عنہ ص۵۶۴

عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۶۹ مطبوعہ بمبئی۔

سنن ترمذی: ک۴۹ ب ۱۹ و ۲۰ میرزا محمد ابن معتمد خان بدخشانی: نزل الابرار ص۹

صحیح بخاری: الجزء الثانی۔ باب مناقب علی۔ بغوی: مصابیح السنۃ۔ الجزء الثانی ص۲۷۵

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ ص۱۳۰

محمد صبان مصری: اسعاف الراغبین ص۱۴۱ جلال الدین سیوطی: جامع الصغیر۔

ابن الاثیر: جامع الاصول ابراہیم وصابی: کتاب الاکتفاء

عبدالرؤف مناوی: کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق مولوی ولی اللہ لکھنوی: مرآۃ ۱۰۱

عجیلی: ذخیرۃ المآل۔ محمد بن یوسف الکنجی: کفایت الطالب

احمد بن الشعیب النسائی: کتاب الخصائص سخاوی: مقاصد حسنہ

: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص۶۷ شیخ بن عبداللہ العیدروس: عقد

محمد مبین: وسیلۃ النجاۃ۔

(ب) من فارق علیاً فارقنی ومن فارقنی فارقہ اللہ عزوجل

عن ابن عمر رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق علیاً فارقنی ومن فارقنی فارقہ اللہ عزوجل

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھکو چھوڑا اور جس نے مجھے چھوڑا اس کو خدا نے چھوڑا

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۴ و ۱۴۶

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثالث۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۶۷

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب العشرون ص۹۱

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۶ حدیث ۲۵۹۲ تا ۲۵۹۴۔

میرزا محمد ابن معتمد خان بدخشانی۔ نزل الابرار ص۲۲ دیلمی: فردوس الاخبار

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۹۳

ج۔ من حسد علیاً فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر

عن انس رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حسد علیاً فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر

انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جس نے علی سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۹ حدیث ۲۶۶۹۔

(د) من ینقص علیاً فقد ینقصنی۔

عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

بریدۃ الاسلمی سے مروی ہے فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جس نے علی کی تنقیص شان کی اس نے گویا مجھے درجہ سے گرایا

ں علیا ینقصنی۔ اس نے میری تنقیص شان کی اور میرے درجے کو گرایا

ُسند الجزء الخامس ص۳۴۷

ت ماعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصا اللہ ومن اطاعک

ی ومن عصاک فقد عصانی۔

العباس محمد یعقوب ثنا (اسماء رواۃ عربی ہیں)

بو بن سلیمان البرسی ثنا

مد بن اسمٰعیل ثنا یحیی بن

یعلی ثنا بسام الصیرفی عن الحسن

بن عمرو الفقیمی عن معاویہ بن ثعلبہ

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

لعلی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ من اطاعنی فقد

اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصا اللہ ومن

اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد

عصانی۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد لم یخرجاہ

حضرت ابوذر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے علی سے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اُسنے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جس نے اے علی تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے تیری نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب معرفۃ الصحابہ ص۱۲۱۔ ۱۲۹۰۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ فصل السادس ص۱۶۷۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثالث الاربعون ص۱۳۹

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۶ حدیث ۲۵۹۱۔

میرزا محمد ابن معتمد خان بدخشانی: نزل الابرار ص۲۳۔

(و) من اذی علیاً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ

عن عمرو بن شاس الاسلمی کان من

اصحاب الحدیبیہ قال خرجت مع علی

عمرو بن شاس الاسلمی جو اصحاب حدیبیہ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں علی کے ساتھ یمن گیا تھا مجھکو سفر

الی الیمن فجفانی فی سفری حتی وجدت	میں اُن سے کچھ رنج پہنچا جب
فی نفسی علیه فلما قدمت اظهرت	مسجد میں آنکی شکایت کی جو
شکایته فی المسجد حتی بلغ ذلك	دوسرے دن میں مسجد میں داخل
رسول الله صلی الله علیه وسلم دخلت	اصحاب کے ہمراہ لوگوں میں تھے آنحضرت
المسجد ذات غداوة ورسول الله	دیکھا جب میں بیٹھ گیا تو جناب رسولخدا نے
صلی الله علیه وسلم فی ناس من اصحابه	فرمایا کہ اے عمرو قسم بخدا تو نے مجھکو تکلیف دی ایذا
فلما رآنی ابد لی عینیه یقول حد الی النظر	میں نے جواب دیا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپکو
حتی اذا جلست قال یا عمرو والله لقد	ایذا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو نے مجھکو ایذا دی
اذیتنی قلت اعوذ بالله ان اوذیك یا رسول	کیونکہ جس نے علی کو ایذا دی اُس نے
الله قال بلی من اذی علیا فقد اذانی	مجھکو ایذا دی۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص۴۸۳

علی متقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۲ حدیث ۲۵۱۹ و ص۳۹۹ حدیث ۶۰۸۲۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقه باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث السادس عشر ص۷۳

محب الدین طبری: ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۶۵ و ۴۶۶۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۲۔ شبلنجی: نور الابصار ص۷۲

ابن کثیر دمشقی: البدایة والنهایة فی التاریخ الجزء السابع ص۳۴۶

ابن عبد البر: الاستیعاب۔ الجزء الثانی ص۴۷۴ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۱۳ و ۳۲۱

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمۃ۔ الباب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام ص۲۶

ابو یعلی: مسند ابن صبان مالکی: اسعاف الراغبین ص۱۴۵

عن مصعب بن ابی وقاص قال	مصعب بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ایکدن میں
کنت انا ورجلان فی المسجد	اور دو اور شخص مسجد میں تھے۔ وہ دونوں علی سے
فتناول علیا فاقبل رسول الله	جھگڑ پڑے۔ اتنے میں جناب رسول خدا غصہ کی
غضبان اعرف فی وجهه الغضب	حالت میں تشریف لائے اور خفگی کے آثار چہرۂ اقدس

من غضب رسول ... پشیماں تھے۔ ہم نے کہا کہ خداوند تعالی اپنے رسول
... وسلم فقال لی ... کے غضب سے ہمیں پناہ میں رکھے۔ آپ نے فرمایا مجھے اور
... علیاً فقد اذانی۔ ... نمیں مجھی جس نے علی کو ایذا دی اُسنے مجھے ایذا دی
... تذکرہ خواص الامہ صہ ...

(ب) من سب علیاً فقد سبنی۔

... ام المومنین ام سلمہ قالت ... ام المومنین ام سلمہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و ... کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے سنا کہ جس نے
سلم من سب علیا فقد سبنی۔ ... علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث صہ ۱۲۱

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس صہ ۱۱۶

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الثامن عشر صہ ۷۴۔

شبلنجی: نور الابصار صہ ۷۲ ... امام احمد حنبل: مسند الجزء السادس صہ ۳۲۳۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ باب السادس صہ ۵۴

ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ۔ فی التاریخ۔ الجزء السابع صہ ۳۵۴۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صہ ۱۵۲ حدیث ۲۵۲۱ و صہ ۴۰۱ حدیث ۶۰۹۷۔

حسن علی محدث: تفریح الاحباب صہ ۳۵۲ ... امام نسائی: خصائص علویہ صہ ۲۵

یہ حدیث علاوہ ام سلمہ کے کئی اور صحابیوں سے مروی ہے مثلاً ابن عباس۔
ابو ہریرہ۔ زید ابن خالد وغیرہم۔

(ج) من احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن
اغضب علیاً فقد اغضبنی ومن اغضبنی فقد اغضب اللہ عزوجل۔

عن ام سلمہ قالت اشھد انی سمعت ... حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ یقول من ... جناب رسول خدا سے کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے
احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی ... مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے خدا سے

فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی — محبت کی جس نے علی کو غضب
ومن ابغضنی فقد اغضب اللہ عزوجل۔ — کیا اور جس نے مجھے غضب

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۳۰ و ۱۴۲۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ فصل السادس

ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزء الثانی ص ۴۷۴

شبلنجی: نور الابصار ص ۷۲ و ۷۳۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث السابع عشر ص ۷۴

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۲۰ ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۴۳۔ ص

حدیث ۵۹۹۵ و ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۴۲۔

شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب السادس

ص ۴۷ والباب العشرون ص ۹۰ و ۹۱۔ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمۃ الباب الثانی ص ۱۷

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — جناب رسولخدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ تمہارا دوست
لعلی ابن ابی طالب حبیبک حبیبی — میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست ہے
وحبیبی حبیب اللہ وعدوک — تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا
عدوی وعدوی عدو اللہ — دشمن ہے۔ ہزار خرابی ہے اس کے لئے جو میرے
والویل لمن ابغضک بعدی۔ — بعد تم سے بغض وعداوت کریگا۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۶۷

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۸

شیخ سلیمان مفتی اعظم ترکی: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب السادس ص ۴۷ والباب

العشرون ص ۹۱ — مرزا محمد ابن معتمد خان۔ نزل الابرار ص ۳۲ و ۳۳۔

سید علی الہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ۔

عن زید ابن ارقم قال رسول اللہ — زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان یحیی — کہ جو شخص چاہتا ہے کہ میری زندگی کیطرح اسکی زندگی ہو

...موتی ویسکن الجنة	اور میری موت کیطرح اُس کی موت ہو اور اُس جنت
...وعدنی ربی فان	الخلد میں اُسکو رہائش ملے جس کا وعدہ میرے خدا نے
...جل غرس قصبانها	مجھ سے کیا ہے اور جسکو خود اُسنے اپنے ید قدرت سے
...فلیتول علی بن ابی	آراستہ کیا ہے تو اسکو چاہیئے کہ علی ابن ابیطالب سے
...ان لن یخرجکم من هدی	محبت کرے کیونکہ وہ تمکو کبھی ہدایت سے باہر نہ نکالیگا
...ید خلکم فی ضلالة.	اور نہ ضلالت میں داخل کریگا۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۷۷ و حدیث ۲۵۷۸۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث والاربعون ص۱۲۸ و ۱۲۰ ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص۱۲۶ و ۱۲۷

ینابیع المودۃ میں الباب السابع اس عنوان سے قائم کیا ہے ان علیا کرم اللہ وجھہ کنفس رسول اللہ صلعم

میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار ص۳۳ حافظ ابونعیم: حلیۃ الاولیاء

یہ احادیث نہایت غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ ہر ایک امر میں خلیفہ کا متخلف جیسا ہونا انسے بہتر الفاظ میں نہیں بیان ہو سکتا تھا۔ اور یہی بات جانشینی اور خلافت کے لئے شرط اولین ہے۔ آپنے نہایت صریح الفاظ میں فرما دیا کہ میرے کام کو علی اسی طرح کر سکتا ہے کہ جس طرح تمیں کر رہا ہوں۔ اور علی کے علاوہ کوئی اور اس کام کو کر ہی نہیں سکتا۔ علی منی وانا منہ ولا یودی عنی الا انا او علی۔ یہ امانت جو خدا کی طرف سے مجھے ملی ہوئی ہے میرے اور علی کے علاوہ کوئی پوری ہی نہیں کر سکتا۔ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ علی کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور علی کی نافرمانی میری نافرمانی کرنے کے برابر ہے۔ اور چونکہ آپ یہ بات بحوالہ امر رسالت فرما رہے تھے۔ لہذا آپ نے فرمایا کہ علی کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ اور علی کی نافرمانی کرنا خدا کی نافرمانی کرنے کے برابر ہے۔ ہم حیران ہیں کہ انسے زیادہ مشرح و مفصل اور کونسے الفاظ ہو سکتے تھے۔ یہ بات امت کے ذہن نشین کرانے کے لئے کہ علی اس امت میں میرا جانشین ہے اگر تم اس بات پر علی سے حسد کرو گے تو وہ مجھ سے حسد کرنے کے مترادف ہوگا۔ اور تم علی کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف جاؤ گے تو وہ گویا میرا چھوڑنا ہوگا یعنی تم جادۂ مستقیم

سے ہٹ جائیگے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ آنحضرت کی پیشین گوئی جو تھی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی۔ علی کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ علی کو تو چھوڑا ہی تھا جسدِ اطہر رسول کو بھی بے غسل و کفن ساتھ کارکنان قضا و قدر نے جتا دیا کہ دیکھو جو علی کو چھوڑیگا اس کے لئے ضروری ہو جائیگا۔ اور جادہ مستقیم تو ایسا چھٹا کہ تیرہ سو برس سے بھٹکتے ہیں صراطِ مستقیم نظر نہیں آتی۔ ع یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد۔

(۹) محبوبِ محبوبِ خدا کا درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں۔

محبوبیت و قربِ خداوندی بھی نبوت کا مابہ الامتیاز ہے۔ لہذا نبی کے جانشین و نائب کے لئے ضروری ہے کہ اسے اس نعمت میں سے بھی حصہ وافر ملا ہو۔ ظاہر ہے کہ وجہ محبوبیت زہد و اتقاء و عبادت و طہارت ہوگی۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ بیشمار احادیث ہیں جن سے ثابت ہے کہ خدا و رسول کے نزدیک محبوب ترین خلق جناب علی مرتضیٰ تھے۔ بہت سی احادیث ہم پہلے نقل کر چکے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ علی سے محبت کرنا خود جناب رسول خدا سے محبت کرنا ہے۔ خود جناب عائشہ حضرت علی کی نسبت فرماتی ہیں کہ کان احب الناس الی رسول اللہ یعنی حضرت علی کو جناب رسول خدا تمام دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور وہ آنحضرت کے محبوب ترین خلق تھے۔ ملاحظہ ہو:۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۰ حدیث ۶۰۹۴ و ص۴۰۲ حدیث ۶۱۳۰۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث ۵ و ص۷۲۔

حسن علی محدث: تفریح الاحباب۔ مع ترجمہ ص۳۲۵

ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص۳۵۴

خصائص نسائی۔ عن نعمان بن بشیر۔ سنن ترمذی:

شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول: اسعاف الراغبین ص۱۴۱

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص۱۶۱

حبِ علی۔ حبِ علی کا جو فریضہ مسلمانوں کے اوپر اسلام میں قائم کیا گیا ہے اس سے

منزلت بارگاہ ایزدی میں اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ یہانتک کہ اس کو لیا ہے۔ اور فیصلہ کردیا گیا ہے کہ جس شخص میں حب علی نہیں ہے

...ہ صلی اللہ علیہ و ... بن ابی طالب لا یحبک الا ... یبغضک الا منافق۔

جناب رسولخدا نے علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ نہیں دوست رکھیگا تجھکو لیکن مومن اور نہیں تجھ سے بغض رکھیگا لیکن منافق۔

...حنبل: مسند الجزء الخامس صفحہ ۳۵۷ و ۳۵۹۔

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۶ و ۲۵۰۲ صفحہ ۳۹۴ حدیث ۶۰۲۲۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ الفصل التاسع صفحہ ۲۱۴

میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار صفحہ ۲۳

صحیح مسلم: کتاب الایمان۔ الجزء الاول صفحہ ۶۱ مطبوعہ مصر معرب الباب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی من الایمان۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری۔ الجزء السابع صفحہ ۵۸

حسن علی محدث: تفریح الاحباب شرح صفحہ ۳۰۶ و ۳۱۱۔ محمد بن احمد الذہبی: تذکرۃ الحفاظ المجلد الاول صفحہ ۸

شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب الرابع والاربعون صفحہ ۱۳۳۔

شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رئیس محکمۃ الحقوق فی بیروت: الشرف المؤبد لآل محمد صفحہ ۱۱۳ سنن ابن ماجہ الجزء الاول صفحہ ۵۵

شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۶۹ جلد چہارم

شبلنجی: نور الابصار صفحہ ۷۲ شمس الدین الجزری: اسنی المطالب۔ صفحہ ۸

شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی ع صفحہ ۵۶۳

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبغض علیاً مومن ولا یحبہ منافق۔

جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو مومن ہوگا وہ علی سے بغض نہیں رکھیگا اور جو منافق ہوگا وہ علی سے محبت نہیں کریگا۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ الجزء السابع صفحہ ۵۸

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صفحہ ۱۵۹ حدیث ۲۶۲۶ و ۲۶۴۵ و ۲۶۴۷ و ۲۶۴۹ و ۲۶۶۴۔

شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص۷ — سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص ا

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۵

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ الباب السادس ص۴۷ و۴۸

شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی۔ الفصل الثالث

امام بغوی: مصابیح السنۃ۔ الجزء الثانی ص۲۷۵۔

عن جابر ابن عبد اللہ و ابی ذر ما کنا نعرف المنافقین علی عہد رسول اللہ الا ببغضہم علیا۔	جابر بن عبداللہ اور ابوذر سے مروی ہے کہ ہم منافقین کو صرف بغض علی ابن ابیطالب سے شناخت کرتے تھے۔

ابن عبدالبر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزء الثانی ترجمہ علی بن ابیطالب ۲۱۵ ص۴۶ و۴۷۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص۱۷ عن ابی الدرداء۔

احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص۸۴ و۹۵ و۱۲۸۔ الجزء الخامس ص۳۵۱ و۳۵۹ و۳۶۹ والجزء السادس ص۲۹۲

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع ص۲۱۴ و۲۱۵۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۶۵ و۱۶۶۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الثامن ص۷۳ وحدیث الثانی والثلاثون ص۷۵ حدیث السابع عشر ص۷۴۔

شبلنجی: نور الابصار ص۷۲ و۷۳۔ — الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۹ و۱۳۰ و۱۲۸

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۳۹۰ حدیث ۵۹۰۳

محمد ابن حبان مالکی: اسعاف الراغبین ص۱۴۳۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ الباب السادس ص۴۷۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لو اجتمع الناس علی حب علی ابن ابیطالب لما خلق اللہ النار	ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اگر لوگ حب علی ابن ابی طالب پر جمع ہو جاتے تو خداوند تعالیٰ دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

قسطنطنیہ۔ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون صفحہ ۱۲۵

انس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم حب علی حسنة لا تضر معها سیئة وبغضه سیئة لا تنفع معها حسنة۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ حب علی ایک ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی برائی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور بغض علی ایسا گناہ ہے کہ اسکی موجودگی میں کوئی نیکی فائدہ نہیں کر سکتی۔

مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب العشرون صفحہ ۹۱ والباب الاربعون صفحہ ۱۲۵۔ اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

جابر بن عبد الله الانصاری قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب یا علی لو ان امتی صاموا حتی یکونوا کالحنایا وصلوا حتی کانوا کالاوتاد ثم ابغضوک لاکبھم الله علی وجوھھم فی النار۔

جابر ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ اے علی اگر میری امت روزہ متواتر رکھتے رکھتے سوکھی ہوئی ٹہنیوں کی طرح منحنی ہو جائے اور نماز پڑھتے پڑھتے سوکھی لکڑی کی طرح بنجائے لیکن اسکے دلمیں تیری طرف سے بغض ہو تو خداوند تعالیٰ اُن لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالیگا۔

حموینی: فرائد السمطین۔ شیخ سلیمان البلخی ۔ النقشبندی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب العشرون صفحہ ۹۱ و باب الرابع والاربعون صفحہ ۱۳۰۔

قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من مات علی حب آل محمد مات شھیدا الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا له الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان الا ومن مات علی حب آل محمد بشره ملک الموت بالجنة ثم منکر ونکیر

فرمایا جناب رسول خدا نے کہ خبردار ہو جاؤ۔ جو شخص حب آل محمد پر مریگا وہ شہید مریگا۔ خبردار جو حب آل محمد پر مریگا اُس کے گناہ بخشدئے جائینگے خبردار جو شخص حب آل محمد پر مریگا اسکی توبہ قبول ہو گی۔ خبردار جو حب آل محمد پر مریگا وہ مومن کامل الایمان سمجھا جائیگا۔ خبردار جو شخص آل محمد کی محبت پر مریگا تو اسکو ملک الموت اور پھر منکر نکیر جنت

الا ومن مات علی حب آل محمد یزف	کی خوشخبری دیں گے۔ خبردا
الی الجنۃ کما تزف العروس الے	آل محمد پر مریگا وہ جنت کی
بیت زوجھا الا ومن مات علی حب	جائیگا جس طرح دلہن اپنے
آل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان	جاتی ہے۔ خبردار ہو جاؤ جو شخص
الی الجنۃ الا ومن مات علی حب	مریگا تو خداوند تعالی اُس کی قبر میں دو
آل محمد جعل اللہ قبرہ مزار	جنت کی طرف کھولیگا۔ خبردار ہو جاؤ۔
ملائکۃ الرحمۃ الا ومن مات علی	آل محمد پر مریگا اُس کی قبر کو خداوند تعالی ملائکہ
حب آل محمد مات علی السنۃ	کی زیارتگاہ بنائیگا۔ وہ سنت رسول وجماعت
والجماعۃ الا ومن مات علی بغض آل	مومنین پر مریگا۔ خبردار ہو جاؤ۔ جو بغض آل محمد
محمد جاء یوم القیامۃ مکتوب	رکھتا ہوا مریگا تو روز قیامت اُس کی پیشانی پر
بین عینیہ آیس من رحمۃ اللہ	لکھا ہو گا کہ یہ رحمت خداوندی سے دور ہے۔
الا ومن مات علی بغض آل محمد	خبردار جو بغض آل محمد پر مریگا وہ کافر مریگا۔ خبردار
مات کافرا الا ومن مات علی	جو بغض آل محمد پر مریگا تو وہ جنت کی خوشبو
بغض آل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ۔	تک نہیں سونگھیگا۔

امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری۔ تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۳۳۹ تفسیر آیہ مودۃ القربی پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب لث ص۲۵

شیخ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی رئیس محکمۃ الحقوق فی البیروت: الشرف المؤبد لآل محمد ص۔ وھ۔

شبلنجی: نور الابصار ص۱۰۳

اس امر واقعہ سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت علی آل محمد و اہلبیت رسول میں شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۷۔ علامہ شبلنجی: نور الابصار ص۱

محمود بن عمر الزمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۳۳۹۔

شیخ یوسف بن اسمٰعیل: الشرف المؤبد لآل محمد ص۱ لغایت ۸

امام الشیرازی: کتاب الاتحاف مطبوعہ مصر ص۵۔

لمی: احیاء المیت بر حاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۰ و ۱۱۱۔

فتح الباری، الجزء السابع ص۶۔

سی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ، الباب الثانی والثلاثون ص۱۲۶ والباب الثالث

ن ص۱۲۳ تا ۱۰۹۔

اس مضمون کو زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نے اس کتاب کے باب ہشتم میں بیان کیا ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب لولاک یا علی ما عرفت المومنون من بعدی۔

فرمایا جناب رسول خدا نے علی سے کہ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومن نہ پہچانے جا سکتے یعنی تمہاری محبت سے مومن کی شناخت ہو گی۔

علی المتقی: کنز العمال، الجزء السادس ص۱۰۲ حدیث ۶۱۱۴۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی، باب الرابع فصل السادس ص۲۰۰۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب حبک ایمان وبغضک نفاق واول من یدخل الجنۃ محبک واول من یدخل النار مبغضک۔ طوبیٰ لمن احبک وصدق فیک وویل لمن ابغضک وکذب فیک۔

فرمایا جناب رسول خدا نے علی ابن ابیطالب سے کہ اے علی تیری محبت ہی کا نام ایمان ہے اور تیرا بغض نفاق ہے۔ جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا وہ تیرا محب ہے جو سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوگا وہ تیرا دشمن ہوا اور تجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔ خوشی ہو اسکے لئے جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور تیری تصدیق کرتا ہے۔ افسوس ہے اس کیلئے جو تجھ سے دشمنی رکھتا ہے اور تجھے جھٹلاتا ہے۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۲۴

و ۱۲۹ و ۱۳۵ و ۱۳۸۔

شبلنجی: نور الابصار ص۷۳

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل سادس ص۱۶۵

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۶ حدیث ۲۶۴۹۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ لعلی بن ابی طالب من ابغضک اماتہ اللہ میتۃ الجاہلیۃ وحوسب بعملہ فی الاسلام۔

فرمایا رسول خدا نے علیؑ جس نے تجھ سے بغض رکھا کی موت پر مارتا ہے۔ اور ا... رائگان جاتے ہیں۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۴ حدیث ۲۵۵۳ وص۱۵۵ حدیث ص۴۰۴ حدیث ۶۱۲۷۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۶۷

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنوان صحیفۃ المومن حب علی ابن ابیطالب

فرمایا جناب رسول خدا نے کہ صحیفہ مومن کا عنوان حب علی ابن ابی طالب ہے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۲ حدیث ۲۵۱۸۔

محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۵۴

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون ص۱۲۵

فی الاصابہ یحیی بن عبد الرحمٰن الانصاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من احب علیا فی حیاتہ وبعد موتہ کتب اللہ لہ الامن والامان۔

اصابہ میں یحیی بن عبدالرحمن انصاری سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ جو علی سے اسکی زندگی میں اور اسکے مرنے کے بعد محبت رکھیگا اسکے لئے خدا امن وامان لکھ دے گا۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودہ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون ص۱۲۴

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۰ حدیث ۶۰۹۵۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا جبرئیل یخبرنی ان السعید حق السعید من احب علیا فی حیاتہ وبعد موتہ

فرمایا جناب رسول خدا نے کہ یہ جبرئیل ابھی ابھی مجھے خبر دے رہے ہیں کہ سعید ترین شخص وہ ہے کہ جو علی سے انکی زندگی میں اور بعد انکی موت کے محبت کرتا ہے اور شقی ترین وہ شخص ہے کہ جو انکی

کل الشقی من ابغض | زندگی میں اور اُن کی موت کے بعد اُنسے
له وبعد موته۔ | بغض رکھتا ہے۔

ل ۱۰ الجزء السادس ص۲۰۳ حدیث ۶۰۹۵

بن ابراہیم البلخی: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثالث والاربعون ص۱۲۷

سول اللہ صلی اللہ علیہ | مایا جناب رسولخدا نے کہ جب قیامت کے دن
حر اذا جمع اللہ الاولین و | خداوند تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع کریگا اور جہنم
الاخرین یوم القیامۃ ونصب | کے اوپر پل صراط قائم کیا جائیگا تو کوئی شخص
الصراط علی جسر جہنم ما جازها احد حتی کانت | اُس پُل کو عبور نہیں کرسکیگا جب تک اُس کے
معه براءة بولایت علی بن ابیطالب | پاس حُب علی کا پروانہ راہداری نہ ہوگا۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۵۲۔
شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السابع والثلاثون ص۱۱۳ و ۱۴۰۔

عن مجاهد عن ابن عباس قال قال | ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول
النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بن | خدا نے کہ روز قیامت علی ابن ابی طالب
ابی طالب علی الحوض لا یدخل الجنة | حوض کوثر پر ہونگے۔ کوئی شخص جنت میں داخل
یوم القیامة الا من جاء بجواز | نہ ہوسکے گا جب تک کہ اس کے پاس علی
من علی بن ابی طالب۔ | کی طرف سے اجازت نامہ نہ ہوگا

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۷۳
ابن المغازلی: کتاب المناقب۔ ابن السمان: الموافقت۔

عن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنه | عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ ہم اپنی اولاد
قال کنا نبلوا اولادنا بحب علی ابن | کی جانچ حب علی سے کرتے تھے جس میں
ابیطالب رضی اللہ عنه فاذا راینا احدهم لا | ہم بغض علی پاتے تھے تو ہم کو یقین ہوجاتا
یحب علی بن ابیطالب علمنا انه لیس من لوانه بغیر | تھا کہ وہ حلال زادہ نہیں ہے۔
رشدة۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس
شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص۹۰۔

اخبرنی شھردار اخبرنی ابوالفتح عبدوس بن عبد اللہ بن عبدوس الھمدانی حدثنی الشیخ ابوطاھر حسین بن علی بن سلمہ حدثنی الفضل بن عباس حدثنی ابو عبد اللہ محمد بن سھیل حدثنی عبد اللہ بن محمد البلوی حدثنی ابی عن زید بن علی ابن الحسین بن علی بن ابیطالب عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابیطالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعلی یا علی لو ان عبدا عبد اللہ عزوجل مثل ما قام نوح فی قومہ وکان لہ مثل احد ذھبا فانفقہ فی سبیل اللہ ومد فی عمرہ حتی حج الف عام علی قدمیہ ثم قتل بین الصفا والمروۃ مظلوما ثم لم یوالک یا علی لم یشم رائحۃ الجنۃ ولم یدخلھا۔

(اسمائی راویان عربی)

حضرت علی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ اے علی اگر کسی شخص نے خداوند تعالی کی عبادت اتنے عرصہ تک کی کہ جتنی مدت حضرت نوح اپنی قوم میں رہے اور اس کے پاس سونا کوہ احد کے وزن کے برابر تھا جو اس نے سارا راہ خدا میں خرچ کر دیا۔ اور اس کی عمر اتنی بڑی ہوئی کہ اس نے پاپیادہ ایک ہزار حج کئے اور صفا مروہ کے درمیان مظلوم قتل کر دیا گیا، لیکن اگر اس کے دل میں تیری محبت نہیں ہے تو وہ کبھی جنت کی خوشبو نہ سونگھیگا اور نہ جنت میں داخل ہوگا۔

ابوالموید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔
جلال الدین سیوطی: احیاء المیت بر حاشیہ کتاب الاتحاف ص۱۱۱ الحدیث الحادی عشر۔
سید علی ہمدانی: مودۃ القربی۔ مودۃ السادسہ۔

م المبلمی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب السادس والخمسون ص۲۵۲
۱۳۱۲ھ ہجری۔

ے حب علی کی برکتیں اور اُس کے فضائل معلوم کرلئے۔ ایک انسان
ے کا دعوے کرتا ہے۔ عمر بھر عبادت خدا کیا کرے۔ ہر سال پا پیادہ حج
ہر شعائر اللہ کے سامنے مظلوم قتل کر دیا جائے لیکن اگر علی سے بغض رکھتا
بنت کی خوشبو تک نہیں سونگھیگا۔ حب علی وہ کسوٹی ہے جس سے ایمان و
مر جانچے جاتے ہیں۔ انسان میں بہت سی برائیاں ہوں صرف حب علی کے ہونیسے
سب دُھل جاتی ہیں۔ اور بہت سی اچھائیاں ہوں بغض اگر ہے تو سب اکارت جاتی
ہیں۔ اگر علی نہ ہوتے تو مومن و منافق کی تمیز ہی نہیں کیجا سکتی۔ وہ ولد الزنا ہے۔ جو
اپنے دل میں بغض علی رکھتا ہے۔ جنت میں صرف وہی شخص داخل ہوسکیگا جس کے پاس
جنت میں داخل ہونیکے لئے علی کی طرف سے اجازت نامہ ہوگا۔ غرضیکہ کلید درِ
جنت محض ایک ہی ہے اور وہ حب علی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند تعالٰی
کی بارگاہ میں علی کی کس قدر قدر و منزلت ہے۔ اب یہاں ہر ایک کے دل میں
یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ یہ ساری باتیں عقل سلیم کے معیار پر
بھی پوری اُترتی ہیں۔ یا فقط عقیدت کی ڈبیا ہی میں بند ہونے کے قابل ہیں۔ اسکا
جواب ہم دیتے ہیں۔

جنہوں نے عہد نبوت کے واقعات پر ٹھنڈے دل سے بغیر تعصب اور
ہٹ دھرمی کے غور کیا ہے انکو اچھی طرح سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اسلامی حکومت محض حضرت
علی کی تلوار نے قائم کی تھی۔ اور محض حضرت علی ہی اسلام کی قومی زندگی کے باعث تھے
اگر علی نہ ہوتے تو نہ اسلام شائع ہوتا اور نہ اسلامی حکومت قائم ہوتی۔ ہماری اس بحث
کا یہ جواب درست نہ ہوگا کہ خدا کی قدرت بڑی ہے علی نہ ہوتے تب بھی وہ اپنے اسلام
کو فروغ دیتا۔ اور اپنی حکومت کو دنیا میں قائم کرتا کیونکہ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ خدا کی
قدرت سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو پیغمبر بھی بھیجنے کی ضرورت نہ تھی کوئی

کا فرہی نہ ہوتا لیکن وہ تو مسبب الاسباب ہے۔ اپنی قدرت کا مظاہرہ
ہی کے ذریعے سے کرتا ہے۔ اگر علی نہ ہوتے تو خدا کوئی اور سبب پیدا کردیتا
وجہ سے اسلام اور اسلامی حکومت قائم ہو جاتے اور اُس وقت ہم یہ
شخص یا وہ سبب حکومت الٰہیہ اور اسلام کا باعث ہوا۔ چونکہ اب خدا
کو وہ سبب بنایا لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی اُس کے باعث ہوئے۔ یہ عذر
بھی درست نہ ہو گا کہ اس طرح علی کی منزلت رسول سے بڑھ جاتی ہے۔ فرض کرو
کہ میں ایک ایسا گھوڑا ایجاد کرتا ہوں جو ہوا میں اُڑتا پھرتا ہے۔ جہاں اُسکا سوار
چاہتا ہے وہاں اُتر جاتا ہے۔ لیکن میرا دوست زید میرے اس گھوڑے کو دنیا کے
ممالک میں رواج دیتا ہے۔ اور اُس کی وجہ سے اس گھوڑے کا استعمال تمام
دنیا میں رائج ہو جاتا ہے۔ اب فرمایئے کہ اس ایجاد کی وجہ سے فضیلت و منزلت
میری زیادہ ہے یا زید کی۔ ظاہر ہے کہ جو فضیلت کا درجہ میرا ہے اس تک زید نہیں
نہیں پہنچ سکتا۔ غرضیکہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں کی ہستی اور حکومت اسلامیہ کے قیام کے
باعث حضرت علی ہوئے۔ انصافاً اور اخلاقاً ہر مسلمان کا فرض ہے کہ حضرت علی کو
اس نعمت کا باعث سمجھے اور اگر اجر دے سکتا ہے تو اسکی ساری عبادت اکارت جائیگی
اگر حضرت علی کو وہ اجر نہیں دیتا جس طرح اس عابد وزاہد کی نمازیں اور عبادت ضائع
ہونگی جس نے دوسرے کی جائداد ناجائز طریقہ سے بغیر اُس کی قیمت دئے ہوئے اپنا
بنا کر اُس میں وہ عبادت کی ہے۔ قرآن شریف ہمکو بتاتا ہے کہ جناب رسول خدا
کی رسالت کا اجر اُن کی آل کی محبت ہے۔ جس آل کے راس رئیس حضرت علی
ہیں۔ جو شخص یہ اجر ادا نہیں کرتا وہ آنحضرت کے اسلام کے منافع سے متمتع ہونیکا
مستحق نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص کے دل میں اپنے محسن یعنی علی کا بغض ہے تو
انصافاً عقلاً اور اخلاقاً اُس کی عبادت اُسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ جس نے
اُس کو عبادت کرنے کے قابل بنایا اور جس نے وہ حالات پیدا کر دئے جن میں یہ شخص
عبادت کر سکتا ہے اُس کے حق کو یہ نام کا عابد نہیں پہچانتا۔ والدین کے حقوق کو نہ ادا

...ق کتنی ہی عبادت کرے کتنا ہی روپیہ راہ الٰہی میں خرچ کرے کچھ اس
...اور اس کی ساری عبادت رائگان جائیگی۔ وجہ وہی ایک ہے۔
...کی عبادت وسخاوت کرنے کی طاقت اور استطاعت کے باعث
...لدین ہیں۔ وہ نہ ہوتے تو یہ بھی نہ ہوتا۔ جب ہی تو جناب رسول خدا نے
...ب اور علی اس امت کے دو باپ ہیں۔ جو والد کے حقوق اولاد پر ہوتے
...ہی علی کے حقوق اس امت پر ہیں۔ دیکھا کس طرح صحیح احادیث ایکدوسرے
...ی تائید اور توثیق کرتے ہیں +

حب علی علامت ایمان اور بغض علی علامت کفر ونفاق کیوں ہیں اسکی وجہ بھی ہم بتاتے ہیں۔ ان احادیث کے سمجھنے کیلئے اُس زمانہ کے حالات کی واقفیت ضروری ہے۔ جہانتک حضرت علی سے بغض رکھنے کا تعلق ہے اس زمانہ میں سات قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جن کے عزیزوں اور دوستوں کو حضرت علی نے جہادوں میں قتل کیا تھا۔ اور اُن کی تعداد کم نہ تھی۔ تمام اسلامی جہادوں کا بار حضرت علی ہی پر پڑتا تھا۔ اور وہ راہ خدا میں شمشیر بکف تھے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو اُن لوگوں کے زیر اثر اور اُنکے موالی تھے جن کے رشتہ داروں اور دوستوں کو علی نے قتل کیا تھا۔ عرب کا کینہ مشہور ہے۔ یہ لوگ سب کچھ بھول جائیں مگر قتل کو نہیں بھولتے تیسرے بنو امیہ تھے۔ یہ سارا قبیلہ حضرت علی سے منحرف تھا۔ تھر درویش بجان درویش جب کچھ چارہ نہ دیکھا تو جناب رسول خدا کی رسالت پر ظاہری طور سے ایمان لے آئے لیکن دل میں وہی کفر بھرا ہوا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ علی ہی کی تلوار تھی جس نے اُنکے سردار ابوسفیان کی ساری امیدیں خاک میں ملا دی تھیں اور اُنہیں مکہ کی سرداری سے محروم کر دیا تھا۔ بنو امیہ ایک لمحہ کیلئے یہ نہیں بھول سکتے تھے۔ اور نہ بھولے۔ چوتھی جماعت ان لوگوں کی تھی جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے لیکن بنو امیہ کے دوست اور انکے زیر اثر تھے۔ پانچویں قسم کے لوگ نہایت گہری چال والے تھے۔ اور انکا اثر علی کی مخالف ہر ایک جماعت پر تھا اور بڑھتا

جاتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنکی نظریں آنحضرت کی بڑھتی ہوئی حکومت و سلطنت کی
خلافت و جانشینی پر لگی ہوئی تھیں۔ یہ آنحضرت کی نبوت میں دنیاوی حکومت
بھی تو وہ جانتے تھے کہ امر رسالت کی شرکت و جانشینی کے تو وہ قابل نہ تھے اور
مل سکتی تھی۔ لیکن اس کو بھی وہ نظرانداز نہیں کر سکتے تھے کہ دنیا کی حکومت
ان کی کوششوں کی کامیابی کے امکان کے اندر ہے۔ لہذا انہوں نے حکومت
عہدہ نبوت سے ایک علیحدہ شے ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اور لوگوں میں اس خیال
اچھی طرح پھیلایا کہ حکومت دنیاوی کا تعلق آنحضرت کی رسالت سے نہیں ہے جناب رسول
خدا کے جو احکام روزہ نماز وغیرہ کے متعلق تھے۔ انکی ظاہر تعمیل کرنے سے نہ تو وہ انکار
کر سکتے تھے اور نہ انکار کیا۔ اپنے دل میں احکام کو غیر ضروری سمجھتے تھے لیکن یہ بھی جانتے
تھے کہ مسلمانوں میں بے انکو دھوکہ دینے اور انکی حکومت پر قبضہ کرنے کیلئے ان احکام
کی ظاہری تعمیل ضروری اور مفید ہے لیکن جب اپنی رحلت کے قریب جناب رسول خدا نے
اپنی جانشینی اور خلافت کیلئے ایسے الفاظ بہت کثرت سے کہنے شروع کئے جو انکی ساری
امیدوں پر پانی پھیرتے تھے اور انکی عمر بھر کی خواہش کی تکمیل کے منافی تھی تو پھر چپ
رہنا انکے لئے خودکشی کے [illegible] آنحضرت نے اس امر کے اظہار میں کسی شک و شبہ
کی گنجائش نہ چھوڑی تھی کہ آپ نے اپنا خلیفہ و جانشین حضرت علی کو نامزد کر دیا ہے
لہذا حضرت علی ان کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے تھے۔ خدا کے انکار کو دل میں چھپا سکتے تھے۔
رسول کے بغض کو اپنے سینوں میں پنہاں رکھ سکتے تھے لیکن علی کے بغض کو کیونکر چھپاتے
اں رسول خدا کے سامنے تو نہیں ظاہر کرتے تھے لیکن لوگوں میں تو نہیں چھپا سکتے تھے۔
اسکے چھپانے کا مطلب تو یہ تھا کہ خاموش ہو کر بیٹھ جاتے۔ اور علی کی طاقت اور انکے دائرہ
اثر و رسوخ کو وسیع و مستحکم ہونے دیتے لیکن ایسا کرنے سے انکی زندگی کا مقصد اولی فوت
ہوتا تھا۔ لہذا اس کو ظاہر کرنا پڑا لیکن بہت احتیاط کے ساتھ۔ یہ کہنا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا
اجتماع اور اس کی مسلسل کامیابی محض ایک فوری جذبہ پر منحصر تھی۔ تمام تاریخ کے تجربوں
اور سبقوں سے اعراض و اغماض کرنا ہوگا۔ اتنا بڑا انقلاب عظیم جو بانی اسلام و حکومت کے

ی اہستات کے خلاف تھا محض ایک وقتی جذبہ کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتا
ں کے لئے پہلے سے مصالح جمع شدہ موجود نہ ہوئے۔ وقتی جذبہ تو محض
ی لگاتا ہے۔ بارود ہوگا تو چلیگا۔ ورنہ نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جیسا حضرت
ہ میں فرمایا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت ایک ناگہانی آفت تھی۔ جہانتک خاص فعل
ـا اور حضرت ابوبکر کی شخصیت کا تعلق ہے وہ ایک فوری عمل تھا۔ حضرت عمر نے
ہدی سے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیعت کرلی۔ اور لوگوں نے بھی فوراً ادھر رخ کرلیا
وہ اگر ابوعبیدہ بن الجراح کا ہاتھ پکڑ کر اسی طرح کر لیتے تو خلیفہ اول ابوعبیدہ بن الجراح ہوتے
لیکن یہ کہنا کہ وہ اجتماع اور اسکی آئندہ کامیابی محض ایک فوری جذبہ کا نتیجہ تھے۔ خلاف
واقعات و خلاف تجربات تاریخیہ ماضی و حال ہوگا۔ اس جماعت نے جس کے دل میں جانشینی
رسول کے خیالات گزر رہے تھے شروع ہی سے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانا شروع کردیا
تھا۔ اور علی کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ اول تو تنقیص نبوت سطرح کی کہ حکومت اُس
سے علیحدہ ہے اور دوسری شے ہے۔ گویا نبوت کاملہ میں سے ایک ٹکڑا توڑ لیا۔ پھر لوگوں
میں یہ خیالات پھیلانے شروع کردئے۔ کہ ایک ہی خاندان میں نبوت و خلافت کا
اجتماع اُسکو دیگر قبائل سے بہت زیادہ بلند کردیگا اور سارا عرب اُسکی غلامی میں چلا جائیگا
یہ ایک ایسی بات تھی جو سب کے دلوں کو چبھتی تھی۔ خاندانی رشک و حسد عرب کا خاصہ
تھا۔ لہذا رفتہ رفتہ ایک گروہ کثیر علی کے خلاف ہوگیا۔ چھٹی قسم کے وہ لوگ تھے جو اُنکے
زیر اثر اور اُنکے دوست تھے۔ ساتویں جماعت اُن یہودیوں نصرانیوں اور منافقوں
کی تھی جو مسلمانوں کے ان خیالات سے فائدہ اُٹھاکر اس بات پر زور دیتے تھے کہ دیکھو
محمدؐ تو اپنے خاندان میں حکومت دائمی قرار دینا چاہتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس
جماعت میں بہت سے مسلمان بھی شامل تھے۔ اور امیدواران حکومت کو یہ بہت اچھا
آلہ کار ہاتھ لگا تھا۔ رفتہ رفتہ بہت سے مسلمان اُنکے ہمخیال ہوگئے۔ دراصل حضرت
علی کی ہر ایک مخالف جماعت یہی خیالات رکھتی تھی اور ان خیالاتکو شائع کرتی تھی۔
یہ ظاہر ہے کہ جو خیالات ان ساتوں قسم کے لوگوں میں رائج تھے وہ ایمان و اسلام

کے منافی و مخالف تھے۔ اور اسی وجہ سے حب علی کو جزو ایمان و نیز قرار دیا گیا۔ اس سے در اصل اُنکے اصلی ایمان کا امتحان ہوتا تھا کہ مصطفےٰ کو واقعی خدا کا رسول سمجھتا ہے اور لہذا ان کے ہر ایک حکم کو حکم خدا جانتا ہے اور کون ہے جو دولت و وجاہت دنیا کو اختیار کر کے چون و چرا کرتا ہے۔ اور اُنکی تعمیل سے سرتابی کرتا ہے۔ ابلیس کے معاملہ میں اسی کو محک امتحان قرار دیا تھا۔ خدا کی خدائی سے تو اُس نے بھی انکار نہیں۔

اس وجہ سے مومن کا ما بہ الامتیاز تھی کہ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ علی سے محبت کرنے والا رسول خدا کے ہر ایک حکم کی اطاعت کرنے کیلئے تیار ہے۔ آنحضرت کو واقعی رسول خدا سمجھتا ہے۔ اُنکے احکام کو خدا کی طرف سے جانتا ہے۔ نفسانیت اور حرص و آز کو درمیان میں نہیں لاتا۔ جو طرز حکومت اسلام میں جناب رسول خدا اسلام و مسلمانوں کے مفاد کے لئے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اُس میں اُنکا ممد و معاون ہے۔ اس طرز حکومت کے خلاف جن لوگوں میں جذبہ پیدا ہو رہا ہے اُنسے علیحدہ ہے۔ مقصد رسالت محمدی کی تکمیل میں کوشاں ہے۔ علی سے بغض رکھنا اس وجہ سے علامت نفاق تھی کہ اُس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ شخص جناب رسول خدا کے ملہم من اللہ ہونے میں شک رکھتا ہے۔ رسول خدا پر اعتراض کرتا ہے۔ اُنکے احکام کو قابل اطاعت نہیں سمجھتا۔ جانتا ہے کہ جناب رسول خدا نفسانیت و خود غرضی کی وجہ سے اپنے خاندان میں حکومت دائمی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ نبوت کے ایک جزو اعظم یعنی حکومت پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ دین اسلام کی تکمیل میں روکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ حب علی اسوجہ سے محک امتحان بنی کہ وہ ایک طرف اور دنیا کی زینت و آرائش و دولت دوسری طرف ایک دوسرے سے متضاد تھیں اس زمانہ میں بھی حب علی محک امتحان ہے۔ کیونکہ وہ پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ایمان کامل نہ ہو۔ وہ بزرگوار جو اپنے تئیں شیعان علی کہتے ہیں۔ اس خیال میں مست ہیں کہ بس ہم میں حُب علی ہے۔ لہذا ہم کو پروانہ راہداری جنت ملا ہوا ہے۔ غافل یہ نہیں جانتے کہ محض زبان سے خدا پر ایمان لانا تو کافی نہ ہوا۔ بلکہ اُن کے ایمان کی جانچ کے لئے امتحان

نے زبان سے حبِّ علی کہنا کیونکر کافی ہو گا۔ محبت کی پہلی منزل بیخودی
تک آتا ہے تو سوائے معشوق کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ یہ ہمہ
سری منزل ہے تیسری منزل فنا فی المحبوب کی ہوتی ہے۔ یہ آجکل
یان علی تو پہلی منزل سے کوسوں دور ہیں۔ نہ جانے کس بات کا دم بھرتے ہیں
ت طویل ہے۔ اگر فرصت ملی اور عمر نے یاری کی تو انشاء اللہ بتائینگے کہ
کس کو کہتے ہیں۔ ہاں اگر اس ہماری ناکمل محبت کو مولا قبول کرلیں تو یہ بھی
عالی دریا دلی سے بعید نہ ہو گا۔ زبانی دعوے ہی سہی۔ کم سے کم بغض علی تو دل میں ہمارے
نہیں رکھتے۔ انکے دشمنوں کو برا تو سمجھتے ہیں۔ محبت کا ایک درجہ تو یہ بھی ہے اگرچہ ادنیٰ ہے۔

یہاں ایک نہایت لطیف نکتہ ہے۔ حبِّ رسول تو محکِ امتحان نہ ہوا اور حبِّ
علی ہو۔ اس کی کیا وجہ۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ حالات و واقعات ایسے آپڑے تھے کہ
حبِّ علی و حبِّ دنیا دنی جس میں عصیان خداوندی مضمر تھا دو مخالف سمتوں میں
چلے گئے تھے۔ علی سے محبت کرنے سے حکومت سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ حبِّ رسول
میں یہ بات نہ تھی۔ آنحضرت کی زندگی میں حصول حکومت کا سوال ہی نہیں اٹھ سکتا تھا
لہذا منافقین بھی آنحضرت سے ظاہری اظہار محبت کر سکتے تھے لیکن علی سے منافقانہ
الفت بھی نہ کر سکتے تھے۔ فدک چھین لیا۔ خلافت پر بھی خود قبضہ کر لیا کس منہ سے
کہتے کہ باوجود ان تمام باتوں کے تم ہمارے محبوب ہو۔ اور ہمیں تم سے عشق ہے۔

حجۃ اللہ۔ جناب رسول خدا نے القابوں کے ذریعہ سے وہ کام لیا جو بڑے بڑے
تفصیلی جملوں سے نہ ادا ہو سکتا تھا۔ ان میں سے ایک لقب جو حضرت علی کو آپ نے
دیا وہ حجۃ اللہ تھا۔ اس لقب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بارگاہ ایزدی میں حضرت علی کی کیا
منزلت ہے۔

عن انس بن مالك قال رايت رسول الله جالساً مع علی فقال انا وهذا حجة الله على امتی يوم القيامة

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو علی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا اور آنحضرت نے فرمایا کہ میں اور یہ علی خدا کی حجت میری امت

عند اللہ۔ پر قیامت کے دن ہو۔

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابع۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ص۵۵۔ الباب السادس والخمسون ص۲۴۳ و ص۱۷۹ الباب الحادی والا

دیلمی: فردوس الاخبار۔ عبدالرؤف مناوی: کنوز الدقائق۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۷ حدیث ۲۶۳۲۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۹۳

قسیم النار والجنۃ۔ یہ بھی نہایت پُر معنی لقب ہے جو امر واقعہ کی بہت اچھی تشریح کرتا ہے۔

عن حذیفہ قال قال رسول اللہ یا علی انت قسیم النار والجنۃ۔

حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ اے علی تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنیوالے ہو

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۲ حدیث ۶۱۱۲۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی ص۷۵

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۶۷ و ۱۷۷ او ۲۰۳

علامہ شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی والقندوزی حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ہجری میں ایک مکمل باب یعنی الباب السادس عشر اس حدیث کی توثیق و تصدیق پر لکھا ہے اسکا عنوان یہ ہے فی بیان کون علی علیہ السلام قسیم النار والجنۃ یہ باب صفحہ ۸۳ سے شروع ہوتا ہے اور صفحہ ۸۶ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں فاضل مولف نے تمام صحیح احادیث کو توثیق کیساتھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس سے جناب علی مرتضیٰ کی منزلت و رفعت کا اندازہ ہوتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب کو ہم یہاں نقل کر دیں۔

اخرج موفق بن احمد الخوارزمی المکی بسندہ عن نافع عن ابن عمر قال

موفق بن احمد الخوارزمی المکی نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا

علیه وسلم لعلی
...ـة یؤتى بك
...نور وعلى راسك
نوره وكاد يخطف
الموقف فيأتى
من عند الله جل جلاله
...ى محمد رسول الله
فقول ها انا ذا فينادى المنادى
ادخل من احبك الجنة و
ادخل من عادك فى النار وانت
قسيم الجنة.

اخرج ابن المغازلى الشافعى بسنده
عن ابن مسعود قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم يا على
انك قسيم الجنة والنار انت تقرع
باب الجنة وتدخلها احبائك بغير حساب

وفى جواهر العقدين قد اخرج
الدارقطنى عن ابى الطفيل عامر بن
واثلة الكنانى ان عليا قال حديثا
طويلا فى الشورى وفيه انه قال لاهل
الشورى فانشدكم بالله هل فيكم
احد قال له رسول الله صلى الله عليه و
سلم انت قسيم النار والجنة غيرى

جناب رسول خدا نے حضرت علی سے کہ ای علی
جب قیامت ہوگی تو اُس دن تمہارے واسطے
ایک نور کا تخت رکھا جائیگا۔ تم اسپر لائے جاؤگے
اور تمہارے سر پر ایک تاج ہوگا جو اپنے نور سے
منور ہوگا۔ اُس میں ایسی تیز روشنی ہوگی کہ اسکی
چکاچوند سے اہل محشر کی آنکھیں خیرہ ہو جائینگی
پھر خداوند تعالیٰ کے حضور سے ندا آئیگی کہ محمد رسول
اللہ کا وصی کہاں ہے تم جواب دوگے کہ میں یہاں
ہوں پس ایک منادی کرنیوالا ندا کریگا کہ اپنے
دوستونکو جنت میں اور اپنے دشمنونکو جہنم میں
داخل کرو کیونکہ تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنیوالے
ہو ابن المغازلی شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ
ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا
جناب رسولخدا نے کہ اے علی تم قسیم النار والجنۃ
ہو۔ تم جنت کے دروازہ کو کھولوگے اور اسمیں
اپنے دوستونکو بغیر حساب کے داخل کروگے۔
جواہر العقدین میں دارقطنی نے ابوالطفیل عامر
بن واثلہ کنانی سے روایت کی ہے کہ مجلس شوریٰ
میں جناب علی مرتضیٰ نے ایک طویل گفتگو فرمائی
اور اسمیں اہل شوریٰ سے کہا کہ میں تمکو خداوند
تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے
سوائے کوئی اور ہے جسکو جناب رسولخدا نے
قسیم النار والجنۃ کہا ہو سب نے کہا کہ قسم بخدا آپکے

قالوا اللّٰھم لا۔	سوائے کوئی اور نہیں ہے۔
اخرج الحموینی فی کتابہ	حموینی نے اپنی کتاب
فرائد السمطین عن ابی سعید الخدری	میں ابوسعید الخدری سے روایت
قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ	جناب رسولخدا نے کہ جب تم خدا و
وسلم یقول اذا سئلتم اللّٰہ عزو	کوئی سوال کرو تو تم اس سے میرے واسطے
جل فاسئلوہ لی الوسیلۃ فسئل	طلب کرو۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ وہ کیا
عنھا فقال ھی درجۃ فی الجنۃ و	آپ نے فرمایا وہ ایک درجہ ہے جنت میں
ھی الف مرقاۃ مابین المرقاۃ	اور وہ ایک ہزار زینے کا ہے۔ ایک زینہ سے
الی المرقاۃ بسیر الفرس الجواد شھرا	دوسرے زینہ تک اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا ایک
مرقاۃ زبرجد الی مرقاۃ لوءلوء الی	اصیل گھوڑا ایک مہینہ میں طے کرتا ہے۔ زبرجد کا
مرقاۃ یاقوت الی مرقاۃ زمرد	زینہ۔ اس کے بعد موتی کا زینہ۔ اس کے بعد یاقوت
الی مرقاۃ مرجان الی مرقاۃ	کا زینہ۔ اسکے بعد زمرد کا زینہ۔ اس کے بعد مرجان
کافور الی مرقاۃ عنبر الی مرقاۃ	کا زینہ۔ اسکے بعد کافور کا زینہ۔ اسکے بعد عنبر کا
یلجوج الی مرقاۃ نور وھکذا	زینہ۔ اسکے بعد ایک نہایت خوشبودار لکڑی کا
من انواع الجواھر فھی فی	اور اس کے بعد نور کا زینہ ہے۔ گویا یہ ایک سیڑھی
بین درجات النبیین کالقمر	بہت سے اقسام کے جواہرات کی بنی ہوئی ہے
بین الکواکب فینادی المنادی	اور یہ انبیاء کے درجوں کے درمیان میں ایسی
ھذہ درجۃ محمد خاتم	ہے کہ جیسی ستاروں کے درمیان میں قمر پس منادی
الانبیاء وانا یومئذ متزر بریطۃ	ندا کریگا کہ یہ محمد خاتم الانبیاء کا درجہ ہے۔ اور میں
من نور علی راسی تاج الرسالۃ	اسدن ایک نور کی چادر اوڑھے ہونگا میرے
واکلیل الکرامۃ وعلی بن ابیطالب	سر پر رسالت و کرامت کا تاج ہوگا اور علی بن ابیطالب
امامی وبیدہ لوائی وھو لواء	میرے آگے ہونگے۔ اور میرا لواء حمد انکے ہاتھ میں
الحمد مکتوب علیہ لا الہ الا اللّٰہ	ہوگا۔ اس لواء حمد پر لکھا ہوا ہوگا کہ سوائے خدا کے

...ہ علی ولی اللہ و
...حون الفائزون
...معہ علی درجتہا
...نی بدرجۃ وبیدہ
...ن یومئذ رسول و
...صدیق ولا شہید ولا
...من الا رفعوا اعینہم ینظرون
...الینا ویقولون طوبیٰ لہذین
العبدین ما اکرمہما اللہ علی
فینادی المنادی یسمع نداء
جمیع الخلائق ہذا حبیب اللہ
محمد وہذا ولی اللہ علی فیاتی
رضوان خازن الجنۃ فیقول امرنی
ربی ان اٰتیک بمفاتیح الجنۃ
فادفعہا الیک یا رسول اللہ
فاقبلہا انا فادفعہا الی اخی علی
ثم یاتی مالک خازن النار
فیقول امرنی ربی ان اٰتیک بمقالید
النار فادفعہا الیک یا رسول
اللہ فاقبلہا انا فادفعہا الی
اخی علی فیقف علی علی عجزۃ جہنم و
یاخذ زمامہا بیدہ وقد علا
زفیرہا واشتد حرہا فتنادی جہنم یا

اور کوئی معبود نہیں ہے محمد خدا کا رسول ہے اور علی
خدا کا ولی ہے۔ علی کے دوست فلاح پانیوالے
اور فائز ہیں۔ یہانتک کہ میں سب سے اونچے درجہ
پر ہونگا۔ اور علی مجھ سے صرف ایک درجہ نیچے ہوگا
اور اسکے ہاتھ میں میرا علم ہوگا۔ پس اسدن کوئی
رسول یا نبی یا صدیق یا شہید یا مومن نہ ہوگا لیکن
یہ کہ وہ ہماری طرف دیکھ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہونگے
کہ مبارک خوشی ان دونوں بندگان خدا کیلئے
خدا نے کتنی بزرگی انکو دی ہے پس منادی ندا کریگا
کہ تمام خلائق اُس آواز کو سنینگے کہ یہ محمد حبیب
خدا ہیں اور علی ولی اللہ ہیں پس رضوان خزانہ
دار جنت آئیگا۔ اور کہیگا کہ مجھے میرے خدا نے
حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں آپکے حوالہ
کردوں۔ یہ لیجئے جنت کی کنجیاں ہیں پس
میں انکو لے لونگا اور اپنے بھائی علی کو دیدونگا
پھر مالک خزانہ دار دوزخ آئیگا۔ اور کہیگا کہ
مجھے میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی
کنجیاں آپکے حوالہ کردوں یہ لیجئے یہ دوزخ
کی کنجیاں ہیں پس میں انکو لیکر اپنے بھائی
علی کو دیدونگا۔ پس علی جہنم کے کنارے پر کھڑے
ہو کر اس کی زمام اپنے ہاتھ میں پکڑلینگے جہنم
کا زور شور بلند ہوگا اور اسکی گرمی تیز ہوگی۔
جہنم ندا کریگی کہ اے علی مجھکو چھوڑ دو۔ ورنہ تمہارا

علی ذرنی فقد اطفاء نورك لهبی فیقول لها علی ذری هذا ولیی وخذی هذا عدوی فلجهنم یومئذ اشد مطاوعة لعلی فیما یامرها به من رق احدکم لصاحبه فلذلك کان علی قسیم النار والجنة.

تمہارا نور میرے شعلوں کو ... اُس سے کہینگے کہ اسکو ... ہے اور اسکو لے یہ ... جہنم علی کی اطاعت میں ... وہ کریگا۔ وہ علی کا ایسا مطیع ہوگا ... سے کوئی اپنے دوست کیلئے ہوتا ہے اس وجہ سے علی قسیم النار والجنة ہیں۔

ایضاً. اخرج هذا الحدیث صاحب کتاب المناقب عن جعفر الصادق عن آبائه علیهم السلام ان امیر المومنین علی علیه السلام قال علی المنبر فی الخطبة وتسمی هذه خطبة الوسیلة.

اسیطرح اس حدیث کو کتاب المناقب کے مولف نے امام جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے آبا کرام علیہم السلام سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت علی نے منبر پر یہی حدیث اپنے خطبہ میں بیان فرمائی اور اس خطبہ کو خطبہ وسیلہ کہتے ہیں۔

وفی التفسیر المنسوب الی الائمة من اهل البیت ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال یا علی انت قسیم الجنة والنار تقول للنار هذا لی وهذا لك.

تفسیر ائمہ اہلبیت رسول میں منقول ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علی تم قسیم النار والجنة ہو اور تم دوزخ سے کہو گے کہ یہ آدمی تیرے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہے۔

وعن ابی بصیر عن الباقر عن ابیه عن جده عن امیر المومنین علیهم السلام قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کیف بك یا علی اذا وقفت علی شفیر جهنم وقد مد الصراط وقلت للناس جوزوا وقلت

ابو بصیر امام محمد باقر سے اور وہ اپنے آبا طاہرین سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علی وہ کیا حالت ہوگی کہ جب تم جہنم کے کنارے پر کھڑے ہوگے۔ پل صراط تیار رہیگا اور تم لوگوں سے کہو گے کہ تم کو اجازت ہے گزرو۔ اور جہنم سے کہو گے کہ یہ میرے

زالی وھذا لک۔

لئے ہے اور یہ تیرے لئے۔

ماقب عن محمد بن حمران

اور کتاب المناقب میں محمد بن حمران نے

الصادق فی تفسیر القیا فی

جعفر صادق سے تفسیر آیہ کریمہ القیا فی جھنم

بن کفار عنید قال اذا کان

کل کفار عنید۔ یہ روایت کی ہے کہ جب قیامت

القیامۃ وقف محمد صلی اللہ

کا دن ہوگا جناب محمد مصطفے اور حضرت علی مرتضیٰ

علیہ وآلہ وسلم وعلی علیہ السلام علی الصراط

پل صراط پر کھڑے ہونگے اور ایک منادی ندا کریگا کہ

وینادی منادیا یا محمد یا علی القیا

اے محمد اے علی تم دونوں ہر ایک شخص کو دوزخ میں

فی جھنم کل کفار بنبوتک یا محمد و

ڈالدو جو اے محمد تمہاری نبوت سے اور اے علی تمہاری

عنید بولایتک یا علی۔

ولایت سے انکار کرتا تھا۔

وعن جعفر الصادق عن ابائہ

جناب جعفر صادق نے اپنے آبا کرام سے

عن علی علیھم السلام عن النبی صلی

اور انہوں نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا

اللہ علیہ والہ وسلم قال اذا جمع

جناب رسول خدا نے کہ جب حشر کے دن سب

الناس فی صعید واحد کنت انا

لوگ ایک جگہ جمع ہونگے تو میں اور اے علی تم

وانت یا علی یومئذ عن یمین العرش

عرش کی دہنی طرف ہونگے۔ اسوقت خداوند

ثم یقول ربنا لی ولک القیا فی جھنم

تعالیٰ مجھ سے اور تم سے فرمائیگا کہ تم دونوں اپنے

من ابغضکما وکذبکما۔ ایضاً روی عن

دشمنوں اور اپنے حق سے منکرین کو دوزخ میں

ابی سعید الخدری نحوہ۔

ڈالدو۔ یہی روایت ابوسعید الخدری سے مروی ہے۔

واخرج صاحب الاربعین عن اسحٰق

اور مولف اربعین نے اسحاق بن محمد سے

بن محمد النخعی ان بعض الفقھاء من اھل

روایت کی ہے کہ چند فقہار کوفہ اعمش کے پاس انکی

الکوفۃ جاء عند الاعمش فی مرضہ و

مرض کی حالت میں آئے اور کہا کہ تم علی کے فضائل

قالوا لہ انک کنت تحدث فضائل علی

بیان کیا کرتے تھے پس آئندہ تم علی کے فضائل نہ بیان

فلا تحدثہا من بعد قال الاعمش اسندونی

کرنا۔ اعمش نے کہا کہ مجھے سہارا دیکر بٹھا دو۔ چنانچہ

فاسندوہ فقال حدثنی ابو المتوکل

انکو بٹھا دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے المتوکل

الناجی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ قال اللہ تعالٰی لی ولعلی بن ابیطالب ادخلا النار من ابغضکما وادخلا الجنۃ من احبکما ذالک قولہ تعالٰی والقیا فی جھنم کل کفار عنید ای کفار نبوتی وعنید عن اطاعۃ علی۔

الناجی نے ابوسعید خدری ابوسعید الخدری نے بیان نے کہ روز قیامت خدا سے کہیگا کہ تم دونوں اپنے دشمن اور اپنے دوستوں کو جنت میں قرآن شریف میں خدا وند تعالٰی القیا فی جھنم کل کفار عنید یعنی تم دو جہنم میں کفار عنید کو ڈالدو۔ کفار سے مطلب لوگ ہیں جو میری نبوت کے منکر ہیں۔ عنید وہ ہیں جو علی کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں۔

وفی المناقب عن ابی الطفیل عامر بن واثلہ وھو اخر من مات من الصحابۃ بالاتفاق عن علی رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت وصیی حربک حربی وسلمک سلمی وانت الامام وابو الائمۃ الاحد عشر الذین ھم المطھرون المعصومون ومنھم المھدی الذی یملاء الارض قسطا وعدلا فویل لمبغضیھم یا علی لو ان رجلا احبک واولادک فی اللہ لحشرہ اللہ معک ومع اولادک وانتم معی فی الدرجات العلی

مناقب میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے جنہوں نے تمام صحابہ میں سب کے بعد انتقال کیا۔ حضرت علی سے ایک روایت مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علی تم میرے وصی ہو۔ جو تم سے لڑائی کرتا ہے وہ مجھ سے لڑائی کرتا ہے۔ جو تم سے صلح پر ہے وہ مجھ سے صلح پر ہے۔ تم خود امام ہو اور گیارہ اماموں کے باپ ہو جو کہ طاہر و معصوم ہیں۔ ان میں ہی سے مہدی آخر زمان ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے پس وائے ہو تمہارے دشمن پر۔ اے علی اگر کوئی شخص خدا کے لئے تم سے اور تمہاری اولاد سے دوستی کریگا تو اسکا حشر خدا وند تعالٰی تمہارے اور تمہاری اولاد کے ساتھ کریگا۔ اور تم سب میرے ساتھ

سیم الجنۃ و
رخل محبیک الجنۃ
ن النار۔

بلند درجوں میں ہوگے۔ اے علی تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہو۔ اپنے دوستونکو جنت میں اور اپنے دشمنونکو دوزخ میں ڈالوگے۔

عیون الاخبار عن ابی
لت الھروی قال قال المامون
لی الرضا ابن موسیٰ الکاظم علیہما
السلام اخبرنی عن جدک امیر
المومنین علی علیہ السلام بای وجہ ھو
قسیم الجنۃ والنار۔ فقال لہ الرضا
الم تروعن ابائک عن عبد اللہ بن
عباس انہ قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول حب علی
ایمان وبغضہ کفر۔ فقال بلیٰ فقال الرضا
لما کانت الجنۃ للمومن والنار للکافر
فقسمتہ الجنۃ والنار اذا کان علی حبہ
وبغضہ فھو قسیم الجنۃ والنار فقال
المامون لا ابقانی اللہ بعدک انک
وارث جدک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ۔ قال ابو الصلت لما
انصرف الرضا علیہ السلام الی
منزلہ قلت لہ جعلت فداک یا
ابن رسول اللہ ما احسن ما اجبت
بہ امیر المومنین۔ فقال یا ابا الصلت

عیون الاخبار میں ابو الصلت الہروی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ خلیفہ مامون نے امام علی رضا بن موسیٰ کاظم علیہما السلام سے دریافت کیا کہ بتاؤ تمہارے جد امجد امیر المومنین علی کس طرح قسیم النار والجنۃ ہیں۔ جناب امام رضا نے جواب دیا کہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرے آباؤ اجداد نے عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو کہتے ہوئے سنا کہ حب علی ایمان ہے اور بغض علی کفر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں سنا ہے۔ جناب امام رضا نے فرمایا کہ جنت مومن کیلئے ہے اور دوزخ کافر کیلئے ہے پس جب جنت و دوزخ کی تقسیم علی کی محبت و عداوت کی بنا پر ہوگی تو علی قسیم النار والجنۃ ہوئے۔ مامون اس پر پھڑک اٹھا اور کہا کہ خدا مجھے باقی نہ رکھے آپ کے بعد۔ آپ واقعی اپنے جد رسول خدا کے وارث ہیں۔ ابو الصلت کہتا ہے کہ جب میں امام رضا کے دولت خانہ پر آیا تو میں نے انسے کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں۔ یا ابن رسول اللہ آپ نے مامون کو خوب اچھا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو الصلت یہ جواب تو اسکے مطابق تھا۔

انما کلمته من حیث هو ولقد سمعت ابی یحدث عن آبائه عن علی علیهم السلام انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله یا علی انت قسیم الجنة والنار یوم القیامة تقول للنار هذا لی وهذا لك۔

ورنہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے حضرت علی کی یہ روایت سُنا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے یا علی تم قسیم النار والجنۃ ہو۔ روز قیامت تم آگ سے کہو گے کہ یہ شخص تیرے لیے اور یہ میرے لیے۔

ایضاً فی جواهر العقدین قال الحافظ جمال الدین الزرندی المدنی قال المامون لعلی الرضا اخبرنی عن جدك امیر المومنین علی بای وجه هو قسیم الجنة والنار ثم سأل الحدیث المذکور الی آخره هذا لی وهذا لك۔

اسی طرح جواہر العقدین میں جمال الدین الزرندی نے روایت بیان کی کہ مامون نے امام رضا سے عرض کی کہ آپ کے جد بزرگوار علی مرتضیٰ کس طرح قسیم النار والجنۃ ہوئے۔ آپنے وہ جوابدیا جو اوپر درج ہے جسکا آخر یہ ہے کہ یہ میرے لیے ہوا اور وہ تیرے لیے۔

وفی الشفاء فی باب المعجزات فیما اطلع علیه من الغیوب ان علیا قسیم الجنة والنار یدخل اولیاءه الجنة واعدائه النار۔

کتاب الشفاء باب المعجزات میں ہے کہ علی علیہ السلام قسیم النار والجنۃ ہیں اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں بھیجینگے۔ اسکے بعد امام شافعی کے اشعار درج ہیں۔

ومما ینسب الی الامام الشافعی رح

علی حبه جُنّة قسیم النار والجنه
وصی مصطفیٰ حقاً امام الانس والجنه

اخرج موفق بن احمد عن الحسن البصری عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیامة یقعد علی علی الفردوس هو جبل قد علا علی الجنة وفوقه

موفق بن احمد نے حسن بصری سے ابن مسعود کی روایت بیان کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ جب روز قیامت ہوگا علی فردوس پر بیٹھ جاینگے فردوس جنت کے اوپر ایک پہاڑ ہے۔ اور اُسکے اوپر خداوند تعالیٰ کا عرش ہے اور اس کے نیچے سے انہار جنت نکلتی ہیں اور باغوں میں پھیل جاتی ہیں وہاں علی کرسی نور پر بیٹھے ہونگے اور اُنکے

ن ومن سفحہ یتفجر
نر ق فی الجنان علی
نور یجری بین یدیہ
صراط الا ومعہ سند
اھل بیتہ فیدخل محبیہ

آگے تسنیم جاری ہوگی۔ صراط پر سے صرف
وہی لوگ گزر سکینگے جن کے پاس حب علی
اور ولاء علی کی سند ہوگی پس وہ اپنے
دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں
کو دوزخ میں ڈالینگے۔

ناقب عن مقاتل بن
ن عن جعفر الصادق عن
بائہ عن علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنھم قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی انت
منی بمنزلۃ شیث من آدم وبمنزلۃ
سام من نوح وبمنزلۃ اسحاق من ابراہیم
کما قال تعالی ووصی بہا ابراہیم بنیہ ویعقوب
الآیہ وبمنزلۃ ھارون من موسی وبمنزلۃ شمعون
من عیسی وانت وصیی ووارثی وانت اقدمھم
سلما واکثرھم علما واوفرھم حلما واشجعھم
قلبا واسخاھم کفا وانت امام امتی قسیم الجنۃ
والنار بمحبتک یعرف الابرار من الفجار
ویمیز بین المومنین والمنافقین والکفار

اور مناقب میں مقاتل بن سلیمان سے جناب
علی مرتضیٰ کی یہ روایت جو امام جعفر صادق کو
انکے آباؤ اجداد سے پہنچی تھی درج ہے کہ فرمایا جناب
رسولخدا نے کہ اے علی تم مجھ سے ایسے ہو جیسے آدم
سے شیث و نوح سے سام اور ابراہیم سے اسحاق
تھے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وصی
ابراہیم بنیہ الآیہ اور جیسے موسیٰ سے ہارون
اور عیسیٰ سے شمعون تھے۔ اور تم میرے وصی اور
میرے وارث ہو اور ان وصیوں میں سے تم دین
علم و حلم و شجاعت و سخاوت میں افضل و بہتر ہو
تم میری امت کے امام ہو اور قسیم النار والجنۃ ہو
نیک بندے فاجروں سے تیری محبت کے ذریعہ سے
پہچانے جاتے ہیں اور تیری محبت کی وجہ سے
مومنین و منافقین و کفار میں تمیز کیجاتی ہے۔

گروہ اہل حکومت کے امام جناب شافعی علیہ الرحمہ نے ان احادیث اور انکے
مثل دیگر احادیث کی بنا پر چند امور واقعی کو اس طرح منظوم فرمایا ہے:۔

علی حبہ جنۃ — قسیم النار والجنۃ
وصی المصطفیٰ حقا — امام الانس والجنۃ

(ترجمہ) علی کی محبت گناہوں یا دوزخ کی آگ کے خلاف ایک سپر ہے۔ علی، تقسیم کرنے والا ہے۔ محمد مصطفےٰ کا واقعی وصی اور جن و انس کا امام ہے۔

اِن اشعار کا امام شافعی کا ہونا مسلمہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب السادس عشر صفحہ ۸۶۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل الثامن صفحہ ۲۱۱۔

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ صفحہ ۱۵۱ و ۱۵۳ و ۱۵۵۔

نورالدین سمہودی: جواہر العقدین۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت امامی یوم القیامۃ فیدفع الیّ لواء الحمد فادفعہ الیک و انت تذود الناس عن حوضی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ قیامت کے روز تم اے علی میرے آگے آگے ہو گے مجھکو لوا ءحمد دیا جائیگا۔ وہ میں تمہارے حوالہ کر دونگا۔ تم لوگوں کو میرے حوض سے ہٹاؤ گے اور ہنکاؤ گے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صفحہ ۴۰۲ حدیث ۶۱۱۵ صفحہ ۴۰۳ حدیث ۶۱۱۶ و ۶۱۱۹ و ۶۱۴۰

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث صفحہ ۱۳۸۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم صفحہ ۶۷ و ۶۸۔

شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب الرابع والاربعون صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل الثامن صفحہ ۲۱۱

فقرہ قسیم النار والجنۃ کو سنکر حضرات وہابیہ اور اُنکے ہمخیال اصحاب نعل در آتش ہو کر اعتراض فرماتے ہیں کہ اب خدا کے لئے کیا کام رہگیا۔ جب علی مرتضیٰ ہی نے جنت و دوزخ کو تقسیم کرکے رکھدیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ درست ہے تو بس روز محشر خداوند تعالیٰ تو معطل ہوگا اور خدائی حضرت علی ہی کرینگے۔ اسیطرح چند اور معقول

ہیں نامعقول ظاہر کرنے کی کوشش کر کے یہ لوگ اپنے مخالفین
یہ پاغنڈا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل اسلام میں یہ فرقہ ایسا ہے جو
الی کی وحدانیت مطلق کا قائل نہیں۔ اور خدا کے ساتھ علی و حسنین
۔ ان حضرات کا یہ خیال محض اُن کو ہی خوش کر سکتا ہے۔ دوسروں کو
دے سکتا۔ اصلی نقص اس کی وحدانیت میں تو یہ ہے کہ اسکی ذات کے
حل جسمانی منسوب کیا جائے مثلاً جیسے یہ بزرگوار کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے
اور ٹانگیں ہیں جب روز قیامت دوزخ کی تیزی بڑھتی ہی جائیگی اور ھل من
مزید کی آواز ختم ہی نہ ہوگی تو خداوند تعالیٰ اپنی ٹانگ دوزخ میں ڈالدیگا۔ اس وقت
اسکو تسلی ہو جائیگی۔ علی کا قسیم النار والجنۃ ہونا اسکی وحدانیت میں ہارج نہیں ہوتا
معلوم سے نامعلوم کیطرف چلو۔ کیونکہ یہی اصلی قاعدہ محسوسات کے ذریعہ سے علم حاصل
کرنے کا ہے۔ آخرت کا محشر ستان ابھی کسی نے نہیں دیکھا لیکن دنیا کا نظام ہماری آنکھوں
کے سامنے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان اصحاب نے اُس دنیا کا کہ جس میں وہ رہتے ہیں اچھی
طرح مطالعہ نہیں فرمایا۔ اگر یہ بزرگوار اس دنیا کو بھی ایسی ہی سطحی نظر سے دیکھینگے کہ جو
سطحی نظر اُنہوں نے میدان محشر پر ڈالی ہے تو یہاں بھی خدا کو معطل ہی پائینگے اور جو
خدا کہ اب معطل ہے وہ میدان حشر میں کیونکر یک بیک کارکن ہو جائیگا۔ وہ خود ہی تو فرماتا
ہے کہ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ جیسا اب ہے ویسا ہی جب ہوگا۔ خداوند تعالیٰ میں
کوئی تبدیلی تو ممکن نہیں۔ یہاں بھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ خالق تو کہلاتا ہی لیکن
انسانوں اور حیوانوں کی موجودگی اور ہستی کا سبب براہ راست اُنکے ماں باپ ہوتے
ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کشتی کو پانی پر چلاتے ہیں اور ہم کو کشتی میں ادھر سے
اُدھر لے جاتے ہیں۔ ہم زمین کو بارش سے زندہ کرتے ہیں۔ دانہ سے درخت پیدا کرتے
ہیں اور رات سے دن اور دن سے رات نکالتے ہیں۔ ہم تمہاری قسمت کا اندازہ
کرتے ہیں اور روزی تقسیم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن ہم ان ظاہری آنکھوں سے کیا دیکھتے
ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان و حیوان اپنے ماں باپ کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے

کشتی کو انسان بناتا ہے اور وہ پانی پر اُن قوانین کے ماتحت چلتی ہے۔ جو رائج ہیں۔ زمین پر بارش بھی قوانین فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ کر کے انسان غلہ اور پھل پیدا کرتا ہے۔ دن رات کا ہونا شمس و ... موقوف ہے۔ خدا وند تعالیٰ روزانہ سورج کو دھکیل کر خود نہیں لاتا کبھی ... کہ خدا کھڑا ہوا خود تمہاری کشتی کو چلا رہا ہے۔ یا انسان کو آن کر پیدا کر رہا۔ ایمان ہے کہ ہمارا رازق خدا وند تعالیٰ ہے۔ اور ہمارے رنج و راحت کا ... اس کی مشیت مطلق پر ہے لیکن تاہم ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ تقسیم رزق و تقدیر رنج و راحت دوسرے انسانوں ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ خدا خود تو آن کر آٹا دال نہیں بانٹتا پھرتا۔ پھر کیوں یہ سب افعال خدا وند تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کئے صرف اسوجہ سے کہ اُسکے ارادہ کُن نے مادہ کو پیدا کر کے ایسے قوانین مرتب کئے ہیں کہ خود بخود اُن کے ماتحت انسان و حیوانات و جمادات و شمس و قمر و زمین و ستارگان و سیارگان ایسے فعل کرتے ہیں یا اُن پر فعل کئے جاتے ہیں جن سے وہ سب نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں جنکو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ مطالعہ فطرت ہمیں سنت الٰہیہ کے ادراک کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اُس سنت الٰہیہ کو ہم اس نہج پر پاتے ہیں کہ خدا وند تعالیٰ خود اپنے ہاتھ سے کام نہیں کرتا۔ اُس کے ارادے سے دیگر اسباب و ذرائع ہی کام کرتے رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے وہ اپنی مشیت پوری کراتا ہے۔ رسول کے پاس وحی بھیجی لیکن ملائک کے ذریعہ سے۔ رسول سے کلام کیا اس طرح کہ کبھی درخت کو گویا کر دیا کبھی ہوا میں سے آواز آنے لگی کبھی اُس نے خواب دیکھ لیا۔ انسان کو راہ راست دکھائی پیغمبروں کے ذریعہ سے اور وہ بھی انسانی طریق کے مطابق۔ ورنہ اگر خدا وند تعالیٰ براہ راست عمل کرنا چاہتا تو صرف ایک ارادہ کافی تھا۔ اور پھر کوئی متنفس شرک و کفر نہ کرتا۔ پیغمبروں کو بھی مافوق العادت طاقت دیکر لوگوں کو مرعوب نہیں کیا۔ پیغمبروں کو بھی قوانین فطرت ہی کے مطابق عمل کرنا پڑا۔ ورنہ اگر خدا چاہتا تو جو شخص پیغمبر کی مخالفت کرتا وہ فوراً مرجاتا یا اندھا ہو جاتا۔ یا اُس میں پیغمبر کی مخالفت

،نہ پیدا ہوتا تو پھر اس وعظ نصیحت کی ضرورت ہی کیوں ہوتی حضرت
ے سے چیرے جاتے۔ حضرت ابراہیم کیوں آگ میں ڈالے جاتے جناب
ہیوں کفار عرب سے اتنے صدمے پہنچتے۔ اسی طرح اگر میدان حشر میں لوگوں کو چھانٹ
ر اپنے اپنے ٹھکانوں پر بھیجنے والا کوئی شخص ہو جو حکم خداوندی کے ماتحت کام
ہو تو کیا بعید از عقل ہے۔ بلکہ یہ تو عین اس نظام کے مطابق ہوگا جو آجکل ہم یہاں
یکھ رہے ہیں۔ یہاں تو خداوند تعالیٰ نے اپنے تئیں انسان کی نظروں سے پنہاں کیا ہوا
ہے۔ وہاں کیا وہ اُنکے درمیان میں آن کر خود کسیکو جہنم میں دھکا دیگا اور کسیکا ہاتھ پکڑ کر
جنت میں لے جائیگا۔ اگر میدان حشر میں منادی کرنے والا یا میزان عدل نصب کرنیوالا
کوئی ہوتا تو وہ کوئی اور ہی ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ کی آواز کوئی سن سکے
یا اُس کو دیکھ سکے۔ آواز کان میں سمانا یا صورت کا آنکھوں میں اترنا یہ مطلب
رکھتا ہے کہ شے مسموع یا منظور کو سامع یا ناظر نے اپنے اندر لے لیا۔ اور ظاہر ہے
کہ چھوٹی شے میں بڑی شے نہیں سما سکتی تو نتیجہ نکلا کہ شے مسموع یا منظور بڑی ہوتی
سامع اور ناظر سے۔ خداوند تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنے کا یہ مطلب ہوا کہ خدا انسان
سے کم ہے جب ہی تو اس میں سما گیا۔ معترض یہ کہیگا کہ پہاڑ سمندر ہاتھی یہ سب
انسان سے بڑے ہیں لیکن انسان انکو دیکھتا ہے۔ اس کے دو جواب ہیں اول تو
یہ کہ یہ چیزیں ایک حد تک بڑی ہیں۔ ان کی عظمت محدود ہے۔ خدا کی صفت یہ ہے
کہ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اور ان چیزوں کی [illegible] باوجود محدود
عظمت۔ دیکھنے کے سارے کا سارا کوہ ہمالیہ تو ہماری نظر میں ایک دفعہ نہیں آجاتا
پورے دریائے انڈس کو تو ہم ایک نظر میں نہیں دیکھتے ہم انکے ٹکڑے ٹکڑے دیکھتے
ہیں۔ تو کیا ہم خداوند تعالیٰ کے بھی اسیطرح ٹکڑے دیکھینگے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ
یہ چیزیں انسان سے بڑی ہیں لیکن انسان [illegible] ہی آنکھ کے پردے
پر لے لینے کی قابلیت ہے۔ جب انسان کی آنکھ کے اندر آتے ہیں تو چھوٹے بن کر
آتے ہیں۔ تو کیا خداوند تعالیٰ بھی انسان اسیطرح غائب آنکھ [illegible] اپنی [illegible]

کے پردے پر بٹھائیگا جب تک انسان انسان ہے اور خدا خدا ناممکن ہے۔ خواہ کارزار دنیا ہو خواہ عرصۂ قیامت۔ وہ لقا وعدہ قرآن شریف میں کیا گیا ہے وہ جسمانی رویت نہیں ہے وہ اید بیعت رضوان کے موقعہ پر ارشاد ہوا تھا۔ ید اللہ فوق ایدیھم کا ہاتھ نظر آتا تھا۔ جواب آخرت میں خدا کا چہرہ نظر آئیگا۔

یہ مشیت الٰہیہ ہے کہ ایسا اُس نے کیوں کیا۔ اور ویسا کیوں نہ کیا۔ اس چون وچرا کی مجال نہیں اور نہ ضرورت۔ اور جس طرح بھی ہوتا اس کے مقابلہ میں سوال ہو تھا کہ ایسا کیوں ہوا ویسا کیوں نہ ہوا۔ غور کرو۔ آخر کوئی ذات تو ہوگی جو لوگوں کو دوزخ جنت میں بھیجیگی۔ خداوندتعالیٰ خود تو آنکر یہ کام نہیں کریگا۔ خود تو وہ کرے جس کے کام کرنے والے موجود نہ ہوں۔ یا اُس میں دوسروں سے کام کرانے کی قدرت نہ ہو۔ غالباً یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا خود تو نہیں آئیگا لیکن اس کے فرشتے آن کر لوگوں کو جنت و دوزخ میں لے جائیں گے، اگر اس کام کی استعداد و قابلیت ملائکہ میں ہے تو کیا اس طاقت و استعداد و اہلیت کا امکان مسجود ملائکہ میں نہیں ہو سکتا۔ اب صرف فرق اتنا رہگیا کہ آپ ملائکہ کو قسیم النار والجنۃ کہتے ہیں اور ہم مسجود ملائکہ یعنی علی ابن ابی طالب کو۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ فرشتے تو خداوندتعالیٰ کے احکام وارشادات کے مطابق لوگوں کو جنت و دوزخ میں لے جائیں گے تو ہم کب کہتے ہیں کہ علی خدا کی مرضی و حکم کے خلاف یہ کام کرینگے۔

لواء حمد۔

اخرجہ احمد عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہؐ فی علی خمس امر احب الی من الدنیا وما فیھا اما واحدۃ فھو تکائی بین ید اللہ عزّ و

ابوسعید الخدری سے امام احمد حنبل نے باسناد خود نقل کیا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی میں پانچ باتیں ایسی ہیں جو میرے نزدیک اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پیاری و محبوب ہیں! اول تو یہ کہ وہ خدا کے سامنے مجھ پر تکیہ لگائے رہے گا

غ من الحساب واما
لواء الحمد بیده
ولده تحته واما الثالث
ی حفرة حوضی یسقی من
ن من امتی واما الرابعة
ساترعورتی ومسلمی الی ربی عز
وجل واما الخامسة فلست اخشی علیه
ان یرجع زانیا بعد احصان ولا کافرا
بعد ایمان۔

یہانتک کہ وہ حساب سے فارغ ہو۔ دوسرے یہ کہ
روز قیامت لواء حمد اسکے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم اور
اولاد آدم سب اسکے نیچے ہونگے تیسرے یہ
کہ میرے حوض کے کنارے پر کھڑا رہیگا اور جسکو یہ
میری امت سے چاہیگا پانی پلائیگا۔ چوتھے یہ کہ
یہ میرا ستر ڈھانپنے والا اور مجھکو خدا کے سپرد کرنیوالا
ہے۔ پانچویں یہ کہ مجھے اسکا خوف نہیں کہ وہ
عفت کے بعد زانی اور ایمان کے بعد
کافر ہو جائے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۳ و ص ۴۰۰ حدیث ۶۰۹۲ و ص ۴۰۲
حدیث ۶۱۱۳ و ۶۱۱۵ و ص ۴۰۳ حدیث ۶۱۱۶۔
محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۹۱ و ۲۰۱ و ۲۰۳
شیخ سلیمان البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ہجری۔ الباب الرابع
والاربعون ص ۱۳۲ و ۱۳۳ / الباب الخمسون ۱۴۲ و ۱۴۳۔
محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۱۵۱۔

قَصْرٌ فی الجنۃ۔

عن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم ان الله اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم
خلیلا وان قصری فی الجنة وقصر ابراهیم
فی الجنة متقابلا وقصر علی
بن ابی طالب بین قصری وقصر
ابراهیم فیاله من حبیب بین
خلیلین۔ اخرجه ابو الخیر الحاکمی

ابو الخیر حاکمی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا
جناب رسول خدا نے کہ اللہ تعالی نے مجھے بھی اپنا
خلیل بنایا جیسا کہ ابراہیم کو بنایا تھا اور جنت میں
میرا قصر قصر ابراہیم کے مقابل میں ہوگا اور علی بن
ابی طالب کا قصر میرے اور ابراہیم کے قصر کے
درمیان ہوگا بس کیا اچھا ہوگا ایک حبیب دو
خلیلوں کے درمیان۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۲۰۶
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۶ حدیث ۲۶۰۵ و ۲۶۰۶۔
حسن علی محدث: تفریح الاحباب بترجم حامل المتن ص۳۱۴۔
محمد بن اسمعیل صلاح الامیر روضۃ الندیہ ص۱۳۵ طبرانی: معجم الکبیر

تسلیم الملائکۃ علیہ۔

قال احمد فی الفضائل حدثنا عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث حدثنا اسحاق بن ابراھیم حدثنا سعید بن الصلت حدثنا ابو جارود السرخی عن ابی اسحاق الھمدانی عن الحرث عن علی علیہ السلام قال لما کانت لیلۃ بدر قال رسول اللہ من یستقی لنا من الماء فاحجم الناس فقال فقمت فاحتضنت قربتہ ثم اتیت قلیبا بعید القعر مظلما فانحدرت فیہ فاوحی اللہ الی جبرئیل ومیکائیل واسرافیل تاھبوا لنصرۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحزبہ فحبطوا من السماء لھم دوی یذھل من یسمعہ فلما جاؤا القلیب وقفوا وسلموا علی اکراما وتعظیما وذکرہ ارباب المغازی

(اسمائے راویان عربی میں)

امام احمد حنبل نے حضرت علی سے روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب شب بدر ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ ہے کوئی جو ہمیں پانی لاکر پلائے لوگ پانی کی تلاش کرکے واپس آگئے پھر میں نے مشکیزہ بغل میں لیکر ایک اندھیرے اور گہرے کنوئیں کے پاس آیا اور اس میں اترا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل و میکائیل اسرافیل کو حکم دیا کہ تم جاکر محمد اور اس کے لشکر کی مدد کرو۔ وہ اترے۔ اور اُنکے پروں کی آواز ایسی تھی کہ سننے والے کو ڈرا دیتی جب یہ سب ملائکہ اس کنوئیں کے پاس پہنچے تو اُنہوں نے مجھکو بوجہ تعظیم وتکریم سلام کیا۔ ارباب مغازی نے اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔

علامہ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۸

روضۃ الندیہ تشریح شعر

علی الھام وقد ھام فی الشقوۃ من کان شقیا

الاحباب مترجم ص ۳۲۴ - ینابیع المودۃ الباب الاربعون ص ۱۲۳

حدیث طیر

رسول خدا کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہ ہوتا تھا معمولی باتوں سے عظیم الشان کرتے تھے۔ واقعہ تو بہت معمولی تھا۔ ایک عورت نے عمدہ بھنا ہوا گوشت کی خدمت میں پیش کیا۔ عام حالات کو مدنظر رکھکر تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ آپ کو وہ آیا تھا۔ اپنے بچوں یعنی حسنین علیہما السلام کے پاس بھی تھوڑا سا بھجوا دیتے۔ بچے ایسی چیزوں کے بہت شائق ہوتے ہیں لیکن نہیں۔ آپ نے علی کو بلوایا آدمی بھیجکر نہیں بلوایا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کی معرفت بلوایا۔ اور یہہ کہکر بلوایا کہ بارالہا جو شخص تیری بارگاہ میں محبوب ترین ہو اسکو بھیجدے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت وبزرگی وعظمت کا معیار تقوے ہے۔ خداوند تعالیٰ کی محبت کا وہی شخص سب سے زیادہ اہل ہوگا جو سب سے زیادہ متقی ہوگا۔ اور جو سب سے زیادہ متقی ہوگا وہی سب سے زیادہ خلافت رسول کا مستحق ہوگا۔ ملاحظہ فرمایا کیسے مختلف اور کیسے عمدہ طریقوں سے جناب رسول خدا نے امت کے ذہن نشین کرانا چاہا کہ خلافت کیلئے علی سے زیادہ کوئی اور شخص مستحق نہیں ہے۔ اس طیر مشوی کا واقعہ اخطب خوارزم اپنی کتاب المناقب میں اس طرح لکھتے ہیں :-

اخبرنا الشیخ الزاهد ابو الحسن علی بن احمد العاصمی الخوارزمی قال اخبرنا القاضی الامام شیخ القضاۃ اسمعیل بن احمد الواعظ قال حدثنا والدی ابو بکر احمد بن الحسن البیھقی قال اخبرنا ابو الحسین بن محمد بن علی الرودباری	راوی (۱) شیخ الزاہد حافظ ابو الحسن علی بن احمد العاصمی (۲) شیخ القضاۃ اسمعیل بن احمد (۳) ابو بکر احمد بن الحسین البیھقی (۴) ابو علی الحسین بن محمد بن علی (۵) ابو بکر محمد بن مھرویہ بن عباس بن سنان الرازی (۶) ابو حاتم الرازی (۷) عبید اللہ

قال اخبرنا ابوبکر بن مطہر بن عباس بن سنان الرازی قال حدثنا عبید الله بن موسیٰ قال اخبرنا اسمعیل الازرق عن انس بن مالك قال اهدی لرسول الله صلی الله علیه وسلم طیر فقال اللهم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی من هذا الطیر فقلت اللهم اجعله رجلا من الانصار فجاء علی فقلت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم علی حاجة قال فذهب ثم جاء فقلت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم علی حاجة قال فذهب ثم جاء فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم افتح ففتحت ثم دخل فقال ما حبسك یا علی قال هذه آخر ثلث کرات یردنی انس یزعم انك علی حاجة قال ما حملك علی ما صنعت یا انس قال دعاءك فاحببت ان یکون فی رجل من قومی فقال النبی صلی الله علیه وسلم ان الرجل قد یحب قومه۔

بن موسےٰ (۵) اسمٰعیل ا
بن مالک۔
انس بن مالک کہتے
خدا کی خدمت میں ایک طیر
پیش کیا گیا۔ اس وقت آنحضرت۔
کہ اے خدا جو شخص تمام مخلوق میں تیرا محبوب
ترین ہو اسکو اس وقت میرے پاس بھیجدے
تاکہ میرے ساتھ یہ طیر کھائے۔ انس کہتے ہیں کہ یہ
سنکر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے خدا وہ
شخص انصار میں سے کوئی ہووے۔ اس وقت علی
تشریف لائے میں نے انہیں ٹالنے کی خاطر کہدیا
کہ جناب رسولخدا کام میں مشغول ہیں۔ علی چلے گئے
لیکن پھر آگئے میں نے پھر یہ کہکر ٹالدیا کہ آنحضرت
کام میں مشغول ہیں۔ علی واپس چلے گئے لیکن
پھر آگئے۔ اسوقت انکی آہٹ سُنکر جناب رسول
خدا نے مجھکو حکم دیا کہ دروازہ کھولدے میں نے
کھولدیا اور علی اندر آئے تو آنحضرت نے علی سے پوچھا
کہ اے علی تم اتنی دیر کیوں رکے رہے۔ انہوں نے
جوابدیا کہ یہ تیسری دفعہ ہے کہ میں آیا ہوں۔ ہر دفعہ
انس کہتا تھا کہ آپ کام میں مشغول ہیں آنحضرت
نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے یہ کیوں کیا۔ میں نے عرض
کی کہ میں نے آپ کی دعا سُنی تھی میں چاہتا تھا کہ
میری قوم میں سے کوئی آئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ

یہ شخص (رحق سے نہیں بلکہ) اپنی قوم سے محبت رکھتا ہے

عبد اللہ ابن انس اپنے والد انس بن مالک سے	نا جعفر بن سلیمان
روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا کی	الله بن مثنی ثنا
خدمت میں بھنا ہوا طائر ہدیۃً پیش کیا گیا آپ نے	انس عن انس قال
بارگاہ الٰہی میں دعائی کہ اے خدا اسوقت اُس	سول الله صلی الله علیه وسلم
شخص کو میرے پاس بھیج جو تمام خلق میں سے تیرا	وی فقال رسول الله صلی
محبوب ترین ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس طعام	الله علیه وسلم اللهم ائتنی باحب
میں سے کھائے۔ یہ سنکر حضرت عائشہ نے کہا کہ اے	خلقك الیك یاكل معی من هذا
خدا میرے باپکو بھیج اور حفصہ نے کہا کہ اے خدا	طیر فقالت عائشة اللهم اجعله
میرے باپکو بھیج۔ اور میں نے کہا کہ اے خدا سعد بن	ابی وقالت حفصة اللهم اجعله
عبادہ کو بھیج۔ انس کہتے ہیں کہ اتنے میں میں نے	ابی قال انس فقلت انا اللهم
دروازہ پر آہٹ محسوس کی اور حضرت علی کو	اجعله سعد بن عبادة قال
وہاں آیا ہوا پایا۔ اُنہوں نے سلام کیا میں نے	انس سمعت حركة الباب فاذا
جوابدیا کہ رسولخدا کام میں مشغول ہیں پس	علی فقلت ان رسول الله صلی
علی واپس چلے گئے پھر میں نے دروازے پر	الله علیه وسلم علی حاجة فانصرف
آہٹ سنی علی نے سلام کیا۔ رسولخدا نے انکی	ثم سمعت حركة الباب فسلم علی
آواز سنی اور مجھ سے کہا کہ دیکھو کون ہے پس میں	فسمع رسول الله صلی الله علیه وسلم
باہر گیا اور دیکھا کہ علی موجود ہیں۔ میں نے آنحضرت	صوته فقال انظر من هذا فخرجت
کو اطلاع دی۔ آپنے فرمایا کہ اُنہیں اندر بلاؤ میں	فاذا علی فجئت الی رسول الله
بلا لایا۔ علی داخل ہوئے۔ جناب رسول	صلی الله علیه وسلم فاخبرته فقال ائذن
خدا نے بہت خوش ہو کر علی کو طعام	له فاذنت له فدخل فقال رسول الله صلی
میں شریک کر لیا۔	الله علیه وسلم اللهم والی اللهم والی.

ابو یعلی: مسند۔

مورخ مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب میں کہتا ہے

والاشياء التي استحق بها اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم الفضل
هي السبق الى الايمان والهجرة
والنصرة لرسول الله صلى الله عليه
وسلم والقربى منه والقناعة و
بذل النفس له والعلم بالكتاب و
التنزيل والجهاد في سبيل الله و
الورع والزهد والقضاء والحكم و
العفة والعلم وكل ذلك لعلي رضي الله
عنه منه النصيب الاوفر والحظ الاكبر
الى ما ينفرد به من قول رسول الله
صلى الله عليه وسلم حين
آخى بين اصحابه انت
اخي وهو صلى الله عليه وسلم
لا ضد له ولا ند وقوله صلى
الله عليه وسلم انت مني
بمنزلة هارون من موسى
الا انه لا نبي بعدي وقوله
عليه السلام من كنت مولاه فعلي
مولاه اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه ثم دعاؤه
عليه السلام وقد قدم اليه انس الطائر

وہ امور جنکی وجہ سے جناب
فضیلت کے مستحق ہوتے تھے
ہجرت رسول خدا کی نصرت۔
قناعت، اپنی جان کو رسول خدا کے
قرآن اور اسکی تنزیل کا علم۔ جہاد فی سبیل اللہ
زہد و ورع، مقدمات فیصل کرنیکی قابلیت حکمت
عفت اور علم علی ابن ابیطالب کو ان سب
امور میں سے تمام صحابہ سے زیادہ حصہ ملا ہوا
تھا۔

اور تمام دیگر صحابہ سے وہ ان
امور میں افضل تھے جیسا جناب رسول خدا کے
ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ جب جناب سرور
نے مسلمانوں میں صیغہ اخوت جاری کیا تو علی سے
فرمایا کہ تم میرے اخی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جناب رسول
خدا کا نظیر و مثیل سوائے علی کے اور کوئی شخص
نہ تھا۔ اسیطرح یہ قول کہ تم میرے ساتھ وہی منزلت
رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے
کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور نیز آپکا یہ قول
کہ جسکا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے۔ خداوندا دوست
رکھ اسکو جو علی کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ
اسکو جو علی کو دشمن رکھے اور نیز آپکی دعا کہ جب آپکی
خدمت میں بھنا ہوا طائر پیش کیا گیا کہ خداوندا

الیٰ احب خلقك الیك من هذا الطائر علیه علی علیه السلام سر الحدیث . فهذا من فضائله وما اجتمع به من الخصال مما انفرد فی غیره انتهی.	اسوقت اس شخص کو میرے پاس بھیج جو تیری تمام مخلوق میں تجھکو سب سے زیادہ محبوب ہوتا کہ وہ میرے ساتھ یہ طائر کھائے پس علی علیہ السلام آئے آخر حدیث تک پس یہ اور ایسے ہی آپکے فضائل ہیں جو کسی اور صحابی میں جمع نہیں ہوئے اور علی ہی میں یہ تمام سب موجود تھے۔

علی بن الحسین بن علی المسعودی: مروج الذہب الجزء الثانی بعد ذکر مقتل علی علیہ السلام ص۳۱

حدثنی ابو علی الحافظ انبانا ابو عبد الله محمد بن احمد بن ایوب الصفار وحمید بن یوسف بن یعقوب الزیات قالا ثنا محمد بن احمد بن عیاض بن ابی طیبة ثنا یحیی بن حسان عن سلیمان بن بلال عن یحیی بن سعید	(اسمائے راویاں عربی میں دیکھو)
عن انس بن مالك رضی الله عنه قال کنت اخدم رسول الله صلی الله علیه وسلم فقدم لرسول الله صلی الله علیه وسلم فرخ مشوی فقال اللهم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی من هذا الطائر قال فقلت اللهم اجعله رجلا من الانصار فجاء علی رضی الله عنه فقلت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم علی حاجة	انس بن مالک سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب رسولخدا کی خدمت کیا کرتا تھا ایکدن آنحضرت کے سامنے ایک بھنا ہوا طائر پیش کیا گیا تو آپنے دعا مانگی کہ اے خدا اسوقت میرے ہمراہ اس طائر کو نوش کرنے کے لئے اس شخص کو بھیج جو تمام عالم میں تجھکو محبوب ترین ہو۔ انس کہتے ہیں کہ یہ دعا سنکر میں نے کہا کہ یا اللہ انصار میں سے کسی کو یہ عزت بخش لیکن فوراً ہی علی آگئے میں نے انسے اور بیرے ادہر ہی کہدیا کہ آنحضرت تو کام میں مشغول ہیں

ثم جاء فقال رسول الله صلی الله علیه
وسلم افتح فدخل فقال رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم ما حبسك یا علی
فقال ان هذه آخر ثلاث کرات یردنی
انس یزعم انك علی حاجة فقال ما حملك
علی ما صنعت فقلت یا رسول الله سمعت
دعائك فاحببت ان یکون رجلا من
قومی فقال رسول الله صلی الله علیه
وسلم ان الرجل قد یحب قومه
هذا حدیث صحیح علی شرط
الشیخین ولم یخرجاه وقد
رواه عن انس جماعة من اصحابه
زیادة علی ثلاثین نفسا ثم
صحت الروایة عن علی و
ابی سعید الخدری وسفینه
وفی حدیث ثابت البنانی عن
انس زیادة الفاظ کما حدثناه
الثقة المامون ابو القاسم الحسن
بن محمد بن الحسین بن اسمعیل
بن محمد بن الفضل بن علیة بن خالد
السکونی بالکوفة من اصل کتابه ثنا
عبید بن کثیر العامری ثنا عبد الرحمن بن
دبیس حدثنا ابو القاسم ثنا محمد بن عبد الله

پھر دوبارہ علی آئے آنحضرت
فرمایا کہ دروازہ کھولدو۔
پاس آگئے آنحضرت نے
اتنی دیر کیوں کی۔ علی نے
یہ تیسری دفعہ تھی لیکن انس
کردیتا تھا کہ آپ کام میں مشغول
نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔
جواب دیا کہ اے رسولخدا میں نے آپ کی دعا سنی
تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ انصار میں
سے کوئی شخص آئے جناب رسولخدا نے فرمایا کہ
یہ شخص اپنی قوم کی محبت میں گرویدہ ہے۔
حاکم کہتے ہیں کہ یہ روایت شرائط بخاری ومسلم
کے مطابق صحیح ہے اور انس بن مالک سے صحابہ کی
ایک جماعت کثیر یعنی تیس اصحاب نے اسکو بیان
کیا ہے اور یہ روایت حضرت علی وسفینہ وابو
سعید خدری سے بھی مروی ہے۔ اور جو روایت
انس سے ثابت البنانی نے کی ہے اسمیں کچھ الفاظ
زیادہ بھی ہیں جیسا کہ ہم سے نہایت ثقہ شخص یعنی
ابو القاسم حسن بن محمد بن حسین بن اسمعیل بن
محمد بن الفضل بن علیہ بن خالد السکونی نے کوفہ میں
اپنی اصل کتاب سے بیان کیا۔ وہ روایت ثابت
البنانی کے ذریعہ سے اسطرح ہے: ثابت البنانی
کہتے ہیں کہ ایک روز انس بن مالک بیمار تھے۔

حدثنا عبد الله بن عمر بن
قال ثنا ابراهیم بن ثابت
ثنا ثابت البنانی ان انس بن
رضی الله عنه شاکیا فاتاه محمد بن
الحجاج یعوده فی اصحاب له فجری الحدیث
حتی ذکروا علیا رضی الله عنه فتنقصه محمد
بن الحجاج فقال انس من هذا اقعدونی
فاقعدوه فقال یا ابن الحجاج الا اراك
تنقص علی بن ابی طالب والذی
بعث محمدا صلی الله علیه
وسلم بالحق لقد کنت خادم رسول
الله صلی الله علیه وسلم بین
یدیه وکان کل یوم یخدم
بین یدی رسول الله صلی الله
علیه وسلم غلام من ابناء الانصار
وکان ذالك الیوم یومی فاتت ام
ایمن مولاة رسول الله صلی الله
علیه وسلم بطیر فوضعته بین
یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم
فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ام ایمن ما هذا
الطائر قالت هذا الطائر اصبته فصنعته لك فقال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم جئنی باحب
خلقك الیك والی یاکل معی من هذا الطائر

ان کی عیادت کو محمد بن الحجاج آئے چند دوست
اور بھی بیٹھے تھے۔ آپس میں گفتگو ہونے لگی یہاں تک
کہ حضرت علی کا ذکر درمیان میں آیا۔ محمد
بن الحجاج نے کچھ بات ان کی شان گھٹانے
کی غرض سے کی۔ اس پر انس نے کہا
کہ مجھے بٹھا دو۔ چنانچہ اُن کو بٹھا دیا گیا۔
اُنہوں نے کہا کہ اے ابن الحجاج میں دیکھتا
ہوں کہ تم علی کی تنقیص شان کرتے ہو۔ خدا کی
قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلعم کو حق کے
ساتھ مبعوث کیا کہ ایک دن میں جناب رسول
خدا کی خدمت کر رہا تھا اور حاضر تھا۔ طریقہ یہ
تھا کہ انصار کے لڑکے باری باری سے آنحضرت
کی خدمت میں بغرض خدمتگزاری حاضر ہوا
کرتے تھے اور اس دن میری باری تھی۔ پس
ام ایمن آئیں اور ایک طائر لا کر آنحضرت کے
پیش کیا۔ آنحضرت نے دریافت کیا کہ اے ام
ایمن یہ کیسے لائی ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ طائر
میرے ہاتھ لگا پس میں نے آپ کیلئے تیار کیا۔ اس پر
آنحضرت نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ یا اللہ اس وقت
میرے ساتھ اس طائر کے کھانے کے لئے ایک ایسے
شخص کو بھیج جو تمام عالم میں تیرا اور میرا محبوب
ترین ہو۔ پس اتنے میں دروازہ کو کسی نے کھٹکھٹایا
آنحضرت نے فرمایا کہ اے انس جا کر دیکھو کون ہے۔

وضرب الباب فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یا انس انظر من علی
الباب فقلت اللھم اجعلہ رجلا من
الانصار فذھبت فاذا علیؑ بالباب
قلت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم علی حاجۃ فجئت حتی قمت مقامی
فلم البث ان ضرب الباب فقال یا
انس انظر من علی الباب فقلت اللھم
اجعلہ رجلا من الانصار فذھبت فاذا
علیؑ بالباب قلت ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علی حاجۃ فجئت حتی
قمت مقامی فلم البث ان ضرب الباب
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا انس فادخلہ فلست باول
رجل احب قومہ لیس ھو من
الانصار فذھبت فادخلت علیا
فقال یا انس قرب الیہ الطیر
قال فوضعتہ بین یدی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکلا
جمیعا قال محمد بن الحجاج
یا انس کان ھذا بمحضر منک
قال نعم قال اعطی باللہ عھدا
ان لا انتقص علیا بعد مقامی

اسوقت میں نے دل میں
ہیں سے ہو۔ میں گیا تو
پر علی ہیں میں نے اُن سے کہ
مشغول ہیں اور اپنے مقام
پھر دوبارہ دروازہ کھٹکھٹایا
فرمایا۔ اے انس دیکھو دروازے پر
پھر میں نے دل میں دعا مانگی کہ یا اللہ
ہیں سے ہو۔ میں دروازہ پر جو گیا تو پھر علی کو پایا
اور پھر میں نے اُن سے کہدیا کہ آنحضرت تو کام میں
مشغول ہیں۔ اور یہ کہکر اپنے مقام پر واپس آگیا
لیکن تھوڑی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ پھر دروازہ
پر کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔ اسوقت آنحضرت نے
فرمایا کہ اے انس جا اور اسکو آنے دو۔ تو پہلا شخص
نہیں ہے جس نے اپنی قوم سے محبت کی ہے لیکن یہ
شخص انصار میں سے نہیں ہے پس میں گیا اور
علی کو داخل کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ علی کے آگے
طائر رکھدو۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت اور
علی کے آگے وہ طائر رکھدیا اور ان دونوں نے
وہ سارے کا سارا کھالیا۔ یہ سننے کے بعد محمد بن
الحجاج نے کہا کہ اے انس کیا یہ سب کچھ تمہارے
روبرو پیش آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر محمد بن
الحجاج نے کہا کہ میں خداوند تعالیٰ سے عہد کرتا
ہوں کہ آج کے بعد میں کبھی علی کی تنقیص شان

ُحواحداینتقصہ
بہ.

نہیں کرونگا. اور اگر کسیکو دیکھونگا کہ وہ علی کی تنقیص شان کرتا ہے تو میں اس شخص کو جھٹلاؤنگا اور اسکی تردید کرونگا

یحیین. الجزء الثالث. کتاب معرفۃ الاصحاب - ترجمہ علی بن ابیطالب ص ۱۳۰ تا ۱۳۲

ین جریر الطبری، ابوعبداللہ الحاکم، ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ
امہ ابونعیم، حافظ ابوطاہر محمد بن احمد بن علی بن حمدان اور علامہ ذہبی
س کتابیں محض حدیث طیر کی توثیق و تصدیق میں تحریر کی ہیں۔ اور اُنہیں
ے کے جملہ طرق کو جمع کیا ہے. چنانچہ ابن کثیر شامی اپنی تاریخ میں حدیث
دل میں لکھتے ہیں:۔

د جمع الناس فی ھذا الحدیث
مصنفات مفردۃ منہم ابوبکر
بن مردویہ والحافظ ابوطاہر
محمد بن احمد بن حمدان
فیما رواہ شیخنا الذھبی ورایت فیہ
مجلدا فی جمع طرقہ والفاظہ لابی جعفر
محمد بن جریر الطبری المفسر صاحب
التاریخ۔ انتہی۔

لوگوں نے خاص اس حدیث طیر کی تصدیق و توثیق
میں علیحدہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ اُنمیں سے ابوبکر
بن مردویہ و حافظ ابوطاہر محمد بن احمد بن حمدان ہیں
جیساکہ ہمارے شیخ ذہبی نے بھی تحریر کیا ہے۔ اور
انمیں سے میں نے ایک کتاب دیکھی جس میں حدیث
طیر کے طرق و الفاظ جمع کئے گئے تھے۔ اور وہ
کتاب ابوجعفر محمد بن جریر الطبری کی
تالیف تھی۔

عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الشامی: البدایۃ والنہایۃ الجزء السابع ص ۳۵۳

یہ بڑی بات ہے کہ ابن کثیر شامی نے اتنا اعتراف کیا اور اس حدیث کے کثرت طرق و اسناد کے ماننے پر مجبور ہو گئے۔ اُنہوں نے خود اس حدیث کو بہت طرق سے نقل کیا ہے۔ یہ صاحب مورخ کیا ہیں اچھے خاصے مناظر ہیں۔ اُنکی تاریخ ایسے امور پر مناظرہ کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ اُنکا یہ اعتراف بہت وقعت رکھتا ہے۔ ابوعبداللہ الحاکم نے ایک مستقل کتاب حدیث طیر کے جمع طرق میں تحریر کی ہے اور اُس میں ثابت کیا ہے کہ ۸۶ اشخاص نے حضرت انس سے اس حدیث کو روایت

کیا ہے چنانچہ محمد بن یوسف الکنجی اپنی کتاب کفایت الطالب
کرتے ہیں:۔

وحدیث انس الذی صدرته فی اول الباب خرجه
الحافظ النیسابوری عن ستة وثمانین رجلا کلهم رووه عن انس
ترتیبهم علی حروف المعجم۔

ابراهیم بن هدیة ابو هدیة، ابراهیم بن مهاجر ابو اسحاق
اسمعیل بن عبد الله بن جعفر بن ابیطالب، اسماعیل بن عبد الرحمن السدی
اسمعیل بن سلیمان المغیرة الازرق۔ اسماعیل بن دردان، اسماعیل بن
سلیمان، اسماعیل غیر منسوب من اهل الکوفة، اسماعیل بن سلیمان
التیمی، اسحاق بن عبد الله بن ابی طلحه۔ ابان بن ابی عیاش ابو اسمعیل
بسام الصیرفی الکوفی، برزعه بن عبد الرحمن، ثابت بن اسلم البنانی، ثمامة
بن عبد الله بن انس جعفر بن سلیمان الضبعی، حسن بن ابی حسن البصری
حسن بن الحکم البجلی، حمید بن تیرویه الطویل خالد بن عبید ابو عصام
زبیر بن عدی، زیاد بن محمد الثقفی، زیاد بن شروان، سعید بن المسیب
سعید بن میسرة الکبری۔ سلیمان بن طرخان التیمی، سلیمان بن مهران
الاعمش، سلیمان بن عامر بن عبد الله بن عباس، سلیمان بن الحجاج
الطائفی، شقیق بن ابی عبد الله، عبد الله بن انس بن مالک، عبد الملک بن
عمیر، عبد الملک بن ابی سلیمان، عبد العزیز بن زیاد، عبد الاعلی بن
عامر الثعلبی، عمر بن ابی حفص الثقفی، عمر بن سلیم البجلی، عمر بن یعلی
الثقفی، عثمان الطویل، علی بن ابی رافع، عامر بن شراحیل الشعبی، عمران
بن مسلم الطائی، عمران بن هثیم، عطیه بن سعد العوفی، عباد عبد الصمد
عیسی بن طهمان، عمار بن معاویه الدهنی، فضیل بن غزوان، قتادة
بن دعامة، کلثوم بن جابر، محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب،

زھری، محمد بن عمرو بن علقمہ، محمد بن عبد الرحمٰن بن خالد بن المنتصر الثقفی، محمد بن سلیم، محمد بن مالک بحجادہ، مطیر بن خالد، معلی بن ھلال، میمون بن ابی منسوب، مسلم الملائی، مطر بن طھمان الوراق، میمون، مسلم بن کیسان، میمون بن جابر السلمی، موسیٰ بن عبد اللہ مصعب بن سلیمان الانصاری، نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر، نافع ذھلال بن سوید، یحییٰ بن سعید الانصاری، یحییٰ بن ھانی، یوسف بن ابراھیم، یوسف ابو شیبہ، وقیل ھما واحد، یزید بن سفیان، یعلی بن مرہ، نعیم بن سالم، ابو الھندی، ابو ملیح، ابو داؤد السبیعی، ابو حمزہ الواسطی، ابو حذیفہ العقیلی، رجل من آل عقیل، شیخ غیر منسوب۔

ترجمہ۔ حدیث طیر کو جسکا ذکر میں نے باب اول میں کیا ہے۔ حاکم ابو عبد اللہ النیسابوری نے چھیاسی اشخاص سے نقل کیا ہے۔ اور ان سب نے اس حدیث کو انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ ان کی ترتیب حروف معجم کے مطابق یہ ہے (اس کے آگے اصلی عربی عبارت میں ان چھیاسی اشخاص کے نام ہیں)

طراز المحدثین ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبھانی نے بھی ایک خاص کتاب حدیث طیر کی تصدیق و توثیق میں لکھی ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب لسان المیزان میں ابراھیم بن ثابت القصار کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

قد جمع حدیث الطیر ابن مردویہ	حدیث طیر کے طرق ابن مردویہ و حاکم اور علماء کی ایک
والحاکم وجماعۃ واحسن شیئ منہا طریق	جماعت کثیر نے جمع کئے ہیں اور سب سے اچھا سند
اخرجہ النسائی فی الخصائص	وہ ہے جو نسائی نے خصائص میں لکھا ہے۔

ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج میں لکھتے ہیں:۔

قال الحافظ ابو موسیٰ المدنی قد جمع غیر واحد	ابو موسیٰ مدنی کہتے ہیں کہ بہت سے علماء نے حدیث
من الحفاظ طرق حدیث طیر للاعتبار والمعرفۃ	طیر کے طرق بوجہ اعتبار و معرفت کے جمع کئے ہیں

کالحاکم النیسابوری وابی نعیم وابن مردویہ — مثلاً حاکم نیسابوری، ابونعیم

واقعۂ حدیث طیر کو کم سے کم ننے محدثین و مورخین نے بیان
توثیق و تصدیق کی ہے۔ جن میں سے ایک امام ابوحنیفہ نعمان
ہیں جیسا کہ اسد الغابہ ابن الاثیر میں درج ہے۔ چند کتابوں کے
میں درج کرتے ہیں:-

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ: سنن ترمذی۔
ابوعبدالرحمن عبداللہ بن احمد بن حنبل متوفی ۲۹۰ھ ہجری: زوائد مسند والد خود۔
ابوعبدالرحمن احمد بن علی بن شعیب النسائی ۳۰۳ھ: کتاب الخصائص۔
ابویعلی احمد بن علی بن المثنی متوفی ۳۰۷ھ: مسند۔
ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ: مجلد جمع فیہ طرق ہذا الحدیث۔
ابوعمر احمد بن محمد عبدربہ القرطبی متوفی ۳۲۸ھ: کتاب العقد۔
علی بن الحسین بن علی المسعودی متوفی ۳۴۵ھ: مروج الذہب الجزء الثانی بعد ذکر مقتل علی علیہ السلام ص۳۰
ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی متوفی ۳۸۵ھ: کتاب العلل۔
ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم متوفی ۴۰۵ھ ہجری: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب المعرفۃ ص۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲۔

ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ متوفی ۴۱۰ھ ہجری: کتاب جمع فیہ طرق ہذا الحدیث۔
ابونعیم احمد بن عبداللہ متوفی ۴۳۰ھ: حلیۃ الاولیاء وکتاب الطیر۔
ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ: تاریخ بغداد۔
ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی متوفی ۴۸۳ھ ہجری: کتاب المناقب
محی السنۃ ابومحمد الحسین بن مسعود بن الفراء البغوی ۵۱۶ھ: المصابیح السنۃ الجزء الثانی ص۲۷۵
ابوالموید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم متوفی ۵۶۸ھ: کتاب المناقب۔
ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف ابن عساکر ۵۷۱ھ: تاریخ ابن عساکر۔
مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم المعروف ابن الاثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ: جامع الاصول۔

محمد بن عبد الکریم المعروف ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ: اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔

زی متوفی ۶۵۲ھ ہجری: مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول۔

مظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی ۶۵۴ھ ہجری: تذکرہ خواص الامۃ ص۲۳۔

ـف بن محمد الگنجی متوفی ۶۵۸ھ ہجری: کفایت الطالب فی مناقب امیر المومنین علی بن ابی طالب

احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری متوفی ۶۹۴ھ ہجری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب

ج۔ فصل السادس ص۱۶۰ و ۱۶۱ وفصل التاسع ص۲۱۸۔

ابراہیم بن محمد الحموینی ۷۲۲ھ: فرائد السمطین۔

ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ: مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مجتبائی ص۵۶۴ باب مناقب علی

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی ۷۴۸ھ: تذکرۃ الحفاظ۔

میزان الاعتدال الجزء الاول ص۱۹۱ ترجمہ جعفر بن سلیمان الضبعی

محمد بن یوسف الزرندی متوفی ۷۵۲ھ: درر السمطین۔

ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ہجری: لسان المیزان۔

علی المتقی ۹۷۵ھ ہجری: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۵ حدیث ۶۱۴۰ و ۶۱۴۲ و ۶۱۴۳۔

میرزا محمد بن معتمد خان البدخشانی: مفتاح النجا۔

محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر متوفی ۱۱۸۲ھ ہجری: روضۃ الندیہ ص۱۱ و ۶۳۔

مولوی حسن علی محدث: تفریح الاحباب مترجم حامل المتن ص۳۰۸

سلیمان بن ابراہیم بن محمد البلخی القندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ ۱۲۷۰ھ ہجری: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثامن فی ذکر حدیث الطیر المشوی ص۵۶

شیخ عبد اللہ بن محمد بن عامر: کتاب الاتحاف بحب الاشراف ص۸

محمد صبان: اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار ص۱۴۳

شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۶۹۔

عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی متوفی　　: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ

الجزء السابع ص۳۵۳ و ۳۵۲ و ۳۵۱ و ۳۵۰۔

حدیث طیر سے کیا نتیجہ نکلتا ہے ہم خود شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول پیش کرتے ہیں وہ اس حدیث کا ذکر کر کے کہتے ہیں:۔

"و ایں حدیث دلالت دارد برآنکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ احب خلق خدا و شارحان براں رفتہ اند"۔

ترجمہ ۔ اس حدیث سے نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت علی خداوند تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین خلق تھے ۔ اور شارحان حدیث نے یہی نتیجہ نکالا ہے ۔

اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۶۹ ۔

غرضیکہ یہ امر ثابت و طے شدہ ہے کہ حدیث طیر کی صحت شک وشبہ سے بالا ہے ۔ اگر کوئی ہٹ دھرمی کرے تو اسکا علاج نہیں ۔ اس حدیث پر غور کرنے سے بہت سے نتائج نکلتے ہیں ۔ اُن میں سے چند کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

(ا) جیسا کہ عبدالحق محدث دہلوی تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں حضرت علی تمام خلق میں خداوند تعالیٰ کے محبوب ترین بندے تھے ۔

(ب) حضرت علی کے خلاف ہمیشہ ایک نہ ایک جماعت رہی ہے جو خواہ مخواہ انکی تنقیص شان کے درپے تھی ۔ اور اُنکی عظمت و علو مرتبت کو دیکھکر خوش نہیں ہوتی تھی ۔ اُس کا اثر لڑکوں اور بچوں تک میں پھیلا ہوا تھا ۔ آنحضرت کی دعا کے مطابق حضرت علی کو آتا دیکھکر انس خوش نہ ہوئے اور کذب صریح کے مرتکب ہوئے ۔ کوشش یہ تھی کہ حضرت علی کی علو مرتبت لوگوں پر ظاہر نہ ہو ۔

(ج) اس جماعت کے راس رئیس وہی حضرت ابوبکر و عمر تھے ۔ چنانچہ ان دونوں کی صاحبزادیوں نے انکے آنے کیلئے خواہش ظاہر کی اور اپنے اپنے باپ کو حضرت علی کی بجائے دیکھنا چاہا ۔

(د) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں مخدرات عصمت ہمیشہ ان معاملات میں اپنے اپنے والد بزرگوار کی امداد کیلئے تیار رہتی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے اور ہمیشہ اُس جماعت کی یہ کوشش رہی ہے کہ اُن بی بیوں کے

خ بڑھائیں اور اپنے مقاصد میں انسے مدد لیں۔

ں طائر میں سے آنحضرت علی کو کھلانا چاہتے تھے تو کسی آدمی کے ذریعہ

یکن خدا کے ذریعہ سے اُنکو بلانے میں ایک خاص بات تھی۔ مدعا یہ

ست کو معلوم ہو جائے کہ خدا اور رسول خدا کا محبوب ترین شخص کون ہے۔

رں لہذا خلافت محمدیہ کا مستحق کون ہے۔

حدیث رایت

جناب علی مرتضیٰ کے محبوب خدا و رسول ہونیکو جناب رسول خدا نے بار بار ارشاد فرمایا ہے۔ اور نہایت تاکید کے ساتھ تصریح فرمائی ہے کہ تمام امت میں صرف حضرت علی ہی خدا و رسول خدا کیلئے محبوب ترین ہستی تھے۔ حدیث طیر آپ سُن چکے ہیں۔ حدیث رایت یہ ہے کہ جب جنگ خیبر میں دیگر اصحاب کو لڑائی پر بھیجکر اُن کے فرار کے ذریعہ سے لوگوں پر آشکارا فرما چلے کہ یہ لوگ نصرت اسلام کیلئے کتنے پانی میں ہیں اور اپنی جان کو محمدؐ اور خدائے محمدؐ سے محبوب تر سمجھتے ہیں تو آپنے مندرجہ ذیل کلمہ فرما کر دوسرے دن صبحکو علم لشکر علی کے حوالے کیا:۔

اما واللہ لاعطین الرایۃ	قسم بخدا کل میں یہ علم ایک ایسے شخص کو دونگا جو
غدا رجلا یحب اللہ	خدا و رسول خدا کو دوست رکھتا ہے۔ وہ اپنی جان
ورسولہ ویحبہ اللہ	کو خدا و رسول پر ترجیح نہیں دیتا، اور خدا و رسول خدا
ورسولہ کرا رًا غیر	اُسکو دوست رکھتے ہیں۔ وہ بہت جری میدان
فرار یاخذھا عنوۃ	جنگ میں ثابت قدم رہنے والا ہے راونکی طرح بھگوڑا
	نہیں ہے وہ اس قلعہ کو سختی سے فتح کریگا۔

اِس واقعہ اور اِس حدیث کو تقریباً تمام مورخین و محدثین نے ان ہی الفاظ میں بیان کیا ہے جس سے اس کی صحت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ چند کتب کے حوالے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الثالث ص ۹۳ — تاریخ الکامل لابن اثیر الجزء الثانی ص ۵۳

سیرۃ النبی لابن ہشام، الجزء الثالث ص۳۸۶ تاریخ ابی الف
البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ لابن کثیر شامی الجزء الرابع ص۱۸۵ والجزء ال
اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوئم ص ۱۷۰ و ۱۷۱ سیرۃ النبی شبلی نعمانی
تاریخ روضۃ الاحباب ص۳۸۵ تاریخ الخمیس حسین دیار بکری۔ ۱
شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ قسطلانی الجزء الثانی ص۲۲۳۔
صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد ۵۶ باب ۱۰۲ و ۱۲۱ و ۱۴۳۔ کتاب ۶۲ فضائل اصحاب
کتاب ۶۴ المغازی باب ۳۸۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول۔ جزء سیوم ص۵۶۔
تاریخ ابن عساکر حصہ تہذیب۔ ترجمہ علی ابن ابی طالب۔
صحیح مسلم۔ کتاب ۳۲۔ الجہاد حدیث ۱۳۲ کتاب ۴۴ فضائل الصحابہ حدیث ۴۴ لغایت ۰
سنن ترمذی کتاب ۴۶ المناقب باب ۲۰۔
مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الثانی ص۲۶ و ۳۸۴ الجزء الثالث ص۱۶ الجزء الرابع ص۵۲
الجزء الخامس ص۳۳۳ و ۳۵۳ و ۳۵۵ و ۳۵۸۔
طبقات ابن سعد ج ۲ ق ۱ ص ۸۰ و ۸۱ مسند الطیالسی ص۲۶ و ۳۲۰ حدیث ۱۸۹ و ۲۴۴۱
مغازی الواقدی ص ۲۷۱۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سویم ص۵۶
محب الدین احمد طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۸۴۔
ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزء الثانی ص۴۷۳ ص۵۶۔
الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص۱۰۹ و ۱۳۲ کتاب المغازی ص۳۸
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الثانی ص۷۲
ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن متوفی ۵۸۱ھ ہجری۔ کتاب روض الانف
الجزء الثانی ص۲۳۹۔
ملا معین کاشفی: معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ باب دہم دربیان وقائع سال ہفتم ص۲۴۲ مطبوعہ بمبئی
شاہ عبد الحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوم ص۳۲۲ و ۳۲۳۔
شبلنجی: نور الابصار ص۷۳

لبلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب السادس ص۴۹
عبد العلی: تفریح الاحباب مترجم ص۳۰۶۔
رضوی ص۸۳ شمس الدین محمد بن محمد الجزری: اسنی المطالب ص۱۱
خصائص ص۱۰ و ۱۱۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۳۹۴ حدیث ۶۰۲۵
رہ خواص الائمہ ص۱۵ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن فی مناقب علی ابن ابیطالب ص۵۶۳
مسند حافظ شاہ محمد علی حیدر: سیرۃ العلویہ ص۲۳۹
بدین عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ ص۶۳۲۔
موفق ابن احمد اخطب خوارزم: کتاب المناقب ص۱۰۲۔
محمد بن طلحۃ الشافعی: مطالب السئول ص۱۵ سنن ابن ماجہ۔ الجزء الاول ص۵۶ و ۵۸۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۶۸۔
محمد صبان: اسعاف الراغبین ص۱۴۰ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص۶۰ و ۵۸
امام بغوی: مصابیح السنۃ الجزء الثانی ص۲۷۵۔
شیخ یوسف بن اسمٰعیل: شرف المؤبد ص۵۵
علی بن برہان الدین: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص۲۱ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۸۔

اب ہم چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ ابن ہشام کی سیرۃ النبی جو ملخص ہے ابن اسحاق کی کتاب سے آنحضرت کی سب سے پہلی موجودہ تاریخ ہے۔ اور نہایت معتبر کتب تواریخ میں سے شمار کی جاتی ہے۔ اس کے صفحہ ۳۸۵، ۳۸۶ الجزء الثالث سے مندرجہ ذیل عبارت ہم نقل کرتے ہیں:۔

قال ابن اسحاق وحدثنی بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی عن ابیہ عن سلمہ بن عمرو بن الاکوع قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر الصدیق برایتہ الی بعض حصون خیبر فقاتل	ابن اسحاق کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی نے اور اس سے بیان کیا تھا اسکے باپ سفیان نے اور سفیان سے بیان کیا تھا سلمہ بن عمرو بن الاکوع نے کہ جناب رسول خدا نے ابوبکر کو علم دیکر خیبر کے قلعوں کی طرف لڑائی کیلئے بھیجا۔ وہ

فرجع ولم يك فتح وقد جهد ثم
بعث الغد عمر بن الخطاب فقاتل
ثم رجع ولم يك فتح وقد جهد
فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لاعطين الراية غدا
رجلا يحب الله ورسوله يفتح
الله على يديه ليس بفرار
قال يقول سلمة فدعا رسول الله
صلى الله عليه وسلم عليا رضوان
الله عليه وهو ارمد فتفل
في عينيه ثم قال خذ هذه الراية
فامض بها حتى يفتح الله عليك
قال يقول سلمة فخرج والله بها يانح يهرول
هرولة وانا لخلفه نتبع اثره حتى ركز
رايته في رضم من حجارة تحت
الحصن فما رجع حتى فتح الله على يديه۔
قال بريدة الاسلمي كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم ربما اخذته الشقيقة
فيلبث اليوم واليومين لا يخرج فلما نزل
خيبر اخذته فلم يخرج الى الناس فاخذ
ابوبكر الراية من رسول الله صلى الله عليه و
سلم ثم نهض فقاتل قتالا شديدا ثم رجع
فاخذها عمر فقاتل قتالا شديدا اشد من

لڑے اور کوشش کی لیکن فتح
آئے دوسرے دن علم دیکر عمرؓ
بھیجا۔ وہ بھی لڑے اور کوشش
نہ ہو سکا۔ اور شکست کھاکر بھاگے
رسولخدا نے فرمایا کہ قسم بخدا کل میں علم
کو دونگا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے
تعالیٰ اُس کے ہاتھوں پر فتح دیگا وہ دوسروں کی طرح
بھگوڑہ نہیں ہے سلمہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے
علی کو بلایا۔ اُنکی آنکھیں دکھتی تھیں آنحضرت نے
اپنا لعاب دہن اُنمیں ڈالا اور پھر کہا کہ لو یہ علم اور
جنگ کرو۔ یہانتک کہ خداوند تعالیٰ تمہارے ہاتھوں
پر فتح دے سلمہ کہتا ہے کہ قسم بخدا علی وہاں سے دوڑتے
ہوئے روانہ ہوئے اور ہمکو پیچھے چھوڑ دیا ہم اُنکے
پیچھے چلے جاتے تھے یہانتک کہ اُنہوں نے علم قلعہ
کے نیچے ایک پتھر پر گاڑ دیا پس آپ لڑے اور نہیں واپس
ہوئے یہانتک کہ خداوند تعالیٰ نے انہیں فتح عنایت کی
بریدۃ الاسلمی کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا کو درد
شقیقہ ہوا کرتا تھا تو آپ باہر تشریف نہیں لاتے تھے
جب آپ خیبر پر وارد ہوئے تو آپکو درد شقیقہ ہوگیا
اور آپ باہر تشریف نہ لائے خود ہی ابوبکر آنحضرت
کا علم لیکر لڑائی پر تشریف لیگئے۔ خوب لڑے لیکن
شکست کھاکر بھاگ آئے۔ پھر حضرت عمر نے علم سنبھالا
اور لڑائی پر گئے۔ خوب لڑے۔ اُنکی لڑائی حضرت ابوبکر

نم فاخبر بذالك
عليه وسلم
ن غدا رجلا
ـه ويحبه الله و
ها عنوة وليس بفرار
قد تخلف بالمدينة
ـحقه فلما قال رسول الله
ـلى الله عليه وسلم مقالته
هذه تطاولت لها قريش
فاصبح فجاء علي على بعير له حتى
اناخ قريبا من خباء رسول الله صلى الله
عليه وسلم وهو ارمد قد عصب عينيه
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مالك
قال رمدت بعدك فقال له ادن مني فدنا منه
فتفل في عينيه فما شكا وجعا حتى مضى
لسبيله ثم اعطاه الراية فنهض
بها وعليه حلة حمراء فاتى خيبر
فاشرف عليه رجل من يهود
فقال من انت قال انا علي بن
ابي طالب فقال اليهودي غلبتم
يا معشر يهود وخرج مرحب صاحب
الحصن وعليه مغفر يماني قد نقبه
مثل البيضة على راسه وهو يقول

کی لڑائی سے سخت تر تھی لیکن انکو بھی شکست ہوئی
اور وہ بھاگ آئے جب ان شکستوں کی خبر جناب رسول
خدا کو دیگئی تو آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا کل میں ایسے
شخص کو علم دونگا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہو
اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہیں وہ زبردستی
سے قلعہ فتح کریگا۔ چونکہ علی بوجہ آشوب چشم کے
لشکر میں نہ تھے بلکہ مدینہ ہی میں رہگئے تھے لہذا
جب جناب رسول خدا نے یہ فرمایا تو قریش کے ہر
شخص کو امید ہوگئی کہ شاید مجھے ہی کل یہ علم ملے۔
جب صبح ہوئی تو حضرت علی اپنے ناقہ پر تشریف لائے
اور جناب رسول خدا کے خیمہ کے پاس اترے آپ
کی آنکھیں دکھ رہی تھیں اور ان پر کپڑا بندھا ہوا
تھا جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہے علی
نے جواب دیا کہ میری آنکھیں آپکے جانے کے بعد دکھنے لگیں
آنحضرت نے کہا میرے پاس آؤ۔ علی نزدیک ہوگئے آنحضرت نے
اپنا لعاب دہن علی کی آنکھوں میں ڈالا فوراً صحیح
ہوگئیں اور درد دور ہوگیا علی لشکر میں چلے گئے
پھر آنحضرت نے علی کو وہ علم اپنے لشکر کا دیا اور جنگ
خیبر پر روانہ کردیا۔ حضرت علی قلعہ خیبر پر آئے ایک
یہودی نے قلعہ پر سے آپکو دیکھکر پوچھا کہ تم کون ہو
آپنے جواب دیا کہ میں علی ابن ابیطالب ہوں یہ سنکر وہ
یہودی اپنے آدمیوں سے بولا کہ اے گروہ یہودیاں
بس اب تم مغلوب ہوگئے۔ مرحب سردار قلعہ مسلح ہوکر

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
فقال علی
انا الذی سمتنی امی حیدرہ
کلیث غابات کریہ المنظرہ
فاختلفا ضربتین فبدرہ علی
فضربہ فقد الحجفہ والمغفر
وراسہ حتی وقع فی الارض و
اخذ المدینۃ قال ابو رافع
مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم خرجنا مع علی حین بعثہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی خیبر فلما دنا من الحصن
خرج الیہ اھلہ فقاتلہم فضربہ
یہودی فطرح ترسہ من یدہ
فتناول علی بابا کان عند الحصن
فترس بہ عن نفسہ فلم
یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح
اللہ علیہ ثم القاہ من یدہ
فلقد رایتنی فی نفر سبعۃ انا ثامن
منہم نجہد علی ان نقلب ذلک
الباب فما نقلبہ۔

نکلا۔ اسکے سر پر مغفر یمانی تھا
پڑھ رہا تھا جسکا مطلب ہے
کہ میں زرہ بکتر والا تجربہ کار ہوں
میں حضرت علی نے ایک شعر پڑھا
یہ ہے کہ میں وہ ہوں کہ جسکا نام اُسو
حیدر رکھا ہے۔ میں مثل شیر نیستاں ہوں جو
رعب و دبدبہ والا جسکو دیکھکر لوگوں کے دلوں پر ہیبت
چھا جاتی ہے۔ اس کے بعد دونوں میں چوٹیں ہونے
لگیں۔ علی نے اُس کی چوٹ بچاکر ایک ایسی ضرب
ماری جو سپر و مغفر و سر کو کاٹتی ہوئی زمین تک
چلی گئی اور علی نے قلعہ فتح کر لیا۔ ابو رافع غلام
جناب رسولخدا کہتے ہیں کہ ہم علی کیساتھ جنگ خیبر پر
گئے تھے جب علی قلعہ کے نزدیک پہنچے اور اہل قلعہ
سے لڑائی ہوئی تو ایک یہودی نے آپکو ضرب
لگائی جس سے آپکی سپر گر پڑی پس علی در خیبر کے
پاس گئے اور دروازہ قلعہ کو اکھیڑ کر اپنے ہاتھ میں
بطور سپر کے لیلیا اور لڑتے رہے وہ دروازہ علی کے
ہاتھ ہی میں رہا یہانتک کہ خدا نے انہیں فتح
دی۔ اسکے بعد علی نے اس دروازہ کو اپنے ہاتھ سے
پھینک دیا پھر ہم سات آدمیوں نے ملکر جد و جہد
کی کہ اُس دروازہ کو اُٹھائیں لیکن ہم اُسے
پلٹ بھی نہ سکے۔

ابن الاثیر الجزری: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۸۳ و ص۹۴۔

ت بالکل اسیطرح تاریخ طبری میں بھی ہے۔ اور کچھ زیادہ تفصیل بھی ہے

یا :-

بشار قال حدثنا (اسماء راویان عربی میں ملاحظہ ہوں)

ن جعفر قال حدثنا

ن میمون ابی عبد الله

عبد الله بن بریدہ حدث

من بریدۃ الاسلمی قال لما کان حین نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحصن اہل خیبر اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللواء عمر بن الخطاب ونھض من نھض معہ من الناس فلقوا اہل خیبر فانکشف عمر و اصحابہ فرجعوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجبنہ اصحابہ ویجبنھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعطین الرایۃ غداً۔ الخ۔

بریدۃ الاسلمی کہتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا خیبر پر تشریف لائے اور اہل خیبر کا محاصرہ کرلیا تو آپ نے علم لشکر حضرت عمر کو دیکر لڑائی پر بھیجا۔ اور لوگ بھی ساتھ کردئے لیکن حضرت عمر اور انکے لشکر کو اہل خیبر نے شکست دی اور وہ بھاگ کر واپس آئے اور جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عمر تو اپنے لشکر والوں کو نامرد و بزدل بتاتے تھے اور انکے لشکری اس شکست کو حضرت عمر کی نامردی و بزدلی پر محمول کرتے تھے اسپر آنحضرت نے فرمایا کہ کل میں علم ایسے شخص الخ۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص۹۳۔

بعد فتح شق و نطاۃ تحول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کثیبہ ۔۔۔۔ و جاء اہل الشق و نطاۃ فتحصنوا معھم فی القموص وھو حصن خیبر الاعظم والقموص بالصاد المھملۃ کصبور جبل علیہ

شق اور نطاۃ قلعوں کو فتح کرکے جناب رسولخدا ایک ٹیلہ کی طرف آگئے ۔۔۔ شق اور نطاۃ کے لوگ بھاگ کر قلعہ قموص میں ان لوگوں کے ساتھ پناہ گزین ہوگئے قموص خیبر کا سب سے بڑا قلعہ تھا۔ قموص صاد مہملہ سے بروزن صبور ہے۔ ایک بہت بڑے پہاڑ پر قلعہ

حصن لبنی ابی الحقیق بخیبر وکان
حصناً حصیناً حاصرہ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قریباً من عشرین
لیلۃ حین حاصرہ کانت بہ شقیقۃ
لم یقدر ان یحضر بنفسہ الکریمۃ
معرکۃ المحاربۃ وکان یعطی الرایۃ
کل یوم واحدا من اصحابہ و
یبعثہ الی المحارب فاعطاھا یوماً
ابا بکر ووجھہ الیہ فاتاہ وقاتل
مقاتلۃ شدیدۃ ورجع من غیر
فتح واخذ الرایۃ فی الیوم الثانی
عمر فقاتل اشد من الیوم
السابق ولم یفتح لہ وفی روایۃ
فی الیوم الاول قاتل عمر وفی
الثانی ابوبکر وفی الثالث عمر ولم
یفتح الحصن فلما امسی قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ
لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار
یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ
علی یدیہ. وبات الناس یدوکون لیلتھم ای
یخوضون ویتحدثون ایھم
یعطاھا غدا ولم یکن احد
من الصحابۃ الذین لھم

واقع تھا۔ اور یہ الوا
تھا۔ یہ بہت مضبو
رسول خدا نے تقریباً ۲۰
محاصرہ میں آپ کو درد
خود بنفس نفیس معرکہ جنگ
لاتے تھے اور آپ علم جنگ روز
ایک کے سپرد کر دیا کرتے تھے اور
بھیجا کرتے تھے بس ایک دن یہ علم حضرت
کو دیکر لڑائی پر بھیجا۔ انہوں نے جنگ شدید کی۔
لیکن بغیر فتح کے واپس آ گئے۔ دوسرے دن حضرت
عمر نے وہ علم لیلیا۔ پہلے روز سے زیادہ لڑائی کی
لیکن فتح نہ پا سکے اور شکست کھا کر واپس آئے
ایک روایت یہ ہے کہ پہلے دن عمر علم لیکر لڑائی پر
نکلے۔ دوسرے دن ابوبکر اور تیسرے دن پھر عمر
علم لیکر لڑائی پر گئے لیکن کسی سے قلعہ فتح نہ ہوا
جب شام ہوئی تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ
بخدائے لایزال کل میں علم ایک ایسے شخص کو
دونگا جو بہت لڑنے والا بڑا جری ہے بھگوڑا نہیں
ہے۔ وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و
رسول اسکو دوست رکھتے ہیں۔ خداوند تعالی
اُس کے ہاتھ پر فتح دیگا۔ وہ رات لوگوں نے بڑی
امید میں گذاری اور سب کہہ رہے تھے کہ دیکھیے
علم کل کس کو ملے صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم
ما. وروی ان علیا
نہ النبی صلی اللہ
قال اللھم لا معطی لما
ولا مانع لما اعطیت .
ان الناس لما اصبحوا غدوا
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واجتمعوا علی بابہ . وفی المنتقی
لما کان من الغد تطاول لہا ابوبکر
وعمر وقریش یرجوا کل واحد ان
یکون ھو صاحب ذالک وعن سعد
بن ابی وقاص قال جئت فبرکت
بحذاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ثم قمت ووقفت بین یدیہ وعن
عمر بن الخطاب انہ قال ما احببت
الامارۃ الا ذالک الیوم ثم خرج
النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
خیمتہ وقال این علی بن ابیطالب
فقیل ھو یشتکی عینیہ وعن
سلمۃ بن الاکوع انہ قال
کان علی تخلف عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر
خیبر بالمدینۃ وکان بہ

کہ جیسے کچھ بھی منزلت جناب رسولخدا کے ساتھ
حاصل ہو اس نے اس علم کے ملنے کی خواہش
نہ کی ہو. جب حضرت علی کو آنحضرت کے اس
قول کی خبر پہنچی تو آپ نے بارگاہ الہی میں مناجات
کی کہ اے خدا جسکو تو نہ عطا کرے اُسے کوئی
نہیں دیسکتا اور جسکو تو عطا کرے اس سے
کوئی نہیں روک سکتا. جب صبح ہوئی تو تمام صحابہ
دروازہ رسول پر حاضر ہوئے. اُنمیں سے ہرایک
کو امید تھی کہ شاید علم مجھے ملے حضرت ابوبکر و
عمر و قریش غرض ہر ایک کو امید تھی کہ علم مجھے
ملیگا. سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں کہ صبح ہوتے
ہی میں لوگوں کے ساتھ جناب رسولخدا کی خدمت
میں حاضر ہوا. اپنے جسم کو آنحضرت کی ردا سے
رگڑتا ہوا وہاں ٹھہر گیا. اور آنحضرت کے منہ کے
سامنے وہاں کھڑا ہو گیا. اور کھڑا رہا. حضرت عمر
کہتے ہیں کہ مجھے سرداری کی خواہش اتنی کبھی
نہیں ہوئی جتنی اُسدن ہوئی تھی. جناب
رسول خدا اپنے خیمہ سے برآمد ہوئے اور فرمایا
کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں. لوگوں نے
عرض کی کہ وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں سلمہ
بن الاکوع کہتے ہیں کہ اولا بوجہ بیماری چشم
جناب علی مرتضی مدینہ میں رہ گئے تھے. اور
سفر خیبر میں آنحضرت کے ہمراہ روانہ نہیں

رمد شدید حتی انه کان لا یبصر	ہوئے تھے آشوب
شیئا ثم قال انا اتخلف عن رسول	آتا تھا۔ پھر آپ نے کہا
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب	ہیں رہنا نہیں چاہئے
وخرج فی اثرہ ولحق بہ فی الطریق	ہو گئے اور راستہ میں
وبعد وصولہ الی خیبر فقال رسول	خدا نے کہا کسی کو بھیجکر علی ابن ابی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلوا الیہ	پس سلمہ بن الاکوع انکو بلانے گئے۔ وہ
من یاتی بہ فذھب الیہ سلمۃ	علی کو لائے اور جناب رسول خدا کے سا
بن الاکوع واخذ بیدہ یقودہ	گیا۔ اسوقت بہت سخت آشوب چشم تھ
حتی اتی بہ الی النبی صلی اللہ	رسول خدا نے اپنا لعاب دہن علی کی آنکھوں میں
علیہ وسلم وھوارمد فتفل فی	لگایا اور دعا مانگی تو اسیوقت وہ مرض جاتا رہا۔
عینیہ ودعالہ فبری حتی کان لم یکن بہ	گویا کبھی تھا ہی نہیں پس جناب رسول خدا نے
رمد ولا وجع فاعطاہ الرایۃ۔	وہ علم حضرت علی کو عطا فرمایا۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی صفحہ ۵۳

تاریخ ابو الفداء میں بھی یہ واقعہ اسطرح درج ہے۔ اس میں بھی آنحضرت کے یہ الفاظ ہیں:۔

اما واللہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ یحبہ اللہ ورسولہ کرارا غیر فرار یاخذھا عنوۃ۔ تاریخ ابی الفداء الجزء الاول صفحہ ۱۴۱۔

اس حدیث کے متعلق حافظ شاہ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ سوئم صفحہ ۱۳۹ میں اسطرح لکھتے ہیں:۔

اس حدیث کو قریب قریب تمام محدثین نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بھی اصح الاخبار و اثبت الاسانید و متفق علیہ ہے۔ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل حضرات اسکے راوی ہیں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی مرتضی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سہل بن سعد، حضرت ابوہریرہ، حضرت سلمہ بن الاکوع، حضرت عمران بن حصین، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت

یعلی، حضرت بریدہ بن الحصیب، حضرت حسن بن علی، حضرت ابو رافع موئے
دری، حضرت ابو بردہ، حضرت حسان بن ثابت، حضرت عامر بن سعد۔
فاضل مؤلف نے ان تمام روایتوں کو معہ اسناد کے نقل کیا ہے
اللہ علیہم سے مروی ہیں۔ اسیطرح علامہ بدرالدین عینی اپنی کتاب
ارح صحیح بخاری جلد، صـ۱۳۲ میں لکھتے ہیں:۔

جماعۃ من الصحابۃ غیر	اس حدیث رایت کو سہل کے علاوہ صحابہ میں سے
ـ وابوھریرۃ وعلی وسعد بن ابی	ایک جماعت کثیر نے روایت کیا ہے مثلاً ابوہریرہ
ـص والزبیر بن العوام والحسن بن علی	علی، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام و حسن
وابن عباس وجابر بن عبداللہ وعبداللہ	علی، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، عبداللہ
بن عمر وابوسعید الخدری وسلمۃ بن الاکوع و	بن عمر، ابوسعید خدری، سلمہ بن الاکوع، عمران
عمران بن حصین وابو یعلی الانصاری و	بن حصین، ابو یعلی انصاری، بریدہ، عامر بن
بریدۃ وعامر بن ابی وقاص واخرون۔	ابی وقاص وغیرہم اور دیگر صحابہ

حدیث مواخاۃ و حدیث رایت کے متعلق علامہ حاکم اپنی کتاب مستدرک
علی الصحیحین میں لکھتے ہیں:۔
وقد اتفقا جمیعاً علی اخراج حدیث المواخاۃ وحدیث الرایۃ۔ ترجمہ۔
شیخین یعنے بخاری و مسلم دونوں حدیث مواخاۃ و حدیث رایت کے اخراج پر متفق ہیں۔
امام نسائی نے کتاب الخصائص صـ۱۲ میں حدیث رایت کو سہل بن سعد
ساعدی سے نقل کیا ہے۔ ان ہی سہل سے امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اس
روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر مکی صواعق
محرقہ صـ۸۴ میں لکھتے ہیں کہ اخرج الشیخان عن سھل بن سعد۔ ترجمہ۔ بخاری و مسلم
نے اس حدیث کو بروایت سہل بن سعد لکھا ہے۔ علامہ سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامۃ
صـ۱۵ میں لکھتے ہیں۔ واخرجہ البخاری ومسلم فی الصحیحین واتفقا علیہ من حدیث
سھل بن سعد۔ ترجمہ۔ اس حدیث رایت کو بخاری و مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے اور ان

دونوں نے سہل بن سعد کی روایت کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ **محمد بن طلحہ الشافعی** مطالب السئول صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں۔ صحح النقل فی المسانید الصحیحۃ مسند البخاری ومسلم وغیرھما۔ ترجمہ۔ صحیح مانی گئی یہ روایت اسانید میں مثل مسند بخاری ومسلم وغیرہما کے۔

ابو عبداللہ الحافظ الحاکم نے کتاب مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث المغازی میں حدیث رایت کو بہت شرح وبسط کے ساتھ اسانید صحیحہ کے ذریعہ سے بیان کیا ہے۔ اس میں حضرت عمر کے شکست کھا کر بھاگ جانے کو ان الفاظ میں لکھا ہے۔ عن جابر بن عبداللہ قال لما کان یوم خیبر بعث رسول اللہ رجلاً فجبن۔ ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ خیبر کے دن جناب رسول خدا نے ایک شخص کو لڑائی پر بھیجا۔ لیکن اس نے نامردی کی اور بھاگ آیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس شخص کا نام نہیں لکھا۔ صرف رجلاً کہدیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بھاگنے والے حضرت عمر تھے۔ علامہ طبری کی تاریخ میں جس کا اقتباس اوپر نقل کیا گیا ہے اس امر کی صراحت کر دیگئی ہے۔ کہ نامردی کرنے والے حضرت عمر تھے۔ لیکن وہاں بھی حضرت عمر کی وجہ سے اس طرح لکھدیا ہے۔ کہ ان کے لشکری انکو نامردی سے متہم کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ لشکریوں سے بہتر ان کے سردار کی مردانگی یا بزدلی و نامردی کو اور کون جان سکتا ہے۔ اس ہی ناجائز پردہ پوشی کی ایک اور مثال نقل کرتے ہیں۔ علامہ محب الدین طبری ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۹۳

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ اخذ الرایۃ وھزھا ثم قال من یاخذھا بحقھا فجاء فلان فقال امض ثم قال رسول اللہ والذی کرم وجہ محمد لاعطینھا رجلاً لا یفرھا ھاک یا علی فانطلق	ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے علم پکڑ کر ہلایا۔ پھر فرمایا کہ کون ہے جو اسکو اس طرح پکڑے جو سکے پکڑنے کا حق ہے۔ فلاں شخص آیا اور علم کا خواستگار ہوا۔ چونکہ وہ نااہل تھا۔ آنحضرت نے فرمایا دور ہو۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے محمد کے چہرہ کو بزرگ کیا۔ میں یہ علم ایسے شخص کو دونگا جو جنگ سے نہیں بھاگیگا۔ اے علی ادھر آؤ

...خیبر و فدک اس کو لو۔ پھر حضرت علی علم لیکر جنگ پر گئے یہانتک کہ خداوند تعالیٰ نے انکے ہاتھ پر خیبر و فدک کو فتح کیا ...لا۔

امام احمد حنبل نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

...یت کو اسیطرح "فلاں" کے ساتھ سبط ابن الجوزی نے نقل کیا ہے۔
...باب الثانی ص۱۵ دیکھا آپ نے لفظ فلاں کہکر دفع الوقتی کر دیگئی۔
...نے اس علم کے لینے کی خواہش کی تھی۔ اُس کو آنحضرتؐ نے "بڑے ہو" کہکر ... ردیا۔ اس سے ساری قلعی کھلتی ہے۔ لہذا لفظ فلاں سے پردہ پوشی کی گئی۔
حسان ابن ثابت شاعر دربار نبوی نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ ص۲۳۲ میں لکھتے ہیں:-

قال حسان یا رسول اللہ	حسان نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ
تأذن لی ان اقول فی علیاً	مجھے اجازت دیجئے کہ میں علیؑ کی شان میں اشعار
شعرا قال قل قال ؎	کہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کہو۔ انہوں نے کہا۔
وعلی ارمد العین یبتغی	علیؑ کو آشوب چشم تھا اور وہ دوا تلاش کرتے تھے
دواء فلما لم یجد مداویا	جب کوئی دوا کرنے والا نہ پایا تو رسول اللہ نے
حباہ رسول اللہ من تفلۃ	ان کو اپنے لعاب دہن سے شفا دی۔ مبارک تھا
فبورک مرقیا وبورک راقیا	وہ شخص جس پر یہ عمل کیا گیا اور مبارک تھا وہ
وقال ساعطی الرایۃ کارسا	جس نے یہ عمل کیا اور فرمایا میں آج کے دن علم
فذاک محب الرسول مواليا	اس شہسوار کو دونگا جو رسول کو دوست رکھتا
یحب النبی والالہ یحبہ	ہے اور موافقت کرنیوالا ہے وہ اللہ اور رسول
فیفتح ھاتیک الحصون متوالیا	کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسکو دوست
فاقصی بہا دون البریۃ کلہا	رکھتے ہیں پس وہ یہاں کے سب قلعوں کو فتح کریگا
علیاً وسماہ الوزیر المواخیا	جو لگاتار ہیں پس مخصوص کیا آنحضرتؐ نے
	تمام خلق میں سے علیؑ کو اور انکا نام وزیر و اخی رکھا۔

اس واقعہ سے حضرت علی کی رفعت شان کا اندازہ تو ہوا
افضلیت دیگر صحابہ پر خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر پر بہت اچھی طرح
لیکن چند دیگر امور بھی اپنی دلچسپی اور اہمیت میں نمایاں ہیں
کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں:۔

(۱) یہ حدیث تصدیق کرتی ہے حدیث طیر کی۔ جناب علی مرتضیٰ
و رسول تھے اور خود خدا و رسول سے بدرجہ اتم محبت کرنے والے تھے۔ دیگر
خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی۔

(۲) حضرت علی سے پہلے سرداران لشکر بھگوڑے تھے۔ جن کے مقابلہ میں
حضرت علی کو غیر فرار خاص طور سے کہا گیا۔

(۳) پہلے سرداران کو نہ خدا و رسول دوست رکھتے تھے اور نہ وہ خدا و
رسول کو دوست رکھتے تھے۔

(۴) حضرت علی کی یہ خاص امداد تھی۔ اور خدا نے خاص طور سے اُنکو
مدینہ سے اپنے رسول کی مدد کے لئے بھیجا۔

(۵) حضرت علی کے بغیر خیبر کا فتح ہونا ناممکن تھا۔ جناب امیر کی یہ خاص
مشکلکشائی تھی۔

(۶) سب سے بڑی بات جو ظاہر ہوتی ہے وہ صحابہ کی ذہنیت ہے۔ اور یہ
معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے نبوت اور نبی کو کیا سمجھا تھا۔ آنحضرت کا یہ قول تمام لشکر
میں پھیل گیا۔ حضرت علی کو بھی معلوم ہوا۔ اب حضرت علی اور دیگر صحابہ کے طرز
عمل کے فرق کو ملاحظہ کیجیے۔ حضرت علی جانتے تھے کہ جو جناب رسول خدا نے
فرمایا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کے ہی حکم سے کرار و غیر فرار شخص
منتخب ہو کر علم دیا جائیگا۔ لہذا آپنے بارگاہ ایزدی میں رجوع کیا۔ اور اُس سے
ہی دعا مانگی۔ یقین ایسا کامل تھا کہ باوجود شدت رمد کے خدا کے فضل و قدرت
پر امید تھی۔ برخلاف اس کے دیگر صحابہ سمجھتے تھے کہ یہ تو رسول خدا نے یوں ہی

یسلئے کہدیا ہے۔ اُن کے اس قول میں کچھ اصلیت نہیں ہے۔ تب
ہی بھاگ چکے تھے آج پھر امیدوار نظر آتے ہیں۔ کرار و غیر فرار کے
ی نہیں دیتے۔ اگر وہ یہ سمجھتے کہ ان ھو الا وحی یوحی تو بوجہ فرار ہونے
لی جگہ لینے کی آرزو نہ کرتے۔ ایک اور دلچسپ انداز ملاحظہ ہو۔ یہ لوگ
پنی موجودگی کو نہایت نمایاں طریقہ پر رسول خدا کے سامنے ظاہر کیا گویا رسول
ے الفاظ میں کوئی خاص وقعت اور اہمیت تو تھی ہی نہیں۔ فوری نظر پڑنے پر
م مل جائیگا۔ اُنہوں نے سمجھا کہ شاید رسولخدا ہمکو نہ دیکھیں تو علم نہ دیں اور دیکھ
لینگے تو فوراً بغیر سوچے سمجھے علم دے دینگے۔ ان بزرگوں کی رائے میں رسول خدا
ہر ایک شخص کی حالت و قابلیت و اہلیت سے واقف نہ تھے اور خدا جو عالم الغیب
ہے اس کو تو اس عطا میں کچھ دخل ہی نہیں۔ سعد ابن وقاص ہیں کہ رسول خدا
سے رگڑتے ہوئے چلتے ہیں۔ اور عین اُنکی آنکھوں کے سامنے کھڑے ہو کر انکو
تکنے لگتے ہیں۔ تاکہ اُن کی موجودگی بہت اچھی طرح جناب رسول خدا پر ظاہر ہو جائے
کہیں ایسا نہ ہو کہ جناب رسول خدا کو خیال ہی نہ رہے کہ یہاں کہیں سعد ابن وقاص
بھی ہیں۔ ساری یوسف زلیخا سنی سنی اور آخر میں پوچھتے ہیں کہ زلیخا زن بود کہ مرد۔ یہ
تھا ان بزرگوں پر نبوت کی تعلیم کا اثر۔ کیا اسلام نے ایسے ہی حاکم دینے کا وعدہ کیا تھا
اور خدا نے ایسے ہی اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا تھا جنہیں اپنے پاس بیٹھنے والوں
کی لیاقت و قابلیت کا بھی صحیح اندازہ نہ تھا۔ اور جو معاذ اللہ ایسے غافل تھے۔ کہ
جب تک مستحق شخص اُنکے جسم کو رگڑ کر نہ چلے اُنہیں اُس کی موجودگی کا بھی علم نہ ہو
برخلاف اس کے جناب علی مرتضیٰ اپنے خیمہ میں بیٹھے رہے اور خدا سے دعائیں
مانگتے رہے۔ جانتے تھے کہ خدا میں سب قدرت ہے اور رسول خدا کو سب کی لیاقت
و قابلیت کا صحیح اندازہ ہے۔ اگر مجھے اس قابل سمجھینگے تو ضرور ہی بلوا لینگے چنانچہ
نہ آئے جب تک جناب رسول خدا نے سلمہ بن الاکوع کو بھیجکر نہ بلوایا۔ یہ تھے وہ
بزرگوار جو بعد رسول جناب علی مرتضیٰ کے مقابلہ میں خلافت کے دعویدار تھے۔

سعد ابن ابی وقاص کو تو حضرت عمر نے امیدواران خلافت اور خط
رکھا تھا۔ ایسی ذہنیت کے لوگ سقیفہ بنی ساعدہ کے مجمع میں کہ
کے حکام اور اولوالامر منتخب کر سکتے تھے۔ ہم عقل سلیم کے فیصلہ

حدیث تشبیہ۔

جناب رسول خدا نے حضرت علی کے فضائل کو ہر ایک ممکن او
امت پر ظاہر کر دیا۔ اور بتا دیا کہ میرے جانشین میں ایسے فضائل ہونے چ
احادیث میں سے ایک حدیث تشبیہ ہے۔

عن مجاهد عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو ان الریاض اقلام والبحر مداد والجن حساب و الانس کتاب ما احصوا فضائل علی ابن ابی طالب وبالاسناد عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی جعل لاخی علی ابن ابی طالب فضائل لا تحصی کثرته فمن ذکر فضیلة معترا بها غفر الله ما تقدم من ذنبه وما تاخر ومن کتب فضیلة من فضائله لم تزل الملائکة تستغفر له ما بقی لتلک الکتابة رسم ومن استمع فضیلة من فضائله غفر الله له الذنوب

مجاہد نے ابن عباس سے روایت بیان کی ہ
ابن عباس نے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
اگر تمام درخت قلم بنائے جائیں اور تمام سم
سیاہی بنائیں اور جنات شمار کرنے والے ہوں تمام
انسان لکھنے والے ہوں تب بھی علی کے فضائل
کو وہ شمار نہ کر سکینگے۔ اور اسناد کے ساتھ حضرت
علی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ
خداوند تعالیٰ نے میرے بھائی علی کو اتنے فضائل
عطا فرمائے ہیں کہ جو اپنی کثرت کی وجہ سے شمار میں
نہیں آسکتے۔ جس شخص نے علی کے فضائل میں سے
ایک فضیلت کا بھی اقرار کرتے ہوئے ذکر کیا۔ تو
خداوند تعالیٰ اس شخص کے گناہان گذشتہ و آئندہ
کو بخش دیتا ہے۔ جس نے اس کے فضائل میں سے
ایک فضیلت کو بھی تحریر کیا تو جب تک اُس
کتابت کا نشان باقی رہتا ہے۔ فرشتگان خدا
اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور جس نے

و من نظر الی	اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو بھی سن
ہا ائلہ غفر اللہ	لیا تو خداوند تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ بخشدیتا ہے
تی اکتسبہا بالنظر	جو اس نے کانوں کے ذریعہ سے کئے ہوں جیسے
مر الی وجہ علی ابن	اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو بھی دیکھا
عبادۃ وذکرہ عبادۃ	تو خداوند تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ بخشدیتا ہے
بل اللہ ایمان عبد الا بولایۃ	جو اس نے آنکھوں کے ذریعہ سے کئے ہوں۔ پھر
براءۃ من اعدائہ وبالاسناد	آپ نے فرمایا کہ علی ابن ابیطالب کے چہرہ پر نظر کرنا
قال الخطیب خوارزمی اتبانا	عبادت ہے۔ اس شخص کا ایمان قبول نہیں کیا
الحافظ ابو العلاء الہمدانی مرفوعاً	جائیگا جو علی سے محبت اور اس کے دشمنوں سے
الی عبد اللہ ابن عباس و	بیزاری نہیں کرتا اور اسناد کے ساتھ خطیب
قد قال لہ رجل سبحان ما	خوارزمی نے اپنے مناقب میں تحریر کیا ہے۔ کہ
اکثر مناقب علی و فضائلہ	خبر دی ہمکو ابو العلاء الہمدانی نے جو ابن عباس کو
انی احسبہا ثلاث الاف منقبۃ	ایک شخص نے انسے کہا کہ سبحان اللہ علی ابن ابیطالب
قال ابن عباس اولا تقول انہا	کے کس قدر مناقب و فضائل ہیں میرا گمان ہے
الی ثلاثین اقرب وبالاسناد عن	کہ تین ہزار مناقب ہونگے۔ عبداللہ ابن عباس نے
الحسین بن علی بن ابی طالب عن علی	کہا۔ کیوں نہیں کہتا کہ تقریباً تیس ہزار مناقب و
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم	فضائل ہیں ہسی کتاب المناقب میں اسناد کے
یقول لو حدثت بکل ما انزل فی	ساتھ حسین بن علی سے مروی ہے کہ حضرت علی نے
علی ما وطی علی موضع فی الارض	فرمایا کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اگر میں وہ تمام
الا اخذ ترابہ الی السماء و منہ	فضائل بیان کروں جو علی ابن ابی طالب کے متعلق
عن ابی الحمراء قال قال رسول	خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں تو وہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من	جس زمین پر قدم رکھے لوگ اس قطعہ زمین کی مٹی
اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ	تا سطح آب لیجائیں۔ اور ابو الحمرا سے مروی ہے

والی نوح فی فھمہ والی یحیی بن ذکریا فی زھدہ والی موسی بن عمران فی بطشہ فلینظر الی علی بن ابی طالب۔

اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

کہ انہوں نے کہا کہ شخص چاہتا ہے حالت میں نوح کو بن زکریا کو انکے کمال موسیٰ بن عمران کو انکے کم کی حالت میں دیکھے تو چاہیے۔

اس حدیث کا بغور مطالعہ کرنے سے فوراً ظاہر ہو جاتا ہے کہ جناب کا کیا مقصد و منشا تھا۔ آپ نے بتا دیا کہ حضرت علی کی فضیلت و رفعت منزلت کس قدر بالاتر ہے۔ جو شخص کہ نبیوں سے لگا کھا اور جس میں انبیاء اولو العزم کی خاص صفات اپنے انتہائی درجہ پائی جائیں وہی شخص خاتم النبیین کا خلیفہ و جانشین ہو سکتا ہے۔ تاکہ آخری نبی اور دیگر تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کا ابتک کا کیا ہوا کام اسی طرح چلتا رہے اور ترقی کرتا رہے کہ جیسا وہ خود کر سکتے تھے۔ اس روایت میں کئی احادیث ایک جا جمع کی ہوئی ہیں۔ آخری حدیث کو حدیث تشبیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت علی کو انبیاء علیہم السلام سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس حدیث کو گروہ اہل حکومت کے کثیر علماء محققین و محدثین نے نقل کیا ہے اور اس کی تصدیق و توثیق کی ہے۔ نقشہ ذیل میں انکے اسماء گرامی معہ حوالہ جات درج ہیں:۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
۱	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری	۲۱۱	جیسا کہ ابو عبد اللہ یاقوت حموی نے کتاب معجم الادباء میں تحریر کیا ہے۔
۲	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱	مسند امام احمد حنبل
۳	ابو حاتم محمد بن ادریس بن المنذر	۲۷۷	

	راویان حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
	عثمان المعروف بن شاہین	۳۸۵	کتاب السنۃ۔
	بن محمد بن احمد عکبری بطہ	۳۸۷	جیسا کہ کفایت الطالب محمد بن یوسف الکنجی میں درج ہے۔
	محمد بن عبداللہ بن محمد المعروف حاکم	۴۰۵	تاریخ نیشاپور
	ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی	۴۱۰	اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں بیان کیا ہے
	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانی	۴۳۰	جیسا کہ محمد صدر عالم نے ... العلی میں تحریر کیا ہے
۹	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ البیہقی	۴۵۸	جیسا کہ اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں بیان کیا ہے۔
۱۰	ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی۔	۴۸۳	کتاب المناقب۔
۱۱	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی	۵۰۹	فردوس الاخبار۔
۱۲	ابومحمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		زین الفتی فی سورہ ہل اتی
۱۳	ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی		خصائص علویہ
۱۴	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ	۵۵۸	مسند الفردوس۔
۱۵	ابوالمؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم۔	۵۶۸	کتاب المناقب
۱۶	ابوالخیر رضی الدین احمد بن اسمٰعیل القزوینی	۵۹۰	جیسا محب الدین احمد نے ریاض النضرۃ اور ذخائر العقبیٰ میں تحریر کیا ہے۔
۱۷	شیخ عمر بن محمد بن خضر المعروف ملا یعلی		وسیلۃ المتعبدین۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
۱۸	نورالدین ابو حامد محمود بن محمد الصالحانی		جیسا کہ سید شہاب الدین۔ تحریر کیا ہے۔
۱۹	کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی	۶۵۲	مطالب السؤول
۲۰	ابو عبداللہ محمد یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن
۲۱	محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری	۶۹۶	ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل
۲۲	سید علی بن شہاب الدین الہمدانی	۷۸۶	مودۃ القربیٰ۔ مودۃ ثامنہ۔
۲۳	نورالدین جعفر بن سالار المعروف امیر ملا		خلاصۃ المناقب۔
۲۴	سید شہاب الدین احمد		توضیح الدلائل۔
۲۵	شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی دولت آبادی المعروف ملک العلماء	۸۴۹	
۲۶	نورالدین علی بن محمد بن الصباغ	۸۵۵	کتاب مناقب۔
۲۷	کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی	۸۹۲	کتاب فواتح۔
۲۸	عبدالرحمن بن عبدالسلام بن عبدالرحمن		نزہۃ المجالس منتخب النفائس۔
۲۹	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی		کتاب الاکتفاء
۳۰	جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمن۔	۱۰۰۰	کتاب اربعین فی مناقب امیرالمومنین۔
۳۱	شیخ احمد بن الفضل بن محمد بن باکثیر	۱۰۴۷	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل۔
۳۲	میرزا محمد بن معتمد خان بن رستم الحارثی		مفتاح النجا فی مناقب اہل العبا،
۳۳	محمد صدر عالم سبط شیخ ابوالرضا،		معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ۔
۳۴	محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی		روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ ص۵۰
۳۵	احمد بن عبدالقادر عجیلی۔		ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل
۳۶	مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ		مرآۃ المومنین۔

نمبر	حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
	احمد بن عبدالرحیم		قرۃ العینین۔
	…ی۔		اربعین فی اصول الدین
	…براہیم البلخی القندوزی		ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۲ھ ہجری باب الاربعون فی کون علی شبیہا بالانبیاء علیہم السلام وکون فضائلہ کثیرۃ لاتحصی ص۱۲۱ لغایت ۱۲۳۔
۴	مولوی عبید اللہ امرتسری۔		ارجح المطالب باب چہارم ص۵۳۵

حوالہ جات ہدیہ ناظرین ہوئے۔ اُن کی سہولت کے لئے چند اقتباسات بھی ہم نقل کرتے ہیں:۔

روایت عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ کو ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ رومی الحموی اپنی کتاب معجم الادباء میں بترجمہ محمد بن احمد بن عبید اللہ الکاتب المعروف ابن المنجم تحریر کرتے ہیں:۔

له قصيدة ذات الاشباه وسميت بذات الاشباه لقصده فيما ذكره الخبر الذى رواه عبدالرزاق عن معمر عن الزهرى عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو فى محفل من اصحابه ان تنظروا الى آدم فى علمه ونوح فى

ابن المنجم نے ایک قصیدہ لکھا ہے جسکا نام ذات الاشباہ اسوجہ سے رکھا گیا ہے کہ اسمیں ابن المنجم نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جسکو عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے اور اس نے زہری سے زہری نے سعید بن المسیب سے اور اسنے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے جبکہ آپ صحابہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اگر تم آدم کو اسکے کمال علم میں نوح کو انکے کمال فہم میں دیکھنا چاہو

فهمه رهه، وابراهیم فی خلقه — میں، ابراہیم کو انکے کما
وموسی فی مناجاته وعیسی فی — صفت کلیم اللّٰہی میں عیسیٰ
سنته ومحمد فی هدیه و — محمد کو انکے کمال طریقت
وحلمه فانظروا الی هذا المقبل — اُس آنیوالے کو دیکھو۔ لوگوں نے
فتطاول الناس فاذا هو علی بن — دیکھا تو علی ابن ابیطالب تھے منجم نے
ابیطالب فاورد المنجم ذلك فی — میں اسکا ذکر کیا ہے اور اُس میں حضرت
قصیدته وفیها مناقب کثیرة۔ — دیگر بہت سے مناقب و فضائل کا بھی ذکر ہے۔

اس روایت کے سلسلہ میں عبدالرزاق و معمر و زہری و سعید ابن المسیب والوہریرہ کا ذکر آتا ہے اور اُس روایت کو نقل کرنے والا یاقوت حموی ہے۔ ہم ان سب کا ذکر اس کتاب کے حصہ دوم یعنی کتاب الاسناد والتراجم میں کرینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ ان بزرگوں کی حضرات اہلسنت وجماعت کے نزدیک کیا شان وسمو مرتبت ہے ابوہریرہ کے علاوہ دیگر صحابیوں نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے چنانچہ حضرت علی و ابوالحمرا وانس وحارث الاعور سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

امام احمد حنبل نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جیسا کہ ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی کتاب ہدایۃ السعدا میں تحریر کیا ہے:۔

روی احمد والبیهقی فی فضائل — امام احمد حنبل و بیہقی فضائل الصحابہ میں روایت
الصحابة ان قال رسول الله — کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ جو شخص اِرادہ
صلی الله علیه وسلم من اراد ان ینظر — کرتا ہے کہ آدم کو اسکے علم کے ساتھ یوشع کو اس کے
الی ادم فی علمه والی یوشع فی تقواه و — تقوی کیساتھ ابراہیم کو اس کے حلم کیساتھ موسیٰ
الی ابراهیم فی حلمه والی موسی فی هیبته — کو اسکی ہیبت کے ساتھ اور عیسیٰ کو اسکی عبادت
والی عیسی فی عبادته فلینظر الی علی۔ — کے ساتھ دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ علی مرتضیٰ کو دیکھے

ابو حاتم محمد بن ادریس الحنظلی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے چنانچہ ابو محمد احمد بن محمد العاصمی اپنی کتاب زین الفتیٰ شرح سورۂ ھل اتیٰ میں لکھتے ہیں:۔

محمد البستی قال [illegible] محمد بن ادریس الحنظلی [illegible]
بن ابی منصور قال
بن بشیر قال حدثنا
ادریس الحنظلی قال محمد
الله بن المثنی الانصاری
حدثنی حمید عن انس قال کنا
فی بعض حجرات مکة نتذاکر علیا [illegible]
فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم [illegible]
فقال ایها الناس من اراد ان [illegible]
ینظر الی آدم فی علمه والی نوح فی [illegible]
فهمه والی ابراهیم فی حلمه والی [illegible]
موسی فی شدته والی عیسی فی زهادته [illegible]
والی محمد فی بهائه والی جبرئیل فی امانته والی الکوکب [illegible]
الدری والشمس الضحی والقمر المضیء فلیتطاول [illegible]
ولینظر الی هذا الرجل واشار الی علی بن ابیطالب [illegible]

اس روایت سے ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے [illegible] یہ سوال [illegible]
مکہ میں حضرت علی کا ذکر کرنے کیوں تشریف لے گئے تھے ؟ اور وہ ذکر کس قسم کا تھا صاف
پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کے خلاف جماعت تھی جس کی [illegible] لگی
ہوئی تھی۔ یہ روایت غالباً فتح مکہ کے ایام کی ہے جناب رسول خدا کے جانشین کا سوال
ان لوگوں کے ہمیشہ پیش نظر رہتا تھا۔ اور ساتھ ہی دیکھتے تھے کہ جناب رسول خدا
ہر موقعہ پر حضرت علی کے فضائل ہر ممکن طریقہ سے بیان فرمایا کرتے ہیں۔ اور یہ فضائل یوں
ہی ان لوگوں پر ہویدا تھے۔ لہذا انکو علی کی طرف [illegible] کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اور
وہ اپنے مقصد کے حصول کی کوشش کرتے تھے۔ [illegible] یہ بھی تھی [illegible] علی کی تنقیص

شان کریں اور انکے خلاف پروپاگنڈا شائع کریں۔ یہ لوگ تھے تب ہی تو آنحضرت کو یہ کہنے کی ضرورت ہوئی کہ جس ذ اس شان کا آدمی ہے۔

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں جابر بن عبد کو اس طرح نقل کرتے ہیں:۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من اراد ان ینظر الی اسرافیل فی ھیبتہ والی میکائیل فی رتبتہ والی جبرئیل فی جلالتہ والی آدم فی علمہ والی نوح فی ھمہ والی ابراھیم فی خلتہ والی یعقوب فی حزنہ والی یوسف فی جمالہ والی موسیٰ فی مناجاتہ والی ایوب فی صبرہ والی یحییٰ فی زھدہ والی عیسیٰ فی سنتہ والی یونس فی ورعہ والی محمد فی جسمہ وخلقہ فلینظر الی علی فان فیہ تسعین خصلۃ من خصائل الانبیاء جمعھا اللہ فیہ ولم تجمع فی احد غیرہ وذکر جمیع ذالك فی کتاب جواھر الاخبار	جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے رو جناب رسولخدا نے کہ جو شخص چاہتا ہو کہ کو انکی ہیبت میں میکائیل کو انکے رتبہ میں جبرئیل انکی جلالت میں، آدم کو انکے علم میں نوح کو ہمت میں ابراہیم کو انکی صفت خلیل اللہی میں یعقوب کو اس قربت خداوندی میں جو صابر کو رنج وغم کی حالت میں حاصل ہوتا ہے یوسف کو انکے جمال میں موسیٰ کو انکے صفت کلیمی میں ایوب کو انکے صبر میں یحییٰ کو انکے زہد میں عیسیٰ کو انکے طریقہ میں یونس کو انکی پرہیزگاری میں اور محمد کو انکے جسم و خلق میں تو اسے چاہئے کہ علی کو دیکھے۔ اسمیں نوے صفات انبیاء کی صفات میں سے جمع ہوئی ہیں۔ جو کبھی اسکے سوا کسی اور میں نہیں ہوئیں۔ ان تمام خصائل کو کتاب جواہر الاخبار میں جمع کیا گیا ہے۔

علامہ شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں ایک مستقل باب اس عنوان کا قائم کیا ہے۔ فی کون علی شبیھا بالانبیاء علیھم السلام وکون فضائل کثیرۃ لا تحصی۔ یہ باب الاربعون ہے۔ اور اس میں حدیث تشبیہ کی توثیق و تصدیق اچھی طرح کی گئی ہے۔

ہے جو رفعت و جلالت شان و تقرب الٰہی جناب امیرالمومنین کے ظاہر ہے ختم المرسلین کا جانشین وہی شخص ہو سکتا ہے جو اُس کی طرح میں صفات انبیا موجود ہوں۔ ایسی صفات کا اجتماع ایک شخص خداوند تعالیٰ ہی اپنے دست قدرت سے کر سکتا ہے۔ لوگوں کی رایوں پر منحصر ہم یہ آپ کی عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ کہ آیا ایسے شخص کا انتخاب و تقرر خدا و رسول چاہیئے یا وہ سقیفہ بنی ساعدہ کی گڑبڑ جھالا میں ہونا چاہیئے۔

حدیث منزلت:۔

جو جو فضائل و خصائل حمیدہ و پسندیدہ کہ کسی ایک انسان میں جمع ہو سکتے ہیں، ہر ایک کمال جو کسی ایک فرد بشر میں پایا جا سکتا ہے، ہر ایک صفت جو جانشین رسول آخرالزمان کے لئے ضروری ہو سکتی ہے۔ آنحضرت نے بتصریح تمام و اعلان عام مختلف مواقع پر فرمایا کہ وہ فضل و کمال و صفت علی میں بدرجہ اتم موجود ہے اور اس طریقہ سے فرمایا کہ صحابہ میں سے کسی اور کے اندر ان صفات و فضائل کا اجتماع سوائے علی کے ناممکن ثابت کر دیا۔ ان فضائل و خصائل و کمالات و صفات کو علیحدہ علیحدہ فرمانے کے بعد آپ نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ علی ان صفات میں انبیا سلف میں سے کسی نبی سے کم نہیں ہے۔ بلکہ اُن میں سے ہر ایک کی معمولی صفت نہیں بلکہ اُس کی صفت تخصیصی کے درجہ کمال کو اگر دیکھنا ہو تو علی کی طرف دیکھو۔ اس میں وہ صفات بدرجہ کمال ہوں گے علو مرتبت کے اظہار کا یہ آخری درجہ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کسی غبی و کند ذہن شخص کے دل میں حضور کے جانشین کی طرف سے شبہ رہ جائے تو اس امکان بعیدی کو زائل کرنے کے لئے بھی آپ نے بتصریح مختلف مواقع پر فرمایا کہ علی کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ موسیٰ کے بعد تو نبی آ سکتا تھا اور آیا لیکن مشیت ایزدی اب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آوے۔ اگر کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ علی ہوتا۔ اس کو حدیث منزلت کہتے ہیں۔ اور اس کو الفاظ ذیل میں گروہ اہل حکومت کے متعدد علماء نے نہایت تصریح سے بیان کیا ہے۔

یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

اس حدیث کی صحت و سند کے ثابت کرنے کے لئے نہیں کیونکہ یہ مسلمہ فریقین ہے اور اس کی صحت میں کبھی کسی کو شیخین یعنی بخاری و مسلم بھی اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور نقل کیا ہے۔ ہم صرف چند حوالہ جات ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ النبی متوفی ۱۵۱ھ ہجری: سیرۃ النبی لابن ہشام

محمود بن سلیمان داؤد الطیالسی متوفی ۲۰۴ھ ہجری: مسند حدیث ۲۰۵ و ۲۰۹ و ۲۱۳ و ۲۱۲ صہ

محمد بن سعد کاتب الواقدی: طبقات ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۱۴

امام احمد حنبل متوفی ۲۴۱ھ ہجری: مسند الجزء الاول ص ۱۷۰ و ۱۷۳ و ۱۷۵ و ۱۷۷ و ۱۷۹ و ۱۸۲ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۳۳۰ و ۳۳۱ الجزء الثالث ص ۳۲ و ۳۳۸ الجزء السادس ص ۳۶۹ و ۴۳۸۔

ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل البخاری ۲۵۶ھ ہجری: صحیح بخاری طبع مصری الجزء الثانی ص ۱۸۵ باب مناقب علی بن ابی طالب

مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ ہجری: صحیح مسلم طبع مصر الجزء السابع باب من فضائل علی ابن ابی طالب ص ۱۲۰

محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی متوفی ۲۷۳ھ ہجری: سنن ابن ماجہ الجزء الاول ص ۵۵۔

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ ہجری: سنن ترمذی۔

احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ ہجری: کتاب الخصائص۔

محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ ہجری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۰۴۔ ذکر الخبر عن غزوۂ تبوک ۹ھ ہجری۔

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف حاکم متوفی ۴۰۵ھ ہجری: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۰۹ و ۱۳۳۔

ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزء الثانی ص ۴۷۳ ترجمہ علی ۱۵۔

ابو الحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف بن المغازلی متوفی ۴۸۳ھ: کتاب المناقب۔

شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ ہجری: کتاب الفردوس۔

حسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ ہجری: مصابیح السنۃ۔ الجزء الثانی ص ۲۷۵۔

...می: زین الفتی فی شرح سورۃ ھل اتی۔

...ف اخطب خوارزم متوفی ۵۶۸ھ ہجری: کتاب المناقب۔

...بانی المعروف ابن الاثیر متوفی ۶۰۶ھ ہجری: جامع الاصول فی احادیث الرسول

...ف ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ ہجری: اسد الغابہ۔

...م محمد بن طلحۃ القرشی متوفی ۶۵۲ھ ہجری: مطالب السئول فی مناقب آل رسول

...بوالمظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی متوفی ۶۵۴ھ: تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص ۱۲، ۱۳، ۱۴

...ن محمد بن یوسف الکنجی متوفی ۶۵۸ھ ہجری: کفایۃ الطالب۔

...ب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری متوفی ۶۹۴ھ ہجری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع ص ۱۵۷

ص ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۹۹ و ۲۰۳۔

...سمعیل بن عمر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ ہجری: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص ۲۲۴،

۳۳۴ و ۳۳۸ و ۳۴۰ تا ۳۴۳۔

...ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوۃ المصابیح ص ۵۶۳۔

...سید علی ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ ہجری: مودۃ القربی۔

...ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ہجری: فتح الباری الجزء السابع ص ۶۰

...نور الدین علی بن محمد المعروف ابن الصباغ متوفی ۸۵۵ھ ہجری: فصول المہمۃ فی معرفۃ الائمہ۔

...جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ: کتاب الدر المنثور الجزء الرابع ص ۲۹۵۔

...حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس

...ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث اول ص ۷۲

...علی المتقی ۹۷۵ھ: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۹ و ۲۵۰۴

" " " " ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۰۳ و ۲۵۰۹۔

" " " " ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۲۰ و ۲۵۲۵ و ۲۵۵۵

" " " " ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۲۰۔

" " " " ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۰۷۔

ذیل المتقی متوفی ۹۷۵ ہجری: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۴ حدیث ۶۱۲۴

ص۱۵۴ حدیث ۶۱۳۱

ص۱۸۸ حدیث ۶۱۵۲

سید مومن بن حسن شبلنجی متوفی ۱۲۹۸ھ: نور الابصار ص۵۵

شیخ سلیمان البلخی القندوزی الحنفی متوفی ۱۲۹۴: ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول الباب السادس

میرزا محمد بن معتمد خان: نزل الابرار ص۱۵، ۱۷، ۲۲۔

شمس الدین محمد: اسنی المطالب ص۲۱۔

محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص۲۵ بہ تشریح شعر

یا امامًا من بعد النبی الخلق ... طاعة الله ختارو ذکان صبیا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۶۰

شیخ یوسف ابن اسمٰعیل نبہانی: شرف المؤبد ص۱۱۲۔

علی بن برہان الدین الحلبی: سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص۱۵۱۔

اس حدیث کی صحت پر اجماع امت ہے۔ ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ میں حدیث منزلت کی نسبت لکھتے ہیں: والجواب ان هذا الحديث صحيح بلا ريب ثبت في الصحيحين وغيرهما (ترجمہ) بلاشک و شبہ یہ حدیث منزلت صحیح ہے اس کی توثیق صحیحین اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ شیخ عبد الحق اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

واین حدیث متفق علیہ است بر صحت این حدیث و اعتماد بر قول ایشان است۔

محمد بن یوسف الگنجی اپنی کتاب کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب میں حدیث منزلت کے متعلق لکھتے ہیں:

قلت هذا حديث متفق على صحته رواه الائمة الحفاظ كابي عبد الله البخاري في صحيحه ومسلم بن

میں کہتا ہوں کہ حدیث منزلت کی صحت پر سب کا اتفاق ہے اسکو بڑے بڑے علماء و حفاظ نے نقل کیا ہے چنانچہ ابو عبداللہ بخاری نے اپنی صحیح میں مسلم

وابوداؤد فی سننه ... جامعه وابو ... ئی فی سننه وابن ... اتفق الجمیع علی صحته ... جماعة منهم وقال الحاکم ... فی هذا الحدیث دخل فی حد التواتر

بن حجاج نے اپنی صحیح میں، ابوداؤد نے اپنے سنن میں، ترمذی نے اپنے جامع میں، ابو عبدالرحمن نسائی نے اپنے سنن میں، ابن ماجہ نے اپنے سنن میں [illegible] علماء نے اس کی صحت پر اجماع کیا ہے اور حاکم ابو [illegible] کہتے ہیں کہ یہ حدیث حد تواتر میں داخل ہے۔

اسمٰعیل بن عمر الدمشقی المعروف بابن کثیر اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ سے التاریخ الجزء السابع صفحہ ۳۴۱ و ۳۴۲ میں لکھتے ہیں:

وقد رواه غیر واحد عن عائشة بنت سعد عن ابیها قال ابن عساکر وقد روی هذا الحدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم جماعة من الصحابة منهم عمر وعلی وابن عباس وعبد الله بن جعفر ومعاویة وجابر بن عبد الله وجابر بن سمرة وابو سعید والبراء بن عازب وزید بن ارقم وزید بن ابی اوفی ونبیط بن شریط وحبشی بن جنادة ومالک بن الحویرث وانس بن مالک وابو الطفیل وام سلمة واسماء بنت عمیس وفاطمة بنت حمزة وقد تقصی ابن عساکر هذه الاحادیث فی ترجمة علی من تاریخه فاجاد وافاد وبرز علی النظراء والاشباه والانداد رحمه رب العباد یوم التناد.

کئی راویوں نے [illegible] عائشہ بنت سعد [illegible] اپنے باپ سے حدیث منزلت نقل کی ہے [illegible] ابن عساکر [illegible] عمر، علی، ابن عباس، عبداللہ بن جعفر، معاویہ، جابر بن عبداللہ، جابر بن سمرہ [illegible] براء بن عازب، زید بن ارقم، زید بن ابی اوفی، نبیط بن شریط، حبشی بن جنادہ، مالک بن حویرث، انس بن مالک، وابوالطفیل، ام سلمہ، اسماء بنت عمیس، فاطمہ بنت حمزہ۔ ابن عساکر [illegible] روز حشر اس پر رحمت کرے۔

صرف غزوہ تبوک ہی کے موقعہ پر یہ حدیث ارشاد نہیں فرمائی گئی بلکہ مختلف [illegible]

آنحضرت نے اس قول کو دوہرایا ہے تاکہ امت کے اچھی طرح ذہن
ذیل موقعوں پر اس حدیث کا ارشاد فرمایا جانا ثابت ہے:۔

(۱) **بوقت عقد مواخات** جیسا کہ امام احمد حنبل و محمد بن حبان البستی و۔
و خطیب بغدادی و اخطب خوارزم، ابن عساکر و سبط ابن الجوزی، محب
الطبری و ابراہیم بن عبداللہ الوصابی، محمد بن یوسف الزرندی، ابن صب
جلال الدین سیوطی، جمال الدین محدث، علی المتقی، سید محمود بن محمد بن علی الشیخانی القا
میرزا محمد بن معتمد خان، ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی، اور مولوی مبین لکھنوی نے لکھا ہے۔

(۲ و ۳) **بوقت ولادت جناب امام حسن و امام حسین علیہما السلام** جیسا کہ ابوسعید عبدالملک
بن محمد النیسابوری الخرگوشی، عمر بن محمد بن خضر الملا اربیلی، شہاب الدین بن شمس الدین
دولت آبادی، شہاب الدین احمد حسینی یا بکری نے بیان کیا ہے۔

(۴) **یوم خیبر** جیسا کہ ابن المغازلی اخطب خوارزم، عمر بن محمد بن خضر الاردبیلی المعروف ملا
ابوالربیع سلیمان بن سالم البلنسی الکلاعی المعروف بابن سبع و ابراہیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی
نے روایت کی ہے۔

(۵) **وقت سد ابواب الا باب علی** جیسا کہ ابن المغازلی، اخطب خوارزم
نے روایت کیا ہے۔

(۶) **بوقت ارشاد کہ علی اول المسلمین ہیں** جیسا کہ حسن بن بدر، حاکم نیسابوری، ابن
النجار، دیلمی و ابن السمان وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

(۷) **بوقت ارشاد کہ علی سردار و امیر المومنین ہیں** جیسا کہ انس مالک سے ابن مردویہ نے
بیان کیا ہے۔

(۸) **بوقت ارشاد لحمک لحمی و دمک دمی** جیسا کہ عاصمی نے زین الفتیٰ میں، ابو نعیم
نے منقبۃ المطہرین میں، اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں، شہاب الدین نے
توضیح الدلائل میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں بیان کیا ہے۔

(۹) **حضرات جعفر و عقیل و علی کو مخاطب کر کے** جیسا کہ ابراہیم بن عبداللہ الوصابی نے

محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ میں نقل کیا ہے۔

م خم۔ جیسا کہ علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں

نقب بالمستنصر بیان کیا ہے۔

ب رسول خدا حضرت موسیٰ کی تشبیہ کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے چنانچہ شروع

ب جب حضرت علی کو اپنا وزیر وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کرنے کے لئے دعا

خداوندی مانگی تو اس میں بھی حضرت موسیٰ ہی کی تشبیہ دی اس دعا کا ذکر تفصیل

ساتھ ہم اس باب کے شروع میں صفحات ۲۸۴ و ۲۸۵ پر کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ان حوالجات

کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں اور ایک اقتباس بھی نقل کرتے ہیں۔ حوالے یہ ہیں:۔

محب الدین احمد الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص ۱۶۳

سبط ابن الجوزی: تذکرۃ خواص الامۃ باب الثانی ص ۹ و ۱۴۔	ابو نعیم الاصبہانی: منقبۃ المطہرین

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفۂ علویہ۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الرابع ص ۲۹۵۔

شیخ علی بن محمد الجعفری: کتاب کنز البراہین الکسبیۃ و الاسرار الوہبیۃ۔

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ مودۃ السادس۔	شبلنجی: نور الابصار ص ۷۰

ابو اسحاق احمد بن محمد بن الثعلبی: تفسیر تشریح آیۂ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا

یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔

میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا فی مناقب آل العباء۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول کما	جناب رسول خدا نے دعا مانگی کہ میں وہ عرض کرتا ہوں
قال اخی موسیٰ اللھم اجعل لی وزیرا من	جو میرے بھائی موسیٰ نے عرض کی تھی۔ بارالہا میرے
اھلی اخی علیا اشدد بہ ازری واشرکہ	اہل میں سے میرے بھائی علی کو میرا وزیر مقرر کر اس
فی امری کی نسبحک کثیرا ونذکرک	سے میری کمر کو مضبوط کر۔ اسکو میرے کام میں شریک
کثیرا انک کنت بنا بصیرا	کرتا کہ ہم تیری تسبیح و تقدیس بہت کریں تو ہمارے
ونزل جبرئیل علیہ السلام	حالات سے واقف ہے اتنے میں جناب جبرئیل علیہ السلام

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا
محمد ان ربک یقرأک السلام و
یقول لک علیٌّ منک بمنزلۃ ہارون
من موسیٰ ولکن لا نبی بعدک۔

نازل ہوئے اور کہ
سلام بھیجتا ہے اور فر
تم سے وہی ہے جو ہارون
تمہارے بعد کوئی نبی نہ

شیخ علی بن محمد الجفری: کتاب کنز البراہین الکسبیہ والاسرار الوہبیہ الغیبیہ

۱۰۔ علم۔

علم کا معیارِ خلافت ہونا نصِ قرآنی سے ظاہر ہے۔ یہ وہ معیارِ فضیلت سیادت ہے جس سے خود باری تعالیٰ نے انسان و ملک کے درمیان موازنہ کیا۔ ملائکہ کے دعوے خلافت کو صرف حضرت آدم کے علم وہبی کی وجہ سے رد کیا۔ طالوت کے قصے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ جب بنو اسرائیل نے اعتراض کیا کہ طالوت تو دولت و سوخ اور وجاہت دنیاوی میں ہم سے کم ہے۔ لہذا اس کو ہمارے اوپر بادشاہ بننے کا کوئی حق حاصل نہیں تو ان کے نبی نے جواب دیا کہ دولت و وجاہت دنیاوی خدا کے نزدیک کوئی شے نہیں ہے۔ بلکہ چونکہ طالوت علم میں اور جسم میں تم پر فوقیت رکھتا ہے۔ لہذا اس کو خداوند تعالیٰ نے تمہارا حاکم و والی مقرر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ خلافت الٰہیہ کے لئے اور اس حکومت کیلئے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کو عطا ہوتی ہے علم وہبی ضروری ہے۔ یہ وہ علم ہے جو بندے ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے۔ بلکہ خدا ہی اپنے منتخب و برگزیدہ بندہ کی فطرت و جبلت میں ودیعت فرماتا ہے۔ نبوت و خلافت کیلئے اس علم وہبی کا ہونا ضروری ہے۔ جائز اور خداوند تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا جانشین و خلیفۂ رسول وہی ہوگا۔ جو اس علم وہبی میں رسول کے ہمپایہ اور دوش بدوش ہوگا۔ اس معیار سے بھی حضرت علی کے پورے اترنے کو جناب رسول خدا نے ان الفاظ میں ظاہر فرمایا:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَاب۔

(ترجمہ) فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میں ایک شہر ہوں علم کا اور علی اس شہر کا دروازہ

من علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ اس دروازے پہ آئے۔

بل اصحاب رسول سے یہ حدیث مروی ہے:۔

رت علی بن ابی طالب (۲) امام حسن علیہ السلام (۳) امام حسین علیہ السلام
بن عباس (۵) جابر بن عبداللہ انصاری (۶) عبداللہ ابن مسعود (۷) حذیفۃ الیمان
بداللہ ابن عمر (۹) انس بن مالک (۱۰) عمرو بن العاص۔

مندرجہ ذیل تابعین سے یہ حدیث مروی ہے۔

(۱) امام زین العابدین علی بن الحسین (۲) جناب امام محمد باقر (۳) اصبغ بن نباتۃ الحنظلی (۴) جریر جبی (۵) حارث بن عبداللہ الہمدانی (۶) سعد بن طریف الحنظلی (۷) سعید بن جبیر الاسدی (۸) سلمہ بن کہیل الحضرمی (۹) سلیمان بن مہران الاسدی (۱۰) عاصم بن حمزۃ السلولی الکوفی (۱۱) عبداللہ بن عثمان بن خثیم القاری (۱۲) عبدالرحمٰن بن عثمان (۱۳) عبداللہ بن عبیلۃ المرادی (۱۴) مجاہد بن جبر ابوالحجاج۔

تمام صحابہ رسول کو اس حدیث کا علم تھا اور سب کو اس پر اتفاق تھا علامہ **جمال الدین زرندی** نے کتاب نظم درر السمطین میں اس حدیث کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے۔

فضیلۃ اخری اعترف بھا الاصحاب وابتھجوا وسلکوا طریق الوفاق وانتھجوا یعنی یہ وہ فضیلت ہے جس کے سب اصحاب رسول معترف تھے اور اس پر سب متفق تھے **شہاب الدین احمد** نے **توضیح الدلائل** میں حدیث مدینۃ العلم کو حضرت ابن عباس سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

رواہ الزرندی وقال ھذہ فضیلۃ اعترف بھا الاصحاب وابتھجوا وسلکوا طریق الوفاق وانتھجوا۔

یعنی اس حدیث کو زرندی نے نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ وہ فضیلت تھی جس کے سب اصحاب معترف تھے۔ اور سب اس پر متفق تھے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
۱	امام علی رضا علیہ السلام	۲۰۳ صفر	صحیفۃ الرضا بثبوت اس آنجناب کی تالیف ہے ابن شہردار دیلمی نے کتاب الفردوس کی نسبت سے دیا ہے۔ ابوالقاسم نے کتاب بہجۃ الابرار میں ابو عبدالکریم نے کتاب الانساب میں اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ احمد الطبری نے صحیفۃ الرضا کو اپنی کتاب ریاض النضرۃ کا ماخذ قرار دیا ہے۔ انہوں نے ریاض النضرۃ و ذخائر العقبیٰ میں جابجا اس سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ ابراہیم بن عبداللہ الوصابی نے کتاب الاکتفاء میں اس مسند کا حوالہ دیا ہے اور اس کو امام رضا سے نسبت دی ہے۔ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر نے وسیلۃ المآل میں اسکی تالیف کو تسلیم کیا ہے
۲	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع	۲۱۱	سندے از اسناد حاکم در مستدرک و سندے از اسناد ابن المغازلی در کتاب المناقب۔
۳	ابوزکریا یحییٰ بن معین	۲۳۳	انہوں نے اس حدیث کی بہت توثیق کی ہے جیسا کہ علامہ ابوالحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں بترجمہ ابوالصلت عبدالسلام بن صالح، علامہ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں بترجمہ ابوالصلت، سیوطی نے جمع الجوامع میں، عبدالرؤف مناوی نے فیض القدیر میں، علامہ محمد بن اسمعیل الامیر نے روضۃ الندیہ میں، قاضی القضاۃ محمد بن علی الشوکانی نے فوائد مجموعہ میں لکھا ہے۔
۴	ابو محمد سوید بن سعید حدثانی	۲۴۰	ابن کثیر شامی نے اپنی تاریخ میں اور ذہبی نے میزان

	بث مدینۃ العلم	سنہ وفات	
			الاعتدال میں اس حدیث کے اسناد میں انکو لکھا ہے ابو محمد سوید مسلم و ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ہیں۔
		۲۴۱	علامہ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب آل ابیطالب میں، علامہ سبط ابن الجوزی نے تذکرۂ خواص الامۃ میں، نور الدین سمہودی نے جواہر العقدین میں، علامہ مناوی نے فیض القدیر میں، محمود قاری نے صراط السوی میں احمد حنبل کو اس حدیث کا راوی لکھا ہے۔
	عباد بن یعقوب الرداجنی	۲۵۰	انہوں نے اس حدیث کی توثیق کی ہے جیسا کہ تاریخ خطیب بغدادی و کفایت الطالب محمد ابن یوسف الکنجی میں درج ہے۔ عباد بن یعقوب الرداجنی ترمذی، بخاری و ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ہیں۔
۷	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی۔	۲۷۹	ترمذی کی اس حدیث کی روایت کو مبارک ابن محمد المعروف ابن الاثیر نے جامع الاصول میں، محمد بن طلحۃ نے مطالب السؤل میں، ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں، سید شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں، فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب میں، حسین میبذی نے فواتح میں، امام غزالی نے اپنے رسالہ عقلیہ میں، محمد بن یوسف نے سبل الہدیٰ میں، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں، میرزا مخدوم نے نواقض میں، شیخ بن عبد اللہ العیدروس نے عقد نبوی میں، محمود شیخانی قادری نے صراط سوی میں، شیخ عبد الحق دہلوی نے اسماء رجال مشکوٰۃ میں، نور الدین شبراملسی نے تیسیر المطالب السنیہ میں۔ ابراہیم کردی کورانی نے نبراس میں، محمد بن

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
			عبدالباقی زرقانی نے شرح موا الصبان مصری نے اسعاف الراغ ذخیرۃ المآل میں، اور مولوی عبدالعلی مثنوی مولوی روم میں ذکر کیا ہے اور انکی توشیح کو بیان کیا ہے۔
۸	ابو علی الحسین بن محمد بن عبد الرحمن البغدادی	۲۸۵	جیسا کہ ابو عبد اللہ الحاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔
۹	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق المعروف البزار	۲۹۲	جیسا کہ ابراہیم بن حسن کردی نے نبراس میں، ابن حجر مکی نے صواعق میں، شیخ ابن عبد اللہ العیدروس نے عقد نبوی میں، میرزا محمد بدخشانی نے نزل الابرار میں اور مفتاح النجا میں، فاضل صبان مصری نے اسعاف الراغبین میں، مولوی محمد مبین نے وسیلۃ النجاۃ میں اور ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں ذکر کیا ہے۔
۱۰	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۔	۳۱۰	جیسا علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں تحریر کیا ہے۔
۱۱	ابو بکر محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی	۳۱۲	کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۱۲	محمد بن یعقوب بن یوسف المعروف اصم	۳۴۶	مستدرک علی الصحیحین حاکم۔
۱۳	ابو الحسن محمد بن احمد القنطری	۳۴۸	" " "
۱۴	ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی۔	۳۶۰	معجم کبیر و معجم اوسط۔ طبرانی کی اس روایت حدیث مذکور کا ذکر جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع اور قول جلی میں، علی متقی نے کنز العمال میں، میرزا محمد بدخشانی نے نزل الابرار و مفتاح النجا میں، مولوی محمد مبین نے وسیلۃ النجاۃ میں، مولوی ولی اللہ نے مرآۃ المومنین

	مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
			میں، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں، شیخ بن عبداللہ العیدروس نے عقد نبوی میں، ابراہیم کردی نے نبراس میں، صبان مصری نے اسعاف الراغبین میں اور ثناء اللہ پانی پتی نے سیف مسلول میں ذکر کیا ہے۔
	...ی بن اسمٰعیل القفال	۳۶۵	دیکھو مستدرک علی الصحیحین حاکم۔
	...مد عبداللہ بن جعفر حبان المعروف ابو الشیخ۔	۳۶۹	کتاب السنۃ۔ نیز دیکھو مقاصد حسنہ سخاوی، جواہر العقدین سمہودی، فیض القدیر مناوی اور شرح مواہب زرقانی۔
۱۷	ابو محمد عبداللہ بن محمد عثمان المعروف ابن سقا الواسطی	۳۷۳	کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۱۸	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۵	کتاب المجالس۔
۱۹	ابو الحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ	۳۷۹	دیکھو کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۲۰	ابو حفص عمر بن احمد البغدادی المعروف ابن شاہین۔	۳۸۵	دیکھو مناقب ابن شہر آشوب۔
۲۱	ابو الحسن علی بن عمر بن محمد بن حسن	۳۸۶	کتاب اللئالی۔
۲۲	ابو عبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد العکبری۔	۳۸۷	دیکھو کتاب مناقب بن شہر آشوب۔
۲۳	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف حاکم۔	۴۰۵	مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث۔ ص ۱۲۶ و ۱۲۷۔
۲۴	طراز المحدثین ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ۔	۴۱۰	مسند۔
۲۵	تاج المحدثین ابو نعیم احمد الاصبہانی	۴۳۰	حلیۃ الاولیاء۔ نیز دیکھو جمع الجوامع و قول جلی سیوطی، کتاب الاکتفاء ابراہیم وصابی، نزل الابرار، در مفتاح النجا و غیرہ محمد بدخشانی

۲۶	ابو الحسن احمد بن المظفر بن احمد	۴۴۱	دیکھو کتاب المناقب
۲۷	اقضی القضاۃ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب المعروف ماوردی	۴۵۰	دیکھو مناقب ابن شہر
۲۸	ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی	۴۵۸	دیکھو کتاب المناقب اخطب
۲۹	ابو غالب محمد بن احمد النحوی المعروف ابن بشران	۴۶۲	دیکھو کتاب المناقب ابن المغ
۳۰	ابو بکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی	۴۶۳	تاریخ بغداد۔ کتاب المتفق والمفترق
۳۱	ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر	۴۶۳	الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ص ۴۶۵ ۴۷۴ و ۴۷۵
۳۲	ابو محمد حسن بن احمد بن موسیٰ الخندجانی	۴۶۷	دیکھو کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۳۳	ابو الحسن علی بن محمد الجلابی المعروف ابن المغازلی	۴۸۳	کتاب المناقب۔
۳۴	ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی	۴۸۹	دیکھو مناقب ابن شہر آشوب۔
۳۵	شیخ القضاۃ ابو علی اسمعیل بن احمد	۵۰۷	دیکھو کتاب المناقب اخطب خوارزم۔
۳۶	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی	۵۰۹	فردوس الاخبار۔
۳۷	احمد بن محمد بن علی العاصمی		زین الفتیٰ شرح سورہ ہل اتی۔
۳۸	ابو المجد مجدود بن آدم المعروف حکیم سنائی	۵۲۵	حدیقۃ الحقیقۃ والشریعۃ والطریقۃ۔
۳۹	ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار	۵۵۸	مسند الفردوس۔
۴۰	عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی	۵۶۲	کتاب الانساب۔
۴۱	ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	کتاب المناقب۔
۴۲	ابو القاسم علی بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر	۵۷۱	بتصریح محمد بن یوسف بن محمد الکنجی در کفایت الطالب
۴۳	ابو السعادات مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر	۶۰۶	جامع الاصول
۴۴	شیخ فریدالدین محمد بن ابراہیم المعروف عطار	۶۱۷	مظہر العجائب۔
۴۵	ابو الحسن علی بن محمد بن محمد المعروف ابن الاثیر	۶۳۰	اسد الغابہ۔

نمبر	...حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
	...بن علی بن محمد المعروف ابن العربی	۶۳۸	کتاب الدر المکنون والجواہر المصئون
	...محمد بن محمود المعروف ابن النجار	۶۳۸	ذیل تاریخ بغداد۔
	...الدین ابو سالم محمد بن طلحہ	۶۵۲	در منظوم ومطالب السؤل۔
	...س الدین ابو المظفر یوسف المعروف سبط ابن الجوزی	۶۵۴	تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمہ۔
۵۰	ابو عبداللہ محمد بن یوسف الکنجی	۶۵۸	کفایت الطالب فی مناقب امیر المومنین علی بن ابی طالب
۵۱	شیخ عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام	۶۶۰	بتصریح شہاب الدین احمد در توضیح الدلائل
۵۲	جلال الدین محمد بن محمد المعروف مولوی روم	۶۷۲	مثنوی
۵۳	ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی		اشعار عربی۔ سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں۔
۵۴	محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری	۶۹۳	ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع فصل السادس ص ۱۹۳
۵۵	شیخ شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدی	۶۹۱	اشعار۔ ان اشعار کو نور الدین جعفر بن سالار بدخشی نے خلاصۃ المناقب میں نقل کیا ہے۔
۵۶	سعید الدین محمد بن احمد الفرغانی	۶۹۹	شرح عربی قصیدہ تائیہ فارضیہ وشرح فارسی قصیدہ تائیہ ابن الفارض۔
۵۷	احمد بن منصور الگاذرونی		مفتاح الفتوح۔
۵۸	حسین بن محمد المعروف امیر حسینی	۷۲۸	نزہۃ الارواح۔
۵۹	صدر الدین ابو المجامع ابراہیم بن محمد الحموینی	۷۲۲	فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین
۶۰	نظام الدین اولیاء	۷۲۵	بتصریح عبد الرحمن چشتی در مرآۃ الاسرار و سید محمد کرمانی در سیر الاولیاء
۶۱	جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن	۷۴۲	تہذیب الکمال۔
۶۲	جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی		نظم درر السمطین ومعارج الوصول الی معرفۃ فضل

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنۂ وفات	
			آل الرسول و البتول
۶۳	حافظ صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلائی علائی۔	۷۶۱	بتصریح علامہ سخاوی در لآلی مصنوعہ، نور الدین محمد بن یوسف شامی در سبل الہدیٰ عراق کنانی در تنزیہ الشریعت، محمد طاہر در تذکرہ، ملا علی قاری در مرقاۃ، عبد الرؤف در فیض القدیر، نور الدین شبراملسی در حاشیہ مواہب لدنیہ، مولوی حسن زمان در قول مستحسن اور علامہ زرکشی در کتاب احادیث مشتہرہ۔
۶۴	سید علی ہمدانی	۷۸۶	مودۃ القربیٰ مودۃ سابعہ، کتاب السبعین فی فضائل امیر المومنین۔ روضۃ الفردوس شرح قصیدہ ہمزیہ فارضیہ موسوم بمشارب الاذواق در شرح شعرے لہا البدر کاس وہی شمس تدیرہا ہلال وکم یبدو اذا مزجت نجم
۶۵	نور الدین جعفر بن سالار البدخشانی المعروف امیر ملا۔		خلاصۃ المناقب۔
۶۶	بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ زرکشی	۷۹۴	بتصریح عبد الرؤف مناوی در فیض القدیر، مولوی حسن زمان در قول مستحسن، سیوطی در درر منتشرہ، ملا علی قاری در مرقاۃ۔
۶۷	فخر الدین عبد الرحمن بن عبد الرزاق بن ابراہیم بن مکانس القبطی		بتصریح تقی الدین ابو بکر علی المعروف ابن حجۃ الحموی در خزانۃ الادب

	...ہمن حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
	...ین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ الدمیری	۷۰۸	حیوٰۃ الحیوان الجزء الاول ص۵۵
	...ن یعقوب بن محمد الشیرازی فیروزآبادی	۸۱۷	نقد الصحیح۔
	...ین محمد البحردی		کتاب اسماء النبی وخلفاء الاربعہ
	...ن اعور واسطی		رسالہ تصنیف خود۔
	...مس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری	۸۳۳	اسنی المطالب ص۱۳
۷۰	شیخ زین الدین ابوبکر محمد بن محمد علی الخوافی	۸۳۵	بتصریح شہاب الدین در توضیح الدلائل
۷۴	ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی	۸۴۹	ہدایت السعداء
۷۵	شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی	۸۵۲	تہذیب التہذیب، لسان المیزان۔
۷۶	شہاب الدین احمد		توضیح الدلائل۔
۷۷	نور الدین علی بن محمد بن احمد المعروف ابن صباغ	۸۵۵	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ۔
۷۸	عبد الرحمٰن بن محمد بن علی البسطامی	۸۷۱	درۃ المعارف الالٰہیہ فی الاسرار الحرفیہ۔
۷۹	شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی اللاہجی		مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز
۸۰	شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی۔	۹۰۲	مقاصد حسنہ۔
۸۱	حسین بن علی الکاشفی المعروف واعظ البیہقی	۹۱۰	روضۃ الشہداء۔
۸۲	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر السیوطی۔	۹۱۱	قول جلی فی فضائل علی، جمع الجوامع۔ جامع صغیر، درر المنتشرہ، تاریخ الخلفاء، نکت بدیعات قوت المقتذی علی جامع الترمذی، رسالہ فرس
۸۳	نور الدین علی بن عبد اللہ السمہودی	۹۱۱	جواہر العقدین فی فضل الشرفین، العلم الجلی و النسب العلی۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ
۸۴	عز الدین عبد العزیز بن عمر المعروف ابن فہد الہاشمی	۹۱۲	غایۃ المرام باخبار
۸۵	فضل اللہ بن روزبہان بن فضل	۹۱۴	رسالہ در جواب قول ...
۸۶	شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی	۹۲۳	مواہب لدنیہ۔
۸۷	جلال الدین محمد اسعد الصدیقی	۹۲۸	شرح رسالہ زورا۔
۸۸	قاضی کمال الدین حسین المیبذی		فواتح شرح دیوان حضرت علی۔
۸۹	حاجی عبد الوہاب بن محمد رفیع الدین احمد	۹۳۲	تفسیر النوری بتفسیر آیۂ قل لا اسئلکم
۹۰	غیاث الدین بن ہمام الدین خواند امیر	۹۴۳	خطبہ کتاب حبیب السیر۔
۹۱	محمد بن یوسف الشامی	۹۴۲	سبل الہدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد۔
۹۲	شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	۹۶۳	تنزیہ الشریعۃ عن الاخبار الشنیعہ۔
۹۳	احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی	۹۷۴	صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث التاسع ص۷۳۔
۹۴	علی بن حسام الدین المعروف متقی	۹۷۵	کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۲ حدیث ۲۵۰۸۔ ص۴۰۱ حدیث ۶۰۹۹ و ۶۱۰۰ و ۶۱۰۱۔
۹۵	ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی		کتاب الاکتفار
۹۶	محمد طاہر گجراتی۔	۹۸۶	تذکرۃ الموضوعات۔
۹۷	عباس بن معین الدین عرف میر المخدوم جہانی	۹۸۹	نواقض الروافض
۹۸	شیخ ابن عبد اللہ العیدروس	۹۹۰	عقد نبوی و سر مصطفوی۔
۹۹	جمال الدین عطاء اللہ المعروف جمال الدین محدث	۱۰۰۰	کتاب الاربعین۔ روضۃ الاحباب
۱۰۰	ابو العصمت محمد معصوم باسمرقندی		رسالہ فصول اربعہ۔
۱۰۱	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف قاری	۱۰۱۴	شرح فقہ اکبر، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔
۱۰۲	عبد الرؤف بن تاج العارفین المناوی	۱۰۳۱	فیض القدیر شرح جامع صغیر، کنوز الحقائق۔

نمبر	شہ مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
			رسالہ عقائد۔
	الاندلسی	۱۰۴۱	نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب۔
	بن محمد باکثیر	۱۰۴۷	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل۔
	علی الشیخانی		صراط سوی فی مناقب آل النبی۔
	دہلوی	۱۰۵۲	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم صفحہ ۳۶۹
	محمد بن سید جلال ماہ بخاری		تذکرۃ الابرار
	اللہ دیا بن عبدالرحیم		سیرۃ الاقطاب۔
	عبدالرحمن بن عبدالرسول بن قاسم الچشتی		مرآۃ الاسرار ترجمہ جناب امیرالمومنین۔
۱۱۱	شیخ بن علی بن محمد بن عبداللہ بن علوی الجفری	۱۰۶۳	اللغیقہ لسادات مشائخ الطریقۃ العلویہ۔
۱۱۲	علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی		سراج منیر شرح جامع صغیر۔
۱۱۳	ابوالضیا نورالدین علی بن علی الشبراملسی	۱۰۸۷	تیسیر المطالب السنیہ بکشف اسرار المواہب اللدنیہ۔
۱۱۴	شیخ تاج الدین سنبھلی		اشغال نقشبندیہ
۱۱۵	ابراہیم بن حسن الکردی الکورانی۔	۱۱۰۱	نبراس لکشف الالتباس الواقع فی الاساس۔
۱۱۶	اسمعیل بن سلیمان الکردی البصری		جلاء النظر فی دفع شبہات ابن حجر۔
۱۱۷	محمد بن عبدالباقی بن یوسف الازہری الزرقانی		شرح مواہب اللدنیہ۔
۱۱۸	سالم بن عبداللہ بن سالم البصری		امداد بمعرفۃ علو الاسناد۔
۱۱۹	محمد بن عبدالرسول البرزنجی المدنی	۱۱۳۰	رسالۃ الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ۔
۱۲۰	میرزا محمد بن معتمد خان		نزل الابرار صفحہ ۳۱، مفتاح النجار
۱۲۱	صدر عالم		معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ۔
۱۲۲	شاہ ولی اللہ دہلوی	۱۱۷۶	ازالۃ الخفاء، قرۃ العینین فی فضائل امیرالمومنین
۱۲۳	محمد معین بن امین سندھی		دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب۔
۱۲۴	شیخ محمد حضی بن سالم۔	۱۱۸۱	حاشیہ برجامع صغیر۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینة العلم	سنہ وفات	حوالہ
۱۲۵	محمد بن صلاح الامیر		روضة الندیہ فی شرح
۱۲۶	محمد بن علی الصبان		اسعاف الراغبین برد
۱۲۷	شیخ سلیمان جمل		کتاب الفتوحات الاحمدیہ
۱۲۸	قمر الدین حسینی اورنگ آبادی	۱۱۹۳	نور الکریمتین۔
۱۲۹	شہاب الدین احمد بن عبد القادر العجیلی		ذخیرة المآل فی شرح عقد جواہر اللآل
۱۳۰	محمد مبین بن محب اللہ	۱۲۲۵	وسیلة النجاة۔
۱۳۱	ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵	سیف مسلول۔
۱۳۲	شاہ عبد العزیز صاحب محدث	۱۲۳۹	مجموعہ فتاوے، رسالہ در اعتقادات الدخود
۱۳۳	شیخ جواد ساباط بن ابراہیم		براہین ساباطیہ در برہان سابع مقالہ ثالثہ۔
۱۳۴	عمر بن احمد الخرپوتی الحنفی		عقیدة الشہدہ فی شرح قصیدة البردہ بشرح شعر فاق النبیین فی خلق وفی خلق ولم یدانوہ فی علم ولا کرم
۱۳۵	قاضی محمد بن علی الشوکانی الصنعانی	۱۲۵۰	کتاب الفوائد المجموعہ۔
۱۳۶	محمد رشید الدین خان		ایضاح لطافة المقال
۱۳۷	جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد العلی المعروف مرزا حسن علی		تفریح الاحباب مناقب الآل والاصحاب صفحہ ۳۴۸ و ۳۵۰
۱۳۸	نور الدین بن اسمٰعیل السلمانی	۱۲۷۰	ودیتیم
۱۳۹	ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ		مرآة المومنین۔
۱۴۰	شہاب الدین محمود بن عبد اللہ البغدادی		تفسیر روح المعانی
۱۴۱	سلیمان بن ابراہیم المعروف خواجہ کلان البلخی	۱۲۷۰	ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ہجری الباب الرابع عشر صفحہ ۶۵ و ۷۲۔
۱۴۲	سلامت اللہ بدایونی		معرکة الآرا۔

...ث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
		قول مستحسن فی فخر الحسن۔
...نتی		نفع قوت المغتذی علی صحیح الترمذی۔
...دمشقی	۷۷۴	البدایۃ والنہایہ فی التاریخ الجزء السابع ص۳۵۸و۳۵۹
...بن اسمٰعیل النبہانی		الشرف المؤبد ص۱۱۱

یہ نقشہ ہم نے کتاب مستطاب عبقات الانوار مجلد خامس حدیث مدینۃ العلم
حصہ اول سے مرتب کیا ہے۔ جن کتابوں کا حوالہ اس میں درج ہے ان میں سے کچھ تو میرے
اپنے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اور وہ سب کی سب آیۃ اللہ فی العالمین حجت اللہ
علی الجاحدین ناصر الملۃ والدین جناب مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب اعلی
اللہ مقامہ کے کتب خانہ واقعہ بلدۂ لکھنؤ میں موجود ہیں۔ ہم نے حوالے مجنی بتائے
کتابوں کے نام بھی شائع کر دئے۔ جہاں سے وہ کتابیں مل سکتی ہیں۔ وہ پتہ بھی بتا دیا
متلاشیان حق کے جو حقوق ہم پر تھے ان سے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے
ہمیں سبکدوش کر دیا۔ اب یہ صرف جویندگان حق کا فرض ہے کہ حق کو پہچانیں اور
اس کو قبول کریں۔

جیساکہ صاحب عبقات الانوار تحریر فرماتے ہیں اس حدیث مدینۃ العلم
کو حضرت علی کی سند سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے:۔

سوید بن سعید، احمد بن محمد بن حنبل، عباد بن یعقوب، ترمذی، ابوبکر باغندی،
محمد ابن المظفر بغدادی۔ ابن شاذان، الحاکم، ابن مردویہ، ابونعیم، ابن بشران، ابن
مغازلی، احمد بن محمد عاصمی۔ مجد الدین ابن الاثیر جزری، ابن النجار، سبط ابن الجوزی،
محمد بن یوسف گنجی۔ محب الدین طبری، شہاب الدین احمد، جلال الدین سیوطی، نور الدین
سمہودی، ابن حجر مکی، علی متقی، ابراہیم وصابی، شیخ بن عبداللہ العیدروس، احمد
مکی شیخانی قادری، عبدالحق دہلوی، ابراہیم کردی۔ مرزا محمد بدخشانی۔ شیخ صبان مصری

عبدالقادر عجیلی، محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی
نورالدین سلیمانی، سلیمان ابن ابراہیم البلخی۔

امام حسین علیہ السلام کی سند سے سلیمان بن ابراہیم عن ابی سعید بیان کیا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کی سند سے ابن مردویہ، ابن بشر اور ابن النجار اور سلیمان بن ابراہیم البلخی نے روایت کیا ہے۔

عبداللہ ابن عباس کی سند سے مندرجہ ذیل علماء و محدثین نے روایت کیا ہے:۔

یحییٰ ابن معین، ابن فہم بغدادی، ابوالعباس اصم، ابن تمیم قنطری، ابن جریر طبری، ابوالقاسم طبرانی، ابوالشیخ اصبہانی، حاکم نیساپوری، ابن مردویہ، ابوبکر بیہقی خطیب بغدادی، ابن عبدالبر قرطبی، ابن المغازلی، ابوعلی بیہقی، عاصمی، اخطب خوارزم عزالدین ابن الاثیر الجزری۔ محمد بن یوسف گنجی، صدرالدین حموی۔ ابوالحجاج مزی، جمال الدین زرندی، صلاح الدین علائی۔ مجدالدین فیروزآبادی شمس الدین الجزری، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی۔ نورالدین سمہودی۔ علی المتقی، ابراہیم وصابی، جمال الدین محدث شیرازی، عبدالرؤف مناوی، علی عزیزی، میرزا محمد بدخشانی، صدر عالم، شاہ ولی اللہ دہلوی، محمد مبین لکھنوی ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی، نورالدین سلیمانی، سلیمان بلخی۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے۔

عبدالرزاق صنعانی، ابوبکر بزار، ابوالقاسم طبرانی، قفال شاشی، ابن السنا حاکم نیساپوری، ابوالحسن العطار شافعی، خطیب بغدادی، ابومحمد غندجانی، ابن المغازلی، شیرویہ دیلمی، شہردار دیلمی، ابن عساکر، ابوعبداللہ گنجی، علی ہمدانی، شمس الدین جزری، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی، نورالدین سمہودی عبدالوہاب بخاری، ابن حجر عسقلانی، علی متقی، جمال الدین محدث شیرازی، عبدالرؤف

براہیم کردی، میرزا محمد بدخشانی، شاہ ولی اللہ دہلوی، فاضل
مبین لکھنوی، سناء اللہ پانی پتی حسن علی محدث۔

بن مسعود سے سید علی ہمدانی وسلیمان بن ابراہیم نے حذیفہ بن الیمان سے
م نے نقلاً عن ابن المغازلی، انس بن مالک سے سید علی ہمدانی وسلیمان ابراہیم
بن العاص سے ابو المؤید اخطب خوارزم نے، امام زین العابدین علی بن الحسین کی سند
المغازلی عاصمی، ابن النجار، اور سلیمان بن ابراہیم بلخی نے امام محمد باقر علی ابن الحسین
کی سند سے ابن شیران، ابن المغازلی، عاصمی، ابن النجار وسلیمان بن ابراہیم بلخی نے روایت
کیا ہے اور عبداللہ بن عمر کی سند سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے۔

ابو القاسم طبرانی، حاکم نیساپوری، ابن حجر مکی، عبدروس، میرزا محمد بدخشانی
فاضل صبان مصری، محمد مبین لکھنوی، سناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی اور
سلیمان بن ابراہیم بلخی۔

اصبغ بن نباتہ الحنظلی کی سند سے ابن شاذان وجلال الدین سیوطی نے
جریر ضبی کی سند سے ابو بکر باغندی، ابن المظفر وابن المغازلی نے، حارث
بن عبداللہ کی سند سے عباد بن یعقوب رواجنی، خطیب بغدادی اور محمد بن یوسف
الگنجی نے، سعد بن طریف الحنظلی کی سند سے ابن شاذان وجلال الدین سیوطی نے
سعید بن جبیر الاسدی کی روایت سے سلیمان بن ابراہیم بلخی نے نقلاً عن الحموی اور
سلمہ بن کہیل الحضرمی کی روایت سے سوید بن سعید، احمد حنبل اور سبط ابن
الجوزی نے نقل کیا ہے سلیمان بن مہران الاسدی المعروف اعمش کی سند سے
یحییٰ بن معین، ابن فہم بغدادی۔ اصم نیساپوری۔ ابن تمیم قنطری، ابن جریر طبری، حاکم
نیساپوری، طبرانی، ابوبکر بیہقی، عاصمی، اخطب خوارزم، عزالدین ابن الاثیر،
ابو عبداللہ الگنجی، صدرالدین حموی، صلاح الدین علائی، مجدالدین فیروزآبادی
شمس الدین جزری، اور جلال الدین سیوطی نے روایت کیا ہے عاصم بن
ضمرہ کی روایت کو عباد بن یعقوب رواجنی، خطیب بغدادی اور ابو عبداللہ الگنجی

نے، عبداللہ بن غسیلۃ المرادی کی روایت کو سوید بن سہ
اور سبط ابن الجوزی نے، اور عبداللہ بن عثمان بن خ
صنعانی، قفال شاشی، ابن السقا، حاکم نیسابوری، ابو
بغدادی، ابو محمد غندجانی، ابن المغازلی، ابن عساکر، ابو
ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے۔ مجاہد بن جبیر ابو الحجاج کی
علماء نے بیان کیا ہے۔ جنہوں نے اعمش کی روایت کا ذکر کیا۔

اب ہم چند مشہور و معروف علماء و محدثین کی کتابوں سے کچھ ع
نقل کرتے ہیں۔ امام احمد حنبل گروہ اہل حکومت کے چار اماموں ہیں
امام ہیں۔ انہوں نے بہت زور کے ساتھ اس حدیث کی توثیق و تصدیق کی،
چنانچہ علامہ سبط ابن الجوزی لکھتے ہیں:۔

احمد فی الفضائل ثنا ابراھیم بن عبد اللہ ثنا محمد بن عبد اللہ الرومی ثنا شریک عن سلمۃ بن کھیل عن الصنابحی عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابُھا۔	احمد نے فضائل میں ابراہیم بن عبداللہ سے روایت کی ہے (راسلسلہ راویان عربی میں) حضرت علی فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۹

نور الدین سمہودی نے جواہر العقدین میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد
لکھا ہے۔ رواہ احمد فی الفضائل عن علی رضی اللہ عنہ یعنی حدیث مدینۃ العلم
کو امام احمد نے فضائل میں علی سے روایت کیا ہے۔ اسیطرح علامہ مناوی نے فیض
القدیر میں اور محمود قادری نے صراط سوی میں اس حدیث کو امام احمد کے حوالہ سے لکھا
ہے۔ علامہ ابن شہر آشوب جنکی عظمت و صداقت و عدالت و ثقاہت دانی بالونیات
صلاح الدین صفدی و بلغہ مجد الدین فیروزآبادی و لسان المیزان

بغیۃ الوعاۃ جلال الدین سیوطی اور طبقات المفسرین شمس الدین ہویدا ہے۔ اپنی کتاب مناقب آل ابیطالب میں تحریر فرماتے ہیں

علیہ السلام بالاجماع	جناب رسولخدا نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور
... العلم و علیٌّ بابہا	علی اسکا دروازہ ہے جو شخص علم حاصل کرنیکا ارادہ
... اد العلم فلیات الباب	رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ دروازے پر آئے۔ یہ حدیث
... من ثمانیۃ طرق۔	متفق علیہ ہے اور اسکو احمد حنبل نے آٹھ طریقوں سے روایت کیا ہے

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی نے اپنی کتاب سنن میں حدیث ... العلم کی توثیق و تصدیق کی ہے چنانچہ ابن الاثیر جزری جامع الاصول میں لکھتے ہیں:-

عن علیؑ ان رسول اللہ صلی اللہ	حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
علیہ وسلم قال انا مدینۃ العلم	کہ میں شہر علم ہوں اور علی اُسکا دروازہ ہے۔ ترمذی نے
وعلیٌّ بابہا اخرجہ الترمذی۔	اس حدیث کو اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محمد بن طلحۃ الشافعی مطالب السؤل:-

ولم یزل علی علیہ السلام بملازمۃ	جناب علی علیہ السلام ہمیشہ جناب رسولخدا کی تربیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و	میں رہے ہیں اور خداوند تعالیٰ نے اُنکے علم میں
یزیدہ اللہ تعالیٰ علماً حتی قال رسول اللہ	زیادتی کی یہانتک کہ جناب رسولخدا نے فرمایا جیسا
صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم و	کہ ترمذی نے اپنی صحیح میں اسناد کیساتھ علی سے روایت
علیٌّ بابہا۔ فیما نقلہ الترمذی فی صحیحہ	کیا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا
بسندہ عنہ۔	دروازہ ہے۔

سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے:-

واخرج الترمذی والحاکم عن علی قال	یعنی ترمذی و حاکم نے حضرت علی سے روایت
قال رسول اللہ صلعم انا مدینۃ العلم	کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں شہر علم ہوں
وعلیٌّ بابہا۔ ھذا حدیث حسن علی الصواب	اور علی اُس کا دروازہ ہے۔ یہ حدیث صحیح و حسن ہے

ترمذی کی تخریج حدیث مدینۃ العلم کو ابن تیمیہ نے منہاج
شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں، ابن حجر مکی نے
مخدوم نے نواقض میں، شیخ بن عبداللہ العیدروس میں
محمد شیخانی قادری نے صراط سوی میں، شیخ عبدالحق د
مشکوٰۃ میں، نورالدین شبراملسی نے تیسیر المطالب میں، محمد بن
اسعاف الراغبین میں، عجیلی نے ذخیرۃ المآل میں، اور مولوی
بحرالعلوم نے شرح مثنوی مولوی روم میں بیان کیا ہے۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے حدیث مدینۃ العلم کو حضرت علی و حضرت ابن عباس
سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں اس حدیث کے
ذیل میں لکھتے ہیں:-

وقال ابن جریر هذا خبر صحیح و	ابن جریر کہتا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ جسکی تمام اسناد
قد یجب ان یکون هذا علی مذهب	صحیح ہیں ممکن ہے کہ کوئی شخص متاخرین میں اس حدیث
الآخرین سقیما غیر صحیح لعلتین	ان دو علتوں کے ساتھ اعتراض کرے۔ اول یہ
احداهما انه خبر لا یعرف له	کہ حضرت علی کا اس حدیث کو جناب سرورِ سے
مخرج عن علی عن النبی صلی الله	روایت کرنا اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں
علیه وسلم الا من هذا الوجه	پایا جاتا۔ دوسرے یہ کہ اس کے راویاں میں سے
والآخر ان سلمه بن کهیل عندهم	ایک سلمہ بن کہیل ہے جسکا نقل کرنا حجت نہیں
ممن لا یثبت بنقله حجة وقد	ہو سکتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کئی طرق سے
وافق علیا فی روایة هذا الخبر	حضرت علی سے مروی ہے۔ اور حضرت علی کے علاوہ
عن النبی صلی الله علیه وسلم غیره	دیگر صحابہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے چنانچہ بیان کیا
ثنا محمد بن ابراهیم الفرادی	مجھ سے محمد بن ابراہیم نے
ثنا عبدالسلام بن صالح الهروی	(اسمائے رواۃ عربی میں ملاحظہ ہوں)
ثنا ابو معاویة عن الاعمش	

بن عباس قال	حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول
صلی اللہ علیہ	خدا نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے
علم و علی بابہا	پس جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اور علم حاصل
فاتہا من بابہا۔	کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسکے دروازے سے داخل ہو

م سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی نے حدیث مدینۃ العلم کو ابن
برابن عبداللہ و عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ وہ معجم کبیر
تے ہیں:۔

۔ ما حسن بن علی المعمری و محمد	(اسماء رواۃ عربی میں دیکھیں)
بن علی الصائغی قال ثنا ابو الصلت	
عبد السلام بن صالح الہروی	
ثنا ابو معاویہ عن الاعمش عن	
مجاھد عن ابن عباس قال قال	ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے پس جو
انا مدینۃ العلم و علی بابہا فمن اراد	شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ دروازے
العلم فلیأتہ من بابہ۔	پر آئے اور دروازہ کے ذریعے سے اسمیں داخل ہو

ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی نے
حدیث مدینۃ العلم کو متعدد طرق سے اپنی کتاب المناقب میں لکھا ہے۔ چنانچہ
وہ لکھتے ہیں:۔

حدثنا ابراھیم بن عبد الرحمن	(اسمائے راویان عربی عبارت میں ملاحظہ ہوں)
قال حدثنا محمد بن عبد الرحیم	
الہروی بالرملۃ قال حدثنا	
ابو الصلت الہروی عبد السلام	
بن صالح قال حدثنا ابو معاویہ	

عن الاعمش عن مجاهد عن
ابن عباس قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم
وعلی بابها فمن اراد العلم فلیاته من
بابه....

ابن عباس سے مروی ہے کہ
کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ
جو علم حاصل کرنا چاہتا ہو اسے چ
کے ذریعہ سے آئے....

قوله صلی الله علیه وسلم انا
مدینة العلم اخبرنا ابو الحسن احمد
بن المظفر بن احمد العطار الفقیه
الشافعی رحمه الله بقرائتی علیه
فاقر به سنة اربع وثلاثین و
اربعمائة قلت له اخبرکم
ابو محمد عبد الله بن محمد بن
عثمان المزنی الملقب بابن السقاء
الحافظ الواسطی رحمه الله نا عمر
بن الحسن الصیرفی رحمه الله
نا احمد بن عبد الله بن یزید
نا عبد الرزاق قال انا سفیان
الثوری عن عبد الله بن عثمان عن
عبد الرحمان بن بهمان عن جابر
بن عبد الله قال اخذ النبی صلی
الله علیه وسلم بعضد علی فقال هذا
امیر البررة وقاتل الکفرة منصور
من نصره ومخذول من خذله ثم

جابر ابن عبد اللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ
جناب رسولخدا نے حضرت علی کا بازو پکڑکر کہا
کہ یہ نیک آدمیوں کا سردار ہے، کفار کا قاتل ہے۔
وہ شخص فتحمند ہے جس نے اسکی نصرت کی اور
وہ شخص ذلیل و خوار ہوا جس نے اسکو چھوڑ دیا۔

نا مدينة العلم
لعلم فليأت الباب
محمد بن احمد
رحمه الله تعالى
د بن ابراهيم بن الحسن
ن نا محمد بن حميد
ى انا ابو جعفر محمد بن عمار
بن عطية نا عبد السلام بن صالح
الهروى نا ابو معاوية عن الاعمش

پھر آواز بلند کر کے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور
علی اسکا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے
اُسے چاہیئے کہ دروازے کے ذریعہ سے آئے

عن مجاهد عن ابن عباس قال
قال رسول الله صلى الله عليه و
سلم انا مدينة العلم وعلى بابها فمن
اراد العلم فليات الباب..... اخبرنا
محمد بن احمد بن عثمان نا ابو الحسين
محمد بن المظفر بن موسى بن عيسى
الحافظ البغدادي نا الباغندي محمد
بن محمد بن سليمان نا محمد بن

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب
رسولخدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا
دروازہ ہے، جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے
اُسے چاہیئے کہ دروازے پر آئے۔

مصفا نا حفص بن عمر العدني نا علي
بن عمر عن ابيه عن جرير عن علي قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انا مدينة العلم وعلي بابها ولا توتى
البيوت الا من ابوابها۔
اخبرنا ابو منصور زيد بن طاهر

حضرت علی سے مروی ہے کہ جناب
رسول خدا فرمایا کرتے تھے کہ میں شہر علم ہوں
اور علی اس کا دروازہ ہے اور گھروں کے اندر
لوگ دروازے ہی کے ذریعہ سے آیا کرتے ہیں
ابن عباس سے دیگر اسناد سے مروی
ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں شہر علم کا ہوں

بن سیار البصری قدم علینا واسطا
نا ابو عبد الله محمد بن عبد الله نا
احمد بن عبید الله نا بکر بن احمد
بن مقبل نا محمد بن الحسن بن
العباس نا عبد السلام بن صالح
نا ابو معاویہ عن الاعمش عن مجاهد
عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی
بابها فمن اراد العلم فلیات الباب

اخبرنا ابو القاسم فضل بن محمد
بن عبد الله الاصبهانی قدم علینا
واسطا املاء فی جامعنا فی شهر
رمضان من سنة اربع وثلاثین و
اربعمائة انا ابو سعید محمد بن موسی بن
الفضل بن شاذان الصیرفی بنیسابور
انا ابو العباس محمد بن یعقوب
الاصم نا محمد بن عبد الرحیم
الهروی نا عبد السلام بن صالح
نا ابو معاویه عن الاعمش عن مجاهد
عن ابن عباس قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم انا مدینة
العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیات
الباب۔

اور علی اس کا دروازہ۔
چاہتا ہے وہ دروازہ سے

جابر ابن عبداللہ سے
ہے وہ کہتے ہیں کہ روز حدیبیہ
رسولخدا کو کہتے ہوئے سنا در انحالیکہ
علی کا بازو پکڑے ہوئے تھے کہ یہ شخص
آدمیوں کا سردار ہے۔ فاجروں کا قاتل
ہے۔ وہ شخص فتحمند ہوا جس نے اسکی نصرت
کی۔ اور وہ شخص ذلیل و خوار ہے جس نے
اُسے چھوڑا۔ پھر آپ نے آواز اونچی کر کے
فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ
ہے پس جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے
چاہیئے کہ دروازے کے ذریعہ سے آئے۔

حضرت امام جعفر صادق اپنے آباؤ
اجداد کی اسناد سے حضرت علی سے روایت
کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ
اے علی میں شہر علم ہوں اور تو اس کا دروازہ
ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ شہر
کے اندر دروازے کے علاوہ کسی اور
ذریعہ سے بھی آسکتے ہیں۔

نوٹ۔ اصلی عبارت میں حضرت عبداللہ
ابن عباس سے یہ حدیث چار طرق کے ساتھ
مروی ہے۔ ہم نے ترجمہ میں صرف ایک جگہ ترجمہ کیا ہے

ن احمد بن موسیٰ کیا ہے جابر بن عبد اللہ سے دو طرق سے اور
ابن محمد بن حضرت علی سے دو طرق سے مروی ہے۔

نا علی بن محمد المقری نا محمد بن عیسیٰ بن شعبۃ البزار
عبد اللہ بن یزید المؤدب نا عبد الرزاق انا معمر عن عبد اللہ
ن عبد الرحمٰن قال سمعت جابر بن عبد اللہ الانصاری یقول سمعت
اللہ صلی اللہ علیہ یقول یوم الحدیبیۃ وھو آخذ بضبع علی ابن ابی طالب
ن امیر البررۃ وقاتل الفجرۃ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ ثم
مد صوتہ فقال انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیأت الباب
اخبرنا ابو غالب محمد بن احمد بن سھل النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ فیما
اذن لی فی روایتہ عنہ ان ابا طاھر ابراھیم بن عمر بن یحییٰ حدثھم نا
محمد بن عبید اللہ بن محمد بن عبید اللہ بن المطلب نا احمد بن
محمد بن عیسیٰ سنۃ عشر وثلثمائۃ نا محمد بن عبد اللہ بن عمر بن مسلم
اللاحقی الصفار بالبصرۃ سنۃ اربع واربعین ومائتین نا ابو الحسن علی بن
موسی الرضا قال حدثنی ابی عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ علی
بن الحسین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انا مدینۃ العلم وانت الباب کذب من زعم
ان یصل الی المدینۃ الا من قبل الباب۔

شیخ فریدالدین عطار اپنی کتاب مظہر العجائب میں لکھتے ہیں:-

رو تو ترکِ مذہب و دینت بکن	یا تو گفتِ مصطفیٰ را گوش کن
نے محمد گفت بابِ علم اوست	انما در شانِ حیدر خود نکوست
ہیچ میدانی کہ معجز آن کیست	ویں ہمہ شرح و ثنا در شانِ کیست
کہ نہادہ پائے بر کتفِ رسول	مصطفیٰ کردہ چو معراجش قبول
کہ بُدے خود تاجدارِ انما	کہ بُدے در مُلکِ معنی ھل اتیٰ

کیست باب علم از گفتِ رسول　　　خود کرا بود است

حضرت نظام الدین اولیاء نے اس حدیث کی تو
ضیح بہت اچھی طرح کی ہے۔ سید محمد کرمانی نے سیر الاولیہ
سلطان المشائخ حضرت نظام الدین نقل کئے ہیں۔ اُن سے
نقل کرتے ہیں:۔

او باوصاف بذل و عطا و رزم و وغا و فقر و صفا میانِ صحابہ کرام ممتاز بو
بقوت و شوکت از حضرت عزت بخطاب اسد اللہ الغالب مخاطب گشت و
بکثرتِ علم از جملہ صحابہ رضوان اللہ علیہم بقول حضرت رسالت پناہ انا
مدینۃ العلم وعلیٌ بابہا مخصوص گشت ولہذا قول عمر بن الخطاب
لولا علیٌ لہلک عمر۔

جناب رسول خدا نے حضرت علی کی شان اعلمیت کو تاکید کے ساتھ مختلف
الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث مدینۃ العلم کی موید ات دیگر احادیث
ہیں (۱) انا دار الحکمۃ وعلیٌ بابہا (۲) انا مدینۃ الحکمۃ وعلیٌ بابہا (۳)
انا دار العلم وعلی بابہا (۴) انا میزان العلم وعلی کفتاہ (۵) انا مدینۃ
الفقہ وعلی بابہا (۶) فھو باب مدینۃ علمی (۷) عیبۃ علمی وبابی الذی اوتی
منہ (۸) انت باب اللہ (۹) علیٌ باب علمی مبین لامتی ما ارسلت بہ من بعدی۔

صرف حدیث مدینۃ العلم ہی استخلاف جناب امیر علیہ السلام کو ثابت کرنے
کے لئے کافی ہے۔ ہم ناظرین کی توجہ امور ذیل کی طرف منعطف کراتے ہیں:۔

(۱) جناب رسول خدا امی تھے یعنی کسی آدمی سے آپ نے کسی قسم کا علم حاصل
نہیں کیا تھا۔ پھر آپ یہ دعوے فرماتے ہیں کہ میں علم کا شہر ہوں۔ معلوم یہ ہوا کہ وہ
علم مشتمل بر اسرار ربانیہ و معارف صمدانیہ تھا جو براہِ راست بارگاہ احدیت سے
عطا ہوا تھا۔ غیرت خداوندی نے گوارا نہ کیا کہ اسکے رسول کا کوئی انسان استاد ہوئے
لہذا منشار ربانی ہوئی کہ استاد ازل ہی خود اپنے درسگاہ خاص میں اپنے محبوب

یہی وہ علم تھا کہ جس کے وارث و مختار علی ابن ابیطالب مقرر کئے
ت کا جزو خاص تھا۔ لہذا جانشین نبی ہی اس کا وارث ہو سکتا
۔ یہ ہی وہ علم تھا جس کا ذکر آیۂ کریمہ عن عندہ علم الکتاب میں
ا طرف قصہ طالوت میں ان الفاظ کے ساتھ معترضین پر حجت تمام
ہے۔ زادہ بسطۃ فی العلم۔ یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے آدم کا حق خلافت
بت کیا گیا اور ملائکہ کو قائل کیا گیا۔ یہ وہ علم تھا جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے
عطا ہوتا ہے اور محض انبیاء یا خلفاء انبیاء ہی کو عطا ہوتا ہے۔ آیات ذیل ملاحظہ ہوں
وعلمناہ من لدنا علما ولقد آتینا داؤد وسلیمن علما۔ وکلا اتیناہ حکما
وعلما۔ واتیناہ حکما وعلما۔ ولوطا اتیناہ حکما وعلما یہی وہ علم تھا جس کی وجہ
سے خداوند تعالیٰ نے امت محمدیہ کو حکم دیا کہ قرآن شریف کا صحیح علم حاصل کرنے کے
لئے الراسخون فی العلم کی طرف رجوع کرو اور اس حکم ہی کو مدنظر رکھکر جناب رسولخدا
نے اپنی امت سے کہا کہ اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو باب مدینہ علم نبی کی خدمت میں
آؤ یہ علم کہیں اور نہیں مل سکتا۔

(۲) کمال علم منتج ہوتا ہے کمال عصمت پر۔ اس پر ہم مفصل بحث ابھی ابھی
عنوان عصمت کے تحت میں کرینگے۔ جناب رسول خدا معصوم تھے۔ معصوم کا جانشین
معصوم ہی ہونا چاہئے۔ غیر معصوم تو بہت ناموزوں پیوند ہوگا۔ جو ہمیشہ جھلکتا رہیگا۔

(۳) اس علمیت کی وجہ سے جناب امیر کی افضلیت تمام صحابہ کے اوپر
ثابت ہے جیسا کہ سید محمد کرمانی نے سیر الاولیاء میں اور شہاب الدین احمد نے
توضیح الدلائل میں تحریر کیا ہے۔ اور حضرت عمر کے قول لولا علی لھلک عمر کا حوالہ
دیا ہے۔ سید محمد کرمانی کی عبارت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ توضیح الدلائل کی عبارت
یہ ہے۔ والصحابۃ کلھم یراجعونہ مھما اشکل علیھم ولا یسبقونہ ومن ھذا
المعنی قال عمر لولا علی لھلک عمر یعنی تمام صحابہ حضرت علی کی طرف بوجہ اُن کے
وفور علم کے اپنی اپنی مشکلوں میں رجوع کیا کرتے تھے اور کبھی اُن پر سبقت نہیں کرتے

تھے چنانچہ حضرت عمر کہا کرتے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جا
ہمارے خیال میں تو اس موضوع پر زیادہ بحث کرنی
ملائکہ سے جیساکہ قرآن شریف میں درج ہے اچھی طرح ثابت
محض علم ہی ہے۔ فخر الدین رازی مفاتیح الغیب میں تفسیر آیہ
کلھا لکھتے ہیں: المسئلۃ السادسۃ ھذہ الآیۃ دالۃ علی فضل ا
ما اظہر کمال حکمتہ فی خلقہ آدم علیہ السلام الا بان اظہر
وجود شیئ اشرف من العلم لکان من الواجب اظہار فضلہ بذلک الشی
یعنی چھٹا مسئلہ۔ یہ آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ۔
خلقت آدم میں اپنی حکمت کا کمال محض علم سے ظاہر کیا۔ اگر علم سے بہتر کسی اور شے
کا وجود ممکن ہوتا تو واجب تھا کہ آدم کے فضل کا اظہار اس شے سے کیا جاتا نہ کہ علم سے۔
(۴) قرآن شریف سے بہت اچھی طرح ظاہر ہے کہ خلافت کیلئے علم شرط
ہے۔ حضرت آدم وطالوت اور حضرت داؤد کے قصوں پر جو قرآن شریف میں مذکور
ہیں۔ غور کرو۔ علامہ بیضاوی اپنی تفسیر انوار التنزیل میں در تفسیر آیہ واذ قلنا للملائکۃ
اسجدوا لآدم کہتے ہیں:۔

واعلم ان ھذہ الآیات تدل علی شرف الانسان ومزیۃ العلم وفضلہ
علی العبادۃ وان شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیھا ..... وان آدم افضل من ھؤلاء
الملائکۃ لانہ اعلم منھم والاعلم افضل لقولہ تعالیٰ۔ قل ھل یستوی الذین
یعلمون والذین لا یعلمون۔ ترجمہ۔ یہ آیات انسان کے شرف اور علم کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں اور ان سے
اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ علم افضل ہے عبادت سے اور خلافت کیلئے ایک شرط ہے۔ بلکہ اسکا رکن
ہے۔ ... ظاہر ہوا کہ حضرت آدم ان ملائکہ سے افضل تھے۔ کیونکہ اُنسے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اور
ثابت ہوا کہ ہمیشہ زیادہ علم رکھنے والا افضل ہوتا ہے چنانچہ قول خداوندی ہے کہ کہدے اے
رسول کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں مساوی ہیں اُنسے جو علم نہیں رکھتے۔
اسی کلیہ کی توثیق کے لئے ملاحظہ ہو:۔

ج منیر۔ علی بن محمد ابراہیم ہمائی: تبصیر الرحمن

ہم بیان کر چکے ہیں۔ حضرت داؤد و حضرت سلیمان کا واقعہ

بوالحسن محمد بن عبداللہ الکسائی قصص الانبیاء میں

...حۃ التی فیہا آیۃ
...ھب فلما اتت علی سلیمان
...شر دن سنۃ نزل جبرئیل
...یہ السلام معہ صحیفۃ من ذھب
فقال یا داؤد ان اللہ تعالیٰ یقرئک
السلام من دار السلام و یقول لک
اجمعوا اولادک واقراء علیھم ما فی
ھذہ الصحیفۃ من المسائل فمن
اجابک عنھا فھو الخلیفۃ من بعدک
قال فدعا داؤد علیہ السلام
باولادہ وکان سلیمان اصغرھم و
اغزرھم علما واخبر داؤد علیہ السلام
اولادہ ان جبرئیل علیہ السلام اخبرہ
عن اللہ تعالیٰ ان من عرف تفسیر
ھذہ المسائل فھو الخلیفۃ من بعدی
ثم قرأ علیھم المسائل فلم یکن فیھم
من یعرف تفسیرھا فقالوا عند
عجزھم عنھا ان ابنک سلیمان اکثرنا
فھما فسئلہ عنھا فقال داؤد یا

اس صحیفہ کا ذکر جس میں آیۃ الخلافت تھی سب
کہتا ہے کہ جب حضرت سلیمان کی عمر تقریباً بیس
سال کی ہوئی تو حضرت جبرئیل ایک سونے کا
صحیفہ لیکر نازل ہوئے اور کہا کہ اے داؤد
خداوند تعالیٰ بعد سلام کے آپ سے کہتا ہے کہ اپنی
اولاد کو جمع کرو اور انکے اوپر اس صحیفہ کے
مضمون کو پڑھو جس میں چند سوالات ہیں۔
پس جو ان سوالات کا جواب دیوے وہی تمہارا
خلیفہ تمہارے بعد ہے۔ پس حضرت داؤد نے
اپنی اولاد کو بلایا۔ سلیمان عمر میں اُن سب سے
چھوٹے لیکن علم میں سب سے بڑے تھے حضرت
داؤد نے اپنی اولاد کو مطلع کیا۔ کہ جبرئیل علیہ
السلام خداوند تعالیٰ کی جناب سے یہ پیغام لائے
ہیں کہ تم میں سے جو ان سوالات کا جواب دیدیگا
وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر اُن سوالات کو
اُس نے پڑھا۔ اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو
ان سوالات کا جواب دے سکتا۔ پس اُنہوں
نے اپنی مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ آپکا فرزند
سلیمان ہم سب سے فہم میں زیادہ ہے آپ اُسسے

سلیمان انی سائلك عن هذه المسائل فما تری فقال یانبی الله سل فانا ارجو من الله تعالی ان یهدینی الی اجوبتها فقال داؤد..... ثم التفت الی بنی اسرائیل وقال ما الذی تذکرتم فی قول ابنی سلیمان قال ما اخطاء فی شیئ من ذلك فامتعك الله به۔

پوچھیں حضرت؟ ہیں تم سے یہ سوال بزرگوار آپ مجھ سے کہ خداوند تعالیٰ مجھے ان ہدایت کریگا پس داؤد سوالات وجوابات درج ہیں۔ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف متوجہ اور کہا کہ جو جوابات سلیمان نے دئے ہیں اُنکی نسبت تم کیا کہتے ہو۔ (ہر ایک جواب پر داؤد کہتے جاتے تھے کہ تم ٹھیک کہتے ہو) بنو اسرائیل نے کہا کہ انہوں نے کوئی غلط جواب نہیں دیا۔ پس آپ کو اس کی خلافت مبارک ہو۔

نیز ملاحظہ ہو

ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی: کتاب العرائس عبداللہ کاشغری، نفائس العرائس

(۵) نہایت بدیہی نتیجہ حدیث مدینۃ العلم کا ہے کہ جناب رسول خدا نے امت کو ہدایت کر دی کہ علم دین حاصل کرنیکے لئے تمکو علی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور اگر کسی اور کی طرف تم نے رجوع کیا تو وہ عصیان وعدوان ہوگا۔ گھروں میں محض دروازے ہی سے داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر دیوار پر یا کوٹھے پر سے پھاند کر گئے تو وہ ناجائز ہوگا یہ صریح دلیل ہے اس امر کی کہ علی کی موجودگی میں کوئی اور شخص ہدایت امت کیلئے موزوں نہ تھا۔ اور اگر کوئی اور اتنی جرأت کریگا تو وہ ناجائز ہوگا۔

(۱۱) عصمت اور طہارت:۔

فطرت نورانی وعلم ومعرفۃ ربانی اس امر کی مقتضی ہیں کہ اپنے صاحب کی رہنمائی زہد وعبادت وریاضت وجہاد نفس وجہاد فی الدین کی طرف کریں۔ اور یہ امور منتہی ہوتے ہیں ایمان کامل پر۔ کمال ایمان مبنی ہے کمال یقین پر، اور کمال یقین

اقعہ یہ ہے کہ انسان کی ہر ایک اعلیٰ صفت و عادت کا جو اس
درجۂ ارتقا و عروج اس کے درجۂ علم کی مناسبت سے ہوتا ہے
وہ علم اور جذبات کے درمیان ایک حد فاصل کھینچ دیئے
ان کے فعل پر اثر کرنے والا سبب اس کے جذبات و حسیات
علم۔ انکا مقولہ ہے کہ جہانتک عمل کا تعلق ہے۔ انسان کے ارا
ے دل کی ہے نہ کہ دماغ کی۔ یہ لوگ جذبات اور حسیات کو محرک سمجھتے
نزدیک علم محرک فعل نہیں ہے۔ اگر ہے تو بہت کم۔ وہ اپنے مختار کو مثال
سے بھی سمجھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیکھو زید کا علم ہے کہ سچ اچھی چیز ہے اور جھوٹ
ہے۔ تاہم بسا اوقات جھوٹ بولتا ہے۔ وہ مانتا ہی نہیں، بلکہ جانتا ہے کہ خدا
حاضر و ناظر ہے لیکن پھر بھی گناہ کرتا ہے۔ علم اگرچہ مانع معاصیات ہے لیکن
حسیات و جذبات سے تصادم ہوتا ہے تو اس کی طاقت مانعیت زائل ہو جاتی
ہے۔ اُن کی یہ بحث ایک حد تک صحیح ہے قطعاً صحیح نہیں۔ ذرا غور و امعان
نظر کی ضرورت ہے۔ ہم بھی مثال دیکر سمجھاتے ہیں۔ زید ایک حسین عورت کو دیکھکر
اُس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ اس کے لطف سے بہرہ اندوز
ہو۔ لیکن اگر اس عورت کا خاوند موجود ہے تو کیا وہ اپنی دل کی خواہش پورا کریگا۔ اور
اُس عورت سے اس کے خاوند کی موجودگی میں اپنی محبت کا اظہار کریگا۔ ایک
نائب تحصیلدار کا دل چاہتا ہے کہ خوب رشوت لے لیکن کیا وہ اپنے ڈپٹی کمشنر
کی موجودگی میں رشوت لیگا۔ ہرگز نہیں۔ وہ لوگ جو خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جاننے
کے باوجود اپنے تئیں تنہا سمجھکر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور
گناہ کرتے ہیں۔ ایسے گناہ کرتے ہیں جو اپنے ہی جیسے انسانوں کے سامنے ہرگز
نہیں کرینگے۔ وہ کیوں ایسا کرتے ہیں۔ آخر اس کی کچھ وجہ ضرور ہونی چاہئے۔
خاوند و ڈپٹی کمشنر اور دیگر لوگوں کی موجودگی کا علم تو محرک فعل ہوا اور جذبات و
حسیات کو مغلوب کر کے مانع گناہ ہو گیا لیکن خداوند تعالیٰ کی موجودگی کا علم مانع

لئے گناہ نہوا۔ وجہ یہ ہے کہ خاوند و ڈپٹی کمشنر و دیگر لوگوں کی موجودگی کا علم تو ایسا کامل پہنچگیا لیکن خداوند تعالیٰ کی موجودگی کا علم کامل نہیں تھا۔ لہٰذا یقین کے درجہ تک نہیں پہنچا۔ یہ نکلا کہ جبتک علم کامل نہیں ہے وہ جذبات وحسیات سے مغلوب رہیگا اور محرک فعل علم کامل کو یقین کے درجہ تک پہنچگیا ہے تو جذبات وحسیات اُسکے مغلوب ہوجائینگے

یہ بحث دلچسپ ہے اور اس کو ذرا آگے تک لیجانا چاہیے۔ اجتناب از وجوہات سے ہوسکتا ہے۔ ایک تو اسوجہ سے کہ فعل ... ملک کے رسم ورواج یا قانون نے منع کیا ہے۔ ... سوسائٹی نے منع کیا ہے جس میں ہماری بہت وبو ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمکو اس ممنوع فعل یا گناہ کی ماہیت معلوم ہوجائے اور ہم یہ سمجھ لیں اور یقین کرلیں کہ یہ گناہ ہمارے لئے بذات خود مضر ہے۔ اس صورت میں ہمکو کسی رواج یا قانون یا سوسائٹی کے منع کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وجہ اول مانع ناقص ہے۔ کیونکہ وہ تنہائی میں گناہ کی مانع نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ہماری کوشش یہ رہیگی کہ کسیطرح لوگوں کی آنکھ بچاکر اس ممنوعہ گناہ کا مزہ لیں۔ الانسان حریصٌ علیٰ ما منع۔ وجہ دوم مانع کامل ہے۔ کیونکہ خلوت وجلوت دونوں میں ایک سا اثر رکھتی ہے ہم مثال دیکر سمجھاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ سنکھیا سم قاتل ہے۔ لہٰذا خواہ قانون ہو یا نہ ہو۔ لوگ منع کریں یا نہ کریں میں سنکھیا زہر کی مقدار میں کبھی نہیں کھاؤنگا۔ حضرت آدم وحوا شجر ممنوعہ کی اصلی وذاتی ماہیت سے واقف نہ تھے صرف حکم خداوندی کی وجہ سے کچھ عرصہ تک اس سے اجتناب کرتے رہے لیکن جب ابلیس نے اُس کی ظاہری صفات بیان کیں تو دھوکہ کھاگئے اور جب اسکو کھالیا تو اُس کی ذاتی برائی ظاہر ہوگئی یعنی عریانی جسم۔ بدأت لہما سوأتہما اگر وہ اکل ثمر ممنوعہ کے اس نتیجہ سے واقف ہوتے اور اُن کو اس کا عین الیقین ہوتا تو کبھی نہ کھاتے۔ علم سے یقین پیدا ہوتا ہے اور یقین کا اثر فعل پر براہ راست ہوتا ہے۔ اگر علم کامل ہے تو وہ یقین کامل پیدا کریگا۔ یقین کامل کا نام ہے عین الیقین۔ اور عین الیقین کی موجودگی میں اُس کے مخالف جذبات وحسیات ہمیشہ مغلوب

کے بعد معدوم ہو جائینگے اور پھر پیدا ہی نہ ہونگے۔ اور اِس صورت
ایک ہی قوت رہجائیگی اور وہ عین الیقین کی ہوگی +
عادیات والٰہیات کے متعلق ہے تو اسکو ایمان کہتے ہیں ایمان
مفاد ہے۔ اور محض اعتقاد شاذ و نادر ہی فعل پر اثر کرتا ہے۔ اور جب
سکا اثر نہایت سطحی ہوتا ہے۔ اور بہت جلد زائل ہو جاتا ہے زید مسلمان
سکا اعتقاد ہے کہ خداوند تعالیٰ قادر ہے۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ انسان کے
ے بھید سے واقف ہے۔ اس کے حکم و مرضی کے بغیر کوئی شخص یا کوئی قوت
ہیں نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اسکے سارے احکام ہمارے فائدہ کیلئے ہیں اور
ہمیں ان کی اطاعت و تعمیل کرنی چاہئے۔ ہماری حیات و ممات اس کے ہاتھ میں
ہے۔ اس کے حکم کے بغیر موت نہیں آسکتی۔ اور اگر اُس کا حکم ہماری موت کیلئے جاری
ہو چکا ہے تو پھر ہمیں کوئی شے اس سے نہیں بچا سکتی۔ ہر ایک مسلمان کا یہی اعتقاد ہے
ان امور پر اعتقاد رکھنا تو بہت آسان ہے لیکن عمل نہیں ہے۔ اگر عمل ہو تو خداوند
تعالیٰ کو حاضر و ناظر و واقفِ اسرارِ نہانی جانتے ہوئے کوئی مسلمان ایک گناہ بھی
نہ کرے۔ نہ خلوت میں اور نہ جلوت میں۔ گناہ کرنا تو بڑی شے ہے، گناہ کا خیال بھی
نہ پیدا ہو۔ کیونکہ اُس خیال کو بھی تو خدا معلوم کرلے گا۔ وجہ کیا ہے۔ کیوں عمل نہیں
وجہ یہ ہے کہ یہ اعتقادات محض اعتقاد کے درجے سے آگے نہیں بڑھے۔ ان
پر یقین نہیں۔ جتنا یقین کا درجہ بڑھتا جائیگا گناہ کم ہوتے جائیں گے۔ اگر یقین کامل
ہو کر عین الیقین کا درجہ پہنچ گیا ہے تو پھر ایک بھی گناہ نہ ہوگا۔ اور انسان معصوم ہو جائیگا۔
مضمون ادق ہے لہذا مثالوں کی ضرورت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جناب رسول
خدا کے اصحاب رضی اللہ عنہم نہایت راسخ الاعتقاد بزرگ تھے۔ کیوں نہیں۔
ہونا چاہئے تھا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کفار سے گھمسان کی جنگ ہوتی
تھی تو ان بزرگوں کے پیر اکھڑ جاتے تھے۔ اور میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگ
جاتے تھے۔ جنگ احد و احزاب سے لیکر جنگ خیبر و حنین تک دیکھ لو۔ یہی منظر

نظر آئیگا۔ بسا اوقات تو ایسا ہوا ہے کہ میدان جنگ میں
اور علی مرتضیٰ کے اور کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ اور آنحضرت ا ن
کو یہ آواز دیکر بلاتے تھے کہ کیا میں خدا کا رسول نہیں ہوں
قادر و توانا نے ہماری نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ انہوں نے ن
ہوا تھا۔ جہاد سے بھاگنے کے عذاب سے واقف تھے۔ ا
سُنا ہوا تھا۔ اُنکے کانوں میں یہ فقرے گونج رہے تھے کہ وما الحیٰو
لعب، والاٰخرۃ خیر دابقیٰ۔ ہمارے ناظرین معاف کرینگے اگر ہم کہیں
تھا لیکن یقین کامل نہ تھا یعنی ایمان کامل نہ تھا۔ دو اور دو چار کی طرح دا
کہ اگر سزا و جزا کا معاملہ روز فردا پر نہ چھوڑا جاتا اور اسیوقت فرشتہ ہائے غضب در
آتشین لیکر بھاگنے کا ارادہ کرنے والوں کے سامنے آنکر کھڑے ہو جاتے کہ اگر تم
توان درہ ہائے آتشین سے ہنکا کر ہم کو دوزخ میں ڈالدینگے اور دوسری طرف فرشتگان
رحمت دریچہ ہائے جنت وا کرکے کہتے کہ اگر تم جہاد میں ثابت قدم رہو گے تو تمہارے
لئے یہ جنت کی نعمتیں اور یہ جنت کی حوریں ہیں تو وہ کبھی نہ بھاگتے۔ گویا سزا و جزا یا جنت
و دوزخ یا خوشنودی خدا و غضب الٰہی کا یقین اُنکو ایسا نہ تھا جیسا کہ کسی چیز کو آنکھ
سے دیکھکر ہوتا ہے اور یہی نقص ایمان ہے۔ اور جنکو ان باتوں کا عین الیقین تھا وہ نہ
بھاگے۔ روز احد جناب رسول خدا نے علی مرتضیٰ سے کہا کہ دوسرے لوگوں کی طرح
تم کیوں نہ بھاگ گئے۔ تو آپ نے یہ جواب نہ دیا کہ میں اُنکی نسبت زیادہ دلیر یا طاقتور تھا
بلکہ یہ فرمایا کہ اا کفر بعد الایمان۔ کیا میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا۔ گویا
نہ بھاگنا قوت ایمان اور بھاگنا نقص ایمان کا نتیجہ ہوا۔ جناب علی مرتضیٰ خداوند
تعالیٰ کے وعدۂ جنت و وعید دوزخ بلکہ یوں کہو کہ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور اس
کی ناراضگی کو اسیطرح یقین کے ساتھ دیکھ رہے تھے جس طرح کہ دوسرے لوگ دیکھتے
اگر یہ خوشنودی فرشتگان رحمت اور یہ ناراضگی فرشتگان غضب کی صورت میں انکے سامنے
میدان جنگ میں آجاتے۔

۔ کر آئے ہیں کہ یقین کامل علم کامل سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یقین
عصیت حاصل ہوتا ہے۔ لہذا معصوم وہ ہوگا جسکو علم کامل ہوگا اسکو شیطان
ملتا ہر ایک گناہ، ہر ایک معصیت کی ماہیت میں برائی ہے لیکن چونکہ
ماہرین سے پنہاں ہوتی ہے لہذا لوگ گناہ کو خوش آئندہ سمجھکر اسکے مرتکب
گناہ کو کیوں گناہ سمجھا گیا ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہو کہ گناہ کیونکر مقرر کئے گئے
۔ نظام ہیں جنکے ماتحت گناہ مقرر ہوئے ہیں یا گناہوں کی فہرست مرتب ہوئی ہے
۔ نظام اخلاقیات، دوسرا نظام الہیات۔ نظام اخلاقیات میں انسانوں نے خود صدیوں
کے تجربہ کے بعد گناہ نامزد کئے ہیں اور انکی فہرست مرتب ہوئی ہو اسمیں خاص بات یہ ہے کہ انسان ان
وجوہات سے واقف ہیں جنکی بناپر انہوں نے مختلف افعال و گناہ کو نامزد کرکے گناہوں کی
فہرست میں داخل کیا ہے۔ نظام الہیات میں جو گناہ ہیں وہ مسلمانوں کے اعتقادات
کے بموجب خداوند تعالیٰ نے نامزد و مقرر کئے ہیں۔ لہذا عام انسانوں کو اُس مصلحت
یا اُس وجہ کا علم نہیں کہ جس کی بنا پر وہ افعال یا اعمال گناہ قرار دئے گئے ہیں
اس وجہ یا مصلحت سے صرف خدا ہی واقف ہے یا وہ لوگ واقف ہیں جنکو
خداوند تعالیٰ نے اس سے آگاہ کر دیا ہو۔ کئی افعال و خصائل ایسے ہیں جو
دونوں نظاموں میں گناہ ہیں۔ مثلاً زنا، چوری، اغلام وغیرہ۔ اب دیکھنا یہ ہی
کہ یہ کیوں گناہ سمجھے گئے ہیں، ہم انکو کیوں برا سمجھیں۔ یہاں آکر اخلاقیات و
الہیات جدا ہو جاتے ہیں۔ اخلاقیات میں تو انکو برائیوں کی فہرست میں زیادہ تر
اس وجہ سے داخل کیا گیا ہے کہ ان سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ امن عامہ میں خلل
پڑتا ہے اور ممکن ہے کہ اُن کا باعث ظلم ہونا بھی ایک وجہ سمجھی گئی ہو۔ چونکہ یہ
وجوہات انسان کی مقرر کردہ ہیں لہذا ہم اُنسے واقف ہو سکتے ہیں۔ نتیجہ نکلا کہ
اگر ہم ان برائیوں کو اس طرح کریں کہ اُن سے وہ برے نتائج برآمد نہ ہوں جنکی
وجہ سے اُن کو گناہوں کی فہرست میں داخل کیا گیا ہی تو پھر ہم اُن کو کرنے میں
حق بجانب ہونگے۔ ایک حسین عورت سے تنہائی میں اُس کی مرضی کے ساتھ

ہم نے زنا کر لیا۔ اُس کے خاوند و والدین کو پتہ بھی نہ چلا فقط کام ہو گیا۔ عورت بھی خوش ہو گئی۔ فرمائیے گناہ کہاں رہا۔ ہو گیا ہے۔ اخلاقیات کی کتابوں میں چاہے کچھ لکھا ہو۔ عمل سمجھا جاتا ہے جو لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ جو معلوم نہیں ہوتا وہ جاتا۔ گویا زنا بذات خود کچھ بُری شے نہ رہا۔ چنانچہ دنیا کی بڑی بڑی بُرا نہیں سمجھتیں۔ دور کیوں جاؤ۔ ہندوستان ہی میں دیکھ لو اگر عورت اپنی مرضی سے زنا کرائے تو وہ مجرم نہیں سمجھی جائیگی۔ اُس کیلئے تعزیرات ہند میں کوئی سزا نہیں ہے۔ دنیا کی ایک بڑی قوم نے یہ قانون رائج کر دیا ہے کہ عورت قوم کیلئے ہے کسی ایک آدمی کا حق نہیں کہ وہ تو خوبصورت عمدہ سلیقہ والی عورت بیوی رکھے اور دوسرے لوگ اس کو دیکھ دیکھ کر ترسیں۔ یا بری و بدصورت عورت کے ساتھ اپنی زندگی گزاریں۔ علاوہ اس کے رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کے نقطہ نظر میں فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک زمانہ میں ایک فعل مذموم سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے زمانہ میں وہ فعل مستحسن قرار دیا جاتا ہے۔ آجکل خودکشی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ ازمنہ ماضیہ کی قومیں مثلاً اہل روما اس کو نیکی اور بہادری کی علامت جانتے تھے۔ بہرصورت اس کو تو کوئی دانشمند اچھا نہ سمجھیگا کہ کوئی گناہ چاہے کتنا ہی قبیح ہو اگر تنہائی میں لوگوں کے علم کے بغیر کر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں لیکن اخلاقیات میں جن وجوہات کی بنا پر ان افعال شنیعہ کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اُن پر غور کرنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جن وجوہات کی بنا پر ان افعال شنیعہ کو قابل اجتناب سمجھا گیا ہے وہ اصلی وجوہات نہیں ہیں اور کم سے کم ناکافی تو ضرور ہیں۔ اصلی وجوہات وہ ہوں گی جو ان افعال شنیعہ کی ذاتی ماہیت کی خرابی پر مبنی ہونگی لیکن بنی نوع انسان اُنکو ابھی تک کما حقہا معلوم نہیں کر سکی ہے۔ اگر وہ معلوم ہو جائیں تو گناہ بذات خود قابل اجتناب نظر آنے لگیگا۔ اور ایک دفعہ کا گناہ تنہائی میں کیا ہوا بھی بُرا ہی سمجھا جائیگا۔ فرض کرو کہ ایک حسین نوجوان عورت آتشک زدہ

تنہائی میں بھی مقاربت نہیں کریگا۔
بات کی مجبوری کا یہ عالم ہم نے دیکھا تو اب الہیات کی طرف
۔ خداوند تعالیٰ تو ہر ایک شے کی ماہیت سے آگاہ ہے۔ اور
بندوں کو ہر ایک گناہ کی اصل ماہیت سے آگاہ کردے لیکن وہاں ہم
ہیں۔ وہ وجوہات نہیں دیجاتیں۔ مزید یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ہی نہیں
ں تنہائی کی ہر ایک بات سے آگاہ ہیں۔ بلکہ یہ کہ تمہارے دلوں کے
بھیدوں سے بھی واقف ہیں۔ لہذا الہیات کے نظام میں ایک دفعہ کا گناہ بھی
اہ ہے اور خلوت وجلوت کا کچھ فرق نہیں کبھی کبھی ان لوگوں کی زبانی جنکو
وند تعالیٰ نے اپنے رازہائے سربستہ سے آگاہ کردیا ہے ہمیں کسی نہ کسی گناہ
ں اصلیت وماہیت معلوم بھی ہوجاتی ہے لیکن وہ علم عام نہیں اور اسپر یقین
نہیں مثلاً کہتے ہیں کہ زنا سے عمر گھٹ جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیوں
ان وجوہاتِ اجتناب کو عام نہیں کیا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ تکلم
الناس علےٰ قدر عقولھم۔ انسانوں کی فہم وسمجھ کے مطابق انسے گفتگو کرو۔
ابھی علم انسانی اس حد تک نہیں پہنچا کہ لوگ ان وجوہات کو معقول سمجھتے لہذا
وہ بیان نہ کی گئیں۔ اگر یہی ایک وجہ عام کردیجائے تو لوگ مضحکہ اُڑائینگے کہینگے کہ
یہ ان کی عقل سے بعید ہے کہ اپنی عورت سے مباشرت کرو تو عمر کم نہ ہو۔ اور دوسرے
کی عورت سے مقاربت کرو تو عمر کم ہوجائے۔ زنا اور کمی عمر سے کیا تعلق۔ لہذا سنت
الہی صادر ہوئی کہ گناہوں کی اصلیت وماہیت کو عام نہ کیا جائے۔ صرف اس قدر
بتایا جائے کہ جتنا ضروری ہے۔ اور انکی ماہیت سے فقط ان لوگوں کو آگاہ کیا جائے جو اُسکے
سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے ہر ایک حکم کو بے چون وچرا ماننے
کیلئے تیار ہیں۔ اُن کے لئے محض حکم ہی عین الیقین پیدا کردیتا ہے۔
بحث مندرجہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ شہر علم اور باب شہر علم دونوں معصوم
تھے انکا علم کامل اس کا متقضی تھا کہ وہ معصوم ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسا علم کامل صرف

وہ حکیم مطلق ہی عطا کر سکتا ہے۔ اور وہ انکو عطا کرتا ہے جنکو اس کا
کے پاس نہ علم کامل ہو اور نہ وہ دے سکتا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ۔
عصمت وطہارت ان لوگوں کو عطا فرمائی اور جناب رسول خدا نے
مختلف مواقع پر مختلف الفاظ میں فرمایا۔ خداوند تعالیٰ کا یہ خاص احسہ
اُس کی یہ خاص نعمت تھی اسلام اور اہل اسلام پر کہ انکی ہدایت کے۔
لوگوں کو مقرر کیا۔

حدیث کساء اگر کوئی اور نص قرآنی اور حدیث نبوی جناب امیر کی معصو
کے لئے نہ بھی ہوتی تو صرف ایک حدیث مدینۃ العلم ہی آپ کی معصومیت کی کافی دلیل
تھی لیکن اُس کے اثبات کیلئے علیحدہ بھی نص قرآنی وحدیث نبوی دونوں موجود
ہیں۔ خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ
تَطْھِیْرًا۔ پارہ ۲۱ سورہ احزاب ع ۴۔

ترجمہ:۔ بتحقیق اے اہل بیت رسول، خداوند تعالیٰ ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے ناپاکی
اور رجس کو دور کر کے تمکو ایسا طاہر کردے جیسا کہ طاہر کرنے کا حق ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو فطرتاً ہر ایک شخص کے دل میں جستجو پیدا ہوئی کہ معلوم
کرے کہ اس آیت میں اہلبیت کی تخصیص کن سے کی گئی ہے۔ سب نے آنحضرت کیطرف
رجوع کیا۔ آنحضرت نے صریح الفاظ اور صریح عمل سے بتایا کہ اس آیت میں اہل بیت سے
مراد علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ اس غرض سے کہ امت کے اچھی طرح
ذہن نشین ہو جائے اور کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اس آیت کے نازل ہونیکے بعد متواتر چھ
مہینے تک اور بقولے نو مہینہ تک روزانہ علی الصباح اپنے دولت سرائے سے اُٹھکر
خانہ فاطمہ علیہا السلام کی طرف تشریف لے جاتے تھے اور باآواز بلند اعلان فرمایا کرتے
تھے کہ تم اہلبیت ہو جن کیلئے آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ کسی مرد عاقل کا فعل عبث نہیں
ہوتا اور ایک رسول اولوالعزم کا فعل کیونکر عبث ہو سکتا تھا۔ روزانہ متواتر اپنے گھر کو اور

ذکر خانہ فاطمہ پر آنا اور وہاں کے رہنے والوں کو اہلبیت کے لفظ سے
ـتی معانی عظیم پنہاں رکھتا ہے۔ آپ جانتے تھے کہ اپنی اپنی اغراض
ب اہلبیت کے معنی میں توڑ مروڑ کرینگے لہذا آپ نے صرف ایک دفعہ
انہ کی۔ بلکہ متواتر روزانہ نو مہینے تک باواز بلند و بعمل صریح امت کو
غرض کے کہنے میں نہ آنا۔ اس آیت میں اہلبیت سے مراد خانہ فاطمہ
ـے ہیں انہیں میری ازواج شامل نہیں ہیں۔ کئی دفعہ ایک عبا میں جناب
مہ و حسنین علیہم السلام کو لیکر فرمایا کہ بس ہم یہ پانچ آدمی اہلبیت سے مراد ہیں۔ اور آیۂ
ہیر محض ہم میں محدود ہے۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث حضرت عائشہ سے اس طرح مروی ہے

عن صفیه بنت شیبة قالت قالت عائشة خرج النبی صلی الله علیه وسلم غداة وعلیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح جناب رسولخدا اپنے گھر سے باہر نکلے اسوقت ردا خیبری سیاہ بالوں والی آپکے دوش مبارک پر تھی کہ اتنے میں امام حسن تشریف لائے اور جناب رسولخدا نے انہیں اپنی ردا کے اندر داخل کر لیا۔ امام حسین آئے انہیں اسیطرح اپنی کساء کے اندر داخل کر لیا پھر حضرت فاطمہ آئیں انہیں اس دامن میں داخل کر لیا پھر علی آئے انہیں اس دامن میں داخل کر لیا پھر اسکے بعد آنحضرت نے فرمایا (آیۂ تطہیر تلاوت فرمائی)

صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہل بیت الجزء السابع ص ۱۳۰!

ابو جعفر احمد المعروف محب الدین الطبری نے اپنی کتاب الریاض النضرۃ جزء الثانی باب الرابع فصل السادس میں جو خصائص علی مرتضیٰ پر مشتمل ہے ایک عنوان ان الفاظ میں قائم کیا ہے:۔ ذکر اختصاصه بانه وزوجه وابنیه اهل البیت ذکر اس خصوصیت کا کہ علی و فاطمہ اور اُن کے دونوں فرزندان اہل بیت رسول ہیں) وہ لکھتے ہیں

وعن ام سلمه ان النبی صلی الله	حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ
علیه وسلم جلل علی الحسن و الحسین و	حسین و علی و فاطمہ پر ا
علی و فاطمه بکساء وقال اللهم هؤلاء	یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں
اهل بیتی وخاصتی اذهب	ان سے رجس کو دور کر اور انکو
عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا۔	کرنیکا حق ہے۔ اسکو ترمذی نے
خرجه الطبری وقال حسن صحیح	کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح حسن

محب طبری: ریاض النضرہ، الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص۱۸۸۔

علامہ حاکم نے مستدرک علی الصحیحین میں اس روایت کو کئی طرق سے بیان کیا ہے:۔

حدثنا ابو بکر احمد بن سلمان	(اسماء رواۃ عربی میں دیکھیں)
الفقیه وابو العباس محمد بن یعقوب	
قالا ثنا الحسن بن مکرم البزار ثنا	
عثمان بن عمر ثنا عبد الرحمن	
بن عبد الله بن دینار عن شریك	
بن ابی نمر عن عطا بن یسار	
عن ام سلمه قالت فی بیتی نزلت انما یرید الله	حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ آیۂ تطہیر
لیذهب عنکم الرجس اهل البیت قالت	میرے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ اسیوقت جناب رسول
فارسل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم	خدا نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلوایا اور فرمایا
الی علی و فاطمه والحسن والحسین فقال هؤلاء	کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یہ حدیث بخاری کی
اهل بیتی. هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری	شرائط کے بموجب صحیح ہے۔
حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا	(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو)
الربیع بن سلیمان المرادی وبحر بن	
نصر الخولانی قالا ثنا بشر بن بکر ثنا	

ما حدثنی واثلة بن الاسقع
لم اجده فقالت
ت الی رسول الله
یه واله وسلم یدعوه
ول الله صلی الله علیه و
لم فدخلا ودخلت معهما فدعا
سول الله صلی الله علیه واله وسلم
الحسن والحسین فاقعد کل واحد منهما
علی فخذیه وادنی فاطمة من حجره وزوجها
ثم لف علیهم ثوبا وقال انما یرید الله لیذهب
عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا
ثم قال هؤلاء اهل بیتی اللهم اهل بیتی احق
هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین
کتب الی ابو اسمعیل محمد بن النحوی
یذکر ان الحسن بن عرفه حدثهم
قال حدثنی علی بن ثابت الجزری
ثنا بکیر بن مسمار مولی عامر بن
سعد سمعت عامر بن سعد یقول

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے پاس
انکے گھر آیا لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھے جناب فاطمہ
نے فرمایا کہ وہ تو جناب رسولخدا کی طرف گئے ہیں
کیونکہ جناب رسولخدا نے انہیں بلایا تھا۔ اتنے میں
حضرت علی جناب رسولخدا کے ہمراہ تشریف لائے
اور وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے میں بھی ان دونوں
کے ہمراہ گھر میں داخل ہوا پس جناب رسولخدا نے
حسن وحسین کو بلاکر اپنے دونوں طرف بٹھالیا
اور فاطمہ اور انکے شوہر حضرت علی کو بھی اپنے
پاس بٹھالیا پھر ان سب کے اوپر ایک ردا ڈالی
آیہ تطہیر تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ یہ لوگ میرے
اہل بیت ہیں۔ یہ حدیث شرائط شیخین کے بموجب صحیح
ابو اسمعیل محمد بن النحوی نے یہ حدیث مع اسناد میرے پاس
لکھکر بھیجی۔

قال سعد نزل علی رسول الله صلی
الله علیه واله وسلم الوحی
فادخل علیا وفاطمه وابنیهما
تحت ثوبه ثم قال اللهم هؤلاء
اهلی واهل بیتی۔

سعد بن وقاص سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ
جناب رسولخدا کے اوپر وحی کے آثار ظاہر ہوئے
پس آپنے علی وفاطمہ اور انکے دونوں بیٹوں کو
اپنی ردا کے اندر داخل کرکے فرمایا کہ یہ میرے
اہلبیت ہیں یا یہ میری آل ہیں۔

حدثنی ابو الحسن اسمعیل بن محمد بن الفضل بن محمد الشعرانی ثنا جدی ثنا ابو بکر بن ابی شیبہ الحزامی ثنا محمد بن اسمعیل بن ابی فدیک حدثنی عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی عن اسمعیل بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب عن ابیہ قال لما نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الرحمۃ ھابطۃ قال ادعوا الی ادعوا الی فقالت صفیۃ من یا رسول اللہ قال اھل بیتی علیا وفاطمۃ والحسن والحسین فجئی بھم فالقی علیھم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کساء ثم رفع یدیہ ثم قال اللھم ھؤلاء الی فصل علی محمد وعلی آل محمد وانزل اللہ عزوجل انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد وقد صحت الروایۃ علی شرط الشیخین انہ علمھم الصلوۃ علی اھل بیتہ کما علمھم الصلوۃ علی آلہ۔

عبد اللہ ابن جعفر بن ابی طالب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں جناب رسولخدا نے وحی کے نازل ہونے کے آثار محسوس فرمائے تو فرمایا کہ میرے پاس بلاؤ میرے پاس بلاؤ ام المومنین صفیہ نے کہا کہ اے رسولخدا کس کو بلائیں آپ نے فرمایا میرے اہلبیت علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلاؤ پس وہ چاروں صاحبان تشریف لائے تو جناب رسولخدا نے اُن کے اوپر ایک چادر ڈالی اور پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرکے فرمایا۔ خداوندا میری آل ہیں صلوٰۃ بھیج محمد و آل محمد پر اسوقت خداوند تعالیٰ نے آیۂ تطہیر نازل فرمائی۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شرائط شیخین کے مطابق صحیح ہے جناب رسولخدا نے اہلبیت پر اسیطرح صلوٰۃ بھیجنے کو فرمایا ہے جسطرح آل پر گویا اہلبیت اور آل ایک ہی ہوئے)

ابی عبد اللہ محمد الحاکم، مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ، مناقب اہلبیت رسول، تذ ص ۱۴۶۔

صحیحین میں حمیدی نے بخاری و مسلم سے چھیالیسویں حدیث یہی حضرت عائشہ سے نقل کی ہے۔ اور جمع بین الصحاح الستہ میں عبدری اندلسی نے بخاری و مسلم و موطا امام مالک و سنن ابی داؤد سجستانی سے حدیث کساء کو نقل کیا ہے۔ جمع بین الصحاح الستہ میں رزین یہ لکھتے ہیں:-

ام سلمہ قالت ان ھذہ الآیۃ نزلت فی بیتی و انا جالسۃ عند الباب فقلت یا رسول اللہ الست من اھل البیت فقال انک علی خیر انک من ازواج رسول اللہ و قالت و فی البیت رسول اللہ علی و فاطمہ وحسن وحسین مجللھم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیۂ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی میں دروازہ خانہ کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی پس میں نے عرض کی اے رسولخدا کیا میں اہلبیت میں نہیں ہوں جناب رسولخدا نے جواب دیا کہ تیری عاقبت بخیر ہے لیکن تو ازواج رسول میں ہے۔ اسوقت اس گھر میں فقط رسولخدا و علیؑ و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ تھے آنحضرتؐ نے انکو اپنی عبا کے نیچے لیلیا۔ اور عرض کی کہ اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں انسے رجس کو دور کر اور انکو اتنا پاک کر کہ جتنا پاک کہنے کا حق ہے۔

اب ہم حدیث کساء کے تمام حوالوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہل بیت النبی الجزء السابع صفحہ ۱۳۰۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول صفحہ ۳۳۱، الجزء الثالث صفحہ ۲۸۵، ۲۵۹، ۱۵۱۔ الجزء الرابع صفحہ ۱۰۷، والجزء السادس صفحہ ۲۹۲؛ ۲۹۶: ۲۹۸: ۳۰۴: ۳۲۲

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۸۸؛ ۲۰۳۔

ابو محمد عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث صفحہ ۱۳۳۔

میرزا محمد بن معتمد خان: نزل الابرار صفحہ ۱۷۵ جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الخامس صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹

ابن عبدالبر: کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی۔ ترجمہ علی ابن ابی طالب صفحہ ۴۱۵

ابو داؤد الطیالسی: مسند الجزء الثامن ص۲۷۴ حدیث: ۲۰۵۹۔

امام بغوی: مصابیح السنہ۔ الجزء الثانی ص۲۰۶۔

سلیمان ابن ابراہیم البلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث والثلاثون ص۱۰۸ تا ۱۰۹۔ صحیح ترمذی: ک ۴۴ سورۃ ۳۳، ک ۴۶ ب

شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۶۳۴ ۷۹۰،

شبلنجی: نور الابصار ص۱۰۱ محمد صبان: اسعاف الراغبین برحاشیہ ۱۰

شیخ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی: شرف المؤبد ص۱۰ و ۹۹ و ۱۰۱۔

شیخ عبد اللہ بن محمد شافعی: کتاب الاتحاف بحب الاشراف ص۵

حمیدی: جمع بین الصحیحین۔

رزین بن معاویہ: جمع بین الصحاح ستہ۔ سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔

امام مالک: موطا۔ مشکوٰۃ المصابیح:

مسلم و ترمذی و مشکوٰۃ میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرت نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلا کر بارگاہِ ایزدی میں مناجات کی کہ خداوندا یہ چاروں میرے اہلبیت ہیں۔ اس کے بعد فوراً ہی آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ نہایت واضح و صریح طور سے ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام اہلبیت رسول میں شامل ہیں۔ اور ازواج ان میں نہیں ہیں۔

آیۂ تطہیر نازل ہونے کے چھ مہینہ بعد تک جناب رسولخدا کا یہ دستور رہا کہ روزانہ علی الصباح آپ خانہ علی علیہ السلام پر نماز فجر کے وقت جایا کرتے تھے اور انکو یا اہلبیت سے مخاطب کر کے آیۂ تطہیر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنا ابی ثنا عفان ثنا حماد انا علی بن زید عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمر بباب فاطمہ ستۃ اشہر اذا خرج الی صلوٰۃ الفجر یقول

امام احمد حنبل اپنے مسند میں انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ عرصہ چھ ماہ تک جناب رسول خدا جب صبح کی نماز کیلئے نکلتے تھے دروازۂ فاطمہ پر آکر فرمایا کرتے تھے کہ اے اہل بیت بدستیکہ

۔۔۔نما یرید اللہ	خداوند تعالیٰ نے ارادہ کرلیا ہے۔ الخ
البیت ویطہرکم تطہیرا	(آیہ تطہیر تلاوت فرماتے تھے)

ثالث ص۲۹۵　محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۱۰

۔۔احزاب باب مناقب　ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزالثالث

۔۔ب الدرالمنثور الجزالخامس ص۱۹۹　سید علی ہمدانی: کتاب مودۃ القربیٰ۔

۔۔حی: کتاب مطلب السؤل ص۸　امام مالک: موطا۔

۔۔ستانی: سنن۔

۔۔ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الخامس والخمسین ص۱۲

تفسیر درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔

قال شہدنا رسول اللہ تسعۃ اشھر	ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا
یاتی کل یوم باب علی ابن	کہ جناب رسول خدا روزانہ نو مہینہ تک بعد نزول آیہ
ابی طالب عند وقت کل	تطہیر حضرت علی کے دروازہ پر ہر ایک نماز کے وقت
صلوٰۃ فیقول السلام علیکم	تشریف لایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اے اہل بیت
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اھل	رسالت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر آیہ تطہیر
البیت انما یرید اللہ	تلاوت فرمایا کرتے پھر فرماتے الصلوٰۃ رحمکم اللہ۔
لیذھب الآیۃ الصلوٰۃ	روزانہ پانچ وقت ہر نماز کے وقت پر آنحضرت
رحمکم اللہ کل یوم خمس مرات	ایسا کرتے تھے۔

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ آیت صرف پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ہم صواعق محرقہ کے فارسی ترجمہ براہین قاطعہ سے ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

مروی است بروایت احمد از ابوسعید خدری کہ این آیہ در شان پنج کس نازل شد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم وعلی وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم وابن جریر مرفوعاً باین لفظ روایت کردہ است. نزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فی النبی صلی

اللہ علیہ وسلم وفاطمہ وفی علی وحسن وحسین۔ وطبرانی

کردہ ومسلم باین طریق روایت کردہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را

کسائے یعنی عبائے کہ سیاہ بود در آوردو این آیت برخواند بعدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبارا بریں چہار کس پوشانید و فرمود اللہم

اہل بیتی وحامتی ای خاصتی اذھب عنہم الرجس وطہرہم

تطھیرا۔ بارخدایا این جماعت اہل بیت من اند بر از ایشان گناہ را و پاک

گردان پاک گردانیدنی۔ آنگاہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا گفت من نیز با ایشان

ام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود۔ انک علی خیر تو نیز بر جائے خود نیکو ہستی

در روایت دیگر تا بعد از آیہ تطہیر گفت انا حرب لمن حارب بہم وصلح

لمن صالحہم و ... عدو لمن عاداھم من جنگ میکنم با کسیکہ با ایشان جنگ

کنند و صلح میکنم با کسیکہ با ایشان صلح کنند و من خود ہم شد با کسیکہ با ایشان جنگ کنند و در روایت دیگر

عبا بر ایشان برانداخت و دست خود بر ایشان نہاد و گفت اللہم ان ہؤلاء آل محمد فاجعل

صلوٰتک وبرکاتک علی آل محمد انک حمید مجید یا ما و در روایت

دیگر آنکہ این آیت در خانہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نازل شد و رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ایشانرا طلبید و عبا بر ایشان پوشانید و دعا کرد در حق ایشان بچیزے

کہ مذکور شد۔ و در روایتے دیگر آنکہ چون ایشان آمدند و مجتمع شدند این آیت نازل

شد پس این روایت اگر صحیح باشد محمول باین است کہ دوبار این آیت نازل شدہ است

و در روایتی آنست کہ سہ نوبت فرمود۔ اللہم ہؤلاء اہل بیتی اذھب عنہم الرجس ویطہرہم تطہیرا

عبارت بالا سے کئی امور صاف ہو جاتے ہیں کسی روایت میں آیت تطہیر کا بروز میدان

مباہلہ نازل ہونا مذکور ہے کسی روایت میں بخانہ فاطمہ کسی میں بخانہ ام سلمہ۔ امر

واقعہ یہ ہے کہ یہ آیت جیسا کہ ابن حجر مکی نے تحریر کیا ہے کئی مرتبہ اور کئی موقعوں پر

نازل ہوئی ہے۔ محب الدین طبری وبیہقی وابونعیم وسیوطی در درمنثور وسبط

ابن الجوزی وابن طلحہ شافعی وامام ابو اسحاق ثعلبی سب یہی کہتے ہیں کئی دیگر

یہ نازل ہوئی ہیں۔ یہانتک کہ ایک ہی آیت مکی بھی ہے اور

ل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم درشان پنجتن پاک نازل

ود ہونا مندرجہ ذیل اصحاب وصحابیات سے مروی ہے

ن مالک۔ سعد بن ابی وقاص۔ عائشہ۔ ام سلمہ۔ زینب بنت صفیہ

سعید خدری۔ ابن عباس۔ جابر ابن عبداللہ۔ حضرت علی۔ واثلہ

ع۔ سہل ساعدی۔ عمر ابن ابی سلمہ۔ زید بن ارقم اور ثوبان مولی جناب

مندرجہ ذیل محدثین ومفسرین ومورخین نے آیت تطہیر کو شان پنجتن پاک

م السلام میں نازل ومحدود ہونے کو بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث کی تصحیح کی ہے

امام احمد حنبل در مسند وعبد اللہ ابن احمد حنبل در زوائد مسند وحافظ ابونعیم در منقبۃ المطہرین ومانزل فی علی وحلیۃ الاولیاء واخطب خوارزم در مناقب وابراہیم شامی حموینی صحیح ترمذی وصحیح مسلم۔ موطا امام مالک۔ سنن ابی داؤد۔ وسمعانی وطبرانی در معجم وحاکم وابواسحاق ثعلبی۔ واحدی در تفسیر اسباب النزول وامام ابوالقاسم حکانی در شواہد التنزیل وابن مردویہ در مناقب جلال الدین سیوطی در درمنثور وامام بغوی در معالم التنزیل وزمخشری وفخر رازی وابوبکر رازی ونظام الدین نیساپوری وبیضاوی وخطیب خازن وابن طلحہ وابن ابی الحدید وابن عبدالبر وعبدربہ وابن عقدہ وابن قتیبہ وطبری وابن جریر اور سبط ابن الجوزی۔

آیہ تطہیر جماعت اہل حکومت کیلئے بہت چبھتا ہوا مضمون ہے۔ ان میں سے جو علماء تھے انہوں نے تو محض خاموشی اختیار کرلی یعنی اس پر زیادہ بحث نہ کی بلکہ تسلیم کرکے خاموش ہوگئے کہ واقعی یہ آیت پنجتن پاک میں نازل ہوئی اور ہم بھی تو ان کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔ لیکن چند گمنام مولویوں سے نہ رہا گیا کسی کسی کتاب میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس میں ازواج رسول بھی شامل ہیں۔ ثبوت نقلی تو ہم پیش

کر چکے ہیں کہ اہل بیت میں حسب قول و فعل جناب رسول خدا از
نہیں ہیں۔ ایماندار مسلمان کیلئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جناب رسو
کیا تشریح کی ہے۔ اب ہم دلائل عقلی بھی پیش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ آیا آیۂ تطہیر از وار
بھی ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ فعال لما یرید ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے وہ فوراً
صرف ایک حرکت ارادی سے یہ تمام عالم کون و مکان منصۂ شہود پر جلوہ گر،
اور اس کا ارادہ بھی ازلی ہے، قدیم ہے، جس طرح وہ خود قدیم ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اہلبیت
جن کی طہارت کاملہ ارادۂ خداوندی سے ہوئی اور جن کی طہارت کیلئے پیغمبر صلعم
نے اس طرح دعا کی واقعی طاہر و پاک از رجس ہو گئے۔ اب تو معاملہ ہی صاف ہو گیا۔
اور ہمیں ایک معیار مل گیا کہ جس سے معلوم کر سکیں کہ آیا ازواج رسول بھی آیۂ تطہیر میں
شامل ہیں یا نہیں۔ اگر ازواج رسول معصوم تھیں تو اس آیت میں ازواج رسول بھی
شامل ہیں، اور اگر وہ معصوم نہ تھیں تو وہ شامل نہیں ہیں۔

ازواج رسول میں کئی تو ایسی تھیں کہ پہلے کافرہ چلی تھیں آنحضرت کے حبالہ
نکاح میں آنے کے بعد مسلمان ہوئیں۔ فرمائیے معصومیت و طہارت کہاں رہی۔ یہ
ہم نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرت کے نکاح میں آنے کے بعد معصوم و طاہر ہو گئیں۔ ارادہ خداوندی
قدیم و ازلی ہے۔ اہلبیت رسول کیلئے روز ازل ہی سے طاہر و معصوم ہونا قرار پا چکا
تھا۔ زمانہ عصمت و طہارت نزول آیت کے بعد سے نہیں شروع ہوا۔

اس کو جانے دیجئے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ آیۂ تطہیر کے بعد دوران زوجیت میں
بھی ازواج طاہر کامل و معصوم نہ تھیں۔ میدان سیاست میں دو ازواج رسول
زیادہ سرکردہ تھیں۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ۔ ہم کچھ نہیں جانتے سورہ تحریم
کو پڑھ لو۔ اور خود ہی قائل ہو جاؤ۔ وہی ذات جو اہلبیت کو خطاب کر کے کہہ رہی ہے
کہ ہم نے تم کو پاک و مطہر کر دیا ان دونوں مخدرات کے متعلق کہتی ہے: ان تتوبا
الی اللہ فقد صغت قلوبکما (سورۂ تحریم پ ۲۸ ع ۱۶) یعنی تم دونوں اگر آگے توبہ

دل کج ہو گئے ہیں۔ تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس آیت میں ان دونوں
ناطب کیا گیا ہے دیکھو:۔ مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الاول صفحہ ۳۳ و ۳۴
جزء الاول صفحہ ۲۶۹ حدیث ۲۷۶۴ سنہ ۲۷۰۱ و ۲۷۲۲؛ الکشاف زمخشری
سورہ تحریم صفحہ ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۴۔ ایک دفعہ ان دونوں نے جناب رسولخدا
الیا کہ آپ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اگر یہ بھی آیۂ تطہیر میں شامل
علوم ہوا کہ ارادہ خداوندی سے بالاتر بھی کوئی قوت تھی جس نے اسکو پورا
نے دیا۔ بات میں بات نکل آتی ہے۔ ورنہ ہم تو خاموش تھے۔ خلیفہ برحق پر خروج کیا
وہ بھی محض بہانہ رکھکر۔ کیونکہ جناب عائشہ خود حضرت عثمان سے ناراض تھیں اور
رمایا کرتی تھیں: اقتلوا النعثل۔ اور جب وہ قتل ہو گئے تو بغیر حق کو معلوم کئے ہوئے
انکے خون کا عوض لینے کے بہانہ سے خلیفہ برحق پر خروج کر دیا۔ ان کو کس رشتہ سے
خون عثمان کا دعوٰے یا دیت طلب کرنے کا حق حاصل تھا ہزاروں مسلمانوں کا
خون بہا۔ یہ کس کی گردن پر۔ کہتے ہیں کہ اجتہادی غلطی تھی۔ یہ نیا فقرہ ان بزرگوار کی
کی پردہ پوشی کیلئے مہیا کیا گیا ہے۔ غلطی تو تھی۔ وہ بھی ایسی کہ ہزاروں مسلمانوں کا
خون بہہ گیا۔ عام آدمی ایسی غلطی کرے تو باغی طاغی اور گردن زدنی۔ اُنہوں نے
کی تو اجتہادی غلطی معلوم نہیں۔ انکو خلعت اجتہاد سے کس نے مشرف کیا تھا۔
بہر صورت عصمت و طہارت تو نہ رہی۔ برخلاف حکم خدا و رسول گھر سے نکلیں۔ غیر
محرموں میں آئیں۔ امام وقت پر خروج کیا۔ احکام رسول کی خلاف ورزی کی۔
آنحضرت نے حکم دیا تھا کہ علی سے محبت کرو کہ یہی شرط حصول جنت ہے۔ انہوں نے بجائے
محبت کے بغض کیا۔ آنحضرت کو ایذا دی۔ اُنسے جنگ کی۔ اُنسے بغض کیا۔ انکو دشمن
رکھا۔ کیونکہ جناب رسولخدا اعلان فرما چکے تھے کہ جس نے علی کو ایذا دی اُس نے
مجھے ایذا دی۔ جس نے علی سے جنگ کی اُس نے مجھ سے جنگ کی۔ علی کا دشمن
میرا دشمن ہے۔ جناب رسولخدا نے اس واقعہ کی خبر پہلے سے دیدی تھی اور حضرت
عائشہ کو خاص طور سے اس خروج سے منع کیا تھا۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں ابن حجر

مکی تحریر کرتے ہیں۔ دہم اس کے ترجمہ فارسی براہین آ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از واقعہ جمل و واقعہ صفید

باعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جمیعاً خبر دادہ بود۔ چنانچہ بصحو

بیہقی از ام سلمہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر خروج امہ

آنگاہ عائشہ تبسم نمود۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا حمیرا ان لا تکونی انت۔ اے حمیرا نظر کن کہ تو نباشی۔

حضرت عائشہ نے اس حکم صریح رسول کی مخالفت کی۔ جی چ

یا اصطلاحی نام میں ان امور کو رکھو۔ غلطیاں تھیں۔ لغزشیں تھیں اجتہ

غلطیاں تھیں۔ نافرمانی رسول تھی۔ گناہ تھے کچھ ہی ہو۔ یہ سب باتیں طہا

تو منافی تھیں۔ اب ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ یا تو خداوند تعالیٰ اپنے ارادہ کو پورا ک

کرنے پر قادر نہ ہو سکا یا یہ مخدرات یعنی ازواج رسول آیہ تطہیر میں شامل نہ تھیں

ہمارے ناظرین کونسا نتیجہ نکالتے ہیں۔

اب پنجتن پاک کو لو۔ انکے سوانح حیات پر نظر ڈالو۔ اور پھر نظر ڈالو نظر خجل

ہو کر واپس آجائیگی۔ ایک لغزش نہ پاؤ گے۔ تمام امت محمدیہ میں ان کے سوا کوئی

معصوم ہی نظر نہیں آتا۔ عورتوں کا مقابلہ عورتوں سے کرو۔ حضرت عائشہ کو تو دیکھ

لیا۔ اب جناب فاطمہ کے واقعات پر نظر ڈالو۔ حضرت علی صبر و جہاد نفس کو

بمصلحت وقت زیادہ موزوں سمجھتے تھے۔ جناب فاطمہ نے بھی اسی میں فلاح

امت دیکھی۔ شوہر سے حکومت ظاہری اور اپنے سے فدک چھن گیا اور صبر کیا

ورنہ اگر مسلمانوں میں باہر نکل آتیں۔ اور مزار رسول پر کھڑی ہو کر مسلمانوں کو

امداد کے لئے طلب کرتیں تو سقیفہ بنی ساعدہ کی بنیاد وں پہ قائم کی ہوئی عمارت

فوراً گر پڑتی۔ تو ازواج رسول میں سے محض ایک زوجہ رسول کے اونٹ کے

بلبلانے پر تو ہزاروں مسلمان خلیفہ رسول کو چھوڑ کر اور ان کے

برخلاف کھڑے ہو گئے۔ کیا اکلوتی دختر رسول کے استغاثہ پر کروڑوں مسلمان

ن کی مدد پر نہ آجاتے۔ دختر رسول بھی وہ جو رسول کو محبوب ترین
ئے آپ کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہ
ہے جس نے اُس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی یہ سارا اپنا بنایا
ن میں سے پانچویں اور آخر معصوم نے تو کربلا کے میدان میں ایسا
ب ناک اُس کو دیکھکر دنیا عش عش کرتی ہے۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالو
، نادر شاہ، نپولین اور قیصر و سکندر جیسے بہادر اور اولو العزم لوگ تو دنیا
نے ہی رہے ہیں اور ہوتے رہینگے۔ ان میں سے ایک کا جواب دوسرا ہے
بلکہ حسین جیسا بہادر، اولو العزم، صابر نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا محفل آرائے بزم تطہیر یہی
تے ہیں۔ جن پر نازل ہونے سے آیہ تطہیر کو بھی فخر ہو۔ اور جن کی طرف نسبت دی
جانے سے طہارت و عصمت کو چار چاند لگیں معصوم و غیر معصوم کا فرق کیسا نمایاں
ہے۔ کیا خلعت تطہیر تشریف غیر پر موزوں ہے۔ جب اُنکے سوا کسی اور پر یہ لباس
ہی نہیں بیٹھتا تو تم کیسے کہتے ہو کہ لباس کے تیار کرنے والے نے یہ لباس
انکے غیر کے قامت ناموزون کیلئے تیار کیا تھا۔ دونوں میں سے ایک بات
ہو سکتی ہے۔ یا تمہاری سمجھ کی غلطی ہے یا معاذ اللہ لباس عطا کرنے والے کی غلطی ہے۔
[illegible] تمہارے خیال میں تو اتنی ہی بحث کافی ہے۔ اور [illegible] نہیں تو آگے چل کر
[illegible] ہے کہ جہاں یہ آیت واقعہ ہے۔ وہاں اس سے پہلے ازواج رسول سے
مخاطبہ ہے۔ آؤ اسے بھی دیکھ لیں۔ یہ آیت سورہ احزاب کے اندر ہے جنگ
احزاب کے تذکرہ کے بعد ازواج رسول کی طرف مخاطبہ ہے لیکن اس مخاطبہ میں
وعدۂ جزا کی نسبت وعید سزا بہت زیادہ ہے۔ چونکہ ازواج رسول کو تہدید ہو
رہی تھی۔ گمان ہو سکتا تھا کہ ممکن ہو کہ اس تہدید میں اہلبیت بھی شامل ہوں لہذا فوراً
ازواج رسول سے اعراض کر کے اہلبیت رسول کی طرف روئے کلام کو پھیر دیا تاکہ
امت پر عیاں ہو جائے کہ اہلبیت رسول اس تہدید سے بالاتر ہیں۔ قرآن شریف
میں اس قسم کی اعراض کی مثالیں بہت ہیں۔ سورۂ احزاب مثل دیگر طویل سورتوں کے

ایک دفعہ نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کی مختلف آیات مختلف
نازل ہوئیں۔ آیات کی ترتیب اور انکا کسی خاص سورہ
کے ترتیب دینے والے کے ارادہ و عقل و علم پر مبنی تھا۔
کی ترتیب نہ تو مضمون کے مطابق ہے۔ نہ شان نزول سے
وقت نزول کا خیال رکھا گیا ہے۔ غرضکہ اس کی ترتیب میں کسی
اصول کا خیال نہیں رکھا گیا سوائے اس کے کہ طویل سورتیں پہلے
آخر میں رکھدیں اور پھر اس کو تیس برابر حصوں میں تقسیم کر دیا ہمیں ا
مضمون سے دور جا پڑنے کا ڈر ہے۔ ورنہ ہم یہاں ثابت کرتے اور بہت تفصیل
ساتھ بیان کرتے کہ ترتیب قرآن کس طرح ہوئی کس نے کی کیوں جناب امیر کا
کردہ قرآن شریف اہل حکومت نے منظور نہ کیا۔ کیوں عبداللہ ابن مسعود کا
ہوا قرآن شریف جلا دیا گیا۔ بہرصورت اس ترتیب اور اہل حکومت کے
طرز عمل کے زیر نظر کسی آیت کا کسی خاص جگہ ہونا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا
جب مکی صورتوں میں مدنی آیتیں ڈال دی گئیں تو قرآن شریف میں کسی آیت
کے کسی مقام پر پائے جانے میں کیا اہمیت رہ گئی۔

آیت تطہیر میں "عنکم" صیغہ مخاطب جمع مذکر ہے۔ اس سے پہلے اور مابعد
جہاں جہاں ازواج سے خطاب ہے وہاں صیغہ مخاطب جمع مونث استعمال کیا گیا
ہے مثلاً لَسْتُنَّ، اِنِ اتَّقَیْتُنَّ، فَلَا تَخْضَعْنَ، قُلْنَ، قَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ، لَا
تَبَرَّجْنَ، اَقِمْنَ، اٰتِیْنَ، اَطِعْنَ۔ اِنْ کُنْتُنَّ، تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا، فَتَعَالَیْنَ
اُمَتِّعْکُنَّ وَ اُسَرِّحْکُنَّ۔ مِنْکُنَّ۔ یہ سب خطاب آیت تطہیر کے بالکل پہلے ہے۔
اور فوراً آیت تطہیر کے بعد یہ جملہ ہے۔ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔ یہ بھی جمع
مونث کی طرف خطاب ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں جہاں ازواج سے خطاب کیا گیا
ہے۔ وہاں صیغہ جمع مونث کا استعمال ہے۔ آیہ تطہیر میں لفظ "عنکم" ہے جو صیغہ جمع
مذکر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیہ تطہیر میں ازواج کی طرف خطاب نہیں

ازواج سے خطاب کیا گیا ہے وہاں انہیں تنبیہ کیگئی ہے
سی امر فاحشہ کی مرتکب ہوئیں تو تم کو دوگنا عذاب کیا جائیگا
طلبگار رہو تو تم کو طلاق دیدیا جائیگا۔ تم اپنے گھروں میں قیام
اطاعت کرو۔ گویا امکان تھا کہ ازواج رسول ان منہیات
۔ خداوند تعالیٰ نے انہیں ڈرا دھمکا کر روکا۔ کوئی ان میں سے
دی غلطی کر بیٹھی۔ جن کی شان طہارت کاملہ کی ہو انسے ایسے خطابات
ں نہیں ہوتے۔ بلکہ بے محل سمجھے جاتے ہیں۔

ازواج رسول دوسرے گھروں سے آئی تھیں۔ اپنے اپنے گھروں کی
ہذیب و چلن کے مطابق تعلیم پائے ہوئے تھیں۔ کوئی قبطی تھی۔ کوئی یہودی
رہ چکی تھی۔ کوئی کافرہ رہ چکی تھی انمیں طہارت کاملہ او معصومیت کہاں۔

ازواج طلاق کے بعد بالکل شوہر سے علیحدہ ہوکر اپنے میکہ میں ملجاتی ہیں
وہ مستقل اہلبیت نہیں ہوتیں۔

لفظ انما کلمہ حصر ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ اشخاص معین کے لئے استعمال
ہوا ہے۔

لفظ "یرید" مضارع ہے صلاحیت حال و مستقبل کی رکھتا ہے گویا اہلبیت
علیہم السلام ہمیشہ طاہر و پاک رہینگے۔ ازواج رسول کا جو مستقبل ہوا اُس کا تذکرہ
ہم کر چکے ہیں۔

اگر معترض کہے کہ کیا آیہ تطہیر سے پہلے یہ حضرات معاذ اللہ پاک نہ تھے۔
تو اعتراض درست نہ ہوگا۔ اشاعرہ تو کلام الٰہی کو قدیم و ازلی مانتے ہیں۔ وہ تو
یہ اعتراض کر نہیں سکتے۔ ان اصحاب کیلئے جو کلام الٰہی کو قدیم و ازلی نہیں مانتے
بلکہ حادث کہتے ہیں یہ جواب ہے کہ علم خدا ازلی ہے۔ گویا آیہ تطہیر اخبار ہی معلومات
خدا میں سے یعنی جو امور کہ معین و مقرر ہو چکے ہیں اُنکا علم خداوند تعالیٰ کا ازلی
ہے۔ اور اُس علم کی اطلاع اس آیہ تطہیر میں دیگئی ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک لیل مصب ہیں لام اور اس۔
مصد یہ مقدر ہیں۔ اس کے یہ معنے ہوئے : انما یرید اللہ ذد
یا اهل البیت یعنی ارادہ خدا ذہاب رجس کے لئے مقرر ہو
ساری دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے۔ کہ ازواج رسول ہیں
یہ دعوے نہیں کیا کہ آیہ تطہیر اُس کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ
اپنے مقام سے واقف تھیں۔ حضرت ام سلمہ و حضرت عائشہ نے تو صریحاً تسلیم
کر لیا کہ یہ آیہ حضرت پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی پر اسکا حصر اور

۱۲۔ خطابات والقابات۔

جو فضائل و درجات عالیہ حضرت علی علیہ السلام کے جناب رسول خدا نے فرمائے
اُنکا خلاصہ و لب لباب بھی القاب کی صورت میں بیان فرما دیا تاکہ امت کو یاد رکھنے
میں آسانی ہو اور محض ایک لفظ یا جملہ ہی سے حضرت علی کی فضیلت کا سارا نقشہ
آنکھوں میں پھر جائے۔ یہ وہ طریقہ ہے جو ایک تجربہ کار استاد اپنے شاگردوں کو
طولانی پیچیدہ سبق آسانی سے یاد کرانے میں استعمال کرتا ہے تمام خطابات و
القابات کا یہاں ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہم اُن میں سے چند کا ذکر یہاں کرتے
کرتے ہیں۔ وہ چند القاب جن کا ذکر ہم یہاں کرینگے یہ ہیں۔

(۱) امیر المومنین (۲) صدیق اکبر (۳) فاروق اعظم (۴) امام البررہ
قاتل الفجرہ قائد الغر المحجلین (۵) یعسوب الدین (۶) وصی (۷) ولی (۸) سید
الامتہ (۹) ہادی (۱۰) مہتدی (۱۱) اذن الواعیہ (۱۲) بیضۃ البلد (۱۳)
وارث (۱۴) خلیفہ نبی (۱۵) وزیر (۱۶) نفس رسول (۱۷) قاتل ناکثین و
مارقین و قاسطین (۱۸) اخی (۱۹) ساقی کوثر، صاحب حوض (۲۰) حجۃ اللہ
(۲۱) قسیم النار والجنۃ (۲۲) باب حطہ (۲۳) کلمۂ باقیہ (۲۴) کاشف الکرب
(۲۵) صاحب اللوائے۔

بہت سے حوالہ جات ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ آنحضرت

امیر المومنین کو عطا فرمائے مثلاً دعوت ذی العشیرہ و عقد
ں پر کچھ حوالے ہم اب نقل کرتے ہیں۔

ین۔ سید الامۃ۔ امام البررہ و قاتل الفجرہ قائد الغر المحجلین

ین۔

ـه لوعلم الناس
متی سمی امیر المومنین
نکروفضله وسمی
میر المومنین وادم
بین الروح والجسد۔

حذیفہ یمانی سے روی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علی کب امیر المومنین مقرر ہوئے وہ کبھی انکے فضل سے انکار نہ کریں۔ وہ اسوقت امیر المومنین ہوئے کہ ابھی آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔

بوهریرة قال قیل یا رسول اللہ
متی وجبت لك النبوة قال قبل ان
یخلق اللہ ادم ونفخ الروح فیه و
قال اذ اخذ ربك من بنی ادم
من ظهورهم ذریتهم واشهدهم
علی انفسهم الست بربکم قالت
الارواح بلی قال اللہ تعالی انا ربکم
ومحمد نبیکم وعلی امیرکم۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا سے پوچھا کہ کب سے نبوت آپکو ملی۔ فرمایا قبل اسکے کہ آدم کو پیدا کیا گیا اور انمیں روح پھونکی گئی۔ جب خداوند تعالیٰ نے بنی آدم کی پیٹھوں سے انکی ذریت کو نکالا اور انسے عہد لیا تو فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ارواح نے کہا کہ تو ہمارا رب ہے۔ اسپر خداوند تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا رب ہوں محمد تمہارا نبی اور علی تمہارے امیر ہیں۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس والخمسون
صفحہ ۲۴۸ سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ المودۃ الرابعہ فی ان علیا امیر المومنین ... وصیہ
وحجۃ اللہ علی العالمین۔ دیلمی فردوس الاخبار۔

عن ابن عباس قال نظر رسول اللہ
الی علی بن ابی طالب فقال انت
سید فی الدنیا وسید فی

عبداللہ ابن عباس نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے جناب علی مرتضیٰ کی طرف دیکھا اور کہا اے علی تم دنیا و آخرت دونوں کے سردار ہو ... ابو عمرو

اخرجه ابوعمرو ابوالخیر۔
عن عبد اللہ بن سعد بن زرارۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لیلۃ اسری بی انتہیت
الی ربی عزوجل فاوحی الی
او امرنی شک الراوی بثلاث
انہ سید المرسلین وولی
المتقین وقائد الغر المحجلین۔
عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انت سید المسلمین وامام المتقین
وقائد الغر المحجلین ویعسوب الدین

ابوالخیر الحاکمی نے بھی روایت کی ہے
عبداللہ بن سعد بن زرارہ سے کہ
رسولخدا نے کہ شب معراج
منزل پر اپنے خدا کے سامنے پہنچا تو خدا
تعالیٰ نے علی کے متعلق تین امور کا
یا حکم دیا (راوی کو شک ہے کہ وحی یا حکم کے لفظ میں)
کہ علی مسلمانوں کا سردار متقین کا حاکم ہے اور سفید
منہ والوں کا سردار ہے۔
حضرت علی سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا نے
فرمایا کہ اے علی تم مسلمانوں کے سردار اور متقین کے
امام اور سفید منہ والوں کے حاکم اور دین کے سردار ہو۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۷۷۔
ابوعبداللہ محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ترجمہ علی بن ابیطالب ص۱۲۹
متقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۷ حدیث ۲۶۳۰ و ۲۶۳۴: ۲۶۲۵: ۲۶۲۶۔
محمد صالح الترمذی: مناقب مرتضوی ص۴۸ حدیث ۲۰۸۵ و ص۲۰۹ حدیث ۶۲، ۶۳۔
میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار ص۳۹ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۲۳۔
روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ در شرح تشریح ...
یا امامہ سبق الخلق الی طاعۃ المختار مذ کان صبیا
سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ۔
شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ ہجری الباب
السادس والخمسون ص۲۴۱ ابن مردویہ: مناقب۔
حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی ص۳۰۶ و ۳۰۷۔
خطیب خوارزم: کتاب المناقب۔

اللوح المحفوظ مکتوب علی بن امیر المومنین	حضرت علی کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ لوح محفوظ میں عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ علی امیر المومنین ہے۔

فی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ۔

بن ابراہیم: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس والخمسون ص۲۴۸

صدیق اکبر و فاروق امت

بدل اسمہ فی الجاھلیۃ والاسلام لبیا وکان یکنی ابا الحسن وسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیقاً۔	جاہلیت و اسلام کے زمانہ میں آپکا نام علی تھا اور کنیت ابو الحسن تھی۔ جناب رسولخدا نے آپکا نام صدیق رکھا تھا۔
وعن ابی یعلی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الصدیقون ثلاث حبیب ابن مری النجار مومن آل یاسین الذی قال یاقوم اتبعوا المرسلین و حزقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی ابن ابیطالب وھو افضلھم اخرجہ احمد فی المناقب	ابو یعلی سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ تین صدیق گزرے ہیں حبیب نجار مومن آل یاسین جس نے کہا تھا کہ اے قوم مرسلین کی پیروی کرو۔ حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا تھا کہ کیا تم ایک آدمی کو یہ کہنے پر قتل کرتے ہو کہ میرا رب خدا ہے اور تیسرا علی بن ابیطالب جو ان سب میں افضل ہے امام احمد حنبل نے مناقب میں اسکو نقل کیا ہے۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی ص۳۰۶ و ۳۰۷۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی باب الرابع۔ الفصل الثانی ص۱۵۳ و ۱۵۴۔

ابو عبداللہ محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ۔ ص

شیخ سلیمان بن ابراہیم: ینابیع المودۃ الباب الثانی والاربعون ص۱۲۴ و ۱۲۹ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۲ھ

ابن حجر عسقلانی: الاصابہ فی تمیز الصحابہ حرف ترجمہ ابی لیلیٰ الغفاری۔

عن ابی لیلیٰ الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستکون من	ابو لیلیٰ غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے بعد فوراً ہی فتنے کھڑے ہو جائیں گے

ترکہ بعدہ وکان وصی موسیٰ یوشع وکان افضل من ترکہ بعدہ وکان وصی عیسیٰ شمعون بن فرخیا وکان افضل من ترکہ بعدہ والی اوصیت الی علی وھو افضل من اترکہ من بعدی۔

بعد چھوڑا۔ موسیٰ کے ... تمام لوگوں سے افضل ... چھوڑا۔ عیسیٰ کے ... اُن تمام لوگوں سے افضل چھوڑا۔ اور میں نے اپنا وصی ... اور وہ اُن تمام لوگوں سے افضل اپنے بعد چھوڑوں گا۔

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ السابعہ۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم: ینابیع المودۃ الباب الحادی والخمسون صفحہ ۲۵۳

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۲۶

عن اصبغ بن نباتہ عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطھرون معصومون۔

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور علی وحسن وحسین اور حسین کے نو فرزندان مطہر معصوم ہیں۔

عن عبایہ بن ربعی رضی اللہ عنہ مرفوعاً انا سید النبیین وعلی سید الوصیین ان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولھم علی واخرھم القائم المھدی ......

عبایہ بن ربعی کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں نبیوں کا سردار ہوں اور علی وصیوں کا سردار ہے میرے وصی میرے بعد بارہ ہیں۔ اُنکا پہلا علی ہے اور آخر مہدی قائم ہے۔

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ العاشرہ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس والخمسون

عن بریدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکل نبی وصی ووارث وان علیاً وصیی ووارثی۔

بریدہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ ہر ایک نبی کا ایک وصی اور ایک وارث ہوتا ہے اور علی میرا وصی اور وارث ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ تعالیٰ جعل لکل نبی

حضرت علی کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک نبی کیلئے ایک وصی مقرر

...ادم دیو شعر وصی | کیا ہے آدم کیلئے شیث و موسیٰ کیلئے یوشع
...ی و علیا وصیی و صیہ | عیسیٰ کیلئے شمعون وصی بنا اور علی میرا وصی ہے
...ا الاعی و هو المضی | اور میرا وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے......
...ماب رضی اللہ عنہ | عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ جب عقد مواخات قائم کیا
...لی اللہ علیہ و آلہ و | تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ علی میرا اخی دنیا و
...د المواخات بین اصحابہ | آخرت میں ہے اور امت میں میرا وصی ہے میرے علم
...ا علی اخی فی الدنیا و | کا وارث ہے میری فرمائشیں ادا کریگا۔ جو میرا ہے
...ہرۃ و وصیی فی امتی و وارث | اُس کا ہے جو اُسکا میرا ہے۔ اسکا نفع میرا نفع
...می و قاضی دینی مالہ منی مالی | ہے اُسکا نقصان و ضرر میرا نقصان و ضرر ہے
...منہ نفعہ نفعی و ضرہ ضری من | جس نے اس سے محبت کی گویا مجھ سے محبت کی اور
احبہ فقد احبنی و من ابغضہ فقد ابغضنی | جس نے اس سے بغض کیا گویا اُسنے مجھ سے بغض کیا

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ والسادسہ۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ص۲۳۶ و ۱۸۲ و ۲۳۳ و ۷۸ و ۷۹۔

علامہ دیلمی: فردوس الاخبار۔ کتاب الجعین فی فضائل امیر المومنین۔ الحدیث الثامن

ولی و وصی، تقی، شبیہ ہارون، کاشف الکرب، صاحب اللواء
قاتل الناکثین والقاسطین و بیضۃ البلد۔

...یسمی الولی والوصی والتقی و قاتل الناکثین | حضرت علی کو ولی و وصی و قاتل الناکثین و
والقاسطین وشبیہ ہارون و صاحب | القاسطین شبیہ ہارون صاحب اللواء۔
اللواء و کاشف الکرب و ابو الریحانتین | کاشف الکرب۔ ابو الریحانتین۔ بیضۃ البلد بھی
و بیضۃ البلد فی الالقاب کثیرۃ۔ | منجملہ دیگر بہت سے القاب کے کہتے تھے

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص۳۔

محمد بن طلحۃ الشافعی: کتاب مطالب السؤل۔ الباب الاول۔ الفصل الثالث ص۱۲

لقب ولی کے متعلق ہم بہت کچھ حدیث ولایت کے تحت میں لکھ چکے ہیں

اور کچھ بہ تفسیر آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ
ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون (سورۃ المائدہ پ ۶ ع ۸) بیان کر دیئے

خلیفہ۔ وزیر۔ نفس رسول۔ آیۃ اللہ و حجۃ اللہ۔

ان القاب کا تذکرہ ہم باب ہشتم کے شروع میں کر چکے ہیں۔ اب
اقتباسات یہاں درج کرتے ہیں۔ لقب حجۃ اللہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۶۳

عن زید ابن حارثہ قال لما کانت اللیلۃ التی اخذ فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الانصار بیعۃ الاولی قال انا اخذ علیکم بما اخذ اللہ علی النبیین من قبلی ان تحفظونی وتمنعونی عن ما تمنعون انفسکم عنہ وتمنعوا علی ابن ابیطالب عن ما تمنعون انفسکم عنہ وتحفظوہ فانہ الصدیق الاکبر یزید اللہ دینکم وان اللہ اعطی موسی العصا وابراھیم برد النار وعیسی الکلمت یحیی بھا الموتی واعطانی ھذا اسلیا ولکل ایۃ وھذا ایۃ ربی والائمۃ الطاھرون من ولدہ ایات ربی لن تخلو الارض منھم الا ومن ما ابقی اللہ احدا من ذریتہ واحدا۔

زید بن حارثہ کہتے ہیں کہ اس رات کو جب رسول خدا نے انصار سے بیعت اولی لی تھی۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ میں تم سے اسی بات پر بیعت لیتا ہوں اور تم سے وہی عہد لیتا ہوں جو خداوند تعالی نے نبیوں سے لیا تھا مجھ سے پہلے یعنی یہ کہ تم میری حفاظت و اطاعت کرو اور مجھ سے ان امور کو دور رکھو جو تم اپنے نفس سے دور رکھتے ہو اور علی سے بھی وہ امور دور رکھو جو تم اپنے نفس سے دور رکھتے ہو اور علی کی اطاعت و حفاظت کرو کیونکہ وہ صدیق اکبر ہے۔ اور اگر تم ایسا کرو گے تو خداوند تعالی تمہارا ایمان زیادہ کریگا تحقیق خدا نے موسی کو عصا اور ابراہیم کو آتش کا گلزار ہونا بطور معجزہ عطا کیا اور عیسی کو وہ کلمات عطا کئے جن سے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مجھ کو خدا نے یہ علی عطا کیا ہے ہر ایک نبی کیلئے ایک آیۃ ہوتی ہے اور علی میری آیت خدا کی طرف سے ہے اور اسکی اولاد ائمہ مطہرین آیات خدا ہیں۔ زمین اہل ایمان سے خالی نہ ہوگی جبتک ان کی ذریت میں سے ایک بھی باقی ہے

قربیٰ۔ مودۃ العاشرہ۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۲ھ الباب السادس والخمسون ص۲۵۸۔

عن انس قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ فرأی علیاً فقال ھذا حجتی علی امتی یوم القیامۃ۔	انس کہتے ہیں کہ ایک دن میں جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں حضرت علی آئے آنحضرت نے فرمایا کہ یہ یعنی علی روز قیامت میری امت پر حجۃ اللہ ہے۔
عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اخی ووزیری و خلیفتی فی اھلی وخیر من اترک بعدی یقضی دینی وینجز موعدی علی ابن ابیطالب	انس کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا خلیفہ اور میرے بعد سب سے افضل علی ابن ابی طالب ہے وہ میری قرض اداکرے گا اور میرے وعدے پورے کریگا

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ والسادسہ۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۲ھ ص۲۵۳۔

مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی میں ایک مودۃ ہی اس عنوان کا ہے:۔

المودۃ السادسۃ فی ان علیا علیہ السلام اخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووزیرہ وان طاعتہ طاعۃ اللہ۔

نفس رسول کے ثبوت کیلئے آیہ مباہلہ اور احادیث رسول ہیں **علامہ شیخ سلیمان ابن شیخ ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ** نے ان میں سے کئی احادیث کو اپنی کتاب **ینابیع المودۃ** میں جمع کرکے ان کیلئے علیحدہ باب یعنی باب السابع قائم کیا ہے اس کا عنوان یہ ہے۔ فی بیان ان علیا کرم اللہ وجھہ کنفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحدیث علی منی وانا منہ صفحات ۲ تا ۵۶۔ یہ کتاب مطبوعہ اسلامبول ہے اور ۱۳۰۱ھ ہجری میں طبع ہوئی ہے۔

قسیم النار والجنۃ

ہم اس لقب پر پہلے کچھ لکھ چکے ہیں۔ دیکھیں ص۲۶۵ کتاب ہذا۔ یہاں صرف اتنا

کہنا کافی ہوگا کہ مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی کے ایک مودۃ کا عنوان

المودۃ التاسعہ فی ان مفاتیح الجنۃ والنار بید علی علیہ

مودہ اس بیان میں کہ دوزخ و جنت کے دروازوں کی کنجیاں حضرت علی کے ہاتھ میں ہیں۔ اور پہلی حدیث یہ درج کی ہے:۔

ابو سعید الخدری رفعہ ان اللہ تبارک وتعالیٰ اعطانی مفاتیح الجنۃ والنار۔ فقال یا سلمان قل لعلی انک تخرج من تشاء وتدخل من تشاء۔	ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھکو دوزخ و جنت عطا کیں۔ اسکے بعد سلمان سے کہا کہ اے سلمان علی سے کہدو کہ تم ہی جسکو چاہو جنت سے نکالدو گے اور جسکو چاہو اس میں داخل کر دو گے۔

اس لقب کے حوالہ جات ہم ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب التاسع الفصل الثانی ص۷۵ سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ التاسعہ

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ باب الرابع فصل السادس ص۱۶۱، ۱۷۷، باب الرابع فصل الثامن ص۲۱۱

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ:۔ ینابیع المودۃ۔ باب السادس عشر ص۸۶

ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۳۸

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۴۰ حدیث ۶۱۱۲ و ۶۱۱۵ ص۴۰ حدیث ۶۱۱۶ و ۶۱۱۹ و ۶۱۲۰۔

محمد بن صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۵۰ و ۱۵۳ و ۱۵۵۔

ہادی۔ باب حطہ۔ کلمۂ باقیہ۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما نزل اللہ تعالیٰ انما انت منذر ولکل قوم ھاد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا المنذر وعلی الھادی وبک یا علی یھتدی المھتدون۔	ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد نازل ہوا تو جناب سرور کائنات نے فرمایا کہ میں منذر ہوں اور علی ہادی۔ اور تجھ سے اے علی ہدایت چاہنے والے ہدایت پاتے ہیں

کتاب السبعین الحدیث الخمسون۔ ینابیع المودۃ ص۲۳۸۔

حدیث باب حطہ بہت مشہور ہے۔ اور مسلمہ ہے شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی

ینابیع المودة میں ایک علیحدہ باب اس عنوان سے قائم کیا ہے
طرق سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ الباب الرابع کتاب ینابیع المودة

تعالیٰ عن علی بن الحسین ... حضرت علی فرماتے ہیں کہ آیہ جعلھا کلمۃ باقیۃ
امیر المومنین علی علیہ السلام ... فی عقبہ الآیہ ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی
قول اللہ عزوجل وجعلھا ... امامت کو امام حسین کی اولاد میں قیامت تک
فی عقبہ لعلہم یرجعون اے جعل ... قائم رکھا ہے۔
فی عقب الحسین الی یوم القیامۃ۔

ینابیع المودة ص۱۱۔

ینابیع المودة میں ایک مستقل باب یعنی الباب التاسع والثلاثون اس کلمہ باقیہ کے متعلق قائم کیا گیا ہے جس کو تفصیل مطلوب ہو وہ اس کتاب کو دیکھے ایسے ہی ینابیع المودة میں الباب الخامس عشر صرف ان احادیث پر مشتمل ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا نے حضرت علی کو اپنا وصی مقرر فرمایا ہے۔ اس باب کا عنوان یہ ہے۔ فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام وجعلہ وصیاً۔ ص۷۹ و ۸۰۔

ساقی کوثر وصاحب حوض:۔

اخرج ابونعیم الحافظ عن ابی ھریرۃ قال ... حافظ ابونعیم ابوہریرہ سے روایت کرتے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی ... ہیں۔ ابوھریرہ بیان کرتے ہیں کہ
رضی اللہ عنہ انت یا علی علی حوضی تذود ... فرمایا جناب رسول خدا نے علی
المنافقین ... وفی جمع الفوائد جابر وابو ... سے کہ اے علی تم میرے حوض پر روز
ھریرۃ رفعاہ علی بن ابی طالب صاحب ... قیامت ہوگے اور وہاں سے منافقین کو
حوضی یوم القیامۃ للاوسط۔ ... ہنکادوگے۔ جمع الفوائد۔

شیخ سلیمان: ینابیع المودة الباب الرابع والاربعون ص۱۳۳۔
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص۱۳۔

اس لقب کی توثیق و تصدیق کے لئے بھی صاحب
علیحدہ باب یعنی الباب الرابع والاربعون۔ قائم کی

(۱۲) افضلیت۔

افضلیت اس سوال استخلاف کا بہت اہم جزو۔
علیحدہ باب قائم کیا ہے۔ اور وہ باب چہاردہم ہے۔

(۱۳) کمال ایمان۔

عن ابن عباس قال ما نزل یا ایها الذین اٰمنوا الا علی امیرها و شریفها ولقد عاتب الله اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم وما ذکر علیا الا بخیر۔

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یا ایہا اٰمنوا کے خطاب سے مخاطب کیا ہے امر اور اس خطاب کے راس و رئیس و امیر علی ہیں خداوند تعالیٰ نے آنحضرت کے اصحاب پر عتاب فرمایا ہے لیکن علی کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے کیا ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامہ صـ
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الثالث صـ
علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس صـ ۱۵۳ حدیث ۲۵۳۸
محمد صبان: اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صـ ۱۴۹
شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون صـ ۱۲۵ و ۲۶
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ، الجزء الثانی۔ الباب الرابع صـ ۲۰۸۔
شبلنجی: نور الابصار صـ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال لما برز علی الی عمرو بن عبد ود قال النبی صلی الله علیه وسلم برز الایمان کله الی

ابن مسعود کہتے ہیں کہ جب روز احزاب حضرت علی عمرو بن عبدود سے جنگ کرنے نکلے تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ایمان مجسم نکلا ہے طرف

ہ فلما قتله
ر یا علی فلو
. الیوم بعمل
ع عملک
ھ:

شرک مجسم کے اور جب حضرت علی نے اسکو قتل کر دیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی مبارک ہو تمہیں اگر تمہارا آج کا عمل میری تمام امت کے اعمال کے ساتھ وزن کیا جائے تو تمہارے عمل کا پلڑا بھاری رہیگا۔

مان: ینابیع المودة الباب الثالث والعشرون ص۹۶

الدمیری: حیاة الحیوان ص۲

حذیفه رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ضربة علی فی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة

حذیفہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی کی ایک ضربت جنگ احزاب کی افضل ہے میری تمام امت کے قیامت تک کے اعمالوں سے۔

ینابیع المودة الباب الثالث والعشرون ص۹۵

علی بن برہان الدین: سیرة الحلبیہ۔ الجزء الثانی ص۳۴۲۔

ابو عبد اللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب المغازی۔ ص۳۲۔

عن عمر ابن الخطاب انه قال اشهد علی رسول الله سمعته یقول لو ان السموات السبع والارضین السبع وضعت فی کفة ووضع ایمان علی فی کفة لرجح ایمان علی۔

عمر بن خطاب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر سات آسمان و سات زمین ایک پلہ میں اور علی کا ایمان ترازو کے دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو علی کا ایمان بھاری رہیگا۔

ابو الحسن المعروف بابن المغازلی و صاحب المناقب بسندیهما عن جعفر بن محمد عن ابیه عن علی بن الحسین قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی بن ابیطالب یا اباالحسن لو وضع ایمان الخلائق واعمالهم

ابن المغازلی و اخطب خوارزم اپنے اپنے اسناد سے حضرت امام زین العابدین سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے ابو الحسن اگر تمام دنیا کے لوگوں کے اعمال و ایمان ایک پلہ میں اور تمہارا ایک روز کا عمل ترازو

فی کفۃ میزان ووضع عملک یوم احد علی کفۃ اخریٰ لرجح عملک علی جمیع ما عمل الخلائق — نے دوسرے ... عمل کا پلہ سب ...

ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع صـ۲۲۶

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صـ۱۵۶ حدیث ۲۶۱۱۔

شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث عشر صـ۶۲

(۴) عبادت۔ ریاضت۔ زہد۔

حضرت علی کی ریاضت وعبادت کا درجہ بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم بہت سی احادیث اس کے متعلق یہاں نقل کرتے۔ حدیث نور کی بحث میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آپ کا نور حضرت آدم کی پیدائش سے کئی ہزار برس پہلے سے مشغول طاعت وعبادت خداوندی تھا۔ وہی شوق وانہماک بعد پیدائش ظاہری بھی قائم رہا۔

ما کفر باللہ قط۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ما کفروا باللہ قط مومن ال یاسین وعلی بن ابی طالب واسیہ امرأۃ فرعون۔

جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ تین شخصوں نے کبھی خدا کا کفر نہیں کیا۔ مومن آل یاسین علی ابن ابی طالب اور آسیہ زوجہ فرعون۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الخامس صـ۲۶۲

اخرج ابن سعد عن الحسن بن زید قال لم یعبد الاوثان قط لصغرہ ای ومن ثم یقال فیہ کرم اللہ وجہہ والحق بہ الصدیق فی ذالک لما قیل انہ لم یعبد صنماً قط۔

ابن سعد نے اپنے اسناد سے حسن بن زید سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی اپنے بچپن سے آخر تک۔ اسی وجہ سے انکو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ در اصل صدیق وہی ہیں کیونکہ انہوں نے بتوں کی کبھی پرستش نہیں کی۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الاول صـ۲۲

ابن سعد: طبقات — شبلنجی: نورالابصار صـ۶۹۔

وذکر علی عبادۃ

عن عائشۃ ان ... علیہ وسلم قال ...

علامہ دیلمی نے اپنے اسناد سے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ ذکر علی عبادت ہے۔

...بار۔

...واعق محرقہ الباب التاسع الفصل الثانی الحدیث الثامن و العشرون ص ۴۲

...وفق بن احمد اخطب خوارزم: کتاب المناقب ص ۲۵۲

...شاہ محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ سوم ص ۲۶۲۔

محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم علی باب علمی و مبین لامتی ما ارسلت بہ من بعدی حبہ ایمان و بغضہ نفاق و النظر الیہ رافۃ و مودتہ عبادۃ رواہ صاحب الفردوس۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے امر رسالت کا امت میں تشریح و تفصیل کرنیوالا ہے میرے بعد۔ اسکی محبت ایمان ہے اور بغض نفاق ہے۔ اسکی طرف نظر کرنا نیکی ہے اور اسکی محبت عبادۃ ہے۔ علامہ دیلمی نے اسکو نقل کیا ہے۔

ینابیع المودۃ الباب السادس و الخمسون ص ۲۳۵

النظر الی وجہہ عبادۃ۔

اخرج الطبرانی و الحاکم و ابن المغازلی عن ابن مسعود و عمران بن حصین و ابن عساکر عن ابی بکر الصدیق و عثمان بن عفان و معاذ بن جبل و جابر بن عبد اللہ و انس و ثوبان و ام المومنین عائشۃ و الحاکم

طبرانی و حاکم و ابن المغازلی اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابن مسعود و عمران بن حصین سے اور ابن عساکر ابوبکر و عثمان و معاذ بن جبل و جابر بن عبد اللہ و انس و ثوبان و ام المومنین عائشہ سے الحاکم ابویعلی سے دیلمی ابو ہریرہ سے اور ابن السمان

عن ابی یعلیٰ ابن السمان عن ام المومنین	حضرت عائشہ سے ر
عائشہ والدیلمی عن ابی ہریرہ ان النبی	جناب رسول خدا نے
قال النظر الی وجہ علی عبادۃ۔	پر نظر کرنا عبادت ہے

میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار۔ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب
شیخ سلیمان بن ابراہیم بلخی: ینابیع المودۃ باب ۱۹ ص۸۹۔
محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع ص۲۱۹
الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ترجمہ علی ص۱۴۱ و ۱۴۲۔
شبلنجی: نور الابصار ص۷۲ ابن السمان: الموافقہ۔
شیخ یوسف بن اسمٰعیل: شرف المؤبد ص۱۱۳ المغازلی: کتاب المناقب۔
الدیلمی: فردوس الاخبار۔ محمد بن صبان: اسعاف الراغبین ص۱۴۵

اُس شخص کی عبادت کا کیا درجہ ہوگا جس کے چہرے پر نظر کرنا عبادت میں داخل ہو اور جس سے محبت کرنی خود عبادت الٰہی میں شمار ہوتی ہے۔ یہ مضمون متنازعہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو سیرۃ العلویہ حصہ سوم ص۲۵۶ و ۲۶۴
ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع ص۲۱۹
ینابیع المودۃ۔ الباب الحادی والخمسون ص۱۴۳

۱۵۔ سبقت الی الاسلام۔

امر واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت علی کیلئے یہ کہنا کہ وہ اسلام لائے یا انہوں نے اسلام قبول کیا موزون الفاظ میں اظہار حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ ان الفاظ سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی عمر کا کوئی حصہ ایسا بھی تھا کہ جب آپ مسلمان نہ تھے درانحالیکہ آپ کی عمر کا کوئی ایسا زمانہ ہی نہیں گزرا کہ جس میں آپ مسلمان نہ ہوں۔
آنحضرت کی یہ حدیث مسلمہ امت ہے: مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُهَوِّدَانِهٖ وَیُنَصِّرَانِهٖ وَیُمَجِّسَانِهٖ۔ (صحیح مسلم کتاب القدر مسند احمد حنبل الجزء الثانی ص۲۳۳ و ۲۸۲ و ۳۱۵ و ۵۳) ہر ایک بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اسکو یہودی

ہیں۔ لہذا بچپن میں تو حضرت علی یوں قدرتی طور پر مسلمان
ی آغوش رسول ہی میں گزرا۔ جو تعلیم بتوں کو نہ سجدہ کرنے کی
ہی حضرت علی نے حاصل کی۔ ابھی حضرت علی سن تمیز کو
ب سے رسولخدا مبعوث برسالت ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت خدیجہ
پہلے حضرت علی کو اپنے مبعوث برسالت ہونے کی خبر دی اور انسے
ی کی وحدانیت کے ساتھ اپنی رسالت کا اقرار بھی لے لیا
۔ ہی تعلیم فرمائی۔ لہذا امت محمدیہ میں سب سے پہلے مسلمان حضرت علی ہیں اور
سلام کی سب سے پہلی نماز جناب رسولخدا کے ہمراہ حضرت علی نے پڑھی۔ جناب رسول
خدا سے بہتر اور کوئی شخص نہیں جان سکتا تھا کہ دنیا میں سب سے پہلا وہ کون شخص تھا جو
آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ آنحضرت کے بہت سے اقوال ہم اس سے پہلے نقل
کر چکے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ علی سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اور اسلام کی پہلی نماز آپ کے
ساتھ حضرت علی نے پڑھی کتب تواریخ و حدیث کے مطالعہ سے یہ امر صاف
عیاں ہے کہ امت محمدیہ کے سب سے پہلے مسلمان مرد حضرت علی ہیں۔ اب ہم چند اقتباسات
ذیل میں درج کرتے ہیں:-

وفی الاستیعاب و اسد الغابہ عن الحسن	الاستیعاب و اسد الغابہ میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت
وغیرہ اول من اسلم علیؑ وسئل محمد بن	علی ایمان لائے۔ محمد بن کعب القرظی سے سوال
کعب القرظی عن اول من اسلم علی او	کیا گیا کہ پہلے کون ایمان لایا۔ علی یا ابوبکر۔ انہوں
ابوبکر قال سبحان اللہ علیٌ اولہما اسلاماً	نے جواب دیا سبحان اللہ۔ دونوں میں سے علی پہلے
وعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ایمان لائے .... جناب رسولخدا نے
سباق الامم ثلاثۃ لم یکفروا باللہ طرفۃ	فرمایا کہ امتوں میں سب سے پہلے ایمان لانیوالے
العین علی بن ابی طالب صاحب	تین ہیں جنہوں نے کبھی کفر نہیں کیا یعنی علی
یٰسین ومومن آل فرعون	بن ابی طالب صاحب یٰسین۔ اور مومن آل
وقال ابن اسحاق کان اول	آل فرعون۔ اور ابن اسحق صاحب سیرۃ لکھتا ہے

من تبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خدیجة بنت خویلد زوجته ثم کان اول ذکر
آمن به علی و هو یومئذ ابن عشر سنین۔
وقال ابن عباس اول من صلی علی
وقال جابر بن عبد اللہ بعث النبی صلی
اللہ علیه وسلم یوم الاثنین وصلی
علی یوم الثلاثاء۔ وقال زید بن ارقم
اول من اسلم مع رسول اللہ صلی
اللہ علیه وسلم علی۔ وقال عفیف
الکندی کنت امرأ تاجرا فقدمت
مکة ایام الحج فاتیت العباس فبینما
نحن عنده اذ خرج رجل فقام تجاه
الکعبة یصلی ثم خرجت امرأة
تصلی معه ثم خرج غلام فقام یصلی
معه فقلت یا عباس ما هذا الدین
فقال هذا محمد بن عبد اللہ بن
اخی زعم ان اللہ ارسله وان کنوز
کسری وقیصر ستفتح علیه وهذه
امرأته خدیجة تؤمنت به وهذا
الغلام علی ابن ابی طالب آمن به
وایم اللہ ما اعلم علی ظهر الارض
احدا علی هذا الدین الا
هؤلاء الثلاثة قال لیتنی

کہ سب سے پہلے آں
آپ کی زوجہ نے ک
پہلے علی ایمان لائے رسو
ابن عباس کہتے ہیں
نماز پڑھی۔ جابر بن عبداللہ کہ
دوشنبہ کو مبعوث برسالت ہوئے او
پیچھے سہ شنبہ کو نماز پڑھی۔ زید بن ارقم کہ
کہ سب سے پہلے آنحضرت کے ساتھ علی ایمان لائے
عفیف الکندی کہتے ہیں کہ میں مرد تاجر تھا۔
ایام حج میں مکہ میں آیا۔ اور عباس کے پاس ٹھہرا
ہم باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک مرد آیا
کعبہ کیطرف منہ کر کے کھڑا ہوگیا۔ اور نماز پڑھنے
لگا۔ پھر ایک عورت آئی وہ اس مرد کے پیچھے کھڑی
ہوکر نماز پڑھنے لگی۔ پھر ایک لڑکا آیا اور وہ
اسی طرح نماز پڑھنے لگا۔ میں نے کہا۔ کہ اے عباس
یہ کونسا دین ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرے بھائی
کا لڑکا محمد بن عبداللہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ خداوند
تعالی نے اسکو مبعوث برسالت کیا ہے۔ اور
کسریٰ و قیصر کے خزانے اسکے لئے کھل جائینگے
یہ عورت خدیجہ اس کی بیوی ہے جو اسپر ایمان لائی ہے
اور یہ لڑکا علی بن ابی طالب ہے جو اسپر ایمان لایا ہے
اور قسم بخدا تمام روئے زمین پر ان تین کے علاوہ
اور کوئی شخص اس دین پر نہیں ہے عفیف کہتے

محمد ابن المنذر و ربیعة
الرحمن وابو حازم
اول من اسلم علی قال
من اسلم علیؓ وقال ابن اسحاق
بعد النبی علی وزید بن حارثة ثم
ابوبکر. وفی الریاض النضرة بعث
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین
واسلم علی یوم الثلاثاء. خرجہ البغوی
فی معجمہ وعن رافع قال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنین وصلت
خدیجة اخر یوم الاثنین وصلی علی
یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن حارثة
ثم ابوبکر وھو یومئذ ابن ثمان وثلاثین سنة
کذا فی المدارج. تاریخ الخمیس الجزء الاول صفحہ ۳۲۳

ہیں کہ کاش میں چوتھا ہوتا۔ محمد بن المنذر و ربیعہ
بن عبدالرحمن و ابوحازم اور کلبی کہتے ہیں کہ سب سے
پہلے علی ایمان لائے۔ ابو اسحاق صاحب سیرۃ
کہتے ہیں کہ آنحضرت پر سب سے پہلے علی ایمان
لائے پھر زید بن حارثہ اور پھر ابوبکر۔
ریاض النضرۃ میں ہے کہ جناب رسولخدا دوشنبہ
کے دن تو مبعوث برسالت ہوئے اور علی منگل
کے دن اسلام لائے۔ علامہ بغوی نے معجم میں رافع
سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جناب رسولخدا
دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے اُسی دن
شام کو خدیجہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرے
دن صبح کو یعنی منگل کے دن علی نے آپ کے
ہمراہ نماز پڑھی۔ پھر زید بن حارثہ ایمان لائے
اور اُن کے بعد ابوبکر مسلمان ہوئے۔

اسلام میں سب سے پہلی و قدیم ترین موجود آنحضرت کے سوانح حیات کی کتاب سیرۃ ابن ہشام ہے۔ یہ کتاب ابن اسحاق کی کتاب سے ملخص ہے۔ اور ابن اسحاق کی کتاب نایاب ہے۔ اس میں سے ہم مندرجہ ذیل اقتباس ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

قال ابن اسحاق: ثم کان اول ذکر من
الناس من آمن برسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وصلی معہ وصدق بما جاءہ
من اللہ تعالی علی بن ابیطالب علیہ السلام
ابن عبد المطلب بن ہاشم وھو ابن عشر

ابن اسحاق کہتا ہے: مردوں میں سب سے پہلے جناب
رسولخدا پر حضرت علی ایمان لائے۔ سب سے پہلے علی
تھے جنہوں نے آنحضرت کے ساتھ نماز ادا کی۔ اور
تصدیق کی اُسکی جو جناب رسولخدا اللہ تعالی
کی طرف سے لائے تھے۔ اسوقت علی کی عمر دس سال

سنين يومئذ وكان مما انعم الله
على علي بن ابي طالب رضي الله
عنه انه كان في حجر رسول الله
صلى الله عليه وسلم قبل الاسلام
قال ابن اسحاق: وحدثني عبد الله
بن ابي نجيح عن مجاهد ابن جبير
ابي الحجاج قال: كان من نعمة
الله على علي بن ابيطالب ومما
صنع الله له واراد به من الخير
ان قريشا اصابتهم ازمة شديدة
وكان ابو طالب ذا عيال كثير فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
للعباس عمه وكان من ايسر بني هاشم
يا عباس ان اخاك ابا طالب كثير
العيال وقد اصاب الناس ما ترى
من هذه الازمة فانطلق بنا اليه
فلنخفف عنه من عياله آخذ من
بنيه رجلا وتاخذ انت رجلا فنكلهما
عنه فقال العباس نعم فانطلقا حتى
اتيا ابا طالب فقالا له انا نريد ان
نخفف عنك من عيالك حتى ينكشف
عن الناس ما هم فيه فقال لهما ابو
طالب اذا تركتما لي عقيلا فما

کی تھی۔ اُن نعمتوں م
حضرت علی کو عطا
آپ نے قبل اسلام ح
پائی تھی۔
ابن اسحاق کہتے
بن ابی نجیح نے روایتاً عن
الحجاج کہ یہ خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت
مرتضیٰ پر تھی اور جو بزرگیاں اور برکتیں خداو
اُن کیلئے مقرر کی تھیں ان میں سے ایک یہ
کہ ایک دفعہ مکہ میں قریش کے درمیان قحط عظیم و
ہوا۔ ابو طالب کثیر العیال تھے۔ لہذا جناب
رسولخدا نے اپنے چچا عباس سے کہا جو تمام بنی ہاشم میں
سب سے زیادہ مرفع الحال تھے کہ اے چچا آپ کے
بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں اور لوگوں کے
درمیان جو قحط پڑا ہے اس سے آپ واقف ہی
ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں ابو طالب کے
پاس چلیں اور ان کی کثرت عیال میں کچھ کمی کریں
اُن کے لڑکوں میں سے ایک میں لے لوں اور
ایک آپ لے لیں۔ عباس نے کہا اچھا یہ دونوں
ابو طالب کے پاس گئے اور ابو طالب سے کہا کہ ہم چاہتے
ہیں کہ تمہاری کثرت عیال میں کچھ کمی کریں۔
یہاں تک کہ یہ قحط دور ہو جائے۔ ان دونوں
سے ابو طالب نے کہا کہ میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو

اور جو تمہارا جی چاہے کرو۔

ویقال عقیلاً ف	ابن ہشام کہتا ہے کہ ابوطالب نے کہا کہ عقیل
لی اللہ صلی اللہ علیہ	اور طالب میرے واسطے چھوڑ دو پس جناب
ہٖ الیہ واخذ العباس	رسولخدا نے علیؑ کو اور عباس نے جعفر کو لے لیا
ہٖ الیہ، فلم یزل علی	علیؑ ہمیشہ رسولخدا کے پاس رہے یہانتک کہ
ل اللہ صلی اللہ علیہ و	خداوند تعالیٰ نے آنحضرت کو مبعوث برسالت
حتی بعثہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبیاً فاتبعہ	کیا پس علی مرتضیٰ فوراً آپ پر ایمان لائے
علی رضی اللہ عنہ وامن بہ وصدقہ ولم یزل	اور آپ کی پیروی اور تصدیق کی جعفر عباس
جعفر عند العباس حتی اسلم واستغنیٰ عنہ	کے پاس رہے یہانتک کہ ایمان لائے اور انسے مستغنی ہوگئے
قال ابن اسحاق: وذکر بعض اھل	ابن اسحاق کہتا ہے: بعض اہل علم ذکر کرتے ہیں
العلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	کہ جناب رسولخدا نماز کے وقت مکہ کی گھاٹیوں
وسلم کان اذا حضرت الصلاۃ خرج	کی طرف چلے جاتے تھے اور آپکے ساتھ
الی شعاب مکہ وخرج معہ علی بن ابی	علی بھی چپکے سے چچاؤں کے ڈر سے چھپکر
طالب مستخفیاً من ابیہ ابی طالب	چلے جاتے تھے۔ پس وہاں یہ دونوں تمام نمازیں
ومن جمیع اعمامہ وسائر قومہ فیصلیان	ادا کرکے رات کے وقت واپس آتے تھے۔
الصلوٰۃ فیھا فاذا امسیا رجعا فمکثا	یہ حالت اسیطرح گذرتی رہی۔ ایکدن ابوطالب
کذالک ماشاء اللہ ان یمکثا ثم	انکے پاس سے گذرے جبکہ یہ دونوں نماز
ان ابا طالب عثر علیھما یوما وھما	پڑھ رہے تھے۔ ابوطالب نے جناب رسولخدا
یصلیان فقال لرسول اللہ صلی اللہ	سے دریافت کیا کہ اے بھائی کے بیٹے۔ یہ
علیہ وسلم یا ابن اخی ما ھذا الدین	کونسا دین ہے جس پر میں تمکو دیکھتا ہوں آپنے
الذی اراک تدین بہ قال ای عم	جوابدیا کہ اے چچا یہ خدا کا دین ہے اور اسکے
ھذا دین اللہ ودین ملائکتہ ودین	ملائکہ اور اُس کے رسولوں کا دین ہے۔ اور یہ
رسلہ ودین ابینا ابراھیم اوکما قال	ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ یا آپنے یہ بھی

صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی اللہ بہ
رسولا الی العباد وانت ای عم احق
من بذلت النصیحۃ ودعوتہ الی
الھدی واحق من اجابنی الیہ
واعاننی علیہ اوکما قال فقال ابوطالب
ای ابن اخی انی لا استطیع ان
افارق دین ابائی وما کانوا علیہ
ولکن واللہ لایخلص الیک بشیء
تکرھہ مابقیت اوذکروا انہ قال
لعلی ای بنی ما ھذا الدین
انت علیہ فقال یا ابت امنت
باللہ وبرسول اللہ وصدقتہ
بما جاء بہ وصلیت معہ
للہ واتبعتہ فزعموا انہ
قال لہ اما انہ لم یدعک
الا الی الخیر فالزمہ۔

وقال ابن اسحاق: ثم اسلم زید
بن حارثہ بن شرجیل بن
کعب بن عبد العزی بن امرء القیس
الکلبی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وکان اول ذکر اسلم وصلی بعد علی بن ابیطالب
وبعد ذکر حالات زید قال ابن اسحاق ثم اسلم
ابوبکر بن ابی قحافہ۔

کہا کہ اس دین کے
برسالت کیا ہے
اور اے چچا سب سے
آپکو نصیحت کروں او
اور آپ سب سے زیادہ مر
طرف ہوں اور میری مدد کریں
جوابدیا کہ اے بھائی کے بیٹے۔ یہ تو مجھ
نہیں ہوسکتا کہ اپنے باپ دادا کا مذہب
چھوڑ دوں لیکن قسم بخدا جبتک میں زندہ ہوں
تمہیں کوئی مکروہ امر نہیں چھوسکیگا۔ یہ بھی
ہر کہ علی سے ابوطالب نے کہا کہ اے بیٹے یہ کیا دین
ہے جس پر تم ہو۔ اُنہوں نے جوابدیا کہ اے والد بزرگوار
میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور
جو محمد لائے ہیں اسکی میں نے تصدیق کی ہے میں
انکے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور انکی تصدیق کرتا
ہوں اور پیروی کرتا ہوں۔ ابوطالب نے جوابدیا
کہ تم انکی پیروی کرتے رہو کیونکہ وہ تمکو نیکی کیطرف لیجائینگے
ابن اسحاق کہتا ہے کہ پھر اسکے بعد زید بن حارثہ بن
شرجیل بن کعب بن عبد العزی بن امراء القیس
بن عامر بن نعمان کلبی جناب سرور خدا کے غلام ایمان
لائے اور حضرت علی کے بعد وہ پہلے مرد تھے جنہوں نے
جناب رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی پھر زید بن حارثہ
کا ذکر کرنیکے بعد لکھتے ہیں، ابن اسحاق کہتا ہے کہ اسکے

الجزء الاول ص ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ ۔ ابوبکر بن ابی قحافہ ایمان ۔۔۔

بری کی تاریخ الامم والملوک تاریخ کی نہایت مستند کتاب
اس کے بڑے مداح ہیں اور اس کی صحت کے قائل ہیں
ید کے ساتھ نہایت واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ حضرت خدیجہ
حضرت علی نے جناب رسالتمآب کی تصدیق کی اور ان کے
بت سے صحابیوں سے روایات نقل کی ہیں۔ ہم درمیان کے راویوں
طوالت چھوڑ کر عبارات نقل کرتے ہیں:۔

ابن عباس: قال اول من صلی علیؑ۔	عن ابن عباس: سب سے پہلے اسلام میں علی نے نماز پڑھی۔
عن جابر بن عبد اللہ: قال بعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثا۔	عن جابر ابن عبد اللہ: جناب رسول خدا دوشنبہ کے روز مبعوث برسالت ہوئے اور علی نے سہ شنبہ کو صبح آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔
عن زید بن ارقم: قال اول من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابیطالب	عن زید بن ارقم: سب سے پہلے جناب رسولخدا پر ایمان لانے والے علی ابن ابیطالب ہیں۔

(نوٹ) زید بن ارقم سے یہ روایت چار جگہ مختلف راویوں کے ذریعہ سے منقول ہے)

عن عباد بن عبد اللہ: قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول اللہ قبل الناس بسبع سنین۔	عباد ابن عبد اللہ: میں نے حضرت علی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں بندۂ خدا اور جناب رسولخدا کا بھائی ہوں۔ صرف میں ہی صدیق اکبر ہوں میرے سوا اگر کوئی اور اپنے تئیں یا کسی اور کو صدیق کہے تو وہ کاذب مفتری ہے۔ میں نے جناب رسولخدا کے پیچھے تمام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔
عن عفیف: قال جئت فی الجاہلیۃ الی مکہ فنزلت علی العباس بن عبد المطلب قال	عن عفیف: ایام جاہلیت میں میں مکہ آیا اور عباس ابن عبد المطلب کے یہاں ٹھہرا جب سورج

فلما طلعت الشمس وحلقت في
السماء وانا انظر الى الكعبه اقبل
شاب فرمى ببصره الى السماء ثم
استقبل الكعبه فقام مستقبلها
فلم يلبث حتى جاء غلام فقام عن
يمينه قال فلم يلبث حتى جاءت
امراة فقامت خلفهما فركع الشاب
فركع الغلام والامراة فرفع
الشاب فرفع الغلام والامراة
وخر الشاب ساجدا فسجدا
معه فقلت يا عباس امر
عظيم فقال امر عظيم اتدرى
من هذا قلت لا قال هذا
محمد ابن عبدالله بن عبدالمطلب
ابن اخي اتدرى من هذا معه
قلت لا قال هذا علي بن ابيطالب
ابن عبدالمطلب ابن اخي اتدرى من
هذه الامراة التي خلفهما قلت لا قال
هذه خديجه بنت خويلد زوجه ابن اخي
وهذا حدثني ان رب السماء امرهم بهذ
الذي تراها عليه وايم الله ما اعلم
على ظهر الارض كلها احدا على هذا
الدين غير هؤلاء الثلاثه.

طلوع ہوا اور وہ آسمان
طرف بلند ہو چکا تھا کہ ا
نے آسمان کی طرف دیکھ
اس کی طرف منہ کر کے کھڑ
دیر ہوئی تھی کہ ایک لڑکا آیا او
کے داہنی طرف کھڑا ہو گیا تھوڑی د
گذری تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ
دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس جوان نے
رکوع کیا تو ان دونوں نے بھی رکوع کیا۔
وہ جوان سیدھا ہو گیا تو وہ دونوں بھی کھڑے
ہو گئے پھر اس جوان نے سجدہ کیا۔ تو یہ دونوں
بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا کہ اے
عباس یہ امر عظیم ہے انہوں نے جواب دیا کہ واقعی یہ امر عظیم
ہے تم جانتے ہو کہ یہ جوان کون ہے میں نے کہا کہ نہیں انہوں نے
کہا کہ یہ جوان محمد بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے تم جانتے ہو کہ
اس کے ساتھ کا کون ہے میں نے کہا کہ نہیں جواب دیا کہ علی
بن ابیطالب میرا بھتیجا ہے تم جانتے ہو کہ یہ عورت کون ہے
میں نے کہا کہ نہیں۔ جواب دیا کہ خدیجہ بنت خویلد اس
جوان کی عورت ہے اور اس جوان نے مجھ سے
کہا ہے کہ آسمانوں کے خدا نے انہیں اس
دین کو اختیار کرنیکا حکم دیا ہے اور قسم بخدا تمام
روئے زمین پر کوئی اور شخص ان تینوں کے
علاوہ اس دین پر نہیں ہے۔

ں روایت کو طبری نے دو مختلف سلسلۂ اسانید کے ساتھ
ں سے بھی نقل کیا ہے۔ ان دونوں طریقوں میں یحییٰ بن
ایت کو اسماعیل بن ایاس بن عفیف سے بیان
ہے کہ یحییٰ کا باپ اشعث قیس عفیف الکندی کا بھائی ماں
۔ اور باپ کی طرف سے ابن عم تھا۔ اس کے بعد طبری لکھتے ہیں

ن المکندر و ربیعہ بن	محمد بن المکندر و ربیعہ بن ابی عبدالرحمن وابی
رحمن و ابی حازم المدنی	حازم المدنی کلبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علی
لبی قالوا علی اول من اسلم قال	ایمان لائے کلبی اتنا ایزاد کرتے ہیں کہ اُس وقت
الکلبی اسلم و ھو ابن تسع سنین	علی کی عمر دس سال کی تھی۔ ابن اسحاق کہتے
ن ابن اسحاق قال کان اول	ہیں کہ پہلا شخص جو جناب رسولخدا پر ایمان
ذکرا من برسول اللہ صلی اللہ	لایا۔ اُنکے ساتھ نماز پڑھی اور اُنکی تصدیق
علیہ وسلم وصلی معہ وصدقہ	کی علی بن ابی طالب تھے اور ان نعمتوں میں
بما جاء من عند اللہ علی بن ابیطالب	سے جو خداوند تعالیٰ نے علی بن ابیطالب پر
وھو یومئذ ابن عشر سنین و کان مما انعم اللہ	ارزانی کیں ایک یہ نعمت تھی کہ قبل اسلام
بہ علی علی بن ابیطالب علیہ السلام انہ کان	اُنھوں نے جناب رسولخدا کی آغوش میں
فی حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاسلام	تربیت پائی۔

اس کے بعد علامہ طبری نے وہ ساری روایات نقل کی ہیں جو سیرۃ ابن ہشام میں درج ہیں اور ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ آگے چل کر علامہ طبری کہتے ہیں:۔

عن مجاھد۔ قال اسلم علی و ھو ابن عشر	عن مجاہد علی دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔
سنین، قال ابن سعد قال الواقدی لجتمع	ابن سعد کہتے ہیں کہ واقدی نے کہا کہ ہم سب کا
اصحابنا علی ان علیا اول من اسلم بعد	اتفاق اس امر پر ہے کہ جناب رسولخدا کے مبعوث
ما تنبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	ہونیکے بعد سب سے پہلے علی ابن ابیطالب ایمان لائے

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص۲۱۲ تا ص۲۱۴۔

علامہ ابوالحسن علی بن الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم
المعروف بابن الاثیر الجزری نے اپنی تاریخ الکامل میں اس مضمون
ہم اُنکی عبارت نقل کرتے ہیں:

ذکر الاختلاف فی اول من اسلم

اختلف العلماء فی اول من اسلم
مع الاتفاق علی ان خدیجہ اول
خلق اللہ اسلاما. فقال قوم اول
ذکرا من علی. روی عن علی
علیہ السلام انہ قال انا عبداللہ
واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر
لایقولہا بعدی الا کاذب مفتر
صلیت مع رسول اللہ علیہ وسلم
قبل الناس بسبع سنین وقال
ابن عباس اول من صلی علی
وقال جابر بن عبداللہ بعث
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم
الاثنین وصلے علی یوم الثلاثا
وقال زید بن ارقم اول من
اسلم مع النبی صلے اللہ
علیہ وسلم علی وقال عفیف
الکندی کنت امرأ تاجرا فقدمت
مکہ ایام الحج فاتیت العباس
فبینما نحن عندہ اذ خرج

بیان اختلاف کا کہ سب

علماء نے اس امر پر اختلاف کیا ہے
ایمان لایا حالانکہ وہ سب اس امر پر متفق
خلق خدا میں سب سے پہلے ایمان لانیوالی خدیجہ
تھیں. ایک جماعت کثیر کا قول ہے کہ مردوں میں
سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے. چنانچہ حضرت
علی نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں. اسکے رسول کا
بھائی ہوں. میں ہی صدیق اکبر ہوں. جو میرے
سوا یہ کہے وہ کاذب و مفتری ہے. میں نے جناب
رسولخدا کے ساتھ تمام لوگوں سے پہلے سات برس
پہلے نماز پڑھنی شروع کی. ابن عباس کہتے ہیں
کہ سب سے پہلے علی نے نماز پڑھی. جابر ابن عبداللہ
کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا دوشنبہ کے دن مبعوث
برسالت ہوئے اور علی مرتضی نے سہ شنبہ کی
صبحکو انکے ساتھ نماز پڑھی. زید بن ارقم کہتے
ہیں کہ حضرت علی سب سے پہلے رسولخدا پر ایمان
لائے. عفیف الکندی کہتے ہیں کہ میں مرد تاجر
تھا یہاں وہی قصہ عفیف کندی کا لکھا ہے جو طبری
کی عبارت میں ہم نقل کر چکے ہیں،
محمد بن المنذر و ربیعہ بن ابی عبدالرحمن و

مبیصلی ثم خرجت

ثم خرج غلام

ہ فقلت یا عباس

ین فقال ھذا محمد

للہ ابن اخی زعمران

رسلہ وان کنوز کسریٰ و

یصر ستفتح علیہ وھذا امرأتہ

خدیجۃ امنت بہ وھذا الغلام علی

بن ابی طالب امن بہ وایم اللہ

ما اعلم علی ظہر الارض احدا علی

ھذا الدین الا ھؤلاء الثلاث

قال عفیف الکندی لیتنی کنت

رابعاً۔

وقال محمد بن المنذر وربیعۃ بن ابی عبد الرحمن وابو حازم المدنی و الکلبی اول من اسلم علی قال الکلبی کان عمرہ تسع سنین وقیل احدی عشرۃ سنۃ. وقال ابن اسحاق اول من اسلم علی وعمرہ احدی عشرۃ سنۃ وکان من نعمۃ اللہ علیہ ان قریشاً اصابتہم ازمۃ شدیدۃ وکان ابو طالب ذا عیال کثیر فقال ابو القاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمہ العباس یا عمی

محمد بن المنذر و ربیعہ بن ابی عبدالرحمن و ابو حازم المدنی و الکلبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علی ایمان لائے کلبی کہتا ہے کہ اسوقت انکی عمر نو سال کی تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسوقت انکی عمر گیارہ سال کی تھی۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ سب سے پہلے علی ایمان لائے۔ اس کے بعد وہ واقعہ لکھا ہے کہ کس طرح جناب رسولخدا قحط کے ایام میں حضرت علی کو ابو طالب سے لائے اور اپنی تربیت و پرورش میں ہمیشہ رکھا۔ یہ بالکل وہی عبارت ہے جو سیرۃ ابن ہشام میں ہے اور

اباطالب کثیر العیال فانطلق بنا نخفف عیال ابی طالب فانطلقا الیہ دا علماہ ما ارا د فقال ابو طالب انر کالی عقیلا واصنعا ماشئتما، فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیًّا واخذ العباس جعفرا فلم یزل علی عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ارسلہ اللہ واتبعہ

جسکا ترجمہ ہم پہلے کر .

وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارا د الصلاۃ انطلق ھو وعلی الی بعض الشعائب بمکۃ فیصلیان ویعودان فعثر علیھما ابوطالب فقال یا ابن اخی ماھذا الدین قال دین اللہ وملائکتہ ورسلہ ودین ابینا ابراھیم بعثنی اللہ تعالیٰ بہ الی العباد وانت احق من دعوتہ الی الھدی واحق من اجابنی قال لا استطیع ان افارق دینی ودین ابائی ولکن اللہ لا تخلص قریش الیک بشئی تکرھہ ماحییت فلم یزل جعفر عند العباس حتی اسلم واستغنی عنہ قال وقال ابوطالب لعلی ماھذا الدین الذی انت

جب جناب رسولخدا نماز کا ارادہ فرماتے تھے تو حضرت علی کو ساتھ لیکر مکہ کی وادیوں کی طرف لے جاتے تھے راویوں نے واقعات لکھے ہیں کہ وہاں دونوں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابوطالب کا گذر ہوتا۔ اُن کا اور آنحضرت وعلی کا مکالمہ یہ عبارت سب ہم سیرۃ ابن ہشام سے نقل کرکے ترجمہ کر چکے ہیں،

آمنت باللہ وبرسولہ

وقال اما ان لا یزال محبوبا

بالزمہ۔

اسلام ابوبکر رضی اللہ — بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ابوبکر ایمان لائے

الشعبی سالت ابن عباس — الشعبی کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ

اول من اسلم فقال اما سمعت — سب سے پہلے کون ایمان لایا تو انہوں نے کہا کہ

حسان ابن ثابت — تو نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہیں سنے

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ
فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا
خیر البریۃ اتقاھا و اعدلھا
بعد النبی واوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشھدہ
واول الناس قدما صدق الرسلا

رسالے مصرع جن میں حضرت ابوبکر کو خیر البریۃ اتقی واعدل کہا ہے غیر متعلق ہیں سوائے آخری مصرع کے جسکے معنی یہ ہیں زمانے کے لحاظ سے لوگوں سے پہلے رسولخدا کی تصدیق کی۔

وقال عمرو بن عبسہ اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعکاظ فقلت یا رسول اللہ من تبعک علی ھذا الامر قال تبعنی علیہ حر وعبد ابوبکر وبلال فاسلمت عند ذالک فلقد رایتنی ربع اسلام لم یسلم قبلی الا النبی وابوبکر وبلال وکان ابوذر یقول لقد رایتنی ربع الاسلام لم یسلم قبلی الا النبی وابوبکر وبلال وقال ابراھیم النخعی ابوبکر اول من اسلم وقیل اول من اسلم زید بن حارثہ قال الزھری وسلیمان بن یسار وعمران بن ابی انس

عمرو بن عبسہ کہتا ہے کہ میں جناب رسولخدا کے پاس عکاظ میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ آپکی پیروی اس امر میں کس نے کی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میری پیروی آزاد و غلام نے کی ہے یعنی ابوبکر و بلال نے یہ سنکر میں ایمان لے آیا۔ پس میں اسلام کا چوتھا شخص ہوں۔ اور ابوذر کہتے ہیں کہ میں ہوں اسلام کا چوتھا شخص مجھ سے قبل سوائے رسول خدا و ابوبکر و بلال کے اور کوئی شخص ایمان نہیں لایا تھا ابراہیم نخعی کہتا ہے کہ سب سے پہلے ابوبکر ایمان لائے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے زید بن حارثہ ایمان لائے سلیمان بن یسار و عمران بن ابی انس

وعروة بن الزبير اول من اسلم زيد بن حارثة	اور عروہ بن الز
وكان هو وعلي يلزمان النبي صلى الله عليه	بن حارثہ ایمان
وسلم وكان صلى الله عليه وسلم يخرج	کی طرف دن کو
الى الكعبة اول النهار ويصلي صلاة	دن کی نماز ادا
الضحى وكانت قريش لا تنكرها وكان	اور زید بن حارثہ
اذا صلى غيرها قعد علي وزيد	آنحضرت کو قریش نہیں ر
بن حارثة يرصدانه وقال ابن	اس نماز کے علاوہ اور نمازیں پ
اسحاق اول ذكر اسلم بعد النبي	علی و زید آپ کی نگہبانی کرتے تھے۔
علي وزيد بن حارثة ثم اسلم	نے کہا ہے کہ آنحضرت کے بعد سب سے پہلے علی
ابوبكر واظهر اسلامه۔	لائے اور پھر زید اور پھر اسکے بعد ابوبکر ایمان لائے

ابن الاثیر الجزری: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی صفحہ ۔

علامہ ابن الاثیر نے اول تو اپنی اور علماء کی اکثریت کی اسناد وارد رائے لکھدیں کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور پھر اختلاف کی صورت کو بھی بیان کر دیا ان دونوں صورتوں کو دیکھکر امر واقعہ فوراً آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ہم امور ذیل کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں:۔

(۱) ابن الاثیر نے تفصیل و تصدیق و توثیق کے ساتھ سب سے پہلے علماء کی اکثریت کی تحقیقات کے نتیجہ کو لکھدیا ہے۔ کہ سب سے پہلے ایمان لانیوالے حضرت علی ہیں۔

(۲) اس نتیجہ پر پہنچنے کیلئے منجملہ دیگر وجوہات کے ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت علی نے آغوش رسالت میں پرورش پائی۔ اس بچپن کی پرورش کو اسی وجہ سے خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت بیان کیا ہے جو خداوند تعالیٰ نے حضرت علی پر ارزانی کی تھیں۔

(۳) جو روایتیں حضرت علی کے سب سے پہلے ایمان لانے کے متعلق ہیں وہ کثیر ہیں، مدلل ہیں اور ان میں واقعات کو اتنی تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہوا ہے کہ انکا صحیح اور مطابق واقعہ کے ہونا صاف عیاں ہوتا ہے

...کے حضرت ابوبکر کے متعلق جو ...دوسری چند روایات ہیں۔ وہ
...میں ...ہیں، ان میں اضطراب ہے۔ بے جا اختصار ہے۔ کوئی دلیل
...بل نہیں۔ ان میں اس سوال کا جواب نہیں ہے کہ باوجودیکہ
...س ... تعلیم تھے ان سے اپنی رسالت کا ذکر کیوں نہ کیا۔ اور ...
...سے ذکر کرنے لگے۔

...دہ اس کے یہ روایات مبہم ہیں مفصل اور صاف نہیں۔ ذو معنی ہیں
...ان میں ذکر نہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ راوی حضرت علی کے مقابلہ
...نہیں کر رہا۔ بلکہ اس کا روئے سخن اوروں کی طرف ہے۔

(۶) جتنا ہم حضرت ابوبکر والی روایتوں پر غور کرتے ہیں اتنا ہی انکا وضع و خلاف واقعہ ہونا ظاہر و عیاں ہوتا ہے۔ یہ صرف چار روایتیں ہیں:۔

(ا) شعبی کی روایت ابن عباس سے اور انکا حسان کے شعروں کی طرف اشارہ کرنا۔

(ب) عمرو بن عبسہ کا بازار عکاظ میں آنحضرت سے استفسار۔

(ج) ابوذر کی روایت اور۔

(د) ابراہیم نخعی کی روایت۔ ان چار میں سے تین تو ایسے ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کی افضلیت اور اولیت فی الاسلام کے قائل تھے اور ہمیشہ حضرت علی ہی کو اولی و احق بخلافت بلافصل سمجھتے رہے۔ اس ہی وجہ سے انکا حکام سقیفہ بنی ساعدہ سے ہمیشہ تنازعہ ہی رہا۔ وہ تین عبداللہ ابن عباس، ابوذر اور ابراہیم نخعی ہیں۔ عبداللہ ابن عباس کا جو مکالمہ حضرت عمر سے مدینہ کی گلیوں میں حضرت علی کے اولیٰ بخلافت ہونے کے متعلق ہوا تھا وہ عبداللہ ابن عباس کی رائے اور خیالات کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ حضرت ابوذر ہمیشہ خلفائے سقیفہ کی حکومت میں زیر عتاب رہے۔ اور آخر کار حضرت عثمان سے جنکو دل و زبان کی ہم آہنگی کی داد دیجا سکتی ہے اور جنہوں نے اپنے دل کے اصلی حالات کو بہت کم ظاہر داری کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کی بہت

نہ ہوسکا اور حضرت ابوذر کو نہایت برے حالات میں مدینہ
نفی جناب امیر کے وفادار سپہ سالار مالک بن اشتر جو کہ
خون امام حسین علیہ السلام کا عوض اُنکے قاتلوں سے بہت
اگر ان خیالات کے ہوتے جو ان روایات سے ظاہر ہوتے ہیں
ہی حکام سقیفہ سے نہ رہتا۔ علاوہ اس کے یہ روایات قطعاً و صریحاً
اُن بیشمار صحیح و مصدقہ روایات سے جو ان ہی بزرگواروں کی زبانی
سب سے پہلے حضرت ابو بکر سے بھی پہلے ایمان لانیکے متعلق ثابت ہیں۔ اُن
کا اس ایک روایت سے تضاد ہے۔ لہذا یہ اکیلی روایت غلط اور موضوع ہے۔
ان چار راویوں میں سے صرف ایک راوی عمرو بن عبسہ رہ گئے جو کہ بالکل غیر معروف
شخص ہیں۔

(۷) ان روایات کی اسناد کا پتہ ہی نہیں جس روایت کے سارے راوی ہی نہ معلوم ہوں وہ قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے حضرت علی کے متعلق جو روایات ہیں اُنکے سب اسناد معلوم ہیں۔

(۸) اب دیکھتے ہیں کہ ان راویوں نے کیا کہا ہے۔ عبداللہ ابن عباس نے اپنی رائے کچھ نہ بتائی۔ بلکہ حسان بن ثابت کی طرف اشارہ کر دیا۔ حسان بن ثابت کے یہ اشعار آنحضرت کے زمانہ حیات کے نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت کے ہیں کہ جب حسان بن ثابت درباری شاعر بن چکے تھے اور اس پروپاغنڈا ہی کیلئے اُن کو حکومت کا ایک جزو بنایا گیا تھا۔ ان کے ہی بھائی زید ابن ثابت تھے جنکو حضرت علی کی ہوتے ہوئے جمع قرآن کے لئے حکومت نے منتخب کیا تھا۔ پھر اُنہوں نے کہا بھی کیا ہے۔ یہ تو نہیں کہا کہ حضرت علی سے پہلے ایمان لائے۔ صرف اس قدر کہدیا کہ ان لوگوں میں پہلے ایمان لانیوالے ہیں عمرو بن عبسہ نے جو آنحضرت کا قول نقل کیا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ آزاد و غلام یعنی ہر ایک فریق کے لوگوں نے میری پیروی کی ہے۔ اس میں پہلے پیچھے کا کچھ ذکر

یہ حضرت ابوبکر کے مداحوں میں سے تھے۔ انہوں نے
۔ اور پھر ان کے ہی غلام بلال کا نام لے لیا۔ بلال کو تو
علی یا زید ابن حارثہ سے پہلے ایمان لانیوالا نہیں بتاتا
حضرت اپنے غلام زید بن حارثہ کا نام نہ لیتے اور بلال کا نام
بلکہ اپنے غلام کا نام اس وجہ سے نہ لیا کہ وہ آپکے زیر اثر تھا
نے سے کوئی خاص اشاعت اسلام نہ ثابت ہوتی۔ اگر یہ ہی تو ہم
اس ہی وجہ سے حضرت علی کا نام آپ نے نہ لیا۔ ایک اور امر بھی
ور ہے۔ عمرو بن عبسہ اپنے تئیں اسلام میں چوتھا آدمی سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی
سی وقت ایمان لے آیا۔ حضرت علی کا تو ذکر ہی نہیں۔ اس کے خیال کے بموجب
بازار عکاظ میں اشاعت اسلام کرنے کا وقت آگیا آنحضرت وہاں اشاعت اسلام کی
خاطر گئے۔ اسی غرض سے عمرو بن عبسہ آپ سے وہاں ملا لیکن اس وقت تک
حضرت علی ایمان نہیں لائے تھے۔ جب ہی تو یہ کہتا ہے کہ میں اسلام میں چوتھا
آدمی تھا۔ یہ بات صریحاً واقعہ کے خلاف ہے۔ اسیطرح ابوذر کا یہ کہنا کہ میں اسلام
میں چوتھا ہوں اور مجھ سے پہلے سوائے آنحضرت و ابوبکر و بلال کے اور کوئی ایمان
نہیں لایا تھا صریحاً غلط ہے۔ حضرت ابوذر نے کبھی یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ وہ علی سے
پہلے ایمان لائے تھے کسی مسخرہ نے اچھا ان کے منہ میں یہ فقرہ ڈالکر سبقت اسلامی
کا مذاق اڑایا۔

(۹) ابراہیم نخعی کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس کو یہ علم کب اور کس سے حاصل ہوا۔

(۱۰) جناب رسول خدا نے صاف اور صریح صورت سے بارہا فرمایا کہ حضرت علی
سب سے پہلے ایمان لائے۔ ہم ان روایات کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ ان روایتوں کی تردید
ایک ابراہیم نخعی والی مبہم روایت سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ خود اسکی تردید ہوتی ہے۔

(۱۱) حضرت علی نے بارہا دعوےٰ کیا کہ میں نے سب سے سات سال پہلے آنحضرت کے
ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا صدیق اکبر ہوں۔ میرے

سوائے کوئی اور جو دعوے کرے وہ کاذب مفتری ہے۔ بلکہ
کا نام لیکر بھی کہا ہے کہ میں آنسے پہلے ایمان لایا ہوں۔

(۱۲) حضرت ابوبکر نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا۔ بلکہ ا
کیا ہے چنانچہ اپنی بیعت کے بعد پہلا خطبہ جو انہوں نے ممبر پر
میں فرمایا کہ لستُ بخیرکم وعلیٌ فیکم۔

(۱۳) ابن اسحاق سب سے پہلا اور مستند مورخ ہے۔ اُس کے م
ابن الاثیر کی کچھ وقعت نہیں وہ صاف کہتا ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے ایما
لائے۔ اُنکے بعد زید اور پھر کئی آدمیوں کے بعد ابوبکر ایمان لائے۔

(۱۴) ابن الاثیر نے خود ابوبکر والی روایتوں کو وقعت نہیں دی۔ بلکہ اُنسے
پہلے مفصل لکھدیا کہ حضرت علی پہلے ایمان لائے اور تمام موترعلمار محققین کا بھی
قول ہے۔ پھر "قیل" کے لفظ کے بعد حضرت ابوبکر والی چند روایتیں لکھدیں۔ آخر کار
اس خیال سے کہ لوگ مغالطہ میں نہ پڑ جائیں۔ انکو لکھنے کے بعد لکھدیا کہ لیکن ابن
اسحاق یہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے علی ایمان لائے۔

(۱۵) آخر میں ہم یہ دوہرائے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت علی کے سابق الاسلام
ہونے کی روایات کی کثرت ہے وہ روایات واضح تر و مفصل تر ہیں۔ اور واقعات
معہ جزئیات اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ اُنکے سچ ہونے میں شبہ نہیں رہتا۔
مثلاً عفیف الکندی کا چشم دید واقعہ۔ اس کی ہر ایک تفصیل سے اُس کی صداقت
ثابت ہوتی ہے۔ پھر جابر ابن عبداللہ کا دن تک بتا دینا کہ کس دن آنحضرت
مبعوث برسالت ہوئے اور کس دن حضرت علی ایمان لائے۔ دوسرے دن صبح
ہی ایمان لائے۔ کیونکہ دوشنبہ کی شام کو ہی یہ واقعہ آنحضرت نے گھر میں آکر حضرت
خدیجہ سے بیان کیا۔ اس کے درمیان میں کسی اور کے ایمان لانے کی گنجائش ہی نہیں
رہتی کس تشریح کے ساتھ راویان بیان کرتے ہیں کہ صرف حضرت علی و جناب
رسولخدا نماز کے لئے مکہ کی وادیوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۔ یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر اپنی کتاب الاستیعاب میں بترجمہ علی ؑ ص ۴۶۲ تحریر کرتے ہیں :۔

…مان وابی ذر والمقداد	حضرت سلمان فارسی وابوذر ومقداد وحباب
…بر وابی سعید	وجابر وابو سعید الخدری وزید بن ارقم
…وزید بن الارقم	صحابہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت
…بن ابی طالب رضی اللہ	علی ابن ابی طالب نے اسلام قبول کیا اور
…نہ اول من اسلم وفضلہ	ان صحابیوں نے حضرت علی کو تمام لوگوں
ھؤلاء علی غیرہ وقال ابن	پر فضیلت دی تھی ابن اسحٰق کہتا ہے کہ
اسحٰق اول من آمن باللہ	سب سے پہلا وہ شخص جو خدا اور رسولخدا حضرت
وبرسولہ محمد صلی اللہ علیہ	محمد مصطفےٰ پر ایمان لایا وہ علی بن ابی
وسلم من الرجال علی ابن	طالب تھے اور یہی قول ابن شہاب کا ہے،
ابی طالب وھو قول ابن شہاب	اس نے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ سب سے پہلے
الا انہ قال من الرجال بعد خدیجہ	مردوں میں لیکن خدیجہ کے بعد حضرت علیؑ
وھو قول الجمیع فی خدیجہ حدثنا	ایمان لائے اور حضرت خدیجہ کے متعلق یہی
احمد بن محمد قال حدثنا احمد بن	قول سب علماء کا ہے ابن عباس کہتے ہیں
الفضل قال حدثنا محمد بن جریر	کہ علیؑ میں چار بزرگیاں ایسی تھیں جو ان کے
قال حدثنا احمد بن عبد اللہ الدقاق	سوا کسی اور میں نہ تھیں عربی وعجمی سب سے
قال حدثنا مفضل بن صالح عن	پہلے علی تھے جنھوں نے رسولخدا کے ساتھ
سماک بن حرب عن عکرمہ عن ابن	اسلام کی پہلی نماز ادا کی، دوسری بزرگی
عباس قال لعلی اربع خصال لیست	یہ ہے کہ جناب رسولخدا کے تمام معرکوں میں
لاحد غیرہ ھو اول عربی وعجمی صلی مع	علم اسلام جناب علی مرتضیٰ ہی کے
رسول اللہ ص وھو الذی کان لواءہ	ہاتھ میں رہا تیسری فضیلت یہ ہے
معہ فی کل زحف وھو الذی صبر معہ	کہ آپ ہمیشہ لڑائی میں ثابت قدم رہے جب

يوم فرعنه غيره وهو الذي غسله
وادخله قبره وروى عن سلمان انه
قال اول هذه الامة ورودا على
نبيها عليه الصلوٰة والسلام الحوض
اولها اسلاما علي بن ابي طالب رضي
الله عنه وقد روى هذا الحديث مرفوعا
عن سلمان عن النبي صلى الله عليه و
سلم انه قال اول هذه الامة
ورودا على الحوض اولها اسلاما
علي بن ابي طالب وفيه اولى لان مثله
لايدرك بالراى حدثنا احمد بن قاسم
حدثنا قاسم بن اصبغ حدثنا الحارث
بن ابي اسامة حدثنا يحيى بن هشام
حدثنا سفيان الثوري عن سلمه بن كهيل
عن ابي صادق عن حنيش بن المعتمر
عن عليم الكندي عن سلمان الفارسي
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انه لكم ورودا على الحوض اولكم اسلاما
علي بن ابي طالب وروى ابو داود الطيالسي
قال اخبرنا ابو عوانه عن ابي بلج عن عمرو بن
ميمون عن ابن عباس ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال لعلي بن ابي طالب
انت ولي كل مومن من بعدى وبه عن

کہ آپ کے سوا
چوتھا طرہ انتہیٰ
جناب رسول خدا
دیا اور قبر میں اُتارا
سے منقول ہے کہ جن
فرمایا کہ میری امت میں
پاس حوض کوثر پر وارد ہو
شخص ہے جو سب سے پہلے اسلام لا
وہ علی ابن ابی طالب ہے (اسماء
راویان عربی عبارت میں دیکھو)
سلمان فارسی رض کہتے ہیں کہ فرمایا
جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے کہ تم میں سے سب سے پہلے حوض
کوثر پر میرے پاس وہ شخص آئے
گا جو تم میں سے سب سے پہلے
ایمان لایا اور وہ علی بن ابی طالب
ہے۔ ابوداؤد طیالسی نے اسناد
کے ساتھ ابن عباس سے روایت
کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جناب
رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے علی سے کہا کہ تم میرے بعد تمام
مومنین کے والی وحاکم ہو۔ نیز ابوداؤد
طیالسی ابن عباس سے روایت کرتے

من صلى مع
ليه وسلم
ابي طالب
وارث بن سفيان
سم بن اصبغ قال
حمد بن زهير بن حرب
حدثنا الحسن بن حماد حدثنا
ابو عوانہ عن ابی بلج عن عمرو
بن ميمون عن ابن عباس قال
كان علي بن ابي طالب اول
من آمن من الناس بعد خديجة
قال ابو عمر رضی اللہ عنہ
هذا اسناد لا مطعن فيه لاحد
لصحته وثقة نقلته ......
وقال ابن شهاب وعبد الله
ابن محمد بن عقيل وقتادة
وابو اسحق اول من اسلم من
الرجال علي واتفقوا على ان خديجة
اول من آمن بالله ورسوله و
صدقه فيما جاء به ثم علي بعدها
وروى في ذلك عن ابي رافع مثل
ذلك. حدثنا عبد الوارث حدثنا
قاسم حدثنا احمد بن زهير

ہیں کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے
جس نے رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی
وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ نیز ہم
سے عبد الوارث بن سفیان نے
اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت
کی ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ خدیجہ
کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ
ایمان لائے، ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ
حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے، اس
کا کوئی راوی مطعون نہیں ہے ۔
.... ابن شہاب اور
عبد اللہ بن محمد بن عقیل وقتادہ
وابو اسحق سب متفق ہیں اس پر کہ
سب سے پہلے مردوں میں حضرت
علی نے اسلام قبول کیا، اور سب
کا اتفاق ہے اس امر پر کہ حضرت
خدیجہ سب سے پہلے خدا
اور اس کے رسول پر ایمان لائیں
اور فوراً ان کے بعد ہی حضرت علیؑ
ایمان لائے اور ابو رافع سے بھی
یہی قول مروی ہے (اسمائے
راویان عربی عبارت میں ملاحظہ
ہوں) عمرو کہتے ہیں کہ محمد بن کعب

قال حدثنا عبد السلام
بن صالح قال حدثنا عبد
العزیز بن محمد الدراوردی
قال حدثنا عمرو مولی عفرۃ
قال سئل محمد بن الکعب
القرظی عن اول من اسلم
علی او ابوبکر رضی اللہ عنہما
قال سبحان اللہ علی اولہما
اسلاماً وانما شبہ علی الناس
لان علیا اخفی اسلامہ من ابی
طالب واسلم ابوبکر فاظہر اسلامہ
ولا شک ان علیا عندنا اولہما
اسلاماً ..... واخبرنا خلف
بن قاسم بن سہل قال
حدثنا ابو الحسن علی بن محمد بن
اسمعیل الطوسی قال
حدثنا ابو العباس محمد بن اسحق
بن ابراہیم السراج قال
حدثنا محمد بن مسعود قال حدثنا
عبد الرزاق حدثنا معمر عن قتادہ
عن الحسن قال اسلم علی وھو اول من
اسلم وھو ابن خمس او ست
عشرۃ سنۃ فان بن وضاح

القرظی سے
پہلے کس نے
یا ابوبکر نے
کہا! سبحان
دونوں میں سے
اسلام قبول کیا،
وجہ سے شبہ ہوا کہ
اپنے اسلام کو اپنے چچا
کے ڈر سے ظاہر نہیں کیا، اور
ابوبکر نے فوراً ظاہر کر دیا تھا۔
اور امر واقعہ بے شک وشبہ
یہ ہے کہ علی پہلے ایمان لائے
ابوبکر سے ....
(اسمائے راویان عربی عبارت
میں ملاحظہ فرمائیے) حسن سے
مروی ہے کہ علی نے سب سے
پہلے اسلام قبول کیا، اور
اس وقت ان کی عمر پندرہ
سال کی تھی، ان راویوں میں
سے ایک محمد بن مسعود ہیں۔
ابن وضاح کہتے ہیں کہ میں
نے علم حدیث میں محمد بن مسعود
سے زیادہ کسی کو عالم نہیں پایا۔

علم بالحديث
...ود وقال
من آمن
علی بن ابی
... وذكر عبد
ن معمر فی جامعه
... ده عن الحسن وغيره
...نه اول من اسلم بعد خديجه
لی ابن ابی طالب رضی الله عنه
وهو ابن خمس عشر سنة او ست
عشر سنة وحدثنا معمر عن عثمان
الجزری عن مقسم عن ابن عباس
قال اول من اسلم علی رضی الله عنه
.....وقد روی عن ابن عمر من وجهين
جيدين و روی عن ابن فضيل عن
الاجلح عن سلمه بن كهيل عن حبة
بن الجوين العرنی قال سمعت عليا رضی
الله عنه يقول لقد عبدت الله قبل
ان يعبده احد من هذه الامة
خمس سنين و روی شعبة عن
سلمة بن كهيل عن حبة العرنی قال
سمعت عليا يقول انا اول
من صلی مع رسول الله صلی

ابن اسحق اپنی سیرۃ النبی میں
کہتے ہیں کہ سب سے پہلے
خدا و رسول پر حضرت علی ایمان
لائے .... عبد
الرزاق نے معمر سے اپنی جامعہ
میں قتادہ کی روایت جو انہوں
نے حسن سے کی ہے بیان کی ہے
اور دیگر راویان بھی یہی کہتے ہیں
کہ خدیجہ کے بعد سب سے
پہلے ایمان لانے والے علی بن ابی طالب
ہیں اور اسوقت ان کی عمر پندرہ
یا سولہ سال کی تھی۔ اور ابن عباس
سے مروی ہے کہ سب سے پہلے علی ایمان
لائے ..... اسمائے راویان عربی
عبارت میں دیکھو۔ اور ابن عمر سے
دو نہایت مضبوط اور صحیح طریقوں سے
اور نیز حبۃ العرنی سے مروی ہے وہ
کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی کو کہتے
سنا ہے کہ میں نے خدا کی عبادت امت
محمدیہ کے ہر ایک شخص سے پانچ سال پہلے
کی۔ اور نیز حبۃ العرنی کہتے ہیں کہ میں نے
حضرت علی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں
وہ ہوں جس نے سب سے پہلے جناب

الله عليه وسلم وقال سالم
بن ابی الجعد قلت لابن
الحنفية ابوبكر ابوبكر كان
اولهم اسلاما قال لا و
روى المسلم الملائی عن
انس بن مالك قال لنبی
صلى الله عليه وسلم
يوم الاثنين وصلى علی يوم
الثلاثا وقال زيد بن
ارقم اول من آمن بالله بعد
رسول الله صلى الله عليه
وسلم علی بن ابی طالب وروی
حديث زيد بن ارقم من
وجوه ذكرها النسائی واسد بن
موسى وغيرهما منها ما حدثنا
عبد الوارث حدثنا قاسم حدثنا
احمد بن زهير حدثنا علی بن الجعد
حدثنا شعبة قال اخبرنی عمرو
بن مرة قال سمعت ابا حمزة الانصاری
قال سمعت زيد ابن ارقم يقول
اول من صلى مع رسول الله صلى
الله عليه وسلم علی بن ابی طالب

رسول خدا کے ساتھ
سالم بن ابی الجعد
میں نے ابن الحنفیہ
کیا ابوبکر سب سے
لائے، اونہوں نے جواب
ہرگز نہیں، انس بن مالک
مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ
دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے
اور سہ شنبہ کے دن علیؑ نے ان کے
ساتھ نماز پڑھی، زید بن ارقم
کہتے ہیں کہ رسولخدا کے بعد سب سے
پہلے جو خدا پر ایمان لایا وہ علی ابن
ابی طالب تھے زید ابن ارقم کی حدیث
کئی طریقوں اور اسناد سے بیان ہوئی
ہے (اسمائے راویان عربی میں دیکھو)
ابو حمزۃ الانصاری کہتے ہیں کہ میں
نے زید ابن ارقم کو کہتے سنا
ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے
رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی وہ
علی بن ابی طالب تھے، اس
روایت کو نسائی و اسد بن موسیٰ
وغیرہما نے بھی نقل کیا ہے۔

کتنا مفصل اور جامع بیان ہے۔ اسکے مطالعہ کے بعد تو کسی کے دل میں کچھ

ئے کتنی بے شمار روایتیں ابن عباس و ابو ذر سے مروی ہیں جو
استیعاب کی منقولہ بالا عبارت میں لکھی ہیں ان متعدد روایتو
ظ "قیل" کے ساتھ جو ابن الاثیر نے تاریخ کامل میں ایک مبہم روایت
ور ایک بے معنی روایت ابوذر سے نقل کی ہے اس کی کچھ وقعت
ں حضرت علی پر ایک تہمت ہے کہ اونہوں نے اپنے باپ یا چچاؤں کے
ے اسلام کو ظاہر نہیں کیا، امر واقعہ یہ ہے کہ علی نے اپنے اسلام کو
ی نہیں چھپایا، ابوطالب نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، تو کس طرح بے
ہڑک بیان کر دیا۔ اور ابوطالب چونکہ خود اپنے بھتیجے کو سچا سمجھتے تھے انہوں
نے کچھ سرزنش نہ کی، در اصل بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ تک بارگاہ ایزدی سے یہی
حکم تھا کہ علانیہ تبلیغ نہ کی جائے، اس حکم کے پابند جناب رسول خدا بھی تھے، اور
انکے خلیفہ و وزیر حضرت علی بھی، لہذا دونوں نے علانیہ تبلیغ نہ کی، اس کو اسلام کا چھپانا
نہیں کہتے ہیں، حضرت ابوبکر و حضرت عمر چونکہ اس راز و حکم الہی سے واقف نہ تھے۔
اور جناب رسولخدا سے معمولی انسان کی طرح غلطی ہو جانے کا امکان سمجھتے تھے، لہذا
ان دونوں بزرگواروں نے غل و شور کر دیا کہ جب کافر اپنے کفر کو نہیں چھپاتے تو ہم
اپنے اسلام کو کیوں چھپائیں نتیجہ یہ ہوا کہ کافروں کا ظلم و ستم مسلمانوں پر بڑھ گیا اسلام
کی رفتار میں کمی ہو گئی جو مذبذب کفار مسلمان ہونا چاہتے تھے انہوں نے یہ ظلم و
تعدی دیکھ کر مسلمان ہونے کا ارادہ ترک کر دیا۔

ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں۔

اسلم وھو (علی) ابن عشر سنین	حضرت علی جب ایمان لائے تو انکی عمر دس یا نو
وقیل تسع وقیل ثمان وقیل دون	یا آٹھ سال کی تھی ابن عباس و انس و
ذلک قال ابن عباس و زید بن	زید بن ارقم و سلمان الفارسی اور ایک کثیر
ارقم و سلمان الفارسی وجماعۃ	جماعت صحابہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت
انہ اول من اسلم ونقل بعضہم	علی ایمان لائے بلکہ اکثر محققین نے فیصلہ

بعضہم الاجماع علیہ ..... ولنقل	کیا ہے کہ اس پر ا
ابو یعلی عنہ قال بعث رسول	حضرت علی سے نقل
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم	علی کہتے ہیں کہ جنا
الاثنین واسلمت یوم الثلاثا	دوشنبہ کے دن مبعو
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب التاسع	ہوئے اور میں منگل کو ایما
فصل الاول ص ۱۷	

اس ہی عبارت میں ابن حجر کہتے ہیں کہ بعضوں کا گمان ہے کہ حضرت ابو۔ سب سے پہلے ایمان لائے مگر روایات اس کے متعلق کچھ نہیں بیان کرتے۔ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں در ذیل مناقب علی ابن ابی طالب بہت سے محدثین وصحابہ کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک عبداللہ ابن عمر بھی ہیں کہ حضرت علی نے سب سے پہلے اس امت میں اسلام قبول کیا اور کہتے ہیں کہ یہی قول واضح ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا اور اس وقت آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی، ابن حجر عسقلانی نے ابوبکر کے اسلام کے قضیہ کو اس طرح طے کیا ہے کہ سب سے پہلے تو علی ایمان لائے مگر کافروں کے سامنے سب سے پہلے ابوبکر نے اپنے اسلام کا اظہار کیا، اس امر کا فیصلہ کرنے کے بعد کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے ہیں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

روی ابن فضیل عن الاجلح	(اسمائے راویان عربی عبارت میں) حبہ بن
عن سلمہ بن کہیل عن حبہ بن	جوین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں
جوین قال سمعت علیا یقول عبدت	نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے
اللہ قبل ان یعبدہ احد من	خدا کی عبادت کی ہے پانچ سال قبل اس
ھذہ الامۃ خمس سنین	کے کہ اس امت میں سے کسی اور نے کی ہو اور
وقال شعبہ عن سلمہ بن کہیل	شعبہ نے اپنے اسناد سے حبۃ ابن جوین

بن جوین عن علی مع رسول اللہ وسلم۔

سے اور انہوں نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا شخص میں ہوں کہ جس نے رسولخدا کے ساتھ پہلی نماز پڑھی

محدثین احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی اپنی کتاب المناقب
...ے ہیں:-

...ا سلیمان بن احمد قال حدثنا ...بد اللہ بن داھر قال حدثنی ابی عن الاعمش عن عبایۃ الاسدی عن ابن عباس قال ستکون فتنۃ فمن ادرکھا ادفان ادرکھا احد منکم فعلیہ بخصلتین کتاب اللہ وعلی ابن ابیطالب فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ وسلم یقول وھو اخذ بید علی بن ابیطالب ھذا اول من امن بی واول من یصافحنی یوم القیامۃ وھو فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھو یعسوب المومنین والمال یعسوب الظلمۃ وھو الصدیق الاکبر وھو بابی الذی اوتی منہ۔

(اسمائے راویان عربی عبارت میں)

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ عنقریب اس امت میں فتنہ اٹھیگا۔ تم میں سے جو اس فتنہ کے زمانہ تک زندہ رہے ...یا یہ کہا، اگر تم میں سے کوئی اُس فتنہ کے زمانہ تک زندہ رہے تو اس کو چاہئے کہ کتاب اللہ اور علی کو پکڑے رہے۔ کیونکہ میں (ابن عباس) نے رسولخدا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے جبکہ وہ علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور یہ وہ ہے جو سب سے پہلے روز قیامت مجھ سے مصافحہ کریگا۔ علی اس امت کا فاروق ہے۔ جو حق و باطل کے درمیان فرق کریگا۔ وہ مومنین کا حاکم و سردار ہے جس طرح ال ظالمونکا سردار ہے ... یق اکبر ہے وہ میرا دروازہ ہے جس کے ذریعے سے میں تک پہنچا جائے

عبدالرحیم بن حسین العراقی کتاب التقیید والایضاح لما اطلق

واغلق من کتاب ابن الصلاح میں تحریر کرتے ہیں

والصحیح ان علیا اول ذکر
اسلم وحکی ابن عبد البر
الاتفاق علیہ کما سیاتی. وقال
ابن اسحاق فی السیرۃ اول
من آمن خدیجہ ثم علی بن ابیطالب
وکان اول ذکر آمن برسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو
ابن عشر سنین ثم زید بن
حارثہ فکان اول ذکر اسلم بعد
علی ثم ابوبکر فاظھر اسلامہ
الی آخر کلامہ - وما ذکرنا
انہ الصحیح من ان علیا
اول ذکر اسلم ھو قول اکثر
الصحابہ ابوذر، سلمان
الفارسی وخباب وخزیمہ
بن ثابت وزید بن ارقم
وابی ایوب الانصاری والمقداد
بن الاسود ویعلی بن مرہ وجابر
بن عبد اللہ وابی سعید الخدری
وانس بن مالک وعفیف الکندی
وانشد ابو عبد اللہ المرزبانی
لخزیمہ بن ثابت ؎

یہ بطور امر
پہلے مرد ہیں
کہتے ہیں کہ تمام
ہے کہ علی سب سے پہ
ابن اسحاق سیرۃ النبی
حضرت خدیجہ کے بعد ہی حضر
اور علی سب سے پہلے مرد ہیں جو
پر ایمان لائے۔ اس وقت ان
سال کی تھی۔ علی کے بعد زید بن حارثہ
لائے۔ اور وہ علی کے بعد مردوں میں سب سے پہلے
ایمان لانیوالے ہیں۔ زید ابن حارثہ کے بعد
ابوبکر مسلمان ہوئے اور اپنے اسلام کو ظاہر
بھی کیا اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ یہ صحیح
ہے کہ اس امت کے سب مردوں میں سب
سے پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ یہ قول
اکثریت صحابہ کا ہے مثلاً ابوذر، سلمان فارسی
خباب خزیمہ بن ثابت و زید بن ارقم و ابوایوب
الانصاری و مقداد ابن الاسود و یعلی بن مرہ
و جابر بن عبد اللہ و ابوسعید خدری و انس
بن مالک وعفیف الکندی وغیرہم ابوعبد اللہ
مرزبانی نے خزیمہ بن ثابت کے یہ اشعار کہے
جنکا مطلب یہ ہے کہ :

الامر منصرفا	مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ امر خلافت بنو ہاشم اور خاصکر
ے ابی الحسن	علی بن ابیطالب سے چھین لیا جائیگا۔ کیا علی ابن
لی لقبلتھم	ابی طالب ان سب میں سے اول شخص نہیں ہیں۔
لفرقان و السنن	جنہوں نے قبلہ اسلام کیطرف سب سے پہلے سجدہ کیا اور
	ان سب میں سب سے زیادہ قرآن و سنت کے معنے جاننے والے ہیں

ں روایت کو عبدالرحیم عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث میں لکھا ہے۔ بن عبدالرحمن سخاوی نے فتح المغیث میں اسکی تصدیق و توثیق کی ہے۔ جمال الدین محدث شیرازی تاریخ روضۃ الاحباب میں یہ لکھکر کہ علی سب سے پہلے ایمان لائے لکھتے ہیں:- از خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ابیات در مدح علی مرتضے کرم اللہ وجہہ منقول است کہ مشیر باینمعنی است حیث قال ؎

ماکنت احسب ھذا الامر منصرفاً	عن ہاشم ثم منہا عن ابی الحسن
الیس اول من صلّی لقبلتھم	واعلم الناس بالقرآن والسنن

محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں یہی کہتے ہیں: الجزء الاول ص۲۴۲ اور بعض علماء اہلسنت و جماعت ان اشعار کو حسان بن ثابت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ بہ تفسیر آیہ کریمہ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فخرالدین رازی مفاتیح الغیب میں نظام الدین نیساپوری غرائب الفرقان میں و بیضاوی و ملا عصام حاشیہ تفسیر بیضاوی میں ان اشعار کی تشریح کرتے ہیں اور انکو حسان بن ثابت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مندرجہ ذیل عبارت ہم تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص۱۱۵ و ۱۱۶ سے نقل کرتے ہیں:-

لاخلاف فی ان خدیجۃ اول	اس میں تو اختلاف ہی نہیں ہے کہ سب سے پہلے
من اسلم واختلف فی من	حضرت خدیجہ نے اسلام قبول کیا۔ اختلاف اس
اسلم بعدھا فذکر	میں کیا گیا ہے کہ ان کے بعد کون ایمان لایا۔

بالله شیئاً فیستانف الاسلام بل کان تابعاً للنبی صلی الله علیه وسلم فی جمیع افعاله مقتدیاً به وبلغ وهو علی ذلک وان الله عصمه وسدده ووفقه لتبعیته للنبی علیه السلام لانهما کان غیره مضطرین لا مجبورین علی فعل الطاعات بل مختارین قادرین فاختارا طاعة الرب وموافقة امره واجتناب منهیاته ومنهم من رای انه اول من امن وان الرسول دعاه وهو موضع التکلیف بظاهر قوله عز وجل. وانذر عشیرتک الاقربین وکان بدأه بعلی اذ کان اقرب الناس الیه واتبعهم۔

ثم اسلم ابوبکر رضی الله عنه ودعا قومه الی الاسلام۔

یہ رائے رکھتی ہے کہ حضرت نے نہیں کیا۔ اسوجہ سے یہ نے کسی خاص وقت میں اپنے طفلی سے ہر ایک فعال جناب رسولخدا کی متابعت کیا کرے۔ کہ اسی حالت میں سن بلوغ کو پہنچے۔ خداوند تعالیٰ نے انکی عصمت عطا کی اور ان سے بچایا۔ کیونکہ انہوں نے اُس کے نبی کی متابعت کی تھی۔ یہ دونوں یعنی علی اور رسولخدا طاعت کرنے پر مجبور نہیں کئے گئے تھے بلکہ اُن دونوں نے اپنے اختیار سے بلا اکراہ واجبات کے خداوند تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کو اختیار کیا تھا۔ اسکے حکم کی موافقت کی اور منہیات سے اجتناب کیا۔ ایک جماعت علماء کی رائے ہے۔ کہ سب سے پہلے علی ایمان لائے۔ اور جناب رسولخدا نے انکو ظاہر اسلام کی تکلیف بفحوائے آیہ مبارکہ وانذر عشیرتک الاقربین دی۔ اور یہ ظاہری تبلیغ بھی حضرت علی ہی سے شروع کی کیونکہ وہ سب سے زیادہ آنحضرت سے قریب تھے اور سب سے زیادہ انکی پیروی کرتے تھے۔ پھر اسکے بعد حضرت ابوبکر ایمان لائے۔ اور اپنی قوم کو اسلام کیطرف بلایا

مسعودی:۔ مروج الذہب مطبوعہ بیولاق ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ الجزء الاول ص ۳۰۷

واقعات کی افتاد بھی یہی بتا رہی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت

در پھر گھر کے غلام زید بن حارثہ۔ آنحضرت مبعوث برسالت
سے سب سے پہلے گھر میں ذکر کرنا تھا چنانچہ کیا۔ اور فوراً
اب علی نے آپ کی تصدیق کی اور اسلام قبول کیا۔ زید
ر میں تھے۔ اُن کو بھی علم ہوا اور وہ بھی ایمان لائے۔ ابھی تبلیغ
ی نہیں ہوئی تھی حضرت ابوبکر تک کس طرح پہنچتی۔ اور اُنکو حضرت
پہلے ایمان لانے کا کونسا موقعہ تھا۔ آنحضرت اس امر کی تبلیغ میں وحی الٰہی
بند تھے۔ تبلیغ کا حکم آیہ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین کے ذریعہ سے
وا۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہوتے ہی آنحضرت نے علی کو حکم دیا کہ تمام قریبین
کو ضیافت پر جمع کریں جب وہ جمع ہو گئے تو پھر اُن پر عرض اسلام کیا گیا۔ اسکے
بعد غیروں میں تبلیغ شروع ہوئی۔ اندریں حالات حضرت ابوبکر کا حضرت علی سے
پہلے ایمان لانے کا امکان ہی جاتا رہتا ہے۔ پھر بحث کیا باقی رہی۔ جب ہی تو حضرت
علی کہتے ہیں کہ تمام لوگوں سے سات برس پہلے میں ایمان لایا اور رسول خدا کے
ہمراہ نماز پڑھی۔ بلکہ جب لوگوں کو غلط اور وضعی روایات بیان کرتے سنا تو صاف
طور سے فرما دیا کہ میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا۔

عن معاذۃ العدویہ قالت سمعت علیا یقول علی منبر البصرہ انا صدیق الاکبر امنت قبل ان یومن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر۔ (المعارف ابن قتیبہ)

معاذۃ العدویہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے بصرہ میں علی کو منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا اور میں نے اسلام قبول کیا قبل اسکے کہ ابوبکر مسلمان ہوں۔

کسی روایت میں نہیں ہے کہ بعثت کے بعد ہی فوراً آنحضرت اپنے گھر تشریف نہیں
لائے۔ بلکہ حضرت ابوبکر کے گھر چلے گئے۔ یا اپنے گھر آتے ہی فوراً ابوبکر کے گھر کیطرف
نکل گئے یا اُنکو بلا بھیجا۔ وہ ایسا کیوں کرتے۔ ابوبکر اور آنحضرت کی قبل بعثت کسی مخلص
دوستی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ رہائش بھی دور دور تھی۔ محلہ بنی ہاشم کہاں۔ محلہ تیم کہاں

اور اگر جان پہچان تھی تو بہت تھوڑی۔ اگر دوست بھی ہو۔ آ
نے اپنے چچاؤں سے تو ذکر کرتے ہوئے پرہیز و اجتناب کیے
ذکر کر دیتے۔ ابو طالب و حمزہ ہمیشہ آپ کے خیر خواہ و محافظ وہ
تو ذکر نہ کرتے حضرت ابوبکر کے پاس ذکر کرنے دوڑے جاتے۔
علیہ اللہ امرتسری نے اچھی طرح فیصلہ کیا ہے ہم یہاں اُنکی عبارات ار
صد ۴۹۶ سے نقل کرتے ہیں۔ اُن تمام احادیث کو درج کرنے کے بعد جن
علی کا سب سے پہلے ایمان و اسلام قبول کرنا ثابت ہوتا ہے۔ فاضل مؤلف لکھ

"یہ سب حدیثیں اس اثر کے معارض ہیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سبقت اسلام کے بارہ میں مروی ہے۔ لیکن جاننا
چاہیئے کہ وہ حدیث از قبیل احاد ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اربعین
میں لکھتے ہیں۔ اما الخبر الذی تمسکوا به فی اثبات ان اسلام ابی بکر سابق
علی اسلام علی فهو من باب الاحاد یعنی وہ حدیث کہ جس سے لوگ اس امر کا
استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام جناب علی کے اسلام سے
سابق ہے وہ حدیث احاد میں سے ہے۔ اور حضرت علی کا سب سے سابق الاسلام
ہونے پر قریباً اجماع ہو چکا ہے۔ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ قال
ابن عباس و انس بن مالک و جماعة انه اول من اسلم علیؓ و نقل بعضهم
الاجماع علیه یعنی ابن عباس اور انس بن مالک اور ایک گروہ صحابہ میں
سے یہ کہتا ہے کہ جناب علی سب سے اول اسلام لائے۔ اور بعض راویوں سے نقل ہے
کہ اسی بات پر اجماع ہو چکا ہے۔ علامہ ابن عبد البر الاستیعاب فی معرفة الاصحاب میں
لکھتے ہیں عن سلمان و ابی ذر و المقداد و عمار و خباب و جابر و حذیفه و
ابی سعید و زید بن ارقم رضی الله عنهم ان علی ابن ابیطالب اول من اسلم
یعنی سلمان اور ابوذر اور مقداد اور عمار یاسر اور جابر بن عبد اللہ اور حذیفہ اور ابو سعید
خدری اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جناب علی سب سے پہلے اسلام

بعد علامہ موصوف تحریر کرتے ہیں۔ قال شہاب وقتادہ وابن اسحاق
رجال علی بن ابیطالب یعنی شہاب اور قتادہ اور ابن اسحاق
سے پہلے جناب علی اسلام لائے ہیں۔
حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ علامہ مذکور
لکھتے ہیں:۔ قال سالم بن ابی الجعد قلت لابی حنیفہ اکان
اسلاما قال لا۔ یعنی سالم بن ابی الجعد کہتا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ
علیہ سے پوچھا آیا صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر پہلے اسلام لائے ہیں
نے جواب دیا نہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: سئل محمد کعب القرظی
عن اول من اسلم علی او ابوبکر قال سبحان اللہ علی اولھما اسلاما وانما
شبہ علی الناس لان علیا اخفی اسلامہ یعنی محمد بن کعب قرظی سے کسی نے سوال
کیا کہ اول علی اسلام لائے ہیں یا ابوبکر۔ انہوں نے جواب دیا سبحان اللہ ان دونوں
میں سے پہلے علی اسلام لائے ہیں لیکن لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ کیونکہ جناب علی نے
ابوطالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا۔
اصل امر یہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے بخوف ابوطالب اپنے اسلام کا
اخفا نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امر عالی کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ
علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں...
"لیکن اکثر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے اول اظہار اسلام
بھی جناب علی ہی نے کیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی اور علامہ جریر
طبری وغیرہم رحمہ اللہ عفیف کندی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں...
"علامہ جریر طبری علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ الرسل والملوک میں اس کے بعد ان
الفاظ کو روایت کیا ہے۔ قال العفیف بعد ما اسلم ورسخ الاسلام فی قلبہ
یا لیتنی کنت رابعا۔ یعنی اسلام لانے کے بعد جبکہ عفیف کے دل میں اسلام کا
خوب رسوخ ہو گیا تو یہ کہا کرتے تھے کاش میں ان تینوں کے ساتھ چوتھا ہوتا پس

جناب عباس کے قول سے کہ ما علی الارض کلہا احد عا
و الثلاثہ ثابت ہوتا ہے کہ ہنوز جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اس
جناب علی کا اسلام لانا عباس اور عفیف کندی رضی اللہ عنہ
لفظ ہولاء الثلاثہ کی قید سے اور عفیف کے یہ کہنے سے کہ
اسلام لاتا تو میں اس وقت اسلام کا چوتھا رکن ہوتا صاف ظا
ابوبکر ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ ورنہ حضرت عباس
قید نہ لگاتے اور عفیف کنت رابعاً نہ کہتے بلکہ کنت خامساً کہتے ہیں یہ
میں نہیں کرتا کہ یہ راز حضرت عباس کو معلوم ہو گیا ہوا ور ابوطالب سے مخفی رہا ہو
محض عفیف الکندی ہی کے ساتھ یہ واقعہ نہیں ہوا۔ بلکہ اور لوگوں نے بھی
اسی طرح محض حضرت خدیجہ اور حضرت علی ہی کو جناب رسول خدا کے ہمراہ نماز پڑھتے
دیکھا چنانچہ عبداللہ ابن مسعود کو بھی ایک ایسا ہی موقعہ ملا تھا۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال ان اول شیء علمتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدمت مکۃ فی عمومۃ لی فارشدنا علی العباس بن عبد المطلب فانتہینا الیہ وھو جالس الی الکعبۃ من ثم مجلسنا الیہ فبینا نحن عندہ اذا اقبل رجل من باب الصفا نعلوہ حمرۃ ولہ وفرۃ جعدۃ علی انصاف اذنیہ اقنی الانف براق الثنایا ادعج العینین کث اللحیۃ دقیق المسربۃ

امام احمد حنبل نے مناقب میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے جو شے آنحضرت کے متعلق معلوم کی وہ یہ تھی کہ ایک دفعہ میں اپنے چچاؤں کے ساتھ مکہ گیا وہاں ہم عباس ابن عبدالمطلب کے یہاں گئے وہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم بھی انکے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں باب صفا سے ایک سرخ و سفید رنگ کا آدمی آیا اور اس کے رخسا کے گھونگر والے بال کانوں کے نصف تک تھے اسکی ناک نہایت اونچی تھی۔ اور اس کے دانت بہت سفید تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی

ن حسن الوجه	اور نہایت سیاہ تھیں۔ داڑھی بہت گھنی
دامرأة قد سترت	تھی۔ شانے سخت تھے۔ چہرہ نہایت ہی
جسد وانحو	خوبصورت تھا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکا
ستلمه ثم استلم	تھا اور ایک عورت تھی جس نے اپنا چہرہ چھپایا
م والامرأة ثم طاف	ہوا تھا۔ اس جوان نے بڑھکر حجرالاسود کو بوسہ
بت سبعاً والغلام و	دیا۔ اور اس لڑکے اور بی بی نے اسکو چوما۔
لامرأة يطوفان معه فقلنا	پھر اس جوان نے سات مرتبہ کعبہ کے گرد طواف
يا ابا الفضل هذا الدين	کیا اور اس کے ساتھ اس لڑکے اور بی بی نے
لم يكن نعرفه فيكم او شيئ	بھی سات مرتبہ طواف کعبہ کیا پس ہم نے
حدث فقال هذا ابن اخي	عباس سے کہا کہ اے ابا الفضل ہم نے تو پہلے
محمد بن عبد الله والغلام	یہ طریقہ تم میں کبھی نہیں دیکھا۔ شاید کوئی نئی بات
على بن ابى طالب والامرأة	پیدا ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگے یہ میرے بھائی کا بیٹا
امراته خديجه بنت	محمد ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے اور یہ لڑکا
خويلد والله ما على وجه	علی بن ابیطالب ہے اور یہ بی بی خدیجہ بنت
الارض احد يعبد الله	خویلد اس جوان کی زوجہ ہے۔ واللہ تمام روئے
بهذا الدين الا هؤلاء ثلاثه.	زمین پر ان تین شخصوں کے علاوہ کوئی اور خدا
الطبرانی معجم الکبیر فی مسند عبداللہ ابن مسعود	کی عبادت کرنیوالا اس دین میں نہیں ہے۔

مولوی سید صدر الدین احمد حنفی کتاب روائح المصطفےٰ من ازہار المرتضےٰ صلا میں جناب علی مرتضیٰ کی اولیات اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

"آپ بقول مرجح بعد حضرت خدیجہ سب سے اول اسلام لائے۔ آپ نے رسول اللہ کے سامنے کفار پر سب سے پہلے تیغ زنی کی۔ آپ نے بدر میں سب سے اول کافر کو قتل کیا۔ آپ نے سب سے پہلے محاربہ میں مبالغہ کیا یعنی کثرت سے کفار کو قتل کیا۔ آپ نے سب سے پہلے مسئلہ عائلہ کا استخراج کیا۔ آپ نے سب سے پہلے میراث خنثیٰ مشکل میں فتویٰ دیا۔ آپ

نے سب سے اول آنحضرت کے حضور میں قضایا کے فیصلہ
آپ کے قضایا کو برقرار رکھا۔ آپ اول ہیں اُن میں کہ
خدا کی راہ میں فروخت کیا۔ آپ اول ہیں جو قیامت
زانو ٹیک کر خصومت کرینگے۔ اول ہیں جو حوض پر وارد
جو رسول اللہ سے مصافحہ قیامت میں کرینگے۔ آپ اول ہیں
اٹھینگے" پھر صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں:۔

"بقول صحیح مختار بجز حضرت خدیجہ کے اور کسی کو آپ پر سبقت الی
نہیں .... آنحضرت نے آپ کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو منتظر الخلافت کے
کیا جاتا ہے"۔

اس موضوع پر مولوی حافظ محمد علی حیدر نے اپنی کتاب سیرۃ الد
حصہ اول میں ایک عمدہ بحث کی ہے جو کتاب کے صفحہ ۱۳ سے شروع ہوتی ہے۔ یہ
صاحب نہایت راسخ الاعتقاد سنی المذہب تھے جیسا کہ اسی بحث سے اور
نیز اسی کتاب کے صفحات ۷۷ تا ۴ لغایت ۸۳ سے ظاہر ہے۔ جہاں انہوں نے مسئلہ
خلافت پر بحث کی ہے۔ بہر صورت ان حضرات سے اتنا ہی بہت ہے۔ حضرت
علی کی اولیت اسلام کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آنحضرت کے کنار عاطفت میں پرورش پانے کا یہ اثر ہوا کہ آنحضرت
نے جب اپنی عمر کے چالیسویں سال ۶۱۰ء میں دعوے نبوت کیا تو جناب امیر
فوراً ایمان لائے ترمذی شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت دوشنبہ کے دن مبعوث
برسالت ہوئے آپ نے منگل کے دن انکے ساتھ نماز پڑھی ابو رافع آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ
میں دوشنبہ کے دن نبی ہوا۔ خدیجہ اسی روز آخر دن اسلام لائیں۔ میرے ساتھ نماز پڑھی دوسرے
منگل کو علی ایمان لائے پھر زید بن حارثہ ایمان لائے اور انکے بعد ابوبکر صدیق ایمان لائے
ان روایتوں سے حضرت علی کا اول اسلام لانا ثابت ہے جسکے متعلق ہم آئندہ لکھینگے۔
"جناب امیر کے سابق الاسلام ہونے پر اختلاف چلا آتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت

تے ہیں۔ ابن ہشام اور ابن اثیر اور ابو الفدا اور دیگر مستند
ہے کہ آنحضرت کے اظہار نبوت پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ
رت علی ابن ابیطالب۔ پھر خدیجہ کے غلام زید بن حارثہ پھر
یق۔ یہہ امر درایتاً بھی درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت خدیجہ
ضرت کی راستبازی و دیانتداری کا تجربہ کر چکی تھیں۔ اور جناب
رش بچپن سے آنحضرت کے سایۂ عاطفت میں ہوئی تھی۔ پھر اُن کے
سلام میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ خود جناب امیر نے سبقت اسلامی شعر میں
فخریہ بیان کی تھی ؎

سبقتکم الی الاسلام طراً غلاماً ما بلغت اوان حلمی

امام ابو حنیفہ نے اگرچہ نہایت عاقلانہ طریق سے اس قضیہ اولیت کے
رفع کرنے کی کوشش کی جو ایک گونہ سلیم الطبع شخص کے لئے تسلی بخش تو ضرور
ہو سکتی ہے لیکن اُس سے مطلق اولیت پورے طور پر واضح نہیں ہوتی وہ لکھتے
ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق نے اسلام قبول کیا اور بچوں میں
سب سے پہلے حضرت علی نے۔ اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے۔ اور
غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ ایمان لائے۔ ذیل میں اولاً ہم ان احادیث
کا ذکر کرتے ہیں جن سے جناب امیر کی سبقت فی الاسلام ظاہر ہوتی ہے اس کے
بعد بطور محاکمہ متعلق بہ سابقیت ایک بحث لکھینگے اور اس امر کو ثابت کرینگے کہ جناب
امیر کی عمر اسلام لانے کے وقت کیا تھی اور اسلام میں حقیقتاً سابقیت کسکو حاصل تھی"
اس کے بعد فاضل مولف نے ۲۱ احادیث و روایات درج کی ہیں جن سے حضرت
علی کی سبقت اسلامی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

محاکمہ متعلق بسابقیت

متعلق بہ سابقیت اسلام جناب امیر ہم احادیث اوپر لکھ چکے ہیں۔ نفس
سابقیت میں کچھ اختلاف ہے بعض حضرت ابوبکر کو بوجوہ ذیل سابق سمجھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں
نہیں کیا مگر اُس نے انکار کیا اور مجھ سے بحث کی سوائے
بغیر قیل و قال میرے کہنے سے اسلام لائے۔ علامہ بیہقی اس
چونکہ ابو بکر قبل اسلام لانے کے آنحضرت کی نبوت کو علامت ور
کر کے آپ کے بر حق ہونے کی تصدیق دل سے کر چکے تھے۔ لہذا وقت
انکو کسی قسم کا تردد باقی نہ تھا۔ اُنہوں نے اسلام قبول کیا۔ میمون ابن مہران
کہ حضرت ابو بکر سابق الاسلام ہیں اسلئے کہ جب بحیرا راہب سے ملے تب اسلام
اور آنحضرت کا نکاح خدیجہ سے کرایا۔ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ سب سے اول آنحضرت
کے ساتھ ابو بکر نے نماز پڑھی۔ امام ترمذی و ابن حبان حضرت ابو بکر سے روایت
کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کیا میں خلافت کا حقدار نہیں۔ کیا میں اول اسلام
لانے والا نہیں۔ طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں اور عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل
نے زوائد مسند میں شعبی سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے حضرت ابن عباس سے
پوچھا کہ اسلام میں سابق کون ہے اُنہوں نے کہا ابو بکر۔ پھر حسان ابن ثابت کے
اشعار سنائے جس میں اُنہوں نے اولیتِ اسلام ابی بکر کو نظم کیا ہے۔ صرف
انہیں روایات سے حضرت ابو بکر کا سابق الاسلام ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ قبل اسکے
کہ اس مبحث پر کچھ لکھا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ ان میں
کونسی روایت واقعی نفس مبحث پر روشنی ڈالتی ہے۔ اور کونسی نہیں پہلی روایت
سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر نے بلا حجت و قیل و قال اسلام قبول فرمایا
اولیت کے متعلق اس روایت سے بالکل پتہ نہیں چلتا۔ بلا حجت اسلام قبول کرنا
اور سابق الاسلام ہونا دونوں ایک چیز نہیں۔ دوسری روایت پر اگر استدلال صحیح
سمجھا جائے تو پھر اولاً ورقہ بن نوفل سابق الاسلام ہوتے ہیں۔ نہ کہ حضرت ابو بکر
دوم۔ یہ کہ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث برسالت نہیں ہوئے
تھے اور نہ آپ کے سامنے اسلام پیش کیا تھا۔ اسلئے سابق الاسلام ہونیکی بحث میں

ن تیسری روایت سے بھی سابق الاسلام ہونا ثابت نہیں
یا روایتیں ایسی رہتی ہیں کہ جن پر اس معاملہ میں استدلال
چوتھی روایت خود حضرت ابوبکر صدیق کی ہے۔ اور اس پر
قطعی فیصلہ محض اس روایت پر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اور معتبر
اف نہ ملیں تو یہ روایت البتہ قابل استدلال ہو سکتی ہے۔ ورنہ
استدلال ہو سکتا ہے۔ پانچویں روایت حضرت ابن عباس
اس میں بھی یہ بات غور طلب ہے کہ حضرت ابن عباس نے اشعار حسان
بت کو ثبوت میں پیش کیا ہے۔ خود اپنا علم بیان نہیں کیا جس سے یہ امر اخذ
جا سکتا ہے کہ حضر عباس کا یہ ارشاد انہیں اشعار پر مبنی تھا اسکی تائید
حدیث نمبر ۱۸ اور ۱۹ سے بھی ہوتی ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے
سابق الاسلام ہونے کے متعلق ایک خود اُن کی روایت ہے۔ اور ایک حضرت
ابن عباس کی۔ برخلاف جناب امیر کے کہ ان کا سابق الاسلام ہونا انکی روایت
کے علاوہ متعدد روایات سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے جناب امیر کے سابق
الاسلام ہونے پر اجماع ہوا ہے۔......

"محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ابو حازم و محمد ابن المنکدر و ربیعہ
بن عبدالرحمن اور کلبی کا قول ہے کہ علی سب سے اول اسلام لائے۔ ابو اسحاق کا قول
ہے کہ مردوں میں جو شخص کہ سب سے پہلے آنحضرت پر ایمان لایا اور جس نے آنحضرت
کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور جس نے آنحضرت کے ارشادات کی تصدیق کی وہ علی
ابن ابی طالب ہیں۔ ابن اثیر اس بارہ میں لکھتے ہیں کہ ظاہر حال شاہد ہے کہ آنحضرت
کے گھر والے سب سے پہلے ایمان لائے۔ حضرت خدیجہ جناب امیر۔ زید بن حارثہ اور
اُن کی بی بی ام ایمن اور ورقہ بن نوفل۔ یہ سابقین میں ہیں۔ اپنے اس دعوے
کی تائید میں ابن اثیر حضرت سعد بن ابی وقاص کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ حضرت
ابوبکر سے قبل پانچ آدمی اسلام لا چکے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ اس کے علاوہ جو

حدیثیں دربارۂ سابقیت اسلام حضرت ابی بکر روایت ہوئیں
کے جو دربارۂ سابقیت اسلام جناب امیر ہیں معارض پڑ
عباس والی روایت کے۔ اس روایت کے متعلق یہ سمجھ لینا
قبیل حادہے۔ امام فخرالدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ
ابن عباس کی، کہ جس سے لوگ اس امر کا استدلال کرتے ہیں کہ حد
اسلام جناب امیر کے اسلام سے اول ہے۔ وہ حدیث احادیں سے۔
امیر کے سابق الاسلام ہونے پر تقریباً اجماع ہوچکا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی
محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس اور انس بن مالک اور ایک گروہ صحابہ کا یہ قول ہے
جناب امیر سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور بعض راویوں سے منقول ہے کہ اسی پر
اجماع ہوچکا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی و
ابوذر غفاری و مقداد ابن الاسود و عمار بن یاسر و جابر ابن عبداللہ و حذیفہ بن الیمان
و ابوسعید خدری و زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ جناب امیر سب سے اول اسلام لائے
تابعین میں ابن شہاب زہری۔ قتادہ و ابن اسحاق کا بھی یہی قول ہے کہ مردوں
میں سب سے پہلے جناب امیر اسلام لائے۔ حضرت امام ابی حنیفہ کا بھی یہی اعتقاد تھا
سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ کیا صحابہ کرام میں سب سے
پہلے حضرت ابوبکر اسلام لائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ محمد ابن کعب قرظی سے
کسی نے پوچھا کہ اول جناب امیر اسلام لائے یا ابوبکر صدیق۔ انہوں نے جواب دیا۔
سبحان اللہ۔ ان دونوں میں سے جناب امیر پہلے اسلام لائے ہیں لیکن لوگوں کو
شبہ ہوگیا۔ اس لئے کہ جناب امیر نے ابوطالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں
کیا تھا۔ حضرت ابوبکر کا اسلام فوراً ہی ظاہر ہوگیا۔ اس وجہ سے لوگوں نے شبہ میں
پڑ کر حضرت ابوبکر کو سابق الاسلام مشہور کر دیا۔ . . . . . .

"ترغیب اور تحریک سے سبقت فی الاسلام حاصل نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اوپر لکھی
ہوئی حدیثیں جن میں آنحضرت کا خود ارشاد متعلق بہ سبقت صاف اور صریح طور سے

ب موضوع قرار دیجائیں تو کوئی بحث باقی نہیں رہتی۔ رہا یہ امر کہ
ب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا۔ اس امر میں بھی
ما یا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جناب امیر نے بخوف ابوطالب اسلام
ا۔ بلکہ بحکم آنحضرت مخفی کیا تھا جیساکہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں
ان سب باتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ سابقیت اسلام میں جناب امیر ہی کو ہے"
ں کے بعد فاضل مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ اظہار اسلام بھی جناب امیر ہی
بوبکر و جملہ دیگر صحابہ سے پہلے کیا ہے۔

فاضل مؤلف نے بحث مندرجہ بالا لکھی ہے اور اچھی لکھی ہے جماعت اہل حکومت کے ایک عالم سے اس سے زیادہ اور کیا امید کیجا سکتی ہے۔ ایک طرف حق، دوسری طرف آباؤ اجداد کا اعتقاد اور حکام سقیفہ ساعدہ کی محبت بیچارہ کا منطق دو طرفہ ہو جاتا ہے۔ زبان پر آئی ہوئی بات رک لیتے ہیں۔ اور استدلال ادھورا رہجاتا ہے۔ طریقۂ استدلال اس سے بہتر ہو سکتا تھا اور منطق معقول تر۔ اگر بات کو چبا نہ جاتے تو بحث قوی تر ہو جاتی۔ اور کلام زیادہ موثر ہوتا۔ ہم ناظرین کی توجہ ان امور کی طرف دلاتے ہیں جو اس بحث میں نظر انداز کر دئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت ابوبکر کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق جناب رسول خدا کا کوئی قول نہیں ہے۔ برخلاف اس کے جناب علی مرتضیٰ کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق جناب رسول خدا کے بیشمار اقوال ہیں۔ اور آنحضرت نے بار بار اس کو بطور فضیلت عظمیٰ کے بیان فرمایا ہے اہل بصیرت و صاحبان فکر کے لئے یہی ایک دلیل قاطع ہے آنحضرت سے بہتر کون جان سکتا تھا کہ آپ پر سب سے پہلے کون ایمان لایا۔ جس امر کا قطعی فیصلہ خود آنحضرت نے کر دیا پھر اسکو قابل بحث قرار دینا اور اس کے فیصلے کے لئے صحابہ کی طرف رجوع کرنا آنحضرت کی تنقیص شان ہے۔

اس تحقیقات کیلئے نہایت ضروری ہے کہ اس سیاسی فضا دلکی دہ ان دو

حالات کا مطالعہ کیا جائے کہ جس کے اندر ان احادیث نے
پر ہم نہایت تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے باب بست دہم میں
میں لکھینگے جن ذرائع سے حضرت علی کو خلافت سے محر
کی کارروائی کو مستقل و مستحکم کیا گیا ان میں وضع حدیث
ہے۔ ایسی احادیث وضع کی گئیں جن سے حضرت علی کی تنقیہ
فضائل پر پردہ پڑے اور حکام سقیفہ کا درجہ لوگوں کی نظروں
روایات میں سے یہ حضرت ابوبکر کی روایات اولیت اسلام بھی
بات ایسی ہے جو حافظ محمد علی حیدر حنفی کے منہ سے نہیں نکل سکتی۔

جو احادیث شاذونادر حضرت ابوبکر کے سابق الاسلام ہونے کے م
ہیں ان پر اچھی خاصی تنقید صاحب سیرۃ العلویہ نے کر دی ہے۔ اور ہم بھی ا
متعلق بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ جو تھوڑا سا رہ گیا ہے اسکو اب بیان کرتے ہیں
علامہ بیہقی کی بحث عجیب شان مجبوری اپنے میں مضمر رکھتی ہے۔ اور وہ کونسی
علامات تھیں جنکو دیکھکر حضرت ابوبکر نے آنحضرت کی بعثت سے پہلے آپ کو
نبی تسلیم کیا تھا۔ اگر وہ علامات حضرت بیہقی بیان فرما دیتے تو ان کی بحث کو اچھی
قوت مل جاتی۔ ان کے اظہار سے پہلو تہی کرنا ان کی بحث کو کمزور کرتا ہے۔ آنحضرت
امین تھے۔ سچے تھے۔ دیانتدار تھے۔ ہر ایک خصلت حمیدہ آپ میں تھی اس
سے زیادہ حضرت ابوبکر کو معلوم نہ تھا لیکن ہر ایک خصائل حمیدہ رکھنے والا شخص
نبی نہیں ہوتا۔ کبھی خود تو حضرت ابوبکر نے نہ فرمایا کہ میں نے بعثت سے پہلے آنحضرت
کو نبی تسلیم کیا تھا۔ اور فلاں فلاں علامات کی وجہ سے کیا۔ میمون ابن مہران کی بحیرا
راہب والی روایت کچھ حضرت ابوبکر کے لئے باعث فخر نہیں۔ آنحضرت نے تو ابھی
دعوی نبوت نہیں کیا تھا۔ راہب نے کہا تھا کہ آپ نبی ہونگے۔ اگر حضرت ابوبکر نے راہب
کو سچا سمجھا تو انہوں نے راہب کی تصدیق کی۔ اور اس کی صداقت کو تسلیم کیا۔ نہ کہ
آنحضرت کے دعوے نبوت کو۔ کیا حضرت ابوبکر کو کاہنوں پر ایسا اعتقاد تھا اور

...ت سچا علم تھا۔ کیا کاہنوں کی باتوں ہی کی بنا پر آنحضرت کو
...در آپ کی نبوت کو تسلیم کیا تھا۔ کیونکہ کاہنوں نے اپنے علم
...ئے حضرت ابوبکر کو بتا دیا ہوگا کہ یہ شخص یعنی محمد مصطفےٰ صلعم ایک
...عمل کریگا اور اس کے دوسرے اس کے جانشین ہونگے
...ور راہبونکو نبوت کا علم غیب پیش از وقت ہو سکتا ہے تو حکومت کا
...سلتا ہے۔ اگر آنحضرت کے عہدۂ نبوت کی پیشینگوئی کر سکتے تھے۔ تو
...پ کی حکومت کی پیشینگوئی پہلے کی ہوگی۔ علاوہ ساری باتوں کے پھر تو
وہ راہب سابق الاسلام ہوا نہ کہ حضرت ابوبکر۔ آنحضرت نے تو واپس آنکر
حضرت خدیجہ سے یہ نہ کہا۔ کہ میں نبی مقرر ہونے والا ہوں۔ کیونکہ راہب نے
اطلاع دی ہے لیکن حضرت ابوبکر بڑھ گئے اور اُن کو نبی تسلیم بھی کرلیا۔ اس کے
بعد معلوم نہیں شاید ارکان اسلام سیکھنے کیلئے بھی راہب کے پاس گئے ہونگے۔
کیونکہ وہ ارکان راہب ہی بتا سکتا تھا۔ آنحضرت پر تو ابھی انکا انکشاف نہ ہوا تھا
اور مسلمان بغیر ارکان اسلام پر عمل کرنے کے ایک بے معنی شے ہے۔

تمام روایات پر جن سے حضرت ابوبکر کا سابق الاسلام ہونا بیان کیا جاتا ہے
بحث کرنے کے بعد صاحب سیرۃ العلویہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق
کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق ایک خود ان کی اپنی روایت ہے اور ایک
حضرت ابن عباس کی۔ باقی روایات کی تردید انہوں نے کردی ہے۔ ان د
روایات پر اُن کی رائے میں اس وجہ سے عمل نہیں ہو سکتا کہ ابوبکر والی روایت
کے برخلاف اور بہت سی روایات ہیں اور حضرت ابن عباس والی روایت
از قبیل احاد ہے۔ گویا دونوں وضعی ناقابل اعتبار ہیں۔ اُن دونوں روایات کو
رد کرنے کے لئے ان وجوہات کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں۔ حضرت ابوبکر والی
روایت کو اصلی الفاظ میں اُنہوں نے نقل نہیں کیا۔ یہ اُس لکچر کا ایک حصہ ہے
جو حضرت ابوبکر نے اپنے حق میں مجلس سقیفہ بنی ساعدہ کے اندر دیا تھا۔ لیکن اس

طرح کسی مورخ نے بیان نہیں کیا۔ اگر صاحب سیرۃ العل
تو بہتر تھا۔ ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث میں اس کی
تاریخ طبری، الکامل ابن الاثیر، مروج الذہب مسعودی، ت
الخمیس۔ کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ یہ سب
اور گفتگوؤں کو اپنے اپنے طرق و اسناد سے نقل کرتے ہیں۔
ایسی عبارت نہیں لکھی جس کا ترجمہ وہ ہو جو صاحب سیرۃ العلویہ۔
نے یہ نہیں لکھا کہ حضرت ابوبکر نے یہ کہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ کتاب ا
والسیاستہ میں یہ عبارت ملتی ہے۔ فکنا معشر المہاجرین اول الناس
یعنی ہم مہاجرین اسلام لانے میں اول تھے۔ یہ فقرہ جماعت مہاجرین کیلئے کہ
ہے۔ کیونکہ جماعت انصار سے مقابلہ تھا۔ چنانچہ آگے چلکر فرماتے ہیں نحن عشیرۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم رسول خدا کے قرابتدار ہیں۔ یہاں بھی مقابلہ
جماعتوں سے کیا گیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر میں قرابتداری کوئی خاص
نمایاں نہ تھی۔ جو شخص کہ قریب ترین تھا اس سے تو اعراض کیا گیا تھا جناب
رسول خدا نے بھی دعوت ذی العشیرہ میں انکو مدعو نہیں کیا تھا اس کے بعد جو حضرت
ابوبکر سے رشتہ ہوا۔ وہ اس امر کے لئے مفید نہ تھا۔ کیونکہ بیوی کا باپ عشیرہ میں
نہیں آتا۔ بہرصورت یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی سے مقابلہ نہیں کیا۔ یہ دعوے صرف
حاضرین جلسہ کے خلاف پیش ہوا تھا اس محدود مجمع اور بند کمرے کے باہر آنکر کبھی
یہ دعوے برسر منبر پیش نہیں کیا گیا۔ برعکس اس کے حضرت علی کے دعوے کے
الفاظ و طریقہ و مقام دعوے ملاحظہ ہوں۔ برسر منبر علانیہ ایک دفعہ نہیں بار ہا
تمام امت کے مقابلہ میں کھلے بندوں بے دھڑک بلا خوف تردید آپ فرماتے
ہیں کہ اس امت میں سب سے پہلے اسلام لانے والا میں ہوں۔ میرے سوائے
جو یہ دعوے کرے وہ کاذب ہے۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ میں نے آنحضرت کیساتھ
تم سب سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔ کئی موقعوں پر آپ نے ابوبکر کا نام لیکر

ایمان لایا ہوں۔ یہ دعویٰ ہے جو خود آپ اپنی دلیل ہے
ہ کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی کیلئے کتنا فخر کا مقام ہے
آگے سجدہ ہی نہیں کیا مسلمان پیدا ہوئے اور مسلمان ہی رہے
ں امت میں ہیں۔ ابھی عالم طفولیت ہی تھا کہ اسلام ظاہری بھی
، ذہن و ذکا کی رسائی اور فطرت کی کاملیت کا اس سے بہتر اور
لتا تھا کہ آپ نے اس عمر میں توحید کے نکات و معاد کی حقیقت
ن کے مقصد کو سمجھا اور ان پر عمل کیا کہ جب ور بچے لہو و لعب میں
ل رہتے ہیں۔ چونکہ آپ کی فطرت کامل تھی اور کفر و شرک کے لوث سے
برا لہذا آپ نے وحدانیت ذات باری و رسالت محمدی و حیات ابدی و نشاۃ
اولی و اخری کو ایسا پہچانا کہ پچاس برس کے بوڑھے جنکی فطرت میں ہر سوئی بت پرستی
نے شرک و کفر کو طبیعت ثانیہ بنا دیا کہ ان میں سے کبھی وہ نکلا ہی نہیں اور بقول آنحضرت
ہمیشہ چیونٹی کی چال کی طرح جاری و ساری رہا۔ کبھی پہچان ہی نہ سکے۔ بوقت قبول
اسلام حضرت علی کی عمر ساڑھے بارہ سال کی تھی۔ محمد ابن حنیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت
علی کی عمر ۶۵ سال کی ہوئی دیکھو اسد الغابہ۔ مطالب السئول میں کمال الدین محمد
ابن طلحہ شافعی نے اسکو صحیح مانا ہے۔ نزول وحی کے بعد جناب رسول خدا ۲۳ سال
تک اس عالم فانی میں رہے۔ اور آنحضرت کے انتقال کے بعد حضرت علی ساڑھے
انتیس سال زندہ رہے۔ لہذا بوقت بعثت رسول حضرت علی کی عمر ساڑھے بارہ
سال کی ہوئی۔ یہ تو بہت ہے۔ حضرت علی تو اس جماعت کے ایک فرد تھے جن کو
مہد ہی میں علم و حکمت خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں۔ انکی نسبت
پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اتیناہ الحکم صبیا۔ اگر حضرت عیسیٰ پیدا ہوتے ہی اپنی
والدہ کی عصمت کی تصدیق کر سکتے تھے اور وہ تصدیق منکرین کے خلاف قابل
احتجاج تھی تو اس تصدیق میں کیا نقص آگیا۔ جو جناب علی مرتضیٰ نے نو یا دس یا
ساڑھے بارہ سال کی عمر میں جناب محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت و رسالت کی کی حضرت

ابن عباس والی روایت کا بھی اردو ترجمہ صحیح نہیں ہے ہم نقل کر چکے ہیں۔ اُس میں یہ صریح بیان نہیں ہے کہ ابوبکر اول۔ محض حسان بن ثابت کے اشعار کی طرف اشارہ کر کے حضرت ابو بکر کو پیچھا چھڑایا ہے۔

غرضیکہ ثابت ہوا کہ سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ اور نہ کبھی عیسائیت یا کسی اور گمراہ مذہب کی پیروی کی۔ لہٰذا اس امت کے سب سے پہلے مسلمان حضرت علی ہوئے ذیل میں ہم وہ تمام حوالہ جات ایک جگہ جمع کرتے ہیں جن میں حضرت علی کا سابق الاسلام ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الاول ص ۳۲۳۔

ابن الاثیر الجزری: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۲۰ و ۲۱۔

ابن ہشام: سیرۃ النبی۔ الجزء الاول ص ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۷۔

محمد ابن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثانی ص ۲۱۱ لغایت ۲۱۴۔

ابوالفداء: کتاب المختصر فی احوال البشر۔ الجزء الاول ص ۱۱۵ و ۱۱۶۔

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء الثالث ص ۲۴ و ۲۵ والجزء السابع ص ۲۲۳ و ۳۳۳ و ۳۳۴۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول۔ جزء سیوم ص ۱۵

امام احمد بن حنبل: مسند الجزء الاول ص ۹۹ و ۱۴۱ و ۲۰۹ و ۳۳۱ و ۳۷۳۔ الجزء الرابع ص ۳۶۸۔ الجزء الرابع ص ۳۷۰ و ۳۷۱۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۳۲ و ۱۳۶۔

ابوداؤد الطیالسی: مسند حدیث ۸ و ۶۷۸ و ص ۲۷ و ص ۲۶ حدیث ۱۸۸۔

ابن عبدالبر: الاستیعاب ترجمہ نمبر ۱۸۱۵ ص ۴۷۰ و ۴۸۶۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل الرابع ص ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۲۰۳۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی ص ۷۲ حدیث ۲۹۔

بالسادس صفحہ حدیث ۶۰۸۸ و ۶۰۸۹۔

۲۰۷۔ میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار صفحہ و مفتاح النجا۔

التہذیب و فتح الباری۔ الجزء السابع صفحہ ۵۷۔

ح المطالب باب چہارم صفحہ ۳۸۶

ین احمد حنفی: در ثمر المصطفیٰ من ازھار المرتضیٰ صفحہ ۱۱

ند عبد اللہ ابن مسعود۔ حافظ محمد علی حیدر: سیرۃ العلویہ حصہ اول صفحہ ۳۱

رج الذہب مطبوعہ بولاق ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۳ ہجری الجزء الاول صفحہ ۳۰۔

یوسف الکنجی: کفایت الطالب۔ ابن ماجہ: سنن۔ الجزء الاول صفحہ ۵۲

بط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام صفحہ ۱۱

یخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثانی عشر

فی سبق اسلام علی ص ۶۰ و ۶۲ و ۶۱۔ باب الحادی والخمسون صفحہ ۱۵

محمد ابن حبان: اسعاف الراغبین صفحہ ۱۳۔ ابن مردویہ: کتاب المناقب۔

عبد الرحیم بن حسین العراقی: کتاب التنقید والایضاح لما اطلق واغلق۔

دیلمی: فردوس الاخبار۔ اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

نسائی: کتاب الخصائص علویہ۔ حافظ ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء

ابن قتیبہ: المعارف۔

۱۶۔ شجاعت و نصرت اسلام۔

نبی کی بعثت کا مقصد اس دین کی اشاعت و نصرت ہے کہ جس کی تبلیغ کے لئے وہ مبعوث ہوتا ہے۔ اس کے جانشین کیلئے یہ اشد ضروری ہے بلکہ یہ اس کی شناخت ہے کہ تمام امت میں سے اُس میں سب سے زیادہ نصرت دین کی قابلیت و اہلیت ہو۔ اور بطور امر واقعہ بھی اُس نے سب سے زیادہ نصرت دین کی ہو۔ کافروں کے سامنے جنگ سے فرار کرنا نبی کی شان کے خلاف ہے۔ اُس کا فرار دین کا فرار اور کفر کی فتح ہے۔ آرے سے چر جائیں گے لیکن بھاگیں گے نہیں۔ خوشی سے آگ

میں پڑ جائینگے لیکن فرار کا ارادہ بھی نہیں کرینگے۔ خصوصاً اپنی آخری پر جہاد فرض کیا گیا تھا اور جس سے خداوند تعالیٰ نے غلبہ و فتح جنگ سے فرار کرنا کفر و الٰہی کی فتح اور مقصد الٰہی کی شکست تھی اُن لڑائیوں میں بھی کہ جن میں آپ کی فوج نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا بھاگ گئے۔ آپ خود میدان سے نہیں ہٹے۔ اُس کے خلیفہ و جانشین شان ہونی چاہئے کہ فرار کو عار سمجھے۔ اور اُس کی شناخت یہ ہے کہ وہ رسول طرح کبھی جنگ سے نہ بھاگا ہو۔ چنانچہ جب کبھی جناب رسول خدا کو ہم نے اپنے کل اصحاب کے بھاگ جانے کے بعد میدان جنگ میں تن تنہا اعدائے دین کے مقابلہ میں کھڑا ہوا دیکھا حضرت علی کو ہمیشہ آپ کے پہلو میں آپ کی نصرت کرتے ہوئے پایا۔ آنحضرت جوش مسرت میں حضرت علی سے کہتے ہیں کہ تم اوروں کی طرح کیوں نہ اپنی جان بچا کر بھاگ گئے تو علی جواب دیتے ہیں۔ االکفر بعد الایمان۔ کیا میں ایمان کے بعد کافر ہو جاتا۔ جناب علی مرتضیٰ کے کرار غیر فرار ہونے کی شہادت واقعات دے رہے ہیں۔ اور جناب رسولخدا کے اقوال اُس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ حضرت علی کی شجاعت و نصرت دین مسلم ہے۔ جناب رسول خدا کے زمانہ کے غزوات پر نظر عمیق ڈالنے سے مندرجہ ذیل امور اچھی طرح منکشف ہو جاتے ہیں۔

(۱) اسلام اور رسول اسلام کے سخت ترین دشمن بنو امیہ تھے۔ جن کے رئیس ابوسفیان تھے۔

(۲) اگر ابوسفیان اور اُنکا خاندان نہ ہوتا تو جنگہائے بدر و احد و احزاب حتّٰی کہ جنگ خیبر کبھی واقع نہ ہوتے۔ اور نہایت اغلب ہے کہ آنحضرت کو مکہ چھوڑنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ نہایت امن و اطمینان کے ساتھ مکہ و مدینہ اور تمام عرب میں اسلام پھیل جاتا۔

(۳) ابوسفیان کی کوششوں کو خاک میں ملانے والا تن تنہا علی بن ابی طالب تھا ہجرت کی کامیابی اور تمام لڑائیوں کی فتح کا سہرا محض علی کے سر پہ ہے۔

ی کی طبیعت نفلی حالت و زبانی ہمدردیٔ اسلام اور اوپری محبت
رح ہو جاتا ہے جنہوں نے خاندان رسول یعنی بنو ہاشم اور خصوصاً
یں اسی دشمن رسول خاندانِ بنی امیہ کو مستحکم اور مضبوط بنانے کی
ں۔ ایسے بڑے دشمن رسول کے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے شام
بی۔ اور پھر جان بوجھکر کہ حضرت عثمان اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بڑھائینگے
جائز مہربانیاں کرینگے۔ حضرت عثمان کو خلیفہ مقرر کرا دیا تاکہ بنو امیہ اچھی طرح
ہو جائیں اور ان کی شام کی حکومت کبھی حضرت علی و بنو ہاشم کو خلافت اسلامیہ
پر قابض نہ ہونے دے۔

(۵) حضرت علی کی شجاعت و نصرت دین کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) آنحضرت نے حضرت علی کو کبھی کسی کے ماتحت نہیں کیا۔

(۷) سقیفہ بنی ساعدہ کے قائم کردہ حکام اصلی خلیفۂ رسول نہ تھے۔ کیونکہ بارہا ایسا ہوا کہ جناب رسول خدا تو میدان میں ثابت قدم رہے اور باوجود قلت انصار کے میدان جنگ کو نہ چھوڑا۔ لیکن یہ بزرگوار جناب رسولخدا کو تنہا میدان جنگ میں چھوڑ کر خود بھاگ گئے۔

(۸) حضرت علی کے غزوات و جہاد فی سبیل اللہ میں عرب کے بہت سے قبیلوں کے افراد آپ کی ذوالفقار کا شکار ہوئے۔ کینہ اور عادت قصاص جو اہل عرب کی خاص خصلتیں تھیں اُنہوں نے اُن خاندانوں کو ہمیشہ کے لئے حضرت علی کا دشمن بنا دیا۔ لہذا ان تمام لوگوں کا اتحاد حکومت اولی و حکومت بنی امیہ و حکومت بنی عباس کے ساتھ حضرت علی کے خلاف فطرتی و لازمی تھا۔ ان سب نے ہم نوا ہو کر عمداً و ارادتاً حضرت علی کے خلیفہ و جانشین مقرر ہونے کو چھپانے کے لئے یہ مغالطہ پیدا کیا اور پھیلایا کہ آنحضرت نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ اسلام کی قسمت کا فیصلہ پانچ بڑی لڑائیوں نے کیا ہے جو سب آنحضرت کے زمانہ میں واقع ہوئیں۔ اگر خدانخواستہ اُن کا نتیجہ مسلمانوں کے برخلاف ہوتا تو پھر اسلام کا نام دنیا میں کوئی نہ سنتا اور دنیا

کی تاریخ دوسری طرح لکھی جاتی۔ یہ پانچ بڑی لڑائیاں یہ تھیں
جنگ احزاب۔ جنگ خیبر، جنگ حنین۔ یہ اسلام کی ف
جن میں اسلام صرف اپنی ہستی قائم رکھنے کے لئے لڑ رہا تھ
توجہ ان لڑائیوں کی طرف تھی۔ ان لڑائیوں کا ذکر قرآن شریف
قرآن شاہد ہے کہ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں ان لڑائیوں میں ثا
کی بہت قدر و منزلت ہے۔ اقوال رسول بتاتے ہیں کہ ایسے لوگوں ک
بارگاہ نبوت میں بھی بہت تھی۔ لہذا ہم ان لڑائیوں کا ذکر اختصار کے سا
مقاصد کو مد نظر رکھا کرتے ہیں۔

جنگ بدر۔ ۱۹ رمضان ۲ھ ہجری مطابق ۱۷ مارچ ۶۲۴ء

اس لڑائی کے فتح کرنے والے محض حضرت علی و حضرت حمزہ تھے۔ اور علم
جنگ حضرت علی کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علی کی عمر بیس سال کی تھی۔ جب جنگ بدر
کا علم آنحضرت نے علی کو دیا۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۱۱
حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۱۸
ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۴۴

اس جنگ میں کفار ان کے ستر آدمی مارے گئے۔ جن میں قریش کے تمام گھرانوں
کے معزز لوگ شامل تھے۔ خصوصاً بنو امیہ۔ بنو مخزوم اور بنو اسد۔

جرجی زیدان: تمدن اسلام حصہ اول ص ۴۱ اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوئم ص ۸۳

ان میں آدھے سے زیادہ اشخاص صرف حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ابن الاثیر:
تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۴۴، ۴۷ و تاریخ الخمیس حسین دیار بکری: الجزء الاول ص ۴۱۸ و
۴۲۶ و ۴۲۷۔ اردو ترجمہ تاریخ واقدی نولکشوری ص ۱۱۲ مطالب السؤل طلحۃ الشافعی کفایت
الطالب محمد ابن یوسف الکنجی تاریخ اسلام مؤلفہ ذاکر حسین حصہ اول ص ۱۵ المصطفیٰ ص ۱۳۳
ارجح المطالب عبید اللہ امرتسری۔

یہ قطعاً یقینی ہے کہ اس نہایت اہم لڑائی کی فتح صرف دو آدمیوں کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ یعنے علی جن کے پاس زرہ تک نہ تھی۔ اور حمزہ۔

It certa that the w. this most im, fight was n due to the prowess of Ali (who fought n. armour to his back) and Hamza.

Life of Mohammad by D.S. Margoliouth Page a

یہ کتنی عظیم الشان شجاعت و دلیری و کمال ایمان کی شہادت ہے کہ بغیر زرہ کے لڑے اور ایسے لڑے کہ آدھے سے زیادہ مشرکین کو قتل کیا۔ مولوی عبیداللہ امرتسری اپنی کتاب ارجح المطالب ۲۴۱ باب سوم میں لکھتے ہیں:۔

"اسی طرح حضرت علی ایک کے بعد ایک کو قتل کرتے تھے۔ یہانتک کہ آپ نے نصف کو قتل کیا۔ اور کل مقتول ستر تھے بنصف اور مسلمانوں نے قتل کئے یہی تعداد علامہ کمال الدین طلحۃ الشافعی نے اپنی کتاب مطالب السئول میں اور علامہ محمد بن یوسف الکنجی نے کفایت الطالب میں بھی بتلائی ہے"۔

قریش کے بہت سے قبیلوں کے آدمیوں اور سرداروں کو حضرت علی نے قتل کیا۔ ملاحظہ ہو فہرست مقتولین مشرکین مندرجہ اردو ترجمہ تاریخ واقدی ص ۱۰۹ لغایت ۱۱۲۔ ابوسفیان نے عہد کر لیا کہ دنیا کی ہر ایک زینت اس پر حرام ہے جب تک کہ وہ جنگ بدر کا بدلہ نہ لے۔ شہر میں منادی کرا دی کہ کوئی شخص اپنے مقتولین پر نہ روئے کیونکہ آنسوؤں سے آتشِ انتقام و جوش غضب پر پانی پڑ جاتا ہے اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون۔ جلد سوئم۔ نامور مشرکین مکہ میں سے جو صرف جناب علی مرتضےٰ کی شمشیر سے مارے گئے وہ یہ تھے:۔

ولید بن عتبہ اموی برادر ہندہ مادر معاویہ۔ شیبہ بن ربیعہ اموی عم ہندہ مادر معاویہ۔ عاص بن سعید بن عاص اموی۔ نوفل بن خویلد بن اسد مسعود بن

مغیرہ۔ عم خالد بن ولید ابو القیس بن الفاکہ۔ عبداللہ بن منذر
صاحب ابن سائب حنظلہ و ابو عمر امری پسران ابو سفیان یعنی
بن الحارث عقیل بن نوفل۔ ان مقتولین میں امیر معاویہ کے پانچ

اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بزرگوار کہاں ہیں جن
دوں پرور نے یہ زعم پیدا کر دیا۔ کہ برخلاف علی کے ہم جانشینان
سقیفہ بنی ساعدہ میں بوجوہات چند در چند جن کا ذکر آگے آئیگا۔
بعد اس امت کے والی و وارث بنا دیئے گئے۔

شان رسالت سے بعید تھا کہ پہلوانوں کی طرح کافروں کے مقا
بلہ آکر دست بدست جنگ کریں علاوہ اس کے آپ کی ذات بابرکات کے
اسلام کے سارے مستقبل کا انحصار تھا۔ لہذا آپ کی حفاظت ضروری ہوئی چنا
میدان جنگ میں ایک علیحدہ مقام محفوظ آپ کے لئے تجویز کیا گیا۔ اور وہاں ایک
عریش تیار ہوا۔ ترتیب صفوف کرنے کے بعد آپ وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ اور وہاں
مسلمانوں کی امداد اس ہتھیار کے ذریعہ سے کی کہ جسکے بغیر فتح ناممکن تھی یعنی دعا
بدرگاہ قاضی الحاجات۔ گویا تین وجوہ سے وہ عریش آپ کے لئے تیار کیا گیا
تھا (۱) عظمت و رفعت شان رسالت جس کیلئے پہلوانوں سے دست بدست
لڑنا ناموزوں تھا (۲) حفاظت (۳) جائے اطمینان تاکہ درگاہ قاضی الحاجات
میں مسلمانوں کے لئے دعا کریں۔ اسیطرح جنگ احد میں بھی آپ نے خود جنگ نہیں
کی۔ جنگ کفار کا نرغہ ہوا تو حضرت علی کو حکم دیا کہ انکو مجھ سے دور کر دو۔ جنگ احزاب
میں بھی عمر عبدود کے مقابلہ میں خود نہ نکلے بلکہ حضرت علی کو بھیجا۔ جنگ خیبر میں خود قلعہ
فتح کرنے تشریف نہ لیگئے بلکہ دیگر صحابہ کو بھیجتے رہے لیکن جو آپ کیلئے موزوں اور ضروری
تھا وہ اوروں کیلئے مناسب نہ تھا۔ حضرت علی یا دیگر صحابہ کیلئے مناسب نہ تھا کہ جنگ سے
علیحدہ ہو کر مقام محفوظ میں بیٹھ جاتے۔ اگر سب اسیطرح کرنے لگتے تو کون لڑتا لیکن اصحاب میں سے
جو بزرگ جنگ کی حرارت برداشت نہ کر سکے وہ کسی نہ کسیطرح اس عریش کے اندر چلے ہی آئے

ہیں بتلایا تھا۔ تاریخ الخمیس سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:-

له عليه وسلم
ـ ابوبكر الصديق
ـ الله صلى الله
صفوف ورجع الى
دخله ومعه فيه ابوبكر
فيه غيره ورسول الله صلى
الله عليه وسلم يناشد ربه ما وعده من
نصره ويقول فيما يقول اللهم ان
تهلك هذه العصابة اليوم لا تعبد
في الارض ابدا وابوبكر يقول
يا نبي الله يكفيك بعض مناشدتك
ربك وان الله منجز لك ما وعدك
..... وسعد بن معاذ قائم على باب
العريش الذي فيه رسول الله
صلى الله عليه وسلم متوشحا
متوشحا السيف في نفر
من الانصار يحرسون رسول
الله صلى الله عليه وسلم يخافون
عليه كثرة العدو.

جناب رسولخدا صلعم عریش میں جلوہ افروز تھے اور
انکے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق تھے ... پھر جناب
رسولخدا نے صفوف فوج کی درستی کی اور اسکے
بعد آپ عریش میں واپس تشریف لائے۔ اور
پھر بھی حضرت ابوبکر آپکے ساتھ لگے ہوئے
عریش میں چلے آئے لیکن ابوبکر کے سوا اور
کوئی شخص عریش میں نہ تھا۔ پھر جناب رسولخدا
قاضی الحاجات کی درگاہ میں دعا کرنے میں مشغول
ہوئے۔ اور وہ نصرت و امداد طلب فرماتے
تھے جس کا وعدہ خداوند تعالیٰ نے کیا ہوا
تھا۔ آپ کہتے جاتے تھے کہ بار الٰہا اگر یہ
چھوٹی سی جماعت آج ہلاک ہو گئی تو پھر ابد
تک تیری عبادت کرنیوالا پیدا نہ ہوگا۔ اور
حضرت ابوبکر آپکو دعا سے روکتے جاتے تھے
اور کہتے تھے اے رسولخدا جتنی آپنے مناجاتیں
کیں اُنسے کم ہی کافی تھیں۔ خدا اپنا وعدہ پورا
کریگا .... سعد ابن معاذ اپنی تلوار کھینچے ہوئے
ایک جماعت انصار کے ہمراہ دروازہ عریش
پر کھڑے ہوئے جناب رسولخدا کی حفاظت
دشمنوں کے حملہ سے کر رہے تھے۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۲۷ و ۴۲۹

ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۴۷

حضرت ابوبکر تو اس طرح محفوظ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر کا کہیں نام ہی

نہیں آتا۔ اور حضرت عثمان شروع سے جنگ بدر میں شریک ہیں۔
علی المتقی: کنز العمال الجزء الخامس ص ۲۷۱ حدیث ۵۳۸۲۔
حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۱۸۔

جنگ احد بروز ہفتہ ۱۱ شوال ۳ ہجری

مسلمانوں کی فتح سے یہودان مدینہ کے سینہ میں آتش حسد بھڑکی۔ ان میں سے ایک کعب بن اشرف جو مشہور شاعر تھا مکہ آیا۔ اور کشتگان بدر کے مرثیے کہکر مشرکین کفار کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا۔ تاریخ ابن ہشام میں اُس کے بہت سے مرثیہ درج ہیں۔ کعب کے ان پر درد نوحوں نے قریش کے اوپر بہت اثر کیا۔ وہ گھر گھر میں مدعو کیا جاتا تھا اور اُس کے نوحے سُنے جاتے تھے۔ تاریخ الخمیس کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مکہ میں تنہا نہیں گیا۔ بلکہ اپنے ساتھ چالیس آدمی اور لیتا گیا۔ ابوسفیان کا مہمان ہوا۔ اور ابوسفیان اُس کو ساتھ لیکر تمام قریش کو کعبہ میں لایا۔ اور سب نے حرم کا پردہ تھام کر قسم کھائی کہ جبتک مسلمانوں سے کشتگان بدر کا بدلہ نہ لے لیں گے آرام سے نہ بیٹھینگے۔ ابوسفیان نے عمرو بن العاص اور ابو عزے دو شاعروں کو قبائل عرب کے پاس دعوت دیکر بھیجا کہ سب مل کر محمد صلعم اور اسلام کا نام دنیا سے مٹا دیں۔ اس طرح تین ہزار جوانان جرار کی فوج تیار ہوگئی اور مکہ سے نکل کر مدینہ کا رُخ کیا۔ ابوسفیان ان سب کا سپہ سالار تھا۔ اور اُس کی عورت ہندہ جس کا باپ عتبہ اور بھائی ولید جنگ بدر میں مارے گئے تھے انتقام کے جوش میں زنانِ قریش کے پندرہ کجاوے تیار کر کے لشکر کے ساتھ ہوگئی تاکہ میدان جنگ میں کشتگان بدر پر نوحے پڑھکر لڑنے والوں کو جوش اور غیرت دلائیں۔ اور ساتھ ہی قریش کے بڑے بت ہبل کو ایک اونٹ پر ساتھ لے لیا تاکہ کینہ کی آگ کے ساتھ دینی حرارت ملکر گرمی پیکار کو تیز کرے۔ آنحضرت کو بھی اس کی خبر ہوئی جس وقت لشکر کفار عینین میں جو بطن سبخہ سے مدینہ کے مقابل ایک پہاڑ ہے پہنچا تو آنحضرت نے ۶ شوال ۳ ہجری مطابق ۶۲۵ء بعد نماز جمعہ شہر سے کوچ کیا۔ تھوڑی دور تشریف

...بن ابی منافق نے عین موقعہ پر دغا دی۔ اور اپنے تین سو
...سے الگ کر لیا اور مدینہ میں واپس آ گیا۔ آنحضرت کے
...جانباز مہاجر و انصار رہ گئے جنہوں نے تین ہزار کافروں
...ملی وادی میں شام کے وقت ڈیرے ڈال دئے۔ دوسرے
...ر کے بعد آنحضرت نے اس چھوٹی سی فوج کو کفار کے مقابلہ میں لڑائی
...یا۔ کوہ احد پشت پر تھا۔ اور جبل عینین جانب چپ تھا چونکہ جبل
...یں ایک درہ تھا جدھر سے کفار کے حملہ کرنے کا امکان ہو سکتا تھا۔
...ضرت نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ درہ کی حفاظت پر مقرر
...کے تاکید شدید کر دی کہ کسی حالت میں اپنے مقام کو نہ چھوڑیں۔ اب جو ہوا وہ
سب کو معلوم ہے جس کی تفصیل کی اس جگہ چنداں ضرورت نہیں مسلمانوں کو
فتح ہوئی اور انہوں نے کفار کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ان تیراندازوں نے لوٹ میں
شامل ہونے کی غرض سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ کافروں کے پہلوان خالد بن ولید
نے موقعہ پا کر درہ میں سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی حضرت
امیر حمزہؓ شہید ہوئے۔ تمام مسلمان سوائے دو چار اصحاب کے آنحضرت کو میدان
جنگ میں تن تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آنحضرت کے ساتھ
صرف چودہ اصحاب رہ گئے (تاریخ الکامل اور تاریخ ابن الوردی) آخر کار ان میں سے کچھ
شہید ہو گئے اور کچھ بھاگ گئے اور اب صرف حضرت علی ہی آپ کے ساتھ
تھے۔ وہ وقت اور وہ منظر بھی عجیب تھا۔ کفر کی تند ہواؤں نے بزم ایمان کو
پراگندہ کر دیا ہے لیکن شمع نور الٰہی اسی طرح صبر و سکون کے ساتھ جل رہی ہے
اور اس کے ارد گرد پھرتا ہوا شخص ایک فدائی پروانہ نظر آتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر
تاریخ الکامل میں لکھتے ہیں:-

وکان الذی قتل اصحاب اللواء علیؓ
فلما قتلهم ابصر النبی صلعم جماعة

جب مسلمانوں نے فرار کیا تو علی نے مشرکین
کے علمبرداروں پر حملہ کر کے انکو قتل کر دیا پھر

من المشرکین فقال لعلی	جناب رسول خدا نے
احمل علیھم ففرقھم	دیکھی تو علی سے کہا کہ
وقتل فیھم ثم ابصر جماعۃ	اُن پر حملہ کر کے اُنہیں
اخری فقال لہ احمل فحمل	منتشر کر دیا۔ پھر آنحضرت نے
علیھم وفرقھم وقتل فیھم	دوسری جماعت اپنی طرف
فقال جبرئیل یا رسول اللہ	پھر علی سے کہا کہ ان پر حملہ کرو۔ چنانچہ
ھذہ المواساۃ فقال	نے ان پر حملہ کر کے انکو متفرق و قتل کر دیا۔
رسول اللہ صلعم انہ منی	جبرئیل نے رسول خدا سے کہا کہ یہ ہے علی کی
وانا منہ فقال جبرئیل وانا	محبت و غمخواری۔ رسول خدا نے فرمایا کیوں
منکما قال فسمعوا صوتا	نہ ہو۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں
لاسیف الا ذو الفقار ولافتی	جبرئیل نے کہا کہ میں تم دونوں سے ہوں۔
الا علیؑ۔	اس وقت ہاتف غیبی کی آواز سنائی دی
ابن الاثیر تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۵۴	کہ لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

تاریخ طبری میں بھی یہ واقعہ بعینہ اسیطرح درج ہے۔ تاریخ طبری الجزء الثالث ص۱۷ در ذیل ذکر ۳ ہجری۔ نیز ص ۲۰ و ۲۱ ۔ **مولوی عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔**

در روز احد از گروہ مخالف چناں پیکار شدید واقع شد کہ مسلمانان رو بہزیمت آوردند و حضرت رسول صلعم را تنہا گذاشتند۔ حضرت در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت درانحالت نظر کرد علی بن ابی طالب راکہ بر پہلوئے مبارکش ایستادہ است۔ فرمود کہ چرا بہ برادران خود ملحق نگشتی یعنی فرار نہ کردی۔ علی گفت اکفر بعد الایمان لی بک اسوۃ یعنی آیا کافر شوم بعد از ایمان۔ بہ تحقیق کہ مرا با تو اقتدا است بایاران مفرور چہ سرو کار باشد دریں اثنا جمعی از کفار متوجہ آنحضرت صلعم شدند۔ آنحضرت فرمود۔ اے علی مرا ازیں جمعے

بجا آر کہ وقت نصرت است پس علی متوجہ آں قوم شد چناں
بہ شمشیر بہ دو نیم رفتند باقی ماندگان متفرق گشتند۔ می گویند کہ
زخمہا بر تن مبارک جناب امیر رسیدند۔ ازاں جملہ چہار زخم بسیار
سخت رسیدن ہر زخم جناب امیر از فرش زمین بزمین آمدند۔ وہر چہار بار
جبرئیل علیہ السلام وے را بر داشت و سوار میکرد و میگفت کہ اے علی جنگ کن کہ
رسول خدا از تو خوشنود ہستند۔ چوں ایں حال جانفشانی علی مرتضیٰ را جبرئیل
بحضور ختم المرسلین رسانید آنحضرت فرمود کہ علی چرا جانفشانی نہ نماید کہ وے
از من است و من از وے۔ جبرئیل گفت من از شما و علی ہر دو ہستم۔ و منقول است
کہ درہمیں جنگ رضوان بہ منقبت علی مرتضیٰ میخواند، لاسیف الا ذوالفقار ولا
فتی الا علیؑ۔ بمزید قصہ یقین نادعلیاً مظہر العجائب ہم دریں معرکہ واقع شدہ باشد

مدارج النبوۃ نولکشوری جلد دوئم ص ۱۶۷۔

گروہ اہل حکومت کا خیال ہے کہ جناب رسول خدا حضرت علی کی ان تمام
خدمات کو بھول گئے یا انہوں نے عمداً ان خدمات کو نظر انداز کر دیا۔ اور جب جانشین
مقرر ہونے کا وقت آیا تو خاموشی اختیار فرمائی تاکہ ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد سے
جان چرائی تھی اور جو اکثر آپ کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کر بھاگتے رہے تھے
موقع مل جائے کہ اپنی حکمت عملی و حسن تدبیر سے لوگوں کو اپنی طرف کر کے حضرت
علی کو خلافت سے محروم کر سکیں۔

پروفیسر ڈی۔ ایس۔ مارگولیتھ جنگ احد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

It appears, too, that at the commencement, events were going on as the Prophet had imma-gined. The champions of Badr, Ali & Hamza dealt out death as unsparingly as before; the Heroism of the Quraish compelled them to meet

…ions in a series of single combats
…r own champions were killed, and
… row spread discomfiture and …

D.S. Margoliouth's Life of Mohd
Page 296

ترجمہ: شروع جنگ میں واقعات اسی طرح رونما ہوئے
خیال کیا ہوا تھا جنگ بدر کے فاتحان یعنی علی و حمزہ نے قریش کے
اسیطرح گرم کر دیا جس طرح کہ انہوں نے بدر میں کیا تھا۔ قریش کی روایات نے
انہیں مجبور کیا کہ ان دونوں کے مقابلہ کے لئے ایک ایک نبرد آزما بھیجیں۔ ان
لڑائیوں میں انکے سب آدمی مارے گئے اور ان کی موت نے قریش کے لشکر میں
ہراس پھیلا دیا۔

حضرت علی کے جدوجہد اور لڑائی کا حال تو معلوم ہوا۔ اب دیکھیں کہ سقیفہ بنی
ساعدہ والے کیا کام کیا کرتے ہیں علامہ حاکم اپنی کتاب **مستدرک علی الصحیحین**
میں تحریر کرتے ہیں:۔

حدثنا ابوبکر بن هاز الحاکم بالکوفه	(اسمائے راویاں عربی عبارت میں دیکھو)
ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبه	
ثنا منجاب بن الحارث حدثنی	
علی بن ابی بکر الرازی ثنا محمد	
بن اسحاق بن یحیی بن طلحه	
عن موسی بن طلحه عن عائشه	
رضی الله عنها قالت قال ابوبکر	حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ
الصدیق رضی الله عنه لما جال	فرمایا میرے پدر بزرگوار ابوبکر نے کہ جب روز احد
الناس علی رسول الله صلی الله علیه	لوگ رسول مقبول کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے
واله وسلم یوم احد کنت اول من فاء	پہلے آنحضرت کی طرف واپس آنیوالوں میں میں تھا

...الوسلم	میں نے دور سے جناب رسول خدا کو دیکھا پھر
انا برجل قد	ایک شخص نے پیچھے سے آ کر مجھے دبایا ایسا معلوم
...طلیریدالرسول	ہوتا تھا کہ وہ شخص بھی رسولخدا کی طرف جانے کا
...وال وسلم فاذا ھو	ارادہ رکھتا ہے میں نے جو مڑ کر دیکھا تو ابوعبیدہ
...بن الجراح۔	بن الجراح تھے۔

مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب المغازی ص ۲۶، ۲۷۔

یہ روایت دیگر کتب تاریخ و احادیث میں بھی ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو

حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس الجزو الاول ص ۴۲۹ — علی المتقی: کنز العمال الجزو الخامس ص ۲۷۵

امام احمد حنبل: مسند الجزو الاول ص ۳۳ — شاہ ولی اللہ: قرۃ العینین۔

علامہ سیوطی کتاب الدر المنثور میں بہ تفسیر آیہ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان (آل عمران) تحریر کرتے ہیں:۔

اخرج ابن جریر عن کلیب قال خطب	ابن جریر طبری کلیب سے روایت کرتے ہیں۔ کہ
عمر یوم الجمعۃ فقرأ ال عمران	ایک روز جمعہ کو حضرت عمر نے خطبہ دیا۔ اور خطبہ
ویعجبہ اذا خطب ان یقرأھا فلما	میں سورۂ آل عمران کی تلاوت کی۔ وہ اکثر خطبہ
انتھی الی قولہ ان الذین تولوا	میں سورۂ آل عمران کی تلاوت کرنا پسند کرتے تھے
منکم یوم التقی الجمعان قال لما	جب آیہ ان الذین تولوا منکم تک پہنچے
کان یوم احد ھزمناھم ففررت	تو کہا کہ جب جنگ احد میں ہم کافروں سے بھاگے
حتی صعدت الجبل فلقد رأیتنی	تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اسوقت میری
انزو کاننی اروی۔	یہ حالت تھی کہ میں پہاڑی بکری کی طرح کودتا پھرتا تھا۔

علامہ سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزو الثانی ص ۸۸۔

محمد ابن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزو الرابع ص ۹۰۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزو الاول ص ۲۳۸۔

اب حضرت عثمان بن عفان کی کارکردگی ملاحظہ ہو اور حضرت عمر کی بہادری

فخر الدین رازی کی زبانی سُنئیے:۔

ومن المنهزمين عمر رضی اللہ عنہ الا	بھاگنے والو
انہ لم یکن فی اوائل المنهزمين و	وہ شروع لڑائی
لم یبعد بل ثبت علی الجبل ومنهم	نہیں بھاگے۔
ایضاً عثمان رضی اللہ عنہ انهزم	نیز بھاگنے والوں میں
مع رجلین یقال لهما سعد و عقبہ	سعد او عقبہ کے ساتھ
انهزموا بعیداً ثم رجعوا بعد ثلاث ایام	دن کے بعد واپس تشریف لا

فخر الدین رازی: تفسیر کبیر مفاتیح الغیب

بخاری نے باب غزوۂ احد میں لکھا ہے:۔ اذا سئل من عبد اللہ بن عمر اتعلم ان عثمان بن عفان فر یوم احد قال نعم یعنی عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کہ کیا یوم احد عثمان بن عفان بھی بھاگ گئے تھے تو انھوں نے جوابدیا کہ ہاں

تاریخ طبری سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

قد کان الناس انهزموا عن رسول اللہ	جنگ احد میں لوگ رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگ
صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتهی بعضهم الی	گئے یہانتک کہ ان میں سے بعض موضع اعوص
المنقی دون الاعوص وفر عثمان بن عفان	تک پہنچگئے اور ان بھاگنے والوں میں عثمان
وعقبہ بن عثمان و سعد بن عثمان رجلان من	بن عفان اور انصار میں سے دو شخص عقبہ بن
الانصار حتی بلغوا الجلعب جبلاً بناحیۃ	عثمان و سعد بن عثمان بھی تھے۔ یہانتک کہ
المدینۃ مما یلی الاعوص فاقاموا	یہ لوگ پہاڑ جلعب تک جو مدینہ کے نواح میں
بہ ثلاثاً ثم رجعوا الی رسول اللہ صلی	اعوص سے ملتا تھا پہنچگئے۔ وہاں تین دن تک
اللہ علیہ وسلم فزعموا ان رسول اللہ صلی	چھپے رہے۔ پھر جناب رسول خدا کے حضور
اللہ علیہ وسلم قال لهم لقد ذهبتم فیها عریضۃ	میں حاضر ہوئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے
محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص۲۱	تو بھاگنے میں بہت لمبی تانی۔

علامہ ابن الاثیر تاریخ الکامل میں لکھتے ہیں:۔

جماعة من	ہزیمت یا فتہ مسلمانوں کی ایک جماعت جن
ن بن عفان	میں عثمان بن عفان تھے موضع اعوص تک
. فاموا به	بھاگ گئی۔ اور وہاں سے تین دن کے بعد
ے صلعم فقال	جناب رسول مقبول کی خدمت میں واپس
م لقد ذھبتم	آئے۔ اُن کو دیکھتے ہی جناب رسول خدا نے
..	فرمایا کہ تم لوگوں نے بھاگنے میں بہت لمبی تانی۔

یخ الکامل الجزء الثانی ص ۶۰۔

تاریخ حبیب السیر میں مسطور ہے:۔

نیز زید ابن وہب از عبد اللہ بن مسعود پرسید کہ چنیں شنیدہ ام کہ در روز احد بغیر از علی مرتضیٰ و ابو دجانہ و سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم در خدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیچکس نماندہ بود۔ ایں خبر مطابق واقعہ است یا نہ۔ جواب داد کہ در اوائل حال کہ سپاہ اسلام روئے بوادی انہزام نہادند بجز مرتضےٰ احدے در نزد مصطفےٰ نماند و بعد از ساعتی عاصم بن ثابت و ابو دجانہ و سہیل بن حنیف و طلحہ بن عبد اللہ بملازمت خیر البشر شتافتہ کمر محاربت بر میان بستند۔ باز پرسید کہ ابوبکر و عمر کجا بودند۔ گفت ایشاں نیز بگوشہ رفتہ بودند وچوں از حال عثمان بن عفان استفسار نمود۔ گفت او نیز بطرفے شتافتہ در روز سیوم از جنگ پیدا شد و بنا بر آنکہ مفر او بمنزل عریض بود۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمود بدستیکہ دریں واقعہ عریض رفتی۔ حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص ۳

ترجمہ۔ ایک دفعہ زید بن وہب نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا کہ میں نے اس طرح سنا ہے کہ روز احد سوائے علی مرتضیٰ و ابو دجانہ و سہیل بن حنیف کے اور کوئی شخص جناب رسول خدا کی خدمت میں باقی نہیں رہا تھا۔ وہ سب بھاگ گئے تھے کیا یہ خبر صحیح ہے۔ عبد اللہ ابن مسعود نے جواب دیا کہ شروع میں کہ جب سپاہ اسلام بھاگ گئی۔ سوائے حضرت علی کے اور کوئی شخص جناب رسول خدا کے پاس نہیں

رہ گیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد عاصم بن ثابت و ابودجانہ و سہیل بن
آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے۔ اس نے پھر پوچھا کہ ابو
عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا کہ وہ بھی ایک گوشہ میں بھاگ گئے
کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ بھی ایک طرف بھاگ گئے
واپس آئے۔ چونکہ وہ منزل عریص تک بھاگ گئے تھے جناب رسول نے کہا کہ تم تو بہت

تاریخ کامل ابن اثیر جزری میں ہے کہ حضرت حمزہ کے قتل کیلئے ہند
ابوسفیان نے خاص طور سے اپنے غلام وحشی کو مقرر کیا تھا جب اس نے کمین
میں سے نکلکر حضرت حمزہ کو شہید کر دیا تو ہندہ اور اس کی سہیلیوں نے حمزہ علیہ السلام
اور دیگر شہدائے اسلام کو مثلہ کیا۔ اور ہندہ نے شہدا کے کان اور ناک بطور زیور
پہنکر اپنے بدن کے زیورات وحشی قاتل حمزہ کو انعام میں دئے۔ حضرت حمزہ کا کلیجہ
کچا چبا کر نگلنا چاہا۔ مگر نگل نہ سکی تو اگل دیا۔

ابن سعد نے طبقات الکبرے میں ذکر کیا ہے کہ جب جناب رسول خدا
نے مدینہ میں پہنچکر زنان بنی عبدالاشہل کا رونا سنا جو اپنے مقتولین پر رو رہی تھیں
تو فرمایا کہ افسوس حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں ہے یہ سنکر سعد بن معاذ زنان بنی عبدالاشہل
کے پاس گئے اور ان کو در دولت نبوی پر لائے۔ اور انہوں نے وہاں حضرت حمزہ
پر نوحہ و بکا کیا جسے سنکر جناب رسول خدا نے ان عورتوں کے لئے دعائے خیر کی
اور انکو ان کے گھروں کو واپس کر دیا۔ بعد ازاں انصار کی عورتوں میں سے
کوئی ایسی عورت نہ تھی جو بغیر حضرت حمزہ پر نوحہ کئے ہوئے اپنی میت کیلئے روتی۔

ابن سعد: طبقات الکبرے ق ا ج ۳ ص ۱۰ و ۱۱۔

سیرۃ ابن ہشام سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

ومر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدار	جناب رسول خدا انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل
من دور الانصار من بنی عبد الاشہل	کے گھروں میں سے ایک گھر کے پاس سے گزرے
فظفر فسمع البکاء والنوائح علی قتلاہم	آپنے وہاں سنا کہ انکی عورتیں اپنے مقتولین

لی اللہ علیہ وسلم
نوا کی لقتلا ہم
ابن حضیر الی
اھل نساء ھم
یا ھن فبکین علی
صلی اللہ علیہ وسلم۔

پر نوحہ و بکا کر رہی ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو
بھر آئے اور آپ نے فرمایا کہ حمزہ پر رونے والا کوئی
نہیں جب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر محلہ
بنی عبد الاشہل کی طرف واپس آئے تو حکم دیا
ان دونوں نے کہ اُن کی عورتیں سوگ کے
کپڑے پہنکر جائیں اور حمزہ عم رسول اللہ پر نوحہ و بکا کریں

از سیرۃ النبی الجزء الثالث ص ۵۰۔

علامہ شبلی نے بھی اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اول ص ۲۶۳ ملاحظہ ہو۔ مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی جلد دوئم ص ۱۸۲۔

معلوم نہیں وہ پیروان حضرت عمر جو امام حسین علیہ السلام پر رونا ناجائز سمجھتے ہیں جناب رسول خدا کے اس طرز عمل کو کس نظر سے دیکھینگے اور اس پر کیا نکتہ چینی کرینگے۔

ابن سعد نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ امیر معاویہ نے اپنے دوران حکومت میں شہدائے احد کی قبروں کو اکھڑوا کر وہاں سے نہر جاری کرا دی۔ نیز شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بحوالہ کتاب شفاء اس مقام لکھا ہے کہ معاویہ نے شہدائے احد کی قبروں کو اکھڑوا کر وہاں سے نہر جاری کرا دی۔ یہ باتیں چغلی کھاتی ہیں کہ امیر معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جنگہائے اسلام کا کینہ اُنکے دل میں ہمیشہ موجزن رہا۔

غرضکہ احد کا دن مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت کا دن تھا۔ اس دن اک ایسا وقت بھی آیا کہ جب آنحضرت کے پاس سوائے حضرت علی کے اور کوئی نہ تھا وہ سب لوگ بھاگ گئے تھے حضرت علی رہ رہ کر بڑھتے ہوئے دشمنوں کو آنحضرت کے پاس سے دفع کرتے تھے۔ اگر حضرت علی بھی امیدواران سقیفہ کی طرح بھاگ جاتے تو پھر جو حال ہوتا وہ عیاں ہے۔ خداوند تعالیٰ مسبب الاسباب ہی اپنی

مشیت کا اجرا بھی اسباب کے ذریعہ سے کرتا ہے مشیت الٰہی ص
دنیا میں قائم ہو کر کفر پر غالب آجائے۔ اور اس مشیت کا اجرا
بلافصل نبی قرار پایا تھا۔ ذوالفقار حیدری نے کفار کے منہ مر
کی ہزیمت تو ایسی مکمل تھی۔ کہ کفار مکہ مدینہ تک انکا پیچھا نہ چھوڑ
کی بیخ و بن اوکھاڑ کر رکھدیتے۔ اگر حضرت علی کا کوئی اور احسان
تب بھی جنگ بدر کی فتح اور جنگ احد کی مدافعت ان کو ہمیشہ کے
کا محسن قرار دینے کے لیئے کافی تھی۔ جنگ احد کے اس موقعہ کا ذکر کر تے
مولوی شبلی نے کافی اختصار سے کام لیا ہے لیکن جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں
وہ اپنی باعث جامعیت میں ایک طویل داستان پنہاں رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے
ہیں۔ "دل کا دل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل
پھٹ پھٹ کر رہجاتا تھا" ظاہر ہے کہ یہ بادل اگر یہاں نہ پھٹتا تو مدینہ پر اس طرح
گرج کے برستا کہ اپنی رو کے ساتھ اسلام کے درخت کو بہا کر لیجاتا۔ صرف جناب صلعم
خدا اور حضرت علی کے ثبات قدم نے کفار کی ہمت توڑ دی اور مفرور مسلمانونکو
واپس آنے پر آمادہ کیا۔ اور اس طرح خدا نے اسلام سے یہ مصیبت دور کر دی۔
لیکن باوجود حضرت علی کی ان خدمات کے گروہ اہل حکومت ہمیں یقین دلانا
چاہتا ہے کہ آخر وقت میں جناب رسول خدا یہ سب کچھ بھول گئے۔ آنحضرت
نے یہ بھی بھلا دیا کہ کس طرح اپنی جان پر کھیل کر علی نے آپ کی جان بچائی تھی اور
علی کو امت کے رحم پر چھوڑ دیا کہ وہ چاہے تو انہیں خلیفہ بنائے اور چاہے تو نہ بنائے
گویا اسلام کے اوپر سے مصیبت کے بادلوں کو ہٹانے والے اور اسلام کے اوپر
مصیبت کی گھٹا کو گھیر کر لانیوالے سب برابر ہو گئے۔

جنگ احزاب شوال ۵ھ مطابق ۶۲۷ء

استقلال و عزم نبی و جرأت و ہمت نفس نبی نے کفار مکہ و یہود مدینہ کے
دانت کھٹے کر دیئے۔ اور اسلام کی روز افزوں ترقی نے ان کی آنکھوں میں دنیا

بائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کرکے اسلام سے ایک
ڑنی چاہی۔ چنانچہ روسا بنی نضیر، سلام بن ابی الحقیق۔ حی
بن الربیع وغیرہم جمع ہوکر اسلام کے مسلمہ دشمن ابوسفیان کے
خواست پیش کی کہ اگر قریش استیصال اسلام میں انکا ساتھ دیں
و مٹا دیں۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ ابوسفیان کے لئے اس
ورکیا مژدہ جانفزا ہوسکتا تھا۔ فوراً قبول کرلیا۔ تمام سرداران قریش جمع
ے اور خانہ کعبہ میں بیٹھکر باہم عہدوپیمان کر لئے۔ مکہ سے اٹھکر رئیسان یہود قبیلہ
و غطفان میں پہنچے۔ وہ تو آمادہ ہی تھے، فوراً ساتھ ہوگئے۔ کوشش کرکے یہودان
بنی قریظہ کو بھی جنہوں نے حال ہی میں آنحضرت سے معاہدہ کیا تھا ملالیا۔ ادھر
ابوسفیان نے قریش کا بکھرا ہوا شیرازہ جمع کیا۔ اس طرح یہ تیس ہزار کا عظیم الشان
لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اسلام کے خلاف قریش و قبائل عرب کی یہ آخری منظم
کوشش تھی۔ اس خبر کو سنکر مسلمانوں کے ہوش اڑ گئے۔ بالکل مبہوت ہوگئے
اور ان کے اعضا از کار رفتہ ہوکر رہ گئے۔ ان کی اس حالت کا نقشہ قرآن شریف
میں اس طرح کھینچا گیا ہے:۔

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ
أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ
الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝
هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ
وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝
وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَ
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ
مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

(یاد کرو) جس وقت کہ دشمن تم پر تمہارے اوپر کی
طرف سے بھی آترے اور تمہارے نیچے کی طرف
سے بھی اور جب مارے خوف کے تمہاری آنکھیں پھری
کی پھری رہ گئی تھیں۔ اور کلیجے منہ کو آگئے تھے
اور خدا کی نسبت تم (لوگ طرح طرح کے) گمان کرنے
لگے تھے اس موقعہ پر مسلمانوں کے استقلال
ایمان کی آزمائش کی گئی اور خوب ہی جھنجھوڑے
گئے۔ اور جبکہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں
میں (شک کی) روگ تھے (بے اختیار) بول اٹھے

إِلَّا غُرُورًا ۝ وَإِذْ قَالَتْ
طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ
لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ج
وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ
النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا
عَوْرَةٌ ط وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ط
إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝
وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا
ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا
وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۝
وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ
مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ط
وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۝
قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ
إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ
أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ
إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُلْ مَن ذَا الَّذِي
يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ
أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ
رَحْمَةً ط وَلَا يَجِدُونَ
لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا
وَلَا نَصِيرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ
اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ وَ

کہ خدا اور اسکے
پیغمبر نے ادھوکہ
ایک گروہ کہے
دشمن کے مقابلہ
لوٹ چلو اور انمیں
لوٹ جانیکی) اجازت
ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔
(بلکہ) اُنکا ارادہ تو صرف بھاگنے
(ایسے ہی لشکر) مدینہ کے اطراف (وجوانب
اُنپر آگھسیں اور اُنسے فساد (برپا کرنے) کو کہا
جائے تو (یہ بے تامل) فساد برپا کر دیں اور اسکے
گھروں میں بھی یوں ہی سا توقف کریں (تو
کریں) حالانکہ (یہی لوگ اس سے) پہلے خدا سے
عہد کر چکے تھے کہ ہم (دشمن کے مقابلہ میں) پیٹھ نہ
نہ پھیرینگے اور اُن لوگوں نے جو خدا کے (ساتھ)
عہد کیا تھا اس کی (توانسے) باز پرس ہم کریگی
(اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہو اگر تم موت یا قتل
(کے خوف سے) بھاگتے ہو تو (یہ) بھاگنا تمکو ہرگز (کچھ
بھی) فائدہ نہیں دیگا۔ اور اگر بھاگ کر بچ بھی گئے
تو بس یہی نہ کہ (دنیا میں) چند روز زرا در اسکے
بس لوگے (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہ اگر خدا
تمہارے ساتھ برائی (کرنی) چاہے تو کون ایسا
(سورما) ہے جو تمکو اس (کی پکڑ) سے بچا سکے۔

هُمْ هَلُمَّ
الْبَاْسَ اِلَّا
ـةً عَلَيْكُمْ ج
فَ رَاَيْتَهُمْ
اِلَيْكَ تَدُوْرُ
مْ كَالَّذِیْ يُغْشٰى عَلَيْهِ
الْمَوْتِ ج فَاِذَا ذَهَبَ
الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ
حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ
اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ
اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

یا ہم پر (اپنا) فضل کرنا چاہے (تو کون) اسکو (روک) سکتا ہے) اور خدا کے سوا نہ تو (کسی کو) اپنا حامی ہی پائینگے اور نہ کسیکو اپنا مددگار (ہی) پائینگے۔ مسلمانو! خدا تم میں سے ان (منافقوں) کو خوب جانتا ہے (جو دوسروں کو لڑائی میں شریک ہونے سے) روکتے اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ (لڑائی سے الگ ہو کر) ہمارے پاس چلے آؤ اور (وہ خود بھی) (بسکہ تمہارے ساتھ بخیلی رکھتے جنگ میں حاضر نہیں ہوتے مگر (چھدا مارنے کو تھوڑی دیر کیلئے) تو اے پیغمبر جب (کوئی) خوف کا (موقعہ) پیش آتا ہے تو انکو دیکھتے ہو کہ (بایوسانہ) تمکو دیکھتے ہیں انکی آنکھیں (میں کہ چاروں طرف) گھومے چلی جاتی ہیں جیسے کسی پر (سکرات) موت کی بیہوشی (طاری) ہو پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے (اور مسلمانوں کی فتح ہو جاتی ہے) تو مال (غنیمت) پر گرے پڑتے (اور) نکراش باتیں کر کے تم پر طعنے مارتے ہیں۔ یہ لوگ (شروع سے) ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے انکے عمل (جو کچھ بھی تھے) اکارت کر دیئے اور اللہ کے نزدیک یہ (ایک) آسان (سی) بات ہے (ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب)

یہ تھے وہ اصحاب سول جنکی نسبت جماعت حکومت یہ عقیدہ قائم کرنے پر مجبور ہوئی ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایک درخشندہ ستارہ ہے جسکی بھی تم چاہو پیروی کرو ہدایت پاؤ گے۔ یہ نقشہ دو قسم کے لوگوں کا کھینچا گیا ہے۔ ایک تو منافق۔ اور دوسرے وہ جنکے دلوں میں مرض تھا۔ دلوں میں مرض ہونا یہ بڑا جامع فقرہ ہے۔ ان میں وہ سب لوگ آتے ہیں جن کا ایمان کامل نہ تھا اور نبوت کی طرف سے شک تھا اور اسی وجہ سے جنگ سے فرار کرنا انکا شیوہ تھا جنگ سے فرار کرنا مرض والے دل کی خاص

علامت ہے۔ ان ہی لوگوں کی نسبت جناب رسولخدا نے فر
اند چیونٹی کی چال کی طرح رواں ہے۔ ان لوگوں کی کثرت
تعالٰے نے مسلمانونکو من حیث القول خطاب کرکے یہ ار
ان لوگوں کے دلوں میں بغاوت کے صریح خیالات موجزن
وعدونکو دھوکہ سمجھنے لگے تھے لیکن ایک قلیل حصہ مومنین و
جن کا ذکر نہ کرنا قرآن حکیم کی صداقت سے بعید تھا۔ لہذا ارشاد

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ	اور جب مومنین نے (دشمنوں کے
قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ	تو بول اُٹھے کہ یہ تو وہی (موقع) ہے جو خدا اور
وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَ	رسول نے ہمیں پہلے سے بتا رکھا تھا اور اللہ اور
رَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا	رسول نے سچ فرمایا تھا اور (اس موقع کے پیش آنے
وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	سے لوگوں کا ایمان اور شیوہ فرمانبرداری اور بھی زیادہ
رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا	ہوگیا۔ ان ہی مومنین میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں
اللّٰهَ عَلَيْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى	کہ خدا کے ساتھ جو انھوں نے (جان نثاری کا)
نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا	وعدہ و عہد کیا تھا اُس میں سچے اترے سو
بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ لِيَجْزِيَ	(بعض تو) انہیں سے ایسے تھے جو اپنی منت پوری
اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ	کر گئے (یعنی شہید ہوئے) اور بعض اُن میں سے ایسے
وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ	ہیں جو (شہادت کے) منتظر ہیں اور انھوں نے (اپنی
شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ	بات میں) ذرا سا بھی ردو بدل نہیں کیا (الغرض
اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝	یہ لڑائی اسلئے پیش آئی کہ) خدا سچے مسلمانوں کو ان
(پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب)	کے سچ کا عوض دے اور منافقین کو چاہے سزا دے

(چاہے) ان کو توبہ کی توفیق دے اور وہ توبہ کریں اور خدا ان) کی توبہ قبول کرلے بیشک اللہ بخشنے والا
مہربان ہے (ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب)

یہ امر مسلمہ ہے کہ یہ آیات شان امیرالمومنین علی ابن ابی طالب میں نازل

بوری کر گئے یعنی شہید ہو گئے اُن سے عبیدہ بن الحارث برادر حمزہ یعنے عم علی مرتضیٰ مراد ہیں اور جو شہادت کے انتظار و جناب امیر مراد ہیں:۔

بره خواص الائمہ۔ الباب الثانی ص ۱۰۔

عق محرقہ۔ الباب التاسع الفصل الخامس فی دفاتہ ص ۸۰۔

رملہ ہے کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں مومنین کا ذکر ہے اس کے و مقصود علی بن ابی طالب ہوتے ہیں:۔

بن عباس قال ما نزل یا ایها الذین امنوا الا علی امیرها و شریفها و لقد عاتب الله اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم و ما ذکر علیا الا بخیر۔

عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہر ایک وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یا ایها الذین امنوا کے خطاب سے مخاطب کیا ہو اس آیت اور اُس خطاب کے راس و رئیس علی ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے آنحضرت کے اصحاب پر بعض مقامات میں عتاب فرمایا ہے لیکن علی کا ذکر خداوند تعالیٰ نے ہمیشہ تعریف ہی سے کیا ہے۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ الفصل السادس ص ۲۰۷

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۳۸۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ص ۱۲۵ و ۱۲۶۔

شبلنجی: نور الابصار ص ۸۰ ابن صبان مالکی: اسعاف الراغبین ص ۱۴۹۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص ۶۳۔

ابن مردویہ نے اسی روایت کو حضرت حذیفہ سے استخراج کیا ہے۔

غرضکہ قرآن شریف کی شہادت سے ظاہر ہے کہ جنگ احزاب میں مسلمانوں کا لشکر بہت بڑی مصیبت میں مبتلا تھا۔ اتنا خوف طاری تھا کہ کلیجے منہ کو آتے تھے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ خدا کو بالکل بھول گئے۔ ایمان متزلزل ہو گئے۔ خداوند

رسول کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ (معاذ اللہ)
ساتھ صرف دھوکہ ہی کیا تھا اور واپس چلے جانے کے لئے طرح
رہے تھے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھکر آنحضرت نے بغرض حفاظ
طرف خندق کھدوا دی تھی۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ اور آخر کار کفار
لڑائی کا ارادہ کر لیا۔ ایک ہزار کا دستہ لیکر عمرو ابن عبدود لشکر سے نکلا۔ ا
کے سردار ضرار بن الخطاب اور نوفل بن عبداللہ تھے۔ عمرو بن عبدود کی ،
دلیری کی دھاک تمام عرب پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور وہ تن تنہا ہزار آدمیوں کے برا
سمجھا جاتا تھا۔ اُس کو آتا دیکھکر ان مسلمانوں کے چھکے چھوٹ گئے مبہوت ہو کر
کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ جوش شجاعت میں اُس نے گھوڑے کو ایک ایڑ لگائی
اور خندق کے اُس پار آنکر مبارزطلبی کرنے لگا مسلمانوں کی اس کمزوری کو دیکھکر
کہ ایک آدمی کو خندق پار کرنے سے نہ روک سکے۔ عمرو بن عبدود کا دل بہت بڑھ گیا۔ اور
سمجھ گیا کہ فریق مخالف پر اسکی دلیری کا رعب چھا گیا ہے۔ اُس نے کئی دفعہ مبارزطلب
کیا مسلمان خاموش رہے۔ محدث شیرازی فرماتے ہیں :۔ یاران رسول ہمہ ایستادہ
بودند و ہیچ نمیگفتند کانما علی رؤسہم الطیر یعنی اصحاب رسول اس مبارز
طلبی کو سنکر کھڑے رہ گئے کچھ منہ سے نہیں بولتے تھے۔ بے حس و حرکت ہو گئے گویا
اُن کے سروں پر پرندہ بیٹھا تھا کہ اگر ذرا بھی حرکت کی تو وہ اُڑ جائیگا علامہ شبلی
اپنی کتاب سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ عمرو ابن عبدود تن تنہا ایک ہزار
سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ لہذا اُس کا خوف تمام لشکر اسلام پر طاری ہو گیا ۔
معارج النبوۃ اور حبیب السیر کی مرویات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت
عمر نے عمرو بن عبدود کی آواز پہچانکر کہا کہ یہ تو عمرو بن عبدود ہے۔ مجھے اس
دیو عرب کی بے نظیر شجاعت و دلیری کا خود تجربہ ہو چکا ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ
ایک بار سفر میں میرا اور اُس کا ساتھ ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ڈاکو ہمارے قافلہ
پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا اس شخص نے قزاقوں کی جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔ اثنائے

ٹ گئی تو فوراً ایک اونٹ کے بچے کی ٹانگ تھام کر اُس
اتوں کے وار روکتا رہا۔ یہانتک کہ تمام قزاقوں کو اُسی
لی عظیم الشان طاقت وشجاعت دیکھکر حیران ہوگیا۔
سلامی پر پہلے ہی سے خوف طاری تھا۔ اس چشم دید واقعہ کی
یں حواس باختہ کر دیا۔ معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب ششم در بیان وقائع

ب حضرت علی نے عمرو بن عبدود کی مبارزطلبی پر مسلمانوں کی خاموشی اور
و مطالعہ و معائنہ فرمایا تو خود آنحضرت سے اجازت جنگ طلب کی لیکن
اب ملا کہ علی تم ٹھہر جاؤ۔ تم نہیں جانتے کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ اُس نے پھر
مغرورانہ لہجے میں مبارزطلبی کی۔ سب خاموش رہے۔ پھر حضرت علی نے آنحضرت
سے اجازت چاہی۔ پھر وہی جواب ملا تیسری دفعہ پھر اُس نے مبارز طلب کیا۔
پھر علی نے اجازت چاہی۔ پھر جناب رسول خدا نے وہی جواب دیا۔ اب حضرت
علی نے عرض کی کہ واقعی وہ عمرو بن عبدود ہے لیکن مجھے اجازت عطا فرمائی جائے۔
تین دفعہ کے تجربہ سے جناب رسول مقبول کو معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمانوں میں سے
کوئی اور شخص اس کے مقابلہ کو نہیں نکلیگا۔ آپ نے بار بار علی مرتضیٰ کو روک
کر یہ امر اچھی طرح واضح کر دیا تھا کہ علی کے سوائے کسی اور میں عمرو بن عبدود کا
مقابلہ کرنے کی جرأت وہمت نہیں ہے۔ اس تاخیر اجازت میں خاص مصلحت
تھی۔ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خلافت وجانشینی رسول کا مستحق کون تھا میراث
پدر خواہی علم پدر آموز کا فی موقعہ دیا جا چکا تھا۔ اُس حکومت کے حصول و حفاظت
کے لئے سوائے حضرت علی بن ابی طالب کے اب اور کوئی نہ نکلا۔ جس کی مسندنشینی
کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں ہر کس وناکس اپنے تئیں مستحق ظاہر کرتا تھا اجازت
جنگ دینے کا نقشہ تاریخ حبیب السیر میں ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے:۔
پس حضرت شمشیر خود را بوے داد و زرہ خود را در وے پوشانید و دستار

خود را بر سر وے نہاد و روایتے آنکہ عمامہ از برائے وے لبسہ علیہ۔ بار خدایا یاری دہ علی را بر عمرو بن عبدود و روایتے کہ دست بسوئے آسمان و گفت الٰہی عبیدہ را در روز بدر از من گرفتی احد از من جدا ساختی و ایں علی است برادر من و پسر عم من و انت خیر الوارثین۔

ترجمہ اجازت جنگ دینے کے بعد جناب رسول خدا نے علی کو دی۔ اپنی زرہ اُن کو پہنائی اور اپنی دستار علی کے سر پر رکھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے عمامہ علی کے سر پر باندھا اور دعا فرمائی کہ بار الٰہا علی کو عمرو بن عبدود پر فتح عطا کر۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے التجا کی کہ اے خدا تو نے عبیدہ کو روز بدر اور حمزہ کو روز احد مجھ سے لے لیا۔ اب یہ علی بن ابی طالب باقی ہے۔ پس تو مجھ کو بغیر وارث کے نہ کر۔ تو ہی سب کا وارث ہے۔

کیا سقیفہ میں دعویٰ نیابت رسول کرنے والے اس واقعہ کو بھول گئے تھے۔ یا وہ اس کو جمہوریتی انصاف کے مطابق سمجھتے تھے کہ خوف و خطر دور جان نثاری کے وقت تو زرہ و عمامہ و تلوار رسول کوئی اور رکھے لیکن جب سارے خطرے دور ہو کر یہ حکومت محفوظ ہو جائے تو قبضہ اس پر وہ کریں جو خطرے کے وقت خاموش گوشے میں چھپے رہے یا میدان جنگ سے بالکل بھاگ ہی گئے۔ جماعت اہل حکومت کا خیال ہے کہ جناب رسول خدا نے اپنی جانشینی کی نسبت بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ اور اپنے جان نثار صادق اور اسلام کے خادم ازلی کو جہلا کی رایوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ لوگ جنکی زبانیں اُنکی تلواروں سے زیادہ تیز تھیں مسند حکومت کو اُچک لیں۔ اور اس خاموشی میں جو نا انصافی اور ظلم مضمر تھا اُس کا مطلقاً آپکو احساس نہ ہوا۔

غرضیکہ اس شان سے آراستہ ہو کر یہ مجاہد فی سبیل اللہ عمرو بن عبدود

ا۔ اس وقت جناب رسول خدا نے فرمایا۔ برز الایمان کلہ
ا ایمان مجسم کفر مجسم کی طرف بڑھا ہے۔
اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث والعشرون ص ۹۴ و ۹۵
دمیری: حیٰوۃ الحیوان الکبریٰ۔ الجزو الاول صہ ۲۴۴۔
سری: ارجح المطالب باب سوئم صہ ۲۴۷۔

قال فضل اللہ بن روزبہان فی کشف الغمہ روی الجمہور ان علیاً برز الی عمرو بن عبدود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ۔ یعنی فضل بن روزبہان کشف الغمہ میں ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے تو آنحضرت نے فرمایا کہ پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے۔

کتب تواریخ میں جنگ احزاب کا حال اس طرح لکھا ہے:۔

وکان عمرو بن عبدود من مشاهیر الابطال وشجعان العرب وکانوا یعدونہ بالف رجل وقد کان قاتل یوم بدر حتی اثبتہ الجراحۃ فلم یشهد احداً فلما کان یوم الخندق خرج مسلماً لیری مکانہ فجال و طلب المبارزۃ والاصحاب ساکتون کانما علیٰ رؤسهم الطیر لانهم کانوا یعلمون شجاعتہ وفی الاکتفاء ذکر ابن اسحاق فی غیر روایۃ البکائی ان عمرو بن عبدود

اور عمرو بن عبدود عرب کے مشہور بہادروں میں سے تھا۔ وہ لوگ اس ایک اکیلے کو ایک ہزار سوار کے برابر سمجھتے تھے۔ جنگ بدر میں لڑا تھا اور اسکو زخم پہنچا تھا۔ اسوجہ سے احد کی لڑائی میں شامل نہ ہوسکا لیکن یوم خندق فوج میں سے جو فخر و غرور کے ساتھ نکلا تاکہ اپنی شجاعت کا درجہ لوگوں کو دکھائے گھوڑے کو جولان کرکے مبارز طلب کرنے لگا۔ اصحاب رسول ڈر کے مارے ایسے سہمے ہوئے تھے کہ گویا انکے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اس کی شجاعت سے واقف تھے۔ الاکتفاء میں ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ جب عمرو بن عبدود نے للکارا اپنے ڈیرا

لما نادی یطلب من یبارزہ قام
علی وھو مقنع بالحدید فقال
انا لہ یا رسول اللہ فقال لہ
اجلس انہ عمرو ثم نادی
عمرو وجعل یوبخھم ویقول
این جنتکم التی تزعمون انہ
من قتل منکم دخلھا افلا
تبرزون الی رجلا فقام علی
فقال انا لہ یا رسول اللہ فقال
لہ اجلس انہ عمرو ثم نادی
الثالثہ وقال ..... فقام علی
وقال انا لہ یا رسول اللہ فقال
انہ عمرو فقال وان کان
عمرًا فاذن لہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فمشی
الیہ علی وھو یقول ....
وفی روایۃ لما اذن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لعلی اعطاہ سیفہ ذوالفقار
والبسہ ذرعۃ الحدید
وعممہ عمامتہ وقال
اللھم اعنہ علیہ ورفع
عمامتہ الی السماء وقال

کو بلایا تو علی سلح
یا رسول اللہ میں
جناب رسول خدا
پھر عمرو بن عبدو ...
اور طعنہ دینے لگا کہ ور...
جسکی نسبت تمکو گمان ہے
کو ملتی ہے۔ کیا تم میرے مقابلہ میں
نہیں بھیج سکتے۔ پھر حضرت علی کھڑے
اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں اسکے مقابلہ
جانا چاہتا ہوں۔ آنحضرت نے پھر فرمایا۔
بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ پھر تیسری دفعہ
عمرو نے ندا دی اور اشعار فخریہ پڑھے....
پھر حضرت علی کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ
اُس کے مقابلہ کیلئے مجھکو اجازت عطا کریں
پھر آنحضرت نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو بن عبدود
ہے۔ اسپر حضرت علی نے کہا کہ اگرچہ عمرو بن عبدود
ہے آپ مجھے اجازت عطا کریں۔ اب جناب
رسولخدا نے اجازت دی۔ حضرت علی یہ اشعار
پڑھتے ہوئے چلے۔ جب جناب رسولخدا نے
حضرت علی کو اجازت دی تو اپنی تلوار اور
اپنی زرہ اور اپنا ہی عمامہ حضرت علی کو خود
اپنے دست مبارک سے پہنا کر درگاہ باری
تعالیٰ میں اپنے ہاتھوں پر اپنا عمامہ لیکر اسطرح

[ل]عبیدة منی یوم [بد]ر واحد وهذا [...] عمی فلا تذرنی [...] خیر الوارثین [...] زلا وتجادلا فقتله [...] رجت خیلهم منهزمة [...] اقتحمت الخندق [...] هاربة وفی روایة حمل ضرار بن الخطاب و هبیرة ابن ابی وهب علی علی وهو اقبل فاما ضرار فلما نظر الی وجه علی ولی هاربا وبعد ذلك سئل عن سبب فراره قال خیل لی ان الموت یرینی صورته واما هبیرة فثبت فی مقاتلته حتی اصاب اثر السیف فعند ذلك القی درعه وهرب۔

دعا مانگی کہ میرے خدا تو نے بدر میں عبیدہ کو اور احد میں حمزہ کو مجھ سے لے لیا۔ اب یہ علی میرا بھائی اور ابن عم باقی ہے پس تو مجھکو بے وارث کا نہ بنا دیجیو۔ سب سے بہتر تو ہی وارث ہے۔ علی و عمر بن عبدود آپس میں لڑتے رہے یہانتک کہ حضرت علی نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھی گھوڑے سوار بھاگ کر خندق میں گر پڑے۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر ضرار بن الخطاب و ہبیرہ ابن ابی وہب نے حضرت علی پر حملہ کیا آپ بھی انکی طرف لپکے ضرار تو حضرت علی کے چہرے کو دیکھتے ہی بھاگ گیا۔ جب اس کے بعد اس سے بھاگنے کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت مجھے اپنی صورت دکھا رہی ہے اور ہبیرہ نے کچھ دیر ٹھہر کر علی کا مقابلہ کیا۔ یہانتک کہ ایک زخم تلوار کا اس کو لگا تو وہ بھی اپنی زرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔

حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۵۴۷ و ۵۴۸۔

ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۶۸۔ میرزا محمد معتمد خان: نزل الابرار ص ۳۹

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الخامس ص ۲۹۱ حدیث ۵۴۹۹۔ الجزء السادس ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۵۳ و حدیث ۲۶۵۴۔ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب المغازی ص ۳۲

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوئم ص ۲۴۵ و ۲۴۶۔

ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی: روض الانف الجزء الثانی ص ۱۹۱

حبیب السیر جلد اول جزو سیوم۔ ذکر جنگ احزاب۔

علی بن برہان الدین: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثانی ص ۳۲۹ تا ۳۰۰

کمال الدین الدمیری: حیوۃ الحیوان۔ الجزء الاول ص ۲۷۴

عمرو بن عبدود کا سر لیکر حضرت علی خدمت نبوی

اس کے سر کو آنحضرت کے قدموں میں ڈالدیا۔ آنحضرت وزیر و ابن عم و قوت بازو کی فتح سے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ زندگی کا سوال تھا۔ اس حامل وحی خدا نے جس کی نسبت ارشاد خدا ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی امر واقعہ بیان کیا۔ جب فرمایا کہ المبارزۃ لعمرو بن عبدود یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ کیونکہ امت محمدیہ جو قیامت تک ہوگی اور اعمال و عبادت بجالائیگی اس کی ہست بود کا موجب وہی قتال علی بن ابی طالب تھا۔ اگر اوروں کی طرح آپ بھی خاموش بیٹھے رہتے تو بس اسلام کا خاتمہ تھا علامہ حاکم تحریر کرتے ہیں:۔

ثنا لولو بن عبد اللہ المقتدری فی قصر الخلیفہ ببغداد ثنا ابو الطیب احمد بن ابراھیم ابن عبد الوھاب المصری بدمشق ثنا احمد بن عیسیٰ الخشاب بتینس ثنا عمرو بن ابی سلمہ ثنا سفیان الثوری عن بھز بن حکیم عن ابیہ	(اسمائے راویان عربی عبارت میں دیکھو) قصر خلیفہ بغداد میں یہ حدیث بیان کیگئی کہ
عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبارزۃ علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل	فرمایا جناب رسول خدا نے کہ روز خندق علی کا عمرو بن عبدود کی جنگ کیلئے نکلنا میری تمام امت کے قیامت تک کے اعمال سے

یوم القیامۃ۔ افضل ہے۔

الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب المغازی ص۳۲

۔

دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوم ص۲۴۳

مدارج النبوۃ رکن چہارم باب ششم ص۱۸۱

مادل۔ جز سیوم ص۳۴ میرزا محمد معتمد خان: نزل الابرار ص۳۹

سلمان ابن ابراہیم البلخی الحنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ ص ۹۴ و ۱۲۷ و ۱۳۷۔

بن برہان الدین: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثانی ص۳۴۱

امر واقعہ یہ ہے کہ صعب ترین جنگ تھی۔ اس میں اگر شکست ہو جاتی تو پھر اسلام باقی نہ رہتا۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ یہ لڑائی محض حضرت علی نے فتح کی۔ عمرو بن عبدود کی موت اور اُسکے ساتھیوں کی شکست نے کفار عرب کی ہمت توڑ دی اور وہ بھاگ گئے۔ برعکس اس کے اگر عمرو بن عبدود کے مقابلہ کو کوئی نہ نکلتا تو وہ سب شیر ہو جاتے اور مسلمانوں کے دل ٹوٹ جاتے اور شکست فاش ہو تی۔ چنانچہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:۔

از علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ دریں غزا مبارزہا و مقاتلہا واقع شد از حد قیاس و عقل بیروں چنانکہ در اخبار وارد شدہ است لمبارزۃ علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الیٰ یوم القیامۃ کذا فی روضۃ الاحباب و آنحضرت دعا کرد در حق علی مرتضیٰ و شمشیر خود را کہ ذو الفقار نام داشت بوے عطا نمود و آں مقدار مشقت و محنت کہ بجال شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تعب و رنج بہ مسلمانان دریں غزوہ راہ یافت در ہیچ غزوہ نبود۔ اگرچہ در احد ہم شدت و کربہا و کوفتہا راہ یافت۔ اما ہمہ در یک روز بود و با قریش تنہا بود و اینجا قبائل عرب ہمہ جمع شدہ در مقام اہلاکی و استیصال خود ایستادند۔ مدارج النبوۃ۔ جلد دوم ص ۲۳۳ و ۲۳۴۔

ایک اور امر بھی قابل ذکر ہے۔ جناب علی مرتضیٰ کا شوق جاں نثاری نمایاں ہے

حضرت عمر کا طرز عمل بھی ملاحظہ ہو۔ غزوہ حدیبیہ کے ذکر میں مورخ

ثم دعا عمر بن الخطاب ليبعثه الى مكة فيبلغ عنه اشراف قريش ما جاء له فقال يا رسول الله انى اخاف قريشا على نفسى وليس بمكة من بنى عدى بن كعب احد يمنعنى وقد تعلم قريش عداوتى اياها وغلظتى عليها ولكنى ادلك على رجل اعز بها منى عثمان بن عفان.

جناب رسولخدا نے حضر
پیغام دیکر قریش کے پاس
عمر نے عذر کیا اور کہا کہ
نفس کے لئے ڈر لگتا ہے۔ اور
سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کرے
قریش کو معلوم ہے کہ مجھے ان سے کتنی عداوت
لیکن میں آپ کو ایسا آدمی بتادوں جسکو کفار
قریش عزیز رکھتے ہیں اور وہ عثمان بن عفان ہیں

ابن ہشام، سیرۃ النبی۔ الجزء الثالث صفحہ ۳۶۳

حضرت علی کا شب ہجرت قریش کے مسلح مجمع کے سامنے جناب رسولخدا کی نیابت انکے بستر پر اطمینان کے ساتھ کرنا۔ اور جناب عمر کا یہ اضطراب دونوں بزرگوں کے درجہ ایمان کا پتہ دیتے ہیں۔ سفیر تو ہر جگہ محفوظ ہی لیکن کچھ تھوڑا سا احتمال خطرہ کا بھی تھا۔ اس احتمال ہی نے حضرت عمر کو ایسا ڈرا دیا کہ جناب رسول خدا کے حکم کی اطاعت نہ کی۔

غزوہ خیبر۔ محرم ۷ھ ہجری۔ مطابق مئی ۶۲۸ء

خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۸۰ یا ۹۶ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ عربی مورخین نے مدینہ سے ۸ برید کا فاصلہ لکھا ہے۔ ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے۔ ایک فرسخ تین میل کا۔ ایک میل چار ہزار خطوہ کا اور ایک خطوہ تین قدم کا ہوتا ہے۔ خیبر کا ماخذ عبرانی لفظ خیبر ہے جو محض قلعوں کے معنی میں آتا ہے۔ تمام مدینہ اور اطراف مدینہ کے یہودی معہ اپنی دولت و ثروت و حرفت و تجارت کے یہاں آ آکر جمع ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ اس جگہ بہت عالیشان عمارتیں بن گئیں۔ تجارت خوب ہوگئی۔ اور خیبر کی بستی اچھا خاصہ شہر بنگیا تجارتی منڈیاں

...نے ثروت کے نشانات کھڑے ہو گئے۔ اس میں کئی مضبوط اور
...ں کے قبائل جو اطراف و نواح مدینہ سے جلاوطن کر دیے
...ناہ گزین ہو گئے تھے۔ اور اُسوقت ہی سے اسلام کی بیخکنی کی تجاویز
...میں سے ایک بنو نضیر کا قبیلہ تھا۔ ان ایام میں ان یہودیوں کا سردار
...ام تھا۔ یہ شخص بہت حیلہ ساز و فتنہ پرداز تھا۔ اور اسلام کے بدترین
...ں سے تھا۔ خیبر اُن تمام سازشوں کا صدر مقام بنگیا جو اسلام کے استیصال
...لئے کیجارہی تھیں۔ تمام یہودیوں نے خیبر سے اسلام کے خلاف ایک منظم سازش
شروع کر دی تھی۔ بنی نضیر اور بنی قینقاع کی جلاوطنی نے اس سازش کو اور مستحکم
...نا دیا۔ جنگ احزاب اسی سازش کا نتیجہ تھی۔ اُس کی ناکامیابی نے ان لوگوں
...ی آتش غیظ و غضب کو اور بھڑکا دیا۔ اُس لڑائی میں بنو قریظہ نے آنحضرت
سے بدعہدی کی تھی۔ اور معاہدہ باہمی کی خلاف ورزی کر کے ابوسفیان اور
یہودیوں سے ملکر اُن کی مدد کی تھی۔ اس بدعہدی کی وجہ سے آنحضرت نے
بغرض سزا دہی اُن کے حصار کا محاصرہ کر لیا۔ اُنھوں نے اطاعت قبول نہ کی
بلکہ سعد بن معاذ کو اپنا ثالث مقرر کر لیا۔ اُن کے اس ثالث نے توراۃ کے احکام
کے مطابق فیصلہ صادر کیا کہ یہود ان قریظہ کے جنگجو مرد قتل کر دئے جائیں۔ اُن
کے اہل و عیال اسیر ہوں۔ اور مال و متاع غنیمت میں لے لیا جائے۔

اس زمانہ میں جب کسی خاص امر کے لئے کوئی آیت قرآنی نہیں ہوا کرتی
تھی تو توراۃ کے مطابق حکم صادر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سعد ابن معاذ کا یہ فیصلہ
توراۃ کے مطابق تھا۔ توراۃ کتاب ثنیہ اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے:۔

"جب تو کسی شہر میں حملہ کرنے کے لئے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ
صلح تسلیم کریں اور تیرے لئے دروازہ کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہونگے
تیرے غلام ہو جائینگے لیکن اگر صلح نہ کریں تو اُن کا محاصرہ کر۔ اور جب تیرا خدا
تجھکو اُن پر قبضہ دلائے تو جس قدر مرد ہوں سب قتل کر دے اور باقی بچے عورتیں

جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لیے مال غنیمت۔
بنو قریظہ یہودی تھے۔ اُن پہ توراۃ کے مطابق حکم صادر کیا گیا
تھا۔ ان کو نقض عہد و غداری و فتنہ و فساد اپنے اسلاف سے
ملے تھے۔ لہٰذا سزا بھی وہی ملنی چاہئیے تھی جو اُن کے اسلاف کو۔
قریظہ حضرت شعیب نبی اللہ کی اولاد سے تھے۔ اور حضرت شعیب حضرت
کے خسر تھے۔ اُن کی اولاد عرب کے علاقہ مدین میں آباد تھی۔ جو توریت میں
کے نام سے مذکور ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ حضرت موسےٰ نے باوجود اس قرابت
کے اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اُن کے اعمال کی کیا سزا دی۔ توراۃ کتاب
الاعداد باب ۳۱ از آیت ۹ تا ۱۵ میں اس طرح لکھا ہے:۔
"بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور اُن کے بچوں کو اسیر کیا۔ انکے مویشی
بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور اُن کے سارے شہروں کو جن
میں وہ رہتے تھے اور اُنکے تمام قلعوں کو پھونک دیا۔ موسیٰ اُن پر غصہ ہوا کہ کیا تم
نے اُنکی ساری عورتوں کو زندہ رکھا۔ اُنکے تمام بچوں کو جو نادان ہیں قتل کر ڈالو اسی
طرح ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہے قتل کر ڈالو لیکن وہ لڑکیاں
جو مردوں کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں اُنکو اپنے لئے زندہ رکھو۔"
سعد بن معاذ کا فیصلہ حضرت موسےٰ کے حکم سے کہیں نرم تھا۔ انگریزی مستشرق
مورخ مسٹر مارگولیتھ کا یہ اعتراض کہ یہ فیصلہ قصاص پر مبنی تھا کیونکہ جنگ احزاب
میں سعد ابن معاذ کو ایک یہودی نے تیر مارا تھا جس کا زخم اُنہیں تکلیف دے رہا
تھا غلط ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد ہی اُکھڑ جاتی ہے۔ جب ہم معلوم کرتے ہیں کہ
سعد ابن معاذ کو ایک یہودی نے نہیں بلکہ ایک قریشی نے تیر مارا تھا۔ چنانچہ صحیح
بخاری و صحیح مسلم میں اس تیر انداز کا نام اور اسکی قومیت درج ہے۔ وھو حبان ابن
العرقة القریشی۔ بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی من الاحزاب و مخرجہ
الی بنی قریظہ و محاصرتہ ایاھم۔

سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہودیوں کا طرز عمل آنحضرت کے ساتھ
[illegible] آستین کی طرح ہر وقت ڈنک مارنے کے لئے تیار رہتے تھے
[illegible] اسلام [illegible] ور بانیٔ اسلام کی بیخکنی و استیصال فوراً کر دیتے لیکن آنحضرت
[illegible] عاملہ فہمی اور امور سیاسیہ کی واقفیت نے انہیں کوئی موقعہ نہ دیا۔
[illegible] کہ آنحضرت کی ہر ایک کوشش اُن کے خلاف دفاعی تھی۔ آنحضرت
[illegible] بھی حملہ کرنے میں پہل نہیں کی۔ کہہ سکتے ہیں کہ خیبر پر آنحضرت نے حملہ کیا لیکن
[illegible] ہ حملہ بھی دفاعی تھا۔ حرص یا شوق فتوحات پر مبنی نہ تھا۔ یہ ایک کوشش تھی اپنی
ہستی کو قائم رکھنے کے لئے۔ تمام عرب کے یہود اُٹھ کر خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ اور
خیبر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر وہاں سے چاروں طرف آنحضرت کے خلاف سازش
پھیلانے میں مصروف تھے۔ جنگ احزاب بھی ان ہی خیبریوں کی سازش کا نتیجہ
تھی۔ دیکھو امیر علی: ہسٹری آف اسلام ص ،، ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص

اگر آنحضرت خیبر پر حملہ نہ کرتے یا جنگ خیبر میں فتح نہ ہوتی تو پھر یہودیوں کا غلبہ
سارے عرب پر یقینی تھا۔ واقعات و تجربات سابقہ اچھی طرح واضح کر چکے تھے کہ انکی
طبیعت ان کو نچلا نہیں بیٹھنے دیگی۔

قبیلہ غطفان کی آبادی خیبر کی آبادی سے ملی ہوئی تھی۔ اور یہ دونوں
آپس میں حلیف تھے۔ ابو رافع سلام بن الحقیق نے ۶ سنہ ہجری میں تمام یہودیوں
اور دیگر قبائل کو اسلام کے خلاف برانگیختہ کیا۔ جب اس کی فتنہ انگیزی بہت بڑھگئی
تو عبداللہ بن عتیک نے اُس کو اُس کے قلعہ کے اندر ہی باجازت رسول صلعم قتل
کر دیا۔ اس کے بعد یہودیوں نے اسیر بن زرام کو اپنا سردار بنا لیا۔ اُس نے تمام یہودیوں
کو جمع کر کے آنحضرت کے مقابلہ کی تجویزیں پھر شروع کیں۔ جب یہ خبریں آنحضرت کو
پہنچیں تو انہوں نے پھر بھی جنگ میں ابتدا کرنی مناسب نہ سمجھی۔ بلکہ عبداللہ بن
رواحہ کو ۳۰ آدمی دیکر خیبر کو روانہ کیا تاکہ معاملہ صلح و آشتی کے ساتھ طے ہو جائے۔
ان لوگوں نے خیبر پہنچکر اسیر بن زرام کو پیغام بھیجا کہ جناب رسول خدا فرماتے ہیں کہ

اگر تم حاضر ہو جاؤ تو خیبر کی حکومت تمکو دیدی جائیگی چنانچہ
باہر نکلا۔ حزم و احتیاط کی بناء پر یہ تجویز ہوئی کہ اس قافلہ میں
ہمرکاب چلیں جن میں ایک مسلمان اور ایک یہودی ہو۔ ؛
دل میں بدعہدی کا خیال پیدا ہوا۔ اور اُس نے عبد اللہ ،
انہوں نے مقابلہ کیا۔ آخر کار لڑائی ہوئی مسلمان فتحیاب ہو
یہودی بچا۔ یہ واقعہ آخر سنہ ۶ ہجری یا محرم ۷ سنہ ہجری کا ہے۔

ابن ابی الحقیق یہودانِ بنی نضیر کا رئیس مدینہ سے نکلکر خیبر میں
تھا۔ اور یہاں کے مشہور قلعہ القموص پر قبضہ کر لیا تھا۔ سلام بن ابی الحقیق یہ
کا سردار مقرر ہوا تھا۔ اُس کے قتل کے بعد اس کا بھتیجا کنانہ ابن الربیع بن
ابی الحقیق سردار بنگیا۔ اسلام سے عناد وراثت میں پایا تھا چنانچہ کنانہ نے
بھی اس مخالفت میں بہت سرگرمی دکھائی غطفان سے لیکر بنو فزارہ تک کی
تمام قوموں کو اس سازش میں شامل کر لیا۔ اور منافقین مدینہ اسکو مسلمانوں
کی تنگی و عسرت کے حالات بتا کر اپنی جاسوسی سے یہودیان خیبر کو کافی مدد پہنچاتے
تھے۔ دربارِ رسالت میں یہ ساری خبریں پہنچتی تھیں لیکن آنحضرت خاموش تھے
اور معاملہ کو صلح و آشتی سے طے کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے پھر عبد اللہ بن
رواحہ کو بطور سفیر یہودیان خیبر کے پاس بھیجا۔ جب وہ خیبر پہنچا اُسی وقت راس
المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول کا قاصد یہ خبر لایا کہ اگرچہ مسلمان خیبر پر حملہ
کرنا چاہتے ہیں لیکن اُن کی حالت بہت خراب اور اُنکی تعداد بہت کم ہے۔
تم پر فتح پانی ناممکن ہے۔ اِس پیغام سے یہودی شیر ہو گئے اور سفیر رسول اللہ
کو ناکام واپس آنا پڑا۔ ادھر سردار خیبر نے بنی غطفان سے سازش کر کے
اُن کو آنحضرت کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ اور اُن سے ایک تحریری معاہدہ کر لیا۔
اس کے بعد انہوں نے بنی فزارہ کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ آنحضرت نے بھی صلح کا
پیغام دیکر بنو فزارہ کے پاس بھیجا لیکن مذہب اور قومیت غالب آگئی۔ اور بنو فزارہ

ن خیبر سے مل گئے۔

دسا را تیار تھا۔ اس میں چنگاری بھی یہودیوں ہی نے لگائی۔ اور
ہیبقت ہوئی۔ واقعہ ذی قرد جنگ خیبر کا پیش خیمہ تھا اور وہ
ذی قرد آنحضرت کی ایک خاص چراگاہ تھی۔ وہاں آپکی اونٹنیاں
سرا کرتی تھیں۔ اور حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے اُن اونٹنیوں
نظ تھے، اور ان کی والدہ بھی اُن کے ہمراہ تھیں۔ بنی غطفان کے ایک
ستہ فوج نے اپنے سردار عبدالرحمٰن بن عیینہ کی سرکردگی میں اُن پر حملہ کرکے
حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کو وہیں قتل کردیا۔ اُن کی والدہ کو قید کرلیا
اور بیس اونٹنیاں ہنکا کرلے گئے۔ نزدیک ہی مسلمانوں کا بھی ایک فوجی دستہ تھا
تھا۔ انھیں خبر ہوئی تو یہودیوں پر حملہ کرکے اُونٹنیوں کو چھڑا لیا۔ اور زوجۂ ابوذر
غفاری کی رہائی کرائی۔ اب تامل و تاخیر خودکشی تھی۔ آنحضرت نے خیبر پر چڑھائی
کردی۔ دشمن کو حملۂ اول کرنے سے روکنا ایسا ہی حفاظت خود اختیاری میں
داخل ہے جیساکہ اس کے حملہ کے بعد اپنے تئیں بچانا۔

اس جنگ کی تفصیلات ہمارے موضوع سے باہر ہے لیکن اسکی
اہمیت ذہن نشین کرلینی چاہیئے تاکہ اس شخص کی خدمات اسلامی کا اندازہ
ہوسکے جس نے اس جنگ کو فتح کیا تھا۔ یہ جنگ دفاعی تھی اور یہی بات اسکی
اہمیت و عظمت کے اندازہ کے لئے کافی ہے۔ اگر دشمن دفع نہ ہوسکے تو مغلوبیت
اسکا پہلا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں اسلام کا مغلوب ہونا اور یہودیوں کا غالب
آجانا اسلام کے کلی استیصال کے مرادف تھا۔ علاوہ اس کے اس جنگ
میں ایک امتیاز بھی تھا۔ برخلاف دیگر دفاعی لڑائیوں کے اس سے اسلام
کے نظامِ تسلط و تصرف کی بنیاد پڑی۔ اسلامی سلطنت کا قیام اس کی فتح سے شمار
ہوتا ہے۔ مولوی شبلی صاحب اسکی امتیازی خصوصیت ان لفاظ میں ظاہر کرتے ہیں
"اب تک جو لڑائیاں وقوع میں آئیں دفاعی تھیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے

جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز حکومت کی بنیاد قائم مقصد دعوت و تبلیغ ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی نہ تو اس سے جنگ ہے نہ اسکو اپنی رعایا بنانے کی معاہدہ صلح کافی ہے جس کی بہت سی مثالیں اسلام میں جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہوا اور اس کو مدافعت کے لئے تلوار ہاتھ میں لینی پڑتی ہے اور اس کو اپ پڑتا ہے۔ خیبر اس قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا غزوہ ہے۔ سیرۃ النبی جلد

ماہ محرم ۷ھ ہجری کا آغاز تھا کہ جناب رسول خدا مسلمانوں کی جمع کے ساتھ مدینہ سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں یہودیوں کے کل چھ قلعے۔ ان سب میں بڑا اور مضبوط قلعہ قموص تھا۔ اس میں یہودیوں نے اپنی تمام فوج کو مجتمع کر لیا تھا۔ ابن ابی الحقیق کا خاندان جو مدینہ منورہ سے جلا وطن ہو کر خیبر میں آگیا تھا اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ اس قلعہ کا سردار مرحب تھا۔ جس کو مورخ یعقوبی نے ہزار جوانوں کے برابر شمار کیا ہے۔ اس قلعہ کی حفاظت و استحکام کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے قلعے تو یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص کی مہم مسلمانوں سے سر نہ ہو سکی۔ بہت سے سر برآوردہ صحابی یکے بعد دیگرے اس مہم پر گئے اور ناکام واپس آئے۔ حضرت ابوبکر گئے وہ ناکام آئے۔ حضرت عمر گئے وہ شکست کھا کر واپس آگئے۔ علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں:۔

"ناعم کے بعد اور قلعے بآسانی فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص مرحب کا تختگاہ تھا اس مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے۔ طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے انکی نسبت بھی یہی شکایت کی"۔

سیرۃ النبی تقطیع کلاں جلد اول ص ۳۵۶

مردی کے قصوں کو سن کر آنحضرت کو طیش آگیا۔ فرمایا
لادرجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ
بقرار۔ یعنی تحقیق کل میں یہ علم ایسے شخص کو دونگا جو خدا
منا ہے اور خدا و رسول اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ خداوند
پر فتح دیگا۔ وہ بہت جری و دلیر ہے۔ بھگوڑا نہیں ہے۔
ہیں حضرت علی کی آنکھیں پُرآشوب تھیں۔ اتنی دکھتی تھیں کہ
قدم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لہذا لشکریوں میں سے ہر ایک کے دل
امید پیدا ہوگئی کہ علی تو بیمار ہیں اب شاید یہ علم کل مجھے ملے۔ یہانتک کہ جو
بہانک شکست کھا چکے تھے اور فرار رہ چکے تھے وہ بھی امید کرنے لگے۔ اور
ساری رات اسی امید میں گذاری۔ حضرت علی نے جو آنحضرت کا یہ قول سنا تو قاضی
الحاجات کی درگاہ میں دعا کی کہ بارالہا اللھم لا معطی لما منعت ولا مانع لما
اعطیت۔ لیکن جو اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرتے تھے وہ صبح ہوتے ہی آنحضرت کے خیمہ
کے دروازے کے آگے جمع ہونے شروع ہوگئے اُن میں سے جو ذرا سی بھی نمایاں
حیثیت رکھتا تھا اونچا ہو ہو کر اپنا چہرہ آنحضرت کو دکھاتا تھا سعد ابن وقاص نے
نے تو حد ہی کردی۔ آنحضرت کے پیروں سے رگڑ کر چلے تاکہ آنحضرت کی توجہ اُن کی طرف
منعطف ہو جائے۔ یہ بزرگوار نبوت کی شان و کیفیت کو بس اتنا ہی سمجھ سکے تھے۔
غرض آنحضرت باہر تشریف لائے۔ حضرت علی کو طلب کیا۔ لعاب دہن آنکھوں میں لگایا
آشوب چشم دور ہو۔ علم حضرت علی کو عطا ہوا۔ وہ گئے اور جاتے ہی مرحب و عنتر کو
قتل کر کے مسلمانوں کی مشکلکشائی کی اور قلعہ فتح کیا۔ دوران جنگ میں سپر ہاتھوں
سے گر پڑی تو خیبر کا در آہنی اکھیڑ کر اُس کو سپر بنا لیا۔ اور لڑا کئے۔ یہانتک کہ قلعہ فتح ہوگیا
فتح کے بعد جب اُس دروازۂ آہنی کو آپ نے پھینکا ہے تو ستر آدمی ملکر اُس کو ایک
پہلو سے دوسرے پہلو پر نہ پلٹ سکے۔ ان تمام واقعات کو ہم نے تفصیل و حوالہ جات
سے اس کتاب کے صفحات ۹۵۳ لغایت ۱۰۱ میں بیان کیا ہے۔ ناظرین ورق پلٹکر دیکھلیں

ابوسفیان کی مجبوری اور اُن کا ایمان لانا

قبل اس کے کہ ہم جنگ حنین کا ذکر کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ واضح کریں کہ ابوسفیان کس مجبوری کی حالت میں ایمان لائے۔ فتح مکہ نے کفار کے دل توڑ دیئے اور ۸ھ ہجری میں خالد بن ولید و عمرو بن عاص اور ... دربار نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ دسویں ماہ رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ھ ہجری کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ مدینہ سے بقصد مکہ روانہ ہوئے عشاء کے وقت مرج الظہران میں لشکر اسلام اترا۔ آپ نے ایک ایک ہر ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے ہر ایک کو آگ روشن کرنے کو فرمایا۔ عباس ابن عبدالمطلب اس لشکر سے باہر نکلے تھے کہ راستہ میں ابوسفیان سے ملاقات ہوئی عباس اس کو اپنے ساتھ لے کر لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوسفیان اسوقت نہتا تھا اور حضرت عباس کی امان میں تھا۔ اس کو حضرت عمر نے جو دیکھا تو موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اس کی طرف لپکے کہ قتل کر دیں۔ عباس نے کہا کہ میں نے اس کو اپنی امان میں لیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ میں اس کو زندہ نہ چھوڑونگا۔ حضرت عمر پیادہ تھے۔ یہ دونوں سوار تھے۔ جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے پیچھے پیچھے حضرت عمر بھی لگے آرہے تھے۔ حضرت عمر نے آنحضرت سے عرض کی کہ اس وقت موقعہ ہے ایسا دشمن ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں۔ عباس نے کہا کہ اے رسول اللہ میں نے اس کو اپنی امان میں لے لیا ہے۔ حضرت عمر کچھ ان کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور قتل ابوسفیان پر اصرار کرتے رہے۔ حضرت عباس نے کہا کہ اے عمر اگر یہ بنو عدی میں سے ہوتا تو تم اتنا اصرار اس کے قتل پہ نہ کرتے۔ اتنے میں آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے اس کو شب بھر کے لئے مہلت دیدی اور عباس کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ صبح کو میرے پاس لانا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی عباس ابوسفیان کو لیکر خدمت نبوی میں حاضر آئے۔ آنحضرت نے ابوسفیان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا ابھی تک تیرے نزدیک اسکا

ان لا الہ الا اللہ کہکر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ ابوسفیان نے
ے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر سوائے اللہ کے کوئی اور معبود
ں امداد سے مستغنی کر دیتا۔ پھر رسول مقبول نے ارشاد کیا۔
یا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ مجھے اللہ کا رسول سمجھے۔ ابو
ہ اس امر میں مجھکو پس و پیش ہے۔ عباس نے کہا۔ تف ہو تو اپنے
ے اسلام قبول کر۔ ابوسفیان یہ سنکر عباس کی طرف تعجب سے دیکھنے
س نے کہا دیکھ وہ عمر آرہا ہے۔ اشہد ان محمد رسول اللہ
ے ورنہ آتے ہی تیری گردن اڑا دیگا۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر اشہد
ن محمد رسول اللہ کہدیا اور مسلمانوں میں داخل ہوا۔

اُردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوم ص۱۸۵　　حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص۸۹

ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۹۳　　ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الرابع ص۲۲

ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء الرابع ص۲۹

تاریخ حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص۱۲ ابوسفیان طوعاً و کرہاً کلمۂ توحید بزبان آورد۔

جنگِ حُنین۔ ۶ شوال ۸ھ مطابق ۲۷ جنوری ۶۳۰ء

جب مکہ فتح ہو گیا تو قبیلہ ہوازن کے لوگ پیغمبر علیہ السلام سے جنگ کے لئے مجتمع ہوئے۔ انکا سردار مالک بن عوف تھا۔ اور ثقیف اہل طائف اور بنی سعد بن بکر بھی اُنکے ساتھ ہوئے جب یہ خبر جناب رسالتمآب کو پہنچی تو آنحضرت بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ ۶ شوال ۸ھ ہجری مطابق ۲۷ جنوری ۶۳۰ء کو باہر نکلے۔ جب دونوں جانب کی فوجیں باہم ملاقی ہوئیں تو مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ کوئی کسی کی طرف ملتفت نہیں ہوتا تھا۔ جناب رسول خدا لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے لیکن کوئی آپ کی نہیں سُنتا تھا۔ اس پر آنحضرت نے عباس سے کہا کہ تم آوازدیتے رہو اور لوگوں کو بلاتے رہو۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص ۱۲۸۔

ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص۱۳۱ ابن ہشام: سیرۃ ۱۷

تاریخ ابی الفداء: الجزء الاول ص۱۴۶ حسین دیار بکری: تاریخ

صحیح بخاری میں ہے:۔

عن ابی قتادہ۔ قال انھزم	ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین
المسلمون وانھزمت معھم	ہو کر بھاگے تو میں بھی اُنکے ساتھ۔
فاذا بعمر بن الخطاب	دیکھتا ہوں کہ عمر بن الخطاب بھی بھاگنے
فی الناس۔	والوں میں ہیں۔

صحیح بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم الجزء الثالث ص۱۵

تاریخ ابن کثیر دمشقی۔ الجزء الرابع ص۳۲۹۔

شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں تحریر کرتے ہیں:۔

"در غزوہ حنین چوں ہزیمت بہ مسلمین رو داد علی رضی اللہ عنہ از جماعت ثابتان بود"

کنز العمال علی متقی میں ہے:۔

قال الزبیر بکار حدثنی ابراھیم	(اسمائے راویان عربی عبارت میں)
بن حمزہ حدثنی محمد	
بن عثمان بن ابی حرملہ مولے	
بنی عثمان عن حسین بن علی	
قال کان ممن ثبت مع رسول	
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
یوم حنین العباس وعلی بن ابیطالب	جنگ حنین کے دن آنحضرت کے ساتھ جو
وابو سفیان بن الحارث و	لوگ رہ گئے تھے وہ یہ تھے۔ عباس علی بن ابی
عقیل بن ابی طالب وعبداللہ	طالب۔ ابو سفیان بن الحارث۔ عقیل بن
بن الزبیر بن عبدالمطلب	ابیطالب۔ عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب

سامہ بن زید.
ما کان یوم حنین
ں اللہ علیہ وآلہ
وطیس وکان علی بن
ناس قتالا بین یدیہ

زبیر بن العوام و اسامہ بن زید. باقی سب بھاگ گئے تھے
انس سے مروی ہے کہ جنگ حنین کے دن آنحضرت
نے فرمایا کہ اب آتش حرب تیز ہوگئی۔ اور اس
دن جناب علی مرتضیٰ نے آنحضرت کی حضوری
میں نہایت شدید قتال کیا۔

الجزء الخامس ص ۳۰۴ حدیث نمبر ۵۵۹۷ و نمبر ۵۵۹۸ ص ۳۰۶ حدیث نمبر ۵۶۰۷

احمد حنبل: مسند الجزء الاول صفحہ ۲۰۷ و ۴۵۳، الجزء الرابع ص ۲۸۱ و ۳۰۴۔

روضۃ الندیہ صفحہ ۲۸ و ۲۹۔

سیرۃ الحلبیہ وغیرہ میں ہے:-

لما فر الناس یوم حنین عن
النبی صلعم لم یبق معہ الا اربعۃ
ثلاثۃ من بنی ہاشم ورجل
من غیرہم علی بن ابی طالب و
العباس و ابوسفیان بن الحارث و ابن مسعود

جب بروز حنین لوگوں نے جناب رسول خدا
کو چھوڑ کر فرار کیا تو آنحضرت کے ساتھ صرف
چار شخص باقی رہ گئے تھے۔ تین بنی ہاشم اور
ایک غیر بنی ہاشم یعنی علی بن ابیطالب و
عباس و ابوسفیان بن الحارث اور ابن مسعود

برہان الدین الحلبی: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث صفحہ ۱۲۵

حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی صفحہ ۱۱۳

لما انہزم المسلمون اظہر
اہل مکۃ ما فی نفسہم من الحقد
فقال ابوسفیان بن حرب
لا تنتہی ہزیمتہم دون البحر
وکانت الازلام فی کنانتہ و
صرخ کلدۃ الان بطل السحر

جنگ حنین میں جب مسلمانوں نے راہ فرار
اختیار کی تو اہل مکہ کے دلوں میں جو کینہ اور حسد
مخفی تھا وہ ظاہر ہوا۔ چنانچہ مسلمانوں کے
بھاگنے پر ابوسفیان بن حرب کہنے لگا کہ انکا
بھاگنا سمندر سے ورے ختم نہیں ہوگا۔ اور
اسی طرح تیر اور طعنے بھی مار رہا تھا۔ کلدہ نے
چلا کر کہا کہ اب یہ جادو باطل ہوگیا۔

تاریخ ابو الفدا: الجزء الاول ص ۱۴۶ ابن الاثیر: تاریخ

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۱۱۳ ابن ہشام: ر

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ۔ فی التاریخ الجزء الرابع ص

سید احمد زینی المشہور بدحلان: السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ بر ہا

بمصر ۱۳۵۱ ہجری۔ الجزء الثانی ص ۳۴۹ و ۳۵۰۔

ہم نے ان پانچوں بڑی لڑائیوں کے حال ہدیہ ناظرین کر دے۔

ان پر ناظرین غور کرینگے۔ نتائج صحیحہ کو معلوم کرینگے۔ ہم چند نتائج کی طرف کی توجہ دلاتے ہیں:۔

(۱) ان پانچوں لڑائیوں کی فتح حضرت علی کی جد وجہد و اثبات قدم پر مبنی تھی۔ اگر وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے تو اسلام کی تاریخ بلکہ دنیا کی تاریخ دوسری طرح لکھی جاتی۔

(۲) جہاد سے فرار کرنا نقص ایمان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور جہاد میں ثبات کمال ایمان کی دلیل ہے۔

(۳) عقل سلیم کا کیا فتویٰ ہے۔ خلافت رسول کا کون مستحق تھا۔ وہ جو مصیبت وجہاد کے وقت جناب رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ یا وہ جو ہمیشہ جناب رسول خدا کے پہلو بہ پہلو کھڑا رہا اور جہاد سے بھاگنے کا خیال تک نہ کیا۔ کس میں خلیفۂ رسول کی شان پائی جاتی ہے۔

(۴) جب جہاد کی کسوٹی پر اصحاب رسول کسے گئے تو جناب رسول خدا کو معلوم ہوا یا نہیں کہ انکا خلیفہ و جانشین بننے کی اہلیت و استعداد کس میں ہے۔ اور کون انکا مثیل و نظیر ہو سکتا ہے۔

(۵) اتنا معلوم ہونے کے بعد کیا جناب رسول خدا کے لئے یہ موزون و مناسب تھا کہ آپ اپنی جانشینی کے مسئلہ پر بالکل خاموش رہتے۔ اور اس جان نثار

ے شخص کو اُن ناقص ایمان والوں کے رحم پر چھوڑ جاتے
ں شخص کی طرف سے حسد وعناد پیدا ہو چکا تھا جس کا علم
د اچھی طرح تھا۔

ہنگوں کی وجہ سے ابوسفیان و معاویہ و دیگر بنو امیہ کی دشمنی
ملی سے تھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

ے ابوسفیان و معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے۔ جان کے خوف
کلمہ اسلام پڑھ لیا۔

اب ہم اُن کی روحوں کو مخاطب کرتے ہیں جنہوں نے اس گئے گذرے ہوئے زمانہ میں صرف مسجد شہید گنج کی خاطر سینے ننگے کر کے گولیاں کھائیں جو خوشی خوشی تختہ دار پر چڑھ گئے۔ صرف اس وجہ سے کہ انہیں یہ گوارا نہ ہوا کہ کوئی ان کے پیارے رسول کی توہین کرے اگرچہ وہ محض زبان ہی سے ہو۔ اور اُن سے پوچھتے ہیں کہ اگر آج رسول خدا موجود ہوتے تو کیا تم اُن کو مسلح سکھوں اور ہندؤں کی فوج میں تن تنہا چھوڑ کر صرف اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگ جاتے۔

علامہ عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب اڈیشن چہارم صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ پر "جناب امیر علیہ السلام کا جہاد بالسیف" کے نیچے لکھتے ہیں:۔

"جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت سے جس قدر کہ دین اسلام کو نفع پہنچا ہے وہ کسی سے نہیں پہنچا۔ اربعین میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

کان فی الصحابۃ جماعۃ کابی دجانہ وخالد بن ولید وکانت شجاعۃ [illegible] اکثر نفعا من شجاعۃ الکل الا تری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الاحزاب لضربۃ علی خیر من عبادۃ الثقلین یعنی صحابہ میں مثل ابودجانہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کے ایک جماعت ایسی تھی جو شجاعت میں مشہور تھی لیکن سب کی شجاعت سے جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت زیادہ تر نفع رساں تھی۔ تم نہیں دیکھتے ہو کہ جنگ احزاب کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کی ایک ضرب جن و انس

کی عبادت سے افضل ہے۔ پروردگار نے اپنے کلام پاک میں ح
صحابہ کے اعمال پر ترجیح دی ہے۔ اجعلتم سقایۃ الحاج و
کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ ا
یعنی کیا تم گردانتے ہو تم حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی
جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔
برابر اللہ کے نزدیک اخرج ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق
وابن جریر وابن مندہ والثعلبی فی تفسیرہ والواحدی فی کتاب
باسباب النزول والقرطبی وابن اثیر فی جامع الاصول والنسائی
والسیوطی فی الدر المنثور والحافظ ابو نعیم فی فضائل الصحابہ قالو
علیا والعباس وطلحہ بن ابی شیبہ افتخروا فقال طلحہ انا صاحب ا
مفتاحہ بیدی ولو شئت کنت فیہ فقال العباس انا صاحب السقایۃ وا
علیھا فقال علی لا ادری لقد صلیت ستۃ اشھر قبل الناس وانا صاحب
الجہاد فی سبیل اللہ فانزل اللہ اجعلتم سقایۃ الحاج الخ۔ ابو حاتم اور ابو شیخ
اور عبد الرزاق وغیرہ لکھتے ہیں کہ علی و عباس اور طلحہ بن ابی شیبہ باہم فخر کرنے لگے
طلحہ نے کہا میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اور اس کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے میں چاہوں
تو اسی میں رہوں۔ عباس کہنے لگے کہ میں زمزم کا مالک ہوں اور اس کا نگہبان ہوں
علی نے کہا میں نہیں جانتا لیکن میں نے چھ مہینے پیشتر سب لوگوں سے نماز پڑھی۔
اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوں پس پروردگار نے یہ آیت نازل فرمائی
کہ کیا گردانتے ہو تم حاجیوں کا پانی پلانا الخ۔ کتب سیر کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا
ہے کہ حضرت امیر سوائے تبوک کے کل مشاہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
علمدار رہے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس قال لعلی اربع	ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ علی کی چار
خصائل لیست لاحد غیرہ ھو	خصلتیں ایسی ہیں کہ ان کے سوا کسی دوسرے

[illegible]لے معہ رسول	میں نہیں ہیں۔ وہ سب عربی و عجمی لوگوں سے
[illegible]ہ وسلم و	ایسے پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے آنحضرت صلی
[illegible]ئہ معہ	اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور وہ وہ
سوالذی صبر	شخص ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
[illegible]عنہ غیرہ	سلم کے ہر ایک لشکر میں علمدار تھے۔ اور وہ
[illegible]ی غسلہ وادخلہ	وہ شخص ہیں کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ
[illegible]لحد	علیہ وسلم کے پاس سے سب لوگ

[illegible] گئے تھے تو وہ آپ کے ساتھ صبر کئے رہے۔ اور وہ وہ شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

اور اس بات پر بھی سب محدثین کا اتفاق ہے کہ تبوک کے سوا حضرت امیر علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے چنانچہ دوسرے مقام پر علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

واجمعوا علی انہ صلی القبلتین	یعنی سب محدثین نے [illegible] کیا ہے کہ
وھاجر وشھد بدرا والحدیبیہ	جناب علی علیہ السلام ایسے شخص ہیں جنہوں نے دونوں
وسائر المشاھد وانہ ابلی	قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ
ببدر واحد والخندق و	علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہے اور بدر اور حدیبیہ
ذکر السراج فی تاریخہ	اور تمام غزوات میں حاضر رہے ہیں۔ اور بدر و احد
انہ لم یتخلف عن مشھد	اور خندق میں آپ نے بڑے بڑے نمایاں کام کئے ہیں۔
شھدہ الا تبوک فانہ	اور سراج اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ آپ کسی مشہد
خلف رسول اللہ صلی اللہ	سے غیر حاضر نہیں رہے مگر تبوک میں کیونکہ آنحضرت
علیہ وسلم علی المدینۃ	صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے عیال کی حفاظت
علی عیالہ۔	کیلئے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔

تمام مشاہد میں جو حیرت انگیز کارروائیاں حضرت امیر سے ظاہر ہوئی ہیں

تمام کتب سیر اس سے بھری پڑی ہیں۔

۱۷۔ ہدایت و رہنمائی خلق کی قابلیت۔

قابلیت ہدایت و رہنمائی کا علیحدہ عنوان قائم کرنا تسلسل کہ تھا۔ ورنہ جو احادیث پہلے گزر چکی ہیں اُنسے یہ امر اچھی طرح ثابت کرام میں سے محض حضرت علی ہی آنحضرت کے مثیل و نظیر اس فضیلہ تھے جس طرح دیگر فضائل میں تھے۔ اُن سب احادیث کا یہاں دُہرانا با طوالت بیجا ہوگا بسلسلہ بیان قائم رکھنے کے لئے ایک دو کا ذکر کر دیتے ہیں:۔

عن ابی ذر غفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت صدیق الاکبر والفاروق الاعظم الذی یفرق بین الحق والباطل۔	ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو حضرت علی سے کہتے ہوئے سنا کہ اے علی تم صدیق اکبر و فاروق اعظم ہو جو حق و باطل کو جدا کرتا ہے۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل الثانی ص ۱۵۳ و ۱۵۵ و ۱۵۷ و ۱۵۸
شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۹۶۔ باب الحادی والخمسون ص ۱۵۱۔ الباب الثانی عشر ص ۷۰۔ الباب الخامس عشر ص ۸۲۔ الباب الثانی والاربعون ص ۱۲۴
روضۃ الندیہ ص
سنن ابن ماجہ الجزء الاول ص ۵۶۔
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی الحدیث ثلاثون ص ۔ حدیث حادی و ثلاثون
علا المتقی بعن سلمان فارسی۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۶ حدیث ۲۶۰۸۔

عن ابی لیلی الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علی ابن ابی طالب فانہ اول من امن بی واول من یصافحنی یوم القیامۃ	ابولیلی غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد فوراً ہی فتنے کھڑے ہو جائینگے جب ایسا ہو تو تم علی بن ابی طالب کی اطاعت کرنا کیونکہ وہ سب سے پہلے میرا اوپر ایمان لایا اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے

...ھو فاروق		مصافحہ کریگا اور وہ صدیق اکبر ہے اور اس
...سوب المومنین		امت کا فاروق ہے۔ وہ مومنین کا حاکم ہے
...قین۔		اور مال منافقین کا حاکم ہوتا ہے۔

...جاب ترجمہ ابو لیلی الغفاری ۲۹۶۹ صـ۶۷۶ الجزء الثانی۔

...صابہ فی تمییز الصحابہ۔ ترجمہ ابو لیلی الغفاری۔

...براہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ ہجری الباب
...اربعون صـ۱۲۹ والباب السادس والخمسون صـ۲۵۱۔

...ی: کنز العمال۔ الجزء السادس صـ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۲۔

...ن ابن عباس قال لما نزل قوله		ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت انما انت منذر
...تعالی انما انت منذر ولکل قوم ھاد		ولکل قوم ھاد نازل ہوئی تو آنحضرت نے تفسیر
...فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم		فرمائی کہ منذر سے میں مراد ہیں اور ہادی سے علی
انا المنذر وعلیؑ ھاد وبک یا علی یھتدی		مراد ہیں۔ اور اے علی میرے بعد تم سے ہدایت
المھتدون من بعدی۔		لینے والے ہدایت پائینگے۔

ابونعیم: فیما نزل فی القرآن فی علی		شلنجی: نور الابصار صـ...

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صـ۱۵۷ حدیث ۲۶۳۱ وحدیث ۲۶۳۵۔

ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع صـ۳۵۷ و ۳۵۸۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۹ و ۱۳۰۔

سیوطی: درالمنثور فی تفسیر قولہ تعالی۔ انما انت منذر ولکل قوم ھاد۔ الجزء الرابع صـ۴۵

شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الرابع والاربعون صـ... والباب السادس والعشرون صـ۹۹ و ۱۰۰

روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صـ۵

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ		ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
علیہ وسلم قال علی بن ابیطالب باب حطۃ		کہ علی باب حطہ ہیں جو اس میں داخل ہوگیا
من دخل فیہ کان مومنا ومن خرج منہ		مومن ہوا۔ اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر...

کان کافراً۔ ہو گیا۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۳ روضۃ الندیہ

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث الاربع و،

شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الرابع ص ۲۹

۱۸۔ عدالت و قابلیت قضاء۔

عن علی قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن قاضیاً و انا حدیث السن فقلت یا رسول اللہ تبعثنی الی قوم یکون بینھم احداث ولا علم لی بالقضاء قال ان اللہ عزوجل لیھدی لسانک ویثبت قلبک قال فما شککت فی قضاء بین اثنین

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جناب سول (رسول) خدا نے یمن کی طرف قاضی مقرر کر کے روانہ کیا اس وقت میرا سن بہت کم تھا میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھے ایسی قوم میں بھیجتے ہیں کہ جن میں اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور مجھے قضا کا تجربہ نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ پروردگار تیری زبان کو ہدایت کرے گا اور تیرے دل کو ثابت رکھیگا۔ جناب امیر فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی دو آدمیوں کے تنازعات فیصلہ کرنے میں شک نہیں ہوا

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۸۳، ۱۵۶

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل السادس ص ۱۹۸

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقضی امتی بعدی علی بن ابی طالب۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ عادل اور تنازعات صحیح فیصلہ کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔

شبلنجی: نور الابصار ص ۷۱ و ۷۳۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۳۵۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث العاشر و باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶

ا۔ المنصرة باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۹۸ و ۱۹۹۔

ب۔ جزء الثانی ترجمہ علی ص ۴۳ و ۴۴۔

ج۔ المودة۔ الباب الرابع عشر ص۸۵۔

د۔ ارجح المطالب ص۱۴۱ میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار ص۱۴ و ۸۲ و ۹۱ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۲۲۔

باب نہم

اقوال و افعال رسول صلعم کی مطابقت قرآن شریف سے

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد بہت سے کذاب اور وضاعین جھوٹی احادیث وضع کر کے میری طرف منسوب کریں گے۔ تم کو چاہیئے کہ جو میری حدیث بیان کیجاوے اُس کی مطابقت قرآن شریف سے کر لو۔ جو حدیث قرآن شریف کے مطابق ہو گی وہ میری ہے اور جو اسکے مخالف ہو گی اُس کو سمجھو کہ جھوٹی وضع کی گئی ہے۔ احادیث رسول کی اصلیت اور موضوعیت معلوم کرنے کیلئے اور بھی بہت سے دلائل عقلی و نقلی ہیں۔ اُنمیں سے چند کا ذکر ہم نے اس کتاب کے باب چہارم میں کیا ہے۔ یہاں اُنکا بیان کرنا باعث طوالت ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ احادیث رسول کا آخری محک صحت و صداقت قرآن شریف ہے۔ ہم نے اس کتاب کے ابواب ہفتم و ہشتم میں جناب رسول کے وہ افعال و اقوال بیان کئے ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل پر دلیل قاطع ہیں۔ اب ہم اُن احادیث و روایات کو قرآن شریف کی کسوٹی پر چڑھاتے ہیں۔ اگر وہ قرآن شریف کے مطابق ہیں تو اُنکی صحت میں کچھ شک نہیں اور اگر قرآن شریف اُنکی تردید کرتا ہے یا جس کے

اس قدر فضائل آنحضرت نے بیان فرمائے ہیں اُس شخص بالکل خاموش ہے تو ہم سمجھینگے کہ یہ احادیث و روایا سیاسی غرض کیلئے مسلمانوں میں شائع کی گئی تھیں۔

قرآن شریف میں جیساکہ حکومت کا مرتب کیا صحابہ رسول کی مذمت کیگئی ہے۔ اور کئی کی تعریف کیگئی ہے لیکن نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس قاعدہ کو یہانتک ملحوظ رکھا گیا ہے کہ منہ کی تردید کردی اور ایک زوجۂ رسول کو غلط اتہام سے بری کر دیا لیکن مین نہیں آیا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ حضرت عائشہ اس جھوٹے الزام سے بری تھیں۔ سورۂ التحریم ساری اس رمز و کنایہ کی مثال ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ آیہ اِن تَتُوبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَد صَغَت قُلُوبُکُمَا ر اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو بہتر ہے کیونکہ تم دونوں کے دل کج ہو گئے ہیں) میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی طرف اشارہ ہے مسند امام احمد حنبل مجلد اول ص۳۳ و ۴۸ و کنز العمال مجلد اول ص۱۹ حدیث ۴۶۲) اسی طرح وہ آیات جو جناب امیر کی شان میں ہیں اُن میں آپ کا نام نہیں ہے لیکن وہ ایسی مشہور و معروف ہیں کہ شک کی کچھ گنجائش نہیں۔ چار وجوہات سے وہ شک سے بالاتر ہیں یعنی (۱) شہرت و تواتر (۲) اُنکی تفسیر خود رسول خدا کے قول و فعل و عمل سے (۳) اُنکا سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کو حق بجانب سمجھنے والے علماء و محدثین و مورخین کی کتابوں میں توثیق و تصدیق کے ساتھ پایا جانا۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ کبھی ایسی جھوٹی روایتیں و تاویلیں اپنی طرف سے وضع کر کے شائع نہ کرینگے جو اُن کے اعتقادات کے خلاف دلائل ہو کر پیش ہو سکیں۔ اُن کو ایسی روایتیں جھوٹی وضع کرنے سے کیا فائدہ (۴) حضرت علی کے سوانح حیات اور یہ آیات ایک دوسرے کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور انتباہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ متفقہ امت ہے کہ قرآن شریف کی آیات کی تفسیر و تاویل میں اپنے قیاس کو دخل نہیں دینا چاہئے۔ بلکہ کسی امر

عمل نہیں دینا چاہئے ورنہ سارے کا سارا مذہب انسانی کے قیاس
مرکزیت و اصلیت قائم نہیں رہیگی۔ اسلام میں افتراق کی وجہ
ایک نے سمجھا کہ میری تاویل درست ہے اور بہتر فرقے بنگئے اس
ہب میں قیاس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف
بہترین تفسیر وہی ہوگی جو جناب پیغمبر علیہ السلام نے کی ہوگی۔ اور پھر
لئے جائز نہیں کہ اس تفسیر کو چھوڑ کر ہم اپنے دماغ سے اس کے اور
ی و مطالب نکالیں۔ ایسا کرنا جناب رسول خدا کی توہین ہے۔ اور گمراہی و
ضلالت کی بدیہی نشانی۔ امور دین میں قیاس کا ناجائز ہونا مسلمہ امت ہے
شاہ ولی اللہ حجت اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

عن ابن سیرین قال اول من قاس ابلیس وما عبدت الشمس والقمر الا بالمقائیس وعن الحسن انه تلا هذه الآیة خلقتنی من نار وخلقته من طین و قال قاس ابلیس وهو اول من قاس وعن الشعبی قال والله لئن اخذتم بالمقائیس لتحرمن الحلال ولتحلن الحرام	ابن سیرین سے مروی ہے کہ جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اور شمس و قمر کی پرستش قیاس ہی کی بنا پر کیگئی ہے حسن بصری نے یہ آیت پڑھی خلقتنی من نار الخ اور کہا کہ ابلیس نے قیاس کیا۔ اور سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ علامہ شعبی کہتے ہیں کہ قسم بخدا اگر تم قیاس کرنا شروع کر دوگے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دوگے۔

ابن سیرین کے اس قول کی تائید سیوطی نے کتاب الوسائل الی معرفۃ الوسائل میں کی ہے نیز تفسیر درمنثور میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں:۔

اخرج ابو نعیم فی الحلیة۔ و الدیلمی عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده ان رسول الله قال اول من قاس امر الدین	ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں اور دیلمی نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے جد بزرگوار سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ جس نے

براثه ابلیس. قال الله له	امردین میں سب سے
اسجد لآدم فقال انا خیر	خداوند تعالیٰ
منه خلقتنی من نار وخلقته من	اس نے مجھے تو
طین. قال جعفر فمن قاس	آگ سے پیدا کیا
امر الدین برائه قرنه	ہیں کہ جو امر دین میں
الله تعالیٰ یوم القیامة بابلیس لانه	قیامت کے دن اسکو ابلیس
تبعه بالقیاس.	کیونکہ قیاس کرنے میں اس نے

سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثالث ص۲۷

کنز العمال میں علی متقی لکھتے ہیں:۔

	ابو نعیم حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا
من قال فی الدین برائه فقد	رسول خدا نے کہ جس نے امر دین میں اپنی رائے سے
اتهمنی ابو نعیم عن جابر	قیاس اس نے مجھ پر اتہام باندھا۔ اور دیلمی حضرت
لا تقیسوا الدین فان الدین	علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ امر
لا یقاس اول من قاس ابلیس	دین میں قیاس سے کام نہیں لیا جاتا جس نے سب سے
الدیلمی عن علی.	پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔

صحیح بخاری میں ایک مستقل باب مذمت رائے و قیاس پر قائم کیا گیا ہے نیز کنز العمال میں ہے۔

تعمل هذه الامة برهة بکتاب	آنحضرت نے فرمایا کہ یہ امت پہلے کتاب اللہ سے
الله ثم تعمل برهة بسنة رسول	عمل کریگی اسکے بعد سنت رسول اللہ کے مطابق
الله ثم تعمل بالرای فاذا عملوا	عمل کریگی۔ اور پھر اپنی رائے کے مطابق عمل کریگی
بالرای فقد ضلوا و اضلوا.	پس جب اپنی رائے کے مطابق عمل کرینگے تو خود
عن ابی هریرة.	بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔ از ابو ہریرہ

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص۲۰۰ حدیث ۹۱۶ و ۹۱۹۔

...مد واقوال وافعال جو ہم نے باب ہفتم وہشتم میں بیان کئے ہیں مندجہ
...سکتے ہیں:۔
...ہی کی طرح آنحضرت کا اپنے لئے امور رسالت میں وزیر و معاون
...ایزدی سے وہ دعا مستجاب ہوئی۔
...یث منزلت۔
بالائے عرش حضور خداوندی میں حضرت علی کو جناب رسول خدا کا خلیفہ
...لرنا اور خداوند تعالیٰ کا حضرت علی کو نصرت و تائید رسالت محمدیہ کے
...منتخب فرمانا۔
د۔ جناب محمد مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں اور ایک
...شجر کی دو شاخیں۔ یہ دونوں حضرات ہر ایک فضل و صفت میں مشترک ہیں امت
...یہ کے اوپر جو حقوق آنحضرت کے ہیں وہی علی مرتضیٰ کے ہیں جس طرح آنحضرت کے
...حکام کی اطاعت امت محمدیہ پر واجب ہے اسیطرح حضرت علی کے احکام کی اطاعت
اس امت پر واجب ہے جس طرح حضرت علی آنحضرت سے مشابہ ہیں اسیطرح دیگر
پیغمبران اولوالعزم سے مشابہت رکھتے ہیں۔
ہ۔ تاکید وجوب حب علی وآل رسول۔ بغیر علی کی محبت کے کوئی شخص جنت
میں نہیں جاسکتا۔ چاہے کتنا ہی عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔ آپ کے بغض سے منافقین
کی شناخت ہوتی تھی حضرت علی قسیم النار والجنۃ ہیں۔
و۔ آنحضرت کے بعد حضرت علی مومنین کے حاکم و والی ہیں۔
ز۔ اعلمیت حضرت علی۔
ح۔ حضرت علی کا کمال ایمان وعبادت و ریاضت۔
ط۔ معصومیت حضرت علی۔
ی۔ خدا علی کو اور علی خدا کو دوست رکھتے ہیں اور خدا آپ پر سلام بھیجتا ہے
علی کا مرتبہ اور درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں۔

ک۔ راز گوئی آنحضرت با علی۔
ل۔ علی کی سبقت اسلامی۔
م۔ حضرت علی جنت میں آنحضرت کے آمنے سامنے
کے دن لواء حمد حضرت علی کے ہاتھ میں ہوگا۔
ن۔ تبلیغ سورہ برأت۔
س۔ حضرت علی سے لوگ حسد کرتے تھے۔
ع۔ حضرت علی امت محمدیہ کے ہادی ہیں۔
اب ہم ان کی مطابقت آیات قرآنی سے ظاہر کرتے ہیں۔
عنوانہائے۔ الف۔ ب۔ ج۔

یہ غور کرنے والی بات ہے۔ کہ قرآن شریف میں جو انبیاء سلف کے قصے و حکایتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ کسی مطلب و مقصد کے لئے ہیں۔ ورنہ کفار کا اعتراض کہ ان ھذا الا اساطیر الاولین پورا ہوتا ہے۔ یہ مختلف قسم کے واقعات و قصص ہیں جن سے مختلف نتائج نکلتے ہیں۔ اور جو متعدد اغراض کیلئے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک تو یہ غرض تھی کہ امتہائے سابقہ نے جو غلطیاں کی ہیں۔ اور جنکی وجہ سے انپر عذاب نازل ہوا ہے اُن سے امت محمدیہ اپنے تئیں بچائے انبیائے سابق کی نافرمانی اور اُن کے احکام سے اعراض ازمنہ گذشتہ میں نزول عذاب کا بہت بڑا سبب ہوا ہے۔ اُن کے بیان کرنے کی یہ غرض تھی کہ اس سے امت محمدیہ پرہیز کرے۔ دوسری غرض یہ تھی کہ خود آنحضرت انبیاء اولوالعزم کے اطوار و اقوال پر غور کریں اور اسیطرح عمل کریں چنانچہ آپ نے ایسا کیا مثلاً جب حضرت موسیٰ کو احکام رسالت ملے تو انہوں نے اُس کام کی عظمت پر غور کیا اور اُس کیلئے خدا سے مدد چاہی۔ چنانچہ اُن کی دعا قرآن شریف میں اس طرح مسطور ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝

وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ ۙ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ۙ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ۝ (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ)

... ور سالت میں اپنے اہل میں سے کسی کو شریک کرنے ... ول کیلئے جائز ہے۔ اگر سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا تو وہ شریک ... ہو سکتا ہے اور اگر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا ہے تو وہ شریک و ... کار نبی نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف بتاتا ہے۔ کہ سلسلۂ امامت ... ہیگا۔ یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۸)

... حضرت نے بھی حضرت علی کیلئے اس قسم کی دعا مانگی اور وہ قبول ہوئی۔ اسطرح ... ضرت علی کی نسبت و منزلت جناب رسول خدا سے وہی ہوئی جو ہارون کی حضرت ... ی سے تھی باستثنائے نبوت ہم اس دعا کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اور حدیث منزلت بھی ثابت کر چکے ہیں۔

آیات ذیل بتاتی ہیں کہ جناب رسولخدا کی دعا قبول ہوئی اور حضرت علی کو آپ کی تائید و نصرت کے لئے منتخب کیا گیا۔

(۱) اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ یَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (پارہ ۱۲ سورہ ہود ع ۲)

ترجمہ: وہ جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اک گواہ بھی خدا کی طرف سے آیا۔

اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابو نعیم فی المعرفۃ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال مامن رجل من قریش الا نزل فیہ طائفۃ من القرآن فقال لہ رجل ما نزل فیک قال اما تقرء سورۃ ھود افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد

ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابو نعیم حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضرت علی نے کہا کہ قریش میں سے کوئی آدمی نہیں ہے جس کے متعلق قرآن کی کوئی آیت نہ اتری ہو۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کی کہ آپ کے حق میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے سورہ ہود میں نہیں پڑھا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ یَتْلُوْهُ شَاهِدٌ

منه . واخرج ابن مردویه وابن عساکر عن علی رضی الله عنه فی الآیة قال رسول الله علی بینة من ربه وانا شاهدٌ منه . واخرج ابن مردویه من وجه اخر عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم افمن کان علی بینة من ربه ونا ویتلوه شاهدٌ منه قال علی.

منه جناب رسول خدا علی ان کے ساتھ آئے گا۔ ابن عساکر نے حضرت کہ اس آیت میں علی بینہ رسول خدا ہیں اور میں شاہد ہوں نے دوسرے اسناد سے جناب علی سے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی بینۃ تو میں ہوں اور شاهد منه علی ہیں۔

علامہ سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثالث ص۳۲۴۔
علی المتقی: کنز العمال الجزء الاول ص۲۵۱ حدیث نمبر ۴۴۴۰
شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودة۔ الباب السادس والعشرون ص۹۹۔
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص۱۰۔

غور کرنے والی بات ہے۔ جناب رسول خدا کے ساتھ ساتھ ہی حضرت علی کا تقرر ہوتا ہے۔ لفظ یتلوہ کو دیکھو۔ آنحضرت سے لگے لگے حضرت علی بھی پہنچے ادھر دعوے نازل فرمایا ادھر دعوے کے ساتھ ساتھ ہی اس کی صداقت کی گواہی دینے کیلئے ایک گواہ کو بھیجا جناب رسول خدا کی نبوت کی تصدیق حضرت علی کی ہستی سے ہوتی ہے یہ ہی اصلی صدیق اکبر اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا صدیق اکبر اگر حضرت علی کی ہستی نہ ہوتی تو یہ دعویٰ بلا تصدیق رہ جاتا۔ اسکو کہتے ہیں خلیفہ و نائب اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ خلیفہ یا نائب رسول بھی رسول کے ساتھ ہی خداوند تعالیٰ کی بارگاہ سے مقرر ہو کر آتا ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی فیکٹری میں تیار نہیں ہو سکتا۔

(۲) وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (پارہ ۲۴ سورہ زمر ع ۴)

ترجمہ۔ اور وہ شخص جو آیا صدق کے ساتھ اور وہ شخص جس نے اسکی تصدیق کی متقی ہیں۔

اخرجہ ابن عساکر والحافظ ابو نعیم

ابن عساکر نے و حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں

مغازلی فی المناقب	اور ابن المغازلی نے مناقب میں مجاہد سے روایت
الذی جاء بالصدق	کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ الذی جاء بالصدق
و اخرج ابن مردویہ	سے رسولخدا مراد ہیں اور صدق بہ سے علی مراد ہیں
عن ابی ھریرۃ والذی	اسی طرح ابوہریرہ سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق
رسول اللہ وصدق بہ قال علی	سے رسول اللہ اور صدق بہ سے علی مراد ہیں۔

سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص۳۲۸

ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء

(۳) فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ (پارہ ۲۸ سورہ تحریم ع ۱)

اخرج ابن مردویہ عن اسماء بنت	اسماء بنت عمیس سے ابن مردویہ نے روایت کی ہے
عمیس قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ	وہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو کہتے ہوئے
علیہ وسلم یقول صالح المومنین قال علی	سنا صالح المومنین سے مراد علی ابن ابیطالب
بن ابیطالب و اخرج ابن مردویہ و ابن	ہیں۔ اور نیز ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن
عساکر عن ابن عباس فی قولہ و	عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں صالح
صالح المومنین قال ھو علی بن ابیطالب	المومنین سے علی ابن ابیطالب مراد ہیں۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۲۴۴ ۔

علی المتقی عن علی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص۲۴۳ حدیث ۲۶۸۴

محمد صالح کشفی۔ مناقب مرتضوی ص۲۹

شیخ سلیمان مفتی اعظم: ینابیع المودۃ باب الثانی والعشرون ص۹۳

(۴) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

(پارہ ۱۰ سورہ انفال ع ۸)

محدث حنبلی گوید جمیع مفسران متفق اند بآنکہ مراد از من اتبعک علی ابن ابیطالب است۔ مناقب مرتضوی محمد صالح کشفی ص۳۱۔

نیز ملاحظہ ہو۔ النطنزی: خصائص العلویہ۔

(۵) هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

اخرج ابن عساکر عن ابی هریرة رضی الله عنه قال مکتوب علی العرش لا اله الا انا وحدی لا شریك لی محمد عبدی ورسولی ایدته بعلی و ذلك قوله هو الذی ایدك بنصره و بالمومنین.

ابن عساکر نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ عرش پر لکھا ہے میں احد ہوں یہ رسول ہے میں نے علی سے اس کی تائید کی ہے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ یہی مطلب ہے بنصرہ و بالمومنین کا۔

سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثالث ص ۱۹۹

شیخ سلیمان مفتی اعظم: ینابیع المودة الباب الثالث والعشرون ص ۹۴ ابونعیم حلیۃ الاولیاء

(۶) وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا

پارہ ۲۱ سورۃ احزاب ع ۲۔

واخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویه و ابن عساکر عن ابن مسعود رضی الله عنه انه کان یقرء هذا الحرف وکفی الله المومنین القتال بعلی بن ابیطالب.

ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کفایت کی مومنوں کو لڑائی میں علی کے ساتھ۔ اور اللہ ہے قوی و بزرگ۔

سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص ۱۹۲

شیخ سلیمان: ینابیع المودة۔ الباب الثالث والعشرون ص ۹۴

عنوان د۔

(۱) آیہ مباہلہ۔ جناب علی مرتضیٰ کا مثیل و نظیر و نفس رسول ہونا آیہ مباہلہ سے ثابت ہے جس کا ذکر ہم اس کتاب کے صفحہ ۱۹۲ لغایت ۲۰۰ پر زیر عنوان افعال رسول کر چکے ہیں۔

مِنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٍ وَّنَخِيْلٍ صِنْوَانٍ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ

پ (پارہ ۱۳ سورہ رعد ع ۱)

غ اور کھیتیاں اور کھجوریں ہیں (ان میں سے کچھ) ایک جڑ سے ملی ہوئی

ب ایک پانی سے سیراب کی جاتی ہیں۔

ب درختوں کے متعلق معلوم ہوتی ہے لیکن اس کو محض درختوں

ا قرآن شریف کی بلاغت وجامعیت کے منافی ہے۔ اور بحث کا پورا مطلق

میں ہوتا جس طرح ایک ہی پانی سے سیراب ہو کر درخت مختلف ثمر لاتے ہیں

ا یٹھا۔ کوئی کڑوا۔ کوئی خوشبودار اسیطرح ایک ہی دنیا و احوال دنیا تمام انسانوں کو

درس عبرت دیتے ہیں لیکن کوئی ان میں سے کافر ہوتا ہے۔ کوئی مسلمان۔ کوئی عیسائی

کوئی یہودی۔ کوئی دہریہ وغیرہ وغیرہ۔ وجہ یہ ہے کہ درختوں میں اختلاف اُنکے بیج کی وجہ

سے ہوتا ہے۔ اور انسانوں میں اختلاف اُنکی طینت کی وجہ سے جس طرح ایک

ہی نوع کے بیج ایک ہی طاقت رکھنے والے ایک ہی قسم کا ثمر لاتے ہیں اسیطرح

ایک ہی طینت کے لوگ قبل پیدائش ظاہری اور بعد پیدائش ظاہری یکسان

حالات و واقعات میں نشوونما پانے والے ایک دوسرے کے نظیر و مثیل اور ہم صفت

ہوتے ہیں۔ اتنا معلوم کرنے کے بعد اب وہ تفسیر ان آیات کی جو جناب رسول خدا نے

کی ہے ناظرین کی سمجھ میں آجائیگی۔

اخرج ابن مردویہ والحاکم و صححہ
عن جابر بن عبد اللہ انہ سمع
النبی یقول الناس من اشجار
شتّی و انا و انت یا علی من
شجرۃ واحدۃ ثم قرء النبی
ھذہ الآیۃ۔

ابن مردویہ وحاکم نے روایت کی ہے اور اُس کی
صحت کی تصدیق کی ہے حضرت جابر بن عبد اللہ
سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے
سنا کہ لوگ مختلف درختوں سے اور میں اور تم
اے علی ایک درخت سے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت
تلاوت فرمائی۔

سیوطی، کتاب الدر المنثور الجزو الرابع ص۴۲۔ سیرۃ العلویہ حصہ سوم ص۴۹

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم ص ۹۳۔

(۲۳) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ ... اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ (پارہ ۵ سورۃ النساء ع ۸)

(ترجمہ) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو خدا کی اور ... انکی جو تم میں صاحب امر ہو۔

فی المناقب فی تفسیر مجاهد ان هذه الآیة نزلت فی امیر المومنین علی علیه السلام حین خلفه رسول الله فی المدینة۔ وفی المناقب بالسند عن عیسی بن السری قال قلت لجعفر الصادق حدثنی عما قال الله عز وجل اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فکان علی ثم صار من بعده حسن ثم حسین ثم من بعده علی بن الحسین ثم من بعده محمد بن علی۔

مناقب میں تفسیر مجاہد سے ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی جب رسول خدا نے انکو مدینہ پر والی مقرر کیا تھا اور مناقب میں اسناد کے ساتھ عیسیٰ بن اسری سے مروی ہے کہ انہوں نے جعفر صادق سے کہا کہ مجھ سے بیان کیجئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت اطیعوا اللہ الآیۃ کے بارے میں کیا فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ اولی الامر یہ ہیں۔ علی ان کے بعد حسن پھر حسین پھر علی بن حسین پھر محمد بن علی۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب الثامن والثلاثون ص ۱۱۷

شیخ محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی میں لکھتے ہیں:

"در تفسیر فخر الدین رازی می آرد کہ مفسرین در اولی الامر دو قول ایراد نمودہ اند۔ فرقہ گویند مراد امرا اند و زمرہ گویند علماء۔ از امام جعفر منقول است کہ مراد ائمہ اثنا عشر اند کہ حق تعالیٰ اطاعت ایشاں را قرین اطاعت خود و رسول داشتہ۔ زیرا کہ جائز نیست کہ حق سبحانہ واجب گرداند اطاعت احدے را علی الاطلاق تا ثابت نشود عصمت او کہ داند ثبات او مثل باطن او ست و ایمن بود از غلط و سہو۔ ایں صفات حاصل نیست در امرا و علما۔ پس متعین ائمہ ہدیٰ باشند۔"

یہ نکتہ قابل غور ہے جو امام جعفر صادق نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں اطاعت مطلق و تامہ کا حکم دیا ہے۔ اس کو کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں کیا ظاہر ہے

۔ کا حکم دیا ہے وہ ایسا ہوگا کہ اس سے کبھی سہو و خطا و معصیت
۔ کیونکہ اگر اس سے معصیت سرزد ہو گئی تو معصیت کی اطاعت
مل و خلاف شانِ خداوندی ہے۔ علما تو اکثر غلطی کر جاتے
ل مطلق ہوا کرتے ہیں۔ اگر اُنکے احکام کی پابندی اس آیت
جائے تو پھر خطا و سہو ثواب ہو جائیں گے اور یہ نتیجہ نکلیگا کہ خداوند
ہ کے ارتکاب کا حکم دیا ہے جو صریحًا ناجائز ہے۔ گروہ اہل حکومت نے
راض کے واسطے اولی الامر سے مراد ہر ایک حاکم لیا ہے۔ چاہے وہ غصب و
م ہی سے غلبہ و حکومت حاصل کرے۔ امرا کے احکام تو اکثر گناہ و ظلم پر مبنی ہوتے
ہیں۔ اگر وہ احکام قابل اطاعت ہو گئے تو بس مذہب ختم ہے۔ نتیجہ نکلا کہ اولی الامر
سے مراد معصوم ہیں یہاں امر وہ امر ہے جو تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ
رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ میں مقصود ہے۔

عنوان ۵۔

حب علی و آل رسول جس میں علی شامل ہیں۔

(۱) تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ
وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ اَمْ
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ
وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ ع ۳۔

ترجمہ۔ تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جو کچھ وہ کر چکے ہیں اس سے ڈرتے ہیں۔ اور اسکا
وبال اُن پر پڑنے والا ہے (موت کے وقت ان لوگوں کی حالت بہت خراب ہوتی ہے) اور وہ

"ھول المطلع" سے بہت مضطر ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور اُ
کئے وہ بہشت کے چمنوں میں ہونگے۔ اُنکے لئے جو کچھ وہ چاہینگے اُنکے
مہیا ہے۔ یہی تو وہ بڑا فضل ہے۔ یہی تو وہ ہے جس کی اللہ نے اپنے بند
اور نیک عمل بجالائے خوشخبری دی ہے حضرت علی نے موت کو دیکھکر فرمایا۔ خذ
تم یہ کہدو کہ میں تو اس (تبلیغ رسالت) کا تم سے کچھ اجر سوائے اس کے طلب نہ
قرابت داروں سے محبت کرو۔ اور جو اس کے بارے میں کوئی نیکی بھی کریگا اسکی خاطر
نیکی کو بہت بڑھا دینگے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے۔ کیا وہ یہ کہتے ہیں
اس نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے۔ پس اگر اللہ چاہے تو اے نبی تیرے دل پر مہر لگادے
اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے۔ اور اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو ثابت کرتا ہے۔ بے شک
وہ دلوں کی حالت سے پورا پورا آگاہ ہے۔

ان آیات کے معانی و مطالب صاف ہیں اور محتاج تشریح و تاویل
نہیں۔ چند ہٹ دھرمی کرنے والوں نے لفظ قربیٰ میں کھینچ تان کی ہے
اس کی تشریح و تفسیر خود جناب رسول خدا نے اس وضاحت کے ساتھ کر دی کہ
شک کی گنجائش ہی نہیں رہی جب آیۂ تطہیر نازل ہوئی تب رسولخدا نے ان پر
چادر ڈال کر بتلایا کہ اُن کے اہلبیت اور اس آیت کے مقصود کون ہیں۔ آیۂ
مباہلہ کے وقت اس تشریح کا اعادہ کیا گیا۔ آیۂ صلوات کے نازل ہونے پر
جناب رسول خدا نے صاف طور پر بتا دیا کہ اس کے مصداق صرف علی و فاطمہ
حسن و حسین ہیں۔ یہ بھی اظاہر ہے کہ ان بزرگواروں سے زیادہ قریب تر کوئی اور
رشتہ دار آنحضرت کے نہ تھے۔ آنحضرت کی اس تشریح پر پھر آنحضرت کے معترضین اور
حضرت علی کے مخالفین کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ دیکھو جناب رسول خدا اپنے خاندان
خصوصاً علی کی محبت میں اس طرح سرشار ہیں کہ خدا پر بھی بہتان باندھنے لگے
کہ اس آیت میں اُن کے یہ اولاد اور داماد مقصود ہیں۔ ان آیات میں معترضین
کی اس نکتہ چینی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا۔ اور

ہو گیا کہ یہ اعتراض غلط ہے۔ بلکہ خداوند تعالیٰ اپنے کلمات کے ذریعہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ کلمات یہی قرابتداران رسولؐ تھے۔ پھر یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم اپنے قیاس سے یہ تفسیر ان آیات کی کر رہے ہیں بلکہ صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں:۔

ثعلبی و بغوی عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قال قوم فی نفسہم ما یرید الا ان یحثنا علی قرابتہ من بعدہ فاخبر جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہم اتھموہ فانزل ام یقولون علی اللہ کذبا الایۃ۔

ثعلبی و بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیہ مودۃ القربیٰ نازل ہوئی تو ایک جماعت نے اپنے دل میں کہا کہ رسولِ خدا کا اس سے یہ منشا ہے کہ انکے بعد ہم انکے ان قرابتداروں کے ساتھ تمسک کریں پس جبرئیل نے اس اعتراض کی اطلاع آنحضرت کو دی کہ وہ آپ پر یہ تہمت رکھتے ہیں پس یہ آیت نازل ہوئی ام یقولون علی اللہ کذبا۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص۱۰۱

عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ الآیۃ قل لا اسئلکم الآیۃ قالوا یا رسول اللہ من ھولاء الذی امرنا اللہ تعالیٰ بمودتھم قال علی و فاطمہ وابناھما۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیہ مودۃ القربیٰ نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ اے رسول مقبول وہ کونسے آپکے قرابتدار ہیں جن کی محبت کا حکم خداوند تعالیٰ نے ہمکو دیا ہے آپنے فرمایا کہ علی و فاطمہ اور انکے دونو پسران۔

جلال الدین سیوطی: احیاء المیت فی الاحادیث الواردۃ فی اھل البیت برحاشیہ کتاب الاتحاف ص۱۱۰ و ۱۱۱ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص۱۰۱
سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ شیخ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص
شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی اعظم: ینابیع المودۃ۔ میرزا محمد معتمد: نزل الابرار ص۵
شیخ عبد اللہ بن محمد بن عامر: کتاب الاتحاف ص۵ روضۃ الندیہ ص۱۰۲

شیخ یوسف بن سمٰعیل: الشرف المؤبد لآل محمد ص ۴۸
شیخ علی ہمدانی نے جو گروہ اہل حکومت کے بہت بڑے۔
موضوع پر ایک کتاب مودۃ القربیٰ لکھی ہے اس کتاب کی شرح
سلیمان قندوزی بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے کی ہے اور اپنی کتاب
رکھا ہے جو اصحاب اس موضوع پر تفصیلات کے شائق ہیں ان کو چاہیے
کتابیں پڑھیں۔

اب اُن احادیث کی طرف غور کرو جن میں آنحضرت نے حضرت علی ر
محبت کی تاکید فرمائی ہے۔ بغیر حب علی کے جنت حرام ہے۔ کوئی شخص کتنا
ہی عابد و زاہد ہو اگر اُس کے دل میں حب علی نہیں ہے تو اُس کی عبادت و اعمال
اُس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکینگے۔ اور وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھیگا۔ حب علی
علامت ایمان اور بغض علی علامت کفر و نفاق ہے۔ یہ معیار ہے جنت والوں کو دوزخ
والوں سے علیحدہ کرنے کا۔ جب ان احادیث پر غور کر لیا تو اب آیہ مودۃ القربیٰ
کی طرف توجہ کرو۔ حب علی اجر ہے رسالت محمدیہ کا۔ رسالت محمدیہ کا مقصد
اسلام ہے۔ حب علی اجر و بدل و عوض ہوا اسلام کی نعمت کا جس شئے کے لئے
کوئی اجر یا عوض یا بدل مقرر ہو چکا ہے تو وہ ہمارے لئے حلال و جائز نہیں۔
جب تک ہم اُس کا عوض بدل نہ دیدیں۔ ہم اپنی ساری عمر کے رات اور
دن عبادت الٰہی میں اس مکان کے اندر گذار دیں جس کو ہم نے قیمت و
بدل دیکر نہیں لیا۔ بلکہ غصب کر لیا ہے تو ہماری ساری عبادت بیکار جائیگی
اور ہم غصب کرنے کے جرم میں عذاب کئے جائیں گے۔ اسیطرح ہم اسلام کے
فوائد کے حقدار نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم اس کا اجر و عوض و بدل جو مقرر
کیا گیا ہے نہ ادا کر دیں۔ اسلام کے فوائد یہ ہیں کہ ہم کو صحیح عبادت کا طریقہ
بتایا گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی شان غفاری کے دامن عاطفت میں ہم لے
لئے جاتے ہیں۔ اور ہم کو جنت ملتی ہے لیکن اگر ہم نے اسلام کا اجر و عوض و

ن فوائد کے مستحق نہیں اور خواہ ہم کتنی ہی عبادت کریں ہمکو
نجہ نکلا کہ خواہ ہم کتنی ہی عبادت کرلیں اگر حب علی نہیں ہے تو
رام ہے۔ ملاحظہ ہو آیت شریف وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ
للہ غفور شکور۔ اس میں اقتراف حسنات سے مراد مودۃ
ں ہے۔ صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر فصل الاول ص۱۰۱۔

حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بغض علی علامت نفاق ہے۔ اس کے لئے
دلیل پیش کرتے ہیں:۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝ پارہ ۲۶ سورہ محمد ع ۴۔

ترجمہ۔ آیا اُن لوگوں نے جن کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ اُن کے کینوں کو ظاہر نہیں کریگا اور اگر ہم چاہیں تو ہم ان لوگوں کو تم کو اے محمد دکھا دیں اور پھر تم اے محمد ان لوگوں کو ان کی علامتوں سے پہچان لو۔ اور تم اب بھی ان کو ان کی باتوں کے لہجے (طرز گفتگو) سے ضرور پہچانتے ہو اور خداوند تعالیٰ تم لوگوں کے اعمال سے واقف ہے۔

عن ابی سعید الخدری فی قولہ تعالٰی ولتعرفنھم فی لحن القول ببغضھم علی بن ابی طالب۔	ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ اس آیہ لتعرفنھم فی لحن القول کے یہ معنی ہیں کہ تم اے محمد انکو پہچان لوگے اس نشانی سے کہ انکی طرز گفتگو سے بغض علی بن ابی طالب ٹپکتا ہے۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۶۶۔
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۱۰۱۔

(۲) وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ پارہ ۸ سورہ اعراف ع ۵
ترجمہ۔ اعراف پر کچھ آدمی ہونگے جو سب کو (اہل جنت و اہل دوزخ کو) انکی صورتوں سے پہچان لینگے۔

الحاکم بسندہ عن الاصبغ بن نباتہ	حاکم باسناد خود اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں

قال کنت عند علی فاتاہ ابن الکواء	کہ اس نے کہا کہ
فسئلہ عن ھذہ الآیۃ فقال ویحک	تھا کہ اتنے میں
یا ابن الکواء نحن نقف یوم القیامۃ	آپ سے دریافت
بین الجنۃ والنار فمن احبنا	ہم بروز قیامت
عرفناہ بسیماہ فادخلناہ	دوزخ وجنت کے درمیان
الجنۃ ومن ابغضنا عرفناہ	انکے منہ کی سفیدی سے
بسیماہ فادخلناہ النار۔	کریں گے اور اپنے دشمنوں کو انکی پہچان
	کرکے دوزخ کی طرف بھیج دینگے۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۱۰۱

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر ص۱۰۱

شیخ سلیمان مفتی اعظم: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب التاسع والعشرون ص۱۰۱

عنوان ۷۔ آنحضرت کے بعد علی مومنین ومسلمین کے والی وحاکم ہیں۔

(۱) یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۱۰۔

ترجمہ۔ اے رسول جو کچھ پیغام تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (علی کے بارے میں) نازل کیا گیا ہے اُسے امت تک پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے خدا کی رسالت ہی ادا نہ کی اور امت تک نہ پہنچائی۔ اور اللہ لوگوں کے شر سے تم کو محفوظ رکھیگا بیشک خداوند تعالیٰ منکر لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔

(۲) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۱۔

ترجمہ:۔ آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند ومنتخب کیا۔

ہیل کے ساتھ ہم نے باب یازدہم کتاب ہذا میں بحث کی
ن و مورخین و مفسرین جماعت حکومت کے اقوال و روایات
ے کیا ہے کہ یہ دونوں آیات بروز غدیر خم علی کی خلافت
میں نازل ہوئی ہیں۔ یہاں صرف اُس تحریف قرآنی کی طرف
ہے جس کے علماء جماعت حکومت قائل ہیں۔ ان کی رائے
یت میں دو تحریفات ہوئی ہیں۔ ایک تو لفظی اور ایک مقامی یعنی
یحرفون الکلم عن مواضعہ کی مصداق ہے لفظی تحریف یہ ہے کہ آیت
ا) میں سے پیغام یعنی ان علیاً مولی المومنین کو حذف کر دیا گیا ہے اور مقامی
تحریف یہ ہے کہ سورۂ مائدہ میں آیت (۱) کو آیت (۲) کے بعد رکھا ہے حالانکہ
ترتیب نزول اس طرح ہے کہ آیت (۱) پہلے نازل ہوئی اور جب آنحضرت پیغام
امت کو پہنچا چکے تو آیت (۲) نازل ہوئی۔ اس ترتیب نزول کو ہم نے باب یازدہم
میں بیان کیا ہے۔

اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرء علی عھد رسول اللہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم جناب رسول خدا کے زمانہ میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔ (ترجمہ) اے رسول پہنچا دے اپنی امت تک یہ پیغام کہ علی مومنین کا مولا ہے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا ساری رسالت ہی نہیں کی اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے بچائیگا۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثانی صفحہ ۲۹۸

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم صفحہ ۱۳ میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا۔

سیاق کلام بھی عبد اللہ ابن مسعود کے قول کی تائید کرتا ہے۔ موجودہ قرآن شریف میں اُس خاص پیغام کے نہ پہنچانے کی سزا تو اس قدر عظیم الشان درج ہے

لیکن نحو پیغام درج ہی نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے

القتال میں سے یعلی بن ابی طالب کا فقرہ گرا دیا

الدرالمنثور الجزء الخامس صلا۱۹۲ عبداللہ ابن مسعود کی ا

تو انکا ترتیب دیا ہوا قرآن شریف نہ لیا گیا۔ اُن کو کہہ

گیا۔ اُنکو خوب زجر و توبیخ کی۔ اور جب وہ اسپر بھی قصد

کرنے سے نہ باز آئے تو اُن کو خوب مارا گیا۔ محبان علی پر ظلم

تو جب سے ہی شروع ہوگئی۔

(۳) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۸

(ترجمہ) بتحقیق کہ تمہارا مولا و حاکم خدا اور اُس کا رسول اور وہ ایمان والے لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور بحالت رکوع زکوٰۃ دیتے ہیں۔

یہ آیہ شریفہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل پر نص قرآنی ہے اور نہایت صریح و صاف ہے۔ جس میں کسی تاویل یا توجیہ کی گنجائش نہیں کسی آیہ یا سورہ کا شان نزول اُس کے معنی و مقصد کے اظہار کی بین دلیل ہوتا ہے جمہور اعلام امت اس امر پر متفق ہیں کہ یہ آیہ شریفہ خاص جناب امیر علیہ السلام کے واقعہ خیرات بحالت رکوع سے متعلق ہے۔ منجملہ اُنکے سدی و مجاہد و قتادہ و مقاتل و ضحاک و ابن جریر و شعبی ابن عینیہ و ابن سیرین و کلبی و طبری و قرطبی و واحدی و ثعلبی و حاکم و ابوالقاسم و رمانی و ابن مردویہ و ابوبکر رازی و فخرالدین رازی و نیشاپوری و ابوالحسن مغربی و خوارزمی و ابن مغازلی و زمخشری و غزالی و بیضاوی و عمر نسفی بغوی و سیوطی وغیرھم قطع نظر از محدثین و ائمہ اہل البیت اس امر پر یکزبان ہیں۔ اگر کسی کو اسکی تفصیل دیکھنی مطلوب ہو تو علامہ جلال الدین کی کتاب الدر المنثور کیطرف رجوع کرے۔ یہ آیت اُس دعا کے جواب میں نازل ہوئی تھی جو جناب رسول خدا نے

...رت علی کے حق میں مانگی تھی کہ خداوند تعالیٰ علی کو انکا خلیفہ
...س خاص موقعہ کے اوپر تھا کہ جب حضرت علی نے سائل کو
...ت رکوع ادا کی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لئے صفحات
...یہ روایت ابوذر غفاری سے مروی ہے۔ اور اس کو بہت سے
...یا ہے۔ ملاحظہ ہوں :-

...باب الدر المنثور۔ الجزء الثانی ص ۲۹۳
...احکام القرآن نظام الدین نیشاپوری غرائب القرآن واحدی: اسباب النزول
...ین رازی: تفسیر کبیر

اس کو نقل کرنے کے بعد شیخ المشائخ ابوالفتوح رازی و علامہ طبرسی وغیرہما فرماتے ہیں کہ یہی قول عطا و مجاہد و سدی کا بحوالہ حضرت محمد باقر و امام جعفر صادق و جمیع ائمہ اہل بیت ہے۔ مولوی سید صدر الدین احمد روائح المصطفےٰ میں لکھتے ہیں:-

در روضۃ الاحباب گفتہ کہ بسبب تصدق نمودن حضرت علی خاتم را در حالت صلوٰۃ این آیہ نازل شدہ۔ و در تفسیر معالم گفتہ اراد بہ علی بن ابی طالب مر بہ سائل وھو راکع فی المسجد فاعطاہ خاتمہ۔ در کشاف و تفسیر کبیر و اکلیل سیوطی و نیشاپوری و جامع البیان سید معین الدین بروایت ابن عباس و ابوذر و عبداللہ بن سلام آمدہ کہ انہا نزلت لعلی رضی اللہ عنہ للسبب مذکور در میان سجود جود داد کرد۔ در روضۃ الاحباب گفتہ کہ این آیہ در حق مرتضیٰ نازل گشتہ۔ در معنی این آیت شیعہ و سنی باہم اختلاف بسیار دارند۔ در تفسیر کبیر و صواعق محرقہ تحقیق آں بودہ است۔ اگرچہ در معنی آں اختلاف دارند۔ مگر در نزول آن در حق وے قول مرجح است

سورۂ مائدہ میں آیۂ انما ولیکم اللہ الآیہ جیسا کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سدی و عتبہ بن ابی الحکم و غالب بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے	و منہا فی المائدۃ قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ الآیہ ذکر الثعلبی فی تفسیرہ عن السدی و عتبہ بن ابی الحکم و غالب بن عبداللہ

قالوا انزلت ہذہ الاٰیۃ فی علی مر بہ سائل وھو فی المسجد راکع فاعطاہ خاتمہ وذکر الثعلبی القصہ مسندۃ الی ابی ذر۔

ہیں کہ یہ آیت جناب علی کی شان میں ہے ایک سائل آپ کے پاس آیا جب کہ آپ رکوع میں تھے۔ آپ نے ... یہ روایت ثعلبی نے ابو ذر سے ... ساتھ نقل کی ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرۃ خواص الامۃ الباب الثانی ص۱۸ — علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۹۱

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص۲۹۳ — شیخ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی

کمال الدین محمد بن طلحہ: مطالب السؤل — ابن الاثیر: جامع الاصول

علامہ رافعی: تاریخ قزوین — محمد بن عمر زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الاول ص۴۲۲

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع فصل التاسع ص۲۲۷

مولانا جامی اپنے ہشت بند میں فرماتے ہیں:۔

گر معزز گشت انفاس مسیحا در کلام — ور یقیمون الصلوٰۃ آمد ترا اعزاز ہا

گر بہ عزت مصطفیٰ اور ید اللہ بر کشا — گشت منزل بہر اعزاز تو نص انما

ور بطاعت گفت عیسیٰ اوصانی ترا — ور یقیمون الصلوٰۃ آمد ولایت نغما

معترض کہہ سکتا ہے کہ آیت میں صیغہ جمع ہے۔ حضرت علی ایک شخص واحد اس کا مقصود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب تفسیر کشاف میں بہت اچھا دیا گیا ہے۔

وان قلت کیف صح ان یکون لعلی واللفظ لفظ الجمع قلت جی بہ علی لفظ الجمع وان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل فعلہ فینالوا مثل ثوابہ ولینبہ علی ان سجیۃ المومنین

لہذا اگر تو یہ کہے کہ یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ یہ آیۃ علی کے لئے ہو حالانکہ لفظ جمع کا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ضمیر جمع کی استعمال ہوئی ہے لیکن اصل سبب اس کا ایک ہی آدمی ہے یعنی علی۔ اور یہ جمع اسلئے ہے کہ لوگ حضرت علی کی طرح کا فعل کر کے ثواب حاصل کریں کیونکہ مومنین کی خصلت ایسے ہی درجہ کی ہونی چاہئے اور ان کو احسان کرنے فقرا اور

آیۃ من الرض	کے حال پر مہربانی کرنے میں اسیقدر شوق
بالفقراء حتی	ہونا چاہیئے کہ وہ ان کی حالت سے کبھی
یرھم فی الصلوٰۃ	اس میں تاخیر نہ کریں

ن عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ دوالکشاف الجزو الاول ۔۔۔

۔۔ ایک شخص کا بیان ہوتا ہے۔ صلاح ساری امت کی منظور ہے ۔۔

استعمال کیا۔ بوجہ تعظیم کے بھی ایسا کرتے ہیں۔ اور جب جناب رسول خدا

وحی الٰہی لوگوں میں تمام رموز و اسرار و معانی قرآن بتانے کے لئے موجود تھے

پھر ایسا ہی کرنا درست تھا تاکہ لوگوں کو تحریص و ترغیب بھی ہو صلاح بھی ہو۔

اور اس شخص کی جس کا خاص واقعہ یہ ہے توقیر و عزت بھی لوگوں کو معلوم ہو جائے

مستزاد برآں یہ کہ مسلمانوں کیلئے وجہ امتحان بھی ہو جائے۔ اصلی مومن و منافق

میں تمیز ہو سکے۔ جو منافق ہو گا وہ جناب رسول خدا کے بیان کردہ معنی سے عراض

کرکے اپنی علیحدہ منطق قائم کریگا اور جو مومن خالص ہوگا وہ اس کو چون و چرا تسلیم کریگا۔

(۴) وقفوا ھم انھم مسئولون۔ پارہ ۲۳ سورہ والصافات ع ۴

ترجمہ:۔ ذرا انہیں ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھنا ہے۔

الدیلمی فی کتاب الفردوس اخرج بسندہ	دیلمی اپنی کتاب فردوس الاخبار میں اپنے اسناد کے
عن ابی سعید الخدری عن النبی	ساتھ ابوسعید خدری سے اور وہ آنحضرت سے
صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ہذہ الآیۃ	روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس آیت
انھم مسئولون عن ولایۃ علی بن ابیطالب	میں یہ مراد ہے کہ ان لوگوں سے ولایت علی بن ابیطالب
وابونعیم اخرج بسندہ عن الشعبی عن	کی نسبت سوال کیا جاویگا۔ ابونعیم اپنے اسناد
سعید بن جبیر عن ابن عباس عن	ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ جناب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذہ الآیۃ	رسول خدا سے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ
قال ولایۃ علی بن ابی طالب ۔	اس آیت میں ولایت علی ابن ابیطالب مراد ہے۔

دیلمی : فردوس الاخبار — عبید اللہ امرتسری : ارجح المطالب۔
سبط ابن الجوزی : تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص۱۰

عنوان نمبر۱۔ اعلمیت حضرت علی۔

(۱) ویقول الذین کفروا لست مرسلاً قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب۔ پارہ ۱۳ سورہ رعد

ترجمہ۔ اور جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کو (ایک تو) اللہ کافی ہے اور (دوسرا) وہ جس کے پاس کتاب کا پورا علم ہے۔

قبل اس کے کہ ہم اس آیت کے متعلق اقوال رسول کی طرف رجوع کریں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے مضمون پر خود بھی غور کریں۔ رسول خدا کی رسالت پر گواہی مطلوب ہے۔ ایک شہادت دینے والا تو خدا ہوا جو اس آیت میں مذکور ہے۔ غور کریں کہ وہ دوسرا کون ہو سکتا ہے جو شہادت دینے کے قابل ہے اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ وہ فرشتوں میں سے تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ کفار کے سامنے شہادت دینے کیلئے فرشتے نہیں آ سکتے۔ اور نہ کبھی آئے معترض کہہ سکتا ہے کہ خدا بھی تو کفار کے سامنے شہادت دینے کیلئے نہیں آتا۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ خدا کا ذکر اس آیت میں اس وجہ سے کیا گیا کہ وہ تو آخری حجت ہر ایک بحث میں ہوا کرتا ہے۔ علاوہ اس کے اُس کی شہادت اُسکی نشانیاں ہیں جو پیغمبروں کو معجزوں کی صورت میں دیجاتی ہیں۔ اب رہے صحابہ تو صحابہ میں سوائے حضرت علی کے اور کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کی نسبت کہا جاسکے کہ اسکے پاس کتاب الٰہی کا سارا علم تھا۔ کہنے میں بات آتی ہے۔ اس سے ہمارا مدعا کسی کی توہین کرنا نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر خود بہت سے مسائل سے ناواقف تھے اور انہیں حل مشکلات کیلئے حلال مشکلات یعنی جناب امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ حضرت ابوبکر کا پہلا خطبہ مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں

نے والا نہیں ہوں۔ جب میں بڑھا ہو جایا کروں تو تم مجھکو سیدھا
ت میرے سر اوپر شیطان سوار ہو جاتا ہے جب ایسا ہو تو تم
وقت نہ آنا۔ یہ اُس کی شان نہیں ہے جو رسالت محمدیہ کی
یے لئے خلق کیا گیا ہے اور جس کے پاس علم الکتاب ہو۔ حضرت
سا پر حضرت علی کی طرف اپنی مشکلات لیجاکر رجوع کیا اور ہر دفعہ
نی پاکر فرمایا کہ لولا علی لھلک عمر۔ اس کی تفصیل ہم نے باب سیزدہم
یر عنوان افضلیت علی ابن ابی طالب کی ہے۔ ناظرین اُسکو اس موقعہ پر ملاحظہ
یں۔ چونکہ خداوند تعالےٰ نے حضرت علی کو رسالت محمدیہ کی شہادت دینے
کے لئے مامور فرمایا تھا لہذا آپ بار بار اعلان فرمایا کرتے تھے۔ سلونی عما شئتم
قبل ان تفقدونی یعنی پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ میں
تمہارے درمیان نہ رہوں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ کے سوائے کسی اور صحابی نے
یہ دعوئے سلونی نہیں کیا۔ اس کی تفصیل بھی باب سیزدہم میں ملاحظہ ہو۔

کتاب کا علم بھی معمولی علم نہ تھا۔ آصف بن برخیا وصی سلیمان کو صرف اُس کتاب کا ذرا سا علم دیا گیا تھا۔ اس علم کا صرف ایک حرف کافی تھا کہ سبا سے تخت بلقیس کو حضرت سلیمان کے سامنے پلک جھپکنے سے پہلے لاکر حاضر کر دیا۔ جس شخص کا ذکر اس آیت شہادت میں کیا گیا ہے اُس کا علم آصف بن برخیا کے علم سے کہیں زیادہ تھا۔ کیونکہ اُن کے پاس تو اس کتاب میں سے کچھ حصّہ کا علم تھا علمٌ من الکتاب۔ اور اس شاہد رسالت محمدیہ کے پاس تو ساری کتاب کا علم تھا علم الکتاب صحابہ میں سے علی کے سوا اور کس کی شان یہ ہو سکتی ہے۔ یہ ایسا فضل ہے کہ آنحضرت کے ساتھ ساتھ ہی آیا ہے۔ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ یہ آیتیں ایک دوسرے کی توثیق و تصدیق کرتی ہیں۔ یہی قرآن شریف کی شان ہے کہ اُسکی ایک آیت دوسری کی تائید کرتی ہے۔ یہ دونوں آیتیں ایک دوسرے کی شاہد ہیں اور آپس میں مل کر ایک ہی مضمون کو بتاتی ہیں۔ اور ایک ہی ہستی کی طرف

اشارہ کرتی ہیں۔ یہ وہی معزز و موقر کتاب ہے جس کی
اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا

عن عطیة العوفی عن ابی سعید	ابو سعید الخ
الخدری رضی اللہ عنہ قال سئلت	جناب رسولِ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	علم من الکتاب
عن ھذہ الآیة الذی عندہ علم	آپ نے فرمایا کہ یہ
من الکتاب قال ذاک وزیر اخی سلیمان	داؤد کے وزیر کا ذکر ہے پھر
بن داؤد علیھما السلام وسئلتہ عن	آیہ قل کفی باللہ شہیدا بینی
قول اللہ عزوجل قل کفی باللہ شھیدا	من عندہ علم الکتاب کی نسبت د
بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب	کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مقصد میرا
قال ذاک اخی علی بن ابیطالب	علی بن ابی طالب ہے۔

شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثلاثون
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۱۱ تفسیر ثعلبی
ابن المغازلی: کتاب المناقب۔

جماعت مخالفین علی بن ابی طالب کی منجملہ دیگر تدابیر کے ایک یہ تدبیر بھی تھی کہ حضرت علی کے فضائل کے مقابل میں کسی نہ کسی کو کھڑا کر دیتے تھے۔ یہ فضیلت بھی جو اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے اس تدبیر سے مستثنیٰ نہ رہی۔ چونکہ حکام سقیفہ بنی ساعدہ کو تو وہ کسی صورت میں یہ فضیلت عطا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی کم علمی اتنی واضح تھی کہ جھوٹے منہ بھی یہ آیت انکی طرف منسوب نہیں ہو سکتی تھی۔ لہذا اب انہوں نے ایک دوسرا آدمی اس کیلئے تلاش کیا اور عبد اللہ بن سلام ان کو مل گیا۔ چند جاہل علماء کہنے لگے کہ یہ آیت اسکی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن وہ بھی اپنے اس قول کی تائید میں جناب رسولخدا کی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکے۔ صرف اپنا ہی خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اس تحریک

دینا چاہا۔ لیکن جب اس کو جواب دیا گیا تو اپنا سا منہ لیکر
سلیمان بن ابراہیم قندوزی بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے اس
تھ بیان کیا ہے۔ دیکھو ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ
ص ۱۰ اور اس کا جواب بھی بہت اچھا دیا ہے وہ کہتے ہیں:۔

حققين ان الله تبارك
خاتم انبيائه واشرف
واكرم رحمته بمنه وتحيته
بفضله العظيم وسابق علمه
ولطفه بعد اخذه العهد و
الميثاق على انبيائه وعباده
بمحمد صلى الله عليه وآله بقوله
لتؤمنن به ولتنصرنه ولما فتح الله
ابواب السعادة الكبرى والهداية
العظمى برسالة حبيبه على العرب
قريش وخصوصا على بني هاشم بقوله
تعالى وانذر عشيرتك الاقربين
ورهطك المخلصين اقتضى العقل
ان يكون العالم بجميع اسرار كتاب
الله لابد ان يكون رجلا من بني هاشم
بعد النبي صلى الله عليه وسلم لانه
اقرب من سائر قريش وان يكون اسلامه
اولا ليكون اتقى اسرار الرسالة ومبدأ الوحي
وان يكون جميع الاوقات عنده بحسن ملازمته

اور محققین کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے
انبیاء میں سے آخری اور ان سب سے بہترین اور
افضل ترین نبی کو اپنے لطف و فضل عظیم کے
ساتھ مبعوث کیا بعد اس کے کہ اس کے متعلق
تمام انبیاء اور تمام مخلوق سے عہد لے لیا کہ
محمد مصطفےٰ پر ایمان لائیں اور اسکی نصرت
کریں بفحوائے قول تعالیٰ لتومنن بہ ولتنصرنہ
اور جب خداوند تعالیٰ نے سعادت اور ہدایت
کے دروازے عرب و قریش اور خصوصاً بنی
ہاشم پر رسالت محمد مصطفےٰ کے ذریعے سے کھول
دئے۔ چنانچہ قول تعالیٰ ہے۔ وانذر عشیرتک
الاقربین تو اب عقل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کتاب
خدا کے تمام اسرار کا جاننے والا بنی ہاشم میں
سے ہو کیونکہ وہ تمام قریش میں آنحضرت سے
قریب تر ہوگا۔ اور یہ کہ اس کا اسلام سب سے
پہلے ہونا چاہئے تاکہ وہ اسرار رسالت اور
ابتدائی وحی کے سارے رموز سے واقف ہو
اور یہ کہ وہ تمام اوقات آنحضرت کے ساتھ
رہکر انکی متابعت کرے تاکہ آنحضرت کے

ليكون خبيراً عن جميع اعماله واقواله ان يكون
من طفوليته منزهاً من اعمال الجاهلية
ليكون متخلقاً باخلاقه ومؤدباً بادابه و
نظيراً بالرشد من اولاده فلم يوجد هذه
الشروط لاحد الا في علي عليه السلام واما
عبد الله بن سلام لم يسلم الا بعد
الهجرة فلم يعرف سبب نزول السور التي
نزلت قبل الهجرة ولما كان حاله هذا
لم يعرف حق تاويلها بعد اسلامه مع
ان سلمان الفارسي الذي صرف
عمره الطويل ثلثمائة وخمسين سنة
في تعلم اسرار الانجيل والتوراة والزبور
وكتب الانبياء السابقين والقرآن
لم يكن من عنده علم الكتاب لفقد
الشروط المذكورة فكيف يكون من عنده
علم الكتاب ابن سلام الذي لم يقرء
الانجيل ولم يوجد فيه الشروط ولم
يصدر منه مثل ما صدر من علي يعسوب
الدين من الاسرار والحقائق في الخطبات
مثل قوله سلوني قبل ان تفقدوني فان بين جنبي
علوماً كالبحار الزواخر ومثل ما صدر من اولاده
الائمة الصلوة عليهم سلام الله وبركاته من المعارف
والحقائق في بيان كتاب الله واسراره.

تمام اقوال و افعا
ہی سے وہ افعا
کے اخلاق سے مت
شدہ ہو اور وہ
اولاد کے ہو اور یہ
کے اور کسی میں نہیں پائی
بن سلام تو ہجرت کے بعد ایمان لایا
جو اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں انکو
موقعہ نزول اسکو معلوم نہ تھا اور جب یہ
تھی تو وہ اسکی صحیح تاویل سے واقف
تھا حالانکہ سلمان فارسی جنہیں اپنی تین سو پچاس
کی ساری طویل عمر انجیل و توراۃ و زبور و
کتب الہیہ کی تعلیم میں گزاری تھی اور پھر بھی
وہ شخص مقصود آیہ مبارکہ من عندہ علم
الکتاب کے نہیں کیونکہ ان میں شرائط پوری
نہیں ہوتیں تو پھر عبداللہ بن سلام کیونکر وہ شخص
کہے جا سکتے ہیں جن کے پاس علم کتاب تھا انہوں
نے تو انجیل بھی نہیں پڑھی تھی اُن میں ان شرطوں
میں سے ایک شرط بھی نہ تھی۔ اور جو اسرار
الٰہی اور حقایق حضرت علی نے لوگوں میں بیان
کیے مثل سلونی وغیرہ اور جو علوم کے بحر مواج
انکی اولاد نے بہائے، وہ ابن سلام میں
نہیں تھے۔

لباب التلاثون صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳۔

الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ پارہ ۱۴ سورۃ النحل ع ۶

سیح تاویل، اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو)

ہد رضی اللہ | جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے
سلی بن ابیطالب | معنی ہیں جناب امیر نے فرمایا کہ ہم وہ اہل الذکر
لذکر۔ تفسیر ثعلبی | ہیں۔

مرسری: ارجح المطالب باب دوم صفحہ ۱۰۹

(۳) وتعیھا اذن واعیۃ۔ پارہ ۲۹ سورۃ الحاقہ ع ۱۔

ترجمہ:۔ اور یاد رکھتا ہے اس کو محفوظ رکھنے والا کان۔

ن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ | بریدۃ الاسلمی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے
نہ قال سمعت رسول اللہ صلی | جناب رسولخدا کو حضرت علی سے کہتے ہوئے سُنا
للہ علیہ وسلم یقول لعلی ان اللہ | کہ خداوند تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ اے علی
امرنی ان اعلمک لتعی وحق | تم کو علم سکھاؤں تاکہ تم اس کو محفوظ رکھو اور
علی اللہ ان تعی فنزلت وتعیھا | خدا پر حق ہے کہ تم کو یاد رکھائے پس یہ آیت
اذن واعیہ۔ | نازل ہوئی۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء السادس صفحہ ۲۶۰ تفسیر ثعلبی دیلمی: فردوس الاخبار

واحدی: اسباب النزول عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم صفحہ ۸۵

حافظ ابو نعیم: فی ما نزل من القرآن فی علی وحلیۃ الاولیاء

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صفحہ ۴۰۸ حدیث نمبر ۶۱۶۰ و نمبر ۶۱۶۱

زمحشری: تفسیر کشاف۔ فی تفسیر قولہ تعالی وتعیھا اذن واعیۃ۔

عنوان ح۔ کمال ایمان و عبادت۔

(۱) افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون۔ پارہ ۲۱ سورۃ سجدہ ع

ترجمہ۔ جو شخص کہ مومن ہے کیا وہ ایسا ہی ہے کہ جیسا کافر نہیں۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

عن ابن عباس قال ان الولید	ابن عباس کہتے ہیں کہ
قال لعلی انا احد منک سنانا	سے کہنے لگا کہ میں تم
وابسط لسانا وا ملا الکتیبہ	والا ہوں۔ زبان میں تم
فقال لہ علی اسکت انت	ہوں۔ اور بھاری تلوار و
فاسق فانزل اللّٰہ تعالیٰ تصدیقا	نے اُس سے فرمایا کہ خاموش رہ
لعلی افمن کان مومنا	پس خداوند تعالیٰ نے جناب امیر کی
کمن کان فاسقا قال قتادہ	کے لئے یہ آیت نازل کی اَفَمَن کَانَ مُو
ما استووا فی الدنیا ولا عند اللّٰہ	الآیہ۔ قتادہ کہتے ہیں وہ دونوں ہرگز نہ دنیا میں
ولا فی الاخرۃ ثم اخبر	نہ خدا کے نزدیک نہ آخرت میں برابر ہو سکتے
منازل الفریقین فقال تعالیٰ	ہیں۔ اس کے بعد کی آیت میں خدا نے
اما الذین امنوا الایہ۔	فریقین کے رتبہ سے خبردار کیا۔

واحدی: اسباب النزول محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع ص۲۰۶

زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۲۳۰ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۷۹

واحدی و ابن عساکر و ابن جریر و ابن عدی اور خطیب نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کی تصدیق کیلئے نازل ہوئی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو لباب المنقول فی اسباب النزول علامہ سیوطی۔ چنانچہ حسان بن ثابت کہتے ہیں

انزل اللّٰہ الکتاب العزیز فی	علی و فی الولید قرانا
فتبوا الولید من ذاک فسقا	و علی مبتوء ایمانا
لیس من کان مومنا عرف اللّٰہ	کمن کان فاسقا خوانا
سوف یجزی الولید خزیا نارا	و علی لاشک یجزی جنانا
فعلی یلقی لدی اللّٰہ عزا	والولید یلقی ھناک ھوانا

منقول از ارجح المطالب باب دوم ص۸۰

(۳) اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ

جرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط
قَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ۔ پارہ ۱۰ سورۃ توبہ ع ۳ ۔

نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا آباد رکھنا اس شخص کے اعمال
قیامت کے دن پر ایمان لایا۔ اور جس نے راہ خدا میں جہاد کیا۔ اللہ کے
ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔

رز ابو الشیخ وعبد الرزاق
یبہ وابن جریر وابن مندہ
بی فی تفسیرہ والواحدی فی کتابہ
سمی باسباب النزول والقرطبی
بن اثیر فی جامع الاصول والنسائی
سننہ والسیوطی فی الدر المنثور
لحافظ ابو نعیم فی فضائل الصحابہ
لوا ان علیاً والعباس وطلحۃ ابن ابی
شیبہ افتخروا فقال طلحہ انا صاحب
البیت مفتاحہ بیدی ولو شئت کنت
فیہ فقال العباس انا صاحب السقایہ و
القائم علیہا فقال علی لا ادری صلیت ستۃ
اشہر قبل الناس وانا صاحب الجہاد فی
سبیل اللہ فانزل اللہ تعالیٰ اجعلتم سقایۃ الحاج الآیۃ

ابو حاتم و ابو الشیخ و عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ
ابن جریر و ابن مندہ و ثعلبی اپنی تفسیر میں واحدی
اپنی کتاب اسباب النزول میں نسائی اپنے سنن
میں، سیوطی درمنثور میں، حافظ ابو نعیم فضائل
الصحابہ میں کہتے ہیں کہ ایک دن علی و عباس
طلحہ بن ابی شیبہ نے ایک دوسرے پر فخر کیا طلحہ
نے کہا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں میرے پاس ہیں
میں اگر چاہوں تو میں اس میں رہوں عباس نے
کہا کہ میں حاجیوں کے پانی پلانے پر مامور ہوں
علی نے کہا کہ اور تو میں کچھ نہیں جانتا میں نے
تمام لوگوں سے چھ مہینے پہلے سے رسولخدا کے
ساتھ نماز پڑھنی شروع کی ہوا اور میں جہاد
فی سبیل اللہ کرتا ہوں پس یہ آیہ آپکی تصدیق
میں نازل ہوا۔ اجعلتم سقایۃ الحاج الآیہ

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث صفحہ ۲۱۹

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم صفحہ ۹۰

عنوان ط۔ طہارت و معصومیت حضرت علی۔

آیہ تطہیر۔ اس آیت پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۴۵ تا ۴۸ ۴ نغایت

۴۷۸ باب ہشتم

عنوان ی. محبوبیت خداوندی۔ خدا کے نزد منزلت اور خدا کا آپ پر سلام بھیجنا۔

(۱) يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ○ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ○ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ○ پارہ ۲۹ سورۃ الدہر ع ۱۔

ترجمہ۔ وہ منتوں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جسکی سختی ہر طرح ہوگی اور مسکین و یتیم و قیدی کو باوجود اس (کھانے) کی خواہش کے کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے) ہیں کہ ہم تو تمکو محض خدا کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

عن ابن عباس ان الحسن و الحسين مرضا فعادهما رسول الله صلى الله عليه وسلم في ناس معه فقالوا يا ابا الحسن لو نذرت على ولدك فنذر علي وفاطمة وفضة جارية لهما ان برأ عما بهما ان يصوموا ثلاثة ايام فشفيا وما معهم شيء فاستقرض علي من شمعون اليهودي الخيبري ثلاث اصوع من الشعير فطحنت فاطمة صاعا واختبزت خمسة اقراص على عددهم ووضعتها بين ايديهم

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حسنین علیہما السلام بیمار ہو گئے اور جناب رسولخدا عیادت کو تشریف لائے۔ انکے ہمراہ اور لوگ بھی تھے انہوں نے حضرت علی سے کہا کہ بہتر ہوتا اگر تم اپنے فرزندوں کے لئے نذر مانتے پس جناب امیر و جناب سیدہ و فضہ کی لونڈی نے ان دونوں کی تندرستی کیلئے تین تین روزے رکھنے کی منت مانی پس جب دونوں صاحبزادے صحتیاب ہو گئے تو سب نے ملکر روزے رکھے لیکن اسوقت انکے پاس کچھ بھی نہ تھا جو افطار کیلئے کام آتا۔ لہذا جناب امیر نے شمعون یہودی سے جو کے تین پیمانے قرض لئے۔ اس میں سے ایک پیمانہ کو جناب سیدہ علیہا السلام نے پیسکر پانچ روٹیاں تعداد

عليهم سائل
م عليكم
محمد مسكين
المسلمين اطعمونی
الله موائد الجنة
وه وباتوا لم يذوقوا
ماء واصبحوا صياما
فلما امسوا ووضعوا الطعام
بين ايديهم فوقف عليهم
يتيم فاثروه ووقف عليهم
اسير في الثالثة ففعلوا مثل
ذالك فلما اصبحوا اخذ
على بيد الحسن والحسين
واقبلوا على رسول الله صلى
الله عليه وسلم فلما ابصرهم
وهم يرتعشون كالفراخ من شدة
الجوع قال ما اشد ما يسوئني ما اراكم فقام
فانطلق معهم فرأى فاطمة في
محرابها قد التصق ظهرها
ببطنها وغارت عيناها فساءه
ذالك فنزل جبرئيل و قال خذها
يا محمد هناك الله في
اهل بيتك فاقرء السورة.

کے مطابق تیار کیں جب افطار کے لیئے اُنکے
آگے رکھیں تو ایک سائل نے آنکر آواز دی کہ
السلام علیکم اے اہل بیت محمد میں مسلمان مساکین
میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھلاؤ خدا تمکو
جنت کی نعمتوں سے سیر کرے سب نے اپنا کھانا
اسکو بخشدیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے
دوسرے دن پھر روزہ رکھا اور جب افطار کے
لیئے اُنھوں نے اپنے آگے کھانا رکھا تو ایک سائل
نے آنکر آواز دی کہ میں یتیم ہوں سب نے اپنا کھانا
اسکو دیدیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے
پس اسیطرح تیسرے دن کی افطاری ایک
قیدی کو بخشدی صبحکو جناب امیر حضرت حسنین
علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر جناب رسولخدا کے
حضور میں لیگئے۔ وہ سب بھوک سے چوزہ مرغ
کی طرح کانپ رہے تھے۔ آنحضرت نے اُن کو
دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا حالت ہے جس سے مجھکو بہت
رنج ہوتا ہے۔ پھر آپ جناب امیر کے گھر تشریف
لیگئے۔ وہاں جناب سیدہ علیہا السلام کو محراب
عبادت میں کھڑا ہوا دیکھا درآنحالیکہ اُنکی کمر
اُنکے پیٹ سے لگ گئی تھی اور ضعف سے اُن کی
آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے آنحضرت کو یہ دیکھکر
بہت ملال ہوا اتنے میں جناب جبرئیل علیہ السلام
نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد یہ لیجیئے خداوند

زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی ص ۵۱۱ و ۵۱۲۔ تعالیٰ آپکو آپ کے

واحدی: اسباب النزول عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب

یہ تھے وہ لوگ جنکو جناب رسول خدا کی آنکھ بند ہ
ڈالدیا اور اُن کے خاندان میں سے حکومت کو نکالکر زید عمر
روایت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ اہلبیت رسول کون ہیں۔ حد
کہکر مبارکباد دیتا ہے۔ عوام الناس کن کو اہل بیت محمد سمجھکر عطاؤ
کیلئے جلاتے ہیں۔

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ
رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ پارہ ۲ سورۃ بقرع ۲۵۔

اس آیت کا ذکر اور اُس کا شان نزول ہم باب ہفتم صفحات ۳۱ الغایت ۴۰
میں کرچکے ہیں۔

(۳) سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْيَاسِيْنَ۔ پارہ ۲۳ سورۂ والصافات ع ۴۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال فی قولہ تعالیٰ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ سلامٌ
سلامٌ علی الیاسین ای علی آل محمد صلعم علی الیاسین میں آل محمد مراد ہیں۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الخامس ص ۲۸۶
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر۔ الفصل الاول ص ۸۸
فخر الدین رازی: الاربعین عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم ص ۹۱
السمہودی: فضل الشرفین۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب ع ۵۔

ترجمہ۔ بہ تحقیق اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پہ اے وہ لوگو! جو ایمان
لائے ہو درود بھیجو اس پر اور سلام۔ جیساکہ درود اور سلام بھیجنے کا طریقہ ہے۔

عن کعب بن عجرۃ قال لما نزلت کعب ابن عجرہ و ابن عباس و ابن مسعود و عمار یاسر

ول اللہ کیف — وغیرہم سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ جب یہ آیۂ کریمہ
لیلک قال قولوا — نازل ہوئی تو ہم نے عرض کی کہ یا رسول ہم آپ پر
حمد وعلی آل — صلوٰۃ وسلام کس طریقہ پر بھیجیں آپ نے فرمایا کہ کہو
براھیم وعلی آل — یا اللہ درود وصلوٰۃ بھیج محمد وآل محمد پر جسطرح تو نے
ید مجید اللھم بارک علی — درود بھیجا وآل ابراہیم پر یا اللہ برکت دے محمد و
محمد کما بارکت علی ابراھیم — آل محمد کو جس طرح تو نے برکت دی ابراہیم و آل
ابراھیم انک حمید مجید۔ — ابراہیم کو یا اللہ تو ستودہ و بزرگ ہے۔

صحیح بخاری: الجزء الثالث ص۱۱۹ کتاب التفسیر — صحیح مسلم

امام احمد حنبل: الجزء الثالث ص۴۷ والجزء الرابع ص۱۱۸ و ۱۱۹ و ۲۴۱ و ۲۴۳ و ۲۴۴ الجزء الخامس ص۴۲۴

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص۱۲۳ حدیث ۲۱۵۶ ص۱۲۴ حدیث ۲۱۷۵ و ۲۱۸۹ ص۱۲۵ حدیث ۲۱۹۰ تا حدیث ۲۱۹۳ — شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص۲۱

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۴۷ — ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص۸۷

جماعت اہل حکومت کی ضد وہٹ دھرمی بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ سب کچھ مانتے ہیں اور جانتے ہیں لیکن جب آنحضرت پر درود بھیجینگے بغیر آل کے دم بریدہ ہی بھیجینگے۔ ان میں سے کوئی ہوگا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہوگا۔ ورنہ بغیر آلہ ہی کے کہتے ہیں۔

عنوان ث۔ رازگوئی آنحضرت با علی مرتضیٰ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ ع ۲

ترجمہ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ تم لوگ رسول سے راز کی باتیں کرو تو اس سے پہلے صدقہ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

عن علی علیہ السلام انہ قال ایۃ فی — حضرت علی کہتے ہیں کہ قرآن شریف کی اس آیت پر
کتاب اللہ عزوجل لم یعمل بھا احد — میرے سوائے کسی اور نے عمل نہیں کیا میرے

بعدی آیة النجوی کان لی دینار فبعته بعشرة دراهم فلما اردت ان اناجی رسول الله صلی الله علیه وسلم قدمت درهما فنسختها الآیة الاخری ءاشفقتم الآیة اخرجه ابن الجوزی فی اسباب النزول۔

پاس ایک دیز لئے پس جب کی باتیں کرو اس آیت کو دوسر منسوخ کر دیا۔ ابن الجوزی

محب الدین طبری: ریاض النضرة الباب الرابع الفصل السادس ص۲۰۰۔

ومنها فی المجادلة قوله تعالی یا ایها الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة قال علماء التاویل نزلت فی علی علیه السلام.... حکی الثعلبی عن مجاهد قال نهوا عن مناجاة النبی صلی الله علیه وسلم حتی یتصدقوا فلم یناجه الا علی بن ابی طالب علیه السلام قدم دینارا فتصدق به..... وکان عمر یقول کانت لعلی علیه السلام ثلاث لو کانت لی واحدة منهن کانت احب الی من حمر النعم تزویجه فاطمة واعطاءه الرایة یوم خیبر وآیة النجوی۔

حضرت علی کی شان میں جو آیات سورۂ مجادلہ کی آیت یا ایہا الذین آمنوا ا الایہ ہے علماء تاویل کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی کی ش میں نازل ہوئی تھی.... علامہ ثعلبی مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کو جناب رسولخدا سے راز میں گفتگو کرنے سے منع کیا گیا جب تک کہ وہ صدقہ نہ دیدیں نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے علی ابن ابی طالب کے کسی نے آنحضرت سے راز میں گفتگو ہی نہ کی حضرت علی ہر دفعہ ایک دینار صدقہ کرتے تھے..... حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کے تین ایسے فضائل ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھ میں ہوتی تو مجھ کو سرخ چشم اونٹوں سے زیادہ عزیز ہوتی۔ ایک تو تزویج فاطمہ۔ دوسرے خیبر میں انکو علم ملنا تیسرے آیۂ نجوے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامة ص۱۱ — زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۴۴۳

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۱۸۵

محمد بن طلحة الشافعی: کتاب مطالب السئول الفصل السابع ص۱۳

لمالب باب دوئم صہ ۱۰۱

نمرت علی کی سبقت اسلامی۔

سلام لایا۔ یہ امر واقعہ ہے جس کیلئے کسی قرآنی تصدیق کی ضرورت
۔ جانتے تھے لیکن پھر بھی حضرت علی کے اس شرف کا ذکر قرآن
بیا گیا ہے تفصیل کے لئے دیکھو بحث سبقت الی الاسلام

ن م۔ لوا احمد اور جنت میں آنحضرت کے ساتھ ہونا۔

خوانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ پارہ ۱۴ سورۃ الحجر ع ۴۔

ترجمہ۔ بھائی برابر کے تختوں پر آمنے سامنے ہونگے۔

عن زید بن ابی اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت معی فی قصری فی الجنۃ مع فاطمۃ ابنتی وانت اخی ورفیقی ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخوانا علی سرر متقابلین۔

زید ابن اوفی سے روایت ہے کہ جناب سول خدا نے حضرت علی سے کہا کہ اے علی تم قصر جنت میں میرے اور میری لڑکی فاطمہ کے ہمراہ ہوگے تم میرے بھائی اور رفیق ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عبید اللہ امرتسری: ۱۰۔ ج المطالب۔

عنوان ن۔ تبلیغ سورۃ برأت۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ

پارہ ۱۰ سورۃ توبہ ع ۱۔

اس کا ذکر ہم اس کتاب کے صفحات ۸۷ لغایت ۹۲ میں کر چکے ہیں۔

عنوان س۔ حضرت کے خلاف ایک مخالف پارٹی جو اُن سے حسد کرتی تھی۔

(۱) اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

پارہ ۵ سورۃ النساء ع ۸۔

ترجمہ۔ کیا لوگ حسد کرتے ہیں اُن پر جنکو خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل سے حصہ دیا ہے۔

عن محمد الباقر فی قولہ ام یحسدون الناس الآیۃ انہ قال واللہ نحن اہل البیت ہم الناس۔

امام محمد باقر کہتے ہیں اس آیت میں وہ لوگ ہم اہلبیت ہیں کی وجہ سے حسد کرتے ہیں

ابو الحسن المغازلی: کتاب المناقب — ابن حجر مکی: الباب الحادی عشر

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب التاسع والثلاثون ص۱۲۱

(۲) اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ۔ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی ۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ

پارہ ۲۶ سورۃ محمد ع ۴۔

ترجمہ۔ کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہ خداوند تعالیٰ انکے کینہ کو ظاہر نہ کریگا۔ اگر ہم چاہیں اے رسول تو ہم تم کو ان لوگوں کو دکھا دیں اور تم انکو انکی پیشانی سے پہچان لیتے تم انکو انکی باتوں سے پہچان لوگے اور خداوند تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے (۱) وہ لوگ جو کافر ہیں اور (۲) وہ لوگ جو راہ خدا سے لوگوں کو روکتے ہیں اور (۳) وہ لوگ جو رسول خدا کو ایذا پہنچاتے ہیں بعد اس کے کہ ہدایت ظاہر ہو چکی ہے خداوند تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکینگے اور انکے اعمال کار ہو جائینگے

واخرج ابن مردویہ وابن عساکر عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ فی قولہ ولتعرفنہم فی لحن القول قال ببغضہم علی ابن ابیطالب۔

ابن مردویہ وابن عساکر روایت کرتے ہیں ابو سعید الخدری سے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں انکے قول کے لحن سے معلوم کرلوگے کا مطلب یہ ہے کہ انکے قول میں بغض علی ابن ابیطالب ظاہر ہوتا ہے۔ اس بغض سے تم انکی شناخت کرلوگے

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۶۶

(۳) وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا (پارہ ۲۲ سورۃ احزاب ع ۷)

..کہ اذیت دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر کسی قصور کے پس وہ لوگ
..ناہ ظاہر۔

..لیمان قال انہ	مقاتل ابن سلمان سے روایت ہے وہ کہتے
..ذکر ان نفر	ہیں کہ یہ آیت جناب امیر کی شان میں نازل
..نقین کانوا یوذونہ	ہوئی ہے چند لوگ منافقین میں سے حضرت
..علیہ۔	علی کو ایذا دیتے تھے اور جھٹلایا کرتے تھے

..امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم ص۱۰۴

(۴) سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ (پارہ ۲۹ سورۃ المعارج ع ۱)

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کو تفصیل کے ساتھ مع حوالہ جات کے ہم نے اس کتاب کے باب یازدہم میں لکھا ہے۔

عنوان ع۔ حضرت علی امت محمدیہ کے ہادی ہیں۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ پارہ ۱۳ سورہ رعد ع ۱۔

ترجمہ۔ اے محمد بتحقیق کہ تم ڈرانیوالے ہو۔ اور ہر ایک قوم کیلئے ہادی ہوتا ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال	عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ
لما نزل قولہ تعالی انما انت منذر ولکل قوم	إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ الآیہ نازل ہوئی تو آنحضرت نے
ھاد وضع صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی صدرہ	اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر فرمایا کہ میں منذر ہوں
وقال انا المنذر وعلی الھادی بک یا علی یھتدی	اور علی ہادی ہے اور اے علی تجھ سے ہدایت
المھتدون الثعلبی عن السدی عن عبد	لینے والے ہدایت پائینگے ثعلبی عبد خیر سے
خیر عن علی قال المنذر النبی صلی اللہ علیہ	اور وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ منذر
وسلم والھادی رجل من بنی ھاشم یعنی نفسہ	جناب رسولخدا ہیں اور بنی ہاشم میں سے ایک شخص
ایضا الحمینی اخرجہ بسندہ عن ابی	یعنے علی ہادی ہے۔ حموینی نے بھی اپنی سند سے
ھریرۃ۔ اخرجہ صاحب المناقب	اس حدیث کی تخریج ابوہریرہ سے کی ہے اور صاحب

عن الباقر والصادق نحوه ایضاً الحاکم ابو القاسم الحسکانی بسنده عن الحکم بن جبیر عن بریدہ الاسلمی قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماء الطھور فاخذ بید علی بعد تطھیرہ فالصق یدہ بصدرہ فقال انا المنذر ثم ردیدہ الی صدر علی فقال انت لکل قوم ھاد ثم قال لہ انت منار الامام وغایۃ الھدی وامیر الغر المحجلین اشھد علی ذالک انک کذالک ایضاً المالکی اخرجہ عن ابن عباس ایضاً کتب السید علی الھمدانی الذی ھو جامع الانساب الثلاثہ فی کتابہ مشارب الاذواق نفعنا اللہ برکاتہ وعلومہ امین یا علی انا المنذر وانت الھادی وبک یھتدی المھتدون. ایضاً سمع ابو حمزہ الثمالی عن الباقر علیہ السلام ما حدثنا الحاکم ابو القاسم الحسکانی فی المناقب عن محمد بن مسلم قال سئلت ھذہ الایۃ عن جعفر الصادق قال کل امام ھاد لکل قوم فی زمانھم وفی المناقب عن عبد الرحیم عن الباقر علیہ السلام قال فی تفسیر ھذہ

مناقب نے بھی امام محمد اسی کے مثل روایت نے بھی اپنی سند سے حکم اسلمی سے روایت کیا ہے کہ لئے پانی مانگا۔ بعد وضو حضرت اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر فرمایا میں منذر ہاتھ علی کے سینہ پر رکھکر فرمایا تم ہر ایک قوم کے ہادی ہو پھر فرمایا۔ اے علی تم دنیا میں لوگوں کو راہ راست کیطرف بلانیوالے ہدایت کی غایت ہو! وہ روشن پیشانی والوں کے امیر ہو میں اسکی گواہی دیتا ہوں کہ تم ایسے ہی ہو۔ مالکی نے بھی ابن عباس سے اسکو روایت کیا ہے۔ اور سید علی ہمدانی نے جو جامع انساب ثلاثہ ہیں اپنی کتاب مشارب الاذواق میں اسکو لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنکے علوم و برکات سے ہم کو متمتع کرے۔ اور یہ ہے اے علی میں منذر ہوں تم ہادی ہو۔ اور تم سے ہدایت لینے والے ہدایت پائینگے۔ اور ابو حمزہ ثمالی نے بھی امام محمد باقر سے وہی سنا جسکو حاکم ابو القاسم حسکانی نے بیان کیا ہے مناقب میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ اس آیت کے بارے میں میں نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا۔ آپنے فرمایا کہ ہر امام اپنی زمانہ کی ساری قوم کا ہادی ہوتا۔ اور مناقب میں عبد الرحیم سے امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ

۷ انا المنذر — آنحضرت نے فرمایا میں منذر ہوں اور علی ہادی
۸ ما زالت — آگاہ رہو۔ یہ امامت وہدایت ہم اہلبیت میں قیامت تک رہیگی۔

۱ قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس العشرون
۲ متقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۷ حدیث ۲۶۳۱
۳ سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الرابع ص۴۵ شبلنجی: نور الابصار ص
۴ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۹ و ۱۳۰۔
۵ ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص۳۵۷ و ۳۵۸
۶ محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۵ و ۳ بہ تشریح شعر اول سے
تحفۃ تھدی لمن یھوی علیا — من رقی شادا من المجد علیا
۷ شیخ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی — سید صدر الدین احمد: روائح المصطفےٰ۔
۸ دیلمی: فردوس الاخبار۔

باب دہم

اہل بیت رسول آل رسول عترت رسول ذوی القربیٰ

آیہ تطہیر میں اہلبیت، آیہ مودۃ القربیٰ وحدیث ثقلین میں عترت واہلبیت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے علاوہ بے شمار احادیث آل رسول عربی و اہل بیت نبی مکی ومدنی کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ ان الفاظ کی تحقیقات کی جائے اور ان کے معانی پر غور کیا جاوے۔ کہ کون کون ان میں شامل ہیں اور کون کون ان سے باہر ہیں۔ حضرت علی ان میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر شامل ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ان کے راس ورئیس ہوں گے۔ اور جملہ احادیث

ان بزرگواروں کی شان میں وارد ہیں اُن سب کی فہ

لفظ اہل بیت مرکب ہے دو لفظوں سے۔ اہل

کے چار معنی ہیں۔ (ا) قریبی رشتہ دار و اقربا و ذو عشیرہ

الرجل عشیرتہ۔ (ب) کسی شخص کا ولی و جانشین یہ

الاہ ، ولاتہ۔ (ج) سکانِ بیت چنانچہ کہتے ہیں۔ اہل اد

بمعنے قابلیت و لیاقت و اہلیت۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اہر

الحمد للہ کما اہلہ۔ یعنی ایسی حمد خدا کے لئے کہ جس کا وہ لائق اور ا

بیت کے بھی تین معنی ہیں (ا) رہنے کی جگہ۔ مکان (ب) شرف و شریف

ایسی جگہ جو کسی شے مخصوص کے لائق ہو۔

عترت کے معنے لغت میں اولاد و قریب ترین اقارب ہیں۔ ابو نص

اسماعیل بن حماد جوہری صحاح اللغۃ میں کہتے ہیں: عترۃ الرجل نسل

و رھطہ الادنون یعنی عترت ایک شخص کی اولاد اور اس کے قریب ترین اقار

ہوتے ہیں۔ ابو الحسن علی بن اسماعیل اللغوی المعروف بابن سیدہ

کتاب المخصص میں لکھتے ہیں:۔ ابو عبید اُسرۃ الرجل رہطہ الادنون

وکذلک فصیلتہ وعترتہ یعنی کسی آدمی کے نزدیکترین اقارب کو اسرۃ الرجل

کہتے ہیں اسیطرح اُن کو یعنی قریب ترین اقارب کو اس کی عترت بھی کہتے ہیں۔

مجد الدین مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری نہایۃ اللغۃ میں

لکھتے ہیں:۔ (عتر) فیہ خلفت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی، عترۃ

الرجل اخص اقاربہ یعنی لفظ عترت اس میں جناب رسول خدا کا یہ قول ہے کہ میں

تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت۔

ایک شخص کی عترت اس کے نزدیک ترین اقارب کو کہتے ہیں جمال الدین بن

مکرم الانصاری الافریقی لسان العرب۔

وقال الازھری رحمہ اللہ فی ازہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نیدابن

ثابت قال قال
علیہ وسلم
لین خلفی کتاب
ھما لن یفترقا
الحوض وقال قال
بن اسحاق ھذا حدیث
ح ورفعہ کلھم زید بن
سم وابو سعید الخدری وفی
بعضھا انی تارک فیکم الثقلین
کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی
فجعل العترۃ اھل البیت
وقال ابو عبیدۃ وغیرہ عترۃ الرجل
واسرتہ وفصیلتہ ورھطہ الادنون
ابن الاثیر عترۃ الرجل اخص
اقاربہ وقال ابن الاعرابی العترۃ ولد
الرجل وذریتہ وعقبہ من صلبہ قال
فعترۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد فاطمۃ
البتول علیھا السلام۔

ثابت سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے
جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت بتحقیق
کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک
کہ میرے پاس قیامت کے دن حوض کوثر
پر وارد ہوں۔ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ
حدیث صحیح ہے اور اسی طرح کی حدیث زید بن ارقم
و ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے اور بعض
کے الفاظ ہیں کہ میں تم میں چھوڑے جاتا ہوں
دو بزرگ چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت میری اہلبیت
آپ نے اپنی عترت کو اپنے اہل بیت کہا۔ اور
ابو عبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کی عترت
واسرہ وفصیلہ اس کے نزدیکترین اقارب ہوتے
ہیں۔ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ عترت اقارب خاص
سے مطلب ہے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ عترت
اولاد و ذریت و صلبی بچوں کو کہتے ہیں۔ لہذا عترت
رسول اولاد فاطمہ الزہرا علیہا
السلام ہوئی۔

مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی قاموس محیط میں لکھتے ہیں:۔

والعترۃ بالکسرۃ قلادۃ تعجن بالمسک
والافاویہ ونسل الرجل ورھطہ
وعشیرتہ الادنون۔

عترۃ اس گلوبند کو کہتے ہیں جو مشک و عنبر وغیرہ
کو معجون کرکے بناتے ہیں نیز ایک آدمی کی اولاد
اور اس کے نزدیکترین رشتہ داران کو بھی کہتے ہیں

علامہ سیوطی درنثیر میں کہتے ہیں: عترۃ الرجل اخص اقاربہ یعنی کسی

شخص کی عترت اُس کے خاص نزدیکترین رشتہ دار
القربیٰ کا ذکر آیۂ مودۃ میں آچکا ہے۔
عترت و اہلبیت و آل و القربےٰ کے لغوی معنو
ثابت ہوا کہ ان الفاظ کی تعبیر میں حضرت علی آتے ہیں
رشتہ داران ان میں نہیں آتے۔ زیادہ سے زیادہ اہلبیت
ہیں کہ اس میں ازواج شامل ہوسکتی ہیں۔ جب ایک لفظ کے
یہ دیکھنے کیلئے کہ کسی خاص موقعہ پر کونسا معنی مقصود ہے۔ مندرجہ ذیل
کیا جانا ضروری ہے :۔

(۱) اگر متکلم خود بتادے کہ اس کے ذہن میں اس کلام کے کہنے
کون سے معنی تھے اور اس کا مقصد کن معنوں سے ہے تو پھر اس کا یہ تو
ہوتا ہے۔ اس کے بعد کسی بحث یا منطق کی گنجائش نہیں رہتی۔ اگر متکلم
بتاتا تو پھر یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ
(۲) سیاق کلام سے کون سے معنی چسپاں ہوتے ہیں۔
(۳) موقعہ و محل کس معنی کا مقتضی ہے۔
(۴) عقلاً کونسے معنی درست بیٹھتے ہیں۔

ان بدیہی امور کو مدنظر رکھکر ہم بحث کرتے ہیں۔ آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ آنحضرت کے توسل سے اور آپ کی زبانی نازل ہوئی۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ قرآن کے معانی و مطالب آنحضرت سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔ آپ نے نہایت موثر طریقے سے بتادیا کہ آیۂ تطہیر میں لفظ اہلبیت سے کون حضرات مقصود ہیں اس زمانہ میں بلکہ ہر زمانہ میں معنی کو افعال سے ظاہر کرنا زیادہ موثر ہوتا ہے۔ آپ نے اہلبیت کو جو آیۂ تطہیر کے مقصد تھے اپنی چادر کے اندر جمع کرکے بتادیا کہ اس لفظ کے تحت میں صرف آپ خود و علی فاطمہ و حسنین علیہم السلام آتے ہیں۔ اور سب اس سے باہر ہیں۔ حضرت ام سلمہ نے چادر میں داخل ہونا چاہا تو آپ نے باوجود اپنے خلق عظیم کے انکو

ئ رسالت کا تھا اسکے بعد برابر نو مہینہ تک آپ روزانہ علی الصباح خانہ

بآوازِ بلند اعلان فرماتے رہے کہ اہلبیت رسول اور اس آیۂ تطہیر کے مقصو

کا عملی طریقہ تھا اس سے زیادہ موثر طریقہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا آپ جانتے تھے

گنجائش پیدا کرینگے لہذا ایسے طریقے سے اس شبہ کو رفع کیا کہ کوئی ایماندا

یں کرسکتا۔ جب رسول نے خود اہلبیت کے معنی ایسے واضح طریقہ ذ

بھی فرد کیلئے چاہے وہ امام رازی ہو یا علامہ تیمیہ مناسب نہیں کہ اس میں بحث کو

اس میں ازواج بھی شامل ہیں اگر وہ ایسا کرتا ہے تو انہ رسول کی تکذیب کرتا ہے اور یہ ظاہر کرتا

عاذ اللہ وہ خود جناب رسولخدا سے زیادہ علم رکھنے والا ہے ایک موقعہ پر نہیں بار بار آپنے واضح کردیا کہ

بیت مراد محض علیؑ فاطمہ حسن حسین ہیں اور یہی آپکی عترت میں داخل ہیں چنانچہ بمقام غدیر خم آپنے حدیث

ثقلین ارشاد فرماتے وقت اہلبیتی عترتی کہا یعنی اہلبیت کو عترت سے مرادف رکھا۔ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ جس کا

میں مولی ہوں اس کا یہ علی مولا ہے عترت کی اطاعت اور ان سے تمسک کرنیکا حکم دیا اور علی کو پیش کیا

کہ یہ تمہارا سردار و مولا ہے صاف ظاہر ہوا کہ عترت میں علیؑ شامل ہیں

سیاق کلام و موقعہ و محل کی رو سے بھی یہی معنی نکلتے ہیں آپ امت کے سامنے اپنا جانشین اور امت کا آقا و سردار پیش کر رہے تھے۔ لہذا اس کے اوصاف و مکارم بیان فرمانے کا یہ موقعہ تھا چنانچہ کئی طریقوں سے اس کے اوصاف بیان فرمائے چونکہ وہ شخص اہلبیت اور عترت میں شامل تھا۔ لہذا اہلبیت کے اوصاف بھی بیان فرمائے۔ قیامت تک کی ہدایت مطلوب تھی۔ لہذا بیان فرمایا کہ وہ میری عترت میں سے ہونگے۔ اگر تمام بنو ہاشم یا تمام قریش مطلوب ہوتے تو پھر بنو ہاشم یا قریش کا لفظ استعمال کیا جاتا۔ اس صورت میں وہ بہترین لفظ ہوتا۔ یہ کونسا طریقہ ہے کہ تعریف تو کیجائے تمام بنو ہاشم یا سارے قریش کی اوصاف و صریح لفظ چھوڑ کر اہلبیت کا لفظ استعمال کیا جائے جس سے مغالطہ پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ اگر تمام بنو ہاشم یا قریش کہہ دیتے تو انمیں اہلبیت و عترت سب شامل تھے۔ زیادہ تصریح کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ آیہ تطہیر کے لفظ اہلبیت میں ازواج شامل نہیں ہیں۔ اس پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں۔

ملاحظہ ہوں صفحات ۴۷،۲ تا غایت ۴،۷ کتاب ہذا۔

اب یہ دیکھنا باقی رہ گیا کہ عقلاً کون سے معنے درست ہیں۔ جب رسول فرماتے ہیں کہ اگر تم کتاب اللہ اور میرے اہلبیت عترت سے تمسک رکھو گے تو قیامت تک گمراہ نہ ہو گے۔ میرے اہلبیت عترت اور قرآن قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ امت محمدیہ و قرآن شریف کا قیامت تک رہنا تو مسلم۔ عترت رسول میں سے بھی ایک نہ ایک علم رکھنے والے کا قیامت تک رہنا ممکن لیکن اگر اہل بیت سے مطلب ازواج ہے تو وہ تو قیامت تک نہیں رہ سکتی تھیں۔ بلکہ ان کے رشتہ کا انقطاع تو دوران حیات رسولِ خدا میں ۔ و زبان کے چند الفاظ طلاقیہ سے ممکن تھا۔ دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں جن کی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی قرآن سے جدا نہ ہوئے ہیں اور نہ قیامت تک جدا ہونگے۔ اور اُنسے تمسک و اعتصام کرنا امت کو قیامت تک گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ازواج رسول میں ہر قسم کی عورتیں تھیں ان میں سے تو کسی کیلئے کسی نے کبھی یہ دعوئے ہی نہیں کیا۔ اور نہ خود اُنہوں نے دعوئے کیا۔ رہے تمام بنو ہاشم۔ اُن کیلئے بھی یہ دعوئے نہیں ہو سکتا۔ حضرت عباس بہت دیر میں ایمان لائے تھے۔ ابو جہل و ابو لہب مرتے مر گئے۔ ایمان نہ لائے ان کے خاندان کے جو چند افراد بعد میں بحالت مجبوری ایمان لائے۔ انکے لئے بھی کبھی یہ دعوئے پیش نہیں ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ وہ لوگ تو یہ دعوئے نہیں کرتے کہ ہم آیۂ تطہیر میں شامل ہیں۔ امت کو کئی صدیوں کے بعد کہاں سے یہ حق حاصل ہوا کہ ان کو اُن کی مرضی کے خلاف چادر تطہیر میں داخل کریں۔ غیر معصوم کی اطاعت کا حکم جناب رسول خدا نہیں دے سکتے تھے اُس سے غلطی ہونی ممکن بلکہ لازمی ہے۔ کیونکہ اُس کا علم کامل نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ یہاں وہ خاص افراد مقصود ہیں جو معصوم ہوں۔ جن کا علم ہمہ گیر ہو اور جن کا ہر ایک حکم صحیح ہو۔ اور بالاجماع یہ ثابت ہے کہ یہ معصومیت اور علم ہمہ گیر سوائے باب مدینۃ علم نبی کے اور کسی صحابی میں نہ تھا

جناب سیدہ اور اُن کی اولادِ خاص کے اور کسی عورت
ان ہی بحرین کے وہ لولوء و مرجان تھے جن کے ساتھ
ت تک گمراہی سے بچا سکتا تھا۔

ت نبی اولاد اور نزدیک ترین اقارب رسول ہیں سے وہ
شرف نبوت کے اہل ہوں۔ جو معصوم اور اعلم ترین امت
سک کرنا امت کا فرض ہو۔ اور جن کی پیروی و اطاعت امت
ہمیشہ کیلئے بچائے اور جو دنیا میں قیامت تک اپنی معصومیت کے
ے رہنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

اب ہم اپنے ان معانی کو بزرگان دین و علماء امت کے اقوال سے بھی ثابت
نے ہیں۔ سب سے پہلے خود آنحضرت کے اقوال کی طرف ہم ناظرین کو توجہ مبذول
تے ہیں۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن یہاں سلسلہ بیان کو قائم رکھنے کی غرض
ے آنحضرت کے مزید اقوال کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں۔ یہ اُن کے علاوہ ہیں
جو پہلے نقل کئے گئے ہیں:۔

حافظ صدرالدین ابوالمجامع ابراہیم بن محمد بن المویدالحموینی اپنی
کتاب فرائد السمطین میں حدیث مناشدہ از حضرت امیرالمومنین کے تحت
لکھتے ہیں:۔

قال انشدکم باللہ اتعلمون
ان رسول اللہ قام خطیباً لم
یخطب بعد ذلک فقال یا
ایھا الناس انی تارک فیکم
کتاب اللہ وعترتی اہل
بیتی فتمسکوا بھما لن
تضلوا فان اللطیف الخبیر

جناب علی مرتضیٰ نے مجلس شوریٰ میں لوگوں کو مخاطب
کرکے فرمایا کہ میں تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں
کیا تم جانتے ہو کہ جناب رسولخدا خطبہ آخری ادا
کرنیکے لئے کھڑے ہوئے جسکے بعد آپنے کوئی
اور خطبہ نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو میں تمہارے
درمیان کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیت چھوڑے
جاتا ہوں تمکو چاہیئے کہ تم نے تمسک کرو تاکہ

اخبرنی وعهد الی انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فقام عمر بن الخطاب اشه المغضب فقال یا رسول الله اکل اهل بیتک فقال لا ولکن اوصیائی منهم اولهم اخی ووزیری ووارثی وخلیفتی فی امتی وولی کل مومن بعدی هو اولهم ثم ابنی الحسن والحسین ثم تسعة من ولد الحسین واحد بعد واحد حتی یردوا علی الحوض شهداء الله فی ارضه وحججه علی خلقه وخزان علمه ومعدن حکمته من اطاعهم فقد اطاع الله ومن عصاهم فقد عصی الله فقالوا کلهم نشهد ان رسول الله قال ذالک.

گمراہ نہ ہو کیونکہ خدا اور وعدہ فرمایا ہے کہ نہ ہونگے یہاں تک میرے پاس وارد ہوں کہ ہوئے درانحالیکہ انکے چہرہ اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا تمام آپکے والے۔ اسپر آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں بلکہ میرے جنمیں کا پہلا علی ہے جو میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا وارث اور میری امت میں میرا خلیفہ اور جو میرے بعد تمام امت کا والی اور حاکم ہے وہ انکا اول ہے پھر میرے دونوں بیٹے حسن و حسین اور انکے بعد اولاد حسین میں سے نو ایکدوسرے کے بعد یہاں تک کہ وہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہونگے یہ لوگ خدا کی زمین میں اس کے شہدا ہیں اور اسکی مخلوق پر حجت ہیں اسکے علم کے خزینہ دار اسکی حکمت کے معدن ہیں جسنے انکی اطاعت کی اسنے خدا کی اطاعت کی جسنے انکی نافرمانی کی اسنے خدا کی نافرمانی کی حضرت علی کے اس استفسار پر سب نے متفق اللفظ ہو کر شہادت دی کہ واقعی ہم گواہی دیتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے اسیطرح فرمایا تھا۔

ابو سعد عبدالملک بن محمد النیسابوری الخرکوشی اپنی کتاب شرف المصطفٰی میں لکھتے ہیں کہ جناب علی علیہ السلام نے اپنی وفات کے نزدیک لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔

من نبیکم ما
ه لن تضلوا
بہم النجاۃ و
ن۔ ھم النجوم
ء من شجرۃ
عہا و زیتونۃ بورك
ہا نبتت فی الحرم و
یت من کرم من خیر
مستقر الی خیر مستودع
من مبارك الی مبارك
صفت من الاقذار والادناس
ومن قبیح ما نبتتہ شرار
الناس لہا فروع طوال
لا تنال حسرت عن صفاتہا
الالسن وقصرت عن
بلوغہا الاعناق فہم
الدعاۃ وبہم النجاۃ و
بالناس الیہم حاجۃ فاخلفوا
رسول اللہ باحسن الخلافۃ
فقد اخبرکم انہم و
القرآن الثقلان وانہما
لن یفترقا حتی یردا
علی الحوض فالزموہم

تمہارے درمیان میں تمہارے نبی کی اولاد ہے
جب تک تم اُن سے تمسک رکھو گے تم کبھی
گمراہ نہ ہو گے۔ وہ داعیان الی الحق ہیں۔ وہ
ذریعہ نجات ہیں۔ وہ ارکان الارض ہیں۔ وہ
درخشندہ ستارے ہیں جن سے روشنی لیجاتی
ہے۔ وہ ایسے درخت سے ہیں جس کی شاخیں
پاک و پاکیزہ ہیں۔ وہ ایسے زیتون سے ہیں
جس کی جڑ مبارک ہے۔ وہ درخت ایسا ہے
جو حرم میں اُگا ہے اور جس کو کرم کے پانی سے
سیراب کیا گیا ہے۔ خیر و نیکی پر اُس کا قرار ہے
اور خیر و نیکی کی طرف وہ رجوع ہوتا ہے۔ اُسکا
نشو و نما برکت برکت سے مزید برکت تک ہے
وہ پاک و مبرا ہے خس و خاشاک و قبیح و
ادنیٰ خصلتوں سے۔ اُس کی شاخوں کی بلندی
تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اسکی صفت کما حقہ کرنے
سے زبانیں عاجز ہیں اور اُس تک پہنچنے سے
لوگوں کی گردنیں معذور ہیں پس وہ لوگ داعیان
حق ہیں۔ اُن کے ذریعہ سے نجات حاصل ہوتی
ہے۔ ان کی طرف لوگوں کی حاجت ہے۔
انہوں نے جناب رسولخدا کی خلافت کا حق بہت
اچھی طرح ادا کیا۔ چنانچہ رسولخدا نے تمہیں خبر
دی کہ وہ اور قرآن دو بزرگ چیزیں ہیں اور وہ
دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے

تهتدوا ولترشدوا ولا	یہانتک کہ قیامت
تتفرقوا عنهم ولا تتركوهم	حضور میں حاضر ہو
فتفرقوا وتمرقوا.	تاکہ ہدایت پاؤ
	تم متفرق ہوجاؤگے

یہی ارشاد اور یہی معنی جناب امام حسن علیہ السلام بیان فرمائے۔ جب معاویہ کے کہنے سے آپنے لوگوں کو مخاطب فرمایا۔ علامہ شمس الدین ابو المظفر یوسف البغدادی المعروف ابن الجوزی اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں:۔

ثم دخل معاویہ الکوفۃ	پھر معاویہ کوفہ میں داخل ہوا۔ عمرو بن العاص
فاشار علیه عمرو بن العاص	اس سے اشارہ کیا کہ امام حسن کو حکم دے کہ وہ لوگوں کے
ان یامر الحسن ان یخطب	سامنے خطبہ دیں تاکہ لوگوں پر انکا عجز آشکار ہوجائے
لیظهر عیه فقال له قم	لہذا معاویہ نے امام حسن سے کہا کہ آپ اٹھکر خطبہ
فاخطب فقام وخطب فقال	دیں پس آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ فرمایا۔ کہ
ایها الناس ان الله هداکم	اے لوگو خداوند تعالیٰ نے تمکو ہمارے پہلے بزرگوں کے
باولنا وحقن دمائکم	ذریعہ سے ہدایت دی اور ہمارے آخر کے لوگوں سے
باخرنا ونحن اهل بیت	تم کو قتل سے بچایا۔ ہم تمہارے نبی کے اہلبیت ہیں
نبیکم اذهب الله عنا الرجس	خداوند تعالیٰ نے ہم سے ہر اک قسم کی ناپاکی دور کی
وطهرنا تطهیرا وان لهذا	ہے اور ہمکو پاک و پاکیزہ کردیا ہے۔ یہ تحقیق کہ موجود
الامر مدۃ والدنیا دول قد	حالت کیلئے بھی ایک مدت ہے اور دنیا ہرتی پھرتی
قال الله لنبیه وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ	چھاؤں ہے خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی سے ارشاد
فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ.	فرمایا ہے دیکھو اے نبی کہ اور میں نہیں جانتا
فضج الناس بالبکاء فالتفت	کہ شاید تاخیر تمہارے لئے آزمائش ہو اور چند روز کا
معاویه الی عمرو وقال	نفع پہنچانا یہ سنکر لوگ بہت روئے اور غوغا ہوا

ثم قال للحسن حسبك
روایة انه
الله المفلحون و
المطهرون اهل
میمون الطاهرون و
ثقلين الذين خلفهما رسول
صلى الله عليه وآله وسلم
فيكم فطاعتنا مقرونة بطاعة
الله فان تنازعتم في شيئ فردوه
الى الله والرسول وان معاوية
دعانا الى امر ليس فيه عزة ولا
نصفة فان وافقتم رددناه عليه
وخاصمناه الى الله تعالى بظبى
السيوف وان ابيتم
قبلناه فناداه الناس
من كل جانب البقية البقية.

ہو گیا معاویہ نے عمرو بن کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ
تیری رائے کا نتیجہ ہے اور امام حسن سے کہا کہ بس اتنا
ہی کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے
فرمایا کہ ہم حزب اللہ المفلحون ہیں اور اس کے
رسول کی عترت مطہرہ ہیں اور اس کے پاک و طاہر
اہل بیت ہیں اور دو ثقلین میں کے ایک ثقل ہیں
جنکو رسول نے تمہارے درمیان میں چھوڑا۔ اور فرمایا
کہ ہماری اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ خدا فرماتا ہے
اگر آپس میں تم کسی امر میں جھگڑا کرو تو خدا و رسول کے
پاس تصفیہ کیلئے لیجاؤ۔ تحقیق معاویہ نے ہمیں ایک
ایسے امر کی طرف بلایا ہے کہ جس میں نہ عزت ہے
اور نہ انصاف ہے پس اگر تم ہماری موافقت کرو تو ہم
اس سے انکار کر دیں اور تلواروں سے اسکی مخاصمت
کریں اور اگر تم ہماری مدد سے انکار کرو تو ہم اسکے
امر کو قبول کر لیں۔ اس پر چاروں طرف سے لوگوں
نے ندا دی البقیة البقیة۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثامن فی ذکر الحسن علیہ السلام ص ۱۱۳-۱۱۴

علامہ محمد بن یوسف الکنجی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں اس خیال کی تردید میں کہ اہل بیت آل جعفر و آل عقیل و آل عباس بھی ہمراہ آل علی کے شامل ہیں اپنی رائے کو اس طرح ثابت کرتے ہیں:-

بل الصحيح ان اهل البيت علي و فاطمه
والحسنان عليهم السلام كما رواه مسلم
باسناده عن عائشه ان رسول الله

بلکہ صحیح یہ ہے کہ اہلبیت سوائے خدا صرف علی و فاطمہ و
حسنین علیہم السلام ہیں جیسا کہ مسلم نے اپنی اسناد کے
ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ جناب

خرج ذات غداة وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم جاءت فاطمہ فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا. ھذا دلیل علی ان اھل البیت ھو الذین نادا ھم اللہ بقولہ اھل البیت وادخلھم الرسول فی المرط والقبا وروی مسلم باسنادہ انہ لما نزلت آیة المباھلہ دعا رسول اللہ علیا وفاطمہ وحسنا وحسینا علیھم السلام وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی.

رسولخدا ... کالی بالونکی ... امام حسن آئے۔ حسین آئے۔ انہیں ... حضرت فاطمہ آئیں انہیں ... حضرت علی آئے انہیں بھی چا... پھر آیۂ تطہیر تلاوت فرمائی۔ یہ دلیل ہے کی کہ صرف یہی وہ لوگ ہیں جنکو خداوند تعالیٰ نے اس آیۂ تطہیر میں اہل بیت کے نام سے یاد کیا ہے اور جنکو جناب رسولخدا نے اپنی چادر میں داخل کر لیا اسی طرح سے مسلم نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو جناب رسولخدا نے علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو بلایا اور کہا اے خداوند تعالیٰ یہ ہیں میرے اہل بیت۔

کیا اچھی دلائل ہیں۔ غور کرنے کے قابل ہیں۔ جن کو خود جناب رسولخدا اس طریقہ سے اپنا اہل بیت کہیں اور اُن کے غیر کو اُس زمرہ سے علیحدہ رکھیں تو پھر امت میں سے کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ یہ کہے کہ اُنکے علاوہ اور بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ علامہ سعید الدین محمد بن مسعود الکازرونی نے اپنی کتاب المنتقی میں بھی اسی بحث پر انحصار کیا ہے اور آیۂ مباہلہ کے نزول کے بعد آنحضرت کا اس طرح ان چار بزرگوں پر اپنے اہل بیت کو منحصر کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور نیز حدیث ثقلین کی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ اولاد فاطمہ قرآن شریف کے ہمراہ تا قیامت باقی رہیگی۔ اسی طرح ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی نے حتمًا وجزمًا تحریر کیا ہے کہ عترت سے مراد اولاد فاطمہ ہیں اور اُن کے سوائے کوئی اور نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہم اُنکی کتاب ہدایۃ السعدا

ہتے ہیں جن سے یہ امر صاف روشن ہو جائیگا۔

ثم چوں از حجۃ الوداع بازگشت یعنے چوں مصطفےٰ صلعم در حج

رہو وسلام من بہ مکہ دریں مقام بیاید۔ در حاجیاں نوحہ وغلغلہ

یلہ دانیدند۔ ایشان تا خم کہ منزل است رسیدہ پس مصطفےٰ صلعم

شتراں انبار کنند وبطریق منبر سازند پس مصطفےٰ صلعم برآمد یاران گفتند

م مقام بجائے تو کرا بینیم۔ فرمود قرآن و فرزندانِ من بجائے من بعد من بینید

یں ہر دو زنید بعد من تا قیامت ہرگز گمراہ نگردید پس بدیں حدیث ثابت شد

جائے ایشان تا قیام قیامت باشد و از ایشان راہ نمایاں بحق اند۔......

پس ہر کہ یکے ازیں ہر دو ترک دہد یا قرآن یا فرزندان رسول را یا تمسک نکند

راہ یت نیابد و گمراہ تواند خواند۔......

یعنے ہر کہ بعد من تمسک بہ قرآن و اولاد من کند ہرگز گمراہ نشود حسب حکم کتاب اللہ

و عترتی بعد رسول بند ہست تمسک بکتاب و فرزندان رسول کہ تا دین سلامت ماند

از ہلاکی است راپناہے بند است کتاب خدا و فرزند رسول و لہذا مصطفےٰ فرمود چگونہ

ہلاک شود امتے کہ اول او من باشم و میانہ او اولاد من باشد و آخر او عیسیٰ باشد......

در جمیع ضمائر مذکورہ قرآن و فرزندان رسول جمع کردتا اشارت باشد کہ تعظیم

مجموع یعنے قرآن و فرزندان برابر است۔......

قولہ عترتی فی الصحاح عترۃ الرجل نسلہ و فی تاج الاسامی العترۃ

فرزندان و فرزندانِ فرزندان۔ قولہ اھل بیتی فی النکات اھل بیت الرجل

ولدہ وولد ولدہ۔

یعنی یا دمید ہا نم شمار اخدا کے در دوستی فرزندان خود و یا دمید ہا نم شمار اخدا کے

در دوستی فرزندان خود تا فراموش نکنید۔......

یعنی پس عبرت گیرید و اندیشہ کنید کہ بعد من با قرآن و فرزندانِ من چگونہ

خواہید بود۔......

وفی کتاب الشفاء اوصیکم بکتاب اللہ و۔
شمارا بتمسک کتاب خدا و فرزندان اگر چنگ درزنید بدیر
تباہ نشوید وفی بحرالانساب قال رسول اللہ صلی اد
کتاب اللہ وعترتی یعنی بسندہ وکافی است شمارا ازبرائے
کتاب خدا و فرزندان من۔۔۔۔۔۔۔

یعنی دیگر مید ہانم عہد و وعدہ کہ در دوستئ فرزندانِ من کردہ ا۔
حبِ اولادِ رسول شرط ایمان است پس یاد مید ہانم آن شرط را۔
عزیز من دوستی وتمسک با ولاد رسول بفعل وقول مصطفٰے وبنصوص ثابت است۔۔۔
پس ہر کہ تمسک بقرآن وا ولاد رسول نہ کند اگرچہ ظاہر خود را مومن گوید ایمان او
سودمند نباشد۔ فردا سیاہ رو گردد۔۔۔۔۔۔
مصطفٰے فرمود صلعم درحدیث سابق ولن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض یعنے
قرآن و فرزندانِ من یکجا بر حوض حاضر شوند تا شاہد باشند کہ دوست ایشاں کہ بودہ کہ
دشمن بودہ وبعد من فرمانِ تمسک من کہ بجا آوردہ وکہ ترک دادہ ومن بر حوض ایستادہ
باشم می بینم ہر کہ خواہد آمد بمن با دوستی جملہ قرآن و فرزندان من وہر کہ با یشاں تمسک
نہ کردہ وخلاف من امر کردہ بجد آنکہ اورا فرشتگان برانند راندنِ غضب چنانچہ اشتر و
اسپ ویابو را برانند از حوض پس من ندا کنم بیا یداین از امت من است و
از ان من است فرمان آید اے محمد تو نمیدانی بعد تو ایشان با قرآن و فرزندانِ تو خلاف
فرمان تو کردہ اند وبجائے ودّ و مودّت بغض وعداوت کردہ اند پس بگویم من اے فرشتگان
از من این مردود را دور برید۔۔۔۔۔۔
پس ہر کہ با قرآن و فرزندانِ رسول تمسک ندارد اگرچہ علم اولین وآخرین بجح اند
چوں کتاب نہ ہست واگر زہد کند مانند راہب است۔ فردائے قیامت اورا برانند از
درد و نسخ۔۔۔۔۔۔۔
حسین بن علی الکاشفی اپنے رسالہ علیہ فی الاحادیث النبویہ میں

ر کتاب اللہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

بیاد مید ہم شما را حضرت خدا وند تعالیٰ و گواہ میگیرم در
و در تکرار این سخن سہ بار دلیلے واضح قائم میشود در تعظیم اہلبیت
، و اہل بیت رسول اللہ صلعم علی و فاطمہ و حسن و حسین اند رضوان
یل این حدیث کہ در صحیحین وارد است کہ آنگاہ کہ این آیہ فرود
دا بناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم حضرت
لی و فاطمہ و حسن و حسین را بخواند و گفت اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی

ہ نور الدین علی بن عبد اللہ السمہودی اپنی کتاب جواہر العقدین

یث ثقلین کے متعدد طرق بیان کرنے کے بعد چند تنبیہات لکھتے ہیں۔ اُن
ہ سے ہم ذیل کی عبارات نقل کرتے ہیں:۔

ثانیہا الذین وقع الحث علی التمسک بھم من اھل البیت النبوی و العترۃ الطاھرۃ ھم العلماء بکتاب اللہ عز وجل اذ لا یحث صلی اللہ علیہ وسلم علی التمسک بغیرھم وھم الذین لا یقع بینھم وبین الکتاب افتراق حتی یردا الحوض قال لا تقدموھما فتھلکوا ولا تقصروا عنھما فتھلکوا وقال فی الطریق الاخریٰ فی عترتہ لا تسبقوھم فتھلکوا ولا تعلموھم فھم اعلم منکم واختصوا بمزید الحث عن

دوئم۔ وہ لوگ اہلبیت نبوی عترت رسول ہیں جنکے ساتھ تمسک کرنیکی ترغیب دیگئی ہے۔ وہ کتاب اللہ کا علم رکھنے والے ہیں کیونکہ جناب رسولخدا نے انکے علاوہ کسی اور سے تمسک کرنیکا حکم نہیں دیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنمیں اور کتاب خدا میں قیامت تک جدائی نہ ہوگی۔ یہانتک کہ وہ دونوں حوض کوثر پر وارد ہوں۔ اسیوجہ سے جناب رسولخدا نے فرمایا کہ اُن سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اور نہ انکی پیروی کرنے میں قاصر رہو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے دوسری روایت میں عترت کا لفظ صاف طور سے ہے کہ اُن سے یعنی عترت سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اور نہ اُنکو سکھانیکی کوشش کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں اور خصوصاً عترت نبی کے علماء کیساتھ تمسک

غيرهم من العلماء لما تضمنته الاحاديث
المتقدمة ولحديث احمد ذكر
عند النبي صلى الله عليه وسلم
قضاء قضى به علي رضي الله عنه
فاعجب النبي صلى الله عليه و
سلم وقال الحمد لله الذي جعل
الحكمة فينا اهل البيت ثالثها
ان ذلك يفهم وجود من يكون
اهلا للتمسك به من اهل البيت
والعترة الطاهرة في كل زمان
وجدوا فيه الى قيام الساعة حتى
يتوجه الحث المذكور الى التمسك به كما ان
الكتاب العزيز ولهذا كانوا كما سياتي امانا
لاهل الارض فاذا ذهبوا ذهب اهل الارض
واخرج ابو الحسن بن المغازلي من طريق موسى
بن قاسم عن علي بن جعفر سالت الحسن عن قول
الله تعالى كمشكوة فيها مصباح قال المشكوة
فاطمة والشجرة المباركة ابراهيم
لا شرقية ولا غربية لا يهودية
ولا نصرانية يكاد زيتها يضيئ ولو لم تمسسه
نار نور على نور قال منها امام بعد امام يهدي
الله لنوره من يشاء وقوله منها امام بعد امام
يعني ائمة يقتدى بهم في الدين وتمسك

طور سے تمسک کرینگی
سابقہ سے ظاہر ہو۔
ظاہر ہوتا ہی جسکو امام
جناب رسول خدا کے حضور
کا ذکر کیا گیا تو آپ بہت
خدا کا شکر ہی کہ جس نے حکمت کو
فرمایا تیسرے اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ
طاہرہ میں سے وہ لوگ جو اس تمسک کے ر
ہر زمانہ میں قیامت تک موجود رہینگے کیونکہ انکے
ساتھ تمسک کا حکم دیا گیا ہی جس طرح کہ کتاب اللہ
قیامت تک موجود رہیگی۔ اور اسی وجہ سے جیسا کہ
ذکر کیا جائیگا۔ یہ لوگ اہل زمین کیلئے امان ہیں۔
جب یہ نہ رہینگے تو اہل دنیا نہ رہینگے:
ابو الحسن بن مغازلی بطریق موسی بن قاسم
علی بن جعفر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔
موسی بن قاسم کہتا ہے کہ میں نے حسن سے قول خدا
کمشکوۃ فیہا مصباح کی نسبت سوال کیا انہوں
نے کہا کہ مشکوۃ تو فاطمہ ہیں اور شجرہ مبارکہ سے
حضرت ابراہیم مقصود ہیں اور ولو لم تمسسہ
نار نور علی نور سے مطلب یہ ہی کہ انمیں سے ایک امام
کے بعد دوسرا امام ہوگا اور جسکو خدا چاہیگا انسے
ہدایت حاصل کرنیکی توفیق دیگا۔ اور یہ ائمہ وہ ہونگے
جنکی امور دین میں پیروی کیجا سکے انسے تمسک

...

تفسیر قولہ تعالیٰ واعتصموا

تفرقوا عن جعفر

ما اللہ تعالیٰ نحن حبل

و اعتصموا بحبل اللہ

و اخرج ابو الحسن بن المغازلی

جعفر ھو الباقر فی قولہ تعالیٰ ام یحسدون

الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ قال نحن

الناس واللہ ... رابعھا ھذا الحث شامل

للتمسک بمن سلف من ائمۃ اہل البیت

والعترۃ الطاھرۃ والاخذ بھدیہم واحق من تمسک

بہ منہم امامہم وعالمہم علی بن ابی طالب رضی اللہ

عنہ من فضلہ وعلمہ ودقائق مستنبطاتہ وفہمہ

وحسن شیمہ ورسوخ قدمہ ویشیر الی ھذا ما اخرج

الدارقطنی فی الفضائل عن معقل بن یسار قال

سمعت ابا بکر رضی اللہ عنہ یقول علی ابن ابی طالب

رضی اللہ عنہ عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ای الذین حث علی التمسک بہم فخصہ

ابوبکر رضی اللہ عنہ بذلک لما اشرنا الیہ

ولھذا اخصہ صلی اللہ علیہ وسلم من

بینہم یوم غدیر خم بما سبق من قولہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال

من والاہ وعاد من عاداہ وھذا حدیث

کیا جاسکے اور مشکلات میں انکی طرف رجوع کرسکیں۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں تفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ الآیہ

جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ

وہ حبل اللہ بخدا ہم ہیں اور ابو الحسن بن المغازلی امام

محمد باقر سے تفسیر آیہ ام یحسدون الناس الآیہ روایت

کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ وہ محسود لوگ ہم ہیں جنپر خدا نے

اپنا فضل کیا ہے جسکی وجہ سے لوگ حسد کرتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ یہ ارشاد تمسک کا اہلبیت عترۃ طاہرہ کے

سلف کے متعلق تھا۔ لہذا تمسک و ہدایت کیلئے ان

سب میں انکا امام و عالم ترین شخص یعنی علی بن ابیطالب

مستحق ہے۔ بوجہ اپنے علم و فضل اور فہم و ذکا کے اور

علم کی باریکیاں جاننے کیوجہ سے۔ اور ان معانی

کی طرف اشارہ کرتی ہے وہ روایت جو دارقطنی نے

فضائل میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے

وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا

کہ علی بن ابیطالب عترت رسول اللہ ہیں یعنی

ان لوگوں میں سے جن سے تمسک کرنیکا ارشاد ہے

ابوبکر نے علی کو مخصوص کرلیا۔ اور اسی طرح جناب

رسولخدا نے ان میں سے علی کو مخصوص کرلیا جب

روز غدیر خم فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا

علی مولا ہے۔ بار الہا دوست رکھ اسکو جو علی کو

دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن

رکھے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اسمیں کسی شک و

صحیح لاریب فیه و فی روایۃ عقب	شبہ گنجائش
قولہ و عاد من عاداہ و احب من احبہ	ہے کہ اس کے ...
و ابغض من ابغضہ و انصر من	کو محبوب رکھ ...
نصرہ و اخذل من خذلہ و فی	رکھے مدد کر ...
روایۃ اخرجہ الدارقطنی	اس کو جو علیؑ ...
عن سعد بن ابی وقاص رضی	ہے جس کو دارقطنی ...
اللہ عنہ فقال ابوبکر و عمر رضی اللہ	روایت کیا ہے کہ اس پر ... عمرؓ
عنہما امسیت یا ابن ابیطالب	نے علیؑ کو مخاطب کر کے کہا کہ ...
مولیٰ کل مومن و مومنۃ۔	اور مومنات کے مولا و آقا ہو گئے۔

اور تو اور علامہ ابن حجر مکی جیسے متعصب شیخ طائفہ بھی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث ثقلین اور ایسی ہی دیگر احادیث میں اہلبیتؑ سے مراد صرف عترت اقربین ہیں اور ان سب کے سرگروہ و امام حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ آیہ کریمہ وقفوا ھم انھم مسئولون کی تفسیر میں حدیث ثقلین کا ذکر کرنے کے بعد تنبیہ میں اس طرح لکھتے ہیں:۔

تنبیہ سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ	تنبیہ۔ جناب رسولخدا نے قرآن و عترت خود کہ
وسلم القرآن و عترتہ وھی بالمثناۃ	یعنی اہل و نسل و قریب ترین رشتہ داران ہے
الفوقیۃ الاھل و النسل و الرھط	ثقلین سے نام زد کیا کیونکہ ہر ایک نفیس و محفوظ
الادنون ثقلین لان الثقل کل	شے کو ثقل کہتے ہیں۔ ایسے ہی یہ دونوں یعنی قرآن
نفیس خطیر مصئون وھذان	و عترت ہیں کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک معدن
کذالک اذ کل منھما معدن	علوم لدنی و اسرار و مخزن حکم علیہ و احکام
العلوم اللدنیہ و الاسرار و الحکم	شرعیہ ہے۔ اسی وجہ سے جناب رسولخدا نے لوگوں کو
العلیۃ و الاحکام الشرعیہ و لذا حث	ترغیب دی کہ انکی پیروی کریں انسے تمسک کریں
صلی اللہ علیہ وسلم علی الاقتداء و التمسک	اور انسے علم حاصل کریں اور جناب علی مرتضیٰ

الحمد لله الذی
البیت وقیل
ب رعایۃ حقوقہما
ث علیہم منہم
بکتاب اللہ وسنتہ
ین لا یفارقون الکتاب
ویردوا الحوض السابق
سوهم فانہم اعلم منکم وتمیزوا
بذالک عن بقیۃ العلماء لان اللہ
اذهب عنہم الرجس وطهرهم تطهیرا
وشرفهم بالکرامات الباهرۃ و
المزایا المتکاثرۃ وقد مر بعضها و
سیاتی الخبر الذی فی قریش وتعلموا
منہم فانہم اعلم منکم واذا ثبت
ہذا العموم قریش فاهل البیت
اولی منہم بذالک لانہم امتازوا
عنہم بخصوصیات لا یشارکهم
فیہا بقیۃ قریش وفی احادیث
الحث علی التمسک باهل
اهلبیت اشارۃ الی عدم انقطاع متاهل منہم
للتمسک یوم القیامۃ کما ان الکتاب العزیز
کذالک ولہذا کانوا امانا لاهل الارض
کما یاتی ویشهد لذالک الخبر

کے فیصلہ کا ذکر سنکر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس
نے ہم اہلبیت میں حکمت کو ودیعت فرمایا اور کہا
گیا ہے کہ انکو ثقلین اسوجہ سے فرمایا کہ انکے حقوق
کی رعایت امت پر واجب کردی۔ جن لوگونکی
پیروی کی ترغیب دی ہے وہ کتاب اللہ وسنت
رسول اللہ کے معارف سے آگاہ ہیں یہ ویسے
لوگ ہیں جو کتاب خدا سے کبھی جدا نہ ہوں گے
یہانتک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔ اور اسکی
تائید کرتی ہے۔ ایک روایت سابق کہ فرمایا
آنحضرت نے کہ تم اُن لوگونکو نہ سکھاؤ کیونکہ وہ
تم سے زیادہ عالم ہیں اور اس طرح وہ تمام دیگر
علماء امت سے متمیز ہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے
اُنسے ناپاکی کو دور کیا اور انکو ہر ایک رجس سے پاک
کر دیا ہے اور انکو کرامات عظیمہ و الطاف علیہ
سے مشرف فرمایا ہے بعض ایسی روایات کا ذکر
پہلے کیا گیا ہے۔ اور ایک روایت قریش کی
نسبت بھی بیان کیجاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم
قریش سے سیکھو وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اور
جب عام قریش کیلئے یہ ثابت ہوا تو اہل بیت
تو اُنسے اولیٰ و بہتر ہیں اور اس کے زیادہ اہل
ہیں۔ کیونکہ ان میں ایسی خصوصیات ہیں جنمیں
کوئی اور انکا شریک نہیں ہے۔ اُن احادیث
سے جن میں تمسک اہل بیت کا حکم دیا گیا ہے

الخبر السابق فی کل خلف
من امتی عدول
من اهل بیتی الی اخره
ثم احق من یتمسک به
منهم امامهم وعالمهم
علی بن ابی طالب کرم
الله وجهه لما قدمناه
من مزید علمه ودقائق
مستنبطاته ومن ثم قال
ابوبکر علی عترة رسول
الله صلی الله علیه وسلم
ای الذین حث علی التمسک
بهم فخصه لما قلناه ولذالك
خصه صلی الله علیه وسلم بما مر یوم
غدیر خم. (صواعق محرقه باب حادی عشر
فصل الاول فی الآیات الواردة فی اهل البیت النبوی)

ثابت ہوتا ہے
تمسک کے
جس طرح کہ کتاب
اسی وجہ سے حدیث
ہیں اہل زمین کیلئے
روایت گذشتہ کہ ہر
میں میرے اہل بیت سے
اور ظاہر ہے کہ ان میں سے سب
جنسے تمسک کا حکم دیا گیا ہے انکا امام عالم ن
ابیطالب کرم اللہ وجہہ ہیں کیونکہ انکا علم ودقا
مستنباطان سب سے زیادہ ہے چنانچہ حضرت ابوبکر
فرمایا کرتے تھے علی عترت رسول ہے یعنی ان لوگوں
میں سے جنسے تمسک کا حکم دیا گیا ہے حضرت
ابوبکر نے علی کو اہلبیت و عترت میں سے مخصوص
کرلیا اور اسیطرح جناب رسولخدا نے غدیر خم کے
دن حضرت علی کو ان سب میں سے مخصوص کرلیا۔

ثابت ہو گیا کہ حضرت علی اہلبیت و عترت رسول میں سے ہیں اور ان سب میں زیادہ عالم وافضل ہیں۔ جناب رسولخدا نے ان سب میں سے علی ہی کو مخصوص کرلیا جیساکہ غدیر خم کے خطبہ سے ظاہر ہے۔ عیاں ہے کہ قریش والی روایت موضوعہ ہے کیونکہ ان پر چسپاں نہیں ہوتی قریش میں تو ہر قسم کے لوگ تھے۔ زانی بھی تھے شرابخوار بھی تھے۔ قاتلان عثمان بھی تھے حضرت عثمان بھی تھے۔ قاتل و مقتول دونوں تو حق پر نہیں ہو سکتے۔

شرف الدین حسن طیبی اپنی کتاب کاشف شرح مشکوٰۃ میں شرح

ب مناقب اہلبیت میں کہتے ہیں۔

القرآن	قرآن کے ساتھ تمسک کرنیکے یہ معنی ہیں کہ اسپر
بالایتمار	عمل کیا جائے یعنی اس کے اوامر کی پیروی اور
نواہیہ	اطاعت اور اس کے نہی سے اعراض کیا جائے
عترۃ محبتھم	اور عترۃ کے ساتھ تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں
بھدیھم	کہ اُنسے محبت کیجائے اور انسے ہدایت حاصل

کیجائے اور انکی سیرت کی پیروی کریں۔

سا ظاہر ہوا کہ عترۃ طاہرہ سے جو لوگ یہاں مراد ہیں وہ ہیں جنکی پیروی سبب ہدایت ہے اور چونکہ تمام اقربائے رسول ایسے نہ تھے۔ لہذا عترت سے تمام اقربار رسول مراد نہیں ہو سکتے۔

بدر الدین محمود بن احمد الرومی نے تاج الدرہ شرح قصیدہ بردہ میں شرح شعر ؏ دعا الی اللہ فالمستمسکون بہ مستمسکون بحبل غیر منفصم لکھا ہے۔

المعنی یقول ذالک الحبیب ھو	شاعر کہتا ہے کہ یہ حبیب وہ ہے جس نے اہل
الذی دعا اھل التکلیف من	تکلیف جن وانس عرب وعجم کو اپنے زمانہ اور اپنے
جن وانس وعرب وعجم فی زمانہ	بعد قیامت تک خدا کے دین اور اسکی خوشنودی
وبعدہ الی یوم القیامۃ الی دین اللہ	کی طرف دعوت دی تا کہ خدا کے حکم سے اسکی
وما فیہ رضاہ اذ ترجی شفاعۃ اعیا	شفاعت کی امید رکھی جاوے پس اسکے
الی اللہ باذنہ فالمعتصمون بدینہ	دین کو پکڑنیوالے اور اس کی دعوت پر لبیک
والمجیبون لدعوتہ عنھم	کہنے والے اور انکی خوشنودی عظیم کے ایسے
سبب متصل مستمسکون بہ متصل	سبب ذریعہ کو پکڑے ہوئے ہیں جو کبھی ٹوٹنے
اللہ تعالی متصل الی رضوانہ الاکبر	والا نہیں اور یہ سبب ذریعہ فقط دو ہیں نہ کے
من غیر ان یطرء علیہ انفصام	سوا اور کوئی نہیں۔ یعنی قرآن شریف اور

وذلك السبب ليس الا كتاب الله
تعالى وعترة نبيه من اهل العصمة
والطهارة الواجب على عبادهم
مودتهم بعد معرفتهم ايمانا بقوله
تعالى قل لا اسئلكم عليه اجرا الا
المودة في القربى ونص عليه بقوله
صلى الله عليه وسلم تركت فيكم
الثقلين كتاب الله وعترتي وفي رواية
تركت فيكم ما ان تمسكتم بهما لن
تضلوا بعدي كتاب الله وعترتي
لن يفترقا حتى يردا على الحوض
وهذا نص في المقصود فمن تمسك
بكتاب الله وتمسك بهم ومن عدل
عنهما فقد عدل عن كتاب الله حيث لم يأتمر
وقد [illegible] بأوامره وينكل
وقد ثبت عن رسول الله ب
من عند الله فلا وربك
لا يؤمنون حتى يحكموك
فيما شجر بينهم ثم
لا يجدوا في انفسهم
حرجا مما قضيت ويسلموا
تسليما هذا هو الايمان
الكامل وعن امير المومنين

نبی کی عترت کہ وہ لوگ
ہیں اہل [illegible] کے سو
ہے بعد سکے کہ ان
تعالیٰ کے اس قول
اسئلکم علیہ اجرا
اور جناب رسول خدا کے اس
کہ ترکت فیکم الثقلین کہا
ایک روایت میں ہے کہ میں تمہارے درمیان
چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جبتک تم ان دونوں سے
ساتھ تمسک کرتے رہوگے میرے بعد کبھی گمراہ
نہ ہوگے وہ کتاب اللہ اور میری عترت ہیں اور
یہ دونوں کبھی جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ
قیامت کے دن میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں
یہ نص [illegible] ہے اس [illegible] کہ جس نے کتاب اللہ
کو [illegible] عترت کے دامن کو پکڑا اور جس نے
عترت سے روگردانی کی اس نے قرآن شریف سے
[illegible] وہ خود [illegible] اور زبان سے کہے
[illegible] ایمان لایا ہوں اور اس پر جو جناب رسول
خدا خداوند تعالیٰ کی طرف سے لائے چنانچہ
خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے رب کی قسم
یہ لوگ نہیں ایمان لائے جب تک یہ تجھ کو اپنے
جھگڑوں اور نزاعات کے فیصلہ کرنیکے لئے
حاکم نہ بنائیں اور پھر جب تو فیصلہ کر دے تو

ی اللہ تعالیٰ	اسکو بغیر شکایت و شرح کے قبول کرلیں یہ ہی ایمان
اء و لسلمان	کامل جناب امیر المومنین و امام المسلمین علی ابن
و للمقداد	ابیطالب فرماتے ہیں کہ ایمان کے دس اجزا ہیں جن میں سے
ثلاثہ۔	نو سلمان فارسی کو حاصل ہیں اور مقداد کو آٹھ حصے۔

نی نے شرح شفائے قاضی عیاض میں بشرح حدیث

...ثم المراد بعترته اخص قرابته یعنے آپ کی عترت

سے خاص و قریب ترین اقارب مراد ہیں۔

نیز ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں بشرح حدیث ثقلین لکھتے ہیں۔

...ل ابن الملک التمسک	ابن الملک (وہ عبد اللطیف بن عبد العزیز الحنفی
بالکتاب العمل بما فیہ	صاحب شرح المشارق و شرح المنار وغیرہم ہے)
وھو الایتمار باوامرہ والانتھاء	کہتے ہیں کتاب خدا سے تمسک کرنیکے یہ معنی ہیں
عن نواھیہ ومعنی التمسک	کہ اسپر عمل کیا جائے یعنی اسکے اوامر کی اطاعت
بالعترۃ محبتھم والاھتداء	اور اسکے نواہی سے اعراض کیا جائے عترت کیساتھ
بھدیھم وسیرتھم زاد السید	تمسک کرنیکے یہ معنی ہیں کہ اسکے ساتھ محبت کیجائے
جمال الدین اذا لم یکن مخالفا	اور انکی طاعت و پیروی کیجائے اور انکی سیرت کی
للدین قلت فی اطلاقہ صلی	تقلید کیجائے سید جمال الدین نے اسپر یہ زیادہ کیا
اللہ علیہ وسلم اشعار بان	ہے جبکہ انکی ہدایت و سیرت دین کے مخالف نہ ہو۔
من یکون عترتہ فی	لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرتؐ قول کے یہ
الحقیقۃ لا یکون ھدیہ	معنی ہیں کہ آپکی عترت خالصہ و مخصوصہ کی ہدایت
وسیرتہ الا مطابقا للشریعۃ	و سیرت ہمیشہ شریعت و طریقت کے مطابق ہی ہوا
والطریقۃ۔	کریگی۔ لہذا اس میں کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے

نیز ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں بشرح حدیث ثقلین منقول

از زید بن ارقم طیبی کا کلام نقل کرنیکے بعد اس طرح لکھا ہے:۔

واقول الاظهر هو ان اهل	میں یہ کہتا ہوں کہ
البیت غالباً یکونون اعرف	لوگوں سے زیادہ
بصاحب البیت واحوالہ	آگاہ ہوتے ہیں لہ
فالمراد بھم اھل العلم	وہ افراد مراد ہیں جو
منھم المطلعون علی سیرتہ	آنحضرت کی سیرت سے
الواقفون علی طریقتہ العارفون	سے آگاہ ہیں اور آپ کے حکم و
بحکمہ وحکمتہ وبھذا یصلح	اسی وجہ سے وہ اس بات کے اہل تھے
ان یکونوا مقابلا لکتاب اللہ	کے مقابل قرار دیئے گئے۔ جیسا کہ خداوند
سبحانہ کما قال ویعلمھم الکتاب	قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ خدا سکھاتا ہے
والحکمۃ ویؤیدہ ما اخرجہ	انہیں کتاب کا علم اور اس تشریح کی تائید کرتا ہے
احمد فی المناقب عن حمید	آنحضرت کا قول جسکو امام احمد حنبل نے روایت
بن عبد اللہ بن زید ان النبی	کیا ہے کہ جب آنحضرت کے پاس جناب علی مرتضے
صلی اللہ علیہ وسلم ذکر عندہ قضاء	کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ اس سے بہت
قضی بہ علی بن ابیطالب فاعجبہ وقال	خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے
الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت	ہم اہل بیت کے درمیان حکمت کو قرار دیا ہے۔

عبد الرؤف مناوی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر میں شرح حدیث ثقلین مروی عن زید بن ثابت لکھا ہے:۔

قال الحکیم والمراد بعترتہ ھنا	حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ عترت سے یہاں وہ
العلماء العاملون منھم اذھم	کے وہ افراد مراد ہیں جو علم رکھتے ہیں اور علم کے
الذین لا یفارقون القرآن۔	ساتھ اسکے عمل کرنیوالے بھی ہیں کیونکہ یہی وہ
	لوگ ہو سکتے ہیں جو قرآن سے جدا نہ ہونگے۔

نیز عبد الرؤف مناوی آگے چلکر لکھتے ہیں:۔

وعترتی اھلبیتی تفصیل بعد اجمال	عترتی اجمال ہے اسکی تفصیل اہل بیتی بطور بدل

٭ اصحاب	کے یا بیان کے یعنی قربا ہیں سے وہ جو آپ کے
بن اذهب	اہل بیت ہیں۔ یہ لوگ وہ اصحاب کسا ہیں جنسے
بس و طهرهم	خداوند تعالیٰ نے ناپاکی ہر قسم کو دور کیا ہے۔ اور
	ان کو پاک و طاہر کر دیا ہے۔

رؤف مناوی فیض القدیر میں بشرح حدیث ثقلین روی لکھتے ہیں:۔

الشريف السمهودي	تنبیہ۔ علامہ سمہودی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے
الخبر يفهم عنه وجود من	یہ آشکارا ہوتا ہے کہ اہلبیت و عترہ طاہرہ میں سے
يكون اهلا للتمسك من اهل البيت	وہ لوگ جو تمسک کے اہل ہیں انکا وجود ہر ایک
والعترة الطاهرة في كل زمان الى قيام	زمانہ میں قیام قیامت تک رہیگا۔ اسی صورت میں
الساعة حتى يتوجه الحث المذكور	انکے ساتھ تمسک کرنیکا حکم موزوں ہوتا ہے جسطرح کہ
الى التمسك به كما ان الكتاب كذلك	کتاب اللہ تا قیامت باقی رہیگی اسی وجہ سے دوسری
فلذلك كانوا اماناً لاهل	یہ حدیث ہے کہ یہ لوگ اہل زمین کیلئے امان ہیں جب
الارض فاذا ذهبوا ذهب	یہ دنیا پر سے اُٹھ جائینگے تو انکے ساتھ ہی اہل
اهل الارض.	زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

یہی عبارت محمد بن عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں بشرح حدیث ثقلین منقول از ابو سعید الخدری لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ۔ الجزء السابع صـ۔

شیخ عبد الحق دہلوی لمعات شرح مشکوۃ میں بشرح حدیث ثقلین مروی عن جابر لکھتے ہیں:۔

قوله كتاب الله بالنصب بدل من ما و	آنحضرت کا قول کتاب اللہ بالنصب بدل ہے ما کیساتھ
عترتي عطف عليه اهلبيتي بيان	اور عترتی اسپر عطف ہے اہلبیتی بیان و تفصیل
لعترتي عترة الرجل نسله	ہے عترۃ کی اور کسی شخص کی عترۃ اسکی نسل اور

رهطه وعشیرته الادنون ممن	قریب ترین
مضی وغبر وبینه صلی الله علیه	اہلبیتی کے
وسلم یا هلبیتی تشریفا وتکریما	سے بیان کہ
لهم بکونهم اهل بیته ومخاطبین	تھے۔ آپ سے
ومقتبسین من انواره فائزین	آپکے انوار سے
باسراره والظاهران المراد	اسرار کے حامل
باهل البیت ههنا اخص من	اہلبیت سے مراد جد قریب
اولاد الجد القریب وهم بنوهاشم	بنو ہاشم ہو سکتے ہیں لیکن
بل اولاده وذریته والعترة اعم	آپ کی ذریت و اولاد سے ہے اور لفظ

من ذلك فافهم۔ عام ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شرح حدیث ثقلین منقول از جابر لکھتے ہیں:۔

فسمعته یقول یا ایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا

پس شنیدم آنحضرت را کہ میگفت آگاہ باشید اے مردمان بدرستی من گذاشتہ ام در شما چیزے را کہ اگر بگیرید آنرا و عمل کنید بآں ہرگز گمراہ نمی شوید کتاب اللہ و عترتی کتاب خدا را و اہلبیت خود را و عترت قوم و خویشان و نزدیکان مرد و اہلبیت وے تفسیر کرد آنرا بقول خود و اہل بیتی بجہت اشارت کردن بآنکہ مراد اینجا از عترت اخص از قوم و اقرباست کہ اولاد جد قریب باشند یعنی اولاد و ذریت وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ اہلبیت رسول کا اطلاق صرف علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام پر ہوتا ہے جیسا کہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

"بالجملہ اطلاق اہلبیت بریں چہار تن پاک شائع و مشہور است"۔ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۶۳

محمود قادری شیخانی اپنی کتاب صراط سوی میں ثقلین کے معنی اور حدیث افضل ازلیت النبوی امان لاهل الارض ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

بيت هم الذرية
رة المباركة
ين اذهب الله
طهرهم تطهيرا
فات وافترض
ب والسنة وهم
و نقل وهم معدن التقى
ر جبال العالمين وشيقها و
كان جعفر بن محمد يقول في
تفسير قوله تعالى واعتصموا بحبل
الله جميعا نحن حبل الله فاعتصموا
بحبل الله ولا تفرقوا. وكان محمد
الباقر يقول في قوله تعالى ام
يحسدون الناس على ما اتاهم
الله من فضله نحن الناس والله
قلت وهم الناس حقا و
اعداءهم النسناس حقا
حقا.

وعن معقل بن يسار سمعت
ابا بكر يقول علي بن ابي طالب
عترة رسول الله اي الذي
حث على التمسك بهم.

جان تو کہ اہلبیت ذریۂ طیبہ اور مبارک درخت کی
شاخیں ہیں اور بقایا ہیں اُن لوگوں میں کے
کہ جن سے خداوند تعالیٰ نے ہر قسم کی ناپاکی
کو دور کر کے اُنکو پاک و پاکیزہ کر دیا ہے اور تمام
آفات و نقصانات سے بری فرمایا ہے اور
اُن کی محبت کو قرآن شریف میں اور احادیث
و سنت میں امت محمدیہ پر فرض کر دیا ہے۔ وہ
ہیں مضبوط رسی۔ وہ ہیں معدن تقویٰ و طہارت
اور تمام عالم کے لوگوں سے بہتر ہیں۔ جناب امام
جعفر صادق خداوند تعالیٰ کے قول واعتصموا
بحبل اللہ جمیعاً کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے
کہ ہم ہیں وہ خدا کی رسی پس ہمکو پکڑو اور متفرق
نہ ہو جاؤ۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام خداوند
تعالیٰ کے قول ام یحسدون الناس علی ما
اتاھم اللہ من فضلہ کی تفسیر میں فرمایا
کہ واللہ ہم ہیں وہ لوگ جن پر خدا نے فضل کیا
ہے اور جنپر لوگ حسد کرتے ہیں میں کہتا ہوں
کہ واقعی وہ یہی لوگ ہیں اور اُن کے دشمن
نسناس ہیں۔ معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ میں نے
ابوبکر کو کہتے ہوئے سنا کہ علی ابن ابی طالب
عترت رسول ہیں جنسے تمسک کرنیکا حکم آنحضرت
نے دیا ہے۔

محمد معین بن محمد امین سندھی اپنی کتاب دراسات اللبیب میں

الاسوة الحسنة بالحبیب میں حدیث ثقلین کے

ولما کان ھذا بطریق دلالة
النص انتظرنا نصًّا فیھم یدلنا
علی امامتھم فی العلم فوجدنا قوله
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الحمد للہ
الذی جعل فینا الحکمة اھل البیت
فعلمنا انھم الحکماء العارفون العلماء
الوارثون الذین وقع الحث علی
التمسك بھم فی دین اللہ تعالی
واخذ العلوم عنھم وایدنا فی
ذلك ما اخرج الثعلبی فی تفسیر
قوله واعتصموا بحبل اللہ جمیعا عن
جعفر الصادق رض قال نحن حبل اللہ
الذی قال اللہ تعالی واعتصموا بحبل
اللہ جمیعا ولا تفرقوا انتھی وکیف
لا وھم احد الثقلین فکما ان القرآن
حبل اللہ الممدود من السماء فکذلك
اھل ھذا البیت المقدس صلوات
اللہ تعالی وتسلیماته علیھم
اجمعین وقد قال قائلھم علیہ السلام مخبرا
عن نفسه القدسی سائر رھط المطھرین ؎

وفینا کتاب اللہ انزل صادقا
وفینا الھدی والوحی والخیر یذکر

اور جب یہ بطـ
میں ایسے نـ
امام ہونے پر
قول ملتا ہے کہ خدا
میں حکمت کو قرا
لوگ عارفان و عالم
تمسک کرنیکا حکم دیا گیا ہے
حاصل کرنیکا ارشاد ہوا ہے اور اس کی
روایت سے ہوتی ہے جو علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر
میں آیہ کریمہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کی تفسیر
میں امام جعفر صادق سے بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم
وہ حبل اللہ ہیں جس سے اس آیہ کریمہ واعتصموا
بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا میں مراد ہے اور
ایسا کیوں نہ ہو۔ وہ ثقلین میں کے ایک ثقل
ہیں جس طرح کہ دوسرا ثقل قرآن ایک حبل اللہ
ہے آسمان سے زمین تک اسیطرح اس خاندان
نبوت کے افراد ایک ثقل ہیں چنانچہ ان
میں سے ایک کہنے والا علیہ السلام (حضرت علی)
اپنے اور اپنے اولاد کی نسبت اسطرح کہتا ہے ؎
ہم میں کتاب اللہ اتری اور ہم میں ہی وحی و ذکر
الہی وغیرہ ہے۔ کتاب الہی میں جو آیات اہلبیت
علیہم السلام کی شان میں اُتری ہیں ان میں سے

لکتاب الاٰیۃ
له ما نزلت فيهم
العباس ابن
عبد المطلب منه و
ما اثبت عن سيد
وعلى آبائه وابنائه
ميات المباركات و
طيبات الزاكيات انه كان
على قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا اتقوا
الله وكونوا مع الصادقين يقرء دعاء طويلا
يشتمل على طلب اللحوق بدرجة الصادقين
والدرجات العلية وعلى وصف المحن
وما انتحلته المبتدعة المفارقون لائمة
الدين والشجرة النبوية ثم يقول وذهب
آخرون الى التقصير في امرنا واحتجوا
بمتشابه القرآن فتأولوا بآرائهم واتهموا
ماثور الخبر الى ان قال فالى من يفزع خلف
هذه الامة وقد درست اعلام الملة و
دانت الامة بالفرقة والاختلاف يكفر بعضهم
بعضا والله تعالى يقول ولا تكونوا كالذين
تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءتهم البينات
فمن الموثوق به على ابلاغ الحجة وتأويل
الحكم الا اهل الكتاب وابناء ائمة الهدى

ایک وہ ہے جس کا ذکر کیا گیا اور ایسی تمام آیات کا
ذکر علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں کیا ہے
پس انکو وہاں دیکھو۔ اسیطرح اسکی تائید اُس
روایت سے ہوتی ہے جو سید الساجدین
امام زین العابدین علیہ وعلی آبائہ واولادہ السلام
سے منقول ہے کہ جب آپ آیہ کریمہ یا ایہا الذین
آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
تلاوت فرماتے تھے تو ایک دعا طویل پڑھا کرتے
تھے جس میں طلب درجات عالیہ و درجۂ صادقین
اور اُن تکالیف کا ذکر ہوتا تھا جو بیدینوں کے
ہاتھ سے خاندان نبوت کے ائمہ دین کو پہنچی
تھیں۔ اس کے بعد آپ فرماتے تھے کہ ان
لوگوں نے ہمارے حق میں کمی کی اور قرآن شریف
کے معنی میں جھگڑا کیا اور اسکی تفسیر اپنی رائے
سے کی اور جو تفسیر احادیث سے ثابت ہوتی تھی
اسکو چھوڑ دیا۔ اس امت کے ناخلف لوگ کس
درجہ کو پہنچے ہیں اور ملت کے ارکان منہدم ہو گئے
اور امت میں تفرقہ و اختلاف پڑ گیا ہے یہانتک
کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگا ہے۔ حالانکہ
ارشاد خداوندی ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ
جنہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور تفرقہ
ڈالدیا۔ درانحالیکہ اُنکے پاس کھلی کھلی نشانیاں
آچکی تھیں پس اہلبیت نبوت و ائمہ ہدیٰ سے

ومصابیح الدجی الذین احتج اللہ تعالیٰ بهم علی عباده ولم یدع الخلق سدی من غیر حجة هل تعرفونهم او تجدونهم الا من فروع الشجرة المبارکة و بقایا الصفوة الذین اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم وبرأهم من الآفات وافترض مودتهم فی الکتاب انتهی.

ذکره ابن حجر فی الصواعق فعلمنا من کلام الائمة علیهم رضوان الله معنی التمسک بهم بما لا ریبة فیه الا لمن ارتابت قلوبهم فهم فی ریبهم یترددون.

.... هذا التحقیق فی تفسیر اهل البیت بالحدیث الصحیح یعین المراد منهم فی آیة التطهیر مع نصوص کثیرة من الاحادیث الصحیحة المنادیة علی ان المراد منهم الخمسة الطاهرة رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین ولنا دقیقات فی تحقیق ذلک مجلد فی دفترنا یجب علی طالب الحق الرجوع الیه ولما وجدنا هذا فی صحیح مسلم علمنا انهم ابناؤه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاذا انضم

زیادہ اور کون اہل ہو سکتا ہے۔ یہ تعالیٰ نے اپنے بندو الٰہی کے ساری مخلوق ہے۔ ایسے ائمہ ہدیٰ و مبارکہ کی شاخوں کے او یہ وہ لوگ ہیں جن سے خداوند آلائش کو دور کر دیا ہے اور آفات و نقـ سے بری کیا ہے اور آپکی محبت کو امت پر فرض کر دیا ہے۔ انتہی (ختم ہوا قول شعبی) یہی بیان ابن حجر نے صواعق محرقہ میں کیا ہے۔ پس ائمہ دین کے کلام سے ہمیں تمسک کے معنی معلوم ہوئے اسطرح کہ اب کوئی شک باقی نہیں رہا۔

یہ تحقیق اہلبیت کی تفسیر میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور آیہ تطہیر میں بھی انہیں سے مراد ہے اسکے علاوہ بہت سی احادیث صحیحہ کی متعدد و کثیر نصوص سے ثابت ہے کہ اہل بیت سے یہی پنجتن پاک مراد ہیں۔ اور ہمارے دفتر میں اس تحقیق کے بہت سے مجلدات ہیں۔ طالب حق پر واجب ہے کہ انکی طرف رجوع کرے پس جب ہمکو یہ سب صحیح مسلم میں ملا تو ہم نے معلوم کیا کہ یہ لوگ آنحضرت کی اولاد ہیں۔ جو احادیث ائمہ اثنا عشر کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔ انکو ہم نے اپنی کتاب

...خبار في الأئمة
...اكثرها في
...ابنا المسمى
...يث الأئمة الاثني
...أو ما اجتمع عليه
...غزارة علوم هذا العدد
...العوائد وما اختصوا به من
...هرة من بين سائر الرجال
...من هذه الفئة الفائقة على معاصريها
...كل عصر يتيقن بانهم الأولى بصدق
احاديث التمسك عليهم من غيرهم.
... واذ قد ثبت صحة هذا الحديث وما مر
عليك مما ينوط به لفظا ومعنى ودلالة نصت
اليه آية التطهير بتفسيرها التي يدل عليها
الصحيح فلا وجه لان يمتري من له ادنى نصفة
في ان من صدق عليهم هذا الحديث والآية
من غير شائبة وهم الأئمة الاثني عشر
من اهل البيت وسيدة نساء العالمين
بضعة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ام الأئمة الزهراء الطاهرة على ابيها و
عليها الصلوة والسلام لا شائبة في كونهم
معصومين كالمهدي منهم عليه السلام
بما لخصه من حديث تقفو اثره وعدهم

مواہب سید البشر فی حدیث الائمۃ الاثنی عشر میں
شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے اور انکی صحت اور تعداد
پر اس علم کے علماء سلف و خلف نے اجتماع کیا ہے
اور یہ ائمہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر ان خصوصیات
کی وجہ سے فوقیت رکھتے تھے۔ لہذا یقین
ہوگیا کہ تمام احادیث تمسک کے مصداق
یہی لوگ ہیں اور انکے سوا اور کوئی ان احادیث
کے اطلاق کا اہل نہیں ہے .... اور
جب اس حدیث ثقلین کی صحت ثابت ہوگئی
اور جب تم کو معلوم ہوگیا کہ اس کے الفاظ اور
اس کے معانی کیا دلالت کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے
بیان کیا اور جب آیۂ تطہیر کی تفسیر و معانی
بھی اس کے مطابق ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں
کہ جس میں ذرا سا بھی انصاف کا شائبہ ہو وہ
شک کرے کہ کن لوگوں پر یہ حدیث اور یہ
آیہ صادق آتی ہیں۔ کون لوگ اس حدیث
اور اس آیۂ کے مصداق ہیں اور کن پر اس حدیث و
آیت کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ لوگ یقیناً بارہ
امام اہلبیت میں سے اور ام الائمہ جناب فاطمہ
زہرا بنت رسول خدا علیہا و علی ابیہا الصلوۃ والسلام
ہیں اور انکے معصوم ہونے میں مطلقاً شک نہیں
جس طرح کہ ان میں سے جناب امام محمد مہدی علیہ
السلام معصوم اور عدم الخطا ہیں۔ یہی معنی جناب

الشطاء علی ما تمسك به الشیخ الاکبر رض بالمعنی الذی بیناہ سوالاً وجواباً فیما تقدم بل ھذا الحدیث اوثق عروۃ من حیث الصحۃ بالسند القوی من ذلك الحدیث والکشف یعنی ماشاء اللہ سبحانہ ؎

شیخ الاکبر نے۔ کئے۔ بلکہ یہ حدیث کے لحاظ سے صحت احادیث کے۔

مولوی ثناء اللہ پانی پتی نے خاتمہ سیف مسلول میں آیہ پر ایک عمدہ نوٹ لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

وایں مدعا بکشف و الہام ثابت شدہ و استنباط ایں مدعا از کتاب سرورِ پیغمبراں صلے اللہ علیہ وسلم نیز میتوانیم کرد۔ قال اللہ تعالیٰ قل لا اسئلکم اجراً الا المودۃ فی القربیٰ یعنے سوال نمیکنم از شما ہیچ اجرت و نمیخواہم چیزے لیکن میخواہم از شما دوستیٔ اقربائے من وجہ استنباط آنست کہ انبیاء سابق لا اسئلکم علیہ اجراً ان اجری الا علی اللہ گفتہ اند۔ اصلا اجرت بر فریضہ تبلیغ رسالت دعوت نہ کردہ اند۔ چہ احتمال درخواست اجرت بود پیغمبر ما را صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ بتغییر اسلوب کلام امر فرمودہ حکمت دراں آن است کہ شرائع انبیاء سابق بعد وفات آنہا منسوخ می شد و ایں شریعت مؤبدہ است۔ پس امتیاں را باید کہ بعد رحلت پیغمبر بنائب پیغمبر رجوع آرند۔ لہذا آں سرور علیہ السلام برائے شفقت بر امت خود رہنمونی کرد بمحبت آل خود و اشارت فرمود بتشبث دامان پاک آنہا کہ وارثان پیغمبر و دروازہ علوم وے اند و لہذا قال علیہ السلام ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی الحدیث یعنی گذاشتم در شما دو وسیلہ محکم قرآن مجید و آل خود را۔ انتہی۔

اس تحریر سے علاوہ اس امر کے کہ آیہ مودۃ میں القربےٰ سے مراد اولادِ رسول ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ محبت کی غرض و غایت پیروی و تابعداری ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کیسی اچھی بحث کی ہے۔ کہتے ہیں کہ انبیاء سابق نے تو اپنے فریضہ تبلیغ کی کوئی اجرت نہیں مانگی۔ یہی کہدیا کہ ہمارا اجر ہمارے خدا کے نزدیک ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے کیوں اجرت طلب کی۔ اس میں کیا مصلحت تھی۔ مصلحت یہ تھی کہ

بت تو اُنکی زندگی تک تھی۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کی
تھیں اپنی اولاد کیلئے اپنی اُمت سے عہد محبت و اطاعت
ں۔ مگر پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شریعت ابد تک قائم رہنی تھی
مانے اور اُن کیلئے اپنی اُمت سے عہد محبت و اطاعت لینے
اُن کے نائب یہ ہی اُنکی عترت و اہلبیت تھے جنکی محبت خداوند
پر واجب کردی محبت و پیروی عشق و اطاعت لازم و ملزوم ہیں
وہ محبت کرنے کے کیا معنی یہی کہ اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت
خوشدلی کے ساتھ کریں۔ لہذا آنحضرت نے اس شفقت و مہربانی کی وجہ سے
جو انکو اپنی اُمت کے اوپر تھی اپنی امت کو اپنی آل کی محبت کی طرف رہنمونی کی۔ اور
رشاد فرمایا کہ وہ لوگ میرے علم کے وارث اور میرے نائب ہیں۔ اُنکی طرف رجوع
کرتے ہی تمکو ہدایت ملیگی۔ یہی وجہ تھی کہ حدیث ثقلین اتنے صاف و صریح الفاظ کے
ساتھ ارشاد فرمائی۔ مولوی احسن اللہ نے خود آل رسول کیلئے نائب رسول کا لفظ
استعمال کیا ہے۔ یہ نہایت مفید بحث ہے۔ وہ لوگ جو سقیفہ بنی ساعدہ کی دھینگا مشتی
میں فلتتہً اور اچانک خلیفہ بنگئے وہ حقیقتاً خدا کی طرف سے نائب رسول نہ تھے خداوند
تعالیٰ نے اُن کی محبت یعنی اطاعت و پیروی امت پر فرض نہیں کی تھی۔ بارہ ائمہ
والی حدیث آنحضرت کی مسلمہ امت ہے۔ اگرچہ آخری الفاظ میں اختلاف ہے جماعت
اہل حکومت آخری نعاتہ کلہم من قریش سمجھتے ہیں۔ دوسرا فرقہ کلہم من عترتی کا قائل ہے۔

عن جابر بن سمرة قال دخلت
مع ابی علی النبی صلی اللہ علیہ و
سلم فسمعتہ یقول ان ھذا
الامر لا ینقضی حتی یمضی فیہم
اثنا عشر خلیفۃ ثم تکلم
بکلام خفی علی قال فقلت

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ جناب
رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے جناب رسولخدا
کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ امر ختم نہیں ہوگا جبتک
اس میں بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں پھر کہتے ہیں پھر جناب
نے کچھ کہا جو میں نہ سن سکا میں نے اپنے
باپ سے پوچھا کہ آنحضرت نے کیا فرمایا۔ تو اُسنے کہا کہ

لا یلی ما قال قال کلھم من قریش۔ — آنحضرتؐ نے بارہ خلیـ

صحیح مسلم: کتاب الامارۃ۔ الجزو السادس صـ۳-۴

امام احمد حنبل: مسند۔ الجزء الاول صـ۳۹۵ و ۴۰۶۔ الجزء ... لغایت ۱۰۸۔ صحیح بخاری کتاب الاحکام بـ۵۱۔ سنن ابی د...

ابو داؤد الطیالسی: مسند الجزء السادس صـ۱۸۰ حدیث ۱۲۷۸۔ الجزء ...

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری۔ الجزء الثالث عشر صـ۱۸۱ و ۱۸۴ و ...

سنن الترمذی: کتاب الفتن باب ۴۶ — عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعۃ

امام احمد حنبل نے ایک دوسرے سلسلۂ روات کے ذریعہ سے جابر بن ... یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے:۔

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون لھذہ الامۃ اثنا عشر خلیفۃ۔

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ اس امت کے بارہ خلیفہ ہونگے۔

امام احمد حنبل مسند الجزء الخامس صـ۱۰۶

عبداللہ ابن مسعود سے بھی یہ حدیث مروی ہے:۔

عن مسروق قال جلوسا عند عبد اللہ بن مسعود وھو یقرئنا القرآن فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن ھل سألتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم تملک ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال عبد اللہ بن مسعود ماسألنی عنھا احد منذ قدمت العراق قبلک ثم قال نعم و

مسروق کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمکو قرآن شریف پڑھکر سنا رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے کبھی آنحضرت سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ اس امت میں کتنے خلیفہ ہونگے۔ عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ جب سے میں عراق آیا ہوں تیرے سوائے کسی اور نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا۔ پھر عبداللہ ابن مسعود نے کہا

...صلی اللہ علیہ ...سلم کعدۃ ...بل.

کہ ہاں ہم نے جناب رسول خدا سے یہ دریافت کیا تھا اور آنحضرت نے فرمایا تھا کہ نقبار بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق بارہ ہونگے۔

الجزء الاول صفحہ ۳۹۸۔

یہ معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ امام احمد حنبل کی مرویات سے
...رت ... یہ بارہ ائمہ والی حدیث حجۃ الوداع والے سفر میں بیان
...مرین کو یاد ہوگا کہ اس ہی سفر میں حدیث ثقلین و حدیث غدیر بھی
...ں تھی نتیجہ نکلا کہ غالباً یہ حدیث بھی اسی خطبہ کا جزو ہوگی۔

...د احمد حنبل الجزء الخامس صفحہ ۸۸ و ۹۰ و ۹۹۔

آخر کار صراحت اتنی ہوگئی کہ کچھ شبہ ہی نہیں رہا۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تقوم الساعة حتی تملأ الارض ظلما وعدوانا قال ثم یخرج رجل من عترتی او من اهل بیتی یملؤها قسطا و عدلا کما ملئت ظلما وعدوانا۔

ابو سعید الخدری سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ قیامت نہیں قائم ہوگی جبتک زمین ظلم و جور سے نہ بھر جائے اور پھر میری عترت اہلبیت سے ایک شخص ظہور کریگا جو زمین کو عدل انصاف سے پر کر دیگا جسطرح وہ ظلم و جور سے بھر گئی تھی۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ابشرکم بالمهدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس وزلازل فیملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما یرضی عنه ساکن السماء وساکن الارض.

ابو سعید الخدری کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میں تمکو بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں اختلاف و مصائب سختی کے وقت ظاہر ہوگا پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اس سے پہلے ظلم و جور سے بھر گئی تھی۔ اس سے باشندگان آسمان و باشندگان زمین راضی ہونگے۔

امام احمد حنبل بمسند الجزء الثالث صت ۳۶ و ۳۷ و ۱۔

اب حقیقت کھل گئی کہ جناب رسول خدا نے کہا؛
کلھم من عترتی۔ ابو سعید خدری کی روایت میں بالکل
اہلبیت کا لفظ موجود ہے۔ جابر ابن سمرہ نے خود تو کلھم
باپ نے اُن کو بتایا۔ اور اُن کے باپ اس حدیث کے را
سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نقبا بنی اسرائیل کی طرح ہونگے یعنی مثل
ہونگے۔ وہ ایسے ہونگے کہ ان سے سکان سموات والارض
کو عدل و انصاف سے بھر دینگے۔ یہ صفات کلھم من قریش میں تھیں
یہ ہے کہ یہ حدیث جماعت اہل حکومت کیلئے بہت مصائب و مشکلات پیدا کر لی
وہ علماء ایک جماعت خلیفہ اثنا عشریہ متفق نہیں ہیں۔ جتنے علماء ہیں اُتنے ہی انتخاب
ان خلفاء کے ہیں۔ اگر ہمیں خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم ان تمام انتخابات کو ناظرین کے سا
پیش کرتے کسی نے تو حضرت ابوبکر سے لیکر بارہ خلفاء گن لئے۔ ان میں یزید و ولید تو آگئے
لیکن خلفاء عباسیہ نکل گئے۔ علامہ سیوطی نے چار خلفاء راشدہ لے لئے۔ اور سارے
خلفائے بنو امیہ میں سے صرف آٹھ چنکر بارہ بنا لئے۔ علامہ سیوطی یزید و ولید کو اُن
بارہ میں لکھتے ہیں۔ نواسہ رسول اور اولاد رسول کو بے جرم وخطا قتل کرنا تو یزید کی سنت
ہے اور اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کرنا ولید کی سنت ہے لیکن باوجود ان باتوں کے
حکومت الٰہیہ کے مختار ہیں۔ (تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی مطبوعہ مطبع مجتبائی صت ۱۲)
صفحہ ۱۲ پر تو ان خلفاء کی یہ عزت افزائی ہو رہی ہے۔ اور صت ۱۱ پر ایک فصل ہے جس کا
عنوان یہ ہے۔ فصل فی الاحادیث المنذرۃ بخلافۃ بنی امیہ اس
فصل کے نیچے وہ تمام احادیث رسول خدا کی جمع ہیں جن میں بنو امیہ اور انکی حکومت کی
مذمت کیگئی ہے۔ بنو عباس میں سے کوئی خلیفہ ان بارہ خلفاء میں نہیں تھا آخر اس کی
کچھ وجہ تو درج کرتے۔ وجہ یہ لکھی ہے کہ بنو عباس کے زمانہ میں ہسپانیہ میں انکا خطبہ
نہیں ہوتا تھا اور تمام مملکت اسلامیہ انکو خلیفہ واحد نہیں مانتی تھی۔ لہذا وہ جناب

ں نہیں آسکتے۔ کیا اچھی دلیل ہے۔ خلیفہ خود چاہے کتنا ہی نیک
لک کے مسلمان اس کو خلیفہ نہیں مانتے تو بس اس کی خلافت
روں کے نزدیک محض وسعت سلطنت دنیاوی ہی اصل عزت ہے
کہ بنو عباس ہیں وہ بارہ خلفاء ہیں۔ غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں
ہم نے باب سیزدہم کتاب ہذا میں ثابت کیا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ
اسلام کے مقابلہ میں ایک جدید مذہب پیدا کر دیا اور جماعت اہل
بدمذہب کی موید ہے۔ موجودہ بحث ہمارے اس دعوے کی ایک دلیل
ں ساعدہ والی حکومت میں انتخاب خلیفہ کیلئے نہ افضلیت معیار ہوتی ہے
عبادت۔ نہ قرابت رسول اور نہ سبقت اسلامی۔ اس نے تو ایک سبق پڑھایا
یہ کہ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔ لہذا ان بزرگواروں کو بارہ خلفا منتخب کرنے
کیلئے کوئی معقول اصول نہیں ملتا لیکن خرابی یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ والے
اصول کے مطابق خلفاء کی تعداد بارہ سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔ اگر جناب رسول خدا
کے اسلام کے اصول کو مدنظر رکھیں تو کوئی مشکل نہیں۔ وہ اصول یہ ہے۔ ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم۔ اس اصول کیلئے ظاہری حکومت کی ضرورت نہیں اور
صرف ایک ہی جماعت ان بارہ خلفاء کی ہوتی ہے۔ کوئی اختلاف ہی نہیں۔ اب
حالت یہ ہے کہ ایک فریق تو معلوم ہی نہ کر سکا کہ وہ بارہ خلفاء اسلام کون ہیں۔ اور
اندھیرے میں ٹکے ٹوئیاں مار رہا ہے۔ دوسرا فریق یقینی دلیل کے ساتھ شروع
ہی سے ان بارہ خلفاء کے نام و پتہ بتا رہا ہے۔ فریق اول مانتا بھی ہے نہیں
بھی مانتا کچھ تشریحات کرتا ہے کچھ ہچکچاتا ہے۔ غرضیکہ سقیفہ بنی ساعدہ کا تصور اسے
کچھ نہیں کرنے دیتا۔ ان کیلئے تو صرف تین ہی راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ان
میں سے ایک کو اختیار کر سکتے ہیں۔

(۱) یا تو کہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور بالعجب کہ ان کی تمام صحاح
ستہ جن پر ان کے ایمان کا دارومدار ہے۔ ایسی ہی جھوٹی خرافات سے بھری

ہوئی ہیں جیسی کہ یہ حدیث ہے لیکن اس صورت میں اُنہیں
ہاتھ دھونا پڑتا ہے یا

(۲) مان لیں کہ تمام خلفاء بنو امیہ و بنو عباس اس حدیث
آئے ہیں۔ اس صورت میں تعداد ۱۲ سے زیادہ ہوجائیگی۔ یا

(۳) تسلیم کرلیں کہ اس حدیث کے بارہ خلفاء وہی ائمہ اثنا
فریق ثانی اس حدیث کا مقصود و مطلوب سمجھتا ہے لیکن اس صورت
کو چھوڑنا پڑیگا۔ ان کے کئی علماء نے اس تیسرے راستہ کو اپنی عافیت کا
مفید سمجھ کر اصلی خلفاء اثنا عشر کو شناخت کرلیا ہے چنانچہ علامہ شیخ سلیمان
بلخی القندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ اپنی مشہور عالم کتاب ینابیع المودۃ
میں لکھتے ہیں:-

وقال بعض المحققین ان الاحادیث الدالۃ علی کون الخلفاء بعدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اثنا عشر قد اشتہرت من طرق کثیرۃ فبشرح الزمان و تعریف الکون والمکان علم ان مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حدیثہ ہذا الائمۃ الاثنا عشر من اہل بیتہ وعترتہ اذ لا یمکن ان یحمل ہذا الحدیث علی الخلفاء بعدہ من اصحابہ لقلتہم عن اثنا عشر ولا یمکن ان یحملہ علی الملوک الامویین لزیادتہم علی اثنا عشر ولظلمہم الفاحش الا عمر بن عبد العزیز

بہت سے محققین کہتے ہیں کہ احادیث مشتملہ بخبر کہ آنحضرت کے بعد آپ کے بارہ نائب و خلفاء ہونگے طرق کثیرہ کے ساتھ شہرت پکڑ گئی ہے اور ان خلفاء کے زمانے اور انکی صفت اور آپ کے مقام کی تشریح آنحضرت کی ہوا ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کی مراد اس حدیث سے آنحضرت کی ذریت و عترت سے بارہ امام ہیں کیونکہ اس حدیث کو آپ کے اصحاب پر محمول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کے بعد جو خلیفہ ہوئے ہیں وہ بارہ کی تعداد سے کم ہیں اور یہ حدیث بنو امیہ کے بادشاہوں پر بھی منطبق نہیں ہوتی کیونکہ انکی تعداد بارہ سے زیادہ ہے اور سوائے عمر بن عبد العزیز کے وہ سب

...حر ان النبي صلى
...هم من بني هاشم
...عن جابر واخفا
...سامر في هذا القول
...ية لانهم يحسنون
...اشم ولا يمكن ان يحمله
...عباسيه لزيادتهم على
...مذكور ولقلة رعايتهم الاية قل
...سئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى
وحديث الكساء فلا بد من ان يحمل
هذا الحديث على الائمة الاثنا عشر من
اهل بيته وعترته صلى الله عليه وسلم
لانهم كانوا اعلم اهل زمانهم واجلهم
واورعهم واتقاهم واعلاهم نسبا
وافضلهم حسبا وكان علومهم عن ابائهم
متصلا بجدهم صلى الله عليه وآله وسلم و
بالوراثة واللدنية كذا عرفهم اهل العلم
والتحقيق اهل الكشف والتوفيق ويؤيد
هذا المعنى اي ان مراد النبي صلى الله
عليه وسلم الائمة الاثنا عشر من اهل بيته
ويشهده ويرجحه حديث الثقلين والاحاديث
المتكثرة المذكورة في هذا الكتاب وغيرها
واما قوله صلى الله عليه وسلم كلهم تجتمع عليه

ظلم فاحش کے مرتکب ہوتے تھے اور یہ بھی
وجہ ہے کہ وہ بنو ہاشم میں سے نہ تھے کیونکہ
جناب سرورخدا کی اس حدیث میں جو جابر سے
مروی ہے یہ شرط ہے کہ وہ سب بنو ہاشم ہونگے
اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اس حدیث کا اطلاق
شاہان بنی عباس پر ہو سکے کیونکہ وہ بارہ سے
زیادہ تھے اور آیہ مودۃ میں وہ شریک نہ تھے
اور نہ حدیث کسا انپر حاوی تھی۔ لہذا اب
لابدی امر یہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت کی عترت
اہلبیت کے بارہ اماموں پر ہی منطبق ہوتی ہے
کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے
زیادہ عالم زیادہ بزرگی والے زیادہ پرہیزگار
اور زیادہ متقی تھے۔ اور نسب و حسب میں
ان سب سے زیادہ بڑھکر تھے اور خدا کے
نزدیک سب سے زیادہ مکرم۔ اور انکے علوم اپنے
آبا و اجداد کے سلسلہ سے براہ راست انکے جد
معظم جناب سرورخدا سے اُن تک پہنچے ہوئے تھے
یہ علوم انکو وراثتاً بھی حاصل تھے اور لدنی
بھی تھے۔ یہ سب تعلقات اس امر کے موید ہیں
کہ آنحضرت کی مراد اپنے اہلبیت و عترت
کے بارہ اماموں سے تھی اور اسکی تائید و تقویت
حدیث ثقلین اور دیگر احادیث سے جو اس کتاب
میں مذکور ہیں ہوتی ہے۔ اور جابر ابن سمرہ کی

الا فی روایۃ عن جابر بن سمرہ فمرادہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الامۃ تجتمع علی الاقرار بامامۃ کلہم وقت ظہور قائمہم المہدی رضی اللہ عنہم ینابیع المودۃ الباب السابع السبعون فی تحقیق حدیث بعدی اثنا عشر خلیفۃ۔

روایت میں جو بیا ان پر مجتمع ہو جا کی مراد یہ تھی کہ جنا علیہ السلام کے ظہو ان سب کی امامت کو

اس فاضلانہ تحریر سے بہت سے مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ او حدیث ائمہ اثنا عشر، حدیث ثقلین و آیہ مودۃ میں صرف آنحضرت کی عترت کے بارہ امام ہی مراد ہیں۔ خلفاء ثلاثہ پر اس وجہ سے عائد نہیں ہوتی کہ وہ بارہ نہ تھے۔ یہاں فاضل مؤلف نے اپنے مذہب کی لاج رکھی ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اور بھی وجوہات تھیں جن کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرات ثلاثہ پر یہ حدیث ائمہ اثنا عشر حاوی نہیں ہوتی۔ چنانچہ بنو امیہ و بنو عباس کے بادشاہوں کے متعلق چونکہ مذہب نے ان کا مستند نہیں لیا تھا۔ لہذا وجوہات پوری دی گئیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) وہ بنو ہاشم سے نہ تھے۔

(۲) ان کے متعلق آیہ تطہیر نازل نہیں ہوئی۔

(۳) آیہ مودۃ میں وہ شامل نہیں۔

(۴) حدیث کساء میں وہ داخل نہیں۔

(۵) انکا علم و ورع و زہد و اتقاء آنحضرت کی عترت کے بارہ اماموں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھا۔

(۶) وہ لوگ حسب و نسب میں ان ائمہ عترت طاہرہ سے بہت کم تھے۔

(۷) وہ لوگ معصوم نہ تھے۔ لہذا قابل اطاعت نہ تھے۔ برخلاف انکے عترت طاہرہ کے بارہ امام معصوم تھے اور لہذا قابل اطاعت تھے۔

(۸) ائمہ عترت طاہرہ کا علم براہ راست آنحضرت سے ماخوذ تھا اور انکو خود بھی علم لدنی حاصل تھا۔ یہ صفات انکے غیر میں نہ تھیں۔

ـــــ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ افضل کی موجودگی میں مفضول امام و
۔۔ ہے تو یہ بالکل بدیہی امر اور عقل اس کی ہی مقتضی ہے لیکن علمائے
ساعدہ کی کارروائی کو جائز کرنے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں
ـس۔ نائب رسول وخلیفۂ نبی سب سے افضل ہو۔ خلیفہ رسول اور
ـے علم وفضل وزہد وعقل وذکاوت وذہانت واتقار وپرہیزگاری
ـادت میں بہت کم ہوسکتا ہے۔ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو غلبہ
ـہ ہو۔ ان بزرگوں نے اپنی ضد میں اِس مسئلہ کو یہاں تک اس کے منطقی درجہ
پر پہنچایا ہے کہ ہر ایک عامی دصنیا جولاہا امامت نماز کر سکتا ہے، اور متقی وپرہیزگار وعالم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ حسام الدین سہارنپوری اپنی کتاب مرافض میں، احمد بن عبدالقادر عجیلی اپنی کتاب ذخیرۃ المآل میں، مولوی محمد مبین لکھنوی وسیلۃ النجاۃ میں، ولی اللہ لکھنوی مراۃ المومنین میں اور مولوی حسن الزماں قول مستحسن میں اس امر کے مقر ہیں کہ اہل بیت سے مراد عترتِ نبوی ہیں جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے اور ان میں حضرت علیؑ بھی شامل ہیں علامہ عبیداللہ امرتسری نے ارجح المطالب میں الفاظ آل و اہل بیت وعترۃ وذوی القربیٰ کی تحقیق میں مقالات لکھے ہیں۔ ہم ان میں سے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:-

"آل کی تحقیق۔ لغت میں آل کا لفظ خاص قرابتداروں اور گھر کے لوگوں کے لئے وضع ہوا ہے بعض کے نزدیک آل اصل وضع میں اہل تھا (ہ) ہمزہ سے بدل گیا جیسا کہ ہیہات اور ایہات میں ہا ہمزہ سے بدلا ہے۔ پھر توالی ہمزتین کی وجہ سے ایک ہمزہ الف سے بدل گیا اس لئے اس کی تصغیر (اہیل) مستعمل ہے۔ کسائی امامِ نحو کے نزدیک اس کی تصغیر (اویل) بھی آئی ہے"......

"ابنِ عرفہ کہتے ہیں کہ آل سے وہ قریبی رشتہ دار مراد ہیں جو کسی شخص کی طرف قرابت میں رجوع کریں اور یہ ماخوذ ہے لفظ اول سے کہ اس کے معنی رجوع

کے ہیں۔ (کتاب الغریبین لابی عبید احمد بن محمد بن ابی عبید اللہ میں لکھا ہے کہ آل سے قریبی رشتہ دار مراد ہیں۔

"اس بات کے معین کرنے میں کہ جنابِ رسول اللہ کی آل کون ذواتِ مقدسہ ہیں علماء کا اختلاف ہے، ایک گروہ مطہرات اور جناب علی مرتضیٰ اور جنابِ سیدہ اور حسنین علیہم السلام کے آل امجاد ہیں، اور ایک گروہ نے وہ اشخاص مراد لئے ہیں جن یعنی اولاد عبد المطلب، تیسرے گروہ نے پیروانِ دین کو بھی آل ...ر اور ایک گروہ نے آل سے صرف ذاتِ جنابِ علیؑ و جنابِ سیدہ اور حسنین علیہم کو مراد لیا ہے۔"

پھر ایک فصیح اعرابی کا یہ مقولہ کہ کسی آدمی کے گھر کے لوگوں کو خاص کر اس کی آل کہا جاتا ہے اور کمال الدین بن طلحہ شافعی کے حوالے سے علامہ موصوف لکھتے ہیں۔ "پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آل آپ کے اہل بیت ہیں اور اہل بیت آل ہیں۔ پس یہ دونوں معنی میں متحد ہیں اور اس کی حقیقت کا انکشاف اس سے ہوتا ہے کہ آل اصل میں اہل ہے، اس تقریر سے یہ امر تو ثابت ہو گیا کہ آل سے مراد اہل بیت ہے۔ اب رہا یہ امر کہ آل اور اہل بیت سے کون کون ذوات مقدسہ مراد ہیں پس حدیث مندرجہ ذیل اس کی تعیین کے لئے کافی ثبوت ہے۔

عن شھر بن حوشب عن ام سلمۃ	شہر بن حوشب جناب ام المومنین ام
قالت اِنّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ	سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں
وَسلم قال لفاطمہ ائتینی بزوجک	کہ بتحقیق جناب رسول اللہ صلے علیہ وسلم نے
وَابنیک فجاءت بہم فالقی علیہم	جناب فاطمہ سے کہا کہ اپنے خاوند اور دونوں
رَسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	بیٹوں کو ہمارے پاس لے آؤ اور جب وہ
کِساء ثمّ قال اَللّٰھُمّ ھٰؤُلَاءِ اٰلِ محمد	اپنے ہمراہ لائیں تو آنحضرت صلے نے ان پر
فاجعل صلوٰتک وَبرکاتک علیہم	اپنی چادر اوڑھا دی اور فرمایا اے میری پروردگار

ت وبرکاتک	پروردگار یہ آلِ محمدؐ ہی تو اپنی رحمت اور
ابراھیم	برکت ان پر نازل کر جیسے کہ تو نے ابراہیم
یدا۔	اور آلِ ابراہیم پر نازل کی ہے بے شک
	تو ہے ستودہ اور برگزیدہ

امور میں کمال الدین بن طلحہ شافعی مطالب السئول میں اپنی رائے

۔ ں

کلہا مجتمعۃ فیہم علیہم	یعنی آل کے تمام معانی ان چار ذواتِ
سلام فانہم اھلبیتہ وتحرم	مقدسہ یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ علیہ السلام
علیہم الصدقۃ وھو دائنون	میں مجتمع ہیں کیونکہ یہی آنحضرت صلے
بدینہ والمتبعون منہاجہ و	اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت ہیں اور
سبیلہ فاطلاق اسم الاٰل علیہم	ان ہی پر صدقہ حرام ہے اور یہی حضور کے
حقیقۃ وعلی غیرھم مجازاً بالاتفاق	دین کے پورے پیرو ہیں اور یہی حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے طریقے پر ٹھیک چلنے والے ہیں پس آل کے نام کا حقیقت میں ان ہی پر اطلاق ہو سکتا ہے اور ان کے غیر پر صرف مجازاً ہی بولا جا سکتا ہے اور اس پر علما کا اتفاق ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ فضائل اہل بیت میں جس قدر کہ احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں کسی جگہ لفظ آل کا اور کسی جگہ لفظ ذریت کا اور کسی جگہ لفظ عترت کا مستعمل ہوا ہے پس ان تمام الفاظ کا مفہوم خاص اہل بیت ہی ہو سکتے ہیں۔ تمام مومنین پر آل کا حمل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس کے ماسوا باتفاق اہل سنت وجماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص متبع سنت نبوی نہیں گزرا پس اگر آل کا لفظ عام ہوتا اور اس سے متبعین مراد ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے برات واپس لے کر جناب علیؑ کو نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ اس کو میرے اہل میں سے ایک آدمی لے جائے گا۔

عن ابن عباس قال بعث رسول	یعنی ابن عباس
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر	صلی اللہ علیہ
بسورۃ التوبۃ وبعث علیا خلفہ	سورۃ توبہ
فاخذھا منہ وقال لایذھب بھا	علیؓ کو روانہ کیا
الا انا او رجل من اھلبیتی	سے اس سورت
ھو منی وانا منہ (اخرجہ احمد والنسائی)	صلی اللہ علیہ وسلم

نہیں لے جائیگا مگر میں یا میرے گھر کا کوئی آدمی جو مجھ سے ہو اور میں اس

اہل بیت کی تحقیق...... اس امر کے متعین کرنے میں کہ اہل بیت کون ذوات مقدسہ تھے، متقدمین نے اختلاف کیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک صرف بنو ہاشم مراد ہیں بعض نے بنی قصی اور بعض نے تمام قریش کو شامل زید ابن ارقم کے نزدیک صرف بنی عبدالمطلب ہیں، سعید بن جبیر کے نزدیک ازواج مطہرات اور اولاد اہل بیت ہیں، مقاتل اور ابوسعید خدری اور انس بن مالک اور ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک صرف اہل عبا مراد ہیں اور آیۂ تطہیر صرف ان ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور قتادہ وغیرہ تابعین بھی اسی کے قائل ہیں......

"عترت کی تحقیق...... پس اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت یعنی اولاد جناب امیر علیہ السلام کی جو جناب سیدہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کہلاتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مہذب میں لکھتے ہیں۔

عترۃ الذین ینسبون الی رسول	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ کی عترت وہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم	لوگ جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ
اولاد فاطمہ۔	علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے اور

وہ جناب سیدہ کی اولاد ہیں۔

علیہم السلام کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ اولادِ بنت
جو دختر کی اولاد کا ذریت میں داخل ہونا قرآن شریف
بحث ہم پیشتر لکھ چکے ہیں۔
عبا کے سوا دوسروں کی شان میں وارد نہیں ہوا۔
تحقیق۔ ذی القربیٰ سے بھی یہی ذواتِ مقدسہ مراد ہیں چنانچہ
عبدالواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قال نزلت هذه	ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
لا اسئلکم علیه اجراً	کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا کہ ترجمہ
ودة فی القربیٰ قالوا من	یہ ہے کہ کہہ دو یا رسول اللہ نہیں مانگتا
نك هؤلاء الذین وجبت علینا	میں تم سے اپنی رسالت کی اجرت مگر
ودتهم قال علی وفاطمة وابناهما	قریبیوں کی مؤدت تو لوگوں نے
(اخرجه احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم	عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں
والدیلمی والثعلبی)	جن کی موّدت کو خدا نے ہم پر واجب

کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

عن زاذان عن علی قال فینا اهل	مروی ہے زاذان سے کہ جناب امیر علیہ
البیت فی حم آیت لا یحفظ مودتنا	السلام فرماتے تھے کہ سورۂ حم میں ہم
الا کل مومن ثم قرأ قل لا اسئلکم	اہل بیت کی شان میں ایک آیت ہے جس
علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ	کا مضمون یہ ہے کہ ہم اہل بیت کی مودۃ
(اخرجه ابوالشیخ)	کو محفوظ نہیں رکھے گا مگر ہر مومن پھر آپ نے

اس آیت کو پڑھا کہ کہہ دو یا رسول اللہ نہیں مانگتا میں تم سے اس کی اُجرت مگر
قریبیوں کی مؤدۃ "
ختم ہوئی عبارت منقول از ارجح المطالب صفحات ۲۹۴ لغایت ۳۲۲ باب ۲
مولوی محمد علی حیدر اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ اول صفحہ ۱۱۹ میں آنحضرت

کے اقوال اس بارہ میں نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

"متعدد حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کو اپنی نسل اور اپنی ذریت کو صلب جناب امیر سے ظاہر ہو مرتبہ جناب امیر کو ابو ولدی یعنی میرے بچوں کے باپ فرمایا"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں وہ خطبہ نقل کریں جو جناب ... اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے سامنے حضرت علی و اہل بیت علیہم ... میں فرمایا تھا اس خطبہ کو تاج المحدثین ابو احمد بن عبد اللہ الاصبہانی منقبۃ المطہرین میں مع اسناد کے درج کیا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما ومعہ علی والحسن والحسین فخطبنا فقال ایھا الناس ان ھؤلاء اھل بیت نبیکم قد شرفھم اللہ بکرامتہ واستحفظھم سرہ واستودعھم علمہ فھم عماد الدین وشھداء علی امتہ برھم قبل خلقہ اذھم اظلۃ تحت عرشہ نجباء فی علمہ ارتضاھم واصطفاھم فجعلھم علماء وفقہاء لعبادہ ودلھم علی صراطہ فھم الائمۃ المھدیۃ والقادۃ الداعیۃ والامۃ الوسطی والرحم الموصولۃ ھم الکھف الحصین للمومنین ونور

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا مجلس صحابہ میں برآمد ہوئے اور آپ کے ساتھ علی و حسن و حسین تھے پس آپ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے لوگو یہ جو میرے ساتھ ہیں تمہارے نبی کے اہل بیت ہیں۔ خداوند تعالے نے ان کو بزرگی عطا فرمائی ہے اپنا راز ان میں محفوظ فرمایا ہے۔ اپنا علم ان میں ودیعت کیا ہے۔ یہ دین کے ستون ہیں نبی کی امت پر شاہد ہیں خداوند تعالے نے ان کے نور کو اپنی مخلوق سے پہلے خلق فرمایا چنانچہ وہ اس کے عرش کے نیچے موجود تھے اور اسکے علم سے منتخب تھے ان کو برگزیدہ کیا اور منتخب کیا ان لوگوں کو اپنی مخلوق کے لئے عالم و فقیہ مقرر

س لجا الیہم — کیا اور اپنے راستہ پر انہیں چلایا پس وہ ہادی
بط من ادام — دین اور آئمہ وسطیٰ ہیں یہی لوگ مومنین
ن تمسک — کے لئے مضبوط قلعہ ہیں اور ہدایت تلاش
ن الذین — کرنے والوں کی آنکھوں کے نور ہیں۔ یہ
والازق لہم — گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں جس کو جوان کی
مبت لی بہم من — طرف اپنی التجا لے جاتا ہے اسکے لئے نجات
ن اباهم هوی هتر — ہیں جوان کے سایہ میں پناہ لیتا ہے۔
دخله وجه الله علی من — سرفراز ہوتا ہے وہ جوان سے محبت رکھتا ہے ہلاک
الی الله یدعون وبامر — ہوتا ہے وہ جوان سے دشمنی رکھتا ہے جو ان سے
یعملون وبایاته یرشدون — تمسک کرتا ہے وہ اپنا مقصد پاتا ہے جو ان سے
فیهم نزلت الرسالة وعلیهم هبطت — علیحدگی اختیار کرتا ہے وہ دین سے علیحدہ ہو جاتا
ملائکة الرحمة والیهم بعث — ہے یہ باب حطہ ہیں جوان کے پاس آیا اس
الروح الامین تفضلا من الله — نے نجات پائی جس نے ان کے حق سے انکار کیا
رحمة واتاهم ما لم یؤت احد من — وہ غرق ہوا۔ یہ باب حطہ ہیں ان کے لئے جوان
العالمین فعندهم بحمد الله ما — میں داخل ہوا۔ اسکے لئے جنت خدا ہیں جس نے
یلتمس ویحتاج من العلم والهدی — خدا کو بھلا دیا۔ یہ لوگوں کو خدا کی طرف لے
فی الدین وهم النور من الضلالة — جاتے ہیں خدا کے حکم سے کام کرتے ہیں اور اس
عند دخول الظلم وهم الفرع — کی آیات سے ہدایت کرتے ہیں۔ ان کے
الطیبة من الشجرة المبارکة — درمیان رسالت نازل کی اور انکے درمیان ملائکہ
وهم معدن العلم واهل بیت — رحمت اتری ان کی طرف روح الامین آئے
الرحمة وموضع الرسالة و — اور فضل و برکت لائے اور وہ چیز ان کو بخشی
مختلف الملائکة الذین اذهب الله — جو عالمین میں سے کسی تک نہیں پہنچی تھی خداوند
عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا۔ — تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان کے پاس وہ تمام

جس کی لوگ خواہش کرتے ہیں اور جس کے محتاج ہیں، یہ وہ
ہیں تاریکی سے بچانے کے لئے جب دنیا پر تاریکی چھاجائے گی یہ
اور طیب شاخیں ہیں یہ معدن علم ہیں اہل بیت رحمت ہیں جن
کو دور کرکے انہیں پاک و پاکیزہ بنا دیا"۔

غرضیکہ ثابت ہوا کہ آل و عترت و اہل بیت ذوی القربےٰ
ذوات مقدسہ مراد ہیں اور وہ حضرت علی و جناب فاطمہ، جناب حسن و جنا
اور نو فرزندان امام حسینؑ تا حضرت محمد مہدی قائم آل عبا ہیں۔ ان وجوہات
کی بنا پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں یہ ہے۔

(۱) خود جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریح فرمادی کہ اہل بیت
وآل و عترت و ذوی القربیٰ سے یہی بزرگوار مراد ہیں اور یہ کہ آپ کی عترت میں
جناب علی مرتضیٰ شامل ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ کی یہ تفسیر و تشریح لغت عرب کے مطابق ہے۔

(۳) اب امت میں سے کسی کا حق نہیں کہ آنحضرتؐ کے قول کی تردید کرکے کسی
اور کو اس میں شامل کرے۔

(۴) خود حضرات ابوبکر و عمر کے ارشادات کے مطابق حضرت علی عترت رسول ہیں

(۵) جو فضائل و صفات اہل بیت رسول و عترت نبی ذوی القربیٰ کے
نص قرآنی و حدیث رسول سے ثابت ہیں اور جو عترت رسول میں ہونے چاہئیں
ان کا اطلاق سوائے ان حضرات کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

ناظرین کو تعجب ہوگا کہ ایسی بدیہی بات میں چند علماء کا اختلاف کیسا اور
پھر اُن کے اختلاف کی بنیاد ایسی کمزور۔ شاعر کہتا ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج ... تاثریا می رود دیوار کج

سقیفہ بنی ساعدہ میں جو خلافت اسلامیہ کی بنیادی اینٹ رکھی گئی وہ ہی ٹیڑھی
تھی، آخر تک وہ کج باقی ہی رہا اور اس کج کے اوپر جو عمارت بنی وہ بھی ٹیڑھی۔

رت کو سیدھا ثابت کرنے کے لئے جو بحث کی جائے گی وہ بھی ٹیڑھی
ی کج کو چھپانے کے لئے یہ کج بحثی کرنی پڑی۔ قولِ رسول
تے ہیں اور اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔
۔ اپنے اقوال و افعال کی تصریح اس خوبی سے امت کے سامنے
ظاہر ہی ہو جاتا ہے اور حکم خداوندی ہو چکا ہے۔
نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

باب یازدہم

جناب محمد مصطفٰے اپنا خلیفہ و جانشین امّت کے سامنے اس کا اعلان کر کے رسوم جانشینی ادا کرتے ہیں

آفتاب رسالت کا رُخ مغرب کی طرف ہو چکا ہے اور حبیب کی طرف سے ہُو کو پیغام ملاقات مل چکا ہے وصل کی تیاریاں شروع ہو رہی ہیں اور جو کام رفیق اعلیٰ کی طرف سے سپرد ہوا تھا اس کی پابندگی و استقلال و اجراء کا انتظام آپ فرما رہے ہیں اس کے لئے سب سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ امت کو بلا کسی شبہ کے معلوم ہو جائے کہ آپ کے بعد کون اس کام کو بوجہ احسن چلانے کے لئے موزوں ہے اور کس کو آپ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے لہٰذا آنحضرت صؐ نے بحکم خداوندی اپنے خلیفہ و جانشین کا اعلان بمقام غدیر خم تمام امت کے روبرو اس طریقہ سے کر دیا کہ پھر کسی کو جائے انکار نہ رہے۔ ہمارے اس مضمون کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

(۱) حکم اعلان منجانب خداوند تعالےٰ۔ آنحضرت صؐ نے شروع زمانہ نبوت سے اب تک بار بار اور بہایت صحیح طریقے سے لوگوں کو جتا دیا تھا کہ میرے بعد اس کار ہدایت کو انجام دینے کے لئے خداوند تعالےٰ نے علیؑ کو مقرر کر دیا ہے، اور وہی میرے خلیفہ و جانشین ہوں گے، اس بار بار کی فہمایش نے کسی کے دل میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ بہت سے لوگ تھے جو بوجوہات چند در چند اس انتظام سے خوش نہ تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ علیؑ اس حکومت و مسند ہدایت کے ولی و وارث ہوں۔ لہٰذا آنحضرت

ارشو اترہ کو جواب تک ہو چکا تھا کافی سمجھ کر خاموش تھے لیکن مشیت
کاشائبہ بھی باقی نہ رہے اور کسی کے لئے اس عذر کی گنجائش نہ رہے
عرت کا نہیں پہنچا تھا، تمام امت کے سامنے باقاعدہ طریقے
جائے لہذا تاکیدی حکم اعلان ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

بلغ ما انزل الیک	اے رسول (امت تک) پہنچادو (وہ پیغام)
لم تفعل فما بلغت	جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور اگر تم نے
یعصمک من الناس	ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی ادا نہ کی (تم
سورۃ المائدہ ع ۱۰	ڈرو نہیں) خداوند تعالیٰ تم کو لوگوں (کی

شر) سے محفوظ رکھے گا۔

(۲) موزونیت وقت و مقام و ادائگی رسوم جانشینی یہ موقعہ و وقت و مقام و طریقہ ایسا اختیار کیا گیا تھا جو اس کام کے لئے نہایت موزوں تھا۔ تمام امت کو ایک وقت اور ایک مقام پر یہ پیغام پہونچ گیا، سب کے سامنے آنحضرتؐ نے جناب علی مرتضیٰ کے سر پر عمامہ باندھ کر رسم دستار بندی ادا فرمائی۔

(۳) الفاظ اعلان:- آنحضرتؐ نے نہایت بلیغ اور طولانی خطبہ موقعہ کے مطابق ادا فرمایا اس اعلان میں منجملہ دیگر الفاظ کے یہ دو ارشادات نہایت صریح اور بہت مشہور ہیں۔

(الف) قال کان دعیت فاجبت انی تارک	آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے
فیکم الثقلین احدھما اکبر من الآخر	میری طلبی ہوئی ہے اور میں نے لبیک کہی ہے
کتاب اللہ وعترتی فانظروا کیف	میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے
تخلفونی فیھما لن یفترقا حتی یردا	جاتا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے
علی الحوض ما ان تمسکتم بھما لن	بڑی ہے، خدا کی کتاب اور میری عترت،
تضلوا بعدی ابدا۔	پس دیکھو کہ تم ان سے میرے بعد کیسا سلوک

کرتے ہو، وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز

حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں ۔

(ب) ثم قال یا ایہا الناس ان اللہ مولای	پھر فرمایا اے لو
وانا مولی المومنین وانا اولی بھم	و مالک ۔
من انفسہم فمن کنت مولاہ فہذا	اور ان کی
علی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد	جس کا میں
من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل	خدا وندا دوس
من خذلہ	رکھے اور دشمن ر

رکھے ۔ مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے ، چھوڑ دے اس کو جو علی کو چھوڑے ۔

(۴) بیعت علی :- اس کے بعد آپ نے ایک خاص خیمہ نصب کر،
حضرت علی نے بیٹھ کر جناب رسولخدا کے حکم سے تمام امت سے بیعت لی ، اور ،
امت نے آپ کو مبارکباد دی ، اس میں مرد و عورت سب شامل تھے ۔

(۵) نزول آیت تکمیل :- جب آنحضرت کا خطبہ ختم ہوا اور اعلان ہو
دیا گیا تو ابھی منبر سے نہیں اترے تھے کہ یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی ۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ	یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ	مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت
دِیْنًا	پوری کر دی اور اسلام کو بطور دین کے

تمہارے لئے میں نے پسند کیا ۔

(۶) جماعت مخالف کا اضطراب :- اس اعلان سے منافقین و دشمنان
علی کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے ، ان کی ساری امیدوں پر پانی پھرتا ہوا نظر آنے
لگا ، ان میں کی ایک جماعت نے جناب رسولخدا کے اوپر وادی عقبہ میں حملہ کیا جب آپ
وہاں سے گزر رہے تھے ، اور جب آنحضرت مدینہ میں پہنچے تو اس گروہ کا ایک نمائندہ
آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد تم نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس وحی آتی ہے ۔ ہم
نے قبول کیا ، تم نے کہا کہ تمہارے اوپر آسمان سے قرآن نازل ہوا ہے ۔ ہم نے قبول کیا

حکم دیا وہ ہم نے مان لیا، اب تم اپنے ابن عم کو ہماری گردنوں
خدا کی طرف سے ہے، آنحضرت نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی
اس پر وہ اعرابی یہ کہہ کر چلنے لگا کہ خداوندا اگر یہ تیری طرف
تو میرے اوپر آسمان سے ابھی عذاب نازل کر ورنہ محمد (صلعم)
ابھی اپنے ناقہ تک نہیں پہنچا تھا کہ آسمان سے پتھر اس کے سر پر
واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

سائل بعذابٍ واقعٍ للکافرین — یعنی مانگنے والے نے اوپر سے گرنے
لیس لہ دافع مِّنَ اللہِ ذی المعارج — والے پتھر کے عذاب کو مانگا جس سے
(سورۃ المعارج ع ۱) — کافرین کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ خدائی
درجات والے کی طرف سے نازل ہونیوالا عذاب۔

لغت وَقَعَ بالتحریک۔ سنگ یعنی پتھر۔ وَقِیع شمشیر تیز کردہ بسنگ، پتھر سے تیز
کی ہوئی تلوار۔ وَاقِعْ۔ مرغ فرود آیند از ہوا۔

(۷) **ترتیب واقعات**۔ یہ واقعات اور ان کے واقع ہونے کی ترتیب
بتا رہی ہے کہ یہ خلافت بلافصل علی ابن ابی طالب کا اعلان تھا جو اس طرح کیا گیا۔
اس باب میں ان سات امور پر بحث کی جائے گی۔

امر اول: تاکیدی حکم اعلان منجانب خدا

محدثین جلیل الشان نے جن کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں
ثابت کیا ہے کہ آیہ کریمہ یَاأَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ الایہ روز غدیر خم آنحضرت کے خطبہ
سے قبل نازل ہوئی تھی۔

(۱) ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد المعروف ابن ابی حاکم (۲) احمد بن عبد الرحمٰن شیرازی
(۳) احمد بن موسیٰ بن مردویہ (۴) احمد بن محمد الثعلبی (۵) ابو نعیم احمد بن عبد اللہ (۶)
علی بن احمد الواحدی (۷) مسعود بن ناصر السجستانی (۸) عبید اللہ بن عبید الحسکانی (۹) ابن
عساکر علی بن الحسن (۱۰) محمد بن عمر الرازی (۱۱) محمد بن طلحۃ الشافعی (۱۲) عبد الرزاق بن

رزق اللہ (۱۳) حسن بن محمد النیشاپوری (۱۴) علی بن شہاب ا
علی بن محمد المعروف ابن الصباغ (۱۶) محمود بن احمد العینی (۱۷) ع
(۱۸) محمد محبوب بن صفی السدیہ (۱۹) حاجی عبدالوہاب بن محمد (۲۰)
بن فضل اللہ شیرازی (۲۱) شہاب الدین احمد (۲۲) میرزا محمد

روایت ابو محمد عبدالرحمن بن محمد المعروف ابن

اس آیہ کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی در

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر عن ابی سعید الخدری قال نزلت هذہ الآیۃ یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم فی علی ابن ابی طالب (جلال الدین سیوطی کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۸)۔

ابن ابی حاتم وابن مرد نے ابوسعید الخدری سے روایہ کہتے ہیں کہ یہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ الایۃ رسول خدا پر غدیر خم کے روز علی بن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی تھی۔

روایت ابوبکر احمد بن عبدالرحمن شیرازی

الواحدی فی اسباب نزول القرآن باسناد عن الاعمش وابی الجحاف عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری وابوبکر الشیرازی فی ما نزل من القرآن فی علی بالاسناد عن ابن عباس والمرزبانی فی کتابہ عن ابن عباس قال نزلت هذہ الآیۃ یا ایها الرسول بلغ الآیۃ یوم غدیر خم فی علی بن ابی طالب

واحدی نے اپنی کتاب اسباب نزول القرآن میں اعمش وابوسعید الخدری سے اور ابوبکر شیرازی نے اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علی میں ابن عباس سے اور مرزبانی نے اپنی کتاب میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ ۔ یا ایہا الرسول بلغ الآیہ بروز غدیر خم حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی۔

واحدی، اسباب نزول القرآن۔ ابن شہر آشوب کتاب المناقب

ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی

اس آیہ شریفہ کا روز غدیر خم حضرت علی کے حق میں نازل ہونا
... عبارت ماسبق سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ہی درمنثور

...

... بن ابن مسعود	ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت
... عہد رسول	کی ہے کہ ہم اس آیہ شریفہ کو زمانہ رسول خدا
...ملیہ وسلم یا	میں اس طرح پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ
...ل بلغ ما انزل الیک	یہ ہے کہ اے رسول تم تک جو پہنچ م
...ک ان علیاً مولی المومنین	پہنچا ہے کہ علی مومنین کا مولا ہے اس کو
...لم تفعل فما بلغت رسالتہ	تم اپنی امت تک پہنچا دو تبلیغ کر دو۔ اگر
...اللہ یعصمک من الناس۔	تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے ساری رسالت
جلال الدین السیوطی، کتاب الدر المنثور الجزء الثانی	کی تبلیغ نہیں کی اور خداوند تعالیٰ تم کو
ص ۲۹۸	لوگوں کی شر سے بچائے گا۔

روایت ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی

اپنی تفسیر کشف البیان عن علوم القرآن میں ثعلبی تحریر کرتے ہیں۔

قال ابو جعفر محمد بن علی معناہ بلغ ما	ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ یہ آیہ
انزل الیک من ربک فی فضل علی	بلغ ما انزل الایہ حضرت علی بن ابی
بن ابی طالب فلما نزلت ھذہ الآیۃ	طالب کی فضیلت میں نازل ہوئی تو جناب
اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بید	رسول خدا نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ
علی فقال من کنت مولاہ فعلی	کر کہا کہ جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ
مولاہ اخبرنا ابو القاسم یعقوب	علی مولیٰ ہے ہمیں خبر دی ابو القاسم
بن احمد بن السری انا ابوبکر محمد	یعقوب بن احمد السری نے اسمائے
بن عبد اللہ بن محمد نا ابو مسلم	رواۃ چھوڑ کر کہ براء بن عازب کہتے

ابراهیم بن عبد الله الجحی نا حجاج
بن منهال نا حماد عن علی بن زید
عن عدی بن ثابت عن البراء قال
لما نزلنا مع رسول الله صلی الله علیه
وسلم فی حجة الوداع کنا بغدیر خم
فنادی ان الصلوٰة جامعة وکسح
للنبی صلی الله علیه وسلم تحت
شجرتین فاخذ بید علی فقال لست
اولیٰ بالمومنین من انفسهم قالوا
بلیٰ یا رسول الله قال لست اولیٰ
بکل مومن من نفسه قالوا بلیٰ
قال هذا مولاه من انا مولاه اللهم
وال من والاه وعاد من عاداه قال
فلقیه عمر فقال هنیئاً لک یا ابن
ابی طالب اصبحت وامسیت
مولیٰ کل مومن ومومنة اخبرنی
ابو محمد عبد الله بن القاینی نا
ابو الحسین محمد بن عثمان النصیبی
نا ابو بکر محمد بن الحسن السبیعی نا
علی بن محمد الدهان والحسین
بن ابراهیم الجصاص نا حسین
بن حکم نا حسن بن حسین عن
حبان عن الکلبی عن ابی صالح

یہ کہ جب ہم حجۃ
الوداع میں
صلاۃ جامعہ
لئے دو درختوں
حضرت علی کا ہا
کا حاکم اور ان
ہوں۔ سب نے جواب
پھر آپ نے فرمایا کہ میں کیا
کا مالک نہیں ہوں سب نے کہا
ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جس کا میں
مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ خداوندا
دوستی رکھ اس سے جو علی سے دوستی
رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو علی سے
دشمنی رکھے پس حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کے پاس آئے
اور کہا کہ اے ابن ابی طالب تم کو مبارک
ہو کہ تم نے صبح کی اور شام کی اس
حالت میں کہ تم مولا ہوئے تمام مومنین
و مومنات کے۔ خبر دی مجھ کو ابو محمد
عبد اللہ بن محمد القائنی نے (اسماء
رواۃ چھوڑ کر) کہ مروی ہے ابن عباس
سے انہوں نے کہا کہ یہ آیت یا
ایها الرسول بلغ الآیہ شان علی
ابن ابی طالب میں نازل ہوئی ہے

قولہ تعالیٰ	رسولخدا کو حکم دیا گیا ہے کہ اس پیغام کی
ما انزل الیک	کی تبلیغ کر دی جائے چنانچہ جناب رسولخدا
ال نزلت فی	نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس
الله علیہ وسلم	کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا
خذ رسول الله	ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو
بید علی فقال	اس کو دوست رکھے۔ اور دشمن
مولاہ فعلی مولاہ اللہم	رکھ اس کو جو اس کو دشمن رکھے۔

من والاہ وعاد من عاداہ

روایت ابوسعید مسعود بن ناصر السجستانی

کتاب درایتہ فی حدیث الولایت میں کہتے ہیں :۔

عن ابن عباس قال اُمِر رسول الله	حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ
صلی الله علیہ وسلم ان یبلغ بولایۃ	جب جناب رسولخدا کو حکم دیا گیا منجانب اللہ
علی فانزل الله عزّ وجلّ	کہ حضرت علی کی ولایت کی تبلیغ کریں تو یہ
یا ایّھا الرّسول بلّغ ما انزل	آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک
الیک الآیۃ فلمّا کان یوم غدیر خم	الخ نازل ہوئی اسی وقت آنحضرت صلعم نے
قام فحمد الله واثنی علیہ قال	غدیر خم کے مقام پر خطبہ دیا اور بعد حمد و ثنا
صلی الله علیہ وسلم الست اولیٰ	باری تعالےٰ ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم سب
بکم من انفسکم قالوا بلیٰ یا رسول	کی جانوں پر والی و حاکم نہیں ہوں،
الله قال صلی الله علیہ فمن کنت	سب نے جواب دیا کہ آپ ہیں تو اس کے بعد
مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھمّ وال من	آپنے فرمایا کہ جس کا میں مولی ہوں اس کا
والاہ وعاد من عاداہ واحب من	یہ علی مولا ہے اے بارالہا دوست رکھ اس کو
احبہ وابغض من ابغضہ وانصر	جو علی کو دوست رکھے دشمن رکھ اس کو جو
من نصرہ واعز من اعزہ واعن	علی کو دشمن رکھے، محبت کر اس سے جو علی

من اعانه — سے محبت کرے
سے بغض رکھے ، مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے یا عزیز رکھ
اور اعانت کر اس کی جو علی کی اعانت کرے۔

روایت ابو القاسم عبید اللہ بن عبد ا

تفسیر مجمع البیان میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں عیا

عن ابن ابی عمیر عن ابن اذینہ عن الکلبی عن ابی صالح عن عبد اللہ بن عباس وجابر ابن عبد اللہ قالا امر اللہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان ینصب علیاً علماً للناس فیخبرھم ولایتہ فتخوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقولوا حابی ابن عمہ وان یطعنوا فی ذلک علیہ فاوحی اللہ الیہ ھذہ الآیۃ فقام علیہ السلام بولایتہ یوم غدیر خم وھذ الخبر بعینہ قد حدثنا السید ابو الحمد عن الحاکم ابی القاسم الحکانی باسنادہ عن ابن ابی عمیر فی کتاب شواھد التنزیل۔

(اسماء رواۃ چھوڑ کر) وجابر ابن عبد اللہ۔ یہ دونوں کہتے ہیں کہ خدا نے جناب رسول خدا کو حکم دیا کہ تمام ام کے سامنے حضرت علی کو اپنا خلیفہ نصب کر دیں اور ان کی ولایت عامہ کا اعلان کر دیں اس پر جناب رسول خدا کو خوف ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ سب کچھ اپنے ابن عم کی محبت کی وجہ سے کر رہے ہیں ابن عم کو بڑھاتے ہیں اور اس کا طعنہ دیں گے ، پس اس وقت یہ آیت یا ایھا الرسول بلغ الخ نازل ہوئی فوراً جناب رسول خدا نے غدیر خم پر حضرت علی کی ولایت کا اعلان فرما دیا۔ یہ روایت بالکل وہی ہے جو شواہد التنزیل میں ابن ابی عمیر سے سید ابو محمد نے ابو القاسم الحکانی سے نقل کی ہے۔

روایت ابو القاسم علی بن الحسن المعروف ابن عساکر

دیکھو جلال الدین سیوطی کی کتاب الدر المنثور الجزو الثانی ص ۲۹۸

ہو چکی ہے۔

نے فخر الدین محمد بن عمر الرازی

یر مفاتیح الغیب میں اس آیۂ کریمہ کی شان نزول ہیں

ھذہ الآیۃ فی	(ترجمہ) دسویں یہ آیت فضیلت علی ابن
رما نزلت ھذہ الآیہ	ابی طالب میں ہے اور جب وہ نازل ہوئی تو
ہ وقال من کنت مولاہ	آنحضرتؐ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا
ہ مولاہ اللّٰھم وال من والاہ	کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ
وعاد من عاداہ فلقیہ عمر رضؓ	مولا ہے بار الہٰا دوست رکھ اس کو جو اس
فقال ھنیئًا لک یا ابن ابی طالب	کو دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو
اصبحت مولای ومولیٰ کل	اس سے دشمنی رکھے۔ پس حضرت عمر جناب
مومن ومومنۃ وھو قول ابن	علی مرتضیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ مبارک ہو
عباس والبراء بن عازب ومحمد	تم کو اے علی بن ابی طالب کہ تم نے صبح کی
بن علی۔	درانحالیکہ تم میرے اور کل مومنین ومومنات

کے مولا ہوئے یہی قول ابن عباس وبراء بن عازب ومحمد بن علی کا ہے۔

روایت محمد بن طلحۃ القرشی والشافعی

دیکھو کتاب مطالب السئول فی مناقب آل الرسول۔

روایت نظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی

دیکھو تفسیر غرائب القرآن در غائب الفرقان

سید علی بن شہاب الدین الہمدانی

ملاحظہ ہو کتاب المودۃ فی القربیٰ جس میں اس آیۂ کریمہ کا بھی شان نزول لکھا ہے۔

شیخ نور الدین علی بن محمد المعروف ابن الصباغ

ملاحظہ ہو ان کی کتاب فصول مہمۃ فی معرفۃ الائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد

ملاحظہ ہو کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری

جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر کما

ان کی کتاب درمنثور کے حوالے ہم پہلے تحریر کر چکے

محمد محبوب عالم بن صفی الدین جعفر المعرو

ملاحظہ ہو تفسیر شاہی در تفسیر آیۂ مذکورہ

حاجی عبد الوہاب بن محمد رفیع الدین احمد

اپنی تفسیر میں بہ تفسیر آیۂ قُل لَّا اَسْئَلُکُم علیہ اجرًا اِلَّا

القربیٰ لکھتے ہیں:۔

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال فی قولہ تعالیٰ یا ایّھا الرسول بلّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبّکَ ای بلغ مِن فضائل علیٍّ نزلت فِی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال من کنت مَولاہ فھٰذا علیٌّ مَولاہ فقال عمر رضی اللہ عنہ بخٍ بخٍ یا علیّ اصبحت مَولای وَمَولیٰ کل مومن ومومنۃ رواہ ابو نعیم وذکر ایضاً الثعالبی فی کتابہ۔

براء بن عازب آیہ یا ایھا الرسول بلغ کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ حضرت علی کی شان میں روز غدیر خم نازل ہوئی اس کے بعد فوراً جناب رسول خدا نے خطبہ ادا فرمایا جس میں فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں پس اس کا یہ علی مولا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ مبارک ہو اے علی تم کو کہ تم تمام مومنین اور مومنات کے مولا ہوئے۔ اس کو ابو نعیم و ثعالبی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی المعروف بجمال الدین المحدث

اپنی کتاب اربعین فضائل جناب امیر علیہ السلام میں لکھتے ہیں۔

اقول اصل ھٰذا الحدیث سوی

میں یہ کہتا ہوں کہ اس حدیث غدیر

ن امیر
.. تواتر عن
..بہ وآلہ و
غ کثیرۃ وجم
ہ فرواہ ابن
ن لما امر النبی
ی بن ابی طالب لمقام
ری دمبہ فانطلق النبی
ایہ فقال رایت الناس حدیثی
بکفر ومتی افعل ھذا بہ
یقولون صنع ھذا بابن عمہ ثم
مضیٰ حتی قضی حجۃ الوداع
ثم رجع حتی اذا کان بغدیر
خم انزل اللہ عزوجل یا ایھا
الرسول بلغ ما انزل الیک من
ربک الآیۃ فقام منادٍ فنادی
الصلوٰۃ جامعۃ ثم قام واخذ بید
علی فقال من کنت مولاہ فعلی
مولاہ اللھم وال من والاہ و
عاد من عاداہ

کی اصل سوائے قصہ حارث کے حضرت علی
سے تواتر کے ساتھ مروی ہے جناب رسولخدا ص
سے بھی تواتر کے ساتھ مروی ہے، صحابہ کی
ایک بڑی جماعت نے اس کو روایت کیا
ہے ابن عباس کی روایت کے الفاظ یہ
ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالی نے
رسولخدا کو حکم دیا کہ علی کو اپنی جگہ جانشین
مقرر کرو تو آنحضرت مکہ تشریف لے گئے اور
فرمایا کہ یہ لوگ میری باتوں کو جھٹلاتے ہیں
اور جب میں یہ اعلان کرونگا تو کہیں گے
کہ اپنے ابن عم کو حکومت سپرد کردی، پھر
آپ گئے اور حجۃ الوداع کو ادا کیا پھر واپس
ہوئے جب غدیر خم پر تھے تو یہ یا ایھا الرسول
بلغ ما انزل الیک الآیۃ خداوند تعالی
نے نازل فرمائی پس آپ نے صلوۃ جامعہ کی
منادی کرادی اور پھر خطبہ ادا کیا، علی کا
ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں مولا ہوں،
اس کا یہ علی مولا ہے خداوندا دوست رکھ
اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن
رکھ اس کو جو علی سے دشمنی رکھے۔

روایت شہاب الدین احمد

ملاحظہ ہو توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل اس سے یہ بھی ظاہر
ہوتا ہے کہ دراصل اس آیۃ میں ان علیاً مولی المومنین ہی تھا۔

روایت مرزا محمد بن معتمد خاں الحارثی ال

اپنی کتاب مفتاح النجا فی مناقب آل العباء میں لکھتے ہیں:

واخرج ابن مردويه عن زر عن
عبد الله رض قال كنا نقرء على عهد
رسول الله صلى الله عليه وسلم
يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ
من رَّبِّكَ اِنَّ عليا مولى المومنين
وان لم تفعل فما بلغت رسالته
وَالله يعصمك من النّاس واخرج
عبد الرزاق الرسعني عن ابن
عباس رض قال لما نزلت هذه الآية
يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ
من ربك اخذ النبي بيد علي فقال
من كنت مَوْلاه فعلي مَوْلاه اَللّٰهُمَّ
وال من والاه وعاد من عاداه و
اخرج ابن مردويه عن ابي سعيد
الخدري رضي الله عنه ... ت
اليوم اكملت لكم دينكم الاية فقال
النبي الله اكبر على اكمال الدين
واتمام النعمة ورضى الرب برسالتي
والولاية لعلي بن ابي طالب

ابن مردویہ نے
عبد اللہ سے روا
رسولخدا میں اس آ
مولی المومنین پڑھ
الرزاق نے ابن عباس آر
کہ جب یہ آیہ یا ایھا الرسول ب
ما انزل الخ نازل ہوئی تو آنحضرت نے
علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں مولی
ہوں۔ اس کا یہ علی مولا ہے بار الہا
دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست
رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اس سے
عداوت رکھے اور ابن مردویہ نے ابو
سعید خدری سے بھی یہی روایت کی
ہے اور اس کے اعلان کے بعد آیۂ الیوم اکملت
لکم دینکم الایہ نازل ہوئی پس آنحضرت
نے نعرہ تکبیر بلند کر کے فرمایا خداوند تعالی کا
شکر ہے کمال دین اور تمام نعمت پر او
اس پر کہ خداوند تعالی راضی ہوا میری
رسالت سے اور علی بن ابی طالب کی
ولایت سے۔

عن ابن مسعود قال كنا نقرء على

ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم زمانہ رسولخدا میں

...ملیہ سلم — میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے
...ل الیک — کہ اے رسول پہنچا دے امت تک اس
...لمومنین — پیغام کو جو تیرے خدا کی طرف سے تجھ کو ملا
...رسالتہ — ہے کہ علی مومنین کا مولا ہے۔ اور اگر تو نے
...ور الجزء الثانی ص ۲۹۸ — ایسا نہ کیا تو گویا خدا کی ساری رسالت
ابو نعیم :۔ حلیۃ الاولیا۔ — کو نہیں پہنچایا۔
...۔ فخر الدین رازی مفاتیح الغیب تفسیر کبیر

...ب اول مرتبہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ علی کی خلافت کا اعلان
...ر دیا جائے تو آنحضرت فتنہ و فساد و طعن کے خیال سے ذرا دل تنگ ہوئے آپ جانتے تھے
...ہ آپکی امت میں اس وقت کیسے عناصر موجود تھے لیکن چونکہ مشیت الٰہی یہی قرار پا چکا تھا۔
...ور حجت پوری کرنی ضروری تھی، اس سے ہی تکمیل رسالت ہوتی تھی لہذا آپ نے اس
ارشاد کی تعمیل کی، اول تو خود آیۂ کریمہ کے الفاظ پر غور کرنا ضروری ہے یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ
بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ
مِنَ النَّاسِ ۵ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم پہلے بھی نازل ہوا تھا۔ لیکن اس
کی تعمیل میں تاخیر ہو رہی تھی لہذا اب ذرا تاکید و تہدید کی ضرورت ہوئی، اس سے یہ
بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حکم دینے والے کو معلوم ہے کہ کیوں ابھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں
ہوئی یعنی تعمیل کرنے والے کو لوگوں کے فتنہ و فساد کا ڈر ہے لہذا ارشاد ہوا کہ خداوند تعالیٰ
تم کو اس فتنہ و فساد سے بچائے گا جس سے تم ڈر رہے ہو۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہ
اندیشۂ فتنہ و فساد کس کی طرف سے تھا، اور کن لوگوں سے آنحضرت کی حفاظت مقصود ہے
ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے ہی فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو سکتا تھا جن کو اس اعلان کی مخالفت
کرنی تھی، یہ آیہ کریمہ حجۃ الوداع کے بعد غدیر خم کے روز نازل ہوئی اس وقت تک تمام
یہودی و نصاریٰ و کفار ان مکہ مغلوب ہو چکے تھے، آنحضرت نے تبلیغ کا مشکل کام مکہ میں
شروع کیا، اس وقت آپ تقریباً تن تنہا تھے، ہر وقت آپ کی جان خطرے میں تھی

کام نیا تھا۔ دشمن زیادہ تھے، لیکن اس وقت اس حفاظت کا ذ

واحزاب وحنین ہوئیں اور اس طرح کی کوئی بات درپیش نہ آئی۔

واشتعال انگیز احکام کفار کے مجمع کو سنائے گئے اور ان سے کے

نہ ہوا وہ سب مشکل زمانے تو گزر گئے وہ کون لوگ تھے جن کے فتنہ

کو اپنے اس زمانہ فتح وعروج میں ہو سکتا تھا۔ بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ

کی امت کے لوگ تھے جن کا فتنہ وفساد نہایت مضر اور مہلک تھا، اس و

پڑنے کا اندیشہ تھا، ان سے خطرہ تھا کہ جب سب راہ چارۂ وتدبیر مسدود د

آنحضرت پر حملہ کرنے سے باز نہ آئیں گے اور اس طرح اسلام کو نقصان پہنچے گا۔ آنحضرت جانتے تھے کہ یہ لوگ اس آخری وقت کا اعلان جانشینی ٹھنڈے دل سے نہ سنینگے۔ آپ کی امت میں اس وقت کئی قسم کے عناصر موجود تھے۔ منافقین، مؤلفۃ القلوب اور پشتینی دشمن، بنوامیہ سب موقعہ کی تاک میں تھے کہ کسی طرح آپ کو زک دیں، ان کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جو بظاہر مسلمان تھے، روزہ ونماز کو مانتے تھے لیکن حضرت علی کے سخت دشمن تھے اور ایک ایسی جماعت بھی موجود تھی جو مسندِ حکومت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی، اور چونکہ عداوتِ علی ان ساری جماعتوں کا جزو مشترک تھا لہٰذا اندیشہ تھا کہ اس اعلان سے وہ سب متحد ہو جائیں گے اور سب مل کر آنحضرت کے خلاف عوام الناس کے اندر ایک ہیجان اور آپ کی نبوت۔ کے خلاف لوگوں میں شکوک پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح امت میں ایک عظیم الشان فتنہ رونما ہو جائے گا، خداوند تعالےٰ نے اس آیہ کریمہ میں آپ کی جان کی حفاظت کا یقین تو دلا دیا لیکن قضائے الٰہی صادر ہو چکی تھی کہ ایمان کے کمال اور جنت کے حصول کے لئے امتحان کی شرط ہے۔ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء ع ۳) لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (پارہ ۱۵ سورۂ کہف ع ۱)۔ دیکھنا یہ تھا کہ رسولِ خدا کے بعد کون ہے جو احکام خدا ورسول کی اطاعت کرتا ہے اور کون دنیا کی زینت کو عاقبت پر ترجیح دیتا ہے اگر ان لوگوں کو ان کے فعل کی آزادی نہ دی جاتی

رسول کو تخریب وتفریق اسلام کا فکر ہوتو ہو لیکن وہ ذات بے نیاز
بنا میں رہتا تو اس کی ذات کو کیا نفع پہنچتا، اوراب اسلام برباد
نقصان پہنچتا، راہِ مستقیم دکھانی ضروری تھی، اسلام کی تکمیل ضروری
۔ ناگزیر تھا۔ بغیر اس کے حجت نہ پوری ہوتی۔ جب حجت پوری ہوگئی تو
، ناجی جاہے جدھر جائے، رسول کے اس حکم کی اطاعت کرے یا نہ کرے۔

ہوتا ہے۔

يْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ ... وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۔ (پارہ ۲۶ سورۂ محمد ع ۳)

جو لوگ کہ کفر کرتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور رسول خدا کو (ان کے احکام کی اطاعت نہ کر کے) تکلیف دیتے ہیں بعد اس کے کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہوگئی ہے تو وہ خدا کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور نہ پہنچائیں گے بلکہ خدا ہی ان کے (نیک) اعمالوں کو بھی ضایع کر دیگا۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (نافرمانی کرکے) اپنے اعمالوں کو باطل نہ کرو۔

ارشاد ہوتا ہے:-

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۔ (پارہ ۴ سورۂ آلِ عمران ع ۱۵)

محمد (صلعم) فقط ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے بہت سے رسول گزری ہیں پس اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کی طرف (پیچھے) مڑ جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پیچھے پھر جاویگا تو وہ خدا کا کچھ نقصان نہیں کریگا اور خدا تو شکر کرنے والوں کو جزا دیگا۔

اس مصلحت و مشیت خداوندی کی موجودگی میں اس بات
کوشش کر اسلام میں رخنہ پیدا کریں گے لہذا محض آنحضرت
وعدہ کیا گیا۔

اب غور طلب یہ امر باقی رہتا ہے کہ وہ کیا پیغام ہو
وا امید واران حکومت کو آپ کے خلاف عوام الناس کے بھڑ
درست نتیجہ پر پہنچنے کے لئے اس خطبہ پر غور کرنا ہوگا جو آنحضرت
پھر مطلب حل ہو جائیگا اس خطبہ میں اوامر و نواہی دین جو پہلے بھی
تھے دوہرائے گئے ہیں اور پھر یہ ارشاد نہایت تاکید سے کیا گیا ہے کہ
بعد خلیفہ ہوں گے ان اوامر و نواہی میں تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس کو بہانہ بنا
کو اکسایا اور بھڑکایا جاتا۔ کوئی حلال چیز حرام نہیں کی گئی تھی کوئی نیا سخت حکم
دیا گیا تھا۔ سوائے اعلان جانشینی علی بن ابی طالب کے اور کوئی ایسی چیز نہ تھی جو لوگ
کو بری معلوم ہوتی۔ ہاں اس کے ذریعے سے لوگوں کو بھڑکایا جا سکتا تھا کہ دیکھو
تنزیل وحی و تبلیغ رسالت الہٰی فقط بہانہ تھا۔ ہم نہ کہتے تھے کہ محمد تو حکومت کے خواہشمند
ہیں انہوں نے وہ حکومت حاصل کرلی اور اپنے خاندان کے لئے بھی بنیاد رکھ دی۔
قرآن و عترت کو ملا دیا، قیامت تک ان کے ہی خاندان کی غلامی کئے جاؤ۔ اشراف
قریش کیا تم اس کو گوارا کرتے ہو، یہ بات تھی جس کا آنحضرت کو خطرہ تھا۔ لیکن ارادہ
الہٰی یہ تھا کہ حجت پوری کی جائے۔

غرض کہ بغیر مزید ثبوت و شہادت کے صرف اس آیۂ کریمہ پر نظر غائر ڈالنے ہی
سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امر جس کی تبلیغ کا اس آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے وہ اعلان
جانشینی و خلافت علی مرتضےٰ تھا، اور آنحضرت کا خیال تھا کہ کہیں منافقین و معاندین
فتنہ نہ پیدا کردیں۔

اب ہم جماعت اہل حکومت ہی کی کتابوں سے اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔
بہت سی روایات تو اس مضمون کی پہلے ہی گزر گئی ہیں۔ ایک وہ ہے جو جمال الدین

لعین میں درج کی ہے اور جو ہم نے اوپر نقل کی ہے کئی روایات

کہ خود اس روایت میں ان علیاً مولی المؤمنین تھا۔

ناقب میں تحریر کرتے ہیں

لما جاء جبرئیل	زید ابن علی کہتے ہیں کہ جب جبرئیل علیہ
مولایۃ ضاق	السلام خداوند تعالیٰ کی جانب سے ولایت
یہ وسلم بذلک	و خلافت علی بن ابی طالب کا حکم لائے تو
ں قومی حدیثو عہد	آنحضرت کو خدشہ ذرا سا ہوا اور کہا کہ میری
یتہ فنزلت یا ایھا الرسول	قوم تو ابھی زمانہ جاہلیت کے نزدیک ہے تو
لغ ما انزل الیک من ربک الایۃ	یہ آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الایۃ
ازل ہوئی	

دوسری جگہ اس ہی کتاب میں ابن مردویہ لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس قال لما امر اللہ	ابن عباس کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ
رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم	نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ علی کی خلافت
بعلی فیقول لہ ما قال فقال صلی اللہ	کا اعلان کر دیں تو آنحضرت صلعم نے عرض
علیہ وسلم یا رب ان قومی حدیثو	کیا کہ خداوندا میری قوم ابھی جاہلیت کے
عہد بالجاھلیۃ ثم مضی بحجہ فلما	اثر کے اندر رہے پھر آپ حجۃ الوداع پر چلے
اقبل راجعاً نزل بغدیر خم انزل	گئے جب واپسی پر غدیر خم پر پہنچے تو آیہ
اللہ علیہ یا ایھا الرسول بلغ ما	یا ایھا الرسول بلغ الایۃ نازل ہوئی
انزل الیک من ربک الایۃ فاخذ	بس آپ نے حضرت علی کا بازو پکڑ کر لوگوں
بعضد علی ثم خرج الی الناس فقال	کے سامنے کیا اور کہا کہ کیا میں تمہاری
یا ایھا الناس الست اولیٰ بکم من	جانوں کا مالک نہیں ہوں۔ سب
انفسکم قالوا بلیٰ یا رسول اللہ قال	نے کہا کہ آپ ہیں تو آپ نے فرمایا
اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ	پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی

اللّٰہم وال من والاہ وعاد من عاداہ	مولا ہے خد
واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ	الخ
واحب من احبہ وابغض من ابغضہ	

جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں :-

اخرج عبد بن حمید وابن جریر و	عبد بن حمید
ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مجاھد	والبو الشیخ روایت
قال لما نزلت بلغ ما انزل الیک	مجاہد کہتے ہیں کہ جب
من ربک قال یا رب انما انا واحد	من ربک نازل ہوئی تو آنحضرت
کیف اصنع یجتمع علی الناس فنزلت	خداوندا میں اکیلا ہوں کس طرح کروں
وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ	لوگ میرے اس پیغام کو ٹھنڈے دل سے

قبول کریں ۔ تو پھر حکم نازل ہوا کہ ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ ۔

امرِ دوئم

موقعہ وقت مقام کی اہمیت موزونیت اور رسم دستار بندی

جب سے جناب رسولخدا نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی اس وقت تک کوئی حج ادا نہیں ہوا تھا ۔ اب مکہ معظمہ فتح ہو چکا ہے ۔ یہودی مغلوب ہو چکے ہیں کفار عرب کی امیدیں خاک میں مل چکی ہیں ، تقریباً تمام عرب میں اسلام کا پیغام پھیل چکا ہے اور چاروں طرف سے فراغت حاصل ہو گئی ہے ، اپنے رفیق اعلےٰ سے ملنے کا وقت بھی قریب آ چکا ہے ، لہذا ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرت نے عام منادی اپنی امت میں کرا دی کہ لوگ حج کے لئے تیار ہو جائیں اور رسولخدا کی معیت میں آخری حج ادا کرنے کا شرف حاصل کریں یہ سننا تھا کہ لوگ جوق در جوق مدینہ منورہ میں آنے شروع ہو گئے آپ نے ۲۵ تاریخ ذی قعدہ سنہ ۱۰ ہجری کو مدینہ سے بارادہ حج کوچ فرمایا ۔ (تاریخ ابو الفدا

...ہری اور سپرٹ آف اسلام مصنفہ امیر علی ص ۱۱۳) آپ کے ہمراہ اس
...تھا جن کی کم سے کم تعداد نوے ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک
...ہے (اسپرٹ آف اسلام ص ۱۱۳۔ تاریخ کامل ابن اثیر، سیرت
...میں مجمع بڑھتا گیا کیونکہ جو لوگ بوجہ طوالت سفر مدینہ منورہ
...راہ میں شامل ہوتے جاتے تھے، حج کے موقعہ پر تو یہ مجمع کئی
...لا کر بمقام عرفات حج سے پہلے آپ نے ایک نہایت بلیغ خطبہ
...س میں ارکان اسلام بتائے گئے اور اسلام کے متعلق بہت سی وصیتیں کی
...ے (اسپرٹ آف اسلام ص ۱۱۳) حج کے خاتمہ پر آپ واپس ہوتے ہیں۔ سارا
...ع اسی طرح آپ کے ساتھ ہے بمقام جحفہ متصل خم غدیر جو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک
...دی ہے اور اس وقت کوئی منزل نہ تھی آیہ کریمہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ
...یْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ نازل ہوتی ہے یہ وہ جگہ

تھی کہ جہاں سے مختلف راستے کئی طرف پھٹتے تھے اور اس کے آگے وہ سارا مجمع مختلف گروہوں میں بٹ جاتا، یہی ایک ایسا مقام تھا کہ جہاں تقریباً ساری امت ایک جگہ تھی۔ اگر کوئی اہم اعلان ساری امت کے لئے کرنا تھا تو اس سے بہتر وقت و مقام نہیں ہو سکتا تھا، لہٰذا مشیت ایزدی نے یہی مقام و موقعہ اس اعلان کے لئے موزوں سمجھا، اور تاکیدی حکم نازل ہوا، اگرچہ یہ کوئی اترنے کی جگہ نہ تھی، یہاں کوئی منزل نہ تھی مگر اس تاکیدی حکم کی وجہ سے آنحضرت کو اترنا پڑا، جگہ یہاں کی بالکل ناہموار کانٹوں سے بھری ہوئی تھی، آپ نے حکم دیا کہ کانٹوں سے زمین صاف کی جائے ببول کے درختوں کی شاخیں تراشی جائیں تاکہ لوگوں کے سروں پر نہ لگیں، اونٹوں کے کجاؤں کو جمع کرکے ایک منبر بنایا جائے، یہ امر کہ آپ نے یہ سارا اہتمام اس تاکیدی حکم کے ماتحت کیا ان ساری باتوں سے بخوبی ظاہر ہے یہاں کوئی منزل نہ تھی لق و دق چٹیل میدان جہاں اس دن نہایت سخت گرمی پڑ رہی تھی اور ظہر کا وقت ایسا خوش آئندہ نظارہ پیش نہیں کر رہے تھے۔ کہ جناب سوکذا کو وہاں اُترنے کی

خواہش پیدا ہوتی ، اگر آگے آنے والی منزل کا انتظار کرتے تو یہاں بہ
راستوں پر چلے گئے ہوتے لہذا فوراً آپ نے حکم دیا کہ جو لوگ پیچھے
اور جو آگے ہیں نہیں پیچھے بلایا جائے ، جب سب جمع ہو گئے تو
کا حکم دیا اس کے بعد پالانہائے شتر سے بنے ہوئے منبر پر خطبہ
ے گئے مگر خطبہ سے پہلے آپ نے رسم دستار بندی پوری کی اپنے جا
علی ابن ابی طالب کے فرق اقدس پر خود عمامہ باندھا ، اس موقعہ پر
دستار بندی کی ادائیگی کا ذکر مندرجۂ ذیل محدثین و علماء نے کیا ہے ۔

سلیمان بن داؤد بن الجارود ، ابو داود الطیاسی البصری ، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبی ، احمد بن منیع البغوی ، احمد بن الحسین بن علی البیہقی ، محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری ، سید شہاب الدین احمد ، ابراہیم بن محمد الحموینی ، محمد بن یوسف الزرندی ، علی بن محمد المعروف ابن الصباغ ، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی ، جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ محدث ، علاء الدین علی بن حسام الدین المعروف متقی محمود بن علی الشیخانی القادری اور احمد بن محمد قاشی وغیرہم ۔

عن علی قال عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم بعمامۃ فسدل لہا خلفی وفی لفظ فسدل طرفیہا علی منکبی ثم قال ان اللہ امدنی یوم بدر و حنین بملائکۃ یعتمون ھذہ العمامۃ و قال ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان وفی لفظ بین المسلمین والمشرکین (ش ، ط ، ابن منیع ق) علی المتقی وکنز العمال الجزء الثامن من حدیث ۱۲۰۹ و حدیث ۱۲۱۳	حضرت علی کہتے ہیں کہ غدیر خم کے دن آنحضرتؐ نے میرے سر پر عمامہ باندھا اور ایک سرا میرے پیچھے ڈال دیا ۔ ایک روایت میں لفظ ہیں کہ ایک ایک سرا دونوں کندھوں پر ڈال دیا ، پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے جنگہائے بدر و حنین میں جن ملائکہ سے میری مدد کی تھی وہ اسی طرح عمامے باندھے ہوئے تھے اور فرمایا کہ عمامہ پردہ ہے درمیان کفر و ایمان کے یا درمیان مسلمانوں و مشرکین کے ۔

بن شیبہ ابو داؤد والطیالسی نے بھی نقل کیا ہے۔

ذی البھرانی — عبد الاعلےٰ بن عدی البھری لکھتا ہے کہ
علیہ وسلم — جناب رسولخدا نے حضرت علی کو روز
ہ فعممہ وارخی — غدیر خسم بلایا اور ان کے سر پر
پر خود عمامہ باندھا اور اس کا سرا پیچھے ڈالدیا

مد طبری:- ریاض النضرۃ الجز الثانی الرابع الفصل التاسع فی فضائلہ ص ۲۱۷

مد حموینی:- کتاب فرائد السمطین۔

ن حدیث غدیر خم منقول — اب ہم حدیث غدیر خم کی طرف رجوع
رواہ جعفر بن محمد عن ابیہ — کرتے ہیں اس حدیث کو امام جعفر صادق
عن جدہ علیہم السّلام وقبہ من — نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے
زیادہ ان رسول اللہ صلی اللہ — اپنے دادا سے بیان کی ہے اور اس میں
علیہ وآلہ وسلم عمم علی بن ابی طالب — یہ بھی ہے کہ جناب رسولخدا نے علی بن ابی
عمامۃ السحابہ ارخاھا بین — طالب کے فرق مبارک پر اپنے ہاتھ سے
یدیہ ومن خلفہ۔ ثم قال قبل — عمامہ باندھا اور اس کو ان کے آگے اور
فاقبل ثم قال ویرفادبر فقال — پیچھے لٹکایا، پھر فرمایا آگے آؤ وہ آگے
ھکذا جاءتنی الملائکۃ یوم بدر — آئے، پھر فرمایا پیچھے ہو۔ وہ پیچھے ہٹے
ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ — پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اسی طرح میرے
سید شہاب الدین احمد:- توضیح الدلائل علی — پاس ملائکہ آیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ
ترجیح الفضائل۔ محمد بن یوسف الزرندی:- نظم — جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا
درر السمطین۔ نور الدین علی بن محمد المعروف — ہے۔

ابن صباغ:- فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ۔ محمود بن محمد بن علی الشیبانی القادری:- مراط سویہ۔
جمال الدین محدث:- کتاب الاربعین۔ جلال الدین سیوطی:- جامع الکبیر۔ ابو داؤد الطیالسی
مسند ص ۲۳ حدیث ۱۵۴۔ بیہقی:- سنن الکبیر۔ ابن ابی شیبہ:- مسند۔

امرِ سوئم

خطبۂ جلیلہ مشتمل بر اعلانِ خلافت و جانشینی

۲۵ ذی قعدہ سنہ ۱۰ ہجری مطابق ۲۲ فروری سنہ ۶۳۲ء

رسول خدا مدینہ منورہ سے سفر حجۃ الوداع کے لئے روانہ ہوئے، چونکہ بعد آپ نے اب تک فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا، اور اب اسلام اپنی طاقت وعروج میں تھا لہذا منادی حج سنتے ہی لوگ کثرت سے آپ کے ساتھ شامل ہوگئے، فریضۂ حج ادا ہوا۔ واپسی پر بمقام غدیر خم تاکیدی حکم یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ نازل ہوا، غدیر خم مکہ معظمہ سے مدینہ کی راہ پر تیسری منزل جحفہ کے پاس واقع ہے یہاں سے مدینہ منورہ پانچ مراحل رہ جاتا ہے۔ ۱۸ ذیحجہ سنہ ۱۰ ہجری روز پنجشنبہ مطابق ۱۷ مارچ سنہ ۶۳۲ء تھا کہ آپ کو یہ حکم پہنچا۔ یہاں ہم تاریخ حبیب السیر کی عبارت نقل کرتے ہیں:-

حضرت شفیع الامۃ صلے اللہ علیہ وسلم بعد از وصول بغدیر خم دراں موضع کہ بسبب فقدانِ آب وعلف قابلیت نزول نداشت فرود آمد و اہل اسلام لوازم متابعت بتقدیم رسانیدند وسبب نزول درآں منزل آں بود کہ قبل ازاں حضرت مقدس نبوی بحسب وحی سماوی مامور شدہ بود کہ جناب ولایت مآب مرتضوی را بخلافت خویش نصب فرماید و آنحضرت اظہار ایں صورت را جہت دریافت وقتی کہ از اختلاف مامون باشد درعقدۂ تاخیر انداختہ بود وچوں بموضع غدیر خم رسید ومعلوم گردید کہ پس از تجاوز ازاں مکان طوائف انساں از موکب ہمایوں جدا شدہ بطرف منازل خود خواہند رفت وارادۂ ازلی مقتضی آں بود کہ تمامی آں مردم ازایں معنی باخبر باشند ایں آیہ نازل شد کہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا

ت یعنی فی استخلاف علی والنص علیہ بالامامۃ وان
[illegible] رسالتہ واللہ یعصمک من الناس و چوں بنا بر
وجوب نصب امیر المومنین بخلافت متحقق گشت [illegible] رسالت
[illegible]ید و فرمود تا سایہ بعضے از اشجار آں حوالی اصفا دادہ و پالانہا ئ
[illegible]ختہ بر زبر یک دیگر نہادند و بلال باشارت آنحضرت ندا کرد
[illegible] بامعہ و بر وبیٹے آواز بر آورد حی علی خیر العمل خلائق مجتمع گشتہ رسول
[illegible] علیہ وسلم بر پالائ آن پالانہا بر آمد و علی مرتضیٰ نیز بفرمودہ آنحضرت ص
[illegible] رفتہ بر یمین سید المرسلین بایستاد و آں سرور بعد از ادائے حمد و ثنائے باری تعالیٰ
از انتقال خویش بعالم بقا مردم را آگاہ گردانید و فرمود کہ من در میان شما دو
امر عظیم می گذارم کہ اگر دست در آں زنید گمراہ نشوید و یکے از آں دو بزرگ تر است
از دیگری و آں دو چیز گراں مایہ قرآن است و اہل بیت من و ایں ہر دو
از یک دیگر جدا نشوند تا در لب حوض کوثر بمن رسند پس فرمود کہ یا ایہا
الناس الست اولیٰ بکم من انفسکم آیا نیستم من اولیٰ بشما از نفسہائے
شما از اطراف و جوانب آوازہا آمد کہ بلے آنحضرت فرمود کہ ہر کہ من اولیٰ ام باو از نفس
او علی بہ او اولیٰ است از نفس او آنگاہ دست شاہ ولایت پناہ را گرفتہ گفت من
کنت مولاہ فہذا علی مولاہ اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ
واخذل من خذلہ و ادر الحق معہ حیثما دار پس امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بموجب
فرمودۂ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم در خیمہ نشست تا طوائف خلائق
بملازمتش رفتہ بلوازم تہنیت [illegible] رسانند و از جملہ اصحاب امیر المومنین عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ بجناب ولایت مآب گفت بخ بخ یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی و مولاء
کل مومن و مومنۃ یعنی خوشا حال تو ای پسر ابو طالب بامداد کردی در وقتی کہ مولائے
من و مولائے ہر مومن و مومنۃ بودی بعد ازاں امہات مومنین حسب اشارت
سید المرسلین بخیمہ امیر المومنین رفتہ شرط تہنیت بجا آوردند تاریخ حبیب السیر طبع قدیم بمبئی
جلد اول جزو سوم ص ۱۰ ۰۰۰

جو لوگ حق کی تلاش میں ہیں ان کو چاہیئے کہ اِس
اس میں صاف درج ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ
اب کیا باقی رہتا ہے۔

مسٹر امیر علی اپنی مشہور کتاب سپرٹ آوف اسلام میں باب
...litical Divisions and Schisms of

کے ماتحت لکھتے ہیں:۔

To every philosophical student of the history of religion, the heading of this chapter must cause surprise, if not pain: to every Islamist devoted to the Founder of his Faith it must cause sorrow and shame. Alas, that the Riligion of Humanity and universal brotherhood should not have escaped the curse of internecine strife and discord; that the faith which was to bring peace and rest to the distracted world should itself be torn to pieces by angry passions and the lust of power. The evils which we deplored in Christianity arose fromthe incompleteness of the system, and its incompatibility with human needs; in Islam the evils that we shall have todescribe arose from the greed of

earthly advancement, and the
ary instincts of individuals a
impatient of moral law and ord
Most of the divisions in
of Mohammad owe their orig.
to political and dynastic causes-
old tribal quarrels, and the strong f.
of jealousy which animated the other
Koreishites against the family of Hashim.
It is generally supposed that the Prophet
had not expresslytdesignated any one as
his successor in the spiritual and temporal
Government of Islam; but this notion is foun-
dedon a mistaken apprehension of facts,
for there is abunudant evidence
that many a time the Prophet had indi-
cated Ali for the viceyerency. Notably on the
occasion of the return journey from the
performance of "the farewell Pilgrimage"
during a halt at a place called Khumm, he
had convoked an assembly of the people
accompanying him, and used words which
could leave little doubt as to his inten-

a successor.

?: The Spirit of Islam.

P. 290, 292, 293.

یہ عبارت ہمارے دعوے کی مکمل طور سے تائید کرتی ہے،
انگریزی کا علم ایسا عام ہے کہ اس کے ترجمے کی ضرورت نہ
مسلمانوں کے مسلمہ راہنما تھے اور علم تاریخ میں ان کا نظیر ملنا
شیعہ نہ تھے بلکہ معتزلہ تھے جو اہل سنت و جماعت کا ایک فرقہ ہے
تصنیفات و تالیفات میں معتزلہ خیالات کی جابجا تائید کی ہے آنحضرت
موقعہ پر ایک طولانی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے حضرت علی کے فضائل و محاسن
ان کی خدمات اسلامی کا ذکر شرح و بسط کے ساتھ کیا۔ یہ مکمل خطبہ کتب شیعہ میں
پایا جاتا ہے، ناسخ التواریخ میں بھی تفصیل کے ساتھ دیا ہوا ہے مگر چونکہ جماعتِ اہل
حکومت کے لئے یہ بہت تکلیف دہ ہے لہٰذا ان کی کتابوں میں ایک جگہ سارا
خطبہ تلاش کرنا بے سود ہے۔ علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی کتاب **توضیح
الدلائل** میں اس خطبہ کو علماء سنیہ میں سے سب سے زیادہ لکھا ہے۔ بہر صورت
اس خطبے کے جستہ جستہ فقرے علماء سنیہ کی کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ اس کے
دو بڑے مشہور حصے وہ ہیں جو حدیث ثقلین اور حدیث غدیر کے نام سے مشہور
ہیں، اب ہم ان دونوں کی توثیق و تصدیق کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

الف:۔ حدیث ثقلین

قال کانی دعیت فاجبت انی ترکت	میری طلبی بارگاہ الٰہی میں ہوئی ہے اور میں نے
فیکم الثقلین احدھما اکبر من	لبیک کہدی ہے میں تمہارے درمیان دو
الآخر کتاب اللہ و عترتی اھل	عظیم الشان گراں بہا چیزیں چھوڑے
بیتی، فانظروا کیف تخلفونی	جاتا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے
فیھما فانھما لن یفترقا حتی یردا علی	بڑا ہے قرآن کریم و میری اہل بیت یعنی

ہما لن تضلوا میری عترت خیال رکھو تم ان دونوں
سے میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو وہ
ہے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر قیامت
تم ان دونوں کو پکڑے رہے تو میرے بعد قیامت۔

یث شریف کی توثیق و تصدیق سواد اعظم کے تقریباً جملہ علماء نے
یث متواترات میں سے ہے، ذیل کے نقشے سے ظاہر ہوگا کہ کتنے
و محققین عظام نے اس حدیث کی صحت کی تصدیق کی ہے اور اس کی
لو تسلیم کرکے اس کو نقل کیا ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
۱	سعید بن مسروق الثوری	۱۲۶	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۲	رکن بن الربیع بن عمیلہ	۱۳۱	زید بن ثابت	مسند احمد حنبل
۳	ابو حیان یحییٰ بن سعید بن حیان	۱۴۵		مسند احمد حنبل و صحیح مسلم
۴	عبد الملک بن ابی سلیمان	۱۴۵	ابو سعید الخدری	مسند احمد حنبل
۵	سلیمان بن مہران الاسدی المعروف اعمش	۱۴۸	زید ابن ارقم	سنن ترمذی
۶	محمد بن اسحٰق بن یسار المدنی	۱۵۱	زید بن ارقم و ابو سعید	لسان العرب علامہ ابن منظور انصاری
۷	اسرائیل بن یونس ابو یوسف الکوفی	۱۶۰	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل
۸	عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود الکفعی	۱۶۰		معجم صغیر۔
۹	محمد بن طلحہ بن مصرف الیامی الکوفی	۱۶۷		مسند احمد حنبل، کتاب المناقب مغازلی، فرائد السمطین حموینی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	وفات سنہ	صحابی راوی حدیث	
۱۰	ابو عوانہ وضاح بن عبد اللہ الیشکری	۱۷۶	زید بن ارقم	ح کز
۱۱	شریک بن عبد اللہ القاضی نخ	۱۷۷	زید بن ثابت	مسـ
۱۲	حسان بن ابراہیم بن عبد اللہ الکرمانی	۱۸۶	زید بن ثابت و زید بن ارقم	صحیح
۱۳	جریر بن عبد الحمید بن قرط الضبی	۱۸۸	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۱۴	ابو بشر اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم المعروف ابن علیہ	۱۹۳	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل و صحیح مسـ
۱۵	ابو عبد الرحمن محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی	۱۹۴		صحیح مسلم و سنن ترمذی
۱۶	عبد اللہ بن نمیر الہمدانی	۱۹۹		مسند احمد حنبل
۱۷	محمد بن عبد اللہ ابو احمد الزبیری	۲۰۳	زید بن ثابت	مسند احمد حنبل
۱۸	ابو عامر عبد الملک بن عمرو العقدی			کتاب المناقب ابن المغازلی
۱۹	اسود بن عامر شاذان الشامی	۲۰۸		مسند احمد حنبل
۲۰	یحیی بن حماد بن ابی زیاد	۲۱۵	زید ابن ارقم	مستدرک علی الصحیحین۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم۔
۲۱	ابو جعفر بن حبیب الہاشمی البغدادی	۲۱۵		کتاب المنتق۔
۲۲	ابو عبد اللہ محمد بن سعد الزہری	۲۳۰	ابو سعید الخدری	کتاب الدر المنثور سیوطی
۲۳	ابو محمد خلف بن سالم المخرمی	۲۳۱	زید ابن ارقم	مستدرک، کتاب المناقب اخطب خوارزم
۲۴	زہیر بن حرب بن شداد ابو خیثمہ النسائی	۲۳۴	زید بن ارقم	صحیح مسلم

نمبر	ن[ام]	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	...ئی	۲۳۴	زید بن ارقم	صحیح مسلم
	...ب	۲۳۵	زید بن ارقم	صحیح مسلم
	...ن ابی شیبہ	۲۳۵	زید بن ارقم	مفتاح النجا میرزا محمد بدخشانی
	...ن الہاشمی	۲۳۸	زید بن ارقم	صحیح مسلم
	...ن ابراہیم بن مخلد ...ی المعروف ابن ...یہ	۲۳۸	حضرت علی و زید ابن ارقم	استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی۔
	ابو محمد وہبان بن بقیہ بن عثمان الواسطی	۲۳۹		کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۳۰	احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	۲۴۱	ابو سعید الخدری و زید بن ارقم و زید بن ثابت	مسند خود
۳۱	نصر بن عبدالرحمن بن بکار الناجی الکوفی	۲۴۸	جابر بن عبداللہ	سنن ترمذی
۳۲	ابو محمد عبد بن حمید الکشی	۲۴۹	زید بن ثابت	مسند خود، احیاء المیت جلال الدین سیوطی۔
۳۳	عباد بن یعقوب الرواجنی الاسدی	۲۵۰	ابو سعید الخدری	معجم صغیر طبرانی
۳۴	نصر بن علی بن نصر بن علی	۲۵۰	حذیفہ بن اسید الغفاری	نوادر الاصول حکیم ترمذی
۳۵	محمد بن المثنیٰ ابو موسیٰ العنزی	۲۵۲		کتاب خصائص نسائی
۳۶	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن بن بہرام الدارمی	۲۵۵	زید بن ارقم	استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی و صحیح مسلم۔
۳۷	علی بن منذر الطریقی الکوفی	۲۵۶		سنن ترمذی
۳۸	مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری	۲۶۱	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۳۹	ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی			کفایۃ الطالب محمد بن یوسف الکنجی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	
۴۰	ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵		خ وک
۴۱	ابو قلابہ عبد الملک بن محمد الرقاشی البصری	۲۷۶	زید بن ارقم	ست علا
۴۲	ابو بکر محمد بن احمد بن ابی العوام الریاحی	۲۷۶		کتاب لہ
۴۳	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی	۲۷۹	جابر بن عبد اللہ	سنن ترمذی
۴۴	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان المعروف ابن ابی الدنیا	۲۸۱		کتاب فضائل القرآن
۴۵	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۸۵	جابر بن عبد اللہ و حذیفہ بن اسید	کتاب نوادر الاصول
۴۶	ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم المعروف ابن ابی عاصم الشیبانی	۲۸۷	زید بن ثابت و علی	کتاب السنۃ و کتاب البدور السافرہ عن امور الآخرۃ ۔
۴۷	ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن احمد بن حنبل الشیبانی	۲۹۰	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین للحاکم
۴۸	ابو العباس احمد بن یحییٰ الشیبانی المعروف ثعلب	۲۹۱		تہذیب اللغۃ ازہری
۴۹	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲	ابو ہریرہ حضرت علی	مسند خود، احیاء المیت سیوطی جواہر العقدین سمہودی ۔ صراط سوی محمود شیخانی
۵۰	ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ القبانی	۲۹۲	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین حاکم
۵۱	ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی	۳۰۳	زید بن ارقم	کتاب الخصائص
۵۲	ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ بن	۳۰۷	ابو سعید الخدری	احیاء المیت سیوطی ۔ استجلاب

	...ن	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
	،			ارتقاء الغرف سخاوی
	...یر السطری	۳۱۰	زید بن ارقم وابو سعید الخذری	کنز العمال علی متقی
	...ن خزیمہ النیسابوری	۳۱۱	زید بن ارقم	صحیح خود، استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی
	...مد بن محمد بن سلیمان بن الحارث الباغندی	۳۱۱	زید بن ارقم	کتاب المناقب ابن المغازلی
	ابو عوانہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم الاسفرائینی	۳۱۶	زید بن ارقم	کتاب المسند الصحیح، صراط سوی محمود شیخانی قادری
۵۷	ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی	۳۱۷	ابو سعید الخذری	
۵۸	ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ القرطبی	۳۲۸		عقد الفرید
۵۹	ابوبکر محمد بن القسم بن محمد بن بشار المعروف ابن الانباری	۳۲۸	زید بن ارقم و زید بن ثابت	کتاب المصاحف، در منثور سیوطی۔
۶۰	ابو عبداللہ حسین بن اسمٰعیل بن محمد المحاملی	۳۳۰	حضرت علیؑ	کتاب الامالی، کنز العمال علی متقی۔
۶۱	احمد بن محمد بن سعید الکوفی المعروف ابن عقدہ	۳۳۰	حضرت علی، جابر بن عبداللہ، حذیفہ بن اسید، عامر بن لیلیٰ بن حمزہ، ابوذر، ابورافع، ام سلمہ، ام ہانی	کتاب الولایۃ استجلاب۔ ارتقاء الغرف۔ سخاوی۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین	سنہ وفات	صحابی راوی	
۶۲	ابو محمد دعلج بن احمد بن دعلج السجزی	۳۵۱	زید بن ارق	
۶۳	ابو بکر محمد بن عمر بن محمد بن سلم التمیمی المعروف ابن الجابی	۳۵۵	حضرت علی	
۶۴	ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰	ابو سعید الخدری زید بن ارقم۔ زید بن ثابت	سمہ کی وسیلہ با کثیر سیرۃ صراط سوی محمود شیخانی السخاہیر احمد احیار المیا
۶۵	ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی	۳۶۰	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین ح
۶۶	ابو منصور محمد بن احمد بن طلحہ الازہری اللغوی	۳۷۰	زید بن ثابت	تہذیب اللغۃ
۶۷	ابو الحسین محمد بن المظفر بن موسی البغدادی	۳۷۹	زید ابن ارقم	کتاب المناقب ابن المغازلی
۶۸	ابو الحسن علی بن عمر بن احمد الدار قطنی	۳۸۵	ام سلمہ	وسیلۃ المآل احمد بن الفضل با کثیر
۶۹	ابو طاہر محمد بن عبد الرحمن المخلص الذہبی	۳۹۳	ابو سعید الخدری	فرائد السمطین حموینی
۷۰	محمد بن سلیمان بن داؤد البغدادی		جابر بن عبد اللہ	کتاب مناقب اہل بیت ع
۷۱	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری	۴۰۵	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین۔
۷۲	ابو سعد عبد الملک بن محمد الواعظ	۴۰۷		شرف النبوۃ مناقب السادات

نا	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
			ملک العلما دولت آبادی۔
ابراہیم الثعلبی	۴۲۷ھ	ابوسعید الخدری	تفسیر
الاصبہانی	۴۳۰ھ	جبیر بن مطعم ابوسعید الخدری زید بن ارقم انس بن مالک البراء بن عازب حذیفہ بن اسید تاریخ یمینی	منقبۃ المطہرین، حلیۃ الاولیا
عمر محمد بن عبد الجبار			
۷۶ ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی	۴۵۸ھ	زید بن ارقم	کتاب المناقب اخطب خوارزم فرائد السمطین حموینی۔
۷۷ ابو غالب محمد بن احمد بن سہل المعروف	۴۶۲ھ		کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۷۸ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ		مفتاح النجا میرزا محمد
۷۹ ابو محمد الحسن بن احمد بن موسی الحندجانی	۴۶۷ھ	ابوسعید الخدری	کتاب المناقب ابن المغازلی
۸۰ ابوالحسن علی بن محمد الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی	۴۸۳ھ	ابوسعید الخدری زید ابن ارقم	کتاب المناقب۔
۸۱ ابو عبداللہ محمد بن فتوح بن عبد اللہ بن حمید	۴۸۸ھ	زید بن ارقم	کتاب الجمع بین الصحیحین۔
۸۲ ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی	۴۸۹ھ	ابوسعید الخدری	رسالہ قوامیہ
۸۳ ابو علی اسمعیل بن احمد بن الحسین البیہقی	۵۰۷	زید بن ارقم	کتاب المناقب اخطب خوارزم
۸۴ ابوالفضل محمد بن طاہر بن احمد بن علی الشیبانی المقدسی المعروف بابن القیسرانی	۵۰۷		تاریخ مقفی تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین	سنہ وفات	صحابی راوی	
۸۵	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شہرویہ بن فناخسرو الدیلمی الہمدانی	۵۰۹	زید بن ارقم	
۸۶	ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی المعروف محی السنۃ	۵۱۶	زید بن ارقم، جابر عبداللہ	
۸۷	ابو الحسین رزین بن معاویہ العبدری	۵۳۵	زید بن ارقم	کتاب
۸۸	ابو البرکات عبدالوہاب بن المبارک بن احمد الانماطی البغدادی	۵۳۸		تذکرہ خوار الجوزی۔
۸۹	قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی	۵۴۴		کتاب الشفا بتعریف
۹۰	ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		ابوذر غفاری	زین الفتی فی تفسیر سورۃ ہل ا
۹۱	ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	زید بن ارقم	کتاب المناقب۔
۹۲	ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر	۵۷۱	حذیفہ بن اسید الغفاری زید بن ارقم	تاریخ ابن کثیر، کفایت الطالب حافظ گنجی، التاریخ الکبیر ابن عساکر
۹۳	محمد بن عمر بن احمد بن عمر الاصبہانی المعروف ابو موسیٰ المدینی	۵۸۱	عامر بن لیلی بن ضمرہ حذیفہ ابن اسید	تتمہ معرفۃ الصحابہ ذیل کتاب ابی نعیم اصفہانی، جواہر العقدین نور الدین سمہودی، استجلاب ارتقاء الغرف السخاوی
۹۴	محمد بن مسلم بن ابی الفوارس الرازی			اربعین فضائل جناب امیر المومنین
۹۵	سراج الدین ابو الحسن علی بن عثمان بن محمد الدوشی الفرغانی			نصاب الاخبار، ہدایۃ السعداء ملک العلماء دولت آبادی۔
۹۶	ابو الفتوح اسعد بن محمود بن خلف العجلی الاصبہانی	۶۰۰	عامر بن لیلی بن حمزہ حذیفہ بن اسید	کتاب فضائل الخلفاء جواہر العقدین سمہودی سیلۃ المآل احمد بن الفضل بن محمد باکثیر المکی۔

	...لین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
	...بدالکریم ر	۶۰۶	زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ	جامع الاصول۔
	...زی	۶۰۶	ابوسعید الخدری	مفاتیح الغیب
	...حود بن المبارک ... خفر	۶۱۱	ابوسعید الخدری	معالم العترۃ النبویہ، جواہر العقدین سمہودی۔
	...ن محمد بن محمد بن عبد... معروف ابن الاثیر	۶۳۰	زید بن ارقم عبداللہ بن حنطب	اسد الغابہ ترجمہ امام حسن علیہ السلام۔
	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی	۶۴۳	حذیفہ بن اسید زید بن ارقم زید بن ثابت	کتاب المختارہ، استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی جواہر العقدین سمہودی وسیلۃ المآل احمد باکثیر
۱۰..	ابوعبداللہ محمد بن محمود بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن النجار	۶۴۳	زید بن ارقم	کفایت الطالب الکنجی۔
۱۰۳	ابوسالم محمد بن طلحۃ القرشی النصیبی	۶۵۲	زید بن ارقم	مطالب السئول فی مناقب آل الرسول
۱۰۴	رضی الدین حسن بن محمد الصغانی	۶۵۰	زید بن ارقم	مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ۔
۱۰۵	شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزعلی المعروف سبط ابن الجوزی	۶۵۴	زید ابن ارقم	تذکرہ خواص الامۃ۔
۱۰۶	ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	زید بن ارقم	کفایت الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب
۱۰۷	ابوالفتح محمد بن محمد بن ابی بکر	۶۶۷	ابوسعید الخدری	احیاء المیت سیوطی
۱۰۸	ابوزکریا یحیی بن شرف النووی	۶۷۶	زید بن ارقم	تہذیب الاسماء واللغات ترجمہ امیر المومنین علی بن ابی طالب

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۱۰۹	محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ الطبری	۶۹۴	زید بن ارقم	ذخائر ذوی ا
۱۱۰	نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین القمی المعروف نظام الاعرج		ابوسعید الخدری	غرائب ا رَاعتقیمو ا
۱۱۱	سعید الدین محمد بن احمد الفرغانی	۶۹۹		شرح فارسی قصیدہ الفارض بشرح شعرہ وَاوضح بالتاویل ماکان مشکلا علی بعلیم نالہ بالوصیۃ
۱۱۲	جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم الانصاری	۷۱۱		لسان العرب
۱۱۳	صدرالدین ابوالمجامع ابراہیم بن المؤید حموینی	۷۲۲	زید بن ارقم ابوسعید الخدری	فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین ۔
۱۱۴	نجم الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن مکی بن یاسین القمولی	۷۲۷		تکملہ تفسیر مفاتیح الغیب بہ تفسیر آیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
۱۱۵	فخرالدین ہانسوی	۷۲۴		دستور الحقائق ، ہدایت السعدا ملک العلماء دولت آبادی
۱۱۶	علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف خازن	۷۴۱	زید ابن ارقم	لباب التاویل فی معانی التنزیل بہ تفسیر آیہ مودۃ القربیٰ وآیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
۱۱۷	ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ التبریزی		زید بن ارقم ۔ جابر بن عبداللہ	مشکوٰۃ المصابیح ۔

	نقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	عبدالرحمن بن	۷۴۲	زید بن ارقم و جابر بن عبداللہ	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف
	ابن محمد عبداللہ	۷۴۳	زید ابن ارقم جابر بن عبداللہ	کاشف شرح مشکوٰۃ
	یا محمد بن المظفر الشاہ ن الخلخانی	۷۴۵		مفاتیح شرح مصابیح
	س الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸	زید بن ارقم	صراط سوی شیخانی قادری
۱۲۲	جمال الدین محمد بن یوسف بن الحسن بن محمود الزرندی	۷۵۲	زید بن ارقم، عبد الرحمن بن عوف جابر بن عبداللہ	نظم درر السمطین
۱۲۳	سعید الدین محمد بن مسعود بن محمد بن مسعود الگازرانی	۷۵۸	زید بن ارقم	کتاب المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ
۱۲۴	اسمعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی	۷۷۴	زید بن ارقم	تفسیر بذیل آیۂ تطہیر
۱۲۵	سید علی بن شہاب الدین بن محمد الہمدانی	۷۸۶	ابو سعید الخدری جبیر بن مطعم	مودۃ فی القربیٰ
۱۲۶	سید محمد طالقانی			قیافہ نامہ، جامع السلاسل مجد الدین۔
۱۲۷	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ التفتازانی	۷۹۱		شرح مقاصد
۱۲۸	حسام الدین ابی عبداللہ حمید بن احمد المعلی		زید بن ارقم	محاسن الازہار، روضۃ الندیۃ محمد بن اسمعیل صلاح الدمیتر

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	
۱۲۹	نورالدین علی بن ابی بکر سلیمان الہیثمی	۸۰۷		فیضا مناد
۱۳۰	مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی	۸۱۷		قاموس
۱۳۱	محمد بن محمود المعروف خواجہ پارسا	۸۲۲	جابر ابن عبداللہ حذیفہ بن اسید زید ابن ارقم	فصل الحہ
۱۳۲	ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی	۸۴۹	زید بن ارقم	ہدایت السعداء
۱۳۳	نورالدین علی بن محمد المکی المالکی المعروف ابن الصباغ	۸۵۵	زید بن ارقم	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ
۱۳۴	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن السخاوی	۹۰۲	زید بن ارقم ابوسعید الخدری جابر بن عبداللہ حذیفہ بن اسید خزیمہ بن ثابت سہل بن سعد عامر بن لیلی، عبد الرحمن بن عوف ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، حضرت علی ابوذر، ابورافع	کتاب استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول ذوی الشرف۔

	ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
			ابو الشریح الخزاعی، ابو قدامہ، ابو ہریرہ، ضمیم بن التیہان، ام سلمہ، ام ہانی	
	، لکاشفی	۹۱۰		مواہب علیہ معروف تفسیر حسینی بہ تفسیر آیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
	ے الدین عبدالرحمن بن کمال الدین ابی بکر السیوطی	۹۱۱	زید بن ارقم، ابو سعید الخدری، ابو ہریرہ، حضرت علی جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن حنطب زید بن ثابت	احیاء المیت، نہایۃ الافضال فی تشریف الآل، انافۃ فی رتبۃ الخلافہ، بدور سافرہ من امور الآخرہ، درمنثور تفسیر آیہ وَاعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و آیہ مودۃ جامع صغیر، در نثیر مختصر نہایہ ابن الاثیر۔
۱۲۷	نور الدین علی بن عبد اللہ السمہودی	۹۱۱	زید بن ارقم، ابو سعید الخدری۔ جابر بن عبد اللہ، ابو الطفیل حذیفہ، ابو ایوب الانصاری، زید بن ثابت، حضرت علی، ابو ذر، ابو رافع، عامر بن لیلی ضمیرة	جواہر العقدین فی فضل الشرفین

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
			الاسلمی، ابوہریرہ، ہانی، ام سلمہ	
۱۳۸	فضل اللہ بن روزبہان		رسالہ اعتقادیہ	
۱۳۹	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳	زید بن ارقم، ابوسعید الخدری	
۱۴۰	شمس الدین محمد العلقمی	۹۲۹	زید بن ارقم	کوکب منیر
۱۴۱	عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین البخاری	۹۳۲	ابوسعید الخدری	تفسیر النوری،
۱۴۲	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف الشامی	۹۴۲		سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد معروف سیرۃ شامی
۱۴۳	محمد بن احمد الخطیب	۹۶۸	زید بن ارقم	سراج منیر بتفسیر آیۂ مودّۃ
۱۴۴	شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی	۹۷۳		صواعق محرقہ فصل آیات واردہ فی شان اہل بیت۔
۱۴۵	نورالدین علی بن حسام الدین عبد الملک المعروف علی متقی	۹۷۵		کنز العمال
۱۴۶	محمد طاہر گجراتی	۹۸۶		مجمع البحار لغت ثقل ولغت عترۃ
۱۴۷	عباس بن معین الدین المعروف مرزا مخدوم جانی	۹۸۸	زید بن ارقم	نواقض
۱۴۸	شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ العیدروس	۹۹۰	عبدالرحمن بن عوف	کتاب العقد النبوی
۱۴۹	کمال الدین بن برہان الدین جہرمی			براہین قاطعہ

حوالہ	صحابی راوی حدیث	سنہ وفات	...ثقلین	
تاج الدرہ شرح قصیدہ بردہ			...بن	
اربعین	حذیفہ بن اسید	۱۰۰۰	...اللہ الشیرازی	
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ شرح شفاء قاضی عیاض	زید بن ارقم	۱۰۱۴	...ری المعروف	
فیض القدیر شرح جامع صغیر، تیسیر شرح جامع صغیر	زید بن ارقم، زید بن ثابت	۱۰۳۱	...ف بن تاج العارفین ...لمنادی	
رسالہ عقائد			ملا یعقوب لاہوری	۱۵۴
انسان العیون فی سیرۃ المامون		۱۰۴۴	نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی الحلبی	۱۵۵
وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل	ابو سعید الخدری، زید بن ارقم، زید بن ثابت جابر بن عبد اللہ، ضمیرۃ الاسلمی، حضرت علی، ابوذر، ابورافع ابوہریرہ ام ہانی، ام سلمہ، حذیفہ بن اسید عامر بن لیلی	۱۰۴۷	احمد بن الفضل بن محمد باکثیر المکی	۱۵۶
صراط سوی فی مناقب آل النبی۔	زید بن ارقم، ابوسعید الخدری جابر بن عبد اللہ زید بن ثابت، عبد الرحمن بن عوف، حضرت		محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری	۱۵۷

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
			علی، ابوہریرہ، آ... ابوالطفیل۔	
۱۵۸	سید محمد بن جلال ماہ بخاری			
۱۵۹	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲	زید بن ارقم	[illegible]
۱۶۰	شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی	۱۰۶۹	زید بن ارقم	[illegible] قاضی
۱۶۱	علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی البولاقی	۱۰۷۰		سراج منیر بسر
۱۶۲	صالح بن مہدی بن علی المقبلی الصنعانی	۱۱۰۸		ملحقات ابحاث م
۱۶۳	احمد آفندی المعروف بمنجم باشی	۱۱۱۳		تنقید العقود السنیہ رضی الدین حسینی
۱۶۴	محمد بن عبدالباقی بن یوسف الازہری الزرقانی	۱۱۲۲	زید بن ارقم	شرح مواہب لدنیہ
۱۶۵	حسام الدین بن محمد بن بایزید سہارنپوری		زید بن ارقم	مرافض
۱۶۶	میرزا محمد بن معتمد خان البدخشی		زید بن ارقم، زید بن ثابت، حذیفہ بن اسید جابر بن عبداللہ	مفتاح النجاء، نزل الابرار
۱۶۷	رضی الدین بن محمد بن علی بن حیدر الحسینی			تنقید العقود السنیہ بتمہید الدولت الحسینیہ
۱۶۸	محمد صدر عالم			معارج العلی
۱۶۹	ولی اللہ بن عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۶	زید بن ارقم	ازالۃ الخفا، قرۃ العینین

	...لین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	...سندی			دراساتُ اللبیب
	...ہر	۱۱۸۲	زید بن ارقم، ابو سعید الخدری، ایاس بن سلمہ، حضرت علی	روضۃ الہدایہ شرح تحفۃ العلویہ
	...صبان		زید بن ارقم	اسعاف الراغبین
	...بیدین محمد مرتضیٰ			تاج العروس من جواہر القاموس
	...محمد بن القادر الحلبی			ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل
۱۷۵	محمد مبین بن محب اللہ لکھنوی	۱۲۲۵	زید بن ارقم	وسیلۃ النجاۃ
۱۷۶	محمد اکرام الدین بن محمد نظام الدین			سعادۃ الکونین فی بیان فضائل الحسنین
۱۷۷	جمال الدین معروف مرزا حسن علی محدث		زید بن ارقم	تفریح الاحباب فی مناقب الآل والاصحاب۔
۱۷۸	عبدالرحیم بن عبدالکریم الصفی پوری			منتہی الارب
۱۷۹	ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ لکھنوی		زید بن ارقم	مرآۃ المومنین
۱۸۰	مولوی محمد رشید الدین خاں			رسالۃ الحق المبین فی فضائل اہلبیت سید المرسلین
۱۸۱	عاشق علی خاں			ذخیرۃ العقبیٰ فی ذکر فضائل ائمۃ الہدیٰ

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۱۸۲	شیخ حسن عدوی حمزاوی			
۱۸۳	سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ		زید بن ارقم، جابر بن عبد اللہ، ابو ابوسعید الخدری، حذیفہ بن اسید حذیفہ بن الیمانی، عبد اللہ بن عباس حضرت علی، امام حسن، زید بن ثابت، جبیر بن المطعم، سلمان فارسی، ابو قدامہ، خزیمہ بن ثابت، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابوشریح الخزاعی، ابو ایوب انصاری، عامر بن ابی لیلی، ابو رافع، ام ہانی، ام سلمہ، فاطمۃ الزہراء، عبد الرحمن بن عوف	
۱۸۴	صدیق حسن خان		زید بن ارقم	سراج وہاج شرح صحیح مسلم
۱۸۵	مولوی حسن زماں		زید بن ثابت	قول الحسن فی فخر الحسن

یہ نقشہ بہت واضح اور مفصل ہے جس کا جی چاہے اصل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے اس نقشہ کو ہم نے کئی کتب خصوصاً کتاب مستطاب عبقات الانوار حدیث ثقلین سے مرتب کیا ہے ان احباب کی سہولت کے لئے جو عربی زبان سے ناواقف ہیں ہم چند مشہور علماء و محدثین و محققین کی کتابوں سے اقتباسات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں اس حدیث کو متعدد طرق

کم سے کم دس موقعوں پر مسند میں مختلف طرق کے ساتھ

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو) ابو سعید الخدری	الملک
سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب	ن عطیۃ
رسولخدا نے کہ میں تمہارے درمیان	سعید الخدری
دو نہایت عظیم الشان چیزیں چھوڑتا	ل اللہ صلے اللہ
ہوں جب تک تم ان کو پکڑے	انی قد ترکت
رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے	ما ان اخذ تم بہ
ان میں ایک دوسرے سے بڑا ہے	ن تضلوا بعدی الثقلین
ایک کتاب اللہ زمین سے آسمان	احدھما اکبر من الآخر کتاب
تک حبل متین اور دوسری میری عترت	اللہ حبل ممدود من السماء
اہل بیت خبردار وہ دونوں ایک دوسرے	الی الارض و عترتی اھلبیتی
سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس	الا وانھما لن یفترقا حتی یردا
روز قیامت حوض کوثر پر حاضر ہوں۔	علیّ الحوض

امام احمد بن حنبل مسند الجزء الثالث ص ۱۴ و ۱۷ و ۲۶

نیز ملاحظہ ہو:۔ الجزء الرابع ص ۳۶۷ و ۳۷۱ و الجزء الخامس ص ۱۸۲ و ۱۸۹

ترمذی۔ سنن

ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف ابن عساکر۔ تاریخ الکبیر الجلد الخامس حصہ تہذیب

ترجمہ زید بن ارقم ص ۴۳۶

نسائی:۔ کتاب الخصائص

علی المتقی:۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۶۷ لغایت ۵۹۷۲

الحاکم:۔ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۴۸

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن محمد سخاوی اپنی کتاب ارتقاء الغرف کیب

انرباء الرسول ذوی الشرف میں بعد بیان تفسیر آیہ مودۃ کے لکھتے

واذ قد بان لک الصحیح فی تفسیر	اور جب تم کو اس
هٰذہ الاٰیۃِ فاقول قد جاءت	معلوم ہوگئی تو یہ
الوصیۃ الصریحۃ باھل البیت	کہ آنحضرت کا اپنے اہل
فی غیرھا من الاحادیث فعن	بیت وصیت کرنا ان
سلیمان بن مھران الاعمش	متواترہ سے بھی ثابت ۔
عن عطیۃ بن سعد العوفی	بن مہران الاعمش روایت کرتے
وحبیب بن ابی ثابت اولھما عن	ابوسعید الخذری سے بتوسط عطیۃ بن
ابی سعید الخدری رضی اللہ	سعد العوفی اور زید بن ارقم سے بتوسط حبیب
عنہ وثانیھما عن زید بن ارقم	بن ابی ثابت کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ
رضی اللہ عنہ قال قال رسول	میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی	جاتا ہوں اگر تم نے ان کو پکڑے رکھا تو
تارک فیکم ما ان تمسکتم	تم کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہوگے وہ دونو
بہ لن تضلوا بعدی احدھما	عظمت میں مساوی درجہ رکھتے ہیں کتاب اللہ
اعظم من الاٰخر کتاب اللہ	جو آسمان سے زمین تک حبل متین ہے
حبل ممدود من السماء الی الارض	اور میرے عترت اہل بیت اور وہ
وعترتی اھلبیتی ولن یفترقا	دونوں ایک دوسرے سے جدا نہوں گے
حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف	یہاں تک کہ قیامت کے روز میرے
تخلفونی فیھما اخرجہ الترمذی	پاس حوض کوثر پر وارد ہوں دیکھو تم ان سے
فی جامعہ وحدیث ابی سعید	میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو اس حدیث کو ترمذی
عند احمد فی مسندہ من حدیث	نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابوسعید خدری
الاعمش وکذا من حدیث ابی	کی روایت مسند احمد حنبل بن اعمش کے توسط
اسرائیل الملائی اسماعیل بن	سے درج ہے اور اسی طرح روایت ابواسرائیل الملائی

ابی سلیمان	اسمٰعیل بن خلیفہ و عبد الملک بن ابی
وسط من	سلیمان پائی جاتی ہے اس ہی حدیث
ربعتہم عن	کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا
علی وآخرون	ہے یہ حدیث بہت طرق سے مروی ہے اور
ابن الجوزی	بہت مشہور ہے ابو یعلیٰ نے اور دوسرے علما
تناهیه بل	نے اس حدیث کی تصدیق و توثیق کی ہے
ذلك قوله انه حديث	مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب
معه ما سیاتی من طرقه	علل المتناہیہ میں اس حدیث پر کیوں
التی بعضها فی صحیح مسلم	شبہ وارد کیا ہے اور اس سے زیادہ عجب

انگیز اس کا یہ قول ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے حالانکہ اس حدیث کا طرق کے ساتھ مروی ہے جن کا ذکر اب ہم کرتے ہیں، چند طرق ان میں سے صحیح مسلم میں درج ہیں،

(اس کے بعد علامہ موصوف ان طرق کو بیان کرتے ہیں)

واخرجه الحاکم فی المستدرک	علامہ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک علی
من حدیث الاعمش عن حبیب	الصحیحین میں حدیث ثقلین کو زید ابن
بن ابی ثابت عن ابی الطفیل عامر	ارقم سے بواسطہ اعمش و ابو الطفیل عامر
بن واثلہ عن زید بن ارقم رض	بن واثلہ ان الفاظ میں لکھا ہے کہ
ولفظه لما رجع رسول الله	جب جناب رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس
صلی الله علیه وسلم من حجة	ہو کر غدیر خم پر تشریف لائے تو حکم دیا کہ درختوں
الوداع ونزل غدیر خم امر	کے نیچے کی جگہ صاف کی جائے اور منبر نصب
بدوحات فقممن ثم قال	کی جائے ...
کانی قد دعیت فاجبت انی	ارشاد فرمایا کہ عنقریب میں اس دنیا کو
قد ترکت فیکم الثقلین احدهما	رحلت کر جاؤں گا میں تمہارے درمیان
اکبر من الآخر کتاب الله	دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں جو دونوں

عز وجل وعترتی فانظروا کیف
تخلفونی فیہما فانہما لن یفترقا
حتی یردا علی الحوض ثم قال
ان اللہ عز وجل مولای وانا
ولی کل مومن ومومنة من
کنت مولاہ فعلی مولاہ ومن
حدیث سلمہ بن کہیل عن ابیہ
عن ابی الطفیل ایضا بلفظ
نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم بین مکة والمدینة عند
سمرات خمس دوحات عظام
فکنس الناس ما تحت السمرات
ثم راح رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عشیة فصلی ثم قام خطیبا
فحمد اللہ تعالی عز وجل واثنی علیہ
وذکر ووعظ فقال ما شاء اللہ
ان یقول ثم قال یا ایہا الناس انی
تارک فیکم امرین لن تضلوا
ان تبعتموہا وہما کتاب اللہ و
اہل بیتی عترتی وحدیث ابی
الضحی مسلم بن صبیح عن زید
بن ارقم مقتصرا علی قولہ انی
تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ

عظمت میں م
میری عترت
میرے بعد
ہو وہ دونوں
ہونگے یہاں تک
کوثر پر میرے پاس
فرمایا کہ خدا میرا مولا ہے
ومومنات کا ولی ہوں
ہوں اس کا علی مولا ہے سلمہ بن کہیل
اس کے اپنے باپ سے ہے جنہے ابو الطفیل
سے روایت کی، الفاظ یہ ہیں کہ جناب رسولخدا
درمیان مکہ و مدینہ بڑے درختوں کے
پاس ٹھہرے لوگوں نے درختوں کے نیچے
کی جگہ صاف کی، تھوڑی دیر آرام
کرنے کے بعد جناب رسولخدا نے نماز پڑھی
پھر خطبہ ارشاد فرمایا حمد و ثنا باری تعالی
کے بعد نصائح و وعظ فرمائے پھر فرمایا کہ
اے لوگو میں تمہارے درمیان دو بزرگ
چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان کی پیروی
کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے وہ دو
چیزیں ہیں کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت
ابو الضحی مسلم بن صبیح کی روایت زید ابن ارقم
سے اس طرح ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے

ان لن يتفرقا
ض وقال
ن الثلاثه
رط الشيخين
اا اخرجه مثله
بن مجده عن زيد
د ووافقه على تخريج هذه
ق الطبراني في الكبير وفيها
وصف ذلك اليوم بانه ما اتى
علينا يوم كان اشد حرامته
واخرجه الطبراني ايضا من
حديث حكيم بن جبير عن
ابي الطفيل عن زيد وفيه من
الزيادة عقب قوله وانهما لن
يتفرقا حتى يردا على الحوض
سالت ربي ذلك لهما فلا
تقدموهما فتهلكوا ولا تقصروا
عنهما فتهلكوا ولا تعلموهم
فانهم اعلم منكم وفي الباب عن
جابر وحذيفه بن اسيد و
خزيمه بن ثابت وسهل بن
سعد وضمير وعامر بن ليلى
وعبد الرحمن بن عوف وعمد

ہیں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں
چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ و میرے
اہل بیت بتحقیق کہ وہ دونوں ایک دوسرے
سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ قیامت
کے قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے
پاس وارد ہوں۔ تمام طرق کے بیان
کرنے کے بعد حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث
شرائط شیخین یعنی بخاری و مسلم کے مطابق
صحیح ہے اگرچہ ان دونوں نے اس
مکمل حدیث کو بیان نہیں کیا، اور اسی
طرح حاکم نے اس حدیث کو یحییٰ بن
مجدہ کے ذریعہ سے زید ابن ارقم سے
روایت کیا ہے اور اسی طرح روایت کرنے
میں حاکم کی موافقت طبرانی نے بھی معجم
کبیر میں کی ہے اور اس میں اس دن کی یہ
صفت بیان کی ہے کہ اس سے زیادہ گرم
دن ہمارے اوپر نہیں آیا، طبرانی نے
اس حدیث کو حکیم بن جبیر عن ابی الطفیل
عن زید ابن ارقم کی روایت سے لکھا ہے
اور اس میں آنحضرت ؐ کے اس قول کے
بعد کہ یہ دونوں جدا نہوں گے یہاں
تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد
ہوں یہ بھی اینزاد کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم

اللہ بن عباس وعبد اللہ بن	ان سے
عمرو وعدی بن حاتم وعقبہ	ہو جاؤ
بن عامر وعلی بن ابی طالب	میں کو
وابی ذر وابی رافع وابی الشریح	ہو جاؤ
الخزاعی وابی قدامۃ الانصاری	کو سکھانے
وابی هریرة وابی الهیثم بن	تم سے زیادہ
التیهان و [illegible] قریش	جابر بن عبد اللہ و [illegible]
ام [illegible]	خزیمہ بن ثابت و [illegible]
الطالب [illegible]	و عامر بن لیلی و عبد [illegible]
للہ علیہم الخ۔	[illegible]

عمرو [illegible] بن حاتم [illegible] علی بن ابی طالب [illegible]
الخزاعی [illegible] قدامۃ الانصاری [illegible] و ابو ہریرہ و ابو الهیثم بن [illegible] قریش کے
دیگر مرد [illegible] ام [illegible] بنت ابی طالب [illegible] مروی ہے۔
[illegible] حدیث ثقلین کو ان تمام [illegible]
[illegible]
[illegible] کتاب جواہر [illegible]
میں حدیث ثقلین [illegible] کو نقل کرنا
باعث طوالت [illegible] ہم یہاں نقل کرتے ہیں

الذکر الرابع۔ ذکر حثه صلی اللہ	ترجمہ ذکر چہارم۔ بیان [illegible] جناب
علیہ وسلم الامۃ علی التمسک	رسول [illegible] امت کو تمسک کتاب اللہ
بعدہ بکتاب ربهم واهل بیت	و عترت رسول اللہ کی طرف بلایا اور حکم
نبیهم وان یخلفوه فیهما بخیر	دیا [illegible] ساتھ آپ کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	[illegible]

عنهما وسوال
ه كيف
الله عليه
صيته صلى الله
هل بيته و
اوصاة بهم
وصوا باهلبيتي
انی اخاصمكم عنهم غدا و
ن اكن خصيمه اخصمه و
من اخصمه دخل النار وحشه
صلى الله عليه وسلم على
حفظهم وانها بزعم [illegible]
من زید ابن ارقم رضی الله
عنه قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم انی تارك
فیكم ما ان تمسكتم به لن
تضلوا بعدی احدهما اعظم
من الآخر كتاب الله حبل
ممدود من السماء الی الارض
وعترتی اهلبیتی ولن
یفترقا حتی یردا علی الحوض
فانظروا بما تخلفونی فیهما
اخرجه الترمذی فی جامعه

قیامت ہر ایک سے جو حوض کوثر پر آئیگا
سوال کریں گے کہ آپ کے بعد ان دونوں
سے وہ کس طرح پیش آیا اور خداوند تعالےٰ
امت محمدیہ سے سوال کریگا کہ انہوں نے
اپنے نبی کے بعد ان دونوں سے کیسا
سلوک کیا آپ نے وصیت فرمائی کہ آپ کے
اہل بیت کی پیروی آپ کے بعد کریں
اور خداوند تعالیٰ نے بھی اپنے رسول کو
وصیت کی کہ وہ اپنی عترت کے متعلق
اپنی امت کو وصیت کریں آنحضرت نے
فرمایا کہ میرے اہلبیت کے ساتھ نیکی کرو
کیونکہ روز قیامت میں تم سے ان کے
متعلق مخاصمت کروں گا جن سے میں
مخاصمت کروں گا اس کا میں دشمن ہوں گا
اور جس کے ساتھ میں نے مخاصمت کی وہ دوزخ
میں ڈالا جائیگا اور آنحضرت نے حکم دیا
کہ اہل بیت رسول کے حقوق کی حفاظت
کرو اور ان کی سختیوں سے درگزر کرو زید
ابن ارقم سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا
کہ میں تم میں دو بزرگ و عظیم الشان چیزیں
چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے ان سے تمسک کیا تو
تم کبھی میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے وہ دونوں
عظمت میں برابر ہیں کتاب اللہ جو ایک

وقال حسن غریب واخرج	مضبوط ذریعہ
احمد معناہ فی مسندہ عن	اور میری عترت
ابی سعید الخدری ولفظہ	دوسرے سے
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	تک کہ روز قیامت
وسلم قال انی اوشك ان	میرے سامنے آئینگے
ادعی فاجیب وانی تارك فیکم	کے ساتھ میرے بعد کیا
الثقلین کتاب اللہ حبل	اس حدیث کو ترمذی نے
ممدود من السماء الی الارض	بیان کیا ہے اور اس کی تصدیق
وعترتی اھلبیتی وان اللطیف	اور امام احمد حنبل نے اس کو اپنی مسند
الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا	میں بیان کیا ہی اور اس کو ابو سعید الخدری
حتی یردا علی الحوض فانظروا	سے روایت کیا ہی اس کے الفاظ یہ ہیں کہ
بما تخلفونی فیھما واخرجہ	جناب سوکخدا نے فرمایا کہ میں خیال کرتا
ایضا الطبرانی فی الاوسط و	ہوں کہ عنقریب میں تم میں سے رحلت کر جاؤں
ابو یعلی وغیرھما وسندہ لا	میں اپنے پیچھے تمہارے درمیان دو
باس بہ واخرجہ الحافظ	بزرگ و عظیم القدر چیزیں چھوڑ جاتا
ابو محمد عبد العزیز بن الاخضر	ہوں ایک تو کتاب اللہ جو ایک مضبوط
فی معالم العترۃ النبویۃ الخ	رسی ہے آسمان سے زمین تک اور

دوسرے میری عترت اہلبیت بتحقیق کہ خداوند تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہی کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پس دیکھو تم ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو، طبرانی نے اس حدیث کو اپنی معجم اوسط میں اور ابو یعلی اور ان کے علاوہ اور بہت سے علماء نے اس کو بیان کیا ہے، اور اس کے اسناد نہایت ثقہ اور معتبر ہیں جن پر بلا خوف وخطر اعتبار کیا جا سکتا ہے، اس حدیث کو حافظ ابو محمد عبد العزیز بن

م العترۃ النبویہ میں بیان کیا ہے الخ
ضل مؤلف نے ابن الجوزی کے اعتراضات کا جواب
و لئی طرق سے نقل کرنے کے بعد ثابت کیا ہے کہ
مام نہیں ہوا اس ہی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں :۔

اللہ انی	تیسرا سلسلہ رواۃ یہ ہے فرمایا آنحضرت
ملین کتاب	نے کہ میں تمہارے درمیان دو عظیم
یتی وانہما لن	القدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں
ن یردا علی الحوض	کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیت
خرجہ الطبرانی وزاد فیہ	وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا
عقب قولہ انہما لن تفترقا	نہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت
حتیٰ یردا علی الحوض سالت	حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں
ربی ذلك لهما فلا تقدموهما	طبرانی نے بھی یہی حدیث بیان کی
فتهلكوا ولا تقصروا عنهما	ہے اور اس جملہ کے بعد کہ یہ ایک
فتهلكوا ولا تعلموهم فانهم	دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں
اعلم منكم	تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر

پر میرے پاس آویں یہ الفاظ مزید بیان کئے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم ان دونوں سے پیش قدمی نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور نہ ان کی پیروی میں کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور میری عترت اہل بیت کو تم سکھانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

ابن حجر مکی نے اس حدیث کی توثیق و تصدیق میں کوشش بلیغ کی ہے اور لکھا ہے کہ ابن الجوزی کا اعتراض بالکل لغو ہے کیونکہ اس نے صرف ایک سلسلہ کو لے لیا ہے اور دیگر طرق پر غور نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو

ابن حجر مکی :۔ صواعق محرقہ الباب الحادی عشر ص ۸۹

جناب رسول خدا کی یہ تاکید کہ میرے اہل بیت
ورنہ ہلاک ہوگے اور ان کو سکھانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ
علم رکھنے والے ہیں نہایت غور کے قابل ہے، اسلام میں
اس ارشاد پر نہ عمل کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں آنحضرتؐ
ارشاد کو اُن حوالجات کے کہ جن کا ذکر اوپر ہوا ہے احمد بن الفضل بر
کتاب وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل میں اور محمود بن محمد بن علی الشیخانی
مرا مسوی فی مناقب آل النبی میں اور ابن حجر مکی نے صواعق میں بیان کیا ہے

شیخ سلیمان بن ابراہیم :۔ ینابیع المودۃ الباب الثالث والباب الرابع
ص ۲۰ و ۳۹ و ۲۷ و ۲۹ لغایت ۴۱۔
ابو عبداللہ الحاکم :۔ مستدرک علے الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ
ص ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۴۸
الثعلبی :۔ تفسیر کشف البیان عن تفسیر القرآن بتفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔
جلال الدین سیوطی :۔ کتاب الدر المنثور بتفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و آیہ مودۃ
احیاء المیت بر حاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۴
و ۱۱۶۔
محمد بن علی الصبان :۔ اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار ص ۱۰۱ و ۱۰۲
محمد بن عبدالباقی الزرقانی۔ شرح مواہب لدنیہ الجزء السابع ص ۵
یوسف بن اسمٰعیل :۔ شرف المؤبد ص ۱۷ و ۱۸
نور الدین بن علی الحلبی :۔ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۳۰۸
شیخ عبداللہ بن محمد :۔ کتاب الاتحاف ص ۶
علامہ البغوی :۔ مصابیح السنۃ الجزء الثانی ص ۲۷۸ و ۲۷۹

آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر جتنا بھی غور کیا جائے کم ہے آپ کا یہ خطبہ بہت پرمعنی اور
پیشین گوئیوں سے بھرا ہوا تھا وہ لوگ کیا جواب دیں گے جنھوں نے خلافت

بن ابی طالبؑ پر سبقت کی سبقت تو کر گئے، مگر جناب رسول
وسلم کی پیشین گوئی بھی کیسی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس
نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام میں فرقہ بندی پیدا ہو گئی، دنیاوی وجاہت
حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر بے جا سبقت کرنے کی
ن، اور چونکہ یہ لوگ دورِ اوّل کے مسلمان تھے اُن کے بعد
نسلوں نے اُن کے اِس طرزِ عمل کو اپنی وجاہت پسندی اور ہوس
کے لئے ایک بہانہ بنالیا، مرکزیت جاتی رہی، اطاعت کا مادّہ نہ رہا، ہر
شخص اپنے تئیں امام فقہ اور صاحب ولایت سمجھنے لگا، جب استحقاق اہلیت
واعلمیت وقرابتِ رسول کی تخصیص ہی جاتی رہی اور جو شخص اپنے تئیں مسندِ حکومت
پر دراز کر سکا وہ ہی امام مفترض الطاعت سمجھا جانے لگا، تو پھر ہر ایک شخص نے جس
کی لاٹھی اس ہی کی بھینس کے اصول پر عمل کرنا شروع کر دیا، لہٰذا ہر ایک شخص
کے دل میں خلافت کی خواہش پیدا ہو گئی، کئی امیدواران خلافت ہوتے رہے
اور فتنہ و فساد پیدا کرتے رہے جس طرح خلافت کے امیدوار پیدا ہو گئے، اسی طرح
امامت کے امیدوار برسات کے مینڈکوں کی طرح نکل آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے امام
اتنے فرقے، ہر ایک کا مصلّے الگ، گوشہ الگ، عین خانہ کعبہ میں چار فرقے بن گئے
یہی نہیں کہ فرقے بن گئے بلکہ امت میں تسلیم کئے جانے لگے، اور اب تو چار سے
بھی زائد ہو گئے یہ فرقہ بندی ان ہی اصول وعقائد کا تو نتیجہ ہے مگر جب اس فرقہ
بندی سے اسلام میں کمزوری وگمراہی پیدا ہوئی، مرکزیت نہ رہی، اطاعت کا
جوہر نہ رہا، سارا شیرازہ بکھر گیا تو اب لگے ڈاڑھیں مار کے رونے۔ ہائے ہائے ؎

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

لیکن اس ہائے ہائے کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے، جناب رسولخداؐ نے تو پہلے
ہی کہہ دیا تھا کہ اگر اہلِ بیت وعترت کو چھوڑ دو گے، اُن سے سبقت کرو گے

لو تم مستغرق ہو جاؤ گے، گمراہ ہو جاؤ گے، تم نے سبقت
کیسا، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عترت سے سو
وضلالت ہے اور یہ سارے امام جو ہوئے ہیں ان سے اختلا
ابو حنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق سے اختلاف کیا اور اپنا
بخاری کی رائے میں ان کے بہت سے علماء نقل کفر کفر نہ با
عسکریین علیہما السلام سے اعلم و افضل تھے بقول پیغمبر علیہ السلام۔
کیا ہے۔

اس حدیث کو آنحضرت صلعم نے بستر مرگ پر بھی ارشاد فرمایا اور آخر دور
امت کو تمسک ثقلین کی ہدایت فرماتے رہے چنانچہ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر اپنی
وسیلۃ المآل میں لکھتے ہیں:۔

وَاخرجہ محمد بن جعفر البزار عنہا	محمد بن جعفر نے حضرت ام سلمہ سے
(ام سلمہ) بلفظ سمعت رسول	روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی	نے رسول خدا کو اپنے مرض الموت
مرضہ الذی قبض فیہ وقد	میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے جب کہ ان
امتلاءت الحجرۃ من اصحابہ	کا کمرہ اصحاب سے بھرا ہوا تھا کہ اے
قال ایھا الناس یوشك ان	لوگوں بہت جلد میں تم سے رخصت
اقبض قبضا سریعا فینطلق	ہونے والا ہوں اب میں رحلت کر جاؤنگا
بی وقد قدمت القول معذرۃ	میں پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں اور
الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب	اب پھر کہتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان
اللہ عز وجل وعترتی اھلبیتی	دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں،
ثم اخذ بید علی فقال علی مع	کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیت
القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان	پھر آپ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ علی قرآن
حتی یردا علی الحوض فاسالھما	کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے

خرجہ البزار — یہ دونوں ہرگز کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حتی کہ حوض کوثر پر قیامت

ار دہوں اور میں ان دونوں سے سوال کرونگا کہ میرے بعد
میا گیا، وارقطنی نے یہ روایت اسناد کے ساتھ ام سلمہ سے نقل کی ہے
ری نے بھی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں یہی بیان کیا ہے چنانچہ

دیث التمسک بذلک طرقا — تو جان لے کہ حدیث ثقلین بہت کثیر
ردت عن نیف وعشرین صحابیا و — طرق کے ساتھ تقریباً ۲۰ صحابیوں سے
مرلہ طرق مبسوط فی حادی عشر الشبہ — مروی ہے اور ان طرق کا ذکر شبہ گیارہ
وفی بعض تلک الطرق انہ قال ذلک بحجۃ — میں گذر چکا ہے ان میں سے چند طرق
الوداع بعرفہ وفی اخری انہ قال لہ — میں ہے کہ یہ حدیث حجۃ الوداع میں بیان
بالمدینۃ فی مرضہ وقد — کی اور بعض میں یہ ہے کہ مدینہ میں بھی
امتلاءت الحجرۃ باصحابہ و — آنحضرت نے اپنے مرض موت میں بیان
فی اخری انہ قال ذلک بغدیر — کیا جبکہ آپ کا حجرہ اصحاب سے بھرا ہوا تھا۔
خم وفی اخری انہ قال لما قام — غدیر خم کے موقعہ پر بھی بیان کی گئی اور
خطیبا بعد انصرافہ من — بوقت واپسی از طائف بھی آنحضرت نے
الطائف کما مرولا تنافی اذلا — اس کو بیان کیا اور امر واقعہ یہ ہے کہ ان
مانع من انہ کرر علیہم ذلک — سب موقعوں پر اس حدیث کی تکرار آنحضرت نے
فی تلک المواطن وغیرھا اھتماما — کی اور ان کے علاوہ بھی تاکہ قرآن شریف
لشان الکتاب العزیز والعترۃ — وعترت طاہرہ کی عظمت لوگوں پر واضح
الطاھرۃ وفی روایۃ عند — ہو جائے طبرانی نے ابن عمر سے اپنے اسناد
الطبرانی عن ابن عمران آخر — نقل کیا ہے کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ موت
ما تکلم بہ النبی صلی اللہ — کے وقت آخری فقرہ جو آنحضرت نے کہا

علیہ وسلم اخلفونی فی اہل ... وہ یہ تھا کہ یہ
بیتی۔ ابن حجر مکی۔ صواعق محرقۃ الباب ... کے ساتھ حسن
الحادی عشر ص ۸۹ و ۹۰ و ۱۳۵۔

یہ تھی جناب رسولخدا کی آخری وصیت، امت نے ا
بنی ساعدہ کے جلسے جمل وصفین کے معرکے اور کربلا کے خون
اور قیامت تک بہائیں گے، امت نے اپنے پیارے رسول کی
خواہش کو کس طرح پورا کیا ہمارے قلم میں طاقت نہیں کہ کہہ سکے نہ ہما
یارا کہ بیان کرسکے، تاریخ کے صفحے پڑھیئے اور آنکھوں سے خون جگر بہ

(ب) حدیث غدیر

ثم قال یا ایھا الناس ان	حدیث ثقلین کے بعد آپ نے فرمایا کہ ای
اللہ مولائی وانا مولی المومنین	لوگو! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین
وانا اولی بھم من انفسھم	کا مولا ہوں اور ان کی جانوں پر
فمن کنت مولاہ فھذا علی	تصرف رکھتا ہوں پس جس کا میں مولا
مولاہ اللھم وال من والاہ	ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے خداوندا
وعاد من عاداہ وانصر من	دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست
نصرہ واخذل من خذلہ	رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن

رکھے، مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑدے اس کو جو علیؑ کو چھوڑے

یہ حدیث حد تواتر کو پہونچ چکی ہے اور اس کی صحت شبہ سے بالاتر ہے۔ حدیث
ثقلین کے ساتھ ساتھ ہی اس کے بعد یہ حدیث آپ نے ارشاد فرمائی اور جس نے
حدیث ثقلین کی توثیق و تصدیق کی ہے وہ ہی اس کی صحت سے بھی اقبال کرتا ہے
مگر چونکہ یہ حدیث ہمارے سوال زیر بحث پر براہ راست حاوی ہے اور ہمارا دعویٰ
تقرری خلیفہ و جانشین کو بغیر کسی شک و شبہ کے بہت اچھی طرح ثابت کرتی ہے، لہذا مزید

م محققین و محدثین و مورخین و علماء و فقہاء کی تصنیفات
نھوں نے اس حدیث غدیر کی صحت کی تصدیق و توثیق کی

	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	ہجری	زید ابن ارقم	تاریخ ابن کثیر شامی صواعق محرقہ ابن حجر نواقض الروافض محمد بن عبدالرسول
	سندہ ابو عروۃ الازدی سنہ ۱۵۳	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر
	ر... بن یونس السبیعی ابو یوسف الکوفی سنہ ۱۶۲	حضرت علیؑ	تاریخ ابن کثیر
۴	شریک بن عبداللہ القاضی سنہ ۱۷۷	ابو ایوب انصاری	تاریخ ابن کثیر
۵	محمد بن جعفر المدنی المعروف غندر سنہ ۱۹۳		مسند احمد حنبل
۶	ابو وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی سنہ ۱۹۶	بریدۃ الاسلمی	مناقب تالیف احمد حنبل
۷	عبداللہ بن نمیر الہمدانی سنہ ۱۹۹	حضرت علیؑ	مسند احمد حنبل
۸	محمد بن عبداللہ ابو احمد الزبیری سنہ ۲۰۳	حضرت علی	مسند احمد حنبل
۹	یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی سنہ ۲۰۳	ابو ایوب انصاری	مسند احمد حنبل
۱۰	محمد بن ادریس الشافعی سنہ ۲۰۴		نہایۃ اللغت ابن الاثیر۔ مجمع البحار محمد طاہر گجراتی۔
۱۱	اسود بن عامر شاذان الشافعی سنہ ۲۰۸	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل
۱۲	عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی سنہ ۲۱۱	براء بن عازب، حضرت علی	تاریخ ابن کثیر شامی، کتاب المناقب احمد حنبل
۱۳	حسین بن محمد المروزی سنہ ۲۱۳	حضرت علی، زید ابن ارقم	مسند احمد حنبل

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث غدیر	
۱۴	الفضل بن دکین ابو نعیم الکوفی سنہ ۲۱۹	بریدۃ الاسلمی	مسند
۱۵	عفان بن مسلم الصفار سنہ ۲۲۰	زید بن ارقم	مسند ا
۱۶	سعید بن منصور الخراسانی سنہ ۲۲۷	ابو ایوب انصاری ابو ہریرہ، ابن عمر، علی، طلحہ، انس، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص	کنز العمال وصابی
۱۷	ابراہیم بن الحجاج الشامی سنہ ۲۳۱	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر شامی
۱۸	علی بن حکیم الاودی سنہ ۲۳۱		مسند احمد حنبل
۱۹	علی بن محمد الطنافسی سنہ ۲۳۳	سعد بن ابی وقاص	سنن ابن ماجہ
۲۰	ہدیہ بن خالد البصری سنہ ۲۳۵	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر
۲۱	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ۲۳۵	براء بن عازب	مسند احمد حنبل
۲۲	عبیداللہ بن عمر القواریری سنہ ۲۳۵		تاریخ ابن کثیر، مسند احمد حنبل
۲۳	اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی المعروف بن راہویہ سنہ ۲۳۸	حضرت علی	کنز العمال علی متقی
۲۴	عثمان بن محمد ابو الحسن بن ابی شیبہ ۲۳۹	ابن عمر	کتاب الاکتفاء تالیف ابراہیم وصابی
۲۵	قتیبہ بن سعید البلخی سنہ ۲۴۰	زید بن ارقم	خصائص نسائی
۲۶	احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی سنہ ۲۴۱	زید بن ارقم، براء بن عازب، ابن عباس، ابو ایوب، بریدۃ الاسلمی	مسند
۲۷	ہارون بن عبداللہ ابو موسیٰ الحمال سنہ ۲۴۳	زید بن ارقم	خصائص نسائی

	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث غدیر	حوالہ
		ابوالطفیل عامر بن واثلہ	
	شہ ۲۵۱	زید بن ارقم	صحیح ترمذی
	مزی سنہ ۲۵۲		خصائص نسائی
	ہدی سنہ ۲۵۷	سعد بن ابی وقاص	تاریخ ابن کثیر
	ہا سنہ ۲۵۸	حضرت علیؓ	خصائص نسائی
	سف الشاعر البغدادی سنہ ۲۵۹	حضرت علیؓ	زوائد مسند احمد حنبل
	ابن عبداللہ الاصبہانی	بریدۃ الاسلمی	مفتاح النجا مرزا محمد ابن معتمد خان، کنز العمال علی متقی
	حسن بن علی بن عفان العامری سنہ ۲۷۰	ابوہریرہ، ابوسعید الخدری، انس بن مالک	تاریخ ابن کثیر
۳۵	محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی سنہ ۲۷۳	براء بن عازب	سنن خود
۳۶	عبداللہ بن مسلم الدینوری المعروف ابن قتیبہ سنہ ۲۷۶	عمرو بن العاص	کتاب الامامت والسیاست
۳۷	محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی سنہ ۲۷۹	بریدۃ الاسلمی، زید ابن ارقم	صحیح ترمذی، جامع صغیر سیوطی
۳۸	احمد بن عمرو بن ابی عاصم المعروف ابن ابی عاصم سنہ ۲۸۷	حضرت علیؓ	کتاب السنۃ، کنز العمال علی متقی۔
۳۹	ذکریا بن یحیی السجزوی الخیاط سنہ ۲۸۹	سعد بن ابی وقاص	خصائص نسائی
۴۰	عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی سنہ ۲۹۰	حضرت علی، مالک بن الحویرث، براء ابن عازب، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص	زوائد مسند، کنز العمال علی متقی، تاریخ ابن کثیر شامی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۴۱	علی بن محمد الحصیص		خصا
۴۲	ابراہیم بن یونس البغدادی المعروف جرمی	سعد بن ابی وقاص	خصا
۴۳	احمد بن عمرو بن الخالق البزار سنہ ۲۹۲		کنز ا
۴۴	احمد بن شعیب النسائی سنہ ۳۰۳	بریدۃ الاسلمی، زید ابن ارقم	خصائص ابن کثیر شا
۴۵	حسن بن سفیان النسوی سنہ ۳۰۳	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر
۴۶	احمد بن علی ابویعلی سنہ ۳۰۷		تاریخ ابن کثیر شامی،
۴۷	محمد بن جریر الطبری سنہ ۳۱۰	ابو الطفیل عامر، ابو سعید الخدری، زید بن ارقم سعد بن ابی وقاص	کنز العمال علی متقی۔
۴۸	عبداللہ بن محمد ابوالقاسم البغوی سنہ ۳۱۷		ریاض النضرہ محب طبری
۴۹	محمد بن علی بن الحسین بن بشیر ابو عبداللہ الزاہدی حکیم ترمذی	حذیفہ بن اسید	مفتاح النجا میرزا محمد، نوادر الاصول
۵۰	احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی سنہ ۳۲۱		مشکلات الآثار
۵۱	احمد بن محمد بن عبد ربہ القرطبی سنہ ۳۲۸		کتاب العقد
۵۲	حسین بن اسمٰعیل المحاملی سنہ ۳۳۰	ابن عباس	جامع صغیر سیوطی، کنز العمال علی متقی، مرقاۃ شرح مشکوۃ، ملا علی قاری
۵۳	احمد بن محمد بن سعید ابو العباس المعروف ابن عقدہ سنہ ۳۳۲	ابو الطفیل عامر، خزیمہ بن ثابت، سہل بن سعد، عدی بن	کتاب خاص در طرق حدیث غدیر، منہاج السنۃ ابن تیمیہ فتح الباری ابن حجر عسقلانی برط

	...ی معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
		حاتم، عقبہ بن عامر، ابوایوب، ابو لیلیٰ، ابو الہیثم	سوی شیخانی القادری، جواہر العقدین سمہودی، فیض القدیر مناوی، مفتاح النجا میرزا محمد بن معتمد خان
	...العنبری سنہ ۳۴۲	سعد بن ابی وقاص	مستدرک علی الصحیحین حاکم۔
	...الجزری [illegible]	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین حاکم
	...عبداللہ البزاز الشافعی سنہ ۳۵۴	زید بن ارقم	تاریخ ابن کثیر شامی
	...محمد بن حیان البستی سنہ ۳۵۴	ابو الطفیل عامر	ریاض النضرۃ محب طبری، مفتاح النجا میرزا محمد بن معتمد خاں
۵۸	سلیمان بن احمد الطبرانی سنہ ۳۶۰	عمرو بن مرہ، زید بن ارقم، حبشی بن جنادہ، ابوہریرہ، انس بن مالک، ابوسعید الخدری، بریدہ بن حصیب	کنز العمال علی متقی، تاریخ ابن کثیر شامی۔
۵۹	احمد بن جعفر القطیعی سنہ ۳۶۸	ابن عباس	مستدرک علی الصحیحین للحاکم۔
۶۰	علی بن عمر الدارقطنی سنہ ۳۸۵	حضرت علیؑ	کنز العمال علی متقی
۶۱	عبیداللہ بن عبداللہ المعروف ابن البطہ سنہ ۳۸۷	براء بن عازب	مناقب ابن شہر آشوب۔
۶۲	محمد بن عبدالرحمن المخلص الذہبی سنہ ۳۹۳	براء بن عازب، زید بن ارقم، حبشی بن جنادہ	ریاض النضرہ محب طبری
۶۳	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم سنہ ۴۰۵ ہجری	بریدۃ الاسلمی، زید بن ارقم، طلحہ	مستدرک علی الصحیحین۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
٦٤	عبدالملک بن محمد بن ابراہیم الخرکوشی سنہ ٤٠٧ھ	براء بن عازب	
٦٥	احمد بن عبدالرحمن بن احمد الفارسی ٤٠٤	ابن عباس	
٦٦	احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی سنہ ٤١٠ھ		
٦٧	احمد بن محمد بن یعقوب ابو علی مسکویہ ٤٢١		ندیم الفر
٦٨	احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی ٤٢٧ھ	براء بن عازب	تفسیر کشف البیان
٦٩	احمد بن عبداللہ ابو نعیم الاصبہانی ٤٣٠ھ	زید بن ارقم، براء بن عازب	کنز العمال علی متقی
٧٠	اسمٰعیل بن علی بن الحسین المعروف ابن سمان سنہ ٤٤٥ھ	ابو ایوب انصاری، براء بن عازب، عمر بن الخطاب	ریاض النضرہ محب طبری
٧١	احمد بن الحسین بن علی البیہقی سنہ ٤٥٨ھ	براء بن عازب	فصول مہمہ ابن الصباغ مالکی
٧٢	یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر سنہ ٤٦٣ھ	بریدہ، ابو ہریرہ، براء بن عازب، زید بن ارقم	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب
٧٣	احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی ٤٦٣ھ	حضرت علی	کنز العمال علی المتقی
٧٤	علی بن احمد ابو الحسن الواحدی ٤٦٨ھ	ابو سعید الخدری	اسباب نزول القرآن فی تفسیر آیۃ یا ایہا الرسول بلغ الآیۃ۔
٧٥	مسعود بن ناصر السجستانی سنہ ٤٧٧ھ	عبداللہ بن عباس	درایۃ فی حدیث الولایۃ۔
٧٦	علی بن محمد الجلابی المعروف ابن المغازلی ٤٨٣ھ	ابو ہریرہ	کتاب المناقب۔

نمبر	مدینہ مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	لله الحکانی		دعاۃ الہداۃ فی اداء حق الموالاۃ
	ن الخلعی سنہ ۴۹۲ھ	حضرت علی	کنز العمال علی متقی
	د الغزالی سنہ ۵۰۵		ستر العالمین
	د البغوی سنہ ۵۱۶	زید بن ارقم	مصابیح السنۃ
	معاویہ العبدری سنہ ۵۳۵	زید بن ارقم	جمع بین الصحاح السنۃ
	با محمد العاصمی	حضرت علی، براء بن عازب، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ	زین الفتی فی شرح سورۃ ہل اتی
۸۳	محمد بن عمر الزمخشری سنہ ۵۳۸		ربیع الابرار و نصوص الاخبار
۸۴	محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی		کتاب خصائص علویہ
۸۵	عبد الکریم بن محمد ابو سعد المروزی السمعانی سنہ ۵۶۲	براء بن عازب، ابوہریرہ، عمر بن الخطاب	غایۃ المرام، فضائل الصحابہ
۸۶	موفق بن احمد ابو المؤید المعروف بہ اخطب خوارزم سنہ ۵۶۸	براء بن عازب، عمرو بن عاص	کتاب المناقب
۸۷	عمر بن محمد بن خضر الاردبیلی المعروف ملا	براء بن عازب	وسیلۃ المتعبدین
۸۸	علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر سنہ ۵۷۱	حذیفہ بن اسید، طلحہ	کنز العمال علی متقی، تاریخ ابن کثیر شامی
۸۹	محمد بن عمر بن احمد ابو موسی سنہ ۵۸۱	عامر بن لیلیٰ، حذیفہ بن اسید	اسد الغابہ ابن الاثیر، فضائل الصحابہ
۹۰	فضل اللہ بن ابی سعید الحسن		کتاب المعتقد فی المعتقد

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
	ہزار تخمین		
۹۱	اسعد بن محمود بن خلف ابوالفتح العجلی سنہ ۶۰۰	حذیفہ بن اسید، عامر بن لیلیٰ بن ضمرہ	مر فص
۹۲	فخرالدین محمد بن عمر الرازی سنہ ۶۰۶	براء بن عازب ابن عباس	کتا مفاتیح
۹۳	مبارک بن محمد بن محمد ابوالسعادات المعروف ابن الاثیر سنہ ۶۰۶	زید بن ارقم	جامع الاصو الرسول۔
۹۴	علی بن محمد بن محمد الجزری المعروف ابن الاثیر سنہ ۶۳۰	عامر بن لیلیٰ، حذیفہ بن اسید، عبداللہ بن یامیل	اسد الغابہ فی معرفۃ ا
۹۵	ضیاءالدین محمد بن عبدالواحد المقدسی، سنہ ۶۴۳	حذیفہ بن اسید زید بن ارقم	کتاب مختارہ جواہر العقدین سمہودی، جامع صغیر سیوطی
۹۶	ابوسالم محمد بن طلحہ النصیبی سنہ ۶۵۲	زید ابن ارقم	کتاب مطالب السؤل
۹۷	یوسف بن محمد ابوالحجاج البلوی المعروف بشیخ		کتاب الف با ر
۹۸	یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی سنہ ۶۵۴	بریدہ، حضرت علی براء بن عازب ابوایوب	تذکرہ خواص الامۃ۔
۹۹	محمد بن یوسف الگنجی سنہ ۶۵۸		کفایت الطالب
۱۰۰	عبدالرزاق بن رزق اللہ الرسعنی سنہ ۶۶۱		مفتاح النجا میرزا محمد بن معتمد خان۔
۱۰۱	یحییٰ بن شرف النووی سنہ ۶۷۶	زید بن ارقم	تہذیب الاسماء واللغات

	...مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	...الدین الطبری	ابو ایوب انصاری، حبشی بن جنادہ، حضرت علی، زید بن ارقم، بریدہ، عمر بن الخطاب، براء بن عازب	ریاض النضرہ، ذخائر العقبیٰ۔
	...ابن عبد اللہ الوصابی	زید بن ارقم، حبشی بن جنادہ، ابن عباس، ابو ایوب، ابن عمر، ابو ہریرہ، مالک بن حویرث، سعد بن ابی وقاص، حضرت علی، جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک، طلحہ، عمرو بن مرہ	کتاب الاکتفاء
۱۰۴	محمد بن احمد الفرغانی سنہ ۶۹۹		شرح قصیدہ ہائیہ ابن فارض
۱۰۵	ابراہیم بن محمد الحموینی سنہ ۷۲۲	براء بن عازب	فرائد السمطین
۱۰۶	احمد بن محمد بن احمد علاء الدولہ السمنانی سنہ ۷۳۶		
۱۰۷	جمال الدین یوسف بن عبد الرحمن المزی سنہ ۷۴۲	زید بن ارقم	تحفۃ الاشراف، معرفۃ الاطراف
۱۰۸	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی سنہ ۷۴۸		تذکرۃ الحفاظ
۱۰۹	ولی الدین محمد بن عبد اللہ ولی الدین الخطیب	زید بن ارقم، براء بن عازب	مشکوٰۃ المصابیح

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث غدیر	صحابی راوی حدیث	
۱۱۰	عمر بن مظفر بن عمر ابو حفص المعروف ابن الوردی سنہ ۷۴۹		تتمہ المخۃ
۱۱۱	احمد بن عبد القادر بن مکتوم تاج الدین سنہ ۷۴۹		رسالۃ الافہار
۱۱۲	جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی سنہ ۷۵۲	براء بن عازب	درر السمطین
۱۱۳	سعید الدین محمد بن مسعود الکازرونی سنہ ۷۵۸		کتاب المنتقی فی سیرۃ المصطفےٰ
۱۱۴	عبد اللہ بن سعد بن علی الیمنی الیافعی سنہ ۷۶۸		مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقظان
۱۱۵	اسمٰعیل بن عمر المعروف ابن کثیر سنہ ۷۷۴	حضرت علی، زید بن ارقم، حذیفہ بن اسید، جابر بن عبد اللہ انصاری	النہایۃ والبدایۃ فی التاریخ
۱۱۶	عمر بن الحسن ابو حفص المراغی سنہ ۷۷۸	حضرت علی	اسنی المطالب شمس الدین محمد الجزری
۱۱۷	علی بن شہاب الدین الہمدانی سنہ ۷۸۶	زید بن ارقم، عمر بن خطاب، براء بن عازب	کتاب مودۃ القربیٰ
۱۱۸	محمد بن عبد اللہ بن احمد المقدسی سنہ ۷۹۸	حضرت فاطمہ بنت رسولخدا	اسنی المطالب شمس الدین محمد الجزری
۱۱۹	محمد بن محمد المعروف خواجہ پارسا سنہ ۸۲۲	عمر بن الخطاب	فصل الخطاب
۱۲۰	محمد بن شمس الدین الجزری سنہ ۸۳۳	حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت ابوبکر، عمر، طلحہ بن عبد اللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمٰن بن عوف، عباس، زید بن ارقم، براء بن عازب، بریدہ بن الحصیب، ابو ہریرہ، زید بن ثابت، ابو سعید الخدری، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عباس	اسنی المطالب

		صحابی راوی حدیث	حوالہ
		انس بن مالک، حبشی بن جنادہ، عبد اللہ ابن مسعود، عمران بن حصین، عبد اللہ بن عمر عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، سلمان، اسعد بن زارہ، خزیمہ بن ثابت، ابو ایوب انصاری سہیل بن حنیف، حذیفہ بن الیمان۔ اسمرۃ بن الجندب۔	
	احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی سنہ ۸۴۵ھ	براء بن عازب	مواعظ الاعتبار بذکر الخطط والآثار
۱۲۲	شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی سنہ ۸۴۹ھ		ہدایت السعداء
۱۲۳	احمد بن علی بن محمد المعروف ابن حجر عسقلانی سنہ ۸۵۲ھ	بریدہ، براء بن عازب، جابر بن عبد اللہ، زید بن ارقم	تہذیب التہذیب، اصابہ فی تمیز الصحابہ فتح الباری شرح صحیح بخاری
۱۲۴	علی بن محمد بن احمد المعروف ابن الصباغ سنہ ۸۵۵ھ	زید بن ارقم، براء بن عازب، حذیفہ بن اسید، عامر بن لیلی	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ
۱۲۵	حسین بن معین الدین الیزدی المنیدی سنہ ۸۷۰ھ	براء بن عازب، زید بن ارقم	فواتح شرح دیوان علی
۱۲۶	عبد اللہ بن عبد الرحمن المعروف اصیل الدین سنہ ۸۸۳ھ		درج الدرر ودرج الغرر فی میلاد وسید البشر
۱۲۷	علی بن عبد اللہ نور الدین السمہودی سنہ ۹۱۱ھ	براء بن عازب، زید ابن ارقم	جواہر العقدین، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ
۱۲۸	عبد الرحمن بن ابی بکر المعروف جلال الدین سنہ ۹۱۱	زید ابن ارقم، حضرت علی، ابو ایوب، عمر، ابوہریرہ، ابن عمر، مالک بن حویرث، حبشی	تاریخ الخلفاء، رسالہ ازہار جامع صغیر

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
		بن جنادہ، سعد بن ابی وقاص، ابو سعید الخدری، انس بن مالک، ابن عباس، عمار، بریدہ	
۱۲۹	عطاء اللہ بن فضل اللہ المعروف جلال الدین محدث سنہ ۱۰۰۰	ابن عباس، حذیفہ بن اسید، حضرت علی، خالد بن زید،	اربعین
۱۳۰	احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی سنہ ۹۷۳ھ	ابو ایوب، خزیمہ بن ثابت، ثابت بن قیس، عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص، ابو الہیثم بن التیہان، ہاشم بن عتبہ، حبیب بن بدیل بن ورقا	صواعق محرقہ، قصیدہ ہمزیہ
۱۳۱	علی بن حسام الدین المتقی سنہ ۹۷۵ھ	ابو سعید الخدری، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص، ابو الطفیل عامر، ابو ایوب، ابو ہریرہ۔	کنز العمال
۱۳۲	محمد طاہر الفتنی سنہ ۹۸۶ھ	ابن عمر، حضرت علی، طلحہ، انس، ابن عباس	مجمع البحار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار
۱۳۳	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف قاری سنہ ۱۰۱۴ھ		مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
۱۳۴	محمد عبد الرؤف بن تاج العارفین المناوی سنہ ۱۰۳۱		کنوز الحقائق فی حدیث الخلائق، فیض القدیر
۱۳۵	محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری	حضرت علی، ابو الطفیل، زید بن ارقم، براء بن عازب	صراط سوی فی مناقب آل النبی۔
۱۳۶	علی بن ابراہیم بن احمد بن علی نور الدین سنہ ۱۰۴۴	زید بن ارقم	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون۔

نمبر	نام	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	غد… ا …الدین ہوی سنہ	عامر بن لیلی، حذیفہ بن اسید، ام سلمہ، زید بن ارقم، براء ابن عازب، سعد بن ابی وقاص، ابوبکر، خزیمہ بن ثابت، سہل بن سعد، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابوایوب، ابوسعید الخدری، ابوشریح الخزاعی، ابوقدامہ، ابولیلی، ابوالہیثم بن التیہان	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل، رجال مشکوٰۃ۔ لمعات شرح مشکوٰۃ، مدارج النبوۃ۔
۱۳۹	محمد بن محمد المصری		کتاب الدر العوال لحل الفاظ بدء الامال۔
۱۴۰	صالح بن مہدی المقبلی		الابحاث المسددہ فی فنون متعددہ، وحدیث متواترہ
۱۴۱	محمد بن عبدالرسول البرزنجی (۱۱۰۳)		النواقض
۱۴۲	حسام الدین بن محمد السہارن پوری	براء بن عازب، زید بن ارقم	کتاب مرافض
۱۴۳	میرزا محمد بن معتمد خان البدخشانی	حذیفہ بن اسید، براء بن عازب، زید ابن ارقم	مفتاح النجا فی مناقب آل العبا، نزل الابرار
۱۴۴	محمد صدر عالم	حضرت علی، ابوایوب، عمرو بن مرۃ، ابوہریرہ، ابن عباس، عمار بن یاسر، بریدہ، ابن عمر، مالک بن الحویرث، سعد بن ابی وقاص، ابوسعید خدری، انس، طلحہ۔	معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ

نمبر شمار	اسمائے محدثین حدیث غدیر سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۱۴۵	ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم دہلی سنہ ۱۱۷۶	براء بن عازب، زید بن ا بریدہ	
۱۴۶	محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر ایمانی سنہ ۱۱۸۲	براء بن عازب، زید بن ار عمر بن الخطاب، سعد بن ابی وقاص	
۱۴۷	محمد بن علی الصبان		اسعاف
۱۴۸	احمد بن عبد القادر العجیلی		ذخیرۃ الاعمال عقد جواہر الآل
۱۴۹	رشید الدین خاں دہلوی	ابن عمر	فتح مبین
۱۵۰	مولوی محمد مبین	زید بن ارقم، برار بن عازب ابن عباس، حذیفہ بن اسید حضرت علی	وسیلۃ النجات
۱۵۱	محمد سالم دہلوی	عمران بن حصین، برار بن عازب، زید بن ارقم	اصول الایمان
۱۵۲	مولوی ولی اللہ لکھنوی		مرآۃ المومنین

نقشۂ مندرجہ بالا کے مطالعہ سے حدیث غدیر کا متواتر وصحیح ہونا ثابت ہے۔
اب ہم چند کتابوں کی عبارات بھی نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کے ذہن میں اس کی صحت عین الیقین کے درجہ تک پہونچ جائے
امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں حدیث غدیر کو کئی طرق کے ساتھ نقل کیا

یت یہ ہے۔

شنی ابی ثنا
عن المغیرہ
یمون ابی
ال زید ابن
نزلنا مع رسول
علیہ وسلم
قال لہ خم فامر بالصلوٰۃ
صلھا بھجیر قال فخطبنا و
ظلل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بثوب علی شجرۃ سمرۃ
من الشمس فقال الستم تعلمون
او الستم تشھدون انی اولی
بکل مومن من نفسہ قالوا بلی
قال فمن کنت مولاہ فعلی
مولاہ اللھم وال من والاہ و
عاد من عاداہ۔

امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الرابع ص ۳۷۲
یوسف ابن قزغلی سبط ابن جوزی۔ تذکرہ
خواص الامۃ الباب الثانی ص ۱۰ و ۱۸

(اسمائے رواۃ عربی عبارت میں) میمون
ابی عبد اللہ نے زید بن ارقم سے روایت
کی ہے وہ کہتا ہو کہ زید بن ارقم نے
بیان کیا اور میں سُن رہا تھا وہ کہہ رہے
تھے کہ ہم جناب رسولخدا کے ساتھ وادی
خم میں آئے، آنحضرت ص نے نماز کا حکم دیا
چنانچہ نماز پڑھی گئی، پھر آپ نے خطبہ ادا
فرمایا اور آپ کے لئے درخت پر کپڑا ڈال
کر سایہ کیا گیا تھا، آپ نے فرمایا کہ کیا
تم نہیں جانتے یا تم گواہی نہیں دیتے
کہ میں ہر ایک مومن کی جان پر تصرف
رکھتا ہوں سب نے عرض کی کہ ہاں
اے رسول اللہ آپ ہم سب کی جانوں
پر متصرف ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ جس کا
میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولا ہے خداوندا
دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست
رکھے، اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو
دشمن رکھے۔

محمد بن جریر الطبری نے حدیث غدیر کو نہایت تفصیل کے ساتھ بہ طرق
متعددہ بیان کیا ہے چنانچہ ملا علی المتقی کنز العمال میں لکھتے ہیں۔

(مسند زید بن ارقم) عن ابی

محمد بن جریر الطبری نے روایت کی ہو کہ

الطفیل عامر بن واثلہ قال	ابوالطفیل
لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ	کہ کہا ز
وسلم من حجۃ الوداع فنزل	الوداع
غدیر خم امر بدوحات فقمن	تشریف لائ
ثم قام فقال کان قد دعیت	کیا جائے بس یہ
فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین	کھڑے ہوئے
احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ	کیا کہ عنقریب میں حد
ممدود من السماء الی الارض و	بس ہیں تمہارے درمیان
عترتی اھلبیتی فانظروا	چھوڑے جاتا ہوں جو عظمت
کیف تخلفونی فیہما فانھما	دوسرے سے مساوی ہیں ایک
لن تتفرقا حتی یردا علی الحوض	اللہ جو آسمان سے زمین تک ایک
ثم قال ان اللہ مولای و انا	ہے اور دوسرے میری عترت اہلبیت
ولی کل مومن ثم اخذ بید علی	پس دیکھو تم میرے بعد ان سے کیسا سلوک
فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ	کرتے ہو، وہ دونوں ایک دوسرے سے
اللھم وال من والاہ وعاد من	جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ ساتھ ساتھ حوض
عاداہ فقلت لزید انت سمعتہ	کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پھر
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و	فرمایا کہ خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین
سلم فقال ما کان فی الدوحات	کا مولا ہوں پس جس کا میں مولا ہوں
احد الا قد راٰہ بعینہ وسمعہ	اس کا یہ علی مولا ہے اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر
باذنیہ۔ ابن جریر۔ عن عطیۃ	انہیں اٹھایا اور فرمایا خداوندا دوست رکھ اس
العوفی عن ابی سعید الخدری مثل	کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس
ذلک (ابن جریر)	کو جو علیؑ کو دشمن رکھے، ابوالطفیل عامر کہتے
علی المتقی :- کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۰	ہیں کہ میں نے زید سے کہا کہ کیا یہ تم نے

۵۹۶۹ و
الثالث
...
الجزء الثالث ص

[illegible] اپنے کانوں سے سنا تھا انھوں نے خود
دیا کہ خیموں میں کوئی [illegible]
نے بھی دونوں آنکھوں سے آنحضرت
کو نہ دیکھا ہو [illegible] دونوں کانوں سے
آنحضرت سے یہ کلمات کہتے نہ سنا ہو۔

• [illegible]ن الفضل بن محمد باکثیر المکی الشافعی [illegible]
[illegible] نقل کرتے ہیں۔

[illegible] بن لیلی بن ضمرہ وحذیفہ
[illegible] اسید رضی اللہ عنہما قالوا
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ
[illegible] من حجۃ الوداع ولم یحج غیرہا
[illegible] اقبل حتی اذا کان بالجحفہ
نہی عن سمرات بالبطحاء متقاربات
لا تنزلوا تحتہن حتی اذا نزل القوم
واخذ وامنازلہم سواہن ارسل
الیہن فقم ما تحتہن و شذبت
عن رؤس القوم حتی اذا نودی
الصلوٰۃ غدا الیہن فصلی تحتہن
ثم انصرف الی الناس وذلک یوم
غدیر خم وخم من الجحفہ ولہ
بہا مسجد معروف وفی بعض
الروایات انہ کان یوما شدید
الحر وکان ثامن عشر ذی الحجۃ

عامر بن لیلی و حذیفہ بن اسید کہتے ہیں کہ
جب جناب رسول حجۃ الوداع سے
واپس ہوئے اور آپ نے اس کے سوا حج
نہیں کیا تھا اور جحفہ تک آئے تو
درختوں [illegible]
فرمایا [illegible]
[illegible]
[illegible]
کے نیچے [illegible]
پھر نماز کی منادی [illegible]
وقت [illegible]
پھر [illegible]
فرمایا [illegible] غدیر خم تھا جحفہ کے نزدیک
جہاں آپ کی مسجد ہے اور بعض [illegible] میں
ہے کہ وہ دن نہایت گرم [illegible]
۱۸ ذی الحجہ کی تاریخ تھی آپ نے ان سے

واقبل عليهم فقال ايها الناس انه قد نبأني اللطيف الخبير انه لن يعمر نبي الا نصف عمر الذي يليه من قبله واني لاظن ان ادعى فاجيب واني مسئول وانتم مسئولون هل بلغت فما انتم قائلون قالوا نقول قد بلغت وجهدت ونصحت فجزاك الله خيرا قال الستم تشهدون ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله وان جنته حق وان ناره حق والبعث بعد الموت حق قالوا بلى نشهد قال اللهم اشهد ثم قال ايها الناس الا تسمعون الا فان الله مولاي وانا اولى بكم من انفسكم الا من كنت مولاه فهذا مولاه واخذ بيد علي فرفعها حتى عرفه القوم اجمعون ثم قال اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

مخاطب ہو کر فرمایا
نے خبر دی ہے کہ ہر
نبی کی عمر سے نصف
پیغام اجل ملنے والا
مجھ سے بھی سوال کیا جا
سوال کیا جائیگا کہ کیا میر
پہنچا دیا، تم کیا جواب دوگے انہو
دیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا
کوشش تبلیغ کی اور ہمیں نصیحت کی خدا
وند تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، پھر فرمایا کہ
کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ خدا ایک ہی محمد اس
کا بندہ اور رسول ہے جنت و دوزخ اور
نشر بعد موت حق ہیں سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے
ہیں کہ یہ سب حق ہے۔ آپ نے
کہا کہ خداوندا گواہ رہیو، پھر آپ نے فرمایا کہ لوگو
خوب اچھی طرح سنو، خداوند تعالیٰ میرا مولا ہے
اور میں تمہارا مولا ہوں اور تمہاری جانوں کا
متصرف ہوں خبردار جس کا میں مولا ہوں اس کا
یہ علی مولا ہے پھر آپ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔
یہاں تک کہ سب لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا۔
اور پھر فرمایا کہ اے خدا دوست رکھ اس کو جو
علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

عن ام سلمة رضي الله عنها قالت

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ غدیر خم کے

... الله علیه
... بين علي
... ى ر ايسا
... من كنت
... الحديث
... جعد قال قيل لعمر
... ني الله عنه انك
... بعلي شيئا لا تصنعه
... احد من اصحاب النبي صلى
الله عليه وسلم فقال انه مولاي
وعن سعد بن ابي وقاص رضي
الله عنه ان ابابكر وعمر رضي
الله عنهما قالا امسيت يا
بن ابي طالب مولى كل مومن و
مومنة واخرج الدارقطني في
الفضائل عن معقل بن يسار
رضي الله عنه قال سمعت
ابابكر رضي الله عنه يقول علي
بن ابي طالب عترة رسول الله
صلى الله عليه وسلم اي الذين
حث النبي صلى الله عليه و
سلم على التمسك بهم والاخذ
بهديهم فانهم نجوم الهدى من

روز جناب رسولخدا نے علی کو ہاتھ پکڑ کر
اتنا بلند کیا کہ آپ کے بغل کی سفیدی ہم
سب نے دیکھی، پھر آپ نے فرمایا کہ جس
کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے آخر
حدیث تک۔
سالم بن جعد کہتے ہیں کہ حضرت عمر سے کہا
گیا کہ آپ جو حسن سلوک علیؑ کے ساتھ کرتے
ہیں وہ کسی اور صحابی رسول کے ساتھ
نہیں کرتے، حضرت عمر نے جواب دیا
کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ علی میرے
مولا ہیں سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں
کہ ابوبکر و عمر نے حضرت علی کو مبارکباد
دی کہ اے ابن ابی طالب آپ نے صبح و
شام کی در آنحالیکہ آپ تمام مومنین
و مومنات کے مولا ہیں علامہ دارقطنی کتاب
الفضائل میں معقل بن یسار سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر کو
یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی عترت رسول
ہیں یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے
ساتھ تمسک اور جن کی اطاعت کی
ہدایت رسولخدا نے امت کو کی ہے اور
امت سے ان کے لئے اقرار لیا ہے
کیونکہ وہ لوگ یعنی عترت رسول ہدایت

الذین بجوا سندی وخصہ ابوبکر بن مالک رضی اللہ عنہ لانہ الامام فی هذا الشان و باب مدینۃ العلم والعرفان فهو امام الائمۃ عالم الامۃ وکانہ احد ذلک من خصیصۃ صلی اللہ علیہ وسلم لہ من بینہم یوم غدیر خم بما سبق وهذا حدیث صحیح لامریۃ فیہ ولا شک انہ وروی عن الجم الغفیر من الصحابۃ وشاع واشتهر وناهیک بمجمع حجۃ الوداع [illegible] شیخ الاسلام [illegible] [illegible] اللہ [illegible] من کنت مولاہ فعلی مولاہ اخرجہ الترمذی والنسائی وهو کثیر الطرق جدا وقد استوعبها ابن عقدۃ فی کتاب مفرد واکثر من اسانید صحاح وحسان

کے ستارے ہیں کی ہدایت پائی وجہ سے مخصوص امام ہیں اور در کے وہ اماموں کے، عالم ہیں، جناب رسو غدیر خم اس امر کے لئے مخصو جیسا کہ بیان کیا گیا یہ امر واقعہ ہے کہ حدیث غدیر خم بالکل صحیح ہے اس کی صحت میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش نہیں اس حدیث کو صحابہ کی ایک کثیر جماعت نے روایت کیا ہے اور وہ شائع ومشہور ہو گئی ہو خاصکر بوجہ مجمع حجۃ الوداع شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو ترمذی نسائی نے معہ اسانید بیان کیا ہے اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں ابن عقدہ نے اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کیا ہے اور ایک خاص کتاب اس موضوع پر لکھی ہے اس کے بہت اسانید صحیح و حسن ہیں۔

حضرت عمر کا حضرت علی کو مولائے مومنین ہونے پر مبارکباد دینا: ۔ چونکہ

بہت عظیم الشان تھا لہذا تمام صحابہ نے حضرت علیؑ کو مبارکباد
ت ابوبکر کا مبارکباد دینا ایک خاص اہمیت اپنے میں مضمر رکھتا
ت ابوبکر کے مبارکباد دینے کو عبارت وسیلۃ المآل فی عد
ہم نے اوپر نقل کیا شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب قرۃ العینین

ن عازب وزید بن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
لم لما نزل بغدیر خما خذ
بید علی فقال لستم تعلمون
انی اولی بالمومنین من
انفسہم قالوا بلی قال الستم
تعلمون انی اولی بکل مومن
من نفسہ قالوا بلی فقال اللہم
من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اللہم وال من والاہ وعاد من
عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک
فقال ھنیا یا ابن ابی طالب اصبحت
وامسیت مولی کل مومن و
مومنۃ اخرجہ احمد

براء بن عازب وزید بن ارقم سے مروی ہے
کہ جب جناب رسولخدا غدیر خم پر تشریف لائے تو
آپنے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا تم لوگ
نہیں جانتے کہ میں مومنین کی جانوں پر
متصرف ہوں سب نے کہا کہ ہاں آپ ہیں۔
پھر آپنے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر
ایک مومن کی جان پر علیحدہ علیحدہ حق تصرف
ہوں سب نے کہا کہ ہاں آپ ہیں تو آپنے
فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ علی مولا
ہے خداوندا دوست رکھ اسکو جو علی کو دوست
اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے اسکے بعد حضرت عمر
نے حضرت علی سے ملاقات کی اور کہا کہ مبارک ہو اے ابن
ابیطالب تمکو کہ تم صبح وشام اس حال میں کی کہ تم مومنین
ومومنات کے مولا ہوگئے اس روایت کو امام احمد حنبل نے بھی نقل کیا ہے

ولی اللہ شاہ دہلوی :۔ قرۃ العینین
امام احمد بن حنبل :۔ کتاب المناقب
سبط ابن الجوزی :۔ تذکرہ خواص الامت الباب الثانی ص ۱۸
شیخ احمد بن الفضل باکثیر :۔ وسیلۃ المآل فی مناقب الآل۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی :- رجال

امام احمد حنبل :- مسند الجزء الرابع ص ۱۱

شیخ عبدالحق محدث دہلوی :- اشعۃ ا

مولوی محمد سالم دہلوی :- اصول الایمان

حدیث غدیر کو کئی اسناد کے ساتھ بیان کرنے کے ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں :-

عن الامام الباقر عن آبائه علیهم السلام مثل ذلك بل یروی عن کثیر من الصحابه فی اماکن مختلفه هذا الخبر عن عمر بن الخطاب قال نصب رسول الله صلی الله علیه وسلم علیاً علماً فقال من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه واخذل من خذله وانصر من نصره اللهم انت شهیدی علیهم قال وکان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب الریح فقال یا عمر لقد عقد رسول الله صلی الله علیه وسلم عقداً لا یحلها الا منافق فاحذر ان تحله قال عمر فقلت یا رسول الله انك حیث قلت فی علی کان فی

اور امام محمد باقر علیہ سے حدیث غدیر نقل کی صحابہ حدیث غدیر کو حضرت عمر سے ہیں حضرت عمر کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے حضرت علیؑ کو سب کے سامنے خلیفہ مقرر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں اس کا علیؑ مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے، چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے، خداوندا تو میرا گواہ ان لوگوں پر ہے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اسوقت میرے پہلو میں ایک خوبصورت جوان کھڑا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اے عمر آج کے دن رسول خداؐ نے ایک ایسی گرہ باندھی ہے کہ جسکو کوئی شخص سوائے منافق کے نہیں کھولیگا بس ڈر اے عمر تو اس بات سے کہ اس کو کھولے حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خداؐ

وجه
او كذا
ليس من
ل ارادان
ه في علي وعن
ب رضي الله
ـلت مع رسول الله
لله عليه وسلم في حجة
الوداع فلما كان بغدير خم
نودي الصلوٰة جامعة فجلس
رسول الله صلى الله عليه وسلم
تحت شجرة واخذ بيد علي قال
الست اولى بالمومنين من
انفسهم قالوا بلى يا رسول الله
فقال الا من انا مولاه فعلي
مولاه اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه فلقيه عمر
فقال هنيئا لك يا علي بن ابي
طالب اصبحت مولى كل مومن
ومومنة وفيه نزلت يا
ايها الرسول بلغ ما انزل
اليك من ربك الاية۔

سے عرض کی کہ جب آپ علیؑ کے بارے میں فرماتے
تھے تو اسوقت میری پہلو میں ایک خوبصورت جوان
کھڑا تھا اُس نے مجھ سے ایسا کہا تھا آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ وہ بنی آدم نہ تھا بلکہ جبرئیلؑ تھے
انہوں نے چاہا کہ میرے اس قول کی تاکید تم
سے کردیں براء بن عازب کہتے ہیں کہ ہم
رسولخداؐ کے ساتھ حجۃ الوداع سے واپس
آرہے تھے، جب غدیر خم پر پہنچے تو نماز جامع
کی منادی کرائی گئی۔ جناب رسولخداؐ ایک
درخت کے نیچے تشریف فرما تھے، حضرت
علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر آپ نے فرمایا کہ کیا میں
مومنین کی جانوں پر متصرف نہیں ہوں
سب نے جواب دیا کہ ہاں آپ ہیں۔
پھر آپ نے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ جس کا
میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے
خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو
دوست رکھے، اور دشمن رکھ اس
کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ اسکے بعد حضرت
عمر حضرت علیؑ سے ملے اور کہا کہ اے علیؑ
تمکو مبارک ہو کہ تم نے صبح کی در حالیکہ تم تمام
مومنین اور مومنات کے مولا و آقا ہوئے اس
واقعہ ہی کے متعلق یہ آیت کہ یاایہا الرسول بلغ ما
انزل من ربک الآیہ نازل ہوئی۔

بمقام رحبہ حضرت علیؑ کا حدیث غدیر خم کی بنا پر احتجاج

علی بن برہان الدین الحلبی:

سیرۃ الامین والمامون میں حدیث غدیر کو کئی اسناد کے بعد لکھتے ہیں:۔ سیرۃ الحلبیۃ الجزء الثالث ص ۳۰۸)

هذا اقوى ما تمسكت به الشيعة والامامية والرافضة على ان عليا كرم الله وجهه اولى بالامامة من كل احد وقالوا هذا نص صريح على خلافته سمعه ثلاثون صحابيا وشهدوا به قالوا فلعلي عليهم من الولاية ما كان له صلى الله عليه وسلم عليهم بدليل قوله صلى الله عليه وسلم الست اولى بكم وهذا حديث صحيح ورد باسانيد صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح في صحته كابي داؤد وابي حاتم الرازي وقول بعضهم ان زيادة اللهم وال من والاه الى آخره موضوعة مردود فقد ورد ذلك من طرق صحح الذهبي كثيرا منها وقد جاء ان عليا كرم الله وجهه قام خطيبا فحمد الله و

یہ حدیث غدیر سب سے قوی ہے جس سے شیعہ امامیہ و روافض یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ امامت کے زیادہ مستحق تھے اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث علیؑ کی خلافت بلافصل کے لئے نص صریح ہے۔ کی سماعت تیس صحابیوں سے مروی ہے اور وہ اس کی شہادت دیتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا کے اس قول الست اولیٰ بکم کے مطابق حضرت علیؑ کو امت کے اوپر وہ ہی حقوق حاصل تھے جو آنحضرتؐ کو تھے امر واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث غدیر صحیح ہے اسکی تمام رواۃ و اسانید ثقہ و صحیح ہیں چند لوگوں کا قول مثل ابو داؤد و ابو حاتم الرازی کے جو اس حدیث کی صحت میں قدح کرتے ہیں مطلقاً قابل التفات نہیں ان میں سے بعض کا یہ قول کہ جملہ اللھم وال من والاہ الخ موضوع ہے بالکل مردود ہے حدیث مع اس جملے کے بہت سے طرق سے مروی ہے جن کی صحت کی توثیق علامہ ذہبی کرتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے

الله من
مر ولا
ادبلغنی
ہ ودعی
مر صحابیا
ون صحابیا وفی
رستة عشر وفی
نا عشر فقال هاتوا ما
ـتم فذكروا الحديث ومن
جملته من كنت مولاه فعلی
مولاه وفی رواية فهذا مولاه
وعن زيد بن ارقم رضی الله
عنه وكنت ممن كتم فذهب
ببصری وكان علی كرم الله
وجهه دعا علی من كتم ۔

کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور حمد وثناء
الٰہی کے بعد لوگوں کو قسم دیکر کہا کہ وہ لوگ
کھڑے ہو جائیں جو غدیر خم کے روز خود موجود
تھے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص نہ کھڑا ہو جو صرف
یہ کہہ سکے کہ میں نے سنا ہے یا مجھ تک یہ خبر
پہنچی ہے بلکہ وہ کھڑا ہو خود جس کے کانوں
نے سنا ہو اور دل نے محفوظ رکھا ہو پس
سترہ صحابی کھڑے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے
کہ تیرہ صحابی کھڑے ہوئے۔ معجم الکبیر میں ہے کہ سولہ صحابی
کھڑے ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ بارہ صحابی کھڑے
ہوئے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اب بیان کرو
جو تم نے دیکھا اور سنا تھا پس ان لوگوں نے حدیث
غدیر بیان کی اسکے جملوں میں سے ایک یہ بھی جملہ
تھا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولا ہے
ایک روایت میں ہے کہ اس کا یہ علی مولا ہے۔

زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے اس شہادت کو چھپایا تھا لہذا خداوند تعالےٰ نے مجھے اندھا کر دیا کیونکہ یہ حضرت علیؑ کی بد دعا ان لوگوں کے لئے تھی جو اس حدیث کو چھپائیں۔

نیز ملاحظہ ہو:۔

میرزا محمد ابن معتمد خان:۔ نزل الابرار ص ۲۱ و ۲۲

امام احمد حنبل:۔ مسند الجزء الخامس ص ۳۶۶ و ۳۷۰ الجزء الرابع ص ۳۷۰۔ مسند الجزء الاول ص ۸۴ و ۱۱۸ و ۱۱۹

علی المتقی:۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۴۰۳ حدیث ۶۱۱۷ و ۶۱۲۱

۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۶ ص ۴۰۷ حدیث ۹۴۱ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۶۱

علامہ جلال الدین سیوطی :۔ رسالۃ الازہار المتناثرہ فی

شمس الدین الجزری :۔ اسنی المطالب ص ۳ و ۴

روضۃ الندیہ :۔ ص ۶۰

سبط ابن الجوزی :۔ تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی

حسن علی محدث :۔ تفریح الاحباب ص ۳۴۹

ابو العباس احمد بن محمد بن سعید بن عبد الرحمٰن المعروف ابن

نے ایک خاص کتاب میں حدیث غدیر و حدیث ثقلین کے طرق و اسناد جمع کئے ہیں اور ان کی صحت کی توثیق و تصدیق کی ہے ان کی اس کتاب کا ذکر احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری نے صراط سوی میں علامہ سمہودی نے جواہر العقدین میں، عبد الرؤف مناوی نے فیض القدیر میں اور میرزا محمد بن معتمد خاں نے مفتاح النجا میں کیا ہے لمعات شرح مشکوٰۃ میں عبد الحق محدث دہلوی حدیث غدیر کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

هذا حديث صحيح لا مرية فيه وقد اخرجه جماعة كالترمذي والنسائي واحمد وطرقه كثيرة جداً ولا ستة عشر صحابياً وفي رواية لاحمد انه سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثون صحابياً وشهدوا به لعلي رضي الله عنه لما نوزع

حدیث غدیر بالکل صحیح ہے اس کی صحت میں کچھ شک نہیں اور تحقیق کہ اخراج کیا اس حدیث کو ایک جماعت کثیر نے مثل ترمذی ونسائی واحمد کے اور اس کے طرق و اسناد بہت ہیں اس حدیث کو سولہ صحابیوں نے روایت کیا ہے امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس حدیث کو آنحضرت سے تیس صحابیوں نے روایت کیا ہے اور حضرت علی کے نام

...ذ من اسنادہا	خلافت میں جب آپ کی خلافت کے متعلق
لا التفات	تنازعہ ہوا تو انہوں نے شہادت دی اس
...لا الی قول	حدیث کے بہت سے اسانید صحیح و
...اللّٰہم وال	حسن ہیں اور وہ شخص قابل التفات نہیں
...خرہ موضوع	ہے جو اس حدیث کی قدح کرتا ہے، اور
...ع من طرق صحیح	نہ ان میں سے بعض کا یہ قول قابل التفات ہے کہ
کثیرا منہا کذا قال	الفاظ اللّٰہم وال من والاہ الخ موضوع ہیں۔
...ابن حجر فی الصواعق	یہ الفاظ ان صحیح روایات میں ہیں جن میں سے
...حرقہ	ایک کثیر تعداد کی تصدیق و توثیق ذہبی نے

کی ہے، اور یہی قول شیخ الاسلام ابن حجر کا صواعق محرقہ میں ہے۔

اصل صواعق محرقہ کی عبارت بھی ہمارے سامنے ہے اس کا فارسی ترجمہ براہین قاطعہ میں کمال الدین بن فخرالدین جہرمی نے اس طرح کیا ہے:

"بیان آں کہ حدیث (غدیر) صحیح ست، و شک دراں نیست وجمعی کثیرا ز محدثین مثل ترمذی ونسائی واحمد بنا بریں روایت کردہ اند۔ شانزدہ صحابہ و در یک روایت از احمد منقول کہ سی صحابہ ایں حدیث را از رسول صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ اند وگواہی دادہ اند در ایام خلافت علی کرم اللہ وجہ زمانے کہ نزع فی خلافتہ وبسیار از اسانید ایں حدیث صحیح است وحسن وقول آں کس می گوید کہ ایں حدیث صحیح نیست وآں کسے کہ روایت ایں حدیث می کند بایں طریق کہ حضرت علی درآں وقت در یمن بود ملتفت الیہ نیست۔ زیرا کہ ثابت شدہ کہ حضرت علی از یمن بازگشتہ بود درآں وقت در حج با رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذارد وہم چنیں قول دیگرے کہ گفتہ اند اللّٰہم وال من والاہ دریں حدیث زیادتی است از قول مردود وموضوع است۔

براہین قاطعہ:- باب اول فصل پنجم شبہ یازدہم ص ۶۳

میرزا محمد بن معتمد خاں نے اپنی دونوں کتابوں
مناقب آل العبا اور نزل الابرار بما صح فی مناقب
حدیث غدیر کی صحت کو ثابت کیا ہے اور اس کے بہت
کیا ہے اور جملہ اللّٰہم وال من والاہ و عاد من عا
تصدیق کی ہے اور جن جن علماء و محدثین و مورخین مثلاً امام
اصبہانی و طبرانی و ابن مردویہ و ابن حبان و ترمذی و ذہبی
حدیث غدیر کا اخراج کیا ہے اور اس کے اسانید و طرق بیان کے
مع ان کی عبارات کے لکھا ہے، واقعہ غدیر خم کے بعد حضرت عمر د
علیؑ کو مبارکباد دینا بھی بیان کیا ہے اور ان تمام صحابہ کا نام لکھا ہے جن ر
یہ حدیث مروی ہے، حدیث غدیر کو اس تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد
مفتاح النجاء میں لکھتے ہیں۔

اقول هذا حديث صحيح مشهور نص	میں کہتا ہوں کہ حدیث غدیر صحیح و مشہور
الحافظ ابو عبد الله محمد بن	ہے علامہ ذہبی نے اس کے بہت سے طرق
احمد بن عثمان الذهبی	کی صحت کو ثابت کیا ہے اور تحقیق حافظ ابن
التركمانی الفارقی ثم الدمشقی	عقدہ نے ایک مستقل کتاب اس حدیث
علی كثير من طرقه بالصحة	کے طرق و اسانید کے بیان میں لکھی ہے۔
وهو كثير الطرق جدا وقد	جس میں اس کے تمام طرق کو جمع کیا
استوعبها الحافظ ابو العباس	ہے اور اس کے بہت سے طرق بالکل
احمد بن محمد بن سعيد الكوفی	صحیح ہیں۔
المعروف بابن عقدة فی كتاب	
مفرد	

اسی طرح نزل الابرار میں حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد میرزا محمد ابن
معتمد خاں کہتے ہیں:۔

مشهور لمه متعصبٌ بقوله

یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ہے اس کی صحت میں سوائے متعصب منکر کے اور کسی نے کلام نہیں کیا اور ایسے شخص کا اعتبار نہیں۔

۷ ابن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی اپنی کتاب روضتہ الندیہ لمو یہ میں لکھتے ہیں:-

حدیث غدیر متواتر عند اکثر حدیث قال الحافظ الذهبی فی تذکرة الحفاظ فی ترجمة الطبری من کنت مولاه الف محمد بن جریر فیه کتابا قال الذهبی وقفت علیه فانه هشت لکثرة طرقه انتهی وقال الذهبی فی ترجمة الحاکم ابی عبد الله بن البیع واما حدیث من کنت مولاه فله طرق جیدة افردتها بمصنف انتهی قلت عده الشیخ المجتهد نزیل حرم الله ضیاء الدین صالح بن مهدی المقبلی فی الاحادیث المتواترة التی جمعها فی ابحاثه اعنی لفظ من کنت مولاه فعلی مولاه وهو من ائمة العلم والتقوی

حدیث غدیر ائمہ حدیث کی اکثریت کے نزدیک متواترات سے ہے علامہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں طبری کے ذکر میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے حدیث من کنت مولاہ الخ کے متعلق ایک مستقل کتاب لکھی ہے، ذہبی کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کتاب کو دیکھا تو اس کے کثرت طرق روایات کو دیکھ کر میں بہت متحیر ہو گیا، اور علامہ ذہبی نے حاکم ابو عبد اللہ بن البیع کے ذکر میں لکھا ہے کہ حدیث من کنت مولاہ کے طرق بہت صحیح ہیں جن کو میں نے ایک تصنیف میں جمع کیا ہے میں کہتا ہوں کہ شیخ مجتہد ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی مقیم حرم نے حدیث غدیر کو احادیث متواترہ میں رکھا ہے جن کو انہوں نے اپنی ابحاث میں جمع کیا ہے۔ علامہ مقبلی آئمہ علم وتقوی وانصاف میں سے

والانصاف ومع انصاف الائمة — ہے اس ...

متواترة فلا یمل بایراد طرقه — شکل ہیں ان میں

بل یتبرک ببعض منها ۔ — جاتا ہے ۔

روضۃ الندیہ ص ۷۶ فی تشریح اشعار

و نجم قام فیہم خاطبا — تحت اشجار بھا

قائلا من کنت مولاہ فقد — صار مولاہ کما کنت

مولوی محمد مبین لکھنوی اپنی کتاب وسیلۃ النجاۃ میں حدیث

لکھتے ہیں کہ وان کثیرا من طرقہ صحیح یعنی اس کے بہت سے طرق رو...
صحیح ہیں مولوی محمد سالم دہلوی اپنے رسالہ اصول الایمان حدیث غدیر کے بیہ
میں لکھتے ہیں :۔

بدرستیکہ تہنیت داد عمر بروز غدیر خم مبارکباد اے علی کہ صبح کردی بولایت
مسلمین و مسلمات و بود عمر رضی اللہ عنہ بوقتیکہ می گفتند کہ تقدیم و تکریم وی زیادہ
از دیگراں می کنی می فرمود کیف لا افعل وہو مولائی یعنی چگونہ تعظیم نکنم و این فعل
را بجا نیارم کہ علی صاحب من است ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب سیف مسلول میں لکھتے ہیں ۔

حدیث بریدہ بن حصیب وغیرہ جماعتی از صحابہ روایت می کنند کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم در غدیر خم کہ جائی ست میان مکہ و مدینہ خطبہ خواندند و گفت
یا ایھا الناس ان اللہ مولائی وانا مولی المومنین وانا اولی بھم من
انفسہم فمن کنت مولاہ فھذا مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من
عاداہ یعنی علیا این حدیث بدرجہ صحت بلکہ بدرجہ تواتر رسیدہ ۔ وسی کس
از اصحاب منہم علی بن ابی طالب ، ابوایوب ، وزید بن ارقم ، براء بن عازب ،
عمرو بن مرۃ و ابوہریرہ و ابن عباس ، و عمارہ بن برید ، سعد بن ابی وقاص
ابن عمر ، و انس ، جریر بن عبد اللہ البجلی و مالک بن حویرث و ابوسعید خدری و

بن اسید وغیرہم مروی گشتہ وجمہور محدثین ایں حدیث را در صحاح سنن
کردہ اند۔

عالم اپنی کتاب معارج العلی فی مناقب المرتضے میں لکھتے ہیں۔

حدیث الموالاۃ متواتر	جان تو کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ
علی رحمۃ اللہ کما ذکر	متواترات میں سے ہے جیسا کہ علامہ سیوطی
الازہار فاردت ان	نے قطف الازہار میں ذکر کیا ہے۔ میں نے
طرقہ لیتضح التواتر	ارادہ کیا کہ میں اس کے طرق بیان کروں
فنقول اخرج احمد والحاکم عن	تاکہ حدیث غدیر کا تواتر ظاہر ہو پس میں
ابن عباس وابن ابی شیبۃ و	کہتا ہوں کہ امام احمد و حاکم نے ابن عباس
احمد عنہ عن بریدۃ واحمد وابن	سے اس حدیث کو روایت کیا ہے، ابن ابی
ماجہ عن البراء والطبرانی	شیبہ اور اس سے امام احمد نے بروایت بریدہ
عن جریر وابو نعیم عن جندب	بیان کیا ہے۔ امام احمد و ابن ماجہ نے براء
الانصاری وابن قانع عن حبشی	سے، طبرانی نے جریر سے ابو نعیم نے جندب ابی الانصاری
بن جنادہ والترمذی وقال حسن	سے ابن قانع نے حبشی بن جنادہ سے روایت
غریب والنسائی والطبرانی والضیا	کیا ہے نیز ترمذی نے بیان کیا ہے اور حسن
المقدسی عن ابی الطفیل عن	کہا ہے نسائی و طبرانی وضیاء المقدسی نے ابو
زید ابن ارقم وحذیفہ بن اسید	الطفیل کے ذریعہ سے زید ابن ارقم و حذیفہ
الغفاری وابن ابی شیبہ وابن	بن اسید الغفاری سے روایت کیا ہے
ابی عاصم والضیاء عن سعد بن	ابن ابی شیبہ و طبرانی نے ابو ایوب
ابی وقاص والشیرازی فی الالقاب	سے ——— ابن ابی
عن عمر والطبرانی عن مالک بن	شیبہ وابن ابی عاصم والضیاء نے سعد بن ابی
حویرث وابو نعیم فی فضائل	وقاص سے شیرازی نے کتاب الالقاب میں عمر بن
الصحابہ عن یحیی بن جعدہ عن	الخطاب سے طبرانی نے مالک بن الحویرث سے

زید بن ارقم و ابن عقدہ فی
کتاب الموالاۃ عن حبیب بن
بدیل بن ورقاء و قیس بن
ثابت و زید بن شراحیل الانصاری
واحمد عن علی و ثلاثہ عشر رجلا
وابن ابی شیبہ عن جابر قالوا قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم من کنت مولاہ فعلی
مولاہ الی آخر ما افاد و اجاد و

وابونعیم۔
جدہ کے
عقدہ نے
بن ورقاء
الانصاری
و تیرہ صحابیوں
جابر سے بیان کیا۔
رسولخدا نے کہ جس کا میں
علی مولا ہے آخر حدیث تک۔

ابن المغازلی کتاب المناقب میں حدیث غدیر کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

قال ابو القاسم الفضل بن محمد
ھذا حدیث صحیح عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و قد روی
حدیث غدیر خم عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ سلم نحو مائۃ
نفس منہم العشرۃ وھو حدیث
ثابت لا اعرف لہ علۃ تفرد علی
رضی اللہ عنہ بھذہ الفضیلۃ
لم یشرکہ احد۔

ابو القاسم الفضل بن محمد کہتے ہیں کہ یہ حدیث
آنحضرت سے بالکل صحیح ہے جناب رسولخدا سے اس
حدیث غدیر کو تقریباً ایک سو صحابہ نے
روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل
ہیں یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس میں ایک
نقص بھی نہیں ہے جناب علی مرتضیٰ اس حدیث
کی وجہ سے سب صحابیوں سے ممتاز ہیں اور
اس فضیلت میں ان کے ساتھ کوئی اور
شریک نہیں۔

ابن عقدہ و طبری و علامہ حسکانی و مسعود سجستانی اور علامہ ذہبی
ہر ایک نے ایک ایک مستقل کتاب حدیث غدیر کے طرق اور اس کی صحت کی اثبات
میں لکھی ہے جیسا کہ ناظرین کو عبارات سابقہ سے ظاہر ہو گیا ہو گا بلکہ اٹھائیس سو

ریث غدیر کے طرق پر لکھے گئے ہیں چنانچہ علامہ ابن
معالی جوینی کے قول کو ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

ول شاهدت	وہ یعنی ابو المعالی جوینی تعجب کے ساتھ کہتے تھے
صحاف	کہ میں نے بغداد میں کتب فروشوں کے پاس
الخبر مکتوبًا	ایک کتاب دیکھی جس میں حدیث غدیر کے طرق
منه والعشرون	روایات بیان کئے گئے تھے اور اس پر لکھا
کنت مولاه فعلی	ہوا تھا اٹھائیسویں جلد متضمن بر طرق حدیث
یلوه المجلد التاسع	من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اس کے بعد
شرون۔	اب انتیسویں جلد شروع ہوتی ہے۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء الخامس میں حدیث غدیر کے بہت سے طرق بیان کئے ہیں اکثروں کے متعلق لکھا ہے هذا اسناد جید قوی رجاله ثقات علی شرط السنن (یہ اسناد بہت قوی ہیں اُن کے سب راوی ثقہ ہیں بموجب ان شرائط کے جو علم سنن میں رائج ہیں)

الجزء الخامس ص ۲۰۸ لغایت ۲۱۴

شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد بن علی اپنی کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب میں واقعہ رحبہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا حدیث حسن من هذا	حدیث غدیر حسن ہے اور کئی وجوہ سے
الوجه صحیح من وجوه کثیرة تواتر	اس کا صحیح ہونا ثابت ہے۔ امیر
عن امیر المومنین علی رضی الله	المومنین علیؑ سے تواتر کے ساتھ مروی
وهو متواتر ایضًا عن النبی صلی الله	ہے اور نیز جناب رسول خدا سے بھی
علیه وسلم رواه الجم الغفیر عن الجم	اس کی روایت متواتر ہے اس کو علمائے
الغفیر ولا عبرة بمن حاول تضعیفه	محققین کے جم غفیر نے صحابہ کے ایک جم
ممن لا اطلاع له فی هذا العلم	غفیر سے روایت کیا ہے۔ اور جو شخص

فقد ورد عن ابی بکر الصدیق و عمر بن الخطاب و طلحہ بن عبد اللہ و الزبیر بن العوام و سعد بن ابی وقاص و عبد الرحمن بن عوف و العباس بن عبد المطلب و زید بن ارقم و البراء بن عازب و بریدۃ بن الحصیب و ابی ہریرۃ و ابی سعید الخدری و جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس و حبشی بن جنادہ و عبد اللہ بن مسعود و عمران بن حصین و عبد اللہ بن عمر و عمار بن یاسر و ابی ذر الغفاری و سلمان الفارسی و اسعد بن زرارہ و خزیمہ بن ثابت و ابی ایوب الانصاری و سہل بن حنیف و حذیفہ بن الیمان و سمرۃ بن الجندب و زید بن ثابت و انس بن مالک و غیرہم من الصحابۃ رضوان اللہ علیہم و صح عن جماعۃ منہم ممن یحصل القطع بخبرہم و ثبت ایضاً ان ہذا القول کان منہ صلی اللہ علیہ و سلم یوم غدیر خم۔

اس کی تفصیل نہیں ہو کرنا اس یہ حدیث نام جن سے یہ عربی عبارت کے علاوہ دیگر صحابہ سے ہے۔ اصحاب رسول اس کی صحت کی تصدیق کرد جن کی روایت کی صحت قطعی ہوتی اور یہ قطعاً ثابت ہے کہ یہ قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روز غدیر خم بیان فرمایا گیا تھا۔

اسنی المطالب ص ۳ و ۴۔

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی نے رسالہ الازہار المتناثرہ

ں ہیں صرف متواتر احادیث جمع کی گئی ہیں اس حدیث
ہے اور اس کے راویوں کے نام لکھے ہیں عبدالرؤف
ع صغیر سیوطی میں اور علی بن احمد بن نورالدین
نے سراج منیر شرح جامع صغیر میں حدیث غدیر
رنے کے بعد لکھا ہے:۔ "قال المؤلف حدیث متواتر
رلکھتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ شیخ علی بن حسام الدین
بن قاضی خاں المتقی نے علامہ سیوطی کی قطف الازہار کا
مضر قطف الازہار کی شروع کی عبارت یہ ہے۔

ہ والصلواۃ والسلام علی	بعد حمد خدا و صلوۃ بر رسول خدا خداوند
ولہ صلی اللہ علیہ وسلم	تعالیٰ کا فقیر علی بن حسام الدین المعروف
، فیقول الفقیر الی اللہ تعالیٰ	متقی کہتا ہے کہ یہ تقریباً بیاسی احادیث
ی بن حسام الدین الشہیر	متواترہ ہیں جن کو علامہ سیوطی نے ایک
بالمتقی ھذہ الاحادیث متواترۃ	جگہ جمع کیا ہے اور اس رسالہ کا نام
نحو اثنین وثمانین حدیثاً	قطف الازہار رکھا ہے اور اس میں
التی جمعھا العلامۃ السیوطی	عشرۂ مبشرہ کے صحابی راوی ہیں۔
رحمہ اللہ تعالیٰ وسمھا قطف	میں نے اسماء رواۃ کو حذف کر دیا ہے
الازھار المتناثرۃ وذکر فیھا رواتھا	صرف متن احادیث کو تحریر کیا ہے
من الصحابۃ عشرۃ فصاعدا	تاکہ ان کے حفظ کرنے میں آسانی ہو
الکنی حذفت الرواۃ وذکرت	وہ احادیث یہ ہیں..... حدیث
المتن الاحادیث لیسھل حفظھا	من کنت مولاہ فعلی مولاہ
وھی ھذہ.... من کنت مولاہ فعلی	وحدیث اما ترضی ان تکون
مولاہ واما ترضوا ان تکون منی	منی بمنزلۃ ھارون من
بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔	موسیٰ۔

جمال الدین محدث اپنی کتاب اربعین میں حد
لکھنے کے بعد لکھتے ہیں :-

اقول اصل ھذا الحدیث تواتر عن امیر المومنین علیہ السلام وھو متواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایضاً رواہ جمع کثیر وجم غفیر من الصحابہ۔

یعنی میں کہتا ہوں علی وجناب رسول تواتر کے ساتھ مروی ایک کثیر جماعت نے رو ہے۔

علی بن محمد سلطان الہروی القاری نے اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکواۃ میں حدیث غدیر کی تشریح کے ذیل میں اس حدیث کو بہت سے علماء و محدثین سے متعدد طریقوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں :-

الحاصل ان ھذا حدیث صحیح لا ریبۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواتراً اذ فی روایۃ احمد انہ سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثون صحابیا وشھدوا بہ لعلی لما نوزع ایام خلافتہ وسیاتی زیادۃ تحقیق فی الفصل الثالث عند حدیث البراء۔

نتیجہ ساری تحریر کا اور امر واقعہ یہ ہے کہ حدیث غدیر بالکل صحیح ہے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں بہت سے علماء کے نزدیک حدیث غدیر متواتر ہے جناب امام احمد حنبل کی ایک روایت میں تیس صحابیوں نے اس حدیث کو جناب رسول خدا سے خود سننے کی گواہی حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں دی اس کی زیادہ تحقیق فصل ثالث میں حدیث براء کے تحت میں لکھی جائے گی۔

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی اپنی کتاب ابحاث مسددہ فی فنون متعددہ میں احادیث نبویہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جناب حسنین علیہما السلام کے متعلق جو احادیث ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

اسی طرح جناب علی مرتضیٰ کے حق میں بہت سی احادیث
ہیں جو حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں جو معناً
سب سے زیادہ واضح اور لفظاً سب سے زیادہ مشہور
ہے وہ حدیث مَن کنتُ مولاہ فعلیٌ مولاہ ہے (اس
کے فاضل مؤلف اس کے کئی طرق بیان کرتے ہیں)
اسکے طرق روایت بہت ہی زیادہ ہیں اس وجہ
سے بہت سے علماء کہتے ہیں کہ قطع نظر معنی و
مطلب میں متواتر ہونے کے یہ حدیث
الفاظاً بھی متواتر ہے ... اگر اس طرح کی حدیث
کو بھی ایک واقعہ معلوم اور امر قطعی نہیں کہہ

ث ما ورد فی
وجہ وھو علی
من اوضحہ
روایۃ حدیث
ہ فعلیٌ مولاہ
ہ کثیرۃ جداً ولذا
بعضھم الی انہ متواتر
ما فضلاً عن المعنی ... فان
کان مثل ھذا معلوماً الا
فما فی الدنیا معلوم

سکتے تو پھر دنیا میں کوئی امر قطعی و واقعہ معلوم نہیں ہے ۔

ناظرین نے ملاحظہ کیا کن واضح اور زوردار الفاظ میں علامہ مقبلی حدیث غدیر کے متواتر اور واقعہ معلوم ہونے کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی امر معلوم و واقعہ قطعی نہیں کہا جا سکتا تو دنیا میں کوئی واقعہ معلوم کی تعریف میں آہی نہیں سکتا ۔ مولوی محمد مبین جو فرنگی محل لکھنؤ کے علماء کبار میں سے ہیں حدیث غدیر کے بہت سے طرق بیان کرنے کے بعد اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں لکھتے ہیں :۔

" واکثر احادیث کہ دریں باب مذکور گشتہ از جملہ متواتر آن ست چنانچہ حدیث اَنتَ منّی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ و حدیث انا من علی و علی منی و حدیث من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ و حدیث لاُعطین الرایۃ رجلاً یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ ، وغیرہا "

احمد بن محمد العاصمی اپنی کتاب زین الفتی میں حدیث غدیر کے متعلق لکھتے ہیں :۔ ہذا الحدیث تلقتہ الامۃ بالقبول و ہو موافق الاصول یعنی

حدیث غدیر کی صحت کو امت نے قبول کیا ہے اور یہ حد
مطابق بالکل صحیح ہے۔

حافظ محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری

میں حدیث غدیر کے متعلق لکھتے ہیں :- قال حافظ ان
علی ماذکرنا جمہور اہل السنتہ والجماعۃ یعنی حافظ ذہبی کہتے ہیں :-
اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اس پر جمہور اہل سنت والجماعۃ کا
روایت بریدہ اسلمی یہ خیال کرنا کہ حضرت علی ؑ کو روز غدیر
کیا گیا تھا غلط ہو گا اس دن تو تمام امت کے روبرو باقاعدہ اعلان ہو
یہ وزارت و نیابت و خلافت تو نبوت کے ساتھ ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی
ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں کہ آنحضرت ؐ نے حضرت موسیٰ کی طرح حضرت علی ؑ کے
خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں شروع نبوت کے وقت ہی دعا کی تھی کہ علی ؑ کو اس
امر عظیم میں آپ کا شریک وزیر و خلیفہ مقرر کیا جائے اور وہ دعا قبول ہو چکی تھی۔
دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر بھی آپ نے فرمایا تھا کہ تمہارے درمیان یہ علی ؑ میرا وزیر
و خلیفہ ہے تم کو چاہئے کہ اس کی اطاعت کرو اور اکثر آپ ایسا فرماتے ہی رہتے
تھے۔ چنانچہ جب حضرت علی ؑ یمن کے جہاد سے واپس آئے تو بریدہ اسلمی نے جو آپ کے
ہمراہ تھا جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر آن کر حضرت علی ؑ کی شکایت کی اس پر
آنحضرت ؐ کو بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ جس کا میں مولا
ہوں اس کا علی ؑ مولا ہے اور وہ میرے بعد تم سب کا حاکم ہے ہم نے کچھ حوالہ جات
حدیث ولایت کے بیان میں اس کتاب کے صفحات ۳۰۶ و ۰۷ ۳ پر درج کیے ہیں مختصر
یہاں لکھتے ہیں :-

حدثنی محمد بن صالح بن ھانی
ثنا احمد بن نصر واخبرنا محمد
بن علی الشیبانی بالکوفہ ثنا احمد

(اسمائے راویان عربی میں دیکھو) بریدہ
الاسلمی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں یمن
کے جہاد میں حضرت علی ؑ کے ساتھ تھا جب

بنا محمد بن عبد	ان سے کچھ تکلیف پہونچی، جب میں
محمد بن اسحق ثنا	واپس آیا تو میں نے جناب رسول
محمد بن یوسف	خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
ہم ثنا ابن ابی عتبہ	علیؑ کی شکایت کی، اس پر آپ کا
ید بن جبیر عن	چہرہ متغیر ہوگیا، اور آپ نے
ن بریدہ الاسلمی	فرمایا کہ اے بریدہ کیا میں مومنین
عنہ قال غزوت مع علی الی	کی جانوں پر متصرف نہیں ہوں۔
من فرایت منہ جفوۃ وقدمت	میں نے جواب دیا کہ آپ ضرور
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ہیں، آپ نے فرمایا کہ بس جس
یتغیر فقال یابریدہ الست اولی بالمومنین	کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا
من انفسہم قلت بلیٰ یا رسول فقال	ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور شرائط
من کنت مولاہ فعلی مولاہ ھذا	بخاری ومسلم کے مطابق صحیح
حدیث صحیح علی شرط الشیخین	ہے۔
ولم یخرجاہ	

الحاکم :۔ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۱۰-۱۱۱۔

امام احمد :۔ مسند الجزء الخامس ص ۳۵۶ و ۳۵۸ و ۳۶۱

علی المتقی :۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۵۔ حدیث ۲۵۷۹ تا ۲۵۸۱

محب الدین الطبرانی :۔ ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۲۰۳

میرزا محمد ابن معتمد خاں :۔ نزل الابرار ص ۲۲

مرزا حسن علی محدث لکھنوی :۔ تفریح الاحباب ص ۳۱۹ و ۳۲۰

ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی :۔ کتاب الاکتفا فی فضل الاربعۃ الخلفاء

امام نسائی :۔ خصائص علویہ۔

روز غدیر خم وبریدہ کی واپسی از یمن کے علاوہ ا
یہ ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیو

اخرج الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن عمار بن یاسر قال وقف بعلی سائلٌ وھو راکعٌ فی صلاۃ تطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فاتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاعلمہ ذلک فنزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الآیۃ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون فقراھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی اصحابہ ثم قال من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

ابن مردو... میں عمار بن ... نقل کی ہے و... علی نماز پڑھتے ... میں تھے تو ایک سا... آپ نے اپنی انگوٹھی اُس... کردی۔ جناب رسول خدا... ان کو اس واقعہ سے آگاہ کیا گیا۔ پس فوراً آنحضرتؐ پر آیۂ انما ولیکم ورسولہ الآیۃ نازل ہوا۔ آنحضرتؐ نے لوگوں پر اس آیہ کو پڑھا اور پھر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

جلال الدین سیوطی:۔ کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۳ و ۲۹۴

علامہ عبید اللہ امرتسری نے ان تمام روایات کو جو حدیث غدیر خم کے اثبات صحت میں مذکور ہیں ایک جگہ جمع کرکے ان پر اچھی بحث کی ہے اور ایک صد و ایک صحابیوں کے نام نقل کئے ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے۔ ان بڑی بڑی اور ضخیم مجلدات کا ذکر کیا ہے جو محض اس ایک حدیث کی اسناد و روایات میں لکھی گئی ہیں آخر کار فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متواترات سے ہے اور اس کی صحت بغیر کسی شک و شبہ

لمطالب فی عدد مناقب اسد اللہ الغالب یعنی سوانحعمری

چہارم ۔ باب چہارم صفحات ۷۴۶ لغایت ۷۵۶ ۔

۔ خدا کا حضرت علیؑ کے فرق مبارک پر عمامہ باندھنا

حضرت علیؑ کا خیمۂ خاص میں بیٹھ کر تمام امت سے

کرنا اور تمام امت کا آپکو مبارکباد دینے پر مامور ہونا

یب سیر میں بعد نقل حدیث غدیر مسطور ہے ۔

... یر المومنین علی کرم اللہ وجہ بموجب فرمودۂ حضرت رسالت مآب

... علیہ وسلم در خیمہ نشست تا طوائف خلائق بملازمتش رفتہ لوازم تہنیت بتقدیم

رسانیدند واز جملہ اصحاب امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جناب ولایت مآب

راگفت بخ بخ یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی ومولی کل مومن ومومنۃ یعنی خوشا

حال تو اے پسر ابوطالب بامداد کردی در وقتے کہ مولائی من ومولائی ہر مومن و

ومومنہ بودی بعد ازاں اتہات مومنین برحسب اشارۂ سید المرسلین بخیمۂ امیر المومنین رفتہ

شرط تہنیت بجا آوردند۔

تاریخ حبیب السیر ۔ جلد اوّل جزو سوم ص ۷۷

یہ واقعہ اسی طرح بہت سی کتب تواریخ وسیر میں درج ہے ملاحظہ ہو ۔

ملا معین :۔ معارج النبوۃ رکن چہارم باب یازدہم ص ۲۲۰

علی المتقی :۔ کنز العمال ، الجزء الثامن ص ۶۰ حدیث ۱۲۰۹

محب الدین طبری :۔ ریاض النضرہ الجزو الثانی باب الرابع الفصل التاسع ص ۲۱

نور الدین علی بن محمد المعروف ابن صباغ :۔ فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ ۔

محمود بن محمد بن علی الشیخانی :۔ صراط سوی

ابراہیم بن محمد الحموینی :۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین

محمد بن یوسف الزرندی :۔ نظم درر السمطین

محمد بن یوسف الزرندی :۔ نظم درالسمطین ۔
جمال الدین محدث :۔ کتاب اربعین
جلال الدین السیوطی :۔ جامع الکبیر۔
ابوداؤد طیالسی :۔ مسند۔

حضرت عمر کا جناب علی مرتضیٰؑ کو روز غدیر خم اس م
ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، حضرت عمر کی اس مبارکباد کو بہت
محدثین عظام نے لکھا ہے۔ حضرت عمر کے ساتھ مبارکباد دینے ...
بھی شامل تھے جیسا کہ عبارات سابقہ میں گزرا، اور جیسا کہ روایت د
صواعق محرقہ میں ذکر ہے، علامہ عاصمی نے زین الفتی میں بھی لکھا ہے۔

یہ معاملہ یہیں نہیں ختم ہوگیا۔ بلکہ دربار نبوت کے شاعر حسان بن ثابت
کو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اس واقعہ کے متعلق نظم انشا کریں اور جب حسان بن ثابت
نے اشعار لکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کئے تو آپ ان سے بہت خوش ہوئے
جن علماء کبار و محققین باوقار نے حسان بن ثابت کے ان اشعار کو نقل کیا ہے ان
کی فہرست بہت طویل ہے کتب تواریخ مثلاً حبیب السیر روضۃ الاحباب وغیرہم میں
بھی درج ہیں۔ حسان بن ثابت کے وہ اشعار یہ ہیں :۔

(۱) ینادیھم یوم الغدیر نبیھم ۔ بخم واسمع بالرسول منادیا
(۲) یقول فمن مولاکم و ولیکم ۔ فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا
(۳) الٰھک مولانا وانت ولینا ۔ ولم تر منا فی الولایۃ عاصیا
(۴) فقال قم یا علی فاننی ۔ رضیتک من بعدی اماما وھادیا
(۵) فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ ۔ فکونوا لہ انصار صدق موالیا
(۶) ھناک دعا اللّٰھم وال ولیہ ۔ وکن للذی عادا علیا معادیا

ترجمہ

(۱) روز غدیر خم ان کے نبی نے منادی کی ۔ پس سنو رسول کیا کہتے ہیں خم کے مقام

مولا و آقا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا اور کچھ دیر نہ لگائی
ر امولا ہے اور تم ہمارے آقا ہو اور تم ہم سے اطاعت ہیں

علی اُٹھو، کیونکہ میں نے تم کو اپنے بعد امام و ہادی منتخب کر لیا ہے۔
اس کا یہ علی مولا ہے۔ صدق دل سے اس کی اطاعت کرو۔
دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو

ٹھے۔

سان بن ثابت کے اور صحابۂ رسول نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا تھا۔
بن سعد بن عبادہ ایک جلیل القدر صحابی اور صحابی کے فرزند تھے انہوں
نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا ہے چنانچہ علامہ ابوالمظفر یوسف بن قزعلی سبط
ابن الجوزی اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ اسباب الثانی ص ۲۰ پر تحریر
کرتے ہیں:

قال قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری وانشدھا بین یدی علی بصفین

(۱)	قلت لما بغی العدو علینا	حسبنا ربنا ونعم الوکیل
(۲)	وعلی امامنا و امام	لسوانا اتی بہ التنزیل
(۳)	یوم قال النبی من کنت مولاہ	فہذا مولاہ خطب جلیل
(۴)	انما قال النبی علی الامۃ	حتم ما فیہ قال و قیل

ترجمہ

قیس بن سعد بن عبادہ انصاری نے یہ اشعار جنگ صفین کے وقت حضرت
علی کے سامنے پڑھے تھے

(۱) جب دشمن نے ہم پر بغاوت کی تو ہم نے کہا ہمارے لئے ہمارا رب کافی ہے
(۲) اور علی ہمارے امام ہیں اور ہمارے سوا دوسروں کے بھی امام ہیں جن کی شان
میں قرآن نازل ہوا ہے۔

(۳) اس دن کہ حبیب رسول خدا نے فرمایا کہ جس کا میں مالک و مالک و آقا ہے۔

(۴) بتحقیق کہ نبی صلعم نے یہ بات تمام امت کو سنائی اور تمام ہے اس میں کچھ شک نہیں۔

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اشعار میں اس واقعہ اور اس پر احتجاج کیا ہے، ان اشعار کو ہم نے اس کتاب کے باب پر

مولوی حسن الزماں نے اپنی کتاب قول مستحسن فی فخر الحسن

غدیر و حدیث ثقلین پر بہت اچھی بحث کی ہے یہ بحث ص ۲۰۲ سے شروع ان کی صحت کو ہر ایک شک و شبہ سے بالاتر ثابت کر کے کہتے ہیں کہ یہ وہ اقوال رسول ہیں جن کی صحت پر اجماع امت ہے، واقعہ دستار بندی کو خاص اہمیت دی ہے صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶ پر لکھتے ہیں۔

ولا یخفی ان ذلک کان بعد ان	آنحضرت کا حضرت علیؑ کے سر مبارک پر عمامہ
امر فنودی فی القافلۃ الصلوٰۃ	باندھنا بعد نماز و خطبہ کے تھا پس قافلہ
جامعۃ وکان ینادی بذلک	میں نماز جامعہ کی منادی کرائی گئی یہ منادی
فی غیر الصلوٰۃ المکتوبۃ فاجتمع	ان نمازوں کے لئے ہوا کرتی تھی جو مقرر
المہاجرون والانصار کما فی	واجب نمازوں کے علاوہ ہوتی تھیں
روایۃ الطبرانی وغیرہ وناس	پس تمام مہاجر و انصار جمع ہوئے جیسا کہ طبرانی
من جھینۃ ومزینۃ وغفار	اور اس کے علاوہ دیگر محققین نے لکھا ہے
کما فی روایۃ النسائی وغیرہ	اور نیز جہینہ و مزینہ و غفار بھی جمع ہوئے
فخطب رسول اللہ صلے اللہ	جیسا کہ روایت نسائی وغیرہ میں ہے جب
علیہ وسلم وذکروا شہدوا	جناب رسولخدا نے خطبہ ادا فرمایا۔ ذکر ادا
استشہد فولی علیا مرتضیٰ	وشہادت و ہدایت کے بعد علی مرتضیٰ
کرم اللہ وجہہ علی نباطر آخذا	کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور پھر علیؑ کا

لمصحابہ مبالغۃ	ہاتھ پکڑ کر ان کو اُٹھایا اور تمام صحابہ کو دکھانے
دعا دعا اللہ والاہ	میں مبالغہ فرمایا پھر فرمایا اللہم وال من
لامتہ بمتابعہ	والاہ وعاد من عاداہ اور تمام امت
تہ الاکبر	کو حکم دیا کہ ثقلین یعنی کتاب اللہ وعترت
یت النبوۃ الاطہر	اہلِ بیتِ رسولؐ کی متابعت کریں۔
،ناعلی المرتضیٰ فقول	اور اس عترت میں حضرت علیؑ شامل
ن الباس لخرقۃ بہذہ	ہیں بس اس شخص کا یہ قول درست
۔ۃ التی یعتمدھا الصوفیہ	ہے کہ جماعتِ صوفیہ جو اس قسم کا عمامہ
من الاجتماع لہما والاعتدادیہما	باندھتے ہیں اس ہی واقعہ کی پیروی کرتے
لیس بمرفوع مدفوع فانہ مقطوع	ہیں۔
الوقوع فی السنۃ السنیہ	

امرِ پنجم :۔ اکمالِ دین و اتمامِ نعمتِ الٰہی بعد اور بوجہ اعلانِ جانشینی امیر المومنینؑ

جب آنحضرتؐ حکمِ خداوندی یَا اَیُّہَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ مِنْ رَّبِّکَ کی تعمیل کر چکے اور جنابِ علی مرتضیٰ کی خلافتِ بلافصل کا اعلان ہو چکا تو پھر فوراً ہی آیۂ الیوم اَکْمَلْتُ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا نازل ہوئی، اب بحث کے وقت نہ مانیں تو ان کی مرضی ورنہ علماء گروہ حکومت نے جابجا اپنی تصنیف میں اس امر کی وضاحت کی ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیہ اُس ہی روز فوراً بعد اس اعلان کے نازل ہوئی ہم علماء ذیل کی تحریرات و تصنیفات و تالیفات اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

(۱) ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ :۔ ملاحظہ ہو عبارت جو پہلے نقل کی گئی

(۲) ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علیؑ میں لکھتے ہیں :۔

[illegible] قیس بن الربیع عن ابی هارون
العبدی عن ابی سعید الخدری ان
رسول الله صلی الله علیه وسلم
دعا الناس الی علی فی غدیر خم وامر
بما تحت الشجرة من شوك فقم و
ذلك فی یوم الخمیس فدعا علیا
فاخذ بضبعیه فرفعهما حتی نظر
الناس بیاض ابطی رسول الله و
قال من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال
من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره
واخذل من خذله ثم لم یتفرقوا حتی نزلت
هذه الآیة الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فقال
رسول الله الله اکبر علی اکمال الدین واتمام
النعمة ورضی الرب برسالتی وبالولایة
لعلی من بعدی [illegible]

(اسمائے رواۃ
سے مروی
رسول خدا
اطاعت کی
کے نیچے کی
کی جائے [illegible]
کھڑے ہوگئے حضرت [illegible]
دونوں بازو پکڑ کے اٹھائے
جناب رسول خدا کی دونوں بغلوں کی سفیدی
اور فرمایا خداوندا دوست رکھ اسکو جو علی
رکھے دشمنی کر اسکو جو علی سے دشمنی کرے مدد کر اسکی جو
کی مدد کرے اور چھوڑ دے اسکو جو علی کو چھوڑ دے [illegible]
ابھی لوگ متفرق نہ ہوئے تھے کہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت
الآیہ پس جناب رسول خدا نے فرمایا اللہ اکبر تکمیل دین پر اتمام نعمت
پر اور اس بات پر کہ خداوند تعالی میری رسالت
اور [illegible]

[illegible] علامہ جلال الدین سیوطی [illegible] الجزء
الثانی [illegible] تفسیر آیہ الیوم اکملت [illegible] لکھتے ہیں

عن ابی هریرة قال من صام یوم
غدیر خم وهو یوم ثمانی عشر
من ذی الحجة قال النبی صلی الله
علیه وسلم من کنت مولاه
فعلی مولاه فانزل الله الیوم

ابوہریرہ [illegible] یوم غدیر خم اور وہ
ماہ ذی الحجہ [illegible] رسول خدا نے فرمایا
کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا
ہے اس اعلان کے بعد یہ آیت الیوم
اکملت لکم دینکم واتممت علیکم

نعمتی نازل ہوئی۔

ن محمد بن الخطیب الجلالی المعروف ابن المغازلی کتاب المناقب

ن علی بن ابراہیم النطنزی : کتاب الخصائص العلویہ۔

بن ابی سعید اسحق ابوالموید المعروف اخطب خوارزم اپنی

ابوسعید الخدری سے حدیث غدیر خم نقل کرتے ہیں اور اس

بعد لکھتے ہیں۔

الی علی فاخذ بضبعیہ	پھر جناب رسول خدا نے تمام لوگوں کو
حتی نظر الناس الی	حضرت علیؑ کی اطاعت کی طرف بلایا آپ نے
بیاض ابطہ ثم لم یفترقا حتی	حضرت علیؑ کے دونوں بازو پکڑ کر اتنا
نزلت ھذہ الآیۃ الیوم اکملت	بلند کیا کہ لوگوں نے آپ کی بغل کی سفیدی
لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی	ملاحظہ کی، پھر ابھی آنحضرت نے علی کو
ورضیت لکم الاسلام دینا فقال	نہیں چھوڑا تھا آیہ الیوم اکملت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	لکم دینکم الایۃ نازل ہوئی۔
اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام	اس پر آنحضرت نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور
النعمۃ ورضا الرب برسالتی والولایۃ	فرمایا کہ شکر ہے اکمال دین و اتمام نعمت
لعلی بن ابی طالب ثم قال اللھم	پر اور نیز اس امر پر کہ خداوند تعالی
وال من والاہ وعاد من عاداہ و	میری رسالت اور علیؑ کی خلافت پر راضی
انصر من نصرہ واخذل من	ہوا پھر فرمایا خداوند دوست رکھ
خذلہ۔	اس کو جو الخ

(۷) ابراہیم بن الموید بن عبداللہ الحموینی ... فرائد السمطین۔

(۸) ابوحامد محمود بن محمد بن حسین بن یحیی صالحانی کا قول کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ روز غدیر خم بعد اعلان خلافت جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نازل ہوئی شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں نقل

کیا ہے۔

امر ششم :۔ اعلان جانشینی سے جماعت۔۔

واقعہ عقبہ :۔ اس کتاب میں کہیں دوسری جگہ
رسول ص میں بہت جلد ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جو خصو
بغض و عداوت رکھتی تھی اور رفتہ رفتہ اس جماعت نے اپنے
بنا لیا کہ اسکے سربرآوردہ لوگوں کے دل میں حکومت پر قبضہ کرنے
پیدا ہونے لگے، اس جماعت نے جب آنحضرت ص کا یہ اعلان سُنا تو اُن
تلے کی زمین نکل گئی ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آنے لگیں، سب سے پہ
کے دل میں خیال گزرا وہ یہ تھا کہ جناب رسول خدا کو قتل کر دیں چنانچہ اس جماعت کے
پندرہ نمائندوں نے وادئ عقبہ میں آنحضرت ص کے اونٹ کو بھڑکا کر آپ کو قتل کرنا چاہا
چہروں کو نقابوں سے چھپا کر حملہ آور ہوئے مگر عمار یاسر رض اور ابوذر غفاری رض جو آنحضرت
کے ناقے کے پاس تھے مزاحم ہوئے اور یہ لوگ بھاگ گئے۔ اس واقعہ کو بہت سے مورخین نے
لکھا ہے۔ چند مورخین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کی واپسی پر ہوا بعض کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کی واپسی پر ہوا اس اختلاف سے
ہمارے مدعا پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ جنگِ تبوک بھی سنہ ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس وقت
تک اس جماعت کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ آنحضرت ص کا مدعا حضرت علی کو جانشین
مقرر کرنا ہے اور اسوقت بھی آپ نے ایک ایسا ہی ارشاد بیان فرمایا تھا جس کا مفہوم
ہی وہ تھا جو حدیثِ غدیر کا یعنی یا علیّ اَنْتَ مِنّی بِمَنْزِلَۃِ ہَارُوْنَ مِنْ مُوسیٰ اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ
بَعْدِی۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

شبے در اثناء مراجعت عقبہ پیش آمد حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ و
سلم منادی را فرمود تا ندا کرد کہ ہیچ کس برایں عقبہ بالا نہ رود تا زمانے کہ رسول ص
اللہ ازیں عقبہ نہ گذرد پس آنحضرت ص با حذیفہ بن الیمان و عمار یاسر برآں عقبہ برآمدند
و حذیفہ مہار شتر را گرفتہ بود و می کشید و عمار از عقب شتر را می راند، حذیفہ گوید ناگاہ

ایتے چہار دہ سوار دیدم کہ متوجہ باں شدند آں سرور را
برائیشاں زد ہمہ ہا گریختند و روایتے آں کہ عمار پیش رفت
می زد و بعد ازاں فرمود شناختید ایں قوم را گفتیم یا رسول
بودند، گفت ایں ہا جماعتے ہستند کہ دریں عقبہ مزاحم من شوند
و مرا بقتل آورند، گفتیم یا رسول اللہ پس چرا نمی فرستی بعشیرہ و
سروے را بریدہ بنزد تو بفرستند، فرمود خوشم نمی آید کہ عرب
قومی با دشمنان خویش مقاتلہ نمود تا برایشاں ظفر یافت آنگاہ
اہل آورد و بعد ازاں فرمود بار خدایا ایشاں را بر حمت دبیلہ گرفتار
بیم یا رسول اللہ دبیلہ چیست، فرمود شعلۂ آتش کہ در دل ایشاں افتد و
ہلاک سازد آنگاہ ناحیاء ایشاں و ناحیائی پدر ایشاں با حذیفہ و عمار گفت و امر
فرمود ایشاں را کہ از مردم پوشیدہ دارند و آں قوم را رسوانہ سازند بیہقی رحمۃ
اللہ گوید گواہی می دہد بصحت ایں واقعہ آں چہ مسلم روایت کردہ از طریق ابو
الطفیل کہ گفت میان وی از اہل عقبہ و میان حذیفہ بن الیمان گفتگوئی واقع شد۔
آں مرد گفت سوگندمی دہم ترا بخدا کہ بگو کہ اصحاب عقبہ چند کس بودند حضار مجلس
گفتند ای حذیفہ بگو چوں ترا سوگند می دہد، گفت ما را خبر دادند کہ ایشاں چہار دہ کس
بودند اگر تو از جملہ ایشاں بودہ پانزدہ نفر بودہ باشند۔ سوگند می خورم بخدا کہ دوازدہ
کس از ایشاں دشمن خدا و رسول خدا اند در دنیا و در روز قیامت و سہ کس از انجملہ اعتذار
نمودند کہ ندائی منادی آنحضرت صلعم بسمع ما نہ رسید و از انچہ اں جماعت منافق ارادہ کردہ
بودند خبر نداشتیم پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ایشاں را معذور داشت و ایضاً مسلم از
طریق عمار یاسر روایت می کند کہ گفت حذیفہ مرا خبر دار گردانیدہ کہ حضرت صلعم فرمودہ
کہ در میان اصحاب من دوازدہ منافق اند کہ روئے بہشت نخواہند دید و بوی آں
نخواہند شمید تا زمانے کہ شتر در سوراخ سوزن در رود۔ ہشت کس از ایشاں بر حمت
و بیلہ گرفتار خواہند شد شعلہ از آتش در میان شانہای ایشاں ظاہر شود و از سینہ ہائی

ایشاں سرزدند وازیں جہت اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
ی گفتند صاحب السر الذی لا اہلہ غیرہ حضرت صلعم گا ہے کہ نفاق را
گفتے علیہم نشان المنافقین حذیفہ۔ گویند بعد از پیغمبر صلے اللہ
کہ جنازہ حاضر شدی عمر بن خطاب ناظر حذیفہ بودے، اگر وے
گزاردے عمر نیز گزاردے ، اگر حذیفہ نہ شدی یا نماز نہ گذاردے

یہ واقعہ مسلمات تاریخیہ میں سے ہے چونکہ حذیفہ اس عہد
اور ان لوگوں کے نام جانتے تھے جنھوں نے اس رات کو استغفر
کیا تھا اور جناب رسول خدا نے حذیفہ کو حکم دیا تھا کہ ان مشرکین کے ناموں۔
لوگوں کو آگاہ نہ کریں اس وجہ سے حذیفہ کو صاحب سر رسول خدا کہتے تھے ۔ ماخوذ
بخاری الجزء الثانی کتاب ۲۶ باب فضائل اصحاب النبی صلعم مناقب عمار
وحذیفہ

ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعرف ابن عبدالبر۔ کتاب الاستیعاب
فی معرفۃ الاصحاب الجزء الاول باب حذیفہ، ذکر حذیفہ بن الیمان ص ۱۰۵۔

مسند احمد حنبل الجزء السادس ص ۴۹۴

واقعہ عقبہ کو فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے ہم اس کا ترجمہ
الکرار سے نقل کرتے ہیں۔

"منافقین نے قتل رسول کا قصد کیا جب کہ حضرت جنگ تبوک سے
واپس تشریف لا رہے تھے وہ پندرہ آدمی تھے، ان لوگوں نے آپس میں اس
بات پر عہد کیا کہ حضرت جس وقت شب کو وادی میں عقبہ پر چڑھیں اس وقت آپ
کو سواری سے گرادیں، عمار یاسر ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے، اور حذیفہ پیچھے
سے ہنکا رہے تھے ، حذیفہ کو اونٹوں کی آہٹ معلوم ہوئی اور ہتیاروں کی جھنکا
سُنی۔ مڑکر دیکھا کہ کچھ لوگ نقاب سے منہ چھپائے ہوئے ہیں اُنہوں نے کہا دُور ہو،
دور ہو۔ اے دشمنان خدا بس وہ بھاگ گئے۔

مسند کا ذکر امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں بھی کیا ہے۔

ہوتا ہے کہ وہ لوگ کون تھے، وہ لوگ ایسے با اثر تھے کہ اگر علانیہ
ہم کو نقصان پہنچا سکتے تھے، اس ہی وجہ سے جناب رسولِ خداؐ
کے نام علانیہ لوگوں میں مشتہر کئے جائیں، اگر نام مشتہر ہو جاتے
مدہ ان کو خواہ مخواہ اپنی مخالفت کو ظاہر کرنا پڑتا، جماعت اہلِ
ورخین نے منافقین کا گول مول لفظ لکھ کر پیچھا چھڑایا۔ لیکن اس
ی واقفیت میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا، کیونکہ جو شخص اسلام کا بانی ہو
جناب رسولِ خداؐ کو قتل کرنے کا تہیہ کرلے، وہ منافق تو ہو گا ہی، عرفِ عام
میں منافق اُن کو کہتے تھے جو دل سے مسلمان نہیں ہوتے تھے، دل سے تو کافر ہی تھے
لیکن محض ظاہرہ طور پر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن جنابِ رسولِ خداؐ کے انتقال
سے ان کو کیا فائدہ ہوتا، یہ سنہ ۹ ہجری تھا اس وقت تک اسلام
کافی مضبوط ہو گیا تھا، اگر جنابِ رسولِ خدا زندہ رہتے اور انتقال فرما جاتے تو پھر بھی
یہ گروہ منافقین کچھ نہ کر سکتا تھا، یہ کام تو ان لوگوں کا تھا جن کو جنابِ رسولِ خدا
کے انتقال سے فائدہ مقصود تھا، تاکہ جلدی سے آنحضرتؐ کا انتقال ہو تو وہ
اپنا کام شروع کر دیں، یقیناً یہ اس با اثر جماعت کے ممبر تھے جن کی نگاہیں
[illegible] کی طرف لگی ہوئی تھیں ان کی شناخت کا ایک اور معیار [illegible]
یہ وہی جنابِ رسولِ خداؐ کی موت کا انتظار کرنے والی جماعت تھی جس نے فوراً آنحضرتؐ
کی رحلت کے بعد اپنا کام شروع کر دیا اور اس میں اتنی جلدی کی کہ آنحضرتؐ
کے دفن و کفن کا بھی انتظار نہ کیا، یقیناً یہ وہ لوگ تھے جو آنحضرتؐ کی موت
کے لئے بے صبری سے منتظر تھے اور انہوں نے آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد
تو ویسے اس انتظار [illegible] کا ثبوت دے دیا۔

حضرت [illegible] کچھ بات [illegible] حذیفہ سے پوچھنے جاتے تھے کہ کیا

میں تو ان پندرہ منافقین میں سے نہ تھا چنانچہ امام ...
میں لکھتے ہیں:۔

کان (عمر) یسأل حذیفہ یقول ... حضرت عمر اکثر حذ...
لہ انت صاحب سر رسول اللہ ... حذیفہ تم جناب ر...
فی المنافقین فھل تری ... واقف ہو جو منافقین...
علی شیئا من آثار النفاق۔ ... کیا تم میری اندر ان سا...

نیز ملاحظہ ہو معارج النبوۃ ملا معین باب دواز دہم رکن چہ...

ملا معین نے معارج النبوۃ میں حضرت عمر کا فقرہ بہت پُر معنی لکھا ہے۔ ا...
فرمایا کرتے تھے:۔

ھل ذکرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ یعنی اے حذیفہ کیا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھی منافقین عقبہ میں سے بتایا تھا۔

لفظ "کان یسئل" بتا رہا ہے کہ حضرت عمر اکثر حذیفہ سے یہ سوال کیا کرتے تھے نتیجہ نکلا کہ حضرت حذیفہ نے انہیں اس سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ ٹالتے رہے۔ اگر حضرت عمر ان منافقین میں سے نہ تھے تو جناب حذیفہ کے لئے یہ جواب بہت آسان تھا اور باعث تسکین حضرت عمر بھی ہوتا کہ نہیں خدا نہ کرے آپ ان میں کیوں ہونے لگے۔ حضرت حذیفہ کی خاموشی بہت فصیح اور پُر معنی ہے، آخر کار حضرت عمر سے نہ رہا گیا اور خود ہی کہہ دیا کہ میں بھی منافقین میں سے ہوں۔ چنانچہ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں بترجمہ زید بن وہب یہ قول زید بن وہب کا نقل کرتے ہیں:۔

من روایتہ قول عمر یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین یعنی زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عمر قسم کھا کر حذیفہ سے کہا کرتے تھے کہ حذیفہ بخدا میں منافقین میں سے ہوں۔ میزان الاعتدال المجلد الاول ص ۳۶۵

…شیخ عبدالحق اسماء الرجال میں لکھتے ہیں:-

…رفت امر
…ہ ابوبکر ولا
…یر خلف رسول
…حلتہ فسمعت
…ولون لو طرحناہ
…لتہ فاندقت عنقہ
…سترحنا منہ فسرت بینہم و
وبینہ وجعلت ارفع صوتی فانتبہ
فقال من ھذا فقلت حذیفہ
قال من اولئک قلت فلان و
فلان حتی عددا سماءھم قال
ھم منافقون لا تخبرن احدا وجاء
عن نافع بن جبیر قال لم یخبر
رسول اللہ باسماء المنافقین
الذین صحبوا لیلۃ العقبۃ غیر
حذیفہ وکان عمر یسئل حذیفہ
عن حدیث العقبہ ویسئلہ عن
علامات النفاق ھل یری فیہ
شیئاً منہ

لوگوں نے حذیفہ سے کہا کہ تم نے منافقوں کا یہ
امر کیونکر معلوم کرلیا حالانکہ ابوبکر و عمر اس سے
واقف نہ ہوئے، انہوں نے جواب دیا کہ میں
آنحضرتؐ کی سواری کے پیچھے جا رہا تھا۔
آنحضرت کو غنودگی آگئی۔ اتنے میں میں نے
چند لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کہہ
رہے تھے کہ آؤ ہم آنحضرت صؐ کو ان کے
شتر پر سے گرادیں تاکہ ان کی گردن
ٹوٹ جائے اور ہمکو راحت ہو جائے۔
پس میں آنحضرتؐ کے اور ان لوگوں کے درمیان
میں حائل ہو گیا اور زور زور سے بولنے لگا۔
پس آنحضرت جاگ اُٹھے اور کہا کہ کون ہے میں
نے کہا حذیفہ۔ پھر آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ یہ
لوگ کون تھے میں نے جواب دیا کہ فلاں فلاں
سب کے نام لے دئے آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ منافقین
ہیں۔ کسی کو ان کے نام نہ بتانا۔ نافع بن جبیر کہتے
تھے کہ جناب سرورِ خدا نے حذیفہ کے سوائے کسی اور
صحابی کو ان منافقین کے ناموں سے آگاہ نہ کیا تھا
جنھوں نے اس رات کو آنحضرت کو قتل کرنا چاہا تھا

حضرت عمر جناب حذیفہ سے اکثر سوال کیا کرتے تھے کہ حذیفہ کیا مجھ میں بھی تم نفاق
کی علامت پاتے ہو، اور عقبہ کی رات والے لوگوں کا نام دریافت کرتے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر حذیفہ سے ان منافقین کے نام پوچھتے

یں اس بے چینی کے ساتھ کیوں اصرار کرتے تھے، اس کی
کہ آپ لوگوں پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ وہ خود ان میں
کہ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کہیں حذیفہ نے ان کے نام تو ا
حذیفہ سے براہ راست تو یہ سوال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ آ
انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر کہیں حذیفہ نے اس طرح میرا
بتا دے تو میں سمجھوں گا کہ انہوں نے اوروں کو بھی بتا دیا ہوگا اور
کرلوں گا اور اگر انہوں نے مجھے نہ بتایا تو مجھے تسلی ہو جائے گی کہ ا
بھی نہ بتایا ہوگا۔

اعلانِ غدیر خم کے بعد جماعت مخالفین کی ساری امیدیں خاک میں مل
اور جناب رسولخدا کی طرف سے بالکل ناامید ہو گئے، ان کو یقین کامل ہو گیا کہ اب
جناب رسولخدا کسی طرح اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں گے۔ اب ہمارے پاس صرف ایک ہی
آلۂ کار رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دیں کہ یہ اعلانِ
خلافت خدا کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ رسولِ خدا اپنے خاندان میں ہمیشہ کے لئے حکومت
قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جب لوگوں کے دلوں میں یہ خیال اچھی طرح جاگزیں ہو جائے تو
رسول خدا کے انتقال پر ہم لوگوں کے سامنے اپنا ایک خلیفہ و حاکم اعلیٰ پیش کر دیں۔
حارث ابن نعمان نے اس جماعت کے خیالات کی اچھی ترجمانی کی اور ان کی نمائندگی
کا اچھا حق ادا کیا جب اس نے آنحضرتؐ کے مدینہ پہنچتے ہی پہلے یہ اعتراض پیش کر دیا
اس نے مسجد میں آکر تمام صحابیوں کے مواجہ میں آنحضرت سے اعتراض آمیز گفتگو کی۔
آیت سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْکَافِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ کی شان نزول
میں جماعت حکومت کے مفسرین و محققین و علماء نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا
ہے۔ ہم علامہ ثعلبی کی تفسیر سے عبارت نقل کرتے ہیں۔

ان سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ | سفیان بن عینیہ سے پوچھا کہ آیۂ
سئل عن قول اللہ عز و جل | کریمہ سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ کس

ب واقع فی من
قد سألتنی
ئالتنی عنها
ثنی ابی عن
عن آبائه ان
صلی الله علیه وسلم
بغدیر خم نادی الناس
جتمعوا فاخذ بید علی و قال
من کنت مولاه فعلی مولاه
فشاع ذلك وطار فی البلاد
فبلغ ذلك الحارث بن النعمان
الفهری فاتی رسول الله صلی
الله علیه وسلم علی ناقة له
فنزل بالابطح عن ناقته و
اناخها فقال یا محمد امرتنا
عن الله عز وجل ان نشهد ان
لا اله الا الله وانك رسول
الله فقبلناه منك وامرتنا
ان نصلی خمسا فقبلناه منك و
امرتنا ان نصوم رمضان
فقبلنا وامرتنا بالحج فقبلنا
ثم لم ترض بهذا رفعت بضبع
ابن عمك ففضلته علینا و

کی شان میں نازل ہوا ہے سفیان نے جواب دیا
کہ تو نے مجھ سے وہ سوال کیا جو اب تک کسی نے
نہیں کیا تھا مجھ سے بیان کیا میرے باپ نے اور اس نے
سُنا تھا حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقرؑ سے
جنھوں نے روایت کی اپنے آباء واجداد سے کہ جب جناب
رسولخدا غدیر خم پر پہنچے تو لوگوں کو ندا دی اور وہ سب
جمع ہو گئے، پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ
کر کہا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے یہ
خبر اطراف عالم میں شایع ہوئی اور شہروں میں پھیلی اور
حارث بن نعمان تک بھی پہنچی پس حارث بن نعمان جناب
رسولخداؐ کے پاس ایک ناقہ پر سوار ہو کر آیا اور ناقہ
کو ایک طرف بٹھایا اور آنحضرتؐ کے نزدیک گیا کر
کہا کہ اے محمدؐ تم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم خدا کو ایک اور
تمکو اسکا رسول مانیں ہم نے مان لیا تم نے ہمکو
حکم دیا کہ ہم پانچ وقت نماز پڑہیں وہ بھی ہم نے منظور
کیا حکم دیا کہ ہم رمضان میں روزے رکھیں
وہ بھی تسلیم کیا حکم دیا کہ حج کریں وہ بھی ہم نے
مان لیا، اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور اب
اپنے ابن عم کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور ہم
پر فضیلت دی کہ جس کا میں مولا ہوں
اس کا یہ علی مولا ہے ۔ اب فرمائیے کہ یہ
علی کی مولائیت آپ کی [illegible] سے
ہے یا یہ بھی خدا کی طرف سے مقرر کی ہوئی

قلت من کنت مولاہ فعلی مولاہ فہذا شیٔ منک امرمن اللہ عزوجل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی لا الہ الا ھوان ھذا من اللہ عزوجل فولی الحارث بن النعمان یرید راحلتہ وھو یقول اللہم ان کان مایقولہ محمد حقا فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم فی وصل الی راحلتہ حتی رماہ اللہ عزوجل بحجر فسقط علی ھامتہ وخرج من دبرہ فقتلہ وانزل اللہ عزوجل سأل سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع من اللہ ذی المعارج۔

ہے۔ جناب رسولِ کی جس کے ... یہ امر بھی خد ... ابن النعمان ... چلا کہ اے خدا ... حق ہے تو مجھ پر آسما ... اور عذاب دردناک بھیج ... تک نہیں پہنچا تھا کہ خداوند ... پر آسمان سے پتھر نازل کیا جو ... سر میں ہوتا ہوا اس کی مقعد سے گیا اور وہ مرگیا۔ اس وقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی سأل سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع۔

ذیل میں ان مفسرین ومحققین کے نام مع ان کی تالیفات کے لکھے جاتے ہیں۔ جنھوں نے اس آیۂ کریمہ کی شانِ نزول اسی طرح بیان کی ہے اور اس قصّہ کو مفصل لکھا

۱:۔ احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی .... تفسیر القرآن
۲:۔ یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی .... تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمۃ الباب الثانی ص ۱۹۰۱۸
۳:۔ ابراہیم بن عبداللہ الیمنی الوصابی .... کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء
۴:۔ محمد بن یوسف زرندی .... معارج الوصول ودرر السمطین
۵:۔ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی ...۔ ہدایۃ السعداء
۶:۔ سید نورالدین علی بن عبداللہ الحسنی السمہودی .... جواہر العقدین
۷:۔ سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المحدث ... کتاب اربعین

..بن تاج العارفین المناوی ... فیض القدیر شرح جامع صغیر

..بدالله العبدروس ... عقد نبوی وسر مصطفوی

.... مرا مسوی

..بن احمد الحلبی .... انسان العیون فی سیرة الامین المامون۔

..باکثیر .... وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل

.... تفسیر شاہی

..م سبط شیخ ابو الرضا — معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ

..ایل بن صلاح الامیر صنعانی — روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ

..مد بن عبد القادر الحفظی — ذخیرۃ المآل

..۱۔ سید مومن بن حسن بن مومن شبلنجی — نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار

منتہی الارب میں ہے وَقَعَ بالتحریک سنگ اسی لئے وَقِیع اس کارد بالموا کو کہتے ہیں جو پتھر سے تیز کی گئی ہو۔ وَقَعَ بالفتح۔ آسیب وزدگی چیزے بچیزے از جائے بلند از کوہ۔

واقعہ غدیر خم ایک مہتم بالشان واقعہ تھا کہ جس نے ان مخالفوں کے دلوں میں ہیجان پیدا کر دیا، اور ان کو معلوم ہو گیا کہ جناب رسولخدا کے بعد حکومت و سلطنت حضرت علیؑ کے پاس منتقل ہو جائیگی اور یہی نہیں کہ صرف علیؑ تک ہی محدود رہے بلکہ ان کے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ اس کے مستقل استحکام و استقرار کا امکان معلوم ہوتا تھا۔ حارث بن نعمان جماعت مخالفین کا بھیجا ہوا سا شدہ تھا۔

ممکن ہے کہ اعتراض کرنے والے یہ تین اعتراض کریں۔

۱۔ اکثر روایات میں پایا جاتا ہے کہ حارث بن نعمان وادی البطح میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وہاں یہ واقعہ ہوا۔ یہ وادی مکہ کے قریب ہے اور یہ مسلمہ ہے کہ آنحضرت حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔

۲:۔ سورۃ المعارج جس میں یہ آیات شامل ہیں مکیہ ہے اور واقعہ مدینہ

کا بیان کیا جاتا ہے۔

۴۳:۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آیۃ شریفہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ
کی آخری آیت ہے پھر اس کے بعد یہ سَاَلَ سَائِلٌ کیا

ہم ان تینوں اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔

اعتراض اول:۔ بطحا کسی خاص جگہ کا نام نہیں بلکہ
جو سیل آب کا گزرگاہ ہو اور جس میں باریک سنگریزے بکثرت ہوں۔
میں ہے:۔ در اصل لغت بطحا بمعنی زمین فراخ کہ گزرگاہ آب سیل باشد و در
بسیار باشد۔ از منتخب وکنز و لطائف۔ بطائح جمع۔ قاموس میں ہے:۔
کلکتف و البطیحہ والبطحا والابطح سیل واسع فیہ دقاق الحصی ج اباطح وبطاح وبطائح
وتبطح السیل اتسع فی البطحاء۔

ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد المدعو بجمال القرشی کتاب صراح میں لکھتے ہیں
البطح آب رود در سنگلاخ اباطح بطاح جمع والثانی علی غیر قیاس ویقال بطاح بطح کما
یقال عوام عوم البطیحہ البطحاء مثلاً ومنہ بطحاء مکہ ولطائح البنط بین العراقین وتبطح السیل
ای اتسع فی البطحا۔

ابن الاثیر نہایہ میں کہتا ہے:۔ وفی حدیث عمر انہ اول من بطح المسجد
قال البطحہ من الوادی المبارک ای القی فیہ البطحاء وہو الحصی الصغار و بطحاء الوادی
والبطحہ حصاہ اللین فی بطن المسیل ومنہ الحدیث انہ صلی بالابطح یعنی البطح مکہ مسیل وادیہا
وتجمع علی البطاح والاباطح ومنہ قیل قریش البطاح ہم الذین ینزلون اباطح مکہ وبطاحہا۔

اس سے ظاہر ہے کہ ابطح مکہ کو ابطح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ گذرگاہ آب ہے،
اور قریش البطاح کے کہنے سے ظاہر ہے کہ ایک بطحاء نہیں بلکہ کئی ابطح ہیں۔ دیوان
عمر بن علی ابن الفارض کے شعر

اسعد اخی وغنی بحدیث من | حل الاباطح ان رعیت اخائی

کی شرح میں شیخ حسن البورینی کہتے ہیں:۔ والاباطح جمع الابطح وہو سیل واسع فیہ دقاق الحصی

من عودة   احیی بها باساکنی البطحۃ

سیل واسع فیہ دقاق الحصی جمعہ : باطح و بطاح و بطائح : شرح

۔ ال بطاح الذین ینزلون بین اخشبی مکہ ۔

مرف بطحاء مکہ ہی پر نہیں ہے بلکہ ہر ایک ایسی فراخ جگہ کو کہتے ہیں کہ

۔۔۔ ب میں سنگریزے بہت ہوں چنانچہ ابن خلکان شافعی

یات الاعیان میں ترجمہ ابن صیفی (ابو الفوارس سعد بن محمد

۔ صیفی التمیمی) کہتے ہیں کہ نصر اللہ بن مجلی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک دن

۔ اب میں حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا اور عرض کی کہ ۔۔۔ دن آپؑ نے فرمایا

تھا کہ جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے گا وہ امن پائے گا ۔ اور آپؑ ۔۔۔ حسینؑ کے اوپر جو گزرا وہ اس ہی خاندان سے گذرا ۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا تم نے ابن الصیفی شاعر کے شعر نہیں سنے ۔ نصر اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ نہیں حضرت نے فرمایا کہ اب ہی چلے جاؤ اور سن لو ۔ چنانچہ نصر اللہ بن مجلی اسی وقت دوڑتے ہوئے ابن الصیفی کے گھر آئے ، خواب کا واقعہ سنایا ان پر شدتِ گریہ و بکا طاری ہوگئی اور کہنے لگے آج رات ہی کو میں نے یہ شعر کہے تھے ۔ ابھی تک کسی نے نہیں سُنے اور نہ لکھے دیکھے ۔ پھر انہوں نے وہ شعر سنائے ، وہ یہ تھے ؎

(۱) ملکنا و کان العفو منا سجیۃ   فلما ملکتم سال بالدم ابطح

(۲) و حللتم قتل الاساری و طالما   غدونا علی الاسری نعفو و نصفح

(۳) فحسبکم ھذا التفاوت بیننا   وکل اناء بالذی فیہ ینضح

ترجمہ (۱) جب ہم نے سلطنت حاصل کی تو عفو کرنا ہماری خصلت میں داخل تھا ۔ اور جب تم نے ملک حاصل کیا تو ابطح میں خون کا دریا بہا ۔

(۲) اور تم نے قیدیوں کو قتل کرنا حلال سمجھا اور ہم قیدیوں سے ہمیشہ درگذر کیا کرتے تھے ۔

(۳) بس تمہاری جبلت و فطرت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ
تمہارے درمیان ہو کافی ہو۔ ہر ایک برتن میں سے وہ ہی ٹپکے
شاعر نے میدان کربلا کو جہاں امام حسین علیہ السلام قتل
وہ وادئ فرات تھی اور وہاں سنگریزے بہت تھے۔

اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ مدینہ میں البطح و لبطحا موجود ہے او
سید نورالدین سمہودی اپنی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں
البطحاء۔ یدفع فیہا طرف عظم الشامی و ما دبر من المصلین و تدر
بین المصلین فی التحقیق کما سبق و لعلہا بطحان از ہر۔

ملاحظہ ہو وفاء الوفاء باخبار دار المصطفےٰ۔ جزء الثانی۔ باب السابع۔
فصل الثامن فی بقاع المدینۃ و اعراضہا و اعمالہا و مضافاتہا و اندیتہا و جبالہا
و تلاعہا علی ترتیب حروف الہجاء در حرف ب ص ۲۶۰

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں بھی ایک مقام مشہور و معروف ہے جس کو لبطحا
کہتے ہیں۔ لبطحاء و البطح ایک ہی شے ہے چنانچہ منتہی الادب میں ہے ابطح کنکف و
بطیحہ و لبطحا و ابطح جوئے در سنگلاخ۔

اعتراض دوم:۔ صاحبان بصیرت سے مخفی نہیں ہو کہ قرآن شریف میں
بہت سی آیات ہیں جو بار بار نازل ہوئیں ایک ہی آیت مکہ میں نازل ہوئی اور پھر
وہ ہی آیت مدینہ میں حالات کے مطابق نازل ہوئی، یہ بھی مسلمات میں سے ہے
کہ ایک سورہ میں مکی و مدنی آیات مجتمع ہیں، کثرتِ آیات کے لحاظ سے اس سورہ کو
مکی یا مدنی کہا گیا ہے کئی سورتیں بار بار نازل ہوئیں چنانچہ سورالحمد کئی دفعہ نازل
ہوئی۔ سورۃ المعارج مکیہ ہے اور یہ خاص آیت مکیہ بھی ہو اور پھر مدینہ میں بھی نازل
ہوئی۔ پہلے غالباً نضر بن حارث کے لئے اور اب حارث ابن نعمان کے لئے۔ جب
ایک ہی قسم کا واقعہ دو یا تین دفعہ ہو جائے تو اگر اس کے متعلق کی آیت اتنی ہی دفعہ اس
واقعہ کے ساتھ نازل ہو جائے تو عین مناسب ہے۔ بلکہ یہ تکرار ضروری اور لازمی ہو

...الدین سیوطی کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن ہمارے
...وع الحادی عشر ما تکرر نزولہ ص ۳۵ سے ہم یہ ذیل کی عبارت

متقدمین و	متقدمین ومتاخرین کی ایک جماعت
...ن القرآن ما	کثیر نے تصریح کی ہے کہ قرآن شریف میں
وقال ابن الحصار	کئی جگہ مکرر نازل شدہ آیات ہیں ابن
...نزول الآیۃ تذکیراً	الحصار کہتا ہے کہ آیات کا بار بار نازل
...وعظۃ وذکر من ذلک خواتیم	ہونا وعظ ونصیحت کی تاکید کے لئے تھا
سورۃ النحل واول سورۃ	مثال کے طور پر اس نے آخر آیات سورۃ
...روم (وذکر) ابن کثیر منہ	النحل اور اول آیات سورۃ الروم بیان
آیۃ الروح وذکر قوم منہ	کیں ابن کثیر نے مکرر آیات میں سے آیۃ الروح
الفاتحہ وذکر بعضہم منہ قولہ	کو ذکر کیا ہے بہت سے لوگوں نے سورۃ فاتحہ
ما کان للنبی والذین امنو	کو مکرر نازل شدہ بیان کیا ہے۔ بہت
الآیۃ وقال الزرکشی فی البرہان	سے لوگ کہتے ہیں کہ آیت ما کان
قد ینزل الشیٔ مرتین تعظیماً	للنبی بھی مکرر نازل ہوئی، علامہ
لشانہ وتذکیراً عند حدوث	زرکشی برہان میں کہتے ہیں کہ ایک
سببہ وخوف نسیانہ ثم ذکر	آیت کے کئی دفعہ نازل ہونے کے
منہ آیۃ الروح وقولہ اقم	کئی سبب ہیں کبھی تو اس آیت
الصلوۃ طرفی النہار الآیۃ فان	کی شان کی تعظیم مناسب ہوتی
سورۃ الاسراء وھود مکیتان	تھی کبھی ایک ہی قسم کا واقعہ جو
ومسبب نزولہما یدل علی انہما	اس کا سبب ہوتا تھا کئی دفعہ ظہور
نزلتا بالمدینۃ ولہذا امرۃ	پذیر ہوتا رہا کرتا تھا اور وہ آیت
بعد مرۃ قال وکذلک ما	ہم کئی دفعہ نازل ہوئی تھی کبھی اس

ورد في سورة الاخلاص من
انها جواب للمشركين بمكة
وجواب لاهل الكتاب بالمدينة
وكذلك قوله ما كان للنبي
والذين آمنوا الاية وقال
والحكمة في ذلك كله انه
قد يحدث سبب من سوال
او حادثة تقتضي نزول
آية وقد نزل قبل ذلك
ما يتضمنها فيوحى الى النبي
صلى الله عليه وسلم تلك
الآية بعينها تذكيرا
لهم بها وبانها تتضمن
هذه۔

بھول جانیکے
کے طور پر ا
النہار کا ذ
ہیں لیکن انز
ہونا چاہئے اس
ہوا ہے مگر شبہ کی و
نازل ہوئی اور مدینہ میں د
سورۂ اخلاص کے متعلق ہے کہ وہ
ہے اور مدینہ کے اہل کتاب کا بھی جواب ہے اسی طرح یہ
للنبی ہے اس تکرار نزول میں حکمت تھی کہ کبھی فرما
کتاب کے سوال یا کسی واقعہ کی وجہ سے ایک آیۃ نازل ہوئی۔
پھر اسکے بعد تقریباً ویسا ہی سوال کیا گیا یا اسی طرح کا
واقعہ درپیش آیا تو خداوند تعالیٰ اس پہلے واقعہ پر نازل
شدہ آیت کو پھر آنحضرت کی طرف وحی کر دیتا تھا تاکہ یاد
دلایا جاؤ کہ تمہارے اس سوال یا اس واقعہ کا جواب پہلے ہی نازل ہو چکا ہے۔

لاکھ لاکھ شکر ہے اس قادر مطلق کا جو ان لوگوں کا منہ ان کی ہی زبان سے بند کر دیتا ہے۔ جو بحث علامہ سیوطی نے کی ہے وہ اس اعتراض کا جواب شافی ہے۔ بہت سی مدنی سورتوں میں مکی آیات ہیں اور مکیہ سورتوں میں مدنی آیات رکھ دی گئی ہیں۔ موجودہ ترتیب قرآن مجید میں نہ شانِ نزول کا خیال رکھا گیا ہے اور نہ ترتیبِ نزول کا، سورۃ بنی اسرائیل میں کم سے کم پانچ آیاتِ مدنی ہیں اور یہ سورۂ خود مکی شمار ہوتا ہے وہ پانچ مدنی آیات یہ ہیں۔

(۱) ولا تقتلوا النفس الایۃ (۲) لا تقربوا الزنا الآیۃ

(۳) اولٰئك الذين يدعون الایۃ (۴) وَاَقِمِ الصلوٰة الآیۃ

بیٔ حقہ

ری مکی ہو مگر اس کی دو آیتیں ولایزال الذین کفروا

قارعة اور ویقول الذین کفروا الست مرسلا مدنی

یم مکی ہو لیکن اس کی دو آیتیں الم تر الی الذین بدلوا

بیتہ و بئس القرار الا آیتہ مدنی ہیں۔ سورۃ انفال مدنی ہے۔ لیکن

ایات مکی ہیں۔ سورۃ الاعراف مکیہ ہو لیکن اس کی آٹھ آیات مدنی ہیں

ے متعلق کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساری مدنی ہی، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساری

و بعض کہتے ہیں کچھ مکی ہو اور کچھ مدنی ہے غرضکہ ہر ایک سورۃ کی نسبت ایسا ہی ہو

تمام سورتوں کو بیان کرنے سے طوالت ہوگی۔

اعتراض سوئم:۔ چونکہ آیت سأل سائل صرف دوہرائی گئی ہو۔ بدید

تنزیل نہیں ہو، لہٰذا کہا گیا ہے کہ آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ۔ کے بعد کوئی

جدید آیت نازل نہیں ہوئی۔

باب دوازدہ

افضلیت حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ

کیا انتخاب علی بن ابی طالبؑ ان کی افضلیت پر مبنی تھا یا محبت و خاندانی جانبداری کا نتیجہ تھا اور ان سے بہتر و افضل اصحاب ذاتی کی وجہ سے نظر انداز کر دئے گئے

ھا علیٌ بشرٌ کیف بشر	ربہ فیہ تجلی وظہر
علیٌ حبہ الجنۃ	قسیم النار والجنۃ
وصیُّ مصطفیٰ حقا	امام الانس والجنۃ

امام شافعی

ھو النبأ العظیم وفلک نوح	وباب اللہ وانقطع الکلام
اے رونق ارض و سما زینت دہ عرش علا	خورشید قدرت را ضیا نورِ جنابِ کبریا
شاہِ سریر کن فکاں مالک رقاب انس و جاں	جانِ جہاں روح رواں محبوب محبوبِ خدا
بدر الدجیٰ فرخ لقا شمس الضحیٰ نور الہدیٰ	بحر سخا کانِ عطا معجز نما مشکلکشا
ای رونق این چمن و دہ مظہر خلق حسن	زیب زمیں شاہ زمن صاحب سریر لافتا
استاد جبریل امیں علام علم اولیں	تفسیر قرآن مبیں کشاف راز کبریا
عالی نسب والا حسب ماہ عجم شاہ عرب	ضرغام دیں حیدر لقب عالم سبب مشکلکشا
ماہ فروغ معرفت مہر سپہر مکرمت	سلطانِ عالی مرتبت مسند نشینِ قل کفا
منشئ آیات مبیں فتوی دہ حبل المتیں	بر آسماں کرسی نشیں بر عرش اعظم متکا
حاجت روائی مومناں مشکل کشائے دو جہاں	روشن چراغ خرد شاں شاہنشہ روز جزا

مرارِ خفی — دروازۂ علم نبی گنجینۂ صدق و صفا
نا از وصف ثنا — سر دفترِ اہل صفا سرکردۂ عیش غزا
مانِ یقیں — ساقیٔ فردوس بریں ساغر دۂ اہل صفا
پیرداوری — فرماں برایت مشتری ی نیر برج سما
و کون و مکاں — فخرِ جہاں شاہ زماں زیب سریر لا فتی
سماں فرماں تو — عالم ہمہ مہمان تو ای منعم شاہ و گدا
ان ی رہنمائی مومناں — ای واقفِ از نہاں آگاہ از راز خدا
یں ہم نفس خیر المرسلیں — یعسوبِ دیں حبل المتیں ی صاحبِ مشکلکشا
... کامیسے نفس شیر خدا فریاد رس — مشکلکشا مشکلت نہ کس ی دستگیر د سرا
نور تو نفس احمدی جسم تو نور سیدی — اول زِ عالم تو بدی بعد از تو خلق ارض و سما
در شانِ پاکت اے ولی نازل شدہ نادِ علی — جبریل با صوت جلی خوانده بشانت لا فتی
ہیچید نہ از حکم تو سر جور و ملک جن و بشر — انجم فلک شمس و قمر برق و مطر آب و ہوا
باشا مطیع حکم تو در ہر دو عالم ہر چہ ہست — در تحت فرمانت بود از عرش تا تحت ثرا
برگردنِ ہر کس بود حکم سجود بندگی — سر بر خط امرت نہد اشجار و احجار و گیا
اعلی ست قصر شان تو روح القدس دربان تو — نا رفتہ تا ایوان تو شہبازِ فکر انبیاء
نورِ تو شمع بزم حق زیر سپہر نہ طبق — گیرد ملک از تو سبق ای پیشوائے انبیاء
اے بستر آرائی نبی ہمراز ہم نفس و وصی — حائی وقتِ بیکسی یاد دستِ حق روز جزا
برج امامت اشرف فخر رسولان سلف — ذاتت گہ کعبہ صدف این آبرو حاصل کرا
حیدر توئی صفدر توئی علم نبی را در توئی — سرور توئی سگ در توئی ی مفخر آل عبا
ای شہ سوار لا فتی ای تاجدار ہل اتی — فرمان روائی تاں کفا شاہنشہ عز و علا
ای رونق ہر انجمن نور خدائی ذو المنن — دریائے رحمت موجزن بر بندگان لطف خدا
ای نائب ختم رسل جنت حار و لے جز و کل — روئے قدرت سر راست گل در باغ دیں ای پیشوا
سر بیت نظم کن فکاں سر دفتر ہر دو جہاں — سر مطیع کون و مکاں سر منشئ عز و علا

اے پیشوائے متقین و خسر روز لیسیں | بر در گہت آل رجب
جز تو نہ دارد ہیچ کس ز بیکسی فریاد رس | لطف و عنایات ترا
دارد ز ذات پاک تو امید ایں غمناک تو | مدحت سرائی پاک تو
گرچہ سیہ رو کردہ است معصیت گو ہر دہ است | لیکن بتو بسپردہ است
ہر کس کہ دست خالئی درد امن پاک تو زد | پر یافت جیب آرزو

تو بو علی را کے کنی محروم لطف عام خویش
ہرگہ ترا باشد عطا بر دشمنان خود شہا

شاہ شرف الدین بو علی قلندر

شاہے کہ وصی بود و ولی بود علی بود | سلطان سخا و کرم و جود علی بود
آں قلعہ کشائی کہ در قلعۂ خیبر | بر کند بیک حملہ و بکشود علی بود
آں شیر دلاور کہ ز بہر طمع نفس | در خوان جہاں پنجہ نیالود علی بود
سرّ دو جہاں پر تو انوار الٰہی | از عرش بفرش آمد و بنمود علی بود
فرزند خلف در صدف نکتۂ توحید | کادم بجمالش نگراں بود علی بود

سرّ دو جہاں جملہ ز پیدا و ز پنہاں
شمس الحق تبریز کہ بنمود علی بود

شیخ سعدی کے مشہور و معروف وطویل قصیدہ کے چند اشعار اس قصیدہ میں عظیم الشان قسموں کی ضمانت سے شیخ سعدی حضرت علیؑ کی افضلیت کا اظہار فرماتے ہیں :-

منم کز جاں شدم مولائے حیدر | امیر المومنین آں شاہ صفدر
علی کو را خدا بے شک ولی خواند | بامر حق وصی کردش پیمبر
حسام او نجات اہل ایماں | سنان او ہلاک جان کافر
بحق بادشاہ ہر دو عالم | خدائے بے نیاز و فرد اکبر
بحق خالق دارائے بے چوں | بحق صانع دادار و داور

ل ہتیش — بحق جعفر طیار سرور
؛ آہ زہرا — بخون ناحق و شبیر و شبر
حئ الہیٰ — کزاں جا نیست دیگر جائے بہتر
طفے در کل عالم — نہ بُد فاضل تر و بہتر ز حیدر
امام حق علیؑ داں — کہ او بُد نفس معصوم و برادر
سلونی گفتن او را — کہ علم مصطفے را بود او در
مدح آں شاہی کہ جبرئیل — گہے مداح بودش گاہ چاکر

ازاں گفتم کہ تا خلقاں بدانند
کہ سعدی زیں سعادت نیست بے پر

سعدی شیرازی

شعرائے اسلام نے اپنی عمریں جناب علی مرتضیٰ کی مدح و ثنا میں گزاریں اور اس کو اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھا اس میں شیعہ و سنّی کی تخصیص نہیں اور یہ بھی جناب امیر المومنین کا ایک معجزہ سمجھنا چاہیئے بہت سے قادر الکلام نامی گرامی شعراء ہر ایک اسلامی ملک میں گزرے ہیں لیکن کسی نے کسی اور صحابی کے لئے ایسی شان کے قصیدے نہیں لکھے وجہ مضمون کی قلت تھی، شاعر اپنے دماغ سے الفاظ اور ان کی بندشیں پیدا کر سکتا ہے واقعات تو اختراع نہیں کر سکتا۔ اگر واقعات نہ ہوں گے تو الفاظ کہاں سے آئیں گے۔ حضرت غالبؔ مرحوم پیدائشی سنّی تھے ان سے ان کے ہم عصر بزرگوں نے شکائت کی کہ آپ نے امیر پیغمبرؐ کی شان میں تو بہت سے قصیدے لکھے ہیں اول کے تین خلفائے راشدین کے لئے کچھ نہ کہا۔ مرزا نوشہ نے جواب دیا کہ ان کی شان کے واقعات مجھے بتا دیں نظم کر دوں گا۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے ہاں کوئی ہٹ دھرمی کی مدح صحابہ کہے تو بات دوسری ہے مجھے اگر کوئی رستمِ دوراں اور شہنشاہِ ہفت اقلیم کہدے تو میں تو اس کو اپنی مدح نہیں بلکہ مذمت سمجھوں گا کہ دیکھو میرا مذاق اڑاتا ہے۔ معلوم نہیں ان بزرگواروں کی روحیں اپنے نادان دوستوں کے منہ سے

یہ بھی چوڑی بے پر کی داستانیں سن کر کیا کہتی ہوں گی، بہت ہی
ناوانی کی بدعت اس جہالت کے زمانہ ہی میں شروع ہو سکتی تھی۔ ع
نہیں کریں گے ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے۔ یہ حضرت علیؑ ہ
میں ممکن ہے کہ شاعر کا تخئیل چاہے کتنا ہی آسمان مبالغہ کی بلند
کرے لیکن پھر بھی وہ واقعیت کی حدود کے اندر ہی رہے گا۔ جناب
علیؑ کی شان میں بہت کچھ کہا۔ اور ان کے بہت سے فضائل بیان۔
ہی کہا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ علیؑ کی نسبت وہ ہی کہنے لگیں گے
عیسیٰ کی نسبت کہتے ہیں تو میں اس کی ایسی صفات بیان کرتا کہ لوگ اس ے
کی نیچے کی مٹی لے جاتے، یعنی جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ علی کی پوری توصیف و تعریف
نہیں ہے ایسے شخص کی مدح کرنے میں شاعر کا مبالغہ واقعیت کی حدود سے کیونکر باہر
نکل سکتا ہے، اگر سنی شعراء کے منقبت کے قصائد کو جمع کیا جائے تو کئی جلدیں تیار
ہو جائیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مداحان علی ابن ابی طالبؑ عوام الناس
سے ڈرتے رہتے تھے کوئی طعنوں سے کوئی زجر و توبیخ سے جب شافعیؒ جیسے مستند
امام حب علیؑ کی وجہ سے طعن و تشنیع سے نہ بچ سکے اور امام نسائی جیسے عالم و محدث
کو عین مسجد دمشق میں اس وجہ سے زدوکوب کیا گیا کہ انہوں نے فضائل علیؑ بیان کئے
تھے تو عام لوگوں کی کیا حالت ہو گی، ایسی فضا اور ایسی سرزمین میں حب علیؑ
کا نشو و نما پانا اور ان اشعار کا شایع ہونا جناب علی مرتضیٰ کی احقیت کی دلیل
اور آیہ وافی ہدایہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ کی تفسیر ہے۔
زمانہ کی بدذوقی کہئے یا جہالت کی فراوانی کہ حضرت علی کی افضلیت ثابت
کرنے کی بھی ضرورت پڑی، گویا ان کا غیر بھی اس قابل سمجھا جانے لگا کہ حضرت
علیؑ کے مقابلہ میں اس کا ذکر ہو سکے اس میں بھی شیعہ و سنی کی تخصیص نہیں۔ اُمت
محمدیہ کی اکثریت اس پر متفق ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے اتنی عظیم الشان قسمیں کھا کر
کہا ہے کہ بعد از مصطفیٰ در کل عالم نشد فاضل تر و بہتر ز حیدر

سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے، زمانۂ ماضی میں چونکہ علم حدیث
[illegible] لوگوں کی کثرت تھی، اُن لوگوں میں اور غالی شیعوں میں
[illegible] حضرت علیؑ کو بہترین ماننے کے ساتھ ہی خلفاء ثلاثہ کو آنحضرتؐ
[illegible] اور غالی شیعہ ان کو غاصب جانتے تھے، موجودہ زمانہ میں
روہابیت کا زور ہوتا جا رہا ہے اور علم حدیث و تاریخ لوگوں میں
[illegible] یا ہے، یہ عقیدہ اہلسنت وجماعت میں سے کم ہوتا جاتا ہے ورنہ جو کچھ
[illegible] مرحوم ہوشیارپوری نے حضرت علیؑ کی نسبت لکھا ہے اس سے زیادہ
[illegible] یا کوئی شیعہ لکھے گا، اب ان لوگوں میں ایک نئی پود اٹھ رہی ہے جو کہتی ہے کہ
کیوں حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو حضرت علیؑ سے افضل نہ سمجھا جاوے لیکن یہ اب
بھی نہیں بتا سکتے کہ حضرت علیؑ ان بزرگواروں سے کیونکر اور [illegible] صفت میں کمتر تھے
اس انقلاب کی یہ وجہ ہوئی کہ علم حدیث و فقہ تو جاتا رہا، اگر علم الرجال کا فقرہ کسی
بی اے یا ایم اے کے سامنے کہا جائے تو وہ یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ اس کے کیا معنی
ہوئے، اگر اس نے اپنی کسی جماعت میں فارسی یا عربی کا کورس لیا ہے تو رجال
کے معنی آدمیوں کے سمجھ کر یہ کہے گا کہ غالباً Ethnology ہوگی۔ اب کتب
احادیث و سیر کے مطالعہ کی جگہ تعصب نے لے لی ہے اور یہ [illegible] ہے کہ جس ترتیب سے
خلیفہ ہوئے اس ہی ترتیب سے فضیلت کا درجہ ہونا چاہیئے۔ اگر کہیں امیر معاویہ [illegible]
[illegible] کے ساتھ جرأت کا مادہ بھی ہوتا اور وہ قتل عثمان کے دن مدینہ میں آکر
لوگوں کو ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں کیسۂ زر دکھا کر ان سے اپنی بیعت
لے لیتے تو پھر تو ان برخورداروں کی رائے میں حضرت علیؑ کی فضیلت ہی [illegible]
جو لوگ فضیلتِ دین کو ثروتِ دنیا کے ساتھ مشروط سمجھتے ہیں، ان بزرگوار
سے ہم کیا بحث کریں سوائے اسکے کہ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ
دِيْنِ۔ آج کل ساری دنیا میں انصاف کی جگہ تعصب نے لے لی ہے ورنہ سب
[illegible] مذہبی بحثیں ہیں سے اصلی انصاف تو پہلے ہی مفقود تھا۔ اب جہالت کی

زیادتی نے ظاہری انصاف کی شکل کو بھی زائل کردیا اور حق
فضیلت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص کو دوسرے
کے یا بوجہ مجموعہ صفات مختلفہ کے ترجیح دی جائے، جب یہ
تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ عمر کو ہر طرح سے ہر صفت میں
عام طور سے افضل کی یہ تعریف کی گئی ہے :- الاجمع لمر
یعنی افضل وہ ہے جس میں دوسروں کی نسبت صفات و
اور جب کسی حاکم و سردار کے انتخاب کا سوال پیدا ہوتا ہے تو وہاں یہ ہی
ہوتی ہے اور ہونی چاہئیے ۔ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ایک صفت میں دوسرے
ہو اور وہ دوسرا کسی اور صفت میں اس سے افضل ہو مثلاً زید عمر سے زیادہ بہادر
مگر عمر اس سے زیادہ سخی ہے ۔ بکر بہت اچھا عالم ہے مگر اس میں شجاعت نہیں ۔ جب ہم کسی
خاص شخص کی جانشینی کے لئے کسی شخص کو منتخب کرتے ہیں تو یہ بات سب سے پہلے دیکھتے
ہیں کہ شخص مستخلف کی صفات کس امیدوار میں بدرجہ اتم موجود ہیں یہاں جناب
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا سوال ہے ہمارا عقیدہ ہے اور
صحیح عقیدہ ہے واقعات کے مطابق ہے کہ آپ میں ہر ایک عمدہ صفت بدرجۂ
اَتم موجود تھی ۔ شجاعت بھی سخاوت بھی عبادت بھی ریاضت بھی ، عصمت بھی ،
غرضکہ آپ انسانیت کے فضائل و خصائل حمیدہ کے اجتماع کے کامل ترین نمونہ تھے
لہذا آپ کے جانشین کے لئے ضروری ہوا کہ وہ آپ کے بعد بہترین اور کامل ترین
انسان ہو اور کامل فضیلت وہی ہے جس میں ہر ایک خصلتِ حمیدہ اور صفاتِ
حسنہ اپنے آخری درجۂ کمال میں پائی جائے کسی ایک صفت میں بھی اس کے غیر کی
نسبت یہ نہ کہا جاسکے کہ وہ اس سے بہتر ہے ۔ حکام سقیفہ کے لئے یہ بڑی
سخت منزل تھی لہذا اول تو فضیلت کے سوال کو بحث کے درمیان میں آنے ہی نہ دیا
بحث کا رُخ قبیلہ کی طرف کردیا اور جب اس ہنگامہ کے بعد اس سوال نے خود بخود
اپنے تئیں غور کرنے والے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کو بھی دیگر امور مشکلہ کی طرح

لی گئی تاکہ لوگوں کی نظروں کے سامنے حقیقت کے اوپر
ت کی تعریف و حدود پر ایک منطقیانہ و فلسفیانہ بحث کی جائی
تجزیہ کیا جاتا ہے اور جب کسی طریقے سے کام بنتا ہوا نظر
لے اصولِ موضوعہ کے نمونہ پر ایک اصل موضوعہ قائم کیا جاتا ہے
ا ہونا ضروری نہیں۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم ہوسکتا
موضوعہ ہی غلط اور خلاف فطرت ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ
لی وہ پیدائش ہے جہاں حکومت استحقاق کی وجہ سے نہیں بلکہ ظلم و جور
بہ سے قائم ہوتی تھی اور اس کے قیام کے ناجوازیت کو جوازیت کا جامہ پہنانے
کے لئے یہ ناجائز اصل موضوعہ مقرر کیا گیا اس اصل موضوعہ کی فطرت میں ظلم مرکوز
ہے۔ جب بہتر اور افضل موجود ہے تو کیوں اس کے اوپر اس کا ادنیٰ حکومت کرے۔
یہ کسی ہندوستانی صوبہ کی وزارت تو نہیں ہے یہ تو حکومت الٰہیہ ہے اور ختم المرسلینؐ
کی جانشینی کا سوال ہے اسکے اندر تو ظلم کا شائبہ بھی نہ ہونا چاہیئے دوسرے یہ کہ
یہ اصول موضوعہ ایک مستثنیٰ کی صورت میں ہے اصل اور مطابق فطرت قاعدہ تو یہ ہے
کہ جو بہترین اور افضل ترین شخص ہو وہ ہی منتخب کیا جائے اور وہ حکومت کرے۔
اگر اس میں استثنا قائم کی جاتی ہے تو پھر یہ بتانا چاہیئے کہ کن صورتوں میں افضل کے
اوپر مفضول حکومت کے لئے منتخب کیا جا سکتا ہے وہ صورتیں اس اصول موضوعہ میں
مذکور نہیں۔ لہٰذا یہ ناقص ہوا ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کسی شخص سے کسی صفت میں کم نہ
تھے جو کسی فلسفیانہ منطق کی ضرورت ہو۔ ایسی کوئی صفت حمیدہ نہیں جس میں علیؑ
پر ان کے غیر کو ترجیح دی جا سکے۔ مولوی روم کہتے ہیں ؎

کے بتاریکی علیؑ را دیدہ ۔۔۔ زیں سبب غیرے برو بگزیدۂ

جماعت مقلدان اہل حکومت کی یہ کج بحثی اس قضیہ کی تشریح ہے کہ پیر اس
نی پر ندمریدان می پرانند ... ان بیچارں ... یہ تو کوئی نہیں خیال ہم کسی
قابل ہیں یا علیؑ کی برابر ہیں ہمیشہ حضرت علیؑ کو سب ... افضل ہی سمجھتے رہے

اور یہ کہتے ہے کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ اب چودھویں
جائز ہے کہ اسکے خلاف کہیں۔ ہماری رائے میں تو افضلیت کا
اس کو طول دیا گیا ہے۔ صحابہ رسول کی فضیلت کے سوال
ہو سکتی ہیں یعنی :-

(۱) ان کے سوانح حیات
(۲) ان کے متعلق اقوال رسول ص
(۳) آیاتِ قرآنی

اور پھر ضمنی سوال یہ پیدا ہوں گے کہ حضرت علیؑ نے اپنے متعلق کیا دعویٰ
ان بزرگواروں نے اپنے قول و فعل سے کیا اقبال کیا۔ افضلیت کا سارا مسئلہ
پانچ باتوں سے طے ہو سکتا ہے ہم ان پانچوں امور پر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے
کچھ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سوانح حیات :- اِن بزرگواروں کے واقعاتِ زندگی پر بہت
کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یاد دہانی کے لئے ایک سرسری نظر کافی ہوگی۔ ذیل میں ہم نے
ایک نقشہ تیار کر دیا ہے جس پر ایک نظر ڈالنے سے ان حضرات کے سوانح حیات
آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں، یہ نقشہ جامِ جم کا کام کرتا ہے۔

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
۱۔ آپ خاندان بنی ہاشم میں سے تھے جس کی فضیلت تمام قریش پر مسلم تھے	آپ خاندان بنی تیم میں سے تھے ۔ م کے [illegible] ت غلام کے ہیں منتہی الارب)	آپ خاندان عدی سے تھے۔ عدی تیم کے حقیقی چچا تھے	آپ خاندان بنوامیہ سے تھے جس کی دشمنی آنحضرت ص سے مسلمہ ہے آپکے بزرگ خاندان ابوسفیان جناب رسول خدا کے دشمن جانی تھے اور ایمان لانیکے بعد ہمیشہ مولفۃ القلوب میں رہے۔

	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
	ستانی نسب نامہ درست ہے بناب رسول خدا سے آٹھویں بت میں ملتے ہیں لیکن تاریخی حدود سے باہر ہے	بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جناب رسول خدا سے نویں پشت میں ملتے ہیں لیکن یہ داستان تاریخی حدود سے باہر ہے۔	آپ کے دادا اور ابو سفیان عدوئے رسول کے والد حقیقی بھائی تھے۔
بہ ... دی	خاندانی بت خانہ میں پیدا ہوئے	خاندانی بت خانہ میں پیدا ہوئے	خاندانی بُت خانہ میں پیدا ہوئے۔
... ہوتے ہی چہرہ ... دیکھا اور لعاب رسول نوش کیا۔	خاندانی بت کے قدموں میں ڈال دئے گئے	خاندانی بُت کے قدموں میں ڈال دئے گئے	خاندانی بُت کے قدموں میں ڈال دئے گئے۔
۵۔ آپ نے ایک لمحہ بھی بت پرستی نہیں کی	چالیس برس کی عمر تک بتوں کو خدا سمجھتے رہے اور ان کی عبادت کرتے رہے۔	۳۵ برس تک پتھر کے بتوں کو اپنا معبود بنایا	اپنی عمر کے بڑے حصہ تک بُت پرستی کی۔
۶۔ شروع سے آپ کی تعلیم و تربیت آغوش رسالت میں ہوئی	مکہ کے بازاروں میں عمر کے چالیس سال گزارے	اونٹ چرائے	خاندان بنی امیہ میں تعلیم ہوئی۔
۷۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور اسلام کی پہلی نماز تمام لوگوں سے سات سال قبل آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھی	آپ کا ایمان لانے والوں میں ساتواں نمبر ہے زید بن حارثہ کے بعد ایمان لائے	ایمان لانے والوں میں آپ کا نمبر بہت نیچے ہے اور اسلام لانے سے پہلے اسلام و پیغمبر اسلام کے سخت ترین دشمن تھے	ایمان لانے والوں میں آپ کا نمبر بہت دور ہے۔
۸۔ آپ شب ہجرت بستر رسول پر کفار کے نرغے	آپ آنحضرتؐ کے ساتھ غار میں چھپے رہے اور قرآن	آپ چھپ کر مدینہ میں چلے گئے	وہیں کہیں ہوں گے شاید مدینہ میں تھے۔

حضرت علی	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	
بن اطمینان سے سوتے رہے جس کی تعریف میں آیتِ قرآنی نازل ہوئی	شاہد ہے کہ خوفِ جان سے خوب گریہ کیا۔ جس کی مذمت میں آیتِ قرآنی نازل ہوئی۔		
۹۔ آپ کے ساتھ بحکم خداوندی فاطمہ دخترِ رسول کا نکاح ہوا اور حسنین علیہما السلام آپ کے فرزندان ہیں	بہت سی بیویاں اور بہت سے لڑکے ہوئے لیکن کجا فاطمہؑ و حسنینؑ اور کجا وہ	حضرت ابوبکر کی طرح	حضرتؑ جو کافر خاوند ساتھ منکوح ہوئیں ان میں کچھ فضیلت تھی اور نہ ان کے نکاح میں۔
۱۰۔ عقد مواخات کے موقع پر آنحضرتؐ نے یہ کہہ کر آپ کو اپنا بھائی بنایا کہ انت اخی فی الدنیا والآخرۃ	آپ کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا آپ تو حضرت عمر کے بھائی بنائے گئے	آپ کو حضرت ابوبکر کی اخوت کا شرف حاصل ہوا۔	کسی اپنے ہی جیسے کے بھائی بنے ہوں گے۔
۱۱۔ جنگِ بدر کی فتح آپکی کوشش کا نتیجہ تھی کل جنگ کے کفار مقتولین میں سے نصف آپ نے مارے	آپ جنگ بدر میں عریش کے محفوظ مقام میں بیٹھے ہوئے تھے	آپ بھی ادھر ادھر ہو گئے لڑائی میں نہیں گئے	جنگ بدر میں شریک ہی نہ ہوئے۔
۱۲۔ جنگ احد میں سب مسلمان آنحضرتؐ کو تنہا چھوڑ کر بخوفِ جان بھاگ گئے لیکن حضرت علیؑ	جنگ احد میں آپ جنابِ رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر بخوفِ جان بھاگ گئے۔	آپ بے حواس ہو کر بھاگے اور پہاڑوں پر بکری کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ اچھلتے پھرے۔	ایسے بے حواس ہو کر بھاگے کہ تیسرے دن واپس آئے

	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
...اُک ...ی الّا ...ر لا ذوالفقار			
...جنگِ احزاب میں ...نے عمر بن عبدود کو قتل کرکے مسلمانوں کی جان بچائی جس پر جناب رسولخداؐ نے فرمایا روزِ خندق علی کی ایک ضرب میری امت کے قیامت تک کے عمالوں سے بہتر ہے	آپ نے اس جنگ میں کچھ بھی نہیں کیا۔ ایک کافر کو بھی نہیں مارا آنحضرتؐ نے ایک رات کو کہا کہ کافروں کی خبر لاؤ آپ نے انکار کردیا۔	عمر بن عبدود کی شجاعت و دلیری کے کارنامے سنا کر مسلمانوں کو خوب ڈرایا حضرت ابوبکر کی طرح آپ نے بھی خبر لانے سے انکار کردیا۔	جنگ احزاب میں آپ کا ذکر تک نہیں آتا۔
۱۴۔ جنگ خیبر میں جب سب شکست کھاکر بھاگ آئے تو جناب رسولخداؐ نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دونگا جو کرار غیر فرار ہے خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں چنانچہ حضرت علیؑ کو علم	آپ سے یہ قلعہ فتح نہ ہوسکا دو دفعہ گئے شکست کھاکر بھاگے	شکست کھاکر واپس ہوئے آپ کے لشکریوں نے آپ پر نامردی و بزدلی کا الزام لگایا۔	آپ نے کچھ نہیں کیا شاید شامل ہی نہیں ہوئے

حضرت علی	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	
مرحب و عنتر کو مارا و خیبر اکھاڑا اور فتح کر کے واپس ہوئے۔			
۱۵۔ صلح حدیبیہ میں ایمان کامل کے ساتھ آپ نے صلحنامہ لکھا۔	ناراضی کے ساتھ خاموش رہے۔	صلح حدیبیہ کی مصلحت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ اور نبوت میں شک کیا	چونکہ تھے کہ ... گئے حضرت ابو ... انکار کر دیا تھا۔
۱۶۔ فتح مکہ میں آپ نے جناب رسولخدا ص کے کندھے پر سوار ہو کر بُت توڑے۔	مکہ میں سارا وقت اپنے پرانے دوستوں سے ملنے میں گزارا۔	آپ نے بھی یہی کیا	بہت سے کافر دوستوں کی جان بخشی کرائی۔
۱۷۔ جنگ حنین میں جب تمام لوگ آنحضرت کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو آپ ثابت قدم رہے اور کافروں کو [illegible]	آپ بھاگنے والوں میں تھے۔	آپ بھاگنے والوں میں تھے۔	آپ بھی بھاگنے والوں میں تھے۔
۱۸۔ جناب رسولخدا کی طرح آپکو بھی مسجد میں [illegible] کی اجازت تھی جن جن اصحاب کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے وہ سب بند کرا دئے گئے مگر علی کا دروازہ کھلا	آپ کے مکان کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا بند کیا گیا	آپ کے مکان کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا بند کیا گیا	آپ کو بھی مسجد کے اندر دروازہ کھلا رکھنے کی اجازت نہیں ملی۔

	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
	آپ سے کبھی اس قسم کی راز کی باتیں نہیں ہوئیں	آپنے حضرت علی و آنحضرت کے آپس میں رازگوئی پر اعتراض کیا جواب ملا کہ خدا راز کی باتیں حضرت علی سے کرتا ہے اور اس کے حکم سے یہ رازگوئی ہوتی ہے۔	کجا آپ اور کجا راز کی باتیں۔
۲۰:- جنابِ رسولِ خدا کے ساتھ آپ اور آپ کی زوجہ محترمہ اور آپکے دو فرزندان آیہ تطہیر میں شامل ہیں۔	یہ درجہ کہاں	یہ درجہ کہاں	یہ درجہ کہاں۔
۲۱:- آپ کی محبت امت پر فرض کی گئی اور آپکے اوپر صلوٰۃ بھیجنے کے بغیر نماز جائز نہیں۔	خاموشی ہی بہتر ہے	حیران ہوں کیا لکھوں کہ امت کے اوپر آپکے متعلق کیا فرض عائد ہوتا ہے۔	بنوامیہ آپ کو خداوند لعنت سمجھتے تھے۔
۲۲:- آپ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے اور آپ کی محبت کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔	جماعتِ منافقین آپ کی بہت مداح تھی۔	آپ کے چہرے کو عبادت سے کیا تعلق	بنوامیہ کو چاہیئے تھا کہ آپ سے محبت کرتے لیکن معاویہ کے دنوں میں منہا چھوڑ دیا۔
۲۳:- آپ مبغضِ رسول	کہاں مباہلہ اور کہاں آپ	مباہلہ سے آپ کو کیا	آپ کو غالباً اس کا علم

حضرت علی	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	
ہیں اور مباہلہ میں آنحضرت کے ساتھ معہ اپنی زوجہ محترمہ و فرزندان شامل تھے		تعلق ۔	
۲۴:۔ اپنی رحلت کے نزدیک آنحضرت نے جیش اسامہ تیار کیا اور اُسے فوراً روانہ ہونے کی ہدایت کی اس لشکر میں حضرت علی کے سوا تمام مہاجرین و انصار اسامہ کے ماتحت رکھے گئے	آپ ماتحت اسامہ تھے لیکن جانے سے انکار کیا	آپ ماتحت اسامہ تھے لیکن جانے سے انکار کیا اور اسامہ کو بھی روکے رکھا۔	کے ۔
۲۵:۔ وقتِ رحلت جناب رسولخدا نے قرطاس و قلم و دوات طلب کیا تاکہ حضرت علی کی جانشینی کی وصیت [illegible]	آپ نے اس حکم کی اطاعت نہ کی	آپ نے اس حکم کی عمداً نافرمانی کی اور کہا کہ اس شخص (رسولخدا) کو تو ہذیان ہو گیا ہے حسبنا کتاب اللہ	آپ تو کسی گنتی ہی نہ تھے لیکن مطیع شیخین تھے ۔
۲۶:۔ وقتِ وفات رسول خدا آنحضرت کا سر آپکی آغوش میں تھا اور آپ سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی	اسوقت آپ اپنی نئی بیوی کے ساتھ محلہ سنخ میں تھے	آپ حالات کا مطالعہ کر رہے تھے اور خلافت پر نظر تھی ۔	آپ کسی گنتی ہی میں نہ تھے
۲۷:۔ آپنے جناب رسولخدا کو غسل و کفن دیا اور قبر میں اُتارا۔	آپ آنحضرتؐ کے جنازے کو بغیر غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں چلے گئے اور وہاں	آپ آنحضرت کے جنازہ کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں	آپ اپنے تئیں امیدواری کے قابل نہ سمجھتے تھے لہذا خاموش رہے۔

	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
	حصولِ خلافت کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا	حصول خلافت کیلئے لوگوں سے دست وگریباں ہوئے۔	
۔وجاہین	آپ کو چند انصار کی غداری نے سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت حاصل کرنے میں مدد دی	آپ کو حضرت ابوبکر نے خلیفہ مقرر کیا۔	آپکو حضرت عمر کی ساختہ شوریٰ کی کی اکثریت کی مدد سے عبدالرحمن بن عوف نے خلیفہ کیا
۲۹۔ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں بنو امیہ و دیگر منافقین سے آنحضرتؐ کی تکمیل امر نبوت کے لئے جہاد کیا کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ جاہد الکفار والمنافقین اور آنحضرت منافقین سے جہاد نہ کر سکے تھے۔	آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں بنو امیہ کو بنو ہاشم کے مقابلہ میں تیار کیا اور شام میں اس خاندان کی حکومت قائم کی جس نے میدانہائے صفین اور کربلا میں چراغ نبوت کو بجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔	آپنے شام کی حکومت بنی امیہ کے خاندان میں مستقل کی اور اپنے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کو باہر بھیجکر انکی توجہ دولت و ثروت و حکمرانی کی طرف مبذول کرائی تاکہ وہ آپ پر نکتہ چینی کر سکیں۔	آپنے اپنے زمانہ خلافت میں مروان و دیگر بنو امیہ کو مسلمانوں کا حق دلا کر امیر کبیر بنایا اور خلافت میں حصہ دار ٹھہرایا
۳۰۔ آپکی سخاوت پر آیات یطعمون الطعام علیٰ حبه مسکیناً و یتیماً و اسیرا اور انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون شاہد ہیں۔	آپنے اپنے والد کی مدد نہ کی ان کی مفلسی کا یہ حال تھا کہ عبداللہ ابن جدعان کے دسترخوان پر مکھیاں جھلتے تھے تو روٹی ملتی تھی ان ارباب السیرۃ ذکروا انه لم یکن ینفق علیٰ ابیه شیئاً وانه کان اجیرا لابن جدعان علیٰ مائدته یطرد عنها الذباب ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ الجزء الثالث ص ۲۷۴	مسلمانوں کے بیت المال سے تو ضرور با اثر لوگوں کو روپیہ دیکر ان کا منہ بند کرتے تھے لیکن اپنی گرہ سے راہ خدا میں خرچ کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔	آپ کی سخاوت محض بنو امیہ میں منحصر تھی اور وہ بھی بیت المال سے

حضرت علی	حضرت ابوبکر		
۱۳۱۔ راہ خدا میں اتنا خرچ کیا کہ گھر میں کچھ نہ بچا۔	آپ کے پاس کافی مال تھا عن عائشہ انہا قالت ھاجر ابوبکر وعندہ عشرۃ الاف درہم ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغۃ الجزء الثالث ص ۲۷۴	آ ... ک ...	
۱۳۲۔ آپ کے خطبے ایسے ہوتے تھے جیسے کہ ایک ہادئ دین و دنیا کے ہونے چاہئیں اپنی اہلیت، فضیلت، قابلیت سے واقف، قوم کی کمزوریوں سے آگاہ خلافت ظاہری ملنے پر پہلا خطبہ جو دیا اُس کا پہلا جملہ یہ تھا الحمد للہ علی احسانہ رجع الحق الی مکانہ یعنی خدا کا شکر ہے حق اب اپنے مقام پر واپس آیا دوسرے خطبہ میں فرمایا بنا اھتدیتم فی الظلماء وتسنمتم العلیاء وبنا انفجرتم عن السرار	آپ اپنی کمزوریوں سے آگاہ تھے۔ خلافت حاصل ہونے پر پہلا خطبہ جو دیا اس کا خوشامدانہ وعاجزانہ لہجہ ملاحظہ ہو لست بخیرکم وعلیٌّ فیکم.... وان زغت فقومونی واعلموا ان لی شیطاناً یعترینی احیاناً فاذا رایتمونی غضبت فاجتنبونی یعنی میں تم سے بہتر نہیں ہوں حالانکہ علی تمہارے درمیان میں ہیں.... اگر میں کجی کروں تو تم مجھ کو سیدھا کر دو اور جان لو کہ کبھی کبھی مجھ پر شیطان غالب آ جاتا ہے بس جب ایسا ہو اور میں آپے سے باہر ہو جاؤں تو تم مجھ سے پرہیز کرو۔ ابن قتیبہ کتاب الامامۃ والسیاست مطبوعہ مصر ص ۱۶ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ الجزء الثانی ص ۱۲۹ ابن سعد، طبقات الکبریٰ ق ۱ ج ۳ ص ۱۲۹	اکثر ... سے عاجز ... حضرت علی کی ... کرتے تھے۔ حلال مشو... ایک آن واحد میں ان کی مشکل کو حل کر دیا تھا تو آپ فرماتے تھے لولا علیٌّ لھلک عمر.... لا بقیت لمعضلۃ لیس لھا ابو الحسن	
۱۳۳۔ آپ کے بھائی عقیل نے قلیل رقم اپنے حصے سے زیادہ بیت المال سے طلب کی	آپ نے ہمیشہ بارسوخ وصاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کے لئے کوشش کی بلکہ اپنی خلافت سے راضی کرنے کے لئے لوگوں کو رشوت دی اور رشوت سے اپنی طرف کیا فلما اجتمع الناس علی	آپ ہمیشہ بارسوخ اور صاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کی ہر ایک طریقہ سے کوشش کرتے تھے	آپ کی بنو امیہ نوازی اتنی مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں

	ابو بکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
	م بین الناس الی عجوز من بن النجار بقسمها ثابت فقالت ما هذا قسمه ابوبکر للنساء لت اتراشونی عن دینی .... قالت لا آخذ منه شیئاً ابداً ا. ابن سعد:- طبقات الکبریٰ ف ا ج ۳ ص ۱۲۹ یعنی جب لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کی تو ابو بکر نے لوگوں میں مال تقسیم کیا پس زید بن ثابت کے ہاتھ ایک ضعیفہ بنی عدی بن النجار کے پاس مال بھیجا عورت نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے جواب دیا کہ ابو بکر نے جو عورتوں میں مال تقسیم کیا اس میں کا یہ تمہارا حصہ ہے اس نے جواب دیا کہ کیا تم مجھ کو رشوت دے کر مجھے اپنے دین سے ہٹاتے ہو قسم بخدا میں اس میں سے کچھ نہ لوں گی	مغیرہ ابن شعبہ کو حد زنا سے بچا لیا بالغیمت اس طرح تقسیم کیں کہ بارسوخ حضرات جو چاہتے تھے لے لیتے تھے، ازواج رسول میں سے حضرت عائشہ کو سب سے زیادہ حصہ دیا معلوم نہیں یہ تقسیم مال کا کون سا طریقہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ یہ محبوبہ و جہ رسول تھیں لہذا زیادہ کی مستحق ہیں، آنحضرتؐ تو اپنی ازواج سے مساویانہ و عادلانہ طریقہ برتتے تھے۔ حضرت عمر کے پاس یہ مقیاس الحب کہاں سے آیا۔ یہ عجیب قسم کا پیمانہ محبت تھا جس میں اکلوتی بیٹی کی محبت کا درجہ تو کم دکھایا تھا۔ جوان لڑنے والی بیوی کا درجہ محبت بہت زیادہ رکھتا تھا۔	
۴۳ جب مسجد میں سر اقدس پر تہلک ضرب لگی	آپ نے مرتے وقت فرمایا کہ کاش میں نے حضرت فاطمہؑ کا گھر جبراً نہ توڑا ہوتا۔ اور کاش سقیفہ	مرتے وقت حضرت عمر نے کہا واللہ لو ان لی ما طلعت علیہ الشمس لافتدیت بہ من ھول المطلع	بچانے ہو نگے کہ بنی امیہ

حضرت علی	حضرت ابوبکر	حضرت عمر
تو فرمایا کہ	بنی ساعدہ کے دن میں	قال عبد اللہ بن عامر بن ر
فزت ورب	نے خلافت کا جوا اپنے	عمر اخذ بتبنة من الارض
الکعبہ	گردن میں نہ ڈالا	هذه التبنة ویالیتنی لم ا
یعنی اب میں	ہوتا علی المتقی: کنز	لیت امی لم تلدنی یالیت
اپنے درجہ پر	العمال الجزء الثالث	منسیا۔ جزع وفزع ملاحظہ ہو۔ حضر
فائز ہوا	ص ۱۳۵ احدیث ۲۳۰۲	ہیں کہ قسم بخدا اگر دنیا کی ساری چیزیں جن
	اور پھر فرمایا وددت	چمکتا ہے میری ہوتیں تو اب جو میرے اوپر آنیوالا ہے
	انی خضرة تاکلنی	اسکے فدیہ میں ان سب چیزوں کو دیدیتا۔ عبد اللہ
	الدواب یعنی کاش	بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے عمر کو دیکھا کہ ایک تنکا
	میں سبزہ چارہ ہوتا	زمین پر سے اٹھا کر کہا کہ کاش میں یہ تنکا ہوتا۔
	کہ چوپائے مجھے کھا جاتے	کاش میں کچھ نہ ہوتا، کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔
	طبقات الکبریٰ	کاش میں نسیا منسیا ہوتا۔
	ق ا ج ۳ ص ۱۴۱	ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثالث ص ۲۰، ۲۱
	محدث حسن علی:	امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۴۶۔
	تفریح الاحباب	صحیح البخاری جزء الرابع ص ۱۶۵
	مترجم ص ۱۱۵	علی المتقی کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۵۶ احدیث ۲۴۳۳
		ص ۱۵۹ احدیث ۲۴۵۷۔

اقوال رسول

ہم باب ہشتم میں ان اقوال میں سے چند کا ذکر کر چکے ہیں جن کی صحت پر امت محمدیہ کا اتفاق ہے۔ حضرت علی کی فضیلت کے یہ بہترین شاہد ہیں۔ باب سیزدہم میں ہم ان موضوعہ اقوال و احادیث کا ذکر کریں گے جو گروہ حکومت نے حضرت علی

دیکھ کر ان کے نمونہ پر دیگر حضرات کے حق میں گھڑ دی ہیں
، کہ وہ موضوع ہیں ان دونوں ابواب کے مطالعے سے
ال کو خود طے کر سکتے ہیں۔
ں :-
۔ قرآن حضرت علیؑ و اہل بیت رسول کے حق میں ہے
ہیں تو صرف چند آیات کا ذکر کیا ہے۔ اس بات کو ثابت
ہم کرتی ہے۔ حضرت عمر و حضرت عثمان کے حق میں تو مسلمانوں
۔ ہمیں ہاں ان کے خلاف کئی ہیں جن میں سے چند میں ان کے
رار کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور ان آیات میں حضرت ابوبکر بھی شامل
س۔ پھر ایک وہ شخص شامل ہے جس نے جنگ سے فرار کیا تھا، حضرت ابوبکر کے حق میں
لے دے کے ایک آیت بیان کی جاتی ہے یعنی آیت غار اور وہ یہ ہے:-

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ ع ۶)

ہمیں تو اس میں حضرت ابوبکر کی کچھ تعریف نظر نہیں آتی۔ نہ ان کے ایمان و یقین کی، نہ زہد و ریاضت کی اور نہ ہی محبت رسولؐ کی۔ اس کا ترجمہ مولوی نذیر احمد خاں صاحب نے اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ :- اگر تم رسولؐ کی مدد نہ بھی کرو تو کچھ پرواہ کی بات نہیں اللہ اس کا مددگار ہے۔ اور اسی نے اپنے رسول کی مدد اس وقت بھی کی تھی جب کافروں نے اس کو (ایسا بے سروسامان گھر سے) نکالا، یا یہ کہ صرف دو آدمی اور وہ پیغمبر ان دو میں کا ایک تھا۔ اس وقت یہ دونوں غار (ثور) میں سے (اور)

اس وقت (پیغمبر) اپنے ساتھی (ابوبکر) کو سمجھا رہے تھے کہ رنج

بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اپنی

اوتاری اور اس کو فرشتوں کی ایسی فوجوں سے مدد

سکے اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور (سدا) اللہ ہی ک

غالب (اور) صاحب تدبیر ہے۔

اس میں حضرت ابوبکر کی کیا تعریف نکلی۔ بجائے اس کے کہ

جناب رسول خدا کے دل کو خوش کرتے رو رو کر انہیں تکلیف میں ڈال

کو خیال ہوا کہ کہیں ان کی آواز باہر نہ چلی جائے لہذا ان کے گریہ وزاری

کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کی کہ ابوبکر تمہارا ایمان بالیقین اتنا ضعیف ہے

تم نہیں جانتے کہ ہمارے ساتھ خدا ہے۔ لاتحزن کا ترجمہ ڈپٹی صاحب نے "رنج نہ کرو"

کیا ہے منتہی الارب میں حزن کا ترجمہ اندوہ ہے۔ اندوہ بڑے زیادہ غم کو کہتے ہیں۔ اتنا زیادہ

غم ہونا اس بات کی نشانی تھی کہ آپ کو خدا کی مدد پر اعتقاد نہیں رہا تھا اور سمجھ رہے تھے

کہ کیوں واقعات نے ایسی حالت میں لا کر پھنسا دیا۔ سب سے زیادہ تعجب والی یہ بات ہے کہ

آنحضرت کے اس طرح سمجھانے پر بھی حضرت ابوبکر کو تسلی نہ ہوئی کیونکہ قرآن شریف کی

آیت بتا رہی ہے کہ خدا نے اپنی تسلی و اطمینان صرف اپنے پیغمبر پر اتارا۔ جناب پیغمبر علیہ

السلام کا ساتھی اس سے محروم تھا معلوم ہوا کہ یہ گریہ وزاری کرتے رہے۔ یہ تعریف ہے

کہ مذمت ؟ صاحب کا لفظ باعث فخر نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں حضرت

یوسف کے زندان کے کافر ساتھی کو بھی اسی لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

ہمارے خیال میں تو افضلیت کا جھگڑا طے ہو گیا۔ بات ہی اتنی بدیہی ہے کہ کسی

بحث و منطق کی ضرورت نہیں، چند علماء و مورخین کی رائے بھی نقل کئے دیتے ہیں

قال احمد بن حنبل واسمٰعیل
بن اسحاق القاضی لم یرو فی
فضائل احد من الصحابۃ بالاسناد

احمد بن حنبل و قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کہتے
ہیں کہ اصحاب رسول میں سے کسی کے حق
میں صحیح اسناد کے ساتھ اتنے فضائل

فی فضائل علی بن … مروی نہیں جتنے علی بن ابی طالب کے حق میں
… احمد بن شعیب … میں۔ یہی قول احمد بن شعیب النسائی کا
… رحمہ اللہ۔ … ہے۔

…:۔ الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ابن طالب ص ۴۷۹

…: صواعق محرقہ باب التاسع ص ۷۲ و ۶

…: مستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ الجزء الثالث ص ۱۰۷

… مومن شبلنجی :۔ نور الابصار ص ۷۳

محب الدین طبری :۔ ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع ص ۲۱۴

امام احمد حنبل :۔ مسند الجزء الاول ص ۲۱۰

ابن قتیبہ :۔ کتاب الامامۃ والسیاست ص ۹۳

محمد ابن معتمد خاں :۔ نزل الابرار ص ۸

نور الدین سمہودی :۔ جواہر العقدین

محمد بن طلحہ :۔ مطالب السئول۔

محمد بن یوسف کفایت الطالب۔

عن معقل بن یسار قال وصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال هل لك فی فاطمہ نعودها فقلت نعم فقام متوکئا علی فقال انه سیحمل ثقلها غیرك و یکون اجرها لك فقال فکانه لم یکن علی شئی حتی دخلنا علی فاطمہ فقلنا کیف تجدینك قالت لقد اشتدت فقتی

معقل بن یسار سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا نے مجھ سے کہا کہ آؤ فاطمہ کی عیادت کو چلیں۔ میں نے کہا بہتر آپ مجھ پر سہارا لیکر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ بوجھ کوئی اور اٹھائیگا اور تیرے لئے اس کا اجر ہے معقل کہتا ہے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے اوپر کوئی بوجھ نہیں پس ہم فاطمہ کے گھر آئے اور کہا کہ فاطمہ تمہارا کیا حال ہے انہوں نے کہا کہ میرا رنج وغم بڑھ گیا ہے مفلسی زیادہ ہوگئی ہے اور مرض نے طول کھینچا ہے۔

وطال سقی قال عبد اللہ بن احمد
بن حنبل وجدت بخط ابی فی ھذا
الحدیث قال ما ترضین انی
زوجتك اقدمهم سلما واکثرهم
علما واعظمهم حلما اخرجه احمد
واخرجه القلعی وقال زوجتك
سیدا فی الدنیا والآخرة ثم ذکر
الحدیث وعن عطاء وقد قیل له
اکان فی اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم احد اعلم
من علی قال ما اعلم اخرجه
القلعی وعن ابن مسعود رضی
اللہ عنہ قال اعلم اهل المدینة
بالفرائض علی بن ابی طالب وعن
المغیرة نحوه اخرجهما القلعی
وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ
انه قال واللہ لقد اعطی علی تسعة
اعشار العلم وایم اللہ لقد شارکم
فی العشر العاشر اخرجه ابو عمر۔

عبداللہ بن
نے اس
حنبل کی
نے کہا
شوہر تمام
لانے والا سر
اور سب سے زیادہ علم و
وہ دین و دنیا میں سردا
سے مروی ہے اس سے دریافت یہ
اصحاب رسولؐ میں کوئی شخص علی
سے زیادہ علم والا تھا۔ اس نے
جواب دیا نہیں ابن مسعود رضؓ ومغیرہ
سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل
مدینہ میں کوئی شخص علیؑ سے زیادہ
عالم فقہ نہ تھا، ابن عباس سے مروی
ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
کہ علیؑ کو علم کے دس حصوں میں سے
نو حصے دیے گئے ہیں اور باقی دسویں
حصے میں بھی وہ تمہارے ساتھ شامل ہے۔

محب الدین طبری :۔ ریاض النضرہ الجزء الثانی الباب الرابع فصل السادس ص ۱۹۳
امام احمد حنبل :۔ مسند الجزء الخامس ص ۲۶
الحاکم :۔ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۹
شیخ سلیمان بلخی :۔ ینابیع المودة۔ الباب الثانی والخمسون ص ۱۲۵ لغایت ۱۲۸

ں:- روضتہ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۹۲ -
ن معتمد خاں :- نزل الابرار ص ۱۰ و ۳۱
ز العمال الجزء السادس ص ۱۵۳ حدیث ۲۴۲۵، ۲۵۴۳
حدیث ۶۰۰۷ ص ۳۹۸ حدیث ۶۰۶۰

ہمدان یقال	ہمدان کا ایک آدمی جس کا نام برد تھا
معاویہ فسمع	معاویہ کے پاس آیا وہاں اس نے
علی فقال لہ یا عمرو	عمرو بن العاص کو علی کی برائی کرتے
اشیاخنا سمعوا رسول	ہوئے دیکھا تو اس نے کہا اے عمرو ہمارے
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	شیوخ نے جناب رسول خدا کو
یقول من کنت مولاہ	کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا
فعلی مولاہ فحق ذلک ام	ہوں اس کا علی مولا ہے کیا یہ درست
باطل فقال عمرو حق وانا	ہے یا غلط ہے عمرو نے جواب دیا کہ درست
ازیدک انہ لیس احد من	ہے بلکہ میں تجھے اس سے بھی زیادہ بتاؤں
اصحابہ رسول اللہ لہ مناقب	وہ یہ کہ اصحاب رسول میں کوئی شخص ایسا نہ تھا۔
مثل مناقب علی۔	جس کے مناقب علی کے مناقب کے برابر ہوں

امام الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ:- کتاب الامامت والسیاست ص ۹۳

واخرج الطبرانی وابن ابی حاتم	طبرانی و ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں
عن ابن عباس قال ما انزل	عبداللہ ابن عباس سے کہ کہا ابن عباس
اللہ یا ایھا الذین آمنوا الا و	نے کہ کوئی آیۃ حظابیہ یا ایہا الذین آمنوا
علی امیرھا و شریفھا و لقد	کے ساتھ نہیں اتری مگر یہ کہ علی اس
عاتب اللہ اصحاب محمد	آیت کے مخاطبوں کے امیر و شریف تھے
فی غیر مکان وما ذکر علیا	یعنی سب سے پہلے وہ خطاب علی سے تھا
الا بخیر واخرج ابن عساکر	بہ تحقیق کہ خداوند تعالیٰ نے اصحاب محمدؐ

عنہ قال ما نزل فی احد من کتاب اللہ تعالیٰ ما نزل فی علی واخرج عنہ ایضاً قال نزل فی علی ثلاثمائہ آیۃ و اخرج الطبرانی عنہ قال کانت لعلی ثمانیہ عشر منقبۃ ما کانت لاحد من ھذہ الامۃ ...... واخرج ابو یعلیٰ عن ابی ھریرۃ قال قال عمر بن الخطاب لقد اعطی علی ثلاث خصال، لان یکون لی خصلۃ منھا احب الیّ من حمر النعم فسئل وما ھی قال تزویجہ ابنتہ و سکناہ فی المسجد لایحل لی فیہ ما یحل لہ والروایۃ یوم خیبر وروی احمد بسند صحیح عن ابن عمر نحوہ

ہر قرآن شر... ہے لیکن علی فرمایا ہے اور کہ قرآن شر... کی تعریف وتو... ہوئیں جتنی کہ علی ... توصیف و مدح میں نازل ... اور نیز ابن عساکر نے ابن ... روایت کیا ہے کہ حضرت علی کی شا... قرآن شریف کی تین صد آیتیں نازل ہوئی ہیں اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا ابن عباس نے کہ علی کے اٹھارہ فضائل ایسے تھے کہ جو اس امت میں کسی فرد کو نصیب نہیں ہوئے..... اور ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ کہا عمر نے کہ علی کو تین بزرگیاں ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھ کو مل جاتی تو مجھے شتران سرخ چشم سے زیادہ محبوب ہوتی لوگوں نے کہا کہ وہ کون سی ہیں تو جواب دیا ایک تو دختر رسولؐ سے نکاح، دوسری مسجد کی طرف دروازہ کھلا رہنا کہ علی کو مسجد میں وہ حلال تھا جو مجھے نہ تھا اور تیسرے خیبر کے دن رایتِ فتح لینا۔ اور امام احمد نے بھی یہی روایت بسند صحیح ابن عمر سے کی ہے۔

ابن حجر مکی، صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶

ا:۔ ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۷
۔ نور الابصار ص ۷۳
ل الجزء السادس ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۳۰ ص ۱۹۰ حدیث ۵۹۹۰
الحنفی:۔ ینابیع المودۃ باب الثانی و بارھواں ص ۱۰۳
شافعی:۔ کتاب مطالب السؤل الباب الثانی ص
جوزی:۔ تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۰۔

فضیلت علی

پہلا خطبہ جو حضرت ابو بکر نے دیا اس میں تسلیم کیا ہے لست بخیر و علی فیکم میں تم میں کا بہتر شخص نہیں ہوں کیونکہ علی تم میں موجود دیکھو سر العالمین امام غزالی۔ تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی ص ۶۳۔ حضرت عمر کے بہت سے اقوال و واقعات اس ضمن میں بیان کئے جا سکتے ہیں۔ ریاض النضرہ میں درج ہے۔

وروی ان عمر اراد رجم المرأۃ التی ولدت بستۃ اشھر فقال لہ علی ان اللہ تعالے یقول وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا وقال تعالی وفصالہ فی عامین فالحمل ستۃ اشھر والفصال فی عامین فترک رجمھا وقال لولا علی لھلک عمر اخرجہ العقیلی واخرجہ ابن السمان عن ابی حزم بن ابی الاسود۔ وعن	مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے عورت سنگسار کرنیکا حکم دیا اسکا جرم صرف یہ تھا کہ اسکے بچہ حمل کے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوا تھا اس پر علی نے عمر سے کہا کہ خداوند تعالی فرماتا ہے کہ بچے کے حمل و دودھ چھٹنے کی مدت تیس مہینہ ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ دودھ چھٹنے کی مدت دو سال ہے تو حمل کی مدت چھ مہینے ہوئی اس پر عمر نے اس کو سنگسار نہیں کیا۔ اور کہا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا عقیلی نے ایسا ہی نقل کیا ہے اور یہی ابن السمان نے ابو حزم ابن ابی الاسود سے

سعید بن المسیب قال کان
عمر یتعوذ من معضلة لیس لها
ابو الحسن اخرجه احمد و ابو عمر
وعن محمد بن الزبیر قال دخلت
مسجد دمشق فاذا انا بشیخ
قد التوت ترقوتاه من الکبر
فقلت یا شیخ من ادرکت
قال عمر قلت فما غزوت قال
الیرموک قلت فحدثنی بشیء
سمعته قال خرجنا مع قتیبة
حجاجاً فاصبنا بیض نعام و
قد احرمنا فلما قضینا نسکنا
ذکرنا ذلک لامیر المومنین
عمر فادبر و قال اتبعونی حتی
انتهی الی حجر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فضرب حجرة
منها فاجابته امراۃ فقال
اثم ابو الحسن قالت لا فمر فی
المقناۃ فادبر و قال اتبعونی
حتی انتهی الیه وھو یسوی
التراب بیدہ فقال مرحباً
یا امیر المومنین فقال ان
ھولاء اصابوا بیض نعام وھم

بھی اخراج کیا ہے۔
ہے کہ حضرت عمرؓ
سے جس کے حل کو
نہ ہوں، امام احمدؒ
روایت کا اخراج کیا
بن زبیر سے مروی ہے وہ
میں مسجد دمشق میں داخل ہوا
نے ایک بہت ضعیف العمر آدمی کو د
جس کے دونوں شانے بوجہ کبر سنی کے
جھک گئے تھے میں نے سوال کیا کہ اے شیخ
تم نے کس کا زمانہ پایا ہے کہا کہ عمر کا میں
نے کہا کہ کوئی روایت سناؤ اس نے
جواب دیا کہ ایک دن ہم نے قتیبہ کے ساتھ
حج کیا اور بحالت احرام ہم نے شتر مرغ
کے انڈے کھا لئے جب ہم نے تمام رسومات
حج ادا کر لئے تو اس کا ذکر ہم نے عمر سے
کیا وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے
ساتھ آؤ اور وہ ہمکو جناب رسول خدا کے حجروں
تک لے گئے ان میں سے ایک حجرہ کا دروازہ
انہوں نے کھٹکھٹایا ایک عورت نے
جواب دیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ ابو الحسن
یہاں ہیں عورت نے کہا کہ نہیں۔ بس
وہاں سے عمر آگے بڑھے اور ہم سے کہا کہ

ائر سلت الی	میرے پیچھے چلے آؤ۔ بس وہ علی تک پہنچے
نلت قال	جہاں وہ اپنے ہاتھ سے مٹی برابر کر رہے
لا ئس	تھے انہوں نے کہا کہ مرحبا اے امیر المومنین
نس فما نسیح	حضرت عمر نے کہا کہ ان لوگوں نے بحالت
فان الابل	احرام شتر مرغ کے انڈے کھائے ہیں حضرت
بیض بمرض فلما	علی نے کہا کہ تم نے مجھے ہی کیوں نہ بلا لیا
ہم لا تنزل بی شدیدۃ	حضرت عمر نے کہا کہ نہیں میرا اوپر ہی
یحسن لی جسن اخرجہ	واجب تھا کہ میں خود آپ کی خدمت
ابن البختری۔	میں حاضر ہوں، حضرت علی نے کہا کہ
محب الدین الطبری ۱۔ ریاض النضرۃ	جتنے انڈے ان لوگوں نے کھائے ہیں اتنی
الجزء الثانی۔ باب التاسع فصل السادس	تعداد کی نئی اونٹنیوں کو جوان اونٹوں
ص ۱۹۴	سے گیابھن کرائیں۔ اور پھر جتنے بچے

پیدا ہوں وہ ہدیہ کردیں، عمر نے کہا کہ بعض دفعہ اونٹوں کے حمل ساقط ہو جاتے ہیں، علی نے جواب دیا کہ انڈے بھی گندے ہو جایا کرتے ہیں پس عمر وہاں سے واپس آئے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ خداوندا میرے اوپر کوئی مصیبت نہ ڈال لیکن یہ کہ اس کے حل کرنے کو ابو الحسن میرے پاس ہوں۔ ابن السنجری نے بسند صحیح اس روایت کا اخراج کیا ہے۔

علامہ ابن عبد البر الاستیعاب میں لکھتے ہیں:۔

قال احمد بن زہیر حدثنا عبید اللہ	سعید ابن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت
ابن عمر القواریری حدثنا موئل	عمر خدا سے پناہ مانگتے تھے اس
بن اسمعیل حدثنا سفیان	مصیبت سے جس کے حل کرنے
الثوری عن یحیی سعید عن	کے لئے علی ان کے پاس نہ ہوں۔
سعید بن المسیب قال کان	.... لہذا حضرت عمر

عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابوالحسن..... فکان عمر یقول لولا علی لہلک عمر

اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ابن عبدالبر:- الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی
ابن سعد:- طبقات الکبریٰ ج ۲ ق ۲ ص ۱۰۲
محب الدین الطبری:- ریاض النضرہ، الجزء الثانی فصل السادس ص ۱۹۴، ۱۹۷
سید مومن شبلنجی:- نورالابصار ص ۷۰، ۷۱
محمد بن طلحۃ الشافعی:- مطالب السئول الفصل السادس ص ۲۹
سبط ابن الجوزی:- تذکرہ خواص الامۃ فصل فی قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابوالحسن ص ۸۵ لغایت ۸۸

دعویٰ افضلیتؑ

چونکہ حضرت علی کی معرفت و محبت جزو دین و ایمان قرار دی گئی تھی۔ لہذا مسلمانوں کی ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا کہ حضرت علی امت کو اپنی اصلی شان سے آگاہ کریں تاکہ ان کو لاعلمی کی حجت باقی نہ رہے، آپ ممبر پر دنیائے اسلام کو عام دعوت دیتے تھے کہ پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو، میرے بعد تم کو ایسا موقعہ نہیں ملے گا۔

قال احمد بن زھیر واخبرنا ابراھیم بن بشار قال حدثنا سفیان بن عیینہ حدثنا یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب قال ما کان احد من الناس یقول سلونی غیر

(اسمائے رواۃ عربی ہیں) سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے اور کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو۔

ا و ر و ی
ابن عبد
نیل قال
خطب وهو
فوالله لا
ن شئ الا اخبرتکم
عن کتاب الله
ه ما من آیة الا وانا
اعلم ابلیل نزلت ام
بنهار ام فی سهل ام فی
جبل

ابوالطفیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے
کہ میں نے ایکدن علی کو خطبہ دیتے
ہوئے دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ پوچھ
لو مجھ سے جو تمہارا جی چاہے قسم بخدا کسی
شے کی بابت تم مجھ سے نہیں پوچھو گے
لیکن یہ کہ میں تمہیں اس کی بابت خبر
دوں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کی بابت
دریافت کرو قسم بخدا کوئی آیت قرآن
کی نہیں لیکن میں اس کی نسبت جانتا
ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن
کو، میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر

ابن عبد البر:- الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ابن ابی طالب ص ۵۰۹
محب الدین طبری:- ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس
ص ۱۹۸ فصل التاسع ص ۲۲۱
ابن سعد:- طبقات الکبری ج ۲ ق ۲ ص ۱۰۱
ابن ابی الحدید:- شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۲۰۸
ابن حجر مکی:- صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶ فصل الرابع ص ۷۶
شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ:- ینابیع المودۃ باب الثالث عشر ص ۵۳
باب الرابع عشر ص ۶۰
علی المتقی:- کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۶ حدیث ۶۰۵۲ ص ۴۰۵
حدیث ۶۱۳۸
محمد بن اسمٰعیل:- روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۸۳۔
محدث حسن علی:- تفریح الاحباب ص ۳۵۰

سبط ابن الجوزی :۔ تذکرہ خواص الامت ر
دیکھا آپ نے تمام علماء اہل سیر کا اتفاق ہے کہ ر
رسول میں سے کسی اور کو یہ کہنے کی ہمت نہوئی کہ پوچھ
شان باب علم نبی کی ہی ہو سکتی تھی، اصحاب رسول میں
والا تو کون ہوتا سوال کرنے کی بھی لیاقت نہ تھی ایک
سے جو سوال کیا گیا وہ یہ تھا کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پو
اور داڑھی میں کتنے بال ہیں، اس حماقت کی بھی کوئی انتہا
برابری کا۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص
سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں حضرت علیؑ کے اسم
کئی خطبے نقل کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے :۔

منها الفاروق - وقد تقدم	حضرت علیؑ کے القاب میں سے ایک لقب
حديثه قبل ذلك واني قد	فاروق کا ہے اور اس کا ذکر ہم نے پہلے
وجدت بخط بعض سادة العلماء	کیا ہے یہ تحقیق کہ میں نے جناب امیر علی
والاكابر ما هذه صورته بتحبير	ابن ابی طالب کا مندرجۂ ذیل خطبہ
المنابر مما قال امير المومنين	بڑی بڑی فضلاء اور اکابر علماء کے
وامام المتقين علي بن ابي طالب	ہاتھ کا نقل کیا ہوا دیکھا ہے وہ یہ ہے
كرم الله وجهه على المنبر	میں نون والقلم ہوں اور میں
انا النون والقلم وانا	نور ہوں، تاریکیوں کو روشن
النور ومصباح الظلم انا	کرنے والا ہوں۔ میں ہی صراط
الطريق الاقوم انا فاروق	مستقیم ہوں، میں فاروق اعظم
الاعظم انا عيبة العلم	ہوں۔ میں علم کا مخزن اور حلم
انا اديه الحلم انا النباء	کا معدن ہوں میں نباء العظیم
العظيم انا الصراط المستقيم	ہوں میں ہی صراط مستقیم ہوں

عربی	اردو
ناھیولی النجوم	میں پچھلے اور اگلے علوم کا وارث ہوں
انا مکسر الاصنام	میں ستاروں کا ہیولی ہوں، میں اسلام
انا انیس الھوام	کا ستون ہوں، میں بتوں کا توڑنیوالا
الصدیق	ہوں، میں شیر ضرغام ہوں میں اہل ہم و
لمحشر انا ساقی	غم کا مونس ہوں مجھ کو ہر ایک غرض بتایا
حب الرایات انا	ہے میں صدیق اکبر ہوں میں امام محشر ہوں
الخفیات انا جامع	میں ساقیٔ کوثر ہوں میں صاحب علم ولواء ہوں
یات انا مؤلف الشتات	میں امور خفی کی قرارگاہ ہوں میں آیاتِ
انا مفرج الکربات انا دافع	الٰہی کا مجمع ہوں میں پریشانیوں کا جمع
الشقاۃ انا حافظ الکلمات انا	کرنیوالا ہوں میں غموں کا دور کرنیوالا
مخاطب الاموات انا حلال	ہوں میں کلماتِ الٰہیہ کا محافظ ہوں،
المشکلات انا مزیل الشبہات	مردے مجھے پکارتے ہیں میں مشکلوں کو حل کرنے
انا صنیعۃ الغزوات انا صاحب	والا ہوں میں شبہات کو دور کرنے والا ہوں
المعجزات انا النہام الاطول	میں جنگوں کو فتح کرنے والا ہوں میں صاحب معجزات
انا محکم المفصل انا حافظ	ہوں، میں نہایت طویل حبل المتین ہوں۔
القرآن انا تبیان الایمان	میں مفصلات کا مصدر ہوں، میں قرآن کا حفاظت
انا قسیم الجنان انا شاطر	کرنے والا ہوں میں ایمان کی تشریح کرتا
النیران انا مکلم الثعبان انا	ہوں میں قسیم النار والجنۃ ہوں میں اژدر
حاطم الاوثان انا حقیقۃ	سے باتیں کرنیوالا ہوں میں بتوں کو توڑنے
الادیان انا عین الاعیان	والا ہوں میں تمام ادیان کی حقیقت ہوں
انا قرن الاقران انا مذل	میں فیض کے چشموں سے ایک عظیم چشمہ ہوں،
الشجعان انا فارس الفرسان	میں سرداروں کا سردار ہوں۔ میں
انا سوال متی انا الممدوح	شجاع لوگوں کو پست کرنے والا ہوں۔

هلاتا انا شدید القوی
انا حامل للوی انا کاشف
الروی انا بعید المدی انا
عصمة الوری انا ذکی الوغی
انا قاتل من بغی انا موهوب
المشن انا اعدی القذی انا
صفوة الصفا انا کفو الوفا انا
موضح القضایا انا مستودع
الوصایا انا معدن الانصاف
انا محض لحقاق انا صواب
الخلاف انا رجال الاعراف انا
سور المعارف انا معارف لعوارف
انا صاحب الاذن انا قاتل الجن
انا یعسوب الدین وصالح
المومنین وامام المتقین انا
اول الصدیقین انا الحبل المتین
انا دعامة الدین انا صحیفة
المومن انا ذخیرة المهیمن انا
الامام الامین انا الدرع الحصین
انا ضارب بالسیفین انا طاعن
بالرمحین انا صاحب بدر و
حنین انا شقیق الرسول انا
بعل البتول انا سیف الله

میں شہسوار
سوال متی ہو
وممدوح ہو
لواء حمد ہوں
والا ہوں میں
مجھ سے دنیا کی حد
کرنیوالا ہوں میں باعیر
ہوں مجھے علم لدنی عطا کیا
تعالیٰ کا منتخب بندہ ہوں میں جھگڑوں
کو طے کرنیوالا ہوں میں وصیتوں کا مقام
ودلیعت ہوں میں معدن عدل ہوں
میں پرہیزگاری وعصمت محض ہوں میں
وہ رجال الاعراف ہوں جس کا ذکر قران
شریف میں ہے میں معارف وعلوم کا مخزن
(دیوار) ہوں جنات کو قتل کرنیوالا ہوں میں
سردار دین ہوں میں وصالح المومنین ہوں
جسکا ذکر قرآن میں ہے میں امام المتقین ہوں
میں صدیقوں کا سردار ہوں میں حبل المتین
ہوں میں دین کا عظیم ترین سردار ہوں۔
میں مومن کا صحیفہ ہوں میں امام الامین ہوں
میں مضبوط جوشن ہوں میں دو تلواریں
چلانیوالا ہوں میں دو نیزوں سے جنگ کرنے
والا ہوں میں فاتح بدر وحنین ہوں۔ میں

نغلہ...	ہمنفس رسول ہوں میں شوہر فاطمہ
ناسوال	ہوں میں ... ایک ...
ا نجہ	میں بیماروں کے لئے شفا ہوں میں لا
لع الباب	کا حل کرنے والا ہوں میں ایک وسیلہ
اب انا	ہوں میں دروازوں کو اکھاڑنے
نا کاشف	والا ہوں میں کفار کے گروہوں کو
ساقی العطاش	بھگانے والا ہوں، میں عرب کا سر
ثم علی الفراش انا	ہوں میں مصائب و رنج کو دور کرنیوالا
رۃ الثمینہ انا باب	ہوں میں پیاسوں کو پانی پلانے والا
المدینۃ انا کلمۃ الحکمۃ	ہوں، میں فرش رسول پر سونیوالا
انا واضع الشریعۃ انا	ہوں میں نہایت قیمتی جوہر ہوں میں
حافظ الطریقۃ انا موضح	باب مدینۂ علم نبی ہوں میں کلمہ حکمت
الحقیقہ انا مطیعۃ الودیعۃ	ہوں میں شریعت مقرر (واضح) کرنے
انا مبید الکفرۃ انا ابو	والا ہوں میں اماتوں کا محافظ ہوں
الائمۃ انا الدوحۃ الاصلیۃ	میں کفر کی بیخ و بن اکھاڑنے والا ہوں
انا مفضال الفضیلۃ انا	میں اماموں کا باپ ہوں میں شرافت
خلیفۃ الرسالت انا سمیع	و بزرگیوں کا شجر عظیم ہوں میں فضیلت
البسالۃ انا وارث المختار	کا معدن ہوں میں رسالت کا جانشین
انا طہیر الاطہار انا عقاب	ہوں میں شجاعت کا منبع ہوں میں رسول
الکفور انا مشکوٰۃ النور	مختار کا وارث ہوں میں طاہر و مطہر
انا جملۃ الامور انا زہرۃ	میں نور کا چراغ ہوں میں تمام امور کا خلاصہ
النور انا بصیرۃ البصائر	ہوں میں نور اصلی کی چمک ہوں میں صاحب
انا	بصیرت عظیم ہوں میں علوم کا خزانہ ہوں میں

ذخیرة الذخائر انا بشارة
المبشر انا الشفیع المشفع
فی المحشر انا ابن عم البشیر
النذیر انا طود الاطواد
انا جود الاجواد انا حلیة
الخلد انا بیضة البلد
انا صمصام الجهاد انا
حلیة الاساد انا الشاهد
المشهود انا العهد المعهود انا
[illegible] المنائح انا صلاح
المصالح انا غمضة الغوامض
انا لحظة اللواحظ انا عذوبة
اللفظ انا اعجوبة اللحظ
انا نفیس النفائس انا
غیاث المضطر انا سریع
الفتك انا رحیب الباع انا
وقر الاسماع انا [illegible] الواثق
انا نفثة النافث انا جنب
الله انا وجه الله۔

میں بنی نوع ا
ہوں، میں منا
ہوں۔ میں ر
عم ہوں۔ میر
ہوں، میں جنّ
کرنے والا زیور ہو
البلد ہوں۔ میں جہ
ہوں۔ میں شیر خدا ہوں
مشہود کا گواہ ہوں۔ میں ہی عہد
ہوں۔ میں بخششوں کا عطا کرنے
ہوں، خرابیوں کی درستی
کرنے والا ہوں۔ میں ستر
الاسرار ہوں۔ میں سختیوں
اور تنگیوں میں لوگوں کی
فریاد کو پہنچنے والا ہوں میں
جنب اللہ ہوں۔ میں وجہ اللہ
ہوں۔

اس ہی سلسلہ میں ہم جناب امیر کا ایک اور خطبہ نقل کرتے ہیں۔ اس خطبہ کو علامہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی نے کتاب در المنظم میں نقل کیا ہے اور شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے ینابیع المودۃ میں درج کیا ہے اس کا کچھ حصہ سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں نقل

۔ۃ سے نقل کرتے ہیں۔

علماء کے نزدیک اسانید صحیحہ کے	طریقتہ
ذریعہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی کرم	نقل
اللہ وجہ نے کوفہ میں منبر پر یہ خطبہ	ہریحان
ادا فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	ابن ابی طالب
حمد و ثنا ہے واسطے اُس خدائے بزرگ	علی المنبر
و برتر کے جس نے آسمان و زمین کو	و یخطب فقال
پیدا کیا اور ان کو پہاڑوں سے	الرحمن الرحیم الحمد للہ
مضبوط کیا، چشمے جاری کئے، ہوائیں	السمٰوات والارض وفاطرھا
چلائیں اور آندھیوں کو اپنے حکم میں	وسالح المدحیات وواز دھا و
رکھا جس نے آسمانوں کو ستاروں	مطود الجبال وقانرھا ومفجر
سے مزین کیا اور افلاک کو ایک قرینہ	العیون وناقرھا ومرسل
و نظام کے ساتھ چلایا، جس نے سورج	الریاح وزاجرھا وناھی
و چاند و ستاروں اور سیاروں کے	القواصف وآمرھا وزین السما
لئے منازل مقرر کئے بادلوں کو پیدا	وزاھرھا ومدبر الافلاک
کر کے اپنے زیر حکم رکھا، کالی راتوں	ومسیرھا ومقسم المنازل و
کو لانے والا، اور پھر ان کو منور	ومقدرھا ومنشی السحاب
کرنے والا، اجسام کو پیدا کر کے ان	ومسخرھا ومولج الحنادس
کو مقرر کرنے والا، زمانوں کو قائم	ومنورھا ومحدث الاجسام
کرنے والا امور کو لانے والا، جاندار	ومقررھا ومکور الدھور و
کے رزقوں کا ضامن اور ان کا	مکدرھا ومورد الامور و
تدبیر کرنے والا، مردہ زمینوں کو	مصدرھا وضامن الارزاق
زندہ کرنے والا۔ میں [illegible]	ومدبرھا ومحی الرفات وناشرھا

احمده علیٰ آلائه و توافرها	نعمتوں کا اور
و اشکره علیٰ نعمائه و	ادا کرتا ہوں او
تواترها و اشهد ان لا اله	ان کے تواتر پر
الا الله وحده لا شریک	میں شہادت دیتا
له له شهادة تودی الی	ہوں اور اس کا کوئی
السلامة ذاکرها و تومن	شہادت ہی جو اس کے
من العذاب ذاخرها و	کی طرف لے جاتی ہے اور اس
اشهد ان محمداً صلی الله علیه	محفوظ رکھتی ہے اور میں شہادت دیتا ہوں
و اٰله وسلم الخاتم لما سبق	مصطفیٰ اپنی برحق خاتم النبیین اور ان
من الرسل و فاخرها و رسوله	کے فخر ہیں ۔ ایسا رسول جس نے اپنی
الفاتح لما استقبل من	دعوت کو غالب کیا اور پھیلایا اور
الدعوة و ناشرها ارسله	اپنی اس امت کو پہنچایا جو بت پرستی
الی امة قد شعر بعبادة	میں ڈوبی ہوئی تھی پس انہوں نے
الاوثان شاعرها فابلغ	اپنی نصیحت میں مبالغہ کیا نور کے جھنڈے
صلی الله علیه و اٰله وسلم	بلند کئے اور ہدایت کے منبر بچھائے۔
فی النصیحة وافرها و انار	اور قرآن کے معجزے سے شیطان
منار اعلام الهدایة و	کی دعوت کو محو کر دیا ۔ عرب
منابرها و محا بمعجز القرآن	کے گمراہوں اور کافروں کو نیست
دعوة الشیطان و مکاثرها	و نابود کر دیا یہاں تک کہ اُن
و ارغم مجاطیس غواة	کی دعوت حق و شریعت مطہرہ
العرب و کافرها حتی اصبحت	جاری ہو گئی ، اے لوگو! خبردار
دعوة الی الحق باول زائرها	ہو جاؤ۔ عنقریب وقت آ گیا ہے
و شریعة المطهرة الی المعاد	لوگوں کی خواہشیں مختلف ہو گئیں۔

...علیہ وآلہ
...بیب عناصر
...ال وحقق
الحسبان
...ن واختلفت
...وی واشتدت
...استمرت الدعوی
...ت الارض وضیع القرآن
...وخنت الامانة وبدت
الخیانة وقام الادعیاء و
نال الاشقیاء ونقد ...
السفہاء وتاخرت الصلحاء
وانہ در القرآن ...
وکملت الفترة ...
وظہرت الانا طس ...
الملاطس یملکون السرائر و
یہتکون الحرائر ویحیون کیسان
ویخربون خراسان فیہدمون
الحصون ویظہرون المصون
ویفتحون العراق بدا مراق
فآہ آہ ثم آہ آہ العریض الافواہ
وذبول الشفاہ ثم التفت یمینا
وشمالا ومتفسرا لصعداء الاملاء

وعیسے جاری ہوگئے، زمین کو زلزلہ
آیا ... ہوگئے
امانت رائیگاں گئی، خیانت ظاہر
... جھوٹے مدعیان کھڑے ہوگئے
... آگئے، کمینے آگے بڑھ گئے۔
... لوگوں
... ساتھ دھوکہ کیا، یعنی
... اب
[illegible]
افسوس افسوس پھر آپ نے دائیں
... ٹھنڈا سانس
لیا ... وقت ...
کہنے لگا کہ اے امیر المومنین
... آپ کیونکہ ...
کیا آپ ... حضرت
علی نے غیظ ... کی طرف دیکھکر
کہا تجھے ... رونے والیاں روئیں کیا
تو مجھ کو نہیں جانتا۔ میں ایک بھید ہوں

Arabic	اردو
احمده على آلائه وتوافرها	نعمتوں کا اور
واشكره على نعمائه و	ادا کرتا ہوں او
تواترها واشهد ان لا اله	ان کے تواتر پر
الا الله وحده لا شريك	میں شہادت دیتا
له شهادة تودى الى	ہے اور اس کا کوئی
السلامة ذاكرها وتؤمن	شہادت ہے جو اس کے
من العذاب ذاخرها و	کی طرف لے جاتی ہے اور اس
اشهد ان محمدا صلى الله عليه	محفوظ رکھتی ہے اور میں شہادت دیتا ہوں
وآله وسلم الخاتم لما سبق	مصطفےٰ نبی برحق خاتم النبیین اور ان
من الرسل وفاخرها ورسوله	کے فخر ہیں، ایسا رسول جس نے اپنی
الفاتح لما استقبل من	دعوت کو غالب کیا اور پھیلایا اور
الدعوة وناشرها ارسله	اپنی اس امت کو پہنچایا جو بت پرستی
الى امة قد شعر بعبادة	میں ڈوبی ہوئی تھی پس انہوں نے
الاوثان شاعرها فابلغ	اپنی نصیحت میں مبالغہ کیا نور کے جھنڈے
صلى الله عليه وآله وسلم	بلند کئے اور ہدایت کے منبر بچھائے۔
فى النصيحة وافرها وانار	اور قرآن کے معجزے سے شیطان
منار اعلام الهداية و	کی دعوت کو محو کر دیا۔ عرب
منابرها ومحا بمعجز القرآن	کے گمراہوں اور کافروں کو نیست
دعوة الشيطان ومكاثرها	و نابود کر دیا یہاں تک کہ ان
وارغم معاطيس غواة	کی دعوت حق و شریعت مطہرہ
العرب وكافرها حتى اصبحت	جاری ہو گئی، اے لوگو! خبردار
دعوته الى الحق باول زائرها	ہو جاؤ۔ عنقریب وقت آ گیا ہے
وشريعته المطهرة الى المعاد	لوگوں کی خواہشیں مختلف ہو گئیں۔

...علیہ و آلہ
...بیب منابرها
...ل و عقل
الحسبان
...ن واختلفت الآراء
...دی واشتدت
...استمرت الدعوی
...ت الارض وضیّع الفرض
...وتحققت الامانة و بدت
الخیانة و قام الادعیاء و
نال الاستقباد و نقد مسند
السفها و تاخرت الصلحاء
وان در القرآن اقترال... ان
وکملت الفترة و سمت ...
وظهرت الانا طس فحیمت
الملاطس یملکون السرائر و
یهتکون الحرائر و یحیون کیسان
و یخربون خراسان فیهدمون
الحصون و یظهرون المصون
و یفتحون العراق بلا مراق
فآه آه ثم آه آه العریض الافواه
و ذبول الشفاه ثم التفت یمینا
و شمالا و تنفس الصعداء الاملاء

و عیب ... جاری ہو گئے، زمین کو زلزلہ
آیا اور لوگوں کے ... ہو گئے
امانت رائیگاں گئی، خیانت ظاہر
ہو گئی ... ہوئے مدعیان کھڑی ہو گئی
... اٹھایا گئے کمینے آگے بڑھ گئے۔
... لوگ پیچھے رہ گئے، لوگوں
... قرآن ... ساتھ دھوکہ کیا، یعنی
... اب
[illegible]
... ناموس
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
افسوس، افسوس، پھر آپ نے دائیں
بائیں ... اور ایک ٹھنڈا سانس
لیا ... وقت ...
کہنے ... لگا کہ اے امیر المومنین
یہ واقعات آپ کے کیونکر ...
کیا آپ ... پھر حضرت
علی نے غیظ ... کی طرف دیکھکر
کہا ... تجھے رونے والیاں روئیں کیا
تو مجھ کو نہیں جانتا۔ میں ایک بھید ہوں

وتادہ خشوعاً وتغیر خضوعاً
فقام الیہ سوید بن نوفل الہلالی
فقال یا امیر المومنین انت حاضر
بما ذکرت وعالم بہ فالتفت
الیہ بعین الغضب وقال لہ
ثکلتک الثواکل ونزلت بک
النوازل یا بن الجبان والخبائث
والمکذب الناکث سیقصر بک
الطول ویغلبک الغول انا
سر الاسرار انا شجرۃ الانوار
انا دلیل السموات انا انیس
المسبحات انا خلیل جبرئیل
انا صفی میکائیل انا قائد الاملاک
انا سمندل الافلاک
انا سریر الصراح انا حفیظ الالواح
انا قطب الدیجور انا البیت المعمور
انا مزن السحائب انا نور
الغیاہب انا فلک اللجج
انا حجۃ الحجج انا مسدد الخلائق
انا محقق الحقائق انا ماول التاویل
انا مفسر الانجیل انا خامس
الکساء انا تبیان النساء انا
الفۃ الایلاف انا رجال الاعراف

بھید ور
ہوں،
اور پر چلے
کے ساتھ
اور میکائیل
آسمانوں سی
جس طرح سمندر
ہوتا ہے۔ میں محافظ الو
اندھیری راتوں کا قطب ہو
میں ہی بیت معمور ہوں۔ میں ہی
بادلوں کا آراستہ کرنے والا ہوں
میں نہایت سخت تاریک راتوں کا
نور ہوں، میں ستیوں کا آسمان
ہوں، تاریکیوں کو روشن کرنیوالا
اور ستیوں کو ابھارنیوالا ہوں
میں حجت خدا ہوں میں خلائق
کا راہنما ہوں اور ان کو راہِ راست
پر چلانیوالا ہوں میں متشابہات کی
صحیح تاویل کرنیوالا ہوں میں انجیل کی
تفسیر کرنیوالا ہوں میں آل عبا میں سی
ایک ہوں میں عطا کرنے والا ہوں
ہزاروں کا یا جمع اور کامل کرنیوالا
ہوں ہزاروں کا میں رجال الاعراف ہوں

ثعبان الکلیم
ورثة الانبیا
ب الغفور
نا ایلیاء الانجیل
وی انا حامل
المحضر انا ساقی
قسیم الجنان انا مشاطر
یران انا یعسوب الدین
انا امام المتقین انا وارث المختار
انا طهیر الاطهار انا مبیدة
الکفرة انا ابو الائمة البررة
انا قالع الباب انا مفرق الاحزاب
انا جوهر الثمینة انا باب المدینة
انا مفسر البینات انا مبین
المشکلات انا النون والقلم
انا مصباح الظلم انا سوال متی
انا ممدوح هل اتی انا النباء
العظیم انا الصراط المستقیم
انا لولوء الاصداف انا جبل قاف
انا سر الحروف انا نور الظروف
انا الجبل الراسخ انا العلم
الشامخ انا مفتاح الغیوب
انا مصباح القلوب انا نور الارواح

جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ میں ستر ابراہیم ہوں
میں ہی وہ اژدہا ہوں جس سے موسیٰ نے
اپنے حریفوں پر فتح پائی تھی میں اولیاؤں
کا ولی ہوں میں انبیاء کے علوم کا وارث
ہوں میں زبور کا اریا ہوں حجاب الغفور
ہوں میں منتخب کردہ خدا کا ہوں میں
انجیل کا ایلیا ہوں میں شدید القویٰ ہوں
میں لواء حمد کا حامل ہوں میں محشر میں
جمع ہونیوالوں کا امام ہوں میں ساقی
کوثر ہوں میں قسیم النار والجنتہ ہوں۔
میں دین کا سردار ہوں میں متقین کا امام ہوں
میں رسول مختار کا وارث ہوں میں کافروں
کی بیخ و بن اکھاڑ نیوالا ہوں میں نیک اماموں کا
باپ ہوں میں درِ خیبر کا اکھاڑ نیوالا ہوں میں جنگ احزاب
میں کافروں کے گروہوں کو منتشر کر نیوالا ہوں میں
قیمتی جوہر ہوں میں باب مدینہ علم نبی ہوں میں اصول
دین کی تفسیر کر نیوالا ہوں میں مشکلات کو حل کر نیوالا ہوں
نون والقلم ہوں میں تاریکیوں کو روشن کر نیوالا ہوں میں
سوال متی ہوں میں ممدوح ہل اتی ہوں میں ہی وہ نباء عظیم
ہوں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ میں ہی صراط مستقیم
ہوں میں صدف حقیقت کا موتی ہوں میں کوہ متانت ہوں
میں حروف کا بھید ہوں میں مکانوں کا نور ہوں میں جبل راسخ
ہوں میں امور غیب کی مفتاح ہوں اور دلوں کو روشن کرنیوالا ہوں

انا روح الاشباح انا الفارس الکرار
انا نصرة الابصار انا السیف
المسلول انا الشهید المقبول
انا جامع القرآن انا تبیان
البیان انا الشفیق التوحید الی
انا بعل البتول انا عمود
الاسلام انا مکسر الاصنام
انا صاحب الاذن انا قاتل
الجن انا صالح المومنین انا
امام ارباب المفلحون انا
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
العرب انا کاشف الکرب انا الذی
قیل فی حقه لا فتی الا علی انا
الذی قیل فی شانه انت منی
بمنزلة هارون من موسیٰ
انا لیث بنی غالب انا علی بن
ابی طالب قال فصاح السائل
صیحة عظیمة وخرمیتا فعقب

میں ارو
ہوں۔ میں
ہوں، میں
شہید مقبول
ہوں میں قر
کا ہمنفس ہوں
میں اسلام کا عمود ہوں
والا ہوں میں اذن داعیہ کا
میں جنوں کا قاتل اور قرآن شریف
المومنین ہوں میں فلاح پانے والوں
امام ہوں، میں جوانمردوں کا سالار ہوں۔
میں نبوت کے اسرار کا خزانہ ہوں میں
سابقہ کے گذشتہ واقعات کا جاننے والا ہوں
میں آئندہ کی امتوں کے واقعات سے واقف ہوں
میں قطب الاقطاب ہوں میں دوستوں کا مددگار
ہوں مہدئ زماں ہوں عیسیٰ زماں ہوں
میں ہی جنب اللہ ہوں لا واللہ میں شیر خدا ہوں
عرب کا سردار ہوں مصیبتوں کا دور کرنے والا
میں وہ ہوں جس کے حق میں لا فتی الا علی
کہا گیا۔ میری شان میں سرکار نے انت منی بمنزلہ
ہارون من موسیٰ کہا میں شیر غالب علی ابن ابی طالب
ہوں راوی کہتا ہے کہ وہ شخص جس نے اعتراض
کیا تھا ایک چیخ مار کر گر پڑا اور مرگیا۔ پھر

...ا وجهه
لله بارئ النسيم
...ة على الاسم
...م محمد وآله
...ني عن طرق
...ها من طرق
...ي قبل ان تفقدوني
...بي علوما كثيرة
...بحار الزواخر فمنهم ايها [illegible]
من العلماء والمهرة من الحكماء
واحدق به الكمل من الاولياء
والسند من الاصفياء يقبلون
مواطئ قدميه ويقسمون باسمه
الاعظم عليه بان يتم [illegible]
ويكمل [illegible] فقال بحر الراسخين
وحبر العارفين الامام الغالب
علي بن ابي طالب كرم الله وجهه
يظهر صاحب الراية المحمدية
والادارة الاحمدية القائم بالسيف
والمال الصادق في المقال يمهد
الارض ويحيي السنة والفرض
ثم قال ايها المحجوب عن شاني الغافل
عن حالي ان العجائب آثار

جناب امیر نے اپنی کلام سابقہ کو جاری
رکھتے ہوئے فرمایا، ساری تعریف ہے اس
خدا کی جس نے روحوں کو پیدا کیا اور انہوں
کو قائم کیا اور صلوٰۃ ہو اسم اعظم، نور اقدم
جناب محمد مصطفےٰ [illegible] اور پھر فرمایا کہ پوچھ لو
مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ
تم مجھ کو نہ پاؤ میں آسمانوں کے راستوں
سے بہ نسبت زمین کے راستوں کے زیادہ
واقف ہوں میرے اندر علوم بے شمار بحر ذخار
کی طرح موجیں مار رہے ہیں راوی کہتا ہے کہ یہی
وجہ ہے کہ علما و حکما آپ سے اخذ علم کرتے ہیں اور
اولیا و اصفیا آپ کے قدم چومتے ہیں اس
[illegible] ہیں یہی وجہ ہے کہ
[illegible] اولیا و اصفیا
نے آپ کے قدم [illegible] اور اسم اعظم کی قسم کھا کر
عرض کیا کہ آپ اپنا کلام پورا کریں پس
آپ نے فرمایا کہ جب یہ حال ہو جائیگا تو
علم محمدیہ کا اٹھانے والا ظاہر ہوگا اور دولت
[illegible] قائم کرنے والا ظاہر ہوگا۔
جو زمین کو ہموار کرے گا اور سنت و فرض
کو زندہ کریگا پھر فرمایا اے وہ شخص جو میری
شان سے واقف نہیں اور میرے حال سے غافل
ہے معلوم کر کہ میرے قلب میں اسرار و عجائب و آثار

عربی	اردو
خوالطری والغرائب اسرار ضمائری	بے شمار موجزن ہیں
لانی قد خرقت الحجاب واظہرت	دیا ہے عجیب با
العجاب اتیت باللباب ونطقت	کے خزانے کھول
بالصواب وفتحت خزائن	کی باریکیاں
الغیوب وفتقت دقائق القلوب	لطائف ومعارف
وکنزت لطائف المعارف ورمزت	بے شمار میرے پاس ہیں
عوارف اللطائف فطوبی لمن	اس کے لئے جو اس کلام کے
استمسک بعروة هذا الکلام	سے تمسک کرتا ہے۔ اور ایسے امام کے
وصلی خلف هذا الامام فانه	نماز پڑھتا ہے کیونکہ وہ واقف ہو جاتا
یقف علی معانی الکتب المسطور	ہے کتب مسطور کے معانی سے اور داخل
والرق المنشور ثم یدخل	ہو جاتا ہے بیت معمور میں، پھر آپ
الی البیت المعمور والبحر المسجور	نے اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ
ثم انشد یقول ؎	ہے:-
لقد حزت علم الاولین اننی	میں نے علم الاولین جمع کر لئے ہیں
ضنین بعلم الآخرین کتوم	اور علوم الآخرین کا ضامن ہوں
وکاشف اسرار الغیوب باسرها	میرے پاس حادث وقدیم کے رموز
وعندی حدیث حادث وقدیم	اور اسرار ہیں اور میں ہر ایک قوی کے اوپر
وانی لقیوم علی کل قیم	قوی تر ہوں اور ایسا علیم ہوں جس نے
محیط بکل العالمین علیم	تمام عالموں کے اوپر احاطہ کر لیا ہے۔
ثم قال لو شئت لاوقرت من	پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورۂ
تفسیر الفاتحة سبعین بعیرًا	فاتحہ کی تفسیر اتنی کروں کہ ستر اونٹ کے
ثم قال ق والقرآن المجید	بوجھ کی کتابیں اس سے لکھی جائیں پھر فرمایا
کلمات خفیات الاسرار	ق والقرآن المجید کلمات خفیات الاسرار

...ثار ینابیع	اور عبارت ہیں بڑی عظیم آثار کی اور
...مشکوٰۃ	چشمے ہیں دلوں کے اسرار کے چراغ
...ات العواقب	ہیں، غیب کے بھیدوں کے مثل
...نہایۃ الفہوم	چمکنے والے ستاروں کے۔ یہ عقول
...الحکمۃ ضالۃ	کی آخری حد ہیں۔ علوم حکمت کے
...مان القدیم	آغاز ہیں۔ کتاب کھولتا ہے اور یہ
...اب ویلقی الجواب	جواب پاتا ہے کہ اے ابو العباس
...باس انت امام الناس	(یعنی علی ابن ابی طالبؑ) تم امام
...سبحان من یحیی الارض	الناس ہو پاک و پاکیزہ ہے زمین کو
بعد موتہا ویرد الولایات	اس کی موت کے بعد زندہ کرنے والا
الی بیوتہا یا منصور تقدم	اور ملکوں کو انکے گھروں تک دیکھتا ہے
الی بناء السور ذلک تقدیر العزیز	اور یہ بڑی عزیز وحکیم کی مقرر کی ہوئی
العلیم وھذا آخر ما اسمعہ من لفظ	تقدیر ہے، راوی کہتا ہے کہ یہ آخری کلام
النورانی واضبط من کلامہ	نورانی تھا جو میں نے سنا اور اس کو ضبط
الروحانی فی ھذا الباب۔	تحریر میں لایا۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ:- ینابیع المودۃ الباب الثامن والستون فی ایراد بعض ما فی کتاب الدر المنظوم الشیخ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحۃ الحلبی الشافعی۔

اِس خطبے کی عظمت وجلالت۔ اس کے الفاظ کی شوکت اور اس کے معانی کی رفعت کو وہ لوگ ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو عربی زبان کی باریکیوں اور فقہ اسلامی کے رموز وغوامض سے آگاہ ہیں۔ ترجمہ میں اس کی خوبصورتی نہیں آسکتی، امر واقعہ یہ ہے کہ ایسا کلام ترجمہ کے لئے موزون نہیں ہوتا۔

بسا اوقات آپ نے اپنی رعایا کی زجر و توبیخ کی ہے اور ان کو ان

کی جہالت، کم علمی و گمراہی سے آگاہ کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں

بنا اهتديتم في الظلماء وتسنمتم	ہمارے ذریعے۔
العليا وبنا انفجرتم عن السرار	ہدایت پائی۔
وقر سمع لم يفقه الواعية	پہنچے اور ہماری
وكيف يراعي من اصمته	راتوں سے صبح کی
الصيحة ربط جنان لم يفارقه	ہو جائیں جوان واعیہ
الخفقان ما زلت انتظر بكم	آواز کو نہ سنیں اور اس
عواقب الغدر واتوسمكم	سمجھیں اور بے شک ان ہدایہ
بحلية المغترين سترني	صداؤں کو وہ کیونکر سن سکتا ہے سکو
عنكم جلباب الدين وبصرنيكم	عذاب الٰہی کی آواز نے بہرہ کر دیا ہے
صدق النية اقمت لكم على	ان قلوب کو اطمینان و سکون نصیب
سنن الحق في جواد المضلة	ہو جن کو خوف خدا سے اضطراب
حيث تلتقون ولا دليل و	لاحق رہتا ہے میں تمہارے غدر دبے
تحتفرون ولا تميهون ...	وفائی کے انجام کا منتظر ہوں اور دیکھتا ہوں

کہ دنیائے فانی کی زینت کے دھوکہ میں تم آگئے ہو میں نے تمہاری ہدایت کے لئے دین کا پیرہن اور تقویٰ کا لباس پہن لیا ہے۔ مجھے اپنے صدق نیت کی وجہ سے دیدہ حق بیں عطا ہوئی ہیں۔ جن کی وجہ سے میں تمہارا نگران و نگہبان ہوں۔ میں نے تم کو ضلالت اور گمراہی کے میدانوں سے نکال کر سیدھے راستہ پر کھڑا کر دیا ہے۔ تم اس جگہ اکٹھے ہوئے تھے جہاں کوئی رہبر اور ہادی موجود نہ تھا۔ تم کنواں کھودتے تھے مگر سیرابی میسر نہیں ہوتی تھی۔

آپ نے خدا اور رسول کے مقرر و نصب کردہ خلیفہ و امام کا کلام تو سنا، اب سقیفہ بنی ساعدہ کے نصب کئے ہوئے خلیفہ کا خطبہ سنئے خلعت خلافت کو سقیفہ بنی ساعدہ کی کشمکش میں زیب تن کرنے کے بعد

طبہ جو دیا اس میں آپ امت محمدیہ کو خوشخبری سناتے ہیں کہ
ا جانشین ایسا شخص ہے کہ جس پر شیطان بسا اوقات غالب
ے بہتر ہے کہ ایسے اوقات میں اپنے خلیفہ سے حذر کیا کرو جب
ں تو تم مجھ کو سیدھا کر دیا کرنا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے
بہتر و افضل لوگ موجود ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

فقد ولیت امرکم و	اے لوگو! میں نے تمہارے امور کی زمام اپنے
بخیرکم ان زغت	ہاتھ میں لے تو لی ہے مگر میں تم سے بہتر نہیں
فقوموني واعلموا ان لی	ہوں لہٰذا اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو
شیطانا یعتریني احیاناً	تم مجھ کو سیدھا کر دینا، جان لو تم کبھی
فاذا رایتموني غضبت	کبھی مجھ پر شیطان چڑھ جاتا ہے پس جب
فاجتنبوني	تم مجھے غصہ میں دیکھو تو تم مجھ سے پرہیز کرنا

ابن سعد:۔ طبقات الکبریٰ ج ۳ ق ۱ ص ۱۲۹
ابن ابی الحدید:۔ شرح نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۸
ابن قتیبہ:۔ کتاب الامامۃ و السیاست ص ۱۶
جلال الدین سیوطی:۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۵ مطبع مجتبائی۔
حسن علی محدث:۔ تفریح الاحباب مترجم حامل المتن ص ۵۴، ۵۶، ۵۷، ۶۱
محمد بن جریر الطبری:۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۲۰۳، ۲۱۱
ابن الاثیر جزری:۔ تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۲۶
علی المتقی:۔ کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۳۰ حدیث ۲۲۶۲، ص ۱۳۶،
حدیث ۲۳۰۷

ان خطبوں کا آپس میں موازنہ و مقابلہ کرنے سے ان دونوں بزرگوں کی
شخصیت کا صحیح صحیح اندازہ ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں بزرگواروں نے خود ہی
اپنی شخصیت کا تعارف امت محمدیہ کو کرا دیا۔ علاوہ اس کے تکمیل دین کے لئے

معرفتِ امام زمانہ ایسی ہی ضروری ہے کہ جیسی معرفت نبی زما
رسول کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد ما
مسلمہ امت ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام لوگوں کو اپنی
آگاہ کرتے ہیں اسی طرح امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگ
تاکہ امام کے نہ پہچاننے کا عذر باقی نہ رہے اور لوگ اس کی نہ
اور اس کے علم لدنی سے واقف ہو کر رشد و ہدایت کے لئے ا
اور مستفید ہوں۔ اس ہی ضرورت کو مدنظر رکھ کر جناب علی مرتضیٰ
اصلی شان و مرتبہ سے آگاہ کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو ہدایت کی
سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی کے الفاظ میں دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ
دیا کرتے میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ مجھ پر تو شیطان غالب ہو جاتا ہے۔ جب میں ٹیڑھا
ہو جایا کروں تو تم سیدھا کر دیا کرو، ممکن ہے کہ دنیاوی حاکم کا یہ انکسار کسی کی نظر میں
خوش نما معلوم ہو مگر جانشین رسول کی زبان سے یہ انکسار نہیں ہے بلکہ اقبال نااہلیت
ہے۔ جانشین رسول محض دنیاوی سلطنت کا حاکم نہ تھا بلکہ یہ اس رسول کا جانشین
تھا جس نے تمام دنیا کی ہدایت کا دعویٰ کیا ہوا تھا اسکے ذمہ محض حکومت کرنا نہ تھا۔
بلکہ لوگوں کی ہدایت اور قرآن شریف کی تعلیم اس کا فرض اولین تھا۔ اگر وہ بھی
یہ کہنے لگے کہ میں ٹیڑھا چل رہا ہوں مجھے صراط مستقیم دکھاؤ، میرے اوپر شیطان غالب
ہو جاتا ہے مجھ سے دور رہا کرو، تو پھر لوگ کس کے پاس ہدایت و رہنمائی کے لئے جائیں۔
علاوہ اس کے یہ سیدھا کرنے کا حکم بھی بڑا ٹیڑھا تھا فطرت انسانی و اصول حکمرانی و شریعت
اسلامی کے خلاف تھا، جو شخص بر سر اقتدار ہو جس کی طرف لوگوں کی تمنائیں لگی رہیں۔
اسے سیدھا کون کرے اور کس طرح کرے، کس طاقت سے سیدھا کرے کیا مسلمانوں نے اس
ہی حکم کی اطاعت میں حضرت عثمان کو سیدھا کرنا چاہا تھا، اس سے جو نتیجہ نکلا وہ ظاہر ہے
یہ حکم بالکل ناقابل عمل تھا۔ خلیفہ غلطی کرے رعایا میں اختلاف ہو، رعایا کہے کہ یہ حکم
شریعت کے خلاف ہے۔ حاکم کہے شریعت کے مطابق ہے تو ثالث کون بنے، ایسے

ذ کے انعقاد کے قواعد شریعت میں تو درج نہیں اور نہ حضرت
نے خطبہ میں بیان فرمایا کہ آپکی کجی کا فیصلہ کون کریگا، اور کس
کے خلاف یہ حکم اس وجہ سے تھا کہ حکم قرآنی تو یہ ہے کہ اطیعو اللہ
لی الامر منکم جس سے ظاہر ہے کہ حاکم امر میں زیغ و کجی کا امکان نہیں
طاعت لازم ہے۔ مگر حضرت ابو بکر کا حکم ہے کہ حاکم میں زیغ و کجی
ور اس وقت اس کی اطاعت ضروری نہیں۔ سلطنت میں عجیب
پیدا ہو جائے، حاکم تو حکم دیتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرو۔ رعایا کہتی ہے کہ
یہ خلاف شریعت ہے، خود حضرت ابو بکر نے کہنے کو تو کہدیا اس پر عمل کبھی
نہیں کیا، لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر غلیظ طبیعت و تند مزاج کے آدمی ہیں ان کو
ہم پر حاکم نہ مقرر کرو، حضرت ابو بکر نے کہا کہ نہیں میں ضرور مقرر کردونگا اور مقرر
کردیا۔ حضرت علی نے احتجاج حضرت ابو بکر سے کیا کہ خلافت تمہارا حق نہیں ہے۔
میرا حق ہے۔ اور دلائل و براہین سے ثابت کر دیا اگر یہ حکم نفس دکھاوے کے لئے نہ تھا
اور اس پر عمل کرانا مقصود تھا، تو کیوں خلافت سے دستبردار نہ ہوگئے۔ قائل تو
ہوگئے کہ حق علی کا تھا مگر یہ کہہ کر خاموش ہوئے کہ یا علی اگر تم یہ دلائل پہلے پیش
کرتے اور اپنا حق ظاہر کرتے تو میں خلافت ہی نہ لیتا۔ اگر خلافت لے لی تھی تو خلع خلافت
میں کونسا امر مانع تھا۔

ایک اور نکتہ بھی غور کے قابل ہے، موالیان حکومت جو سقیفہ بنی ساعدہ
کے نصب کئے ہوئے خلفاء کو جائز حکمراں سمجھتے ہیں وہ خود ان حضرات کو نظم
سلطنت کے معمولی حکمران جانتے ہیں علم دین میں وہ ان کو اس قابل نہیں
سمجھتے کہ ان کی پیروی کی جائے۔ بلکہ اس غرض کے لئے تو انہوں نے اور ہی چار
امام پکڑے ہوئے ہیں، امور دین میں ہدایت کے لئے وہ امام ابو حنیفہ۔ یا
امام مالک۔ یا امام شافعی یا امام احمد حنبل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرات
اہل سنت و جماعت کے چاروں مذاہب ان چاراماموں سے چلتے ہیں اور

یہ چاروں امام اپنے تئیں حضرت علی کی گرد راہ کی ،
لہذا مقابلہ کیا رہا ۔ برعکس اس کے حضرت علی کو خلیفہ با
میں سوائے حضرت علی کے اور کسی کی طرف رجوع نہیں
امام بھی امور دین میں حضرت علی کے پیرو تھے ، لوگ ا
علی کہتے ہیں ، اور اس پر فخر کرتے ہیں مگر اہل سنت وجما
مالکی ۔ شافعیہ یا حنفی ہی کہتے ہیں ، وہ اپنے نسبت حضرات خلفا
کرتے ہوئے شرماتے ہیں ورنہ تو اپنے تئیں بکری کہتے حنفی کے معنی

سیاست علویہ

اب لے دے کے ایک بات یہ رہ گئی کہ
علی کا درجہ علم سیاست ملکی میں حضرت عمر ۔
بہت کم تھا اس اعتراض سے ثابت ہوتا ہے کہ معترض نے اس زمانہ کے
حالات کا مطالعہ نہیں کیا اور حضرت علی کو ذرا بھی نہیں پہچانا کسی مدبر یا حاکم
کی سیاست پر تنقیدی نظر ڈالتے وقت تین امور کا خیال رکھنا ضروری تا ،

(۱) وہ کیسا شخص تھا ۔

(۲) جب زمام حکومت اس نے اپنے ہاتھ میں لی تھی تو اس وقت ملک کی حالت کیا تھی ؟

(۳) کیسے لوگوں سے اس کو سابقہ پڑا ؟

ان امور پر غور کرنے کے بعد ہی ہم اس شخص کی سیاست کو سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی سیاست کامیاب ہوئی یا نہیں اور اگر کامیاب نہیں ہوئی تو اس ناکامیابی کی ذمہ داری حاکم کی سیاست پر ہے یا رعایا کی حالت پر ، اور اگر حاکم رعایا کو اپنا نہ کر سکا تو اس میں رعایا کا قصور ہے یا حاکم کا ، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر حاکم ظالم وجابر ہو تو رعایا اسکی نہیں ہو سکتی ، اور اگر رعایا جاہل و غافل جرأت و دلیری سے عاری عیش و آرام کی طالب ہے تو وہ کبھی سخت گیر دیندار حاکم کو پسند نہ کریگی اور نہ اس کی اطاعت کریگی ، اس نافرمان برداری کا صریح نتیجہ سیاست

اس کی ذمہ داری رعایا پر عائد ہو گی،
کے علاوہ ایک اور امر بھی ہے جس کو حضرت علی کی سیاست پر
نظر انداز کر دیتے ہیں، سب سے پہلے دیکھنے والی بات
قسم کی تھی، اور جانشینی کس کی تھی جس کو ان خلفاء نے
معمولی دنیاوی حکومت نہ تھی جس کی کتاب سیاست کے
دغابازی، حیلہ سازی، کذب و منافقت ہوا کرتے ہیں
عیب ہے اور ریح ایک گناہ، یہ حکومت الٰہیہ تھی جہاں یہ
حیلے صفات ذمیمہ و مکروہہ کے تحت میں آتے ہیں، اور اس
کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کو سکھائے کہ دنیا میں خدا پر نظر رکھ کر اور
اس کے احکام کی اطاعت میں کس طرح حکومت کرنی چاہیئے، یہ جانشینی اس ذاتِ
والا صفات کی تھی جس میں ایک بھی صفتِ ذمیمہ نہ تھی، اس کے جانشین
کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جانشین کا عیب مستخلف پر عود کرتا تھا، اور
مذہب کی صداقت کا امتحان خلیفہ کی شخصیت سے کیا جاتا تھا۔ اگر اس
حکومتِ الٰہیہ میں بھی سکہ رواں وہی ہوتا جو دار الضرب مکر و
فریب و کذب و نفاق سے نکلتا ہے تو پھر سارا مقصد رسالت ہی فوت
ہو جاتا۔ قصہ تو بہت مختصر ہے اور دو الفاظ میں طے ہوتا ہے۔ چونکہ حکومت
الٰہیہ علی ابن ابی طالب اور حکومت دنیاویہ عمر ابن الخطاب دو مختلف انواع
ہیں لہٰذا ان کا مقابلہ ایک دوسرے سے کرنا حماقت ہے جس طرح عربی گھوڑے
کا مقابلہ مرغ خانگی سے کرنا بے وقوفی ہے۔ جناب رسول خدا کا مقصدِ
رسالت اسلام میں حکومت الٰہیہ قائم کرنا تھا، دوسروں کا ملک چھیننا مطلب
نہ تھا، کمزور قوموں کے ملک پر قبضہ کرنا ایسا ہی معیوب ہے جس طرح دوسروں
کے گھروں اور مکانوں کو غصب کرنا ہے، وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، آج
کل کا بھی تو یہی رونا ہے کہ ہٹلر کمزور قوموں کے ملکوں پر زبردستی قبضہ

کر رہا ہے، اور دُول متحدہ جو امن و چین کا نظام
چاہتی ہیں اس کا بھی تو پہلا اصول یہ ہے کہ دنیا میں کمز
ملک بھی اسی طرح محفوظ رہیں گی۔ جس طرح زیر دست
عمر حضرت نے کمزور قوموں کے ملکوں پر
سی حکومت الٰہیہ کا نمونہ پیش کیا۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے و خود نہ بھیج کر
کی ترغیب دی، اُن پر چڑھائی نہیں کی۔ جتنے آپ کے غزوا
سب حفاظت خود اختیاری کے اصول پر تھے۔

(۱) حضرت علی کی شخصیت

کسی شخص کی سیاست کو سمجھنے کیلئے یہ معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کی سیاست کا مقصد کیا تھا، اور مقصد سیاست نہیں معلوم ہو سکتا، جب تک کہ اُس کا مقصد حیات نہ معلوم ہو اور مقصدِ حیات معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ کیسا انسان تھا، حضرت علی کی شخصیت کی معرفت حاصل کرنا بہت مشکل ہے، وہ کیسا انسان ہوگا جس کی ناقص معرفت رکھنے والوں نے اسے خدا سمجھا اور جس کی کامل اور صحیح معرفت امت محمدیہ میں سے کسی کو حاصل نہ ہوئی جناب رسول خدا نے خود اپنی معرفت علی اور اپنی امت کی عدم معرفت کو ان فصیح و بلیغ الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	خیبر کے فتح والے دن جناب رسول خدا نے
لعلی یوم فتحت خیبر لولا ان	حضرت علی سے فرمایا کہ اگر میری امت
تقول فیک طوائف من امتی	کے لوگ تمہارے حق میں وہ باتیں نہ کہنے
ما قالت النصاریٰ فی عیسیٰ بن	لگتے جو نصاریٰ عیسےٰ کے حق میں کہتے
ابن مریم لقلت فیک الیوم	ہیں۔ تو آج میں تمہارے متعلق
مقالا بحیث لا تمر علی ملاء من	وہ حقائق آمیز کلمات کہتا کہ پھر تم جس

ن داسن — مسلمین کی طرف سے گزر جاتے تو تمہاری پیروں

مل طہورلک — کے تلے کی مٹی اور نسل کا پانی لیتے تاکہ اس

علی امت — سے اندرونی و بیرونی امراض سے صحت

مثل علی — صحت حاصل کریں ..... اے علی تو میری ذمہ داریوں کو پورا کریگا اور میری سنت کیلئے جنگ کریگا

تی اعظم قسطنطنیہ :- ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول سنہ ۱۳۰۱ھ
ستر ص ۱۳۴ و باب الرابع والاربعون فی حدیث لحمک لحمی وحدیث
ول فیک الخ ۔

مسند امام احمد حنبل علی نقل فی ینابیع المودۃ ۔

ابو المؤید موفق ابن احمد الخوارزمی :- کتاب مناقب عن جابر ابن عبد اللہ

لہذا حضرت علی کی شخصیت پر مکمل بحث کرنا میری طاقت سے باہر ہے، ہاں آپ کے ان چند خصائل و عادات و سوانح حیات کا ذکر کرنا ضروری ہے جن سے حضرت علی کی شخصیت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے ۔

پیدا ہوتے ہی جو آنکھ کھولی تو آغوش رسول میں پایا، دنیا کی پہلی چیز جو آپ کے اندر گئی وہ آنحضرت کا لعاب دہن تھا، پانچ برس کی عمر تھی کہ رسو لخدا ان کو اپنے یہاں لے آئے اور تب سے آنحضرت کی آغوش میں تربیت پائی ۔

ایک لمحہ کے لئے کفر نہیں کیا ۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلے ایمان لائے اور تصدیق رسالت کی ۔

اسلام اور بانی اسلام کی محافظت کو اپنی حیات کا مقصد بنایا، اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر انہیں دشمنوں سے بچایا۔ کبھی میدان جنگ سے بھاگنے کا خیال تک نہیں آیا ۔

آپ کے انہماک فی الدین کو دیکھ کر رسو لخدا نے فرمایا کہ علی انتہائی ایمان کا مجسمہ ہے ۔

خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ علی نے اپنے نفس کو راہِ خدا
جو شخص اپنے نفس کو راہِ خدا میں فروخت کردے اِس
نہیں رہ سکتا، چنانچہ حضرت علی کے سوانح حیات بتارہے ہیں
کو کبھی امورِ دین پر ترجیح نہیں دی، اس کافر کا واقعہ بھی
ہے جس نے مغلوب ہوکر آپ کے منہ پر لعابِ دہن پھینکا، اب
کے لئے حرکت میں آسکتا تھا، آپ نے فوراً اس کو چھوڑ دیا، مو
واقعہ کو نظم کیا ہے ان کا ایک شعر ہے ؎

او خیو انداخت بر روئے علی　　افتخار ہر نبی و ہر ولی

جناب رسولِ خدا نے آپ کو وصیت بھی یہی کی تھی کہ کبھی دنیا کے لئے دین کو نہ چھو

"ای علی اول کسے کہ بر لبِ حوض کوثر بمن رسد تو خواہی بود بعد
از فوت من مکروہ بسیار بتو خواہد رسید، باید کہ دل تنگ نہ کردی
ودست در عروۃ وثقی التحمل زدہ در طریق مصابرت سلوک نمائی
وچوں مردم بجانب دنیا رغبت کنند تو آخرت اختیار فرمائی"
حبیب السیر جلد اول جزو سوم صفحہ ۸۱۔

بچپن میں انسان اپنے ماحول سے تاثرات حاصل کرتا رہتا ہے اور جوانی و بڑھاپے میں
ان پر عمل کرتا ہے۔ حضرت علی کے پہلے دونوں زمانے اسوقت گزری تھے جب دنیائے
اسلام میں حکومتِ الٰہیہ قائم تھی، حضرت علی نے اس حکومت کی دونوں حالتیں
دیکھی تھیں یعنی مغلوبیت کی بھی اور غالبیت کی بھی، آپ کے سامنے جنابِ رسولِ خدا
کے طرزِ عمل کا وہ بھی نمونہ تھا کہ جب کفر غالب تھا اور آنحضرت کے اسوقت کے
طرزِ عمل کا بھی وہ نمونہ تھا کہ جب ظاہری حکومت بن چکی تھی اور کفر مغلوب تھا۔
اسلام کی خاطر صبر کرنا بھی سیکھ لیا تھا اور اسلام کی بہبودی کے لئے لوگوں میں احکام
صادر کرنیکا طریقہ بھی معلوم ہو گیا تھا غرضکہ حکومتِ الٰہیہ کا قیام حضرت علی کی سیاست
کا مدعا اور اسلام حقیقی کا تحفظ حضرت علی کی حیات کا مقصد تھا۔

نشینی کے وقت ملک کی اندرونی و بیرونی حالت

ہر ایک حکمران اپنے سابق
بستد کے ساتھ اس کی اندرونی و بیرونی صورت و حالات کو بھی
مااوقات اس کی کامیابی یا ناکامیابی کا انحصار اس کے سابق
ے کے نتائج پر ہوتا ہے، نپولین کبھی نپولینِ اعظم نہ ہوتا اگر فرانس
، اس کے لئے فتوحات کے سامان نہ مہیا کر دئے ہوتے، سکندر
ے فاتحان میں سے نہ ہوتا اگر اسکے باپ فیلقوس (فلپ) نے ملک کی حالت کو
ون و پُرامن نہ بنادیا ہوتا، یہ امر مسلمہ ہے کہ ایک حکمران کی سیاست کے نتائج
اس کے جانشین کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں، حضرت عثمان کے زمانہ میں جو ملک کی
حالت ہو گئی تھی وہ محتاج بیان نہیں، اس زمانہ کے فتنہ و فساد کا ذکر تاریخ کی
ہر کتاب میں پایا جاتا ہے اور اس فتنہ و فساد کی تصویر حدیث کی ہر اک کتاب میں ملتی
ہے، آنحضرت صلعم نے جو اس زمانہ کی تصویر کھینچی ہے وہ کتاب الفتن کے عنوان کے نیچے
کتبِ احادیث میں موجود ہے آپ فرماتے ہیں کہ فوراً ہی میرے بعد تم پر ایسا زمانہ
آنے والا ہے کہ لوگ اسی طرح اسلام کے دائرہ میں سے فوج در فوج خارج ہوں
گے جس طرح وہ فوج در فوج اس میں داخل ہوئے تھے، لوگ اس طرح اسلام سے
نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے خارج ہوتا ہے کہ پھر واپس نہیں آتا صبح کو ایک
شخص مومن ہے تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہے تو صبح کو کافر، جمہور اسلام کا خیال
ہے کہ یہ حالت حضرت عثمان رضہ کے شہادت کے زمانہ کا نقشہ ہے۔ ہم ان کے
اس خیال کو اپنی بحث کی تائید میں پیش کر کے کہتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰ نے زمام
حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اسوقت لوگوں کا یہ اسلام رہ گیا تھا اور ایسا اندرونی
فتنہ و فساد برپا تھا۔ ایسی صورت میں بانی اسلام کے جانشین اور حکومتِ الٰہیہ کے
سردار کی کیا سیاست ہونی چاہیئے تھی، ان لوگوں کو از سرِ نو اصلی مسلمان بنانے کی
کوشش کرنا یا بیرونی ممالک کو فتح کر کے ان میں ایسے مسلم نما کافروں کو بھر دینا، یہ تو

ان لوگوں کے مذہب کی حالت تھی، ان کی بزدلی ، :
آئینہ حضرت عثمان کا واقعہ ہے باہر کے لوگوں نے ان کو
چالیس دن تک محاصرہ رہا اور بنو امیہ تک مقابلہ
اب بھی اگر مدد کی تو مشکلکشا ہی نے کی۔

تاریخ ابن خلدون :- اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۳
محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخ
حکیم مظہر الحق :- شمس التواریخ صفحہ ۶۱۶
ابن حجر مکی :- صواعق محرقہ الباب الثامن صفحہ ۱۷

تاریخ عالم کا یہ پہلا اور غالباً آخری واقعہ ہے کہ ایک ہردلعزیز حاکم وقت اپنی دارالسلطنت میں اپنی پارٹی کی موجودگی میں چالیس دن تک اپنے گھر میں محصور رہتا ہے اور اس کی پارٹی اس کو بچانے کے لئے کوئی موثر طریقہ اختیار نہیں کرتی، حضرت عثمان نے اپنی حالت اور اپنے محاصرہ کی اطلاع لوگوں تک پہونچانے میں کمی نہیں کی۔ مکہ میں اطراف عرب میں شام میں کوفہ میں بصرہ میں اپنی مدد و حمایت کی طلب کے لئے قاصد روانہ کئے۔

محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۱۳۵۔
تاریخ ابن خلدون :- برار دو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۲۵۳،۲۴۴،۲۴۳

موسم حج تھا۔ مکہ میں اجتماع مسلمین تھا، حضرت عثمان نے ایک طویل مراسلہ اُن کے پاس بھیجا جو سب کے سامنے پڑھا گیا۔

محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۱۴۲،۱۳۹

امیر معاویہ کو اپنا سمجھ کر حضرت عثمان نے خاص طور سے مدد کے لئے طلب کیا۔ مگر وہ تو خدا سے یہ موقعہ چاہتے تھے اس تحریر کی مطلقاً پروانہ کی۔

فلما رای عثمان ما قد نزل بہ و ما	جب حضرت عثمان نے وہ مصیبت
انبعث علیہ من الناس کتب	دیکھی جو ان پر نازل ہوئی تھی اور کس

ابی سفیان	طرح لوگ ان پر چڑھ آئے تھے تو انہوں
اللہ الرحمن الرحیم	نے معاویہ کو جو شام میں تھے خط لکھا بسم اللہ
اھل المدینة	الرحمن الرحیم اما بعد تحقیق کہ اہل مدینہ
غوا الطاعة و	کافر ہو گئے اونہوں نے میری اطاعت
بعة فابعث الیّ	چھوڑ دی اور بیعت توڑ دی پس تم بغیر
د من مقاتلة اھل	توقف کے اہل شام کا لشکر جرار کسی
علیٰ کل صعب و ذلول	نہ کسی طرح بھیج دو، جب معاویہ کو یہ
فلما جاء معاویہ الکتاب	خط ملا تو اس نے حکم کی تعمیل نہ کی اور
تربص به وکرہ اظھار مخالفة	اصحاب رسول کی مخالفت کرنے کو
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ	مکروہ جانا حالانکہ اس کو معلوم ہو گیا
علیہ وسلم وقد علم اجتماعھم	تھا کہ وہ عثمان کے خلاف جمع ہوئے ہیں

محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۱۵۔

اس سے پہلے معاویہ گورنروں کی میٹنگ میں شامل بھی ہوئے لیکن حضرت عثمان کو کچھ صلاح و مشورہ دیکر شام کی طرف چلتے بنے۔

محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۰۱

تاریخ ابن خلدون :- اردو ترجمہ جلد چہارم ص ۴۰۲۔

عمرو بن العاص کی نسبت سنئے۔ یہ حضرت عثمان کے دشمنان و قاتلان میں سے تھے، ایک دن حضرت عثمان نے ان کو خلوت میں بلا کر ابن النابغہ کے لقب سے خطاب کر کے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے دشمنوں سے مل گیا۔ درآنحالیکہ ایام جاہلیت میں میں تجھ سے زیادہ عزت والا تھا، عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے باپ تک کو پُن کے رکھ دیا۔ جب وہ چلا گیا تو مروان نے آنکر حضرت عثمان سے کہا کہ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ زانیہ کے لڑکے تمہارے باپ کو بھی نہیں چھوڑتے۔

جب قتل عثمان کی خبر عمرو بن العاص کو پہنچی تو

انا ابو عبد اللہ اذا حککت قرحۃ	میں ابو عبد
نکاتھا ان کنت لاحرص	ہوں تو
علیہ حتی انی لاحرض علیہ	تحقیق کہ میں
الراعی فی غنمہ فی راس	ابھارتا تھا پہاڑ
الجبل	پہاڑ پر اپنی بھیڑ ور

محمد بن جریر الطبری :۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس

بلکہ صریح الفاظ میں اقبال کر لیا۔

لما بلغ عمرا قتل عثمان رضی اللہ	جب عمرو بن العاص کو قتل عثمان د
عنہ قال انا ابو عبد اللہ	پہونچی تو کہا کہ میں ابو عبد اللہ ہوں
قتلتہ	میں نے اس کو قتل کیا۔

تاریخ طبری :۔ الجزء الخامس ص ۲۲۴۔

اخلاق کی پستی کی حد یہیں ختم نہیں ہوتی، ابھی ایک درجہ اور باقی ہے۔ بعد واقعہ عثمان یہی مروان اور یہی معاویہ اور یہی بنوامیہ اپنے اپنے کونوں سے نکل آئے اور اب اُس عثمان کے خون کا دعوی کرتے ہیں جس کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھا اور نہ بچایا اور اس علی کے خلاف کرتے ہیں جو تن تنہا حضرت عثمان کو بچانے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ خدا و مذہب کو چھوڑ کر دنیاوی حکومت کے لئے جو دوڑ دھوپ کی جاتی ہے بدقسمتی سے اس کا نام بھی سیاست ہی رکھا ہوا ہے مگر اس سیاست کا مقابلہ علی کی سیاست سے کرنا اور مقابلہ ہی نہیں کرنا بلکہ اسے کامیاب اور علی کی سیاست کو ناکامیاب قرار دینا یا تو ظلم صریح ہے۔ یا جہل مرکب۔

(۳) حضرت علی کو کیسے لوگوں سے سابقہ پڑا	اِن لوگوں کی کیفیت کچھ تو ہم نے اوپر بیان

کریں گے، جب فتنہ و فسادات کے اسباب و علل اور
تذکرہ کریں گے قبل اس کے کہ ہم حضرت علی کی سیاست
رائی رائے ظاہر کریں کہ وہ سیاست صحیح تھی یا غلط مناسب
دیں کہ وہ سیاست کیا تھی۔ حضرت علی کے بہت سے
تواریخ و سیر میں پائے جاتے ہیں لیکن ان سب کو محمد
بالشریف الرضی رحمہ اللہ نے ایک جگہ جمع کر کے اس مجموعہ کا نام
رکھا ہے۔ جناب شریف الرضی کا زمانہ سنہ ۳۵۹ ہجری لغایت
ہجری تھا۔ یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ نہج البلاغہ پہلے صفحے سے آخر
صفحہ تک کلام امیرالمومنین علیہ السلام ہے۔ ہم نے بہت اچھی طرح اس امر کو اس
کتاب میں ثابت کیا ہے یہاں اس کے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے
کہ جو شخص جناب امیر کی شخصیت اور ان کی سیاست کو معلوم کرنا چاہتا ہے، اُس
کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ نہج البلاغہ کا مطالعہ شروع سے آخر تک امعان نظر سے
کرے نہج البلاغہ کو پڑھنے کے بغیر جناب امیر کی معرفت کا دعویٰ ایک بیہودہ ادعا
ہے جس کو کوئی اہل علم و معرفت سننے کے لئے بھی تیار نہ ہو گا۔

جب جناب امیرؑ نے لوگوں کی بے دینی اور ان کا سرعت کے ساتھ کفر کی
طرف بہنا دیکھا تو آپ نے صحیح طور سے فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ غیر ملکوں کو فتح
کر کے ان کے باشندوں کو مسلمان بنایا جاوے بہتر یہ ہے کہ ان مسلمان نما کافروں کو
صحیح اسلام کے دائرہ میں لایا جائے۔ آپ نے ہر ایک امر کو ملتوی کر کے فیصلہ کیا کہ اول
رعایا کی تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ رعایا کا مطمح نظر بدل
کر آپ کے نظریے کے مطابق ہو جاوے لہذا آپ نے اپنی رعایا کے لئے ایک درس
عام جاری کر دیا اور اس درس گاہ کے خود مدرس مقرر ہوئے۔

حقیقتاً آپ کے یہ خطبے معرفتِ الٰہی کے خزائن ہیں جن میں اسرار و نکات کھول
کھول کر بیان فرمائے ہیں ان میں صفاتِ الٰہی و معنی توحید کی تشریح جس طرح بیان

کی گئی ہیں کہ گویا یہ آپ کے مشاہدات ہیں سی تھی ابتدائے خلق
اب تک معلوم کیا ہے اس کی تصدیق آپ کے خطبات کرتے
نے شرح تو ضرور لکھی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ابھی کامل شرح نہ
گئی نہج البلاغہ ایک دریائے علم ہے کہ جس کے پڑھنے سے جناب
تصدیق ہوتی ہے کہ اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَن اَرَادَ العِلمَ فَلیَاتِ
یہ تو رعایا کے تزکیۂ نفس و تہذیب اخلاق کے لئے تھا اُن
بھی آپ غافل نہ تھے، ہر ایک عامل کے ہر ایک قول و فعل پر آپکی نظر
کوئی چوکا وہیں اس کو تازیانۂ تادیب لگا، جو ہدایات حضرت علی نے اپنے
وقتاً فوقتاً دی ہیں وہ آج تک درس گاہ سیاسیات کے بہترین سبق ہیں۔ اشعث
بن قیس حاکم آذربائیجان کو لکھا کہ "حقیقت یہ ہے کہ حکومت تیرے واسطے طعمہ اور
کھانے کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک امانت ہے جس کا بار تیری گردن پر ہے" قثم ابن عباس
عامل مکہ کو آپ نے لکھا "حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ ادائے حج کو لوگوں کے لئے قائم
رکھ اور انہیں خدا کے انعام و عذاب کے دنوں کو یاد دلاتا رہ، صبح و شام ان کی
ہدایت کے لئے اجلاس کر، طالبان فتوی کو فتویٰ دے، نادان کو تعلیم کر۔ عالم کے
ساتھ مذاکرہ کر، لوگوں کی طرف جانے کے لئے تیرا قاصد تیری زبان ہو، اپنے نفس کے
سوا کسی کو دربان نہ مقرر کر کسی صاحب حاجت کو اسکی حاجت کے سبب سے اپنی ملاقات
سے محروم نہ کر، کیونکہ اگر ابتدا ہی میں وہ سائل تیرے دروازوں سے نکال دیا گیا،
پھر اگر تو اس کی حاجت پوری بھی کر دیگا تو بھی تجھے نیکی کے ساتھ نہیں یاد کیا جائیگا
خدا کا مال جو تیرے پاس جمع ہوا ہے اس پر نظر کر صاحبانِ عیال اور بھوکے لوگ
جو تیرے سامنے موجود ہیں اس مال کو ان پر تقسیم کر دے اس مال کو فقر و احتیاج کے
مقامات میں پہونچا اور جو کچھ اس مصرف سے زیادہ ہو اسے ہمارے پاس
بھیجدے تاکہ اس مال کو ہم ان لوگوں پر تقسیم کر دیں جو ہماری نگاہوں میں موجود
ہیں اور اہل مکہ کو حکم دیدے کہ وہ مکہ میں رہنے والوں سے کسی قسم کا محصول یا اُجرت نہ لیں

نبیل مکہ میں عاکف و بادی برابر ہیں۔

ل بصرہ کو اہل بصرہ کی ایک جماعت نے دعوت طعام پر مدعو

یا، اس کو آپ لکھتے ہیں: "حمد و نعت کے بعد اے حنیف مجھ

ر ملی ہے کہ گروہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے تیری کھانے کی

رعت کے ساتھ وہاں پہونچا، تیرے لئے وہاں قسم قسم کے نفیس

، اور عمدہ عمدہ شربت کے پیالے پیش کئے گئے۔ مگر میرا یہ گمان

ے گروہ کی دعوتِ طعام قبول کریگا جن کے محتاج لوگ دعوت سے

ں اور جن کے مالدار دعوت میں طلب کئے جائیں"۔ کیا اچھی بات فرمائی ہے ہر

ے لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دیتی ہے۔

اور تو اور حضرت عبداللہ ابن عباس اپنے ابن عم کو کیسے تہدید آمیز خطوط لکھے ہیں:-

اما بعد فقد بلغنی عنک امر ان کنت فعلتہ فقد اسخطت ربک وعصیت امامک واخزیت امانتک بلغنی انک جردت الارض فاخذت ما تحت قدمیک واکلت ما تحت یدیک فارفع الی حسابک واعلم ان حساب اللہ اعظم من حساب الناس۔

مجھے ایک ایسے امر کی خبر پہونچی ہے کہ اگر تم نے وہ کیا ہے تو اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور اپنی امانت کی اہانت کی مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے زمین کو خراب کر دیا جو کچھ تمہارے پاؤں کے نیچے تھا وہ لے لیا اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا کھا لیا لہٰذا تم اپنا حساب میرے سامنے پیش کرو اور یہ جان لو کہ خدا کا محاسبہ انسان کے محاسبہ سے عظیم تر ہوگا۔

(۲) اما بعد فانی کنت اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری

(۲) میں نے تم کو اپنا شریک امانت بنایا تھا اور اپنے مخصوص لوگوں میں رکھا تھا

وبطانتي ولم يكن رجل من
اهلي اوثق منك في نفسي لمواساتي
وموازرتي واداء الامانة إليّ
فلما رأيت الزمان على ابن عمك
قد كلب والعدو قد حرب وامانة
الناس قد خزيت وهذه الامة
قد فنكت وشغرت قلبت
لابن عمك ظهر المجن ففارقته
مع المفارقين وخذلته مع الخاذلين
وخنته مع الخائنين فلا ابن
عمك آسيت ولا الامانة اديت
وكانك لم تكن الله تريد بجهادك
وكانك لم تكن على بينة من
ربك وكانك انما كنت تكيد
هذه الامة عن دنياهم وتنوي
غرتهم عن فيئهم فلما امكنتك
الشدة في خيانة الامة اسرعت
الكرة وعاجلت الوثبة واختطفت
ما قدرت عليه من اموالهم المصونة
لاراملهم وايتامهم اختطاف
الذئب الازل دامية المعزى
الكسيرة فحملته الى الحجاز رحيب
الصدر بحمله غير متاثم

اور میرے اقارب
جس پر مجھ کو تم
کہ وہ میری پیر
ہٹائے گا اور میری
مگر جب تم نے دیکھا کہ
سخت آ گیا ہے، دشمن امر
اور امانت داری کا احترام
ہے اور یہ امت بیباک خیر سے خالی ہے،
تو تم نے بھی سپر کا رخ پلٹ دیا اور ساتھ
چھوڑنے والوں کے ساتھ تم نے بھی اس کا
ساتھ چھوڑ دیا اور دوسرے خائنوں کی طرح
تم نے بھی اس کی خیانت کی پس نہ تم نے اپنے
بھائی کے ساتھ کوئی ہمدردی کی اور نہ اس
کی امانت کو ادا کیا گویا اپنے سابقہ جہادوں سے
خدا کی رضا کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اور
گویا تم اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیلوں پر قائم
نہ تھے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو
اس کی دنیا کے معاملہ میں فریب دے رہے تھے اور
اس کو مال غنیمت کی طرف سے غفلت میں
ڈال دینے کی نیت رکھتے تھے پس جب امت کے
مال میں خیانت کرنے کی قدرت تمکو حاصل
ہو گئی تو تم نے بہت جلدی سے اس پر حملہ کر دیا
اور اس طرف دوڑ پڑے اور جہاں تک تم سے

أبا الغبرك
تراثا من
بحان الله
او ما تخاف
يها المعد ود
من ذوي الالباب
سيغ شرابا وطعاما
ن تعلم انك تاكل حراما
وتشرب حراما وتبتاع الاماء
تنكح النساء من مال اليتامى
والمساكين والمؤمنين والمجاهدين
الذين افاء الله عليهم هذه
الاموال واحرز بهم هذه البلاد
فاتق الله واردد على هؤلاء
القوم اموالهم فانك ان لم
تفعل ثم امكنني الله منك
لاعذرن الى الله فيك و
لاضربنك بسيفي الذي ما
ضربت به احدا الا دخل النار
ووالله لو ان الحسن والحسين
فعلا مثل الذي فعلت ما كانت
لهما عندي هوادة ولا ظفرا مني
بارادة حتى أخذ الحق منهما وازيل

ہو سکا ان کے وہ اموال جو بیواؤں اور
یتیموں کے لئے محفوظ تھے لے بھاگے جس
طرح تیز بھیڑیا زخمی بکریوں کو اچک لے
جاتا ہے اور تم خوش خوش اس مال کو حجاز کی
طرف لے گئے اور اس پر دستبرد کرنے
کیلئے گناہگار ہونے کا کچھ بھی دھیان نہ
کیا گویا تم اپنی ماں باپ کی میراث اپنے اہل
وعیال کی طرف لیگئے سبحان اللہ کیا تم معاد
پر مطلق ایمان نہیں رکھتے اور اس دن کے
مناقشہ کا تمہیں بالکل خیال نہیں اے وہ شخص
جو اس سے پہلے ہمارے نزدیک اہل عقل میں
شمار کیا جاتا تھا آخر تجھے کھانا پینا کس طرح گوارا
ہوتا ہے درانحالیکہ تو جانتا ہے کہ تیرا کھانا پینا
سب حرام ہے تو لونڈیاں خریدتا ہے اور عورتوں
سے نکاح کرتا ہے ایتام ومساکین ومومنین
کے اس مال سے جو خدا نے ان کو عطا کیا ہے
اور انہیں مجاہدین کے ذریعہ سے اس نے
ان شہروں کی حفاظت کی ہے پس خدا سے
ڈر اور اس قوم کو ان کا مال واپس کر دے
اور اگر تو نے ایسا نہ کیا اور خدا نے مجھ کو تجھ
پر قابو دیا تو میں تیری سزا کو خدا کے سامنے
عذر بناؤں گا اور تجھے وہی تلوار ماروں گا
جو میں نے جس کو ماری وہ جہنم میں داخل ہوا

اور بجز اگر حسن ؑ

الباطل عن مظلمتہما

(نہج البلاغہ الجزء الثانی) ص ۸۴ تا ۸۸

جو تونے کیا ہی تو ا

نرمی کی گنجائش نہ ہوتی یہاں تک کہ ان سے وہ حق لے کر رہتا

ایک افسر فوج کو آپ نے یہ ہدایت کی :- اس خدا سے خوف کر

کریگا اور سوائے اسکے تیرا اور کوئی منتہی نہیں ۔ تم اس ہی کے ساتھ

لڑے ۔ سردی کے موسم میں صبح و عصر کے وقت سفر کرو، اور دو پہر

کو قیلولہ کی فرصت دو، حرکت کرنے میں آرام و آسائش کا خیال رکھو

شب میں سفر نہ کر۔ اس اول شب میں اپنے بدن کو راحت دے، اور اپنی پشت

پہونچا جب کہ تو صبح کے پھیلنے سے واقف ہو گیا یا صبح طالع ہونے کو ہوئی تو اسوقت

خداوندی پر بھروسہ کر کے سفر کر، جب تو دشمن سے ملاقی ہو تو اپنے لشکر کے وسط میں کھڑا

ہو جا اور دشمن سے اس شخص کے مانند قریب نہ ہو جو لڑائی کے ساتھ آویزش کا ارادہ کر رہا

ہے ۔ نہ دشمن سے اس شخص کی مانند دوری اختیار کر جو لڑائی سے خوف کھا کر دور رہتا

ہے، یہاں تک کہ میرا حکم تیرے پاس آئے، دیکھو دشمنوں سے جو تمکو نفرت ہے وہ تم کو اس

بات پر آمادہ نہ کرے کہ حق کی طرف بلانے اور عذر و حجت تمام کرنے سے پہلے تم ان سے

لڑ پڑو ۔ (نہج البلاغہ ۔ الجزء الثانی ص ۱۶)

مندرجہ بالا حکم معقل بن قیس ریاحی کو دیا گیا تھا جو امیر معاویہ سے لڑنے کے

لئے سوار مقدمۃ الجیش بنا کر بھیجا گیا تھا ، ایک اور امیر لشکر کو آپ نے یہ نصیحت فرمائی تھی ۔

جب تم دشمن کے مقابل پہنچ جاؤ یا وہ تمہارے برابر آ جائے تو تمکو چاہیئے کہ تمہارے لشکر وں

کا مقام بلندیوں کے نزدیک ہو یا دامن کوہ میں یا دریا کے کنارہ پر تاکہ دشمن تمہاری

نگاہوں کے سامنے رہے اور البتہ تمہاری جنگ ایک دستہ یا دو دستہ کے ساتھ

ہونی چاہیئے اور پہاڑوں کے قلعوں اور ٹیلوں کی بلندیوں پر اپنے لئے نگہبانوں

کو مقرر کر دو تاکہ دشمن کسی خوف یا امن کے مقام سے تمہاری طرف سے نہ آسکے ۔

خوب یاد رکھو کہ جماعت یعنی فوج کے آگے کا ایک دستہ ان کی آنکھیں ہیں اور ان

ان کے ہراول ہیں، تم تفرقہ سے حذر کرتے رہنا، جب کہیں اترو تو
اور جب کوچ کرو تو سب مل کر، جب کسی مقام پر تمہیں رات ہو جائے
ائرہ کی شکل میں بنالو، خواب کا ذائقہ نہ چکھو مگر نہایت ہی کم۔ یا
سے پانی نیچے نہیں اترنا۔ (نہج البلاغۃ الجزء الثانی۔ ص ۱۵۔۱۶)
ین کے شروع ہونے سے پہلے آپ نے اپنی فوج کو یہ ہدایت کی:۔
ابتدا نہ کریں تم ان سے ہرگز جنگ نہ کرنا کیونکہ بحمد اللہ تم طریق
رقائم ہو تم انہیں چھوڑ دینا حتیٰ کہ وہ ابتدا کریں۔ یہ ایک دوسری حجت
برہان تمہارے ہاتھ آئے گی جب بحکم خدا ان کو ہزیمت نصیب ہو جائے تو کبھی کسی
پیٹھ پھرانے والے سے جنگ نہ کرنا۔ کسی عیب دار یا برہنہ کو آزار نہ پہونچانا، زخمی
کی طرف حملہ نہ کرنا، عورتوں کو اذیت پہنچا کر انہیں ہیجان وغیظ وغضب میں نہ
لانا اگرچہ وہ تمہارے سرداروں کو سب وشتم کریں (نہج البلاغۃ الجزء الثانی ص)
صدقات کے عمال کو جو ہدایات آپ نے دی ہیں وہ ہر ایک زمانہ کے حکام کا
دستور العمل ہونا چاہئیں حکومت الٰہیہ کے حکام ظلم کے شائبہ کو بھی روا نہیں رکھتے۔
آپ فرماتے ہیں:۔

خدا سے ڈرنے کا جو راستہ ہے اسی پر چلتے رہو وہ خدا جس کا کوئی شریک
نہیں کسی مسلمان کو حزن واندوہ میں نہ ڈال نہ ایسی حالت میں کسی پر گزر کر کہ وہ
تیرے گزرنے کو مکروہ سمجھے اس کے مال میں جو خداوند تعالیٰ کا حق ہے اس سے زیادہ
نہ لے اگر تو کسی قبیلے کے پاس پہنچے تو ان کی آبگاہ پر اتر بغیر اسکے کہ تو ان کے گھروں
میں داخل ہو پھر نہایت تسکین و وقار کے ساتھ ان کے پاس جا حتیٰ کہ تو ان کے
درمیان میں قائم ہو جائے اب انہیں سلام کر ان کی تعظیم میں ذرہ برابر کوتاہی نہ
کر بعدہ ان سے کہہ کہ بندگان خدا! مجھے خدا کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے
پاس بھیجا ہے تاکہ تمہارے اموال میں جو کچھ خدا کا حق ہے اسے حاصل کر دں۔ کیا تمہارے
اموال میں خدا تعالیٰ کا کچھ حق ہے؟ اگر ہے تو اسے ولی خدا کے پاس پہنچا دو۔ اگر

کوئی کہنے والا ہے کہ نہیں تو پھر اس سے نہ مانگو، اگر کوئی اقرار کرے، تو اس کے ساتھ روانہ ہو کر بغیر اس کے کہ تو اُسے ڈرا یا اس پر ظلم کرے یا سخت گیری کو کام میں لائے، پھر جو کچھ سو اسے لے لے، اگر اس کے پاس گائے بکریاں یا اونٹ ہوں ان کے گلے میں داخل نہ ہو، اس کے مالک کے ساتھ ظلم و ستم چوپایوں کو نہ ہراُ دہر رمیدہ نہ کر انہیں فریاد بلند کرنے کے لئے، ان کے بارے میں بدخال و رنجیدہ نہ کر اس مال کے دو حصہ کر دے کہ جس حصہ کو چاہے پسند کرے جب اس نے ایک حصہ اختیار کر لیا تو پھر اس سے معترض نہ ہو پھر باقی جو کچھ ہے اسکے دو حصے کر، پھر مالک ہی کو پسند کا اختیار دے ... پھر اس کے پسند کرنے پر معترض نہ ہو برابر یہی عمل بجا لا حتی کہ اس کے مال میں سے وہ شے باقی رہ جائے جس میں خداوند تعالیٰ کا حق پورا ہو سکتا ہے اس وقت حق خداوندی پر قبضہ کر لے، اگر مالک تیری اس تقسیم کو باطل سمجھے تو پھر اس مال کو مخلوط کر دے اور پھر وہی عمل کر جو پہلے کر چکا ہے (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۲۹)

اسی طرح آپنے عمال خراج کو خداوند تعالیٰ سے ڈرا کر صحو انصاف و رافت کی تلقین فرمائی اور ہدایت کی کہ لوگوں کو طلب خراج کی بابت مجبور نہ کرو، ادائے خراج کے لئے ان کو اس قدر مضطر نہ کرو کہ وہ اپنے گرمی و جاڑے کے لباسوں کو اور غلاموں کو بیچ کر خراج ادا کریں اور ادائے خراج کے لئے اپنے چوپاؤں کو بیچ ڈالیں درہم کے ادا کرنے کے لئے کسی کو تازیانہ نہ مارو، کسی شخص کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ، خواہ نماز گزار مسلمان کا ہو یا کافر ذمی کا۔ لشکروں کو حسن سیرت کے حصول کا حکم دو۔ (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۰۶)

حکام لشکر کو ایک طویل ہدایت نامہ لکھا جس میں پہلی ہدایت یہ تھی کہ والی و حاکم کو یہ بات لازم ہے کہ وہ عزت جو اسے حاصل ہے اور وہ غنا اور وسعت جو اس کیساتھ مختص ہے یہ امور اُسے رعیت کی طرف سے بے پروا و غافل نہ کریں، وہ نعمتیں جو خداوند عالم

رگان خدا کو اپنا مقرب بنا کر اپنے بھائیوں کے ساتھ الطاف و
مات کو زیادہ کرنا چاہیئے۔ (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۰۴)
لوگوں کی زمینوں پر سے آپکی فوجیں گزرتی تھیں تو آپ
فرماتے تھے کہ اپنی افواج کو قابو میں رکھیں، ان کے آنے
کسی طرح کا نقصان نہ پہونچے۔ غرور وتمکنت سے ان سے
پوری محبت [illegible] کو تکلیف نہ پہنچنے دیں۔ [illegible] ان کے افعال
اور ساتھ ان [illegible] اہل قریہ کو تکلیف [illegible]
فرماتے تھے کہ اگر میری فوج ان ہدایات پر عمل نہ کرے تو تم مجھ کو براہ راست
[illegible]ع کرنا یہ وہ انصاف عام کا طریقہ ہے جو اس بیسویں صدی تک کے لوگ عمل
میں نہیں لاتے۔ بلکہ وہ جو ہدایات اپنی فوج کو دیتے ہیں، وہ تو خفیہ ہی رہتی ہیں
اس قسم کی بیسیوں مثالیں اور ہدایات نقل کی جا سکتی ہیں، ان سے
صاف عیاں ہے کہ آپ کا مقصد اولیں یہ تھا کہ تابعی جناب رسولخدا و اسلام
کے اصول و قواعد کے ماتحت حکومت الٰہیہ قائم کی جائے جس میں امراء و حکام
کے افعال و اقوال و احکام محض خوف الٰہی و معاد پر قائم ہوں، غرضکہ آپ
حکومت کو مذہب حقیقی کے ماتحت کرنا چاہتے تھے، برعکس اس کے موجودہ یورپین
سیاست یہ ہے کہ مذہب حکومت کے ماتحت رہے اور جہاں یہ ممکن نہ ہو تو کم سے
کم ایک دوسرے سے علیحدہ تو ضرور رہیں ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ
امور مذہبی کس طرح امور سلطنت میں شامل ہو سکتے ہیں اور یہی اختلاف
نظریہ ہے کہ جس کی وجہ سے یوروپین مؤرخین حضرت علی کی سیاست کو
کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہیں دراصل اسلام کا نظریہ وہی ہے . . . . . .
جو جناب علی کا تھا اور یہی اصول جناب پیغمبر اسلام کا تھا جنھوں نے اصول و
قواعد اسلام کا غور سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ چنانچہ سید
ابوالحسن ندوی اپنی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں عبدالعزیز امروی کا تذکرہ

کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پھر اپنے حسن انتظام اور قابلیت سے جاہلیت کے ا" ثابت کر دیا کہ دین وسیاست کا اجتماع نہیں ہوسکتا

اِس ہی کتاب کے صفحہ ۳۳ پر لکھتے ہیں :- رسول اللہ کا دنیا میں ایک بہت بڑا کام اور آپ کی بعثت کا ایک حکومت الٰہی کا قائم کرنا اور دنیا میں آسمانی نظام سیاست معاشرت جاری کرنا تھا"

حضرت علیؑ کی جو فرامین و ہدایات ہم نے اوپر بیان کیں ان سے صاف ہے کہ حضرت علیؑ کی سیاست کا مقصد اولی اور آپ کی حیات کا مقصد اعظم یہی تھا۔ علامہ جرجی زیدان اپنی کتاب تاریخ تمدن اسلامی جلد ۴ صفحہ ۳۹ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں :-

اما علی فحکایتہ فی الزھد والتقوی کثیرۃ وکان شدید التمسک بالاسلام من القول والفعل لایعرف الدھاء ولا یرکن الی الحیلۃ فی شان من شئون وانما ھمہ الدین وعمدتہ فی اعمالہ الصدق والحق	لیکن حضرت علیؑ کے زہد وتقوی کی بہت ہی حکایتیں ہیں وہ اسلام سے اپنے قول وفعل میں بہت ہی شدت کے ساتھ تمسک کرنے والے تھے وہ کید ومکر سے واقف ہی نہ تھے، دین ہی ان کا مطمح نظر وفکر تھا اور ان کے افعال صدق وحق ہی کی بنا پر ہوتے تھے۔

مولوی نیاز فتحپوری اپنی کتاب تاریخ الدولتین کے صفحہ ۳۸ و ۳۹ پر لکھتے ہیں

حضرت علی ابن ابی طالبؑ زہد و ورع اور تقوی کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں آپ نہایت پرجوش قلب رکھتے تھے اور اپنے افعال واقوال کے لحاظ سے نہایت متقی شخص تھے جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر آتا تھا۔ آپ کبھی کسی صداقت کے مقابلہ میں مصلحت اور ڈپلومیسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔ آپ کے

ل خالص مذہبی ہوتے تھے اور نہ ان میں کسی اور
ہوتا تھا"
ے رُخ کو اپنے سامنے رکھتے ہیں یعنی حضرت علیؑ کے زمانہ
بیرونی کی سستیٔ رفتار مورخین ظاہر ہیں جن کا منتہائے
عادات ہیں، حضرت علیؑ کی سیاست میں نقص نکالتے ہیں۔
ہے وہ کہتے ہیں کہ حاکم کا مقصد توسیع دائرہ حکومت و
وثروت ہوتا ہے، حضرت علیؑ بھی حاکم تھے لہٰذا ان کا منتہائے نظر
ہونا چاہئے تھا اور تھا چونکہ ان کی سیاست ان کے مقصد کو حاصل نہ
کر سکی لہٰذا وہ ناقص تھی اور جب وہ اپنی بحث کے لئے قیام و استحکام نہیں
پاتے تو محض سطحی نظر ڈال کر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے چار غلطیاں کیں یعنی:۔

(۱) توسیع مملکت کی طرف توجہ نہیں کی۔

(۲) معاویہ سے خواہ مخواہ لڑائی مول لی، اس کو ابھی چھیڑنا نہ چاہئے تھا۔

(۳) طلحہ و زبیر نے حکومت کوفہ و بصرہ مانگی تھی وہ دے دیتے انکار
کر کے ان کو دشمن بنا لیا۔

(۴) قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دیکر سب کو راضی کر لیتے۔

اس منطق کی کمزوریاں ظاہر ہیں کیونکہ یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ:۔

۱۔ ان حالات میں فتوحات ملکی ممکن تھیں اور مفید ہوتیں

۲۔ اگر حضرت علیؑ معاویہ کو نہ چھیڑتے تو وہ یعنی معاویہ بھی خاموش رہتے

۳۔ طلحہ و زبیر کوفہ و بصرہ لے کر اس پر قناعت کرتے اور علیؑ کے دوست
بن جاتے، خلافت لینے کی کوشش نہ کرتے۔

۴۔ وہ لوگ خلوص دل سے قصاص خون عثمان کے طالب تھے، اور اگر
قاتلان عثمان کو پھانسی دی جاتی تو کوفہ و شام و بصرہ حضرت علیؑ کے دوست
ہو جاتے اور یہ بھی ثابت نہیں کیا کہ قاتلان عثمان معلوم ہو چکے تھے اب ہم ان

امور پر ذرا تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔ ہماری بحث کا سلسلہ یہ ہے:
وفساد (ب) طلحہ وزبیر (ج) امیر معاویہ اور (د) قاتلان عثمانؓ
(ہ) فتوحات ملکی۔

(الف) فتنہ وفساد

حضرت علیؑ کے زمانہ کے فتنہ وفساد کو
علی پر عائد کرنا اور ان فسادات کو
کا غلط نتیجہ بتانا جناب رسولخدا کی تکذیب کرنا ہے۔ کیونکہ جناب رسولخدا

یَاعلی انتَ تقاتل علیٰ تاویل القراٰن کما قاتلت علیٰ تنزیلہ
یعنی اے علی تم صحیح تاویل قرآن کے لئے لڑو گے جس طرح میں تنزیل قرآن کے لئے لڑا ہوں۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم :- ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول سنہ ۱۳۰۱ ہجری صفحہ ۵۹، ۲۰۹، ۲۳۳
احمد حنبل :- مسند الجزء الثالث صفحہ ۳۳
حاکم :- مستدرک الجزء الثالث صفحہ ۱۲۳
سیرۃ الحلبیہ :- الجزء الثالث صفحہ ۷۵
محب الدین طبری :- ریاض النضرہ الجزء الثانی الباب الرابع الفصل السادس صفحہ ۱۹۱، ۱۹۲
ابن حجر مکی :- صواعق محرقہ الباب التاسع فصل الثانی الحدیث التاسع عشر صفحہ ۷۴

ثابت ہوا کہ وہ لڑائیاں حضرت علی کی غلط سیاست کا نتیجہ نہیں بلکہ آپ کے مخالفین کی غلط تاویل قرآن ان کے باعث تھی۔ یہ بحث مسلمانوں کے لئے تھی، اب ہم غیر مسلمین کے لئے بحث کرتے ہیں۔
جناب رسولخدا کے زمانہ سے ہی جب کہ حکومت کی ابتدا مدینہ میں آنکر ہوئی حضرت علی کے خلاف ایک جماعت پیدا ہو گئی جس کا مقصد بقول حضرت عمر رضی اللہ

حکومت ایک خاندان میں جمع نہ ہوں۔

طبری :۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۳۲

تاریخ الکامل الجزء الثالث صفحہ ۲۴، ۲۵

۔الفاروق مطبوعہ آگرہ حصہ اول صفحہ ۲۰۴ فٹ نوٹ۔

حدید :۔ نہج البلاغہ الجزء الثالث صفحہ ۱۰۵، ۱۰۷

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مخالف جماعت کی موجودگی سے واقف

ر اس کا خیال فرما کر بہت روتے تھے اور حضرت علی سے کہا کرتے تھے۔

ضغائن فی صدور قوم لا یبدونہا لک الا من بعدی — اے علی لوگوں کے دلوں میں تیری طرف سے کینے بھرے ہوئے ہیں جن کو یہ لوگ میرے بعد ظاہر کرینگے۔

شبلنجی :۔ نور الابصار صفحہ ۷۱، ۱۰۳

شیخ سلیمان مفتی اعظم :۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۳۲، ۲۷۲، ۱۳۵، ۱۲۱

شیخ یوسف بن سمعیل :۔ شرف المؤبد صفحہ ۸۴، ۸۶

علی المتقی :۔ کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۴۰۸ حدیث ۶۱۵۸

محب الدین الطبری :۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع۔ فصل الثامن صفحہ ۲۱۰۔

(کبھی فرماتے تھے)

یا علی ان الامۃ ستغدر بک من بعدی وانت تعیش علی ملتی وتقتل علی سنتی — (اور کبھی فرماتے تھے) اے علی میرے بعد تمہارے ساتھ یہ امت دغا کریگی تم میری ملت پر زندہ رہو گے اور میری ملت پر قتل کئے جاؤگے

علی المتقی :۔ کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۷ حدیث ۲۶۱۵

الحاکم :۔ مستدرک الجزء الثالث صفحہ ۱۴۰، ۱۴۲

میرزا محمد بدخشانی :۔ نزل الابرار صفحہ ۲۹۔

عجب لطیفہ ہے جناب رسولخدا تو بار بار فرماتے ہیں لڑائیوں میں علی حق پر ہونگے اور اسلام کے لئے لڑینگے یہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ سب فتنہ وفساد ولڑائیاں حضرت خیر یہ جملہ معترضہ تھا، اس جماعت مخالفین علی میں اور جزو مشترک تھا اور وہ بغض علی تھا، زمانہ حیات رسول میں اور بغض علی علامت منافق تھی

جب اس مخالف جماعت کو آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد منافقین کی جماعت کی حمایت کی ضرورت ہوئی تو جماعت اول، جماعت آخرالذکر کو اپنے دامن عاطفت کے نیچے چھپا لیا، جب ہی تو ہم یہ ... ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات میں تو منافقین کا بہت ذکر آتا ہے۔ آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی منافقین کا نام تک سننے میں نہیں آتا یہ کیا وجہ تھی جس نے یہ انقلاب پیدا کر دیا یہ وہی سیاسی ضرورت تھی جس نے مخالفین علی کو منافقین کے ساتھ شیر وشکر ہو جانے پر مجبور کیا، اس امر واقعہ کا ثبوت کہ یہ دونوں جماعتیں آپس میں مل کر شیر وشکر ہو گئیں خود وکلائے جماعت حکومت کی زبانی سنئے۔

عن حذیفہ بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منہم علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یومئذ یسرون والیوم یجہرون۔

حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا کی رحلت کے بعد منافقین کی شر زیادہ خطرناک تھی بہ نسبت آنحضرت صلعم کی حیات کے زمانہ کے کیونکہ اس زمانہ میں تو وہ اپنے افعال واقوال چھپاتے تھے اور آج کل علانیہ کرتے ہیں۔

صحیح بخاری الجزء الرابع باب اذا قال عند قوم شیئا ثم اخرج فقال بخلافہ ص ۱۵۳

اس انقلاب کی وجہ ظاہر ہے، آنحضرت صلعم کے زمانہ کی حکومت انکے مخالف تھی لہذا یہ اپنے تئیں چھپاتے تھے اب آنحضرت صلعم کے بعد اس زمانہ کی حکومت چونکہ انکی اپنی ہی ہے اور جماعت حکومت نے ان کے ہی ذریعہ پر کامیابی حاصل کی ہے اب ان کو اپنے تئیں چھپانے کی ضرورت نہیں علانیہ ظاہر کرتے ہیں۔

تخت نشینی کے وقت اس مخالف جماعت کی اکثریت جس کی
مدینہ کی موافق فضا نے کافی اضافہ کر دیا تھا، تمام مملکت
تھی، اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اگر مخالف اکثریت اتنی عظیم
موجودگی میں حضرت علی کو حکومت مل ہی کیونکر گئی۔ اس
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ نے سب کے دلوں میں
اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ اور مسند خلافت کانٹوں کا بستر
بن گیا تھا، کسی میں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اس کو قبول کر لیتا، یہ مخالف
جماعت بالکل مبہوت ہو گئی اور سکتہ کا سا عالم ہو گیا، جب آنکھ کھلی اور ذرا
ذرا ہوش آیا تو حضرت علی کو مسند خلافت پر دیکھا، یہ وہ نظارہ تھا جس کو دیکھ
کر انہیں کمال افسوس ہوا، اور اپنی ساری عمر کی کوششوں کو اس طرح ضائع ہوتا
ہوا دیکھ کر ان سے نہ رہا گیا اور از سر نو فتنہ و فساد پیدا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔
اس کا وہ نتیجہ ہوا جو ہوا، اس جماعت نے بہت سے ذرائع حضرت علیؑ کو
حکومت سے محروم کرنے کے لئے اختیار کئے، ان میں سے کچھ ذرائع کا ذکر
ہم اس کتاب کے باب سیزدہم میں کریں گے۔

علامہ ابن الحدید نے اپنے شیخ طائفہ ابو جعفر الاسکافی کے حوالہ سے لکھا ہے
کہ اہل بصرہ تمام کے تمام حضرت علیؑ سے بغض رکھتے تھے۔ اہل کوفہ و اہل مدینہ
کی اکثریت آپ کی دشمن تھی، اہل مکہ تمام کے تمام قطعی طور سے حضرت علی سے
بغض رکھتے تھے اور تمام قریش آپ کے خلاف تھے الغرض جمہور امت آپ کے
خلاف ہو گئی تھی، (دیکھو ابن ابی الحدید:- شرح نہج البلاغہ الجزء الاول صفحہ ۱۴۰)

اور یہ کیوں ایسا تھا علامہ ابن ابی الحدید اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں۔

ان سبب افتراق الناس عنہ کان لعدلہ وقسمتہ مساویا	یعنی لوگوں کے حضرت علیؑ کے خلاف ہونے کی وجہ یہ تھی کہ امیر، غریب، شریف وضیع صاحب رسوخ و گوشہ نشین سب کے

شرح نہج البلاغہ الجزء الاول صفحہ ۱۸۰ ساتھ عدل
والجزء الثانی صفحہ ۱۷۲ وعطایا سا
فتنہ وفساد وحکومت کی کمزوری اس صورت حا
اور اگر اس کو حضرت علی کی سیاسی غلطی سمجھئے تو یوں کہنا پڑ
رعایا میں عدل وانصاف کا دستور رائج کرنے میں غلطی کی
حضرت علی کے زمانہ کے فتنہ وفساد کی وجہ ایک یہ بھی
جماعت نے منصب و حقیقت نبوت کے متعلق ایک غلط عقیدہ
لوگوں میں شایع کر دیا، اور لوگوں نے اس غلط عقیدہ کی پیروی
علیؑ کے مخالف جماعت تھی جس کی نظریں اس حکومت پر لگی ہوئی تھیں ۔
رسولخدا کو خداوند تعالیٰ نے عطا کی تھی وہ لوگ سمجھ گئے تھے کہ جناب رسولخدا حضرت علی کو اپنا جانشین مقرر
کرنا چاہتے ہیں، آنحضرت کے بیشمار اقوال و افعال تھے جن سے یہ بات اچھی طرح ہویدا تھی، لہٰذا ان لوگوں
نے عقیدہ ایجاد کیا اور لوگوں میں پھیلایا کہ جو حکم جناب رسولخدا منصب نبوت
کے متعلق دیتے ہیں وہ تو خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور قابل اطاعت ہے
لیکن جو حکم رسولخدا کا اس سے علیحدہ ہوتا ہے وہ منصب نبوت سے تعلق نہیں رکھتا
ہماری مرضی ہے ہم اس کی اطاعت کریں یا نہ کریں، ان بزرگواروں کی رائے میں
جانشینی کے متعلق جو احکام تھے وہ حکومت سے تعلق رکھتے تھے منصب نبوت سے
ان کا کوئی تعلق نہ تھا، ہم نے اس مضمون پر تفصیل کے ساتھ بحث اس حصہ اول کی
کتاب دوئم سیاست عمریہ میں کی ہے ۔

(ب) معاملہ طلحہ وزبیر

معترضین کہتے ہیں کہ علی کو چاہئے تھا کہ کوفہ وبصرہ طلحہ وزبیر کو دیکر ان کو
اپنا کر لیتے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ علی کے حقیقی اور دلی طرفدار ہو جاتے ہرگز
نہیں وہ خود کہتے تھے کہ ہم نے تو علی کی بیعت طوعاً وکرہاً کی ہے جب کوئی چارہ
کار نہ دیکھا ۔

ء الخامس صفحہ ۱۵۴

البدایہ والنہایہ فی تاریخ الجزء السابع صفحہ ۲۳۱

ت وخصلت وعادت تو وہ تھی جو حضرت عمر نے تجویز

کی تھی ، یہ بزرگوار بہت مغرور وخود سر تھے اور سمجھتے

پر بٹھایا ہے لہذا علی کا فرض ہے کہ جو ہم چاہیں وہ

سے ملتا وہ اس کو علی کی مہربانی سمجھ کر لیتے اور اپنے

ر احسان سمجھ کر ان کے دوست نہ بن جاتے بلکہ جو کچھ علی

اپنا حق سمجھ کر لیتے اور سوال کرتے کہ ابھی ہمیں پورا حق نہیں ملا ۔

ن وبوفہ ابھی پہلا قدم تھا ۔ اصلی مطالبے تو ذرا قدم جمنے کے بعد آتے ۔

مر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگوار خلافت کی خواہش رکھتے تھے اور جنگِ

جمل سے ان کا مقصود خلافت حاصل کرنا تھا ۔

تاریخ طبری :- الجزء الخامس صفحہ ۱۶۹

تاریخ ابن خلدون :- اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۲۹۸

حکیم منظہر الحق : شمس التواریخ ۹۲۵ ۔

اور یہ ہی مقصد ان کا امارت کوفہ وبصرہ مانگنے سے تھا ایسی صورت میں طلحہ و زبیر کو امارتِ کوفہ وبصرہ دینے کے یہ معنی تھے کہ حضرت علی کو بجائے ایک معاویہ کے تین معاویوں سے لڑنا پڑتا ، یہ ایک ایسی غلطی ہوتی جس کے نتائج پر غور کرنے سے حضرت علی کی دور اندیشی و سیاست کا اندازہ ہوتا ہے امیر معاویہ تو جناب علی مرتضیٰ سے جنگ پر تلے ہوئے تھے ، زبیر وطلحہ اپنے اپنے صوبے میں بیٹھے ہوئے اس جنگ کا نتیجہ دیکھتے اور وہ نتیجہ عیاں ہے ، کوفہ وبصرہ سے علی کو کوئی کمک نہ ملتی مکہ و مدینہ پہلے ہی سے امیر معاویہ کے زیر اثر تھے پھر جناب امیر المومنین کو فوج کہاں سے ملتی ، جناب امیر یا شہید ہو جاتے یا خلع خلافت پر مجبور کئے جاتے اس کے بعد اصل جنگ شروع ہوتی ۔ حضرت

عائشہ تو ضرور اپنے بہنوئی زبیر کے ساتھ ہوتیں، طلحہ بیرا
کہ تنہا معاویہ کا مقابلہ کرتے وہ ناچار ان سے مل جا
جناب ابوسفیان کی زوجہ رہ چکیں تھیں اور حضرت عثما
داری تھی غرضکہ معاویہ اور طلحہ ایک طرف اور زبیر و عا
اس جنگ عظیم کے فریق ہوتے، بہت ممکن تھا کہ اس وقت
سے مدد کا خواستگار ہوتا اور وہ بہت خوشی سے مداخلت کر
اٹھتا جو اسلام کو نیست و نابود کر دیتا۔ ہمکو جناب امیر کا شکر گذار ہو
کہ انہوں نے اسلام کو اس طرح فنا ہونے سے بچا لیا۔ خدا کے ساتھ
کا طرز عمل یہی ہی جن مصیبتوں سے خداوند تعالٰی بچاتا رہتا ہے، ان کی
طرف تو غور نہیں کرتے، ان کے اپنے ہی اعمالوں سے جب کوئی مصیبت
بڑجاتی ہے تو روتے پھرتے ہیں کہ خدا نے ہم پر یہ مصیبت ڈالدی ہے۔

غرضکہ یہ امیدواران خلافت کی جماعت تھی جس نے سارے فتنہ
وفساد اپنے اغراض کے لئے پیدا کئے۔ اس جماعت کو منصۂ شہود پر لانے والی
سیاست سابقہ اور واقعات گذشتہ تھے، جنھوں نے خلافت کو ایک سستی سی
سہل الحصول شے بنا دیا کہ ہر کس و ناکس امیدوار بن بیٹھا، انہوں نے دیکھا
کہ حصول خلافت کے لئے کسی خاص فضیلت یا حق کی ضرورت نہیں محض موقعہ
ومحل کی مساعدت کافی ہے لہذا وہ حالات اور وہ سیاست قابل الزام
ہیں جنھوں نے خلافتِ الہٰیہ و جانشینیٔ رسول کو اس درجہ تک گرادیا۔

(ج) امیر معاویہ کا معاملہ حضرت علی نے جو فرامین و خطوط امیر معاویہ
کو بھیجے وہ نہج البلاغہ اور دیگر کتب
تواریخ میں محفوظ ہیں ان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ امیر معاویہ
کو حاکم عادل اور حکومتِ الہٰیہ کی سرداری کا اہل نہیں سمجھتے تھے، آپ جانتے
تھے کہ امیر معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہیں بلکہ اپنے کفر سابق پر قائم ہیں۔

عاویہ رائج کر رہے تھے حضرت علی صحیح اسلام نہیں سمجھتے تھے۔
ئی کی تصدیق کر دی اور ثابت کر دیا کہ بنو امیہ کی حکومت
تھی بہت سے مورخین کی رائے حضرت علی کے خیال کے
رت حضرت علیؑ کا خیال کہ اگر آپنے امیر معاویہ کو شام کی حکومت
تمام افعال کا مطلبہ آپ کی طرف عود کر آئیگا۔ بالکل درست تھا چنانچہ
رت خالد کی بدعنوانیاں سن کر بارگاہ ایزدی میں عرض کیا تھا کہ خداوندا میں خالد کے کرتوت کا
ین لیکن یہ وہ خیال ہے جو زمانہ حال کے فرنگستانی مورخین کی سمجھ میں
ں آسکتا لہذا وہ اس کو کچھ اہمیت نہیں دیتے علاوہ اس کے دنیاوی سیاست
مدبر کا اقتضاء بھی یہ تھا کہ امیر معاویہ کو مطلقاً مہلت نہ دی جائے مغیرہ ابن شعبہ
نے یہ صلاح حضرت علی کو دی تھی اور علامہ جرجی زیدان اور ان کے ہم خیال
مورخین کی بھی یہی رائے ہے کہ حضرت علی امیر معاویہ کی برطرفی کی کوشش
فوراً ہی نہ شروع کر دیتے بلکہ جب خود اپنی حکومت میں مستقل ہو جاتے اس
وقت امیر معاویہ کی برطرفی کا حکم صادر فرما دیتے، اس قسم کی رائے رکھنے والے
لوگ ایک نہایت ضروری امر کو نظر انداز کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اتنے عرصہ میں
امیر معاویہ کیا کرتے، کیا وہ اس دھوکہ میں آجاتے، حضرت علی وامیر معاویہ کے
دلوں کی حالت ایک دوسرے کو اچھی طرح معلوم تھی اور اس طرح خاموشی سے اس پر
پردہ نہیں پڑسکتا تھا قبل اس کے کہ حضرت علی کسی قسم کا فرمان امیر معاویہ کو بھیجیں
حضرت عثمان کی خون آلودہ قمیص دمشق پہونچ چکی تھی اور وہاں کی مسجد میں دکھائی
جارہی تھی اور لوگوں کو حضرت علیؓ کے خلاف بھڑکایا جارہا تھا امیر معاویہ نے فوراً
اعلان کر دیا تھا اور اگر اعلان نہ بھی کرتے تو ان کا طرز عمل بتا رہا تھا، کہ وہ علی
کی اطاعت نہ کرینگے بلکہ ان سے خون عثمان کا بہانہ رکھ کر جنگ کریں گے ایسی صورت
میں حضرت علی کی طرف سے مہلت دئے جانے اور برطرفی دبحالی کا سوال ہی نہیں
پیدا ہوتا بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے یقیناً امیر معاویہ اپنے موقعہ کو ہاتھ سے

نہ جانے دیتے اور وہ اتنے عرصہ تک خاموش رہ کر حضرت علیؓ
اپنی حکومت میں مستقل ہو جائیں امیر معاویہ تو پہلے ہی سے اپنی
تھے، ان کو کسی وقت و فرصت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہ امر
بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ امیر معاویہ کے دو بڑے ہتھیار تھے
حکومت کو مستقل کرنے کے لئے انہوں نے ان دونوں سے خوب

Ali's History of Saracens
Chapter VII Page 71

علامہ موصوف مانتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب اس طرح روپیہ خرچ کرنے کو کمینہ پن
خیال کرتے تھے (اردو ترجمہ تمدن اسلام حصہ اول ص ۹۰)

بس معاملہ صاف ہو گیا، اگر حضرت علی امیر معاویہ کو موقعہ دیتے تو اس عرصہ
میں امیر معاویہ اپنے ان دونوں ہتھیاروں سے خوب کام لے کر امیر المومنین کے
یاوروں اور انصاروں کی تعداد میں بہت کمی کر دیتے اور پھر جو جنگ ہوتی، تو
اس کے لئے اتنی بھی فوج نہ ملتی جتنی اب جنگ صفین کے لئے مل گئی، یہ کتنی غلط اور
سطحی رائے ہے جو ان مورخین نے قائم کی ہے مغیرہ ابن شعبہ اس دن سے حضرت
علی کے خلاف تھے جس دن سے ان کے خلاف ام جمیل سے زنا کرنے کا الزام قائم
ہوا تھا اور حضرت علیؓ نے ان کے سنگسار کرنے کی اصلاح حضرت عمر کو دی تھی۔

ابو الفرج :۔ کتاب الاغانی ترجمہ مغیرہ بن شعبہ
ابن ابی الحدید :۔ شرح نہج البلاغۃ الجزء الثالث صفحہ ۱۶۰
ابن کثیر دمشقی :۔ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع صفحہ ۸۲
ابن خلدون :۔ اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۱۰۹
تاریخ طبری :۔ الجزء الرابع صفحہ ۲۰۷

ان کا مطلب اس رائے کے دینے سے یہ تھا کہ امیر معاویہ کو آسان طمع

ا جیسے ماہر جنگ سے مقابلہ کرکے نتیجہ کو غیر یقینی بنانے کی نوبت
نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر خود معاملہ پر غور کئے نتیجہ نکال لیا،
رست رائے دی تھی اور غلطی علی ہی کی تھی۔
، کہ دراصل غلطی اس مرکزی حکومت کی تھی جس نے ایک صوبائی
ر مطلق العنان بنا دیا کہ ایک خلیفہ کی مدد کرنے سے قطعی گریز کیا،
یفہ سے علانیہ جنگ کی، سابقہ مرکزی حکومت نے امیر معاویہ
امتیازی سلوک روا رکھا تھا باقی ہر ایک گورنر سے حساب لیا جاتا تھا
، گورنر کے پاس زیادہ روپیہ ہو جاتا تھا تو بغیر حساب لئے ہی اس کا وہ
روپیہ ضبط کر لیا جاتا تھا اور بر سر عام اس کو مار کر رسوا کیا جاتا تھا، حضرت
ابو ہریرہ کی مثال نہایت مشہور ہے اور خالد ابن ولید کو حضرت عمر نے ان
کی خودسری ہی کی وجہ سے برطرف کیا تھا لیکن برعکس اس کے امیر معاویہ کی
طرف کسی نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، اور ان کو ان کے حال پر اتنا چھوڑ دیا کہ مال
کثیر جمع کرکے خود مختار بن بیٹھے، مولوی شبلی لکھتے ہیں:۔ امیر معاویہ شام میں بڑی ساز و سامان
سے رہتے تھے اور حضرت عمر ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۳۔
دوسرا قاعدہ مرکزی حکومت کا یہ تھا کہ ایک گورنر کے مرنے یا موقوف ہونے کے بعد اسکی جگہ کبھی اسکے
رشتہ دار کو نہیں لگاتے تھے لیکن خاندان ابوسفیان کے ساتھ سلوک ہی دوسرا تھا۔
جب یزید ابن ابوسفیان شام کے لشکر کے جنرل اعظم مقرر ہوئے اور جب شام فتح ہو گیا تو اسکے گورنر
بنائے گئے، ان کے مرنے کے بعد ان کے بھائی معاویہ ان کے جانشین قرار پائے ایک خاندان
کو اتنی طاقت دینی کہ وہ خودسر ہو جائے اور مرکزی حکومت کی پروانہ کرے اس مرکزی حکومت کی
غلطی تھی جس نے یہ صورت حالات پیدا کر دی۔ یہ گمان کرنا کہ حکام سابقہ ایک صوبائی گورنر کو مطلق
العنان حاکم بنانے کی خرابیوں سے واقف نہ تھے ان کی ذکاوت و فراست و سیاست کی
ہانت ہوگی، امر واقعہ یہ ہے کہ اسوقت کی مرکزی حکومت کی سیاست کا رکن اول ہی یہ
تھا کہ بنو امیہ کو نا مستحکم کیا جائے، اور ان کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی حکومت کو

مضبوط و مستحکم کیا جائے یہ کیوں ضروری ہوا، اور وہ سیاست سمجھا گیا دلچسپ تاریخی سوالات ہیں جن کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے چونکہ اس زمانہ کی مرکزی حکومت کی سیاست شام کی مقصد اولیٰ میں پوری یگانگت تھی لہذا وہ زمانہ اور اس پالیسی کی بنیادی اور اصولی غلطی کے نتائج لوگو رہے لیکن جب صوبائی گورنر کے مقصد اولیٰ اور مرکزی حکومت میں تصادم ہوا تو چونکہ سابقہ سیاست کی وجہ سے صوبائی گورنر مد بن چکا تھا لہذا فتنہ و فساد اس کا لازمی نتیجہ ہوا جس کی ذمہ داری علیؑ پر عائد نہیں ہوتی۔

(د) قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

غالباً یہ ثابت کرنے کے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کہ قصاص خون عثمان محض ایک سیاسی بہانہ تھا در اصل تو حضرت علی سے جنگ کرنا مقصود تھا، امیر معاویہ نے باوجود موقع و قدرت کے حضرت عثمان کی مدد نہ کی، طلحہ قاتلان عثمان کی جماعت میں سے تھے اور حضرت عثمان سے دو بدو انہوں نے مخالفت کی گفتگو کی عمرو بن العاص کی بھی یہی حالت تھی۔

تاریخ ابن خلدون:۔ اردو ترجمہ جلد چہارم (صفحہ ۳۰۵) امام حنبل۔ مسند الجزء الاول صفحہ ۳۰۔ بہت سے حوالے اوپر گزر چکے ہیں۔

اور یہی لوگ طالبان خون عثمان تھے، حضرت علی نے صلائے عام دی تھی کہ مجھے قاتلان عثمان بتاؤ میں انہیں سزا دوں گا، آپ نے تحقیقات بھی شروع کر دی تھی، جنابِ نائلہ زوجۂ حضرت عثمان کے بیانات ہوئے انہوں نے کہا کہ صرف دو ہی اشخاص ان کے قاتل تھے میں ان کا نام نہیں جانتی، اگر وہ میرے سامنے آ جائیں تو پہچان لوں محمد بن ابی بکر سچ کہتے ہیں وہ قاتل نہیں ہیں دیکھو (ابن حجر مکی، صواعق محرقہ الباب الثامن صفحہ ۱، بیشمراللتواریخ خلافت عثمانی صفحہ ۶۱۔ تاریخ الخمیس

...نائلہ کے علاوہ کوئی وہاں موجود نہ تھا، جب وہی قاتلان عثمان
...ں تو اور کون بتاتا۔
عثمان کا قصاص طلب کرنے والوں نے بھی قاتلان عثمان
...تمام مصری لشکر کو جناب امیر کیونکر خون عثمان کے عوض
...دل تو محض اس ارادہ سے آئے تھے کہ حضرت عثمان سے ان کے
...ہ کرائیں، خلع خلافت کرائیں یا مروان کو ان سے لیں چنانچہ طلحہ نے
...حضرت عثمان مروان کو حوالہ کر دیتے تو یہاں تک نوبت نہ آتی شمس التواریخ
ص ۶۱۶

اگر ان میں سے ایک یا دو نے زیادتی کی اور حضرت عثمان کو قتل کر دیا تو سارا لشکر اس فعل کا ذمہ دار نہیں در اصل تو یہ دشمنان علی کی ایک سیاسی چال تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت علی مصریوں پر سختی کریں اور وہ لوگ بھی حضرت علی کے خلاف ہو جائیں۔

(۵) فتوحات ملکی حضرت علی کی یہ رائے تھی کہ دور دراز ممالک کی فتوحات اسوقت تک غیر ضروری بلکہ یقیناً ضرر رساں ہیں جب تک عرب کے مسلمانوں کے دل میں صحیح اسلام کی تعلیم اور آیات قرآنی کی صحیح تاویل تنی راسخ نہ ہو جائے کہ مختلف تہذیب اور مخالف اعتقادات کا تصادم ان پر اثر پذیر نہ ہو سکے واقعات نے ثابت کر دیا کہ آپ کی پالیسی کتنی درست تھی، صدر اول کے عربوں کی سرعت فتوحات جتنی کہ ظاہر بیں آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے اتنی ہی دوربیں نظروں اور درد رکھنے والے دلوں کے لئے باعث رنج و افسوس ہے ہمارے نوجوان کالجوں میں پڑھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اسلام نے یورپ کے ازمنہ وسطیٰ کی تاریکی کو اپنی مشعل علم سے منور کر دیا، یورپ کو یونان کا فلسفہ مسلمانوں ہی کے ذریعے سے پہونچا۔ علوم ریاضی ہیئت جغرافیہ واسفار میں مسلمانوں کے کارنامے اب تک خراج تحسین حاصل کر رہے ہیں، دہلی، غرناطہ، بیجاپور کی عمارتیں اپنی غمگین خاموشی سے مسلمانوں

کی گزری ہوئی عظمت کو یاد دلا رہی ہیں۔ لیکن تصویر کا د
جغرافیہ اور اصطرلاب کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث نہیں ہو
ہندوستان و فرنگستان کو بہت کچھ دیا، لیکن ان ۔
ایرانیوں کی دو خدائی، رومی عیسائیوں کی سہ خدا
خدائی، ان تخیلات نے اسلام کو مسخ کر کے رکھدیا، ابھی عر
کا تخیل باقی تھا۔ صنم پرستی کا اثر موجود تھا، اسلام نے ابھی
طرز زندگی پر پورا تسلط نہیں کیا تھا کہ مختلف تہذیبوں اور مما
سے تصادم ہوگیا، جناب رسول خدا ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ تم میں کفر و شرک
کی طرح رواں ہے ۔

جلال الدین سیوطی :- کتاب الدر المنثور الجزء الرابع صفحہ ۵۴
علی المتقی :- منتخب کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۷۱
شاہ ولی اللہ :- ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۹۹
عنایت اللہ مشرقی :- تذکرہ مقدمہ صفحہ ۶۷، ۶۸

زمانہ حال کے مفکر علامہ مشرقی سچ کہتے ہیں کہ :-

اسلام و قرآن نے عربوں کی جبلت و طینت کو نہیں بدلا تھا وہ عادتیں
اور خصلتیں جو ان کی فطرت میں ہزار در ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں
کس طرح چشم زدن میں ان سے رخصت ہو کر اپنا نقش پا نہ چھوڑتیں، وہ
ملی اوصاف جو قرنوں اور صدیوں پہلے ان کی مٹی میں خمیر ہو چکے
تھے ان کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے ۔ قرآن و اسلام
کی تعلیم سے عرب اپنی ظاہری عبادات اور رسومات کو بدل سکتے تھے،
اپنے آبائی روایات اور اعتقادات کو بادی النظر میں بدل سکتے تھے مگر طبائع
کے باطنی رجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے وہ دراصل
اس مٹی میں ہی بننے والے وہم زدہ لوگ اور قریب قریب اسی سانچہ میں ڈھلے ہوئے فرقہ

انے وادی سینا میں موسیٰ کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لیکر ان
انی عبادت کے موافق انکار اور بچھڑے کی پرستش

(تذکرہ مقدمہ ص ۶۷ و ۶۸)

ہوا کہ عربی عنصر اور عربی طرز تخیل اسلامی ممالک سے بالکل
ں کی جگہ مفتوحہ ممالک کے باشندوں نے اسلام کا لباس پہن
وہی اسلام ناقص تھا جو ان عربوں نے جن کے اندر بقول جناب
وجود تھا، اور جن کی جبلت و طینت میں جاہلیت کی روایات و اعتقادات
ہی مفتوحہ رعایا کو دیا، اس پر طرہ یہ ہوا کہ یہ نومسلم اپنا کافرانہ طرز
ں اور اپنی جاہلانہ رسومات اپنے ہمراہ لائے یہ تھا وہ اسلام جو ان فتوحات ملکی
کے ذریعے سے دنیا میں پھیل رہا تھا، حرفہ اسلام اتنا پھیلا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، کوئی
فرقہ جبر و اختیار کے مسئلہ میں پھنسا ہوا ہے کوئی تقدیر و تدبیر پر غور کر رہا کوئی مسئلہ
تناسخ کی طرف مائل نظر آتا ہے کسی کو خیر و شر کی موجودگی شبہ میں ڈال رہی ہے، وہ
کہتا ہے کہ شاید زرتشت کا خیال ہی درست ہو خدا دو ہی ہوں اہرمن و یزداں
ایک شر کا دوسرا خیر کا، کسی کی ہمت اوتاروں کے خیال نے بڑھائی ہوئی ہے۔
کہیں ایسا تو نہیں کہ میں ہی خدا ہوں۔ مسئلہ حلول و مسئلہ ہمہ اوست میں محو ہو کر
ویدانت کی طرف جھکے جاتے ہیں جب ان پیچیدگیوں سے دم گھبراتا ہے تو اسلام سے
نفرت پیدا ہوتی ہے اور کہتے ہیں ؎

کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی
عنمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی

اور لطف یہ ہے کہ اسلام کے یہ بے شمار فرقے اپنے اپنے اعتقادات کی بنا، قرآن
شریف پر رکھتے ہیں اس کی آیات کی تاویل کر کے اپنے اپنے مذہب کی حقانیت
کو ثابت کرتے ہیں ہر ایک فرقہ دوسرے کی تاویل کو غلط بتاتا ہے، محض یہی ایک
امر بین ثبوت ہے اس دعوی کا کہ ان مسلمانوں کو قرآن شریف کی صحیح تاویل
معلوم ہی نہیں ہوئی تھی، یہ فرقہ بندی اور اختلافات و تاویلات تو ابتدا

ہی سے شروع ہو گئے لیکن امر حق میں اختلاف و تضاد ناممکن ہے
ایک ہی تاویل صحیح ہونی چاہیئے، جب ہی تو علی مرتضیٰ کو تا و
کی ضرورت محسوس ہوئی، امر واقعہ یہ ہے کہ عربوں کی سر
اسلام کو نقصان زیادہ پہونچایا بہ نسبت فائدہ کے جس طرح ا
ہینی بال کی عظیم الشان فتوحات صنم پرستی کی صداقت کی دلیل
اعظم، لوئس چہار دہم و نپولین کے کارنامے مذہب عیسائیت
نہیں کرتے اسی طرح مسلمانوں کی فتوحات اسلام کی صداقت کے ثبو
نہیں کی جا سکتیں فتوحاتِ ملکی اس صورت ہی میں مفید ہو سکتی ہیں کہ جب
قوم کا غلبہ مستقل و مستحکم ہو، اگر فاتح اقوام کا تخیل اور مذہب مغلوب ہو گیا تو
پھر محض تلوار تو کچھ فائدہ نہیں دیتی، وہ تو بہت جلد کند ہو جاتی ہے سید ابو الحسن ندوی
نے اپنی کتاب سیرۃ احمد شہید ص ۱۲ و ۲۲ میں لکھا ہے۔

" یہ حقیقت کہ خلافت امویہ یا عباسیہ کے عروج کا زمانہ اور ولید بن عبد
الملک ہارون مامون اور عبد الرحمٰن ناصر کا عہد اصولی حیثیت سے
معیار اور مستند نہیں ہے ان لوگوں کے لئے نئی ہو گی جو اسلام کے معنی
اسلامی تمدن سمجھتے ہیں اور اسلامی تمدن سے ان کی مراد بغداد و قرطبہ
دمشق وغرناطہ کا تمدن ہوتا ہے وہ اسلام کی ترقی کو میناروں کی بلندی
فن تعمیر کی ترقی اور فنون لطیفہ کی سرپرستی کے پیمانہ سے ناپتے ہیں
لیکن جو سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک عملی و روحانی و اخلاقی اور معاشرتی
مذہب ہے ان کو اس کی ترقی بغداد و قرطبہ کے عالی شان دار الخلافہ
اور سر بفلک مسجدوں کے بجائے مدینہ کی جھونپڑیوں میں نظر آئیگی

حضرت علی کی فہم و فراست نے ان قبل از وقت فتوحات کی برائیوں کو فوراً معلوم
کر لیا اور آپ نے ادھر سے ہاتھ کھینچ لیا، آپکی یہ کوشش رہی کہ جہاد کو اس کی اپنی
اصلی صورت میں لے آویں جو جناب رسولخدا کے وقت میں تھی، یہ امر بھی نظر انداز نہ کرنا

وقت تک مسلمانوں کی سلطنت اتنی وسیع ہو گئی تھی کہ اب
تھی اس ہی بات کی متقضی تھی کہ جو کچھ مل گیا ہے اس کو مضبوط

یاست کا اندازہ ان کی مشکلات اور زمانہ کے حالات کو
پ کی رعایا تو ایسی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا، آپ کے مقابلہ کے
ن کا تذکرہ اوپر کیا گیا
لی ان تمام اعتراضات سے واقف تھے جو آپ کے خلاف آپ کے کم
رتے تھے اور کر سکتے تھے ان سب کا جواب نہایت خوبی سے آپ نے
یوں میں دیا ہے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

واللہ ما معاویۃ بادھی منی ولکنہ یغدر ویفجر ولولا کراھیۃ الغدر لکنت من ادھی الناس ولکن کل غدرۃ فجرۃ ولکل فجرۃ کفرۃ ولکل غادر لواء یعرف بہ یوم القیمۃ واللہ ما استغفل بالمکیدۃ ولا استغمز بالشدیدۃ۔ (نہج البلاغۃ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبری بمصر الجزء الاول ص)

قسم خدا کی معاویہ مجھ سے زیادہ عقلمند اور ذہین نہیں لیکن وہ مکار ہے اور فسق و فجور کرتا ہے اگر مکر و دھوکہ قبیح امر نہ ہوتے تو میں سب سے زیادہ مکر کرنے والا ہوتا۔ لیکن ہر ایک دھوکہ باز مکار فاسق و فاجر ہے اور اس کے لئے روز قیامت ایک نشان ہوگا جس سے وہ پہچانا جائیگا قسم خدا کی میں مکاروں کی مکاریوں سے غافل نہیں ہوں اور کسی کی سخت گیری کی وجہ سے نرم نہیں ہوا ہوں

یہ چار سطریں خلاصہ ہیں اس بحث کا جو سیاست علویہ پر ہو سکتی ہے اور جواب ہیں اس نکتہ چینی کا جو علی کے مخالفین قیامت تک کر سکتے ہیں، حضرت علی کی امامت و حکومت نعمتِ خداوندی تھی جس کی طرف آیۂ کریمہ اتممت علیکم نعمتی میں اشارہ کیا گیا ہے تفصیلی بحث کے لئے دیکھو صفحات ۹۵ لغایت ۱۰۶ اعلماء

اسلام مانتے ہیں کہ نِعْمَتُ اللّٰہِ الَّتِیْ ......

"ھِیَ اِمَامَۃُ عَلِیٍّ" .... ملاحظہ ہو ینابیع

الباب الثامن والعشرون۔ ص ۱۰۱

نعمتوں کے لئے خداوند تعالےٰ نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ

ادا کیا جائے تو ان میں زیادتی ہوتی ہے لیکن اگر کفران نعمت کیا جا

کہ وہ نعمت اٹھالی جاتی ہے بلکہ عذاب شدید نازل ہوتا ہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ

پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم رکوع ۲

لوگوں نے علی کی حکومت کا کفران کیا تو اب تم دیکھ لو کہ وہ نعمت بھی اٹھ گئی اور شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

اگر مومن خالص ہوتے تو بمصداق آیہ کریمہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ سب پر غالب رہتے لیکن حالت کیا ہوئی جس طرح غیر مذاہب کے لوگوں اور کفار کو حکومت دنیاوی تو مل جاتی ہے ان کو بھی حکومت مل گئی لیکن باوجود فتوحاتِ ملکی کے مغلوب رہے مفتوحہ اقوام کا مذہب و طرز تخیل و نفس امارہ کی شیطنت ہمیشہ ان پر غالب ہی، خالص عرب سلطنت بنی امیہ کی تھی سو وہ محسن کشی میں اپنا نظیر نہیں رکھتی یہ کیا کم عذاب ہے سلطنت عباسیہ میں ایرانی عنصر غالب تھا اور وہی حکومت کر رہے تھے جس طرح ہندوستان میں ترکی تخیل اور ہندوانی عنصر غالب تھا۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۶۰ میں حضرت علی کی افضلیت اور حقیت پر نہایت عمدہ مضمون لکھا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کا بیان نقل کریں وہ کہتے ہیں۔

ما اقول فی رجل اقرلہ اعداوہ وخصومہ بالفضل ولم یمکنھم

میں کیا کہوں ایسے شخص کی نسبت جس کے اعدا اور رقیب اس کی فضیلت کے

ن فضائله فقد
بنو امیه علیٰ
مشرق الارض
بکل حیلة فی
حریف علیه ووضع
سالب له ولعنوه علیٰ
بروتوعدوا واماد حیه
حبسوهم وقتلوهم ومنعوا
من روایت حدیث یتضمن له
فضیلة او یرفع له [illegible]
ان یسمی احد باسمه فما زادہ
ذلك الا رفعة وسموا وکان
کالمسك کلما ستر انتشر عرفه و
کلما کتم تضوع نشره وکالشمس
لا تستر بالراح وکضوء النهار ان
حجبت عنه عین واحدة ادرکته
عیون کثیرة وما اقول فی رجل
تعزی الیه کل فضیلة وتنتهی
الیه کل فرقة وتتجاذبه کل
طائفة فهو رئیس الفضائل
وینبوعها وابو عذرها وسابق
مضمارها ومجلی حلبتها کل من
بزغ فیها بعده فمنه اخذ

قائل تھے اور وہ اسکے مناقب سے انکار نہ کر سکے
اور نہ اُسکے فضائل کو چھپا سکے تو جانتا ہے کہ
بنو امیہ سلطنت اسلام پر مشرق سے مغرب تک
غالب آگئے اور جتنی بھی ان میں طاقت تھی اس
طاقت کے زور سے کوشش کی کہ اس شخص کے نور کو
بجھا دیں اس غرض کیلئے انہوں نے احادیث میں
تحریف کی اور اسکے معائب برائیاں اپنے دل سے
گھڑ کر مشہور کیں اور تمام منبروں کے اوپر اس
شخص پر لعنت کی، اس کے مدح کرنیوالے کو
دھمکایا بلکہ اسکو قید کر دیا اور قتل کر دیا اور اُن
احادیث کی روایت کرنے سے لوگوں کو روکا جن
احادیث سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی
تھی اور ان کا ذکر بلند ہوتا تھا لوگ یہاں تک
ڈر گئے تھے کہ اپنے بچوں کا نام علی نہیں رکھتے تھے،
لیکن یہ تمام کوششیں بیکار رہیں اور ان باتوں کا
نتیجہ سوائے اسکے اور کچھ نہ ہوا کہ آپ کا ذکر اور زیادہ بلند
ہوا وہ مثل مشک کی خوشبو کے تھا کہ جتنا اسکو
چھپاتے تھے اتنا ہی زیادہ پھیلتا تھا جتنا اس پر
پردہ ڈالتے تھے اتنا ہی زیادہ مشہور ہوتا تھا بلکہ
آپ کا ذکر مثل آفتاب کے تھا وہ چھپایا نہیں جا سکتا تھا
یا مثل دن کی روشنی کے تھا کہ اگر ایک آنکھ اس کی طرف
سے بند بھی ہو جائے تو ہزارہا آنکھوں تک وہ پہنچتا تھا
اور میں کیا کہوں ایسے شخص کے متعلق کہ جس

ولده انتفى وعلى مثاله احتذى
وقد عرفت ان اشرف العلوم
هو العلم الالٰهي لان شرف
العلم بشرف المعلوم ومعلومه
اشرف الموجودات فكان
هو اشرف العلوم ومن كلامه
عليه السلام اقتبس و
عنه نقل واليه انتهى
ومنه ابتداء فان المعتزلة
الذين هم اهل التوحيد
والعدل وارباب النظر
ومنهم تعلم الناس هذا
الفن تلامذته واصحابه
لان كبيرهم واصل بن
عطاء تلميذ ابي هاشم عبد
الله بن محمد بن الحنفية
وابو هاشم تلميذ ابيه و
ابوه تلميذه عليه السلام
واما الاشعرية فانهم ينتمون
الى ابي الحسن علي بن ابي
الحسن بن ابي بشر الاشعري
وهو تلميذ ابو علي الجبائي
وابو علي احد مشائخ المعتزلة

کی طرف تمام
فرقے اس کی
گروہ اس
کا سردار ہے او
بدن گئی ہوئی
بعد کسی فضیلت کو
اسکو حاصل کیا اور آپ د
آپ کے نقش قدم پر چلا اور تو
العلوم علم الٰہیات ہے کیونکہ علم کا شر
معلوم سے ہوتا ہے اور علم الٰہیات کا معلوم
یعنی خداوند تعالیٰ اشرف الموجودات ہے لہذا
وہ اشرف العلوم ہوا حالت یہ ہے کہ اس مضمون
پر حضرت علی علیہ السلام کے کلام سے انتخاب کیا
جاتا ہے آپ سے ہی نقل کیا جاتا ہے اور اس علم کی
انتہا آپ پر ختم ہوتی ہے اور آپ سے ہی یہ علم شروع
ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ معتزلہ جو اہل توحید و صاحب
عدل اور ارباب نظر ہیں اور انہیں سے جنسے لوگوں نے یہ
علم سیکھا وہ حضرت علی کے شاگرد اور انکے اصحاب تھے کیونکہ ان میں
سب سے بڑا واصل بن عطا شاگرد تھا ابوہاشم عبد اللہ
بن محمد بن حنفیہ کا اور ابوہاشم شاگرد تھا اپنے باپ محمد بن حنفیہ کا
اور محمد بن حنفیہ شاگرد تھا حضرت علی کا اور فرقہ اشعریہ
کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اپنا علم حاصل کیا ابو الحسن علی بن
ابی الحسن علی بن ابی بشر الاشعری سے اور وہ شاگرد تھا ابو علی

ینتھون
تاذ المعتزلہ
بن ابی طالب
اما الامامیۃ
فانتماؤھم
ومن العلوم علم
ھو علیہ السلام
ہ واساسہ وکل فقیہ
فی الاسلام فھو عیال علیہ
ومستفید من فقھہ اما
اصحاب ابی حنیفۃ کان
یوسف ومحمد وغیرھما
فاخذوا عن ابی حنیفۃ و
اما الشافعی فقرا علی محمد بن
الحسن فیرجع فقھہ ایضا
الی ابی حنیفۃ واما احمد
بن حنبل فقراء علی الشافعی
فیرجع فقھہ ایضاً الی ابی حنیفۃ
وابو حنیفۃ قراء علی جعفر بن
محمد علیہ السلام وقراء جعفر
علی ابیہ علیہ السلام وینتھی
الامر الی علی علیہ السلام واما
مالک بن انس فقراء علی ربیعۃ

الجبائی کا اور ابو علی معتزلہ کے مشائخ
میں سے ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اشعریہ نے
آخر کار معتزلہ کے استاد سے علم حاصل کیا،
اور وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں، امامیہ
و زیدیہ کا حضرت علیؑ سے اخذ الٰہیات
کرنا ظاہر ہی ہے علوم میں سے علم فقہ
ہے اور حضرت علی علیہ السلام فقہ کی
اصل و بنیاد ہیں، اسلام کا ہر ایک
فقیہ حضرت علیؑ کا خوشہ چین ہے اور
آپ کے فقہ سے مستفید ہوتا ہے۔
اصحاب ابو حنیفہ نے مثل یوسف و محمد
وغیرہما کے ابو حنیفہ سے اخذ فقہ کیا
امام شافعی نے علم فقہ محمد بن الحسن
سے حاصل کیا، لہذا امام شافعی کا فقہ
بھی ابو حنیفہ کی طرف راجع ہوتا ہے امام
احمد بن حنبل نے شافعی سے علم فقہ حاصل
کیا، لہذا احمد بن حنبل کا فقہ بھی ابو
حنیفہ کی طرف راجع ہوتا ہے اور
ابو حنیفہ نے علم فقہ حضرت جعفر بن
محمد علیہ السلام سے حاصل کیا، اور
انہوں نے اپنے باپ سے اور آخر کار
یہ اخذ علم فقہ حضرت علیؑ پہ منتہی ہوتا
ہے۔ مالک بن انس نے ربیعہ

الرائ وقراء ربیعہ علی عکرمہ
وقراء عکرمۃ علی عبد اللہ بن
عباس وقراء عبد اللہ بن
عباس علی علی علیہ السلام ق
ان شئت رددت الیہ فقہ
الشافعی بقراءتہ علی مالک کان
لک ذلک فھؤلاء الفقہاء
الاربعۃ واما فقہ الشیعۃ
فرجوعہ الیہ ظاہر وایضاً
فان فقہاء الصحابۃ کانوا
عمر بن الخطاب وعبد اللہ بن
عباس وکلاھما اخذ عن علی
علیہ السلام اما ابن عباس
فظاہر وعمر فقد عرف کل احد
رجوعہ الیہ فی کثیر من
المسائل التی اشکلت علیہ
وعلی غیرہ من الصحابۃ وقولہ
غیر مرۃ لولا علی لھلک عمر و
قولہ لا بقیت لمعضلۃ لیس
لھا ابو الحسن وقولہ لا یفتین
احد فی المسجد وعلی حاضر فقد
عرف لھذا الوجہ انتھاء الفقہ
الیہ وقد ردت العامۃ والخاصۃ

الرائی و علم فقہ
سے اور عکرمہ
سے حاصل کیا
نے حضرت علی
علم کو سیکھا، یہ
امام شافعی نے مالک
لہذا ان کا علم اس
علی پر منتہی ہوتا ہے بس یہ چ
اسلام علم فقہ میں حضرت علیؑ کے
ہیں اور ان کے شاگرد ہوئے اور شیعہ
لوگوں کا علم فقہ حضرت علیؑ سے لینا تو ظاہر ہی
ہے اصحاب رسول میں سے سب سے زیادہ فقہ جاننے
والے عبد اللہ بن عباس و عمر بن الخطاب تھے اور ان
دونوں کو علم فقہ حضرت علیؑ نے سکھایا عبد اللہ
بن عباس کا حضرت علی سے علم فقہ حاصل کرنا تو ظاہر
ہی ہے اور حضرت عمر کی نسبت یہ ہے کہ سب لوگ
جانتے ہیں کہ بہت سے مسائل میں جو حضرت عمر اور دیگر
صحابہ کے روبرو پیش ہوتے تھے اور وہ انکے حل کرنے سے عاجز
ہوتے تھے تو حضرت عمر اور وہ لوگ حضرت علی کی طرف
رجوع کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر نے بارہا کہا کہ اگر
علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا میں باقی نہ رہوں اس مشکل کیلئے
جسکے حل کرنے کے واسطے علی ابن ابی طالب نہوں مسجد میں اگر
علی موجود ہوں تو انکی موجودگی میں کوئی اور شخص فتویٰ نہ دے

لیہ وآلہ
ثناء ھو
نعقہم بہ روی
علیہ السلام
ثہ الی الیمین
اھد قلبہ و
نہ قال فما شککت
ما فی قضاء بین
نین ومن العلوم علم
تفسیر القرآن وعنہ اخذ
ومنہ فرع واذا رجعت الی
کتب التفسیر علمت صحۃ
ذلک لان اکثرہ عنہ و
عن عبد اللہ بن عباس
وقد علم الناس حال ابن
عباس فی ملازمتہ لہ
وانقطاعہ الیہ وانہ تلمیذہ
وخریجہ وقیل لہ این
علمک من علم ابن عمک
فقال کنسبۃ قطرۃ من
المطر الی البحر المحیط ومن
العلوم علم الطریقۃ والحقیقۃ
واحوال التصوف وقد عرفت

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حضرت عمر کا فقہ حضرت
علیؑ پر منتہی ہوتا ہے عوام و خواص نے جناب
رسولخدا کا یہ قول نقل کیا ہے فرمایا آپ نے کہ
تم سب میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے
والے علی ابن ابی طالب ہیں اور تمام لوگوں نے
جناب رسولخدا کی یہ دعا نقل کی ہے جو آپ نے
حضرت علی کے حق میں ان کو یمن پر قاضی مقرر
کرنیکے وقت کی تھی کہ اے بار خدایا اسکے دل کو
ہدایت دے اور اسکی زبان کو صحیح کر حضرت علی کہتے ہیں
کہ اسکے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ
کرتے وقت شک واقع نہیں ہوا ..... علوم میں سے
علم تفسیر قرآن ہے پس یہ علم حضرت علی سے لیا گیا ہے
اور انہیں سے پھیلا ہے، اگر تم کتب تفاسیر کی طرف رجوع
کروگے تو اس قول کی صحت سے آگاہ ہو جاؤگے کیونکہ
تمام تفاسیر یا حضرت علیؑ سے روایت کی گئی ہیں
یا عبد اللہ ابن عباس سے اور یہ ظاہر ہے کہ عبد اللہ
ابن عباس نے علم تفسیر حضرت علی کی خدمت میں
رہ کر حاصل کیا تھا اور وہ آپ کے شاگرد تھے ۔
حضرت عبد اللہ ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے
علم کو حضرت علی کے علم سے کیا نسبت ہے تو عبد اللہ
ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ نسبت ہے جو ایک قطرہ
کو اس بارش عظیم سے ہوتی ہے جو بحر محیط پر برسے اور علوم
میں علم طریقت و حقیقت و تصوف ہے اور تم کو

ان ارباب هذا الفن فی جمیع
بلاد الاسلام الیه ینتهون
وعنده یقفون وقد صرح
بذلك الشبلی والجنید
وسری وابو یزید البسطامی
وابو محفوظ معروف الکرخی
وغیرهم ویکفیك دلالة علی
ذلك الخرقة التی هی
شعارهم الی الیوم وکونهم
یسندونها باسناد متصل
الیه علیه السلام ومن
العلوم علم النحو والعربیة
وقد علم الناس کافة انه
هو الذی ابتدعه وانشاءه
واملی علی ابی الاسود الاؤلی
جوامعه واصوله من جملتها
الکلام کله ثلاثة اشیاء
اسم وفعل وحرف ومن
جملتها تقسیم الکلمة الی
معرفة ونکرة وتقسیم
وجوه الاعراب الی الرفع
والنصب والجر والجزم وهذا
یکاد یلحق بالمعجزات لان

علم کا حال معلوم ہے کہ
اس علم کے عالموں ک
ہوتا ہے اس کی تش
جنید و سری وا
وابو محفوظ معروف
نے کی ہے اور اس بار
کے لئے صرف یہی ایک امر
کہ آجتک یہ لوگ حضرت علی کے خرقہ
بنائے ہوئے ہیں اور تمام اسناد حضرت علی کی طرف
لیجاتے ہیں اور علوم میں سے علم النحو زبان عربی
ہے اور تمام لوگ اچھی طرح جانتے ہیں:۔
کہ حضرت علی ہی نے اس علم کو
شروع و ایجاد کیا اور آپنے ابوالاسود
کو اس علم کے اصول و قواعد
سکھائے، چنانچہ آپ نے اسے
بتایا کہ ہر کلام میں تین چیزیں
ہوتی ہیں۔ اسم، فعل و حرف
اور کلمہ کی ۲ دو قسمیں ہوتی ہیں۔
معرفہ و نکرہ، اور آپنے وہ وجوہات
اسباب بھی بتائے جو اعراب پر اثر ڈالتے
ہیں اور ان کو رفع و نصب جر و
جزم کی طرف لے جاتے ہیں، اور
یہ ایک معجزہ تھا۔ کیوں کہ اس قسم

لا تفی بهذا
ر بهذا
، رجعت
خلقیة و
نیة والدینیة
جلا ها واطلاع
باالشجاعة فانه
الناس فیها ذکر من
كان قبله ومحا اسم من
یاتی بعده ومقاماته
فی الحرب مشهورة یضرب
بها الامثال الی یوم القیامة
وهو الشجاع الذی ما فر قط
ولا ارتاع من کتیبة ولا بارز
احدا الا قتله ولا ضرب ضربة
قط فاحتاجت الاولی الی ثانیة
واما القوة والاید فبه
یضرب المثل فیهما قال ابن
قتیبه فی المعارف ما صارع
احدا قط الا صرعه وهو
الذی قلع باب خیبر و
اجتمع علیه عصبة من
الناس لیقلبوه فلم یقلبوه

کا حصہ او استنباط قوت بشریہ سے باہر ہے اور اگر تم
خصائص خلقیہ اور فضائل نفسانیہ اور
دینیہ پر غور کرو گے تو حضرت علی کو ان
صفات میں سب کا سردار اور سب
سے آگے پاؤ گے شجاعت کو لو شجاعت
میں حضرت علی نے ان بہادروں کے ذکر
کو فراموش کرا دیا جو ان سے پہلے گذرے
تھے اور ان کے ناموں کو محو کر دیا جو ان
سے بعد آنے والے تھے اور آپ کا درجہ جنگ میں
مشہور ہے اور قیامت تک ضرب المثل رہے گا آپ
ایسے شجاع تھے کہ ایک دفعہ بھی جنگ
سے نہیں بھاگے، کوئی شخص اُن
کے مقابلہ کے لئے نہیں آیا، مگر یہ کہ
آپ نے اسے قتل کر دیا، ایک ضرب
مارنے کے بعد آپکو کبھی دوسری ضرب
مارنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ قوت جسمانی
و بسالت کو لو تو وہ ضرب المثل ہیں ان
کی مثال دی جاتی ہے، ابن قتیبہ اپنی
کتاب معارف میں کہتا ہے کہ حضرت علی نے
کسی سے کشتی نہیں کی لیکن یہ کہ اسے گرا دیا۔
آپ وہ ہیں جنھوں نے در خیبر کو اکھاڑ کر پھینک دیا
لوگوں کی ایک جماعت نے مل کر کوشش کی
کہ اس در کو جنبش دیں لیکن جنبش نہ دے سکے

وَهُوَ الَّذِی اقتلع هبل من	آپ وہ ہیں جنھوں نے
اعلی الکعبة وَکان عظیما کبیرًا	سب سے بڑے بت ہبل
اجدا فالقاه الی الارض وَهُوَ	نیچے پھینک دیا، یہ بہ
الَّذِی اقتلع الصخرة العظیمة	آپ وہ ہیں جنھوں
فی ایّام خلافته بیده	میں عظیم الشان پتھر کو
علیه السلام بعد عجز الجیش	پھینکدیا، اسکے نیچے سے پار
کله عنها فانبط الماء من تحتها	کے ہلانے سے آپکا تمام لشکر بل
وَاما السخا وَالجود فما له فیه	ہو گیا تھا، اگر سخا اور جود کو لو تو آپ
ظاهرة کان یصوم ویطوی	حال اس میں ظاہر ہے، آپ روزہ رکھتے تھے
ویؤثر بزاده وفیه انزل	اور پھر اپنے طعام کو راہ خدا میں دیدیتے تھے
ویطعمون الطعام علی حبّه	اور خود گرسنہ رہتے تھے آپکے حق میں آیت
مسکینًا ویتیمًا وَاسیرا	نازل ہوئی وَیُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهِ الآیۃ
انما نطعمکم لوجه الله لا	اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ آپکے
نرید منکم جزاء ولا شکورا	پاس صرف چار درہم تھے، ایک درہم
روی المفسرون انه لم	کو راہِ خدا میں صدقہ کر دیا اور
یمکن یملك الا اربعة دراهم	ایک درہم دن میں دیدیا، ایک
فتصدق بدرهم لیلا وبدرهم	درہم چھپاکر دیا اور ایک درہم علانیہ
سرًا وبدرهم علانیة فانزل	دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
فیه الَّذین ینفقون	اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
اموالهم باللیل وَالنهار	بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً
سرًا وعلانیة وروی	اپنے ہاتھوں سے آپ اجرت پر
عنه انه کان یسقی بیده	یہودیوں کے درختوں کو پانی
لنخل قوم من یهود المدینة	دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ:۔

يتصدّق
بطنه حجرا
ذكر عليه
في الناس علي
يحبه الله السخاء
قال لا لسائل قط....
م والصفح فكان اعلم
اس عن مذنب واصفحهم
عن مسيئ وقد ظهرت صحة
ما قلناه يوم الجمل حيث ظفر
بمروان ابن الحكم وكان
اعدى الناس له واشدهم
بغضا فصفح عنه وكان عبد
الله بن الزبير يشتمه على
رؤس الاشهاد وخطبه
يوم البصرة فقال قد اتاكم
ذنب اللئيم علي بن ابي طالبؑ
وكان علي عليه السلام يقول
ما زال الزبير رجلا منا اهل
البيت حتى شب عبد الله
فظفر به يوم الجمل فاخذه
اسيرا فصفح عنه وقال اذهب
فلا رينك لم يزده على ذلك

کہ آپکے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے اور
اجرت جو ملتی تھی وہ راہِ خدا میں صدقہ دیدیتے
تھے اور خود پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے،
شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علی تمام لوگوں سے زیادہ
سخی تھے اور آپکی طینت و سرشت میں سخا کو
خمیر کیا گیا تھا اس سخا و جود کو جس کو خداوند
تعالےٰ دوست رکھتا ہے آپنے کبھی کسی سائل کو نہیں
نہیں کہا اگر حلم اور عفو کو لو تو حضرت علی تمام
لوگوں سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ گناہوں
و غلطیوں کو معاف کرنیوالے تھے ہمارے اس قول
کی صحت کی تصدیق جنگ جمل کے واقعات سے
ہوتی ہے اسدن آپنے مروان بن الحکم پر فتح
پائی اور یہ مردود آپ کا شدید ترین دشمن تھا اور
بہت زیادہ بغض آپ سے رکھتا تھا مگر آپنے اسکو
معاف کردیا اور عبداللہ ابن زبیر آپکے تمام
لوگوں کیسامنے سب وشتم کرتا تھا دشنام دیتا تھا.
بصرہ کی جنگ کے موقعہ پر ایک خطبہ میں اس نے
کہا کہ بہ تحقیق تمہاری طرف (معاذ اللہ) ایک
کمینہ و لئیم علی ابن ابی طالب آیا ہے اور جناب امیرؑ
فرمایا کرتے تھے کہ زبیر ہمیشہ ہمارا ایک آدمی ہم میں سے
تھا اسوقت تک کہ جب تک اس کا لڑکا عبداللہ
جوان نہیں ہوا اسوقت وہ ہم سے منحرف ہوگیا جنگ جمل
علیؑ نے عبداللہ ابن زبیر پر فتح پائی اور وہ قید ہوکر آیا

وظفر بسعيد بن العاص بعد
وقعة الجمل بمكة وكان
له عدوا فاعرض عنه ولم
يقل له شيئا..... واما الجهاد
في سبيل الله فمعلوم عند
صديقه وعدوه انه سيد
المجاهدين واهل الجهاد لا احد من
الناس الا له وقد عرفت ان
اعظم غزاة غزاها رسول الله صلى
الله عليه وآله واشدها
نكاية في المشركين بدر
الكبرى قتل فيها سبعون
من المشركين قتل علي عليه
السلام نصفهم وقتل المسلمون
والملائكة النصف الآخر و
اذا رجعت الى مغازي محمد بن
عمر الواقدي وتاريخ الاشراف
ليحيى بن جابر البلاذري
وغيرهما علمت صحة ذلك دع
من قتله في غيرها كاحد
والخندق وغيرهما وهذا الفصل
لا معنى للاطناب فيه لانه
من المعلومات الضرورية

لیکن آپنے اسکو معا[illegible]
مین تجھی دیکھنا نہ[illegible]
اسی طرح سعید بن[illegible]
وہ آپکا سخت دشمن[illegible]
کہا اور جہاد راہِ خدا کو
اور دشمنوں سب کو معلوم ہے
کے سردار ہیں، جہاد سے سب لوگ
کے ڈرتے تھے اور جی چراتے تھے تم جا
کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و
آلہ کے غزوات میں غزوہ بدر الکبریٰ عظیم
ترین تھا اس میں ستر مشرکین مارے
گئے جن میں سے نصف کو صرف علی مرتضیٰ
نے قتل کیا اور تمام مسلمانوں اور ملائکہ نے
مل کر باقی نصف کو قتل کیا، اور اگر تم
مغازی محمد بن عمر الواقدی و تاریخ الاشراف
یحییٰ بن جابر البلاذری وغیرہما کی
طرف رجوع کروگے تو تمہیں ہمارے
قول کی صحت معلوم ہوگی، اُن کو
چھوڑ دو جو آپ نے دیگر غزوات
مثلاً احد و خندق وغیرہما میں
قتل کئے یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس
میں ذرا شک نہیں یہ ان معلومات حقیقیہ میں
سے ہیں جیسے کہ علم موجود شئ کا ہوتا ہے یعنی

مکہ ومصر و
تہ فھو علیہ
اء و سید
۔ قیل دون
دق کلام المخلوقین
اس الخطابۃ و
قال عبد الحمید بن
حفظت سبعین خطبۃ
من خطب الاصلع ففاضت ثم
فاضت و قال بن نباتۃ حفظت
من الخطابۃ والکتابۃ کنزا
لا یزیدہ الانفاق الا سعۃ و
کثرۃ حفظت مائۃ فصل
من مواعظ علی بن ابی طالب
...... ویکفی ھذا الکتاب
الذی نحن شارحوہ دلالۃ
علی انہ لا یجاری فی الفصاحۃ
ولا یباری فی البلاغۃ وحسبک
انہ لم یدون لاحد من فصحاء
الصحابۃ العشر ولا نصف
العشر مما دون لہ وکفاک
فی ھذا الباب ما یقولہ ابو
عثمان الجاحظ فی مدحہ فی

جیسے مسلم کہ دنیا میں ایک شہر مکہ ہی یا مصر ہے اور
اگر فصاحت کو لو تو آپ امام الفصحاء و
سید البلغا ہیں، اور آپ کے کلام کی
نسبت کہا گیا ہے کہ خالق کے کلام سے کم تر
اور تمام مخلوق کے کلام سے بالا تر ہے۔
اور اس سے لوگ خطابت اور کتابت
سیکھتے ہیں عبد الحمید بن یحییٰ کہتے ہیں
کہ میں نے آپ کے ستر مشہور و خطبے حفظ
کئے اور اس کے بعد میرے علم میں ترقی
ہوتی گئی، ابن نباتہ کہتا ہے کہ میں
نے خطبوں میں سے ایسا خزانہ حفظ کیا
ہے کہ جس کو خرچ کرنے سے اور ترقی
ہوتی ہے میں نے حضرت علیؑ کے خطبوں
میں سے سو فصلیں حفظ کی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ کتاب (نہج البلاغہ) جس کی
ہم شرح لکھ رہے ہیں کافی ہے اس بات کے
ثابت کرنے کے لئے کہ فصاحت و بلاغت میں
کوئی شخص آپکی برابری نہیں کر سکتا تھا ہمیں
قائل کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ فصیح
صحابہ میں سے کسی کا کلام آپکے کلام کے دسویں
بلکہ بیسویں حصے کے برابر بھی جمع نہیں کیا
گیا جو تعریف آپکے کلام کی کتاب البیان
والتبیین وغیرہ کتب میں ابو عثمان الجاحظ نے کی ہے

كتاب لبيان والتبيين و فى	وہ ہی اس ...
غيره من كتبه واما سجاحة	خوش اخلاقی
الاخلاق وبشر الوجه وطلاقة	بشرہ کا ذکر کر
المحيا والتبسم فهو المضروب	ہیں یہاں تک کہ
به المثل فيه حتى عابه	آپکے اوپر
بذلك اعداؤه قال عمرو	العاص نے اہل شام
بن العاص لاهل الشام انه	..... اور عمرو بن العاص
ذو دعابة شديدة	عمر سے اخذ کی تھی کیونکہ جب
وعمرو بن العاص انما اخذها	کا ذکر آیا تو حضرت عمر نے کہا کہ ...
عن عمر بن الخطاب لقوله له	خلیفہ مقرر کر دیتا اگر ان میں مزاح نہ ہوتا حضرت
لما عزم على استخلافه لله	نے تو اختصار سے یہ نکتہ چینی کی تھی، عمرو بن العاص نے
ابوك لولا دعابة فيك الا	بڑھا کر کہدیا..... اس جگہ ابن ابی الحدید نے یہ
ان عمرا اقتصر عليها وعمرو زاد	بحث کی ہے کہ خوش مزاجی و تبسم و مزاح اچھی چیز ہے
فيها وسمجها .... واما	بر خلاف اسکے سرکہ بابرو رہنا بد اخلاقی میں
الزهد فى الدنيا فهو سيد	داخل ہے جناب سویدا بھی مزاح کرتے تھے مزاح و
الزهاد وبدل الابدال واليه	خوش مزاجی کیسا حضرت علی میں اور جناب سویدا
تشد الرجال وعنده تنفض	میں تمکنت و ہیبت تھی وغیرہ وغیرہ ہم نے اس بحث کو
الاحلاس ماشبع من طعام	نقل نہیں کیا، اور اگر زہد کو لو تو حضرت علی زاہدوں
قط وكان اخشن الناس	کے سردار اور بدل الابدال تھے آپ نے کبھی سیر ہو کر کھانا
ماكلا وملبسا قال عبدالله	نہیں کھایا تمام لوگوں سے زیادہ سخت کھانا کھاتے
بن ابى رافع دخلت اليه	تھے اور سخت لباس پہنتے تھے عبداللہ ابن ابی رافع
يوم عيد فقدم جرابا	کہتا ہے کہ میں عید کے دن حضرت علی کی
مختوما فوجدنا فيه خبز	خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ

منوصنا فقدم
ا امیر المومنین
ال خفت
ان یلتاه
کان ثوبه
تارة وبليف
ونعلاه من ليف
بليس الكرباس
غليظ فاذا وجد كمه طويلا
قطعه بشفرة وله يخيطه نكا
يزال متسا قطا على ذراعيه
حتى يبقى سدى لا لحمة له
وكان يأتدم اذا ائتدم
بخل او بملح فان ترقى عن
ذلك فبعض نبات الارض
فان ارتفع عن ذلك فبقليل
من البان الابل ولا يأكل
اللحم الا قليلا ويقول لا
تجعلوا بطونكم مقابر
الحيوان وكان مع ذلك اشد
الناس قوة واعظمهم يدا لم
ينقص الجوع قوته ولا يخور
الاقلال منته وهو الذى

میں نے دیکھا کہ ایک سربمہر تھیلہ تھا اس میں سوکھی
ہوئی جو کی روٹی تھی آپ نے اور اسے کھول کر کھانے
لگے میں نے کہا اے امیر المومنین آپ اسکو سربمہر کیوں
رکھتے ہیں آپ نے جواب دیا اس لئے کہ
کہیں میرے لڑکے اس کو روغن یا زیتون
سے چرب کر دیں آپ کی پوشاک میں چمڑے
اور پوست درخت خرما کے پیوند لگے ہوئے
تھے اور جوتے پوست درخت خرما کے
تھے موٹے کپڑے کا لباس پہنتے تھے
اگر کبھی آستین بڑی ہوتی تھی تو اس
کو چاقو سے کاٹ دیتے تھے اور پھر
اس کو سلواتے نہیں تھے، لہذا جب
تک وہ باقی رہتی تھی شانے پر لٹکتی رہتی تھی
سالن میں کبھی کبھی سرکہ یا نمک ڈال لیتے
تھے اگر کبھی اس سے ترقی کی تو کچھ سبزی ڈال
لی اور اگر کبھی اس سے بھی آگے بڑھے تو
تھوڑا سا شیر شتر استعمال فرما لیتے تھے۔
گوشت آپ بہت کم استعمال کرتے تھے
اور فرمایا کرتے تھے کہ اپنے شکم کو حیوانوں
کی قبر نہ بناؤ، باوجود ان سب باتوں کے
تمام لوگوں سے زیادہ آپ میں قوت و
طاقت تھی، بھوک آپ کی قوت کو
کم نہیں کرتی تھی، آپ نے دنیا کو طلاق

طلق الدنیا وکانت الاموال تجبی الیه
من جمیع بلاد الاسلام الا
من الشام فکان یفرقها ویمزقها
...... واما العبادة فکان اعبد
الناس واکثرهم صلاة وصوما
ومنه تعلم الناس صلاة
اللیل وملازمة الاوراد
وقیام النافلة وما ظنك
برجل کانت جبهته کثفنة
البعیر لطول سجوده وانت اذا
تاملت دعواته ومناجاته
ووقفت علی ما فیها من تعظیم
الله سبحانه واجلاله وما
یتضمنه من الخضوع لهیبته
والخشوع لعزته والاستخذاء
له عرفت ما ینطوی علیه
من الاخلاص وفهمت
من ای قلب خرجت وعلی ای
لسان جرت وقیل لعلی بن
الحسین علیه السلام وکان
الغایة فی العبادة این عبادتك
من عبادة جدك قال عبادتی
عند عبادة جدی کعبادة

وبدی تھی۔ تمام بلاد اسلا
آپکے پاس مال آتا تھا آ
.... اگر عبادت کو دیکھو
عبادت کرنیوالے تھے او
تھے اور روزے رکھتے تھے
نماز و اوراد و قیام نافلہ سیکھا کر
ہے اس شخص کی نسبت جو اپنی حفاظ
کو ترجیح دیتا تھا لیلۃ الہریر کی لڑائی و
دونوں صفوں کے مابین آپکا سجادہ بچھایا گیا پس
آپ فکری کیساتھ اسپر نماز پڑھتے تھے درانحالیکہ
دشمنوں کے تیر آپکے چاروں طرف پڑ رہے تھے اور
اوپر سے گزر رہے تھے آپکو اس سے ذرا بھی خوف نہ تھا
اور وہاں سے نہ اٹھے جب تک کہ اپنا وظیفہ ختم نہ کر لیا۔
اور کیا خیال ہے تمہارا اس شخص کی نسبت کہ جس کی
پیشانی کثرت سجود کی وجہ سے اونٹ کے گھٹنے کی طرح
ہو گئی ہو اور اگر تم ان کی دعاؤں اور مناجاتوں پر غور
کرو اور واقف ہو کہ ان دعاؤں اور مناجاتوں میں
کس قدر خداوند تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا ذکر ہے اور
ان میں خداوند تعالیٰ کی ہیبت و عزت کا کس قدر خضوع
و خشوع بھرا ہوا ہے تو پھر تمکو معلوم ہوگا کہ ان میں کتنا
اخلاص ہے اور کس قلب سے نکلی ہیں اور کس زبان پر جاری
ہوئی ہیں حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین
کی عبادت غایت درجہ کی تھی ان سے سوال کیا گیا کہ آپکی

سول الله صلی
ابتا قرأته
ا به فهو
ف هذا الباب
ی .... انه
ا القرآن علی عهد
لله صلی الله علیه
ه ولم یکن غیره یحفظه
ثم هو اول من جمعه نقلوا
کلهم انه تاخر عن بیعة
ابی بکر فاهل الحدیث لا
یقولون ما تقول الشیعة
من انه تاخر مخالفة
للبیعة بل یقولون
تشاغل بجمع القرآن فهذا
یدل علی انه اول من
جمع القرآن لانه لو کان
مجموعا فی حیاة رسول الله
صلی الله علیه وآله لما احتاج
الی ان تشاغل بجمعه بعد
وفاة صلی الله علیه وآله
واذا رجعت الی کتب القرأة
وجدت ائمة القراء کلهم

عبادت اور آپ کے دادا کی عبادت میں کیا
نسبت ہے فرمایا کہ میری عبادت اور میری
دادا کی عبادت میں وہ نسبت ہے جو میری دادا
کی عبادت کو رسول خدا کی عبادت سے نسبت
تھی اور اگر تفسیر علم قرآن کی طرف نظر کرو تو
یہ حضرت علی کی خاص خصوصیت کا مضمون تھا تمام
امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب علی مرتضیٰ
نے رسول خدا ہی کی حیات میں قرآن حفظ
کر لیا تھا در آنحالیکہ اس وقت کسی اور نے
حفظ نہیں کیا تھا اور حضرت علی ہی اول
وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے قرآن شریف
کو جمع کیا تھا، تمام لوگوں نے روایت
کی ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو بکر کی بیعت
شروع شروع میں نہیں کی اور اس سے
تاخیر کی وجہ نہیں بتاتے جو شیعہ کہتے ہیں
کہ آپ کو ابو بکر سے مخالفت تھی، بلکہ وہ
کہتے ہیں کہ قرآن شریف کے جمع کرنے میں
مشغول تھے اس وجہ سے بیعت میں تاخیر کی اس سے یہ ثابت
ہوا کہ جس نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا وہ علی مرتضیٰ
تھے کیونکہ اگر حیات جناب رسول خدا میں وہ جمع ہو گیا ہوتا تو
تو پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت علی کو اسکے
جمع کرنے میں مشغول ہونے کی ضرورت نہ باقی رہتی اور جب
تم قرأت قرآن کی کتابوں کی طرف رجوع کرو گے تو تمکو

یرجعون الیہ کابی عمرو بن	معلوم ہوگا کہ تمام آئمہ
العلاء وعاصم بن ابی النجود	العلاء، عاصم بن ابی النجود
وغیرھما لانھم یرجعون	طرف رجوع کرتے ہیں کہ
الی ابی عبدالرحمٰن السلمی القاری	السلمی کی طرف رجوع کرتے
وابو عبدالرحمٰن کان تلمیذہ	السلمی حضرت علی کے شاگرد
وعنہ اخذ القران فقد صار	قرأت وقرآن اخذ کیا تھا پس یہ
ھذا الفن من الفنون التی	دیگر علوم کے جن کا ذکر پہلے کیا گیا حضر
تنتھی الیہ ایضا مثل کثیر	پر منتہی ہوتا ہے اور اگر رائے وتدبیر کو دیکھو
مما سبق واما الرائی والتدبیر	تو حضرت علی تمام لوگوں میں سب سے
فکان من اسد الناس رایا	بہتر رائے رکھنے والے اور سب سے زیادہ
واصحھم تدبیرا وھو الذی	صحیح تدبیر کرنے والے تھے، آپ ہی تھے
اشار علی عمر لما عزم علی ان یتوجہ	جنھوں نے حضرت عمر کو بذات خود لڑائیوں
بنفسہ الی حرب الروم والفرس	پر جانے سے روکا اور آپ ہی تھے جنھوں
بما اشار وھو الذی اشار	نے حضرت عثمان کو صحیح رائے دی اگر
علی عثمان بامور کان صلاحہ	وہ اس پر عمل کرتے تو انکے اوپر وہ مصیبتیں
فیھا ولو قبلھا لم یحدث	نہ آتیں جو آئیں، آپ کے دشمن کہتے ہیں کہ آپ
علیہ ما حدث وانما قال	کی کوئی رائے نہیں تھی کیونکہ آپ تو شریعت
اعداؤہ لا رائی لہ لانہ	کے معتقد تھے اور اس کے خلاف کوئی
کان متقیدا بالشریعۃ	بات نہیں کرسکتے تھے اور کوئی ایسا
لا یری خلافھا ولا یعمل بما	کام نہیں کرتے تھے جو دین کے مطابق
یقتضی الدین تحریمہ وقد	نہ ہو۔ بہ تحقیق کہ حضرت علی فرمایا کرتے
قال علیہ السلام لولا الدین	تھے کہ اگر دین وتقویٰ کا خیال
والتقی لکنت ادھی ادھب	درمیان میں نہ ہو تو میں تمام عرب

فانه كان يعمل
لمصلحة ويستوفقه
ها بقا للشرع
ويريب ان من
يؤدى اليه اجتهاده
مع ضوابط وقيود
ولاجلها ما يرى
صلاح فيه تكون احواله
الدنياوية الى الانتظام
اقرب ومن كان بخلاف
ذلك تكون احواله الدنياوية
الى الانتشار اقرب، واما السياسة
فانه كان شديد السياسة
خشنا في ذات الله لم يراقب
ابن عمه في عمل كان ولاه
اياه ولا راقب اخاه عقيلا
في كلام جبهه به واحرق
قوما بالنار ونقض دار
مصقلة ابن هبيرة ودار
جرير بن عبد الله البجلي
وقطع جماعة وصلب آخرين
ومن جملة سياسته حروبه
في ايام خلافته بالجمل

سے بہتر تدبیر کرنے والا ہوتا اور آپ کے
علاوہ دیگر خلفاء جو تھے وہ تو کام کرتے
تھے جو امور سیاسی کے متقاضی ہوتا تھا اور جس
میں مصلحت دنیوی ہوتی تھی وہ اسباب کا
خیال نہیں کرتے تھے کہ یہ مطابق شرع کے ہے
یا نہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص
اپنی عقل وتدبیر کے مطابق کام کرتا اور
ان قواعد وضوابط کا مقید نہ ہوگا
جن کی وجہ سے ان امور سے باز
رہنا پڑی جن کو وہ مصلحت کے مطابق
سمجھتا ہے تو اس کے احوال دنیویہ
کا انتظام اچھا ہوگا اس شخص کے احوال
دنیاویہ منتشر ہوں گے جو اپنے افعال
میں کسی ضابطہ وقواعد کا پابند ہو اور اگر
سیاست کی طرف نظر ڈالو تو حضرت علی امور سیاست
میں خدا سے ڈرتے ہوئے بہت زیادہ
سخت تھے اپنے ابن عم (عبد اللہ ابن عباس)
کو جو امور مملکت سپرد کئے تھے ان میں محاسبہ
لینے میں آپ نے اپنے ابن عم کی کچھ رعایت
نہ کی اور نہ اپنے بھائی عقیل کی پروا کی
ایک قوم کو آگ سے جلا دیا مصقلہ بن ہبیرہ
و جریر بن عبد اللہ بجلی کے گھر منہدم کرا دئے
ایک گروہ کو قتل کر دیا کئی آدمیوں کو پھانسی دی

وصفين والنهروان وفي اقل
القليل منها مقنع لمن
كل سائس في الدنيا الى
يبلغ فتكه وبطشه و
انتقامه مبلغ العشر مما ادوا
عليه السلام في هذه الحروب
بيده واعوانه فهذه هي
خصائص البشر ومزاياهم
قد اوضحنا انه فيها الامام
المتبع فعله والرئيس المقتفى
اثره وما اقول في رجل
تحبه اهل الذمة على
تكذيبهم بالنبوة وتعظمه
الفلاسفة على معاندتهم
لاهل الملة وتصور ملوك
الفرنج والروم صورته في
بيعها وبيوت عبادا تها
حاملا سيفه مشمرا للحرب
وتصور ملوك الترك
والديلم صورته على
اسيافها كان على سيف
عضد الدولة ابن بويه و
سيف ابيه ركن الدولة

آپ کی سیاست
جمل وصفین
ہوتی ہے ان
قوت وسختی و
آپ سے عمل
دسویں حصے کو
وال نہیں سمجھتے۔
غرضکہ یہ سب وہ بشری
ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور ہر
میں حضرت علیؑ تمام لوگوں کے
سردار تھے اور سب کے امام تھے۔
اور میں کیا کہوں اس شخص کی نسبت
جس کو اہل الذمہ بھی دوست رکھتے
تھے باوجود اس کے کہ وہ نبوت
کے منکر تھے اور جس کی تعظیم
فلاسفر بھی کرتے تھے باوجود اس
کے کہ وہ مسلمانوں کے دشمن تھے
ترک و دیلم کے بادشاہ اپنی تلواروں
پر حضرت علی کی تصویر نقش کرتے
تھے، عضد الدولہ بن بویہ اور
اس کے باپ رکن الدولہ و الپ
ارسلان اور اس کے بیٹے ملک
شاہ کی تلواروں پر آپ کی تصویریں

ن علی سیف
وابنه
...نه كانهم
...نصر والظفر
...جل حب
...یتكثر به و
...حدان یتجمل و
...بالانتساب الیه
...تی الفتوة التی احسن
ماقیل فی حدها ان لا
تستحسن من نفسك
ما تستقبحه من غیرك
فانی اربابها انسبوا انفسهم
الیه وصنفوا فی ذلك كتبًا
وجعلوا لذالك اسنادا
انهوه الیه وقصروه علیه
وسموه سید الفتیان
وعضدوا مذهبهم بالبیت
المشهور المروی انه سمع
من السماء یوم احد۔ لا
سیف الّا ذوالفقار لا فتی
الّا علیؑ

تھیں گویا وہ اس سے فال لیتے تھے
نصرت وظفر کی، اور کیا کہوں میں
ایسے شخص کی نسبت جس کے متعلق
ہر ایک شخص چاہتا تھا کہ اس کی نسبت
ان سے کی جائے کیونکہ مقولہ ہے کہ
آنچہ برخود مپسندی بہ دیگراں
مپسند، جب لوگوں نے اپنی
ذات کی نسبت حضرت علی کی طرف
کردی اور اس کے متعلق بہت
سی کتابیں لکھیں، اور اس نسبت
کے لئے اونہوں نے شہادتیں
پیدا کیں، اور آپ کو بہادروں
کا سردار بیان کیا اور اپنے بیان
کی تصدیق انہوں نے اس کلام
سے کی جو روز [illegible] آسمان سے
سنائی دیا تھا کہ لَا سَیْفَ اِلَّا
ذوالفقار وَلَا فتی اِلَّا علی۔

قصئہ مختصر۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ:۔

جس پہ دھوکہ ہو خدا کا نا خدا ایسا تو ہو

میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ باب افضلیت بہت طویل ہوگیا ہے لیکن

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

حصہ اول کی کتاب اول ختم ہوئی، ناظرین کے دل میں

ہوا ہوگا کہ جب جناب رسالت مآبؐ نے اس صراحت کے ساتھ

اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تو پھر کوئی مسلمان اتنی جرأت کیونکر کر سکتا ہے

کہ حکم اور ان کے مقرر کردہ جانشین وخلیفہ کو نظرانداز کرکے دوسرے

کھڑا کرے اور اس کی بیعت کرے اور کوئی مسلمان ان کے مقابلہ میں کھڑا

ہی کیوں ہو، یہی نہیں۔ بلکہ یہ فعل ان حضرات سے سرزد ہو جو بقول

حضرت شبلی نعمانی آسمان اسلام کے مہرو ماہ تھے یعنی حضرت ابوبکر وحضرت

عمر۔ اور پھر آنحضرتؐ کے زمانہ سے اتنے قریب، ابھی تو وہ سب لوگ

موجود تھے جن کی آنکھوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ آنحضرت کے تعلقات

دیکھے تھے اور جن کے کانوں نے آنحضرتؐ کے اقوال حضرت علیؑ کے متعلق

سنے تھے، ان کی اکثریت کیوں حضرت علیؑ کے خلاف ہو، قریش کے

بڑے قبیلے تو بیٹھے رہیں اور خلافت چلی جائے ایک گم نام قبیلہ میں، ان

خیالات میں الجھ کر بہت سے حضرات تو یہ کہنے لگے ہیں کہ آنحضرتؐ

نے کوئی خلیفہ ہی مقرر نہیں کیا۔ اگر خلیفہ مقرر فرما دیتے تو اصحابِ رسول

اس خلیفہ کے نظرانداز کرنے کے عصیان عظیم کے مرتکب نہ ہوتے، وہ کہتے

ہیں کہ یہ تو جمہوریت کی فتح ہے کہ خلافت ایک گم نام خاندان میں چلی گئی۔

اور پشتینی رئیس بیٹھے دیکھا کئے۔ لیکن یہ سب ہٹ دھرمی کی بحث ہے۔

واقعات کا جواب نہیں، ہر ایک تاریخی واقعہ کے لئے وجوہات ہوتے ہیں

اور اس واقعہ کے بھی وجوہات ہیں کہ اس حکم رسول اور حضرت علیؑ سے

جمہور امت نے کیوں رُوگردانی کی۔ یہ سب وجوہات مورخانہ بحث کے ساتھ آپ کو حصۂ اول کی کتاب دوئم میں ملیں گے جس میں سیاست عمریہ پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

شکریہ اور معذرت

جس اشتیاق اور بے چینی کے ساتھ میری کتاب البلاغ المبین کا انتظار اور اس کی فوری طباعت کا اصرار اس کے ظہور میں آنے سے پہلے ملک کے ہر گوشہ سے میرے محسنوں نے کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مجھے لفظ نہیں ملتے۔ اس میں کے دو مضامین نظام جدید اور مسلمانان اور سیاست علویہ نظامی جنتری لکھنؤ میں سنہ ۱۹۴۳ء اور سنہ ۱۹۴۴ء میں چھپے تھے، ان کا ذکر جن ہمت افزا الفاظ میں اہل علم نے ملک کے اطراف و جوانب سے کیا ہے وہ اس حقیر کی محنت کا اس دنیا میں ایک انعام ہے جس کی قدر میں تمغہ ہائے سلطانی سے زیادہ کرتا ہوں۔ جی چاہتا تھا کہ وہ تمام خطوط کتاب کے ساتھ شائع کردوں مگر کاغذ کی کمیابی نے ہمت نہ دلائی، طباعت کی بہت سی مشکلات سد راہ ہوئیں جن کا ذکر بے فائدہ طوالت کا باعث ہوگا۔ بہر صورت اس تاخیر کا میں اپنے محسنوں سے بصد عجز خواستگار معافی ہوں۔

صحیح حوالہ جات بھی اس کتاب کا مابہ الامتیاز ہیں جن جن کتابوں کے صفحات وغیرہ کے حوالے دئے گئے ہیں وہ اس حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہیں، اور ان کی صحت کا میں ذمہ دار ہوں، کئی ایسی بھی کتابوں کے حوالے دئے گئے ہیں جو میری نظر سے نہیں گذریں لیکن وہ حوالے معتبر کتب سے نقل کئے گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ بھی صحیح ہوں گے، یہ وہ مقامات ہیں جہاں حوالوں میں صفحے نہیں دئے گئے ہیں۔

آئندہ کی اڈیشن میں انشاء اللہ یہ کمی بھی پوری ہو جائے گی، کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ لکھنؤ اور رام پور کی لائبریریوں میں خود جا کر ان حوالوں کو دیکھ کر نقل

کروں، اس کلیہ سے حدیث غدیر، حدیث ثقلین، حدیث مدینۃ العلم، حدیث نور، حدیث تشبیہ و حدیث ولایت کے وہ حوالے جو ایک نقشہ یا جدول کی صورت میں دئے گئے ہیں مستثنےٰ ہیں یہ نقشے کتاب مستطاب عبقات الانوار سے مرتب کئے گئے ہیں، ان کی بہت سی کتب خاکسار کے کتب خانہ میں موجود ہیں لیکن صفحات کے حوالے ان نقشوں میں نہ دئے جا سکے، ہاں عبارات جہاں نقل ہوئی ہیں، وہاں صفحات وغیرہ دیکھ کر درج کئے گئے ہیں۔

کتاب کی ضخامت اور مضامین کی طوالت بھی مجھے معذرت پیش کرنے پر مجبور کرتی ہیں حتی المقدور آئندہ کی اڈیشن میں جہاں جہاں ممکن ہوگا اختصار کر دیا جائے گا، لیکن پھر بھی معذرت کرنی پڑیگی کیونکہ

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم
چنانکہ حرفِ عصا گفت موسیٰ اندر طور

انتساب

خداوند تعالی کا شکر ہے کہ میری محنت کی پہلی منزل ختم ہوئی بقاعدہ ہے کہ کتاب کی وقعت بڑھانے کے لئے کسی صاحب ثروت و رسوخ آدمی کے نام سے اوس کو نسبت دیتے ہیں۔ میں نے بھی اس غرض کے لئے چاروں طرف نظر ڈالی لیکن مجھ اپنے والد مرحوم آغا محمد سجاد مرزا سے زیادہ بہتر انسان اور راسخ الاعتقاد مومن اس چودہویں صدی میں نظر نہ آیا۔ ممکن ہے کہ اس رائی میں فرزندانہ جذبات کا بھی کچھ دخل ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جنہوں نے ان کو دیکھا ہے وہ اس رائے کو بہت زیادہ قابل ترمیم نہ سمجھیں گے۔ مجھے کتنی خوشی ہوتی کہ وہ زندہ ہوتے اور میں یہ کتاب اون کی خدمت میں پیش کرتا۔ اب میں اس ناچیز تالیف کو اون کے نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں

محمد سلطان مرزا
بقلم خود

دہلی۔ نکلسن روڈ
نمبر ۱۴ گلی بیدان

۹ اکتوبر سنہ ۱۹۴۴ء مطابق
۲۰ شوال سنہ ۱۳۶۳ ہجری بروز دوشنبہ
بوقت شب دس بجکر ۳۵ منٹ

اعلان

احباء عرض ہے کہ البلاغ المبین کے حصہ اول کی کتاب دوئم بھی زیر طبع ہے۔ جناب رسول خدا کے قائم کردہ نظام کو درہم و برہم کرنے کے لئے جو انقلاب اُٹھا تھا، اِس انقلاب کے کارکن بلکہ کارکنان کی سیاست و مقصد سیاست کو نہایت تشریح و تفصیل کیساتھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس انقلاب کی ابتداء کب ہوئی اور کیونکر ہوئی، اس کے بتدریج ارتقاء کے مختلف صورتیں، اسلام کے دائرہ کے اندر رہ کر پیغمبر اسلام کے اِس نظام حکومت کو منقلب کرنا کیونکر ممکن ہوا۔ اس کی کامیابی کے وجوہات۔ انقلاب کے کارکنان کی مختلف تدابیر، اس غرض کے لئے ان کا فقہ اسلامی میں مداخلت کرنا، تاریخ اسلام کے دو عجیب ترین معمے یعنی (۱) امتِ محمد کا سلوک آل محمد سے اور (۲) خاندانِ محمد سے حکومت کا نکل کر محمد کے سخت ترین دشمن کے خاندان میں چلا جانا، اِن امور پر نہایت تفصیل کے ساتھ کتاب دوئم میں بحث کی گئی ہے اور ان معموں کو نہایت سنجیدگی سے استدلال صحیح کے ذریعہ سے حل کیا گیا ہے۔

یہ ایک ناقابل عفو جرم ہوگا، اگر میں اپنے پیر طریقت، مرشد جماعت، سالک راہِ حقیقت حضرت ظفر الملت جناب مولوی سید ظفر مہدی صاحب لکھنوی مدظلہ العالی کا ذکر نہ کروں اگرچہ مولانائے ممدوح کی خاموش، بےنفس لیکن پُرجوش خدمتِ دین حقہ اپنے اظہار کے لئے میرے بیان کی محتاج نہیں، اس کا اثر پنجاب کے مرکز لاہور سے اُٹھ کر ہندوستان کے ہر گوشہ میں پھیل گیا ہے۔ آپ ایثار نفس و صحیح جوش مذہب کا ایک بے نظیر نمونہ ہیں جن کا ایک ایک قول اور ایک ایک فعل اپنے میں تبلیغ کمل مضمر رکھتا ہے یہ آپ ہی کی صحبت کا اثر ہے کہ میرے دل میں اِس کتاب کے لکھنے کا شوق پیدا ہوا، اور آپ کے ان فقروں نے جن کا میں ذرہ تنزل اپنے لئے اہل نہیں سمجھتا، میری ہمت بڑھائی۔ آئندہ ایڈیشن میں انشاء اللہ مولانائے ممدوح کا فوٹو شائع کیا جائیگا۔ اس دفعہ مولانا کے انکسار نے ہمیں حصول فوٹو سے محروم رکھا۔

احقر

مؤلف